غنیۃ الطالبین

عکسی

کا

سلیس اور بامحاورہ

اردو ترجمہ مع حواشی

از امان اللہ خاں ارمان سرحدی

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

کی مشہور و معروف تصنیف

اعتقاد پبلشنگ ہاؤس

۱۵۶۱۔ کوتانہ اسٹریٹ، سوئیوالان، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

خاص دوم سالانہ شعبہ عربی
خاص سوم
1424 A11

محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

کی مشہور و معروف تصنیف

غنیۃ الطالبین

عکسی

سلیس اور بامحاورہ اردو ترجمہ مع حواشی

از

امان اللہ خاں ارمان سرحدی

ناشر

اعتقاد پبلشنگ ہاؤس

۱۵۶۱، کوتانہ اسٹریٹ، سوئی والان، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

کتاب ——— غنیۃ الطالبین

تصنیف ——— حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

مترجم ——— امان اللہ خان ارمان سرحدی

ناشر ——— اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلے

تعداد ——— گیارہ سو (۱۱۰۰)

بار اول ——— یکم مئی ۱۹۸۷ء

صفحات ——— چھ سو بانوے (۶۹۲)

قیمت ——— (۰۰/)

تابع ـ

باہتمام ——— جناب اعتقاد حسین صدیقی

اعتقاد پبلشنگ ہاؤس

نبیؐ کی وراثت

اِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ وَ
اِنَّ الْاَنْبِيَآءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا
وَّلَا دِرْهَمًا وَاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ
فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ ؕ

رواہ احمد و ترمذی و ابوداؤد و ابن ماجۃ والدارمی۔

ترجمہ

علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور انبیاء سے دینار و درہم کی وراثت نہیں چلتی بلکہ ان کی وراثت علم ہے۔ پس جو علم سے فیض یاب ہوا اس نے کثیر حصہ پایا۔

تفسیر ابن کثیر اُردو جس کو ہر زمانہ کے علماء کرام کی قبولیت کا شرف حاصل ہے۔ تمام مفسرین اس پر متفق ہیں کہ سب سے زیادہ قرآن کریم کو طریق سلف صالحین سمجھانے والی تفسیر تفسیر ابن کثیر ہے اور اس کے بعد تمام عربی و اردو تفاسیر اسی سے ماخوذ ہیں ——— پانچ جلدوں میں مرتبہ مولانا عبدالرشید نعمانی۔ ہدیہ کامل گولڈن جلد -/۳۹۰ روپے

صحیح بخاری شریف مترجم (عکسی) عربی اردو مکمل اس میں سات ہزار سے زائد احادیث نبویؐ جو کہ مستند ترین احادیث ہیں، جمع کی گئی ہیں۔ صفحات (۲۸۷۰) ہدیہ: مکمل تینوں جلدیں -/۳۰۰ روپے۔

ترمذی شریف مترجم (عکسی) عربی اردو مع فوائد تالیف: یگانۂ زماں علامۂ دوراں مولینا بدیع الزماں برادر علامہ وحید الزماں کامل دو جلدیں خوبصورت ہدیہ: -/۱۸۵ روپے۔

سُنن نسائی شریف مترجم پانچ ہزار سات سو چھ نسٹھ احادیث نبوی کا مستند اور گراں قدر مجموعہ ترجمہ و فوائد حضرت علامہ وحید الزماں۔ تین جلدوں میں۔ ہدیہ -/۲۶۵ روپے

سُنن ابوداؤد شریف مترجم ۴۸۰۰ احادیث نبوی کا مستند اور گراں بہا مجموعہ ترجمہ و فوائد۔ علامہ وحید الزماں۔ تین جلدوں میں ہدیہ مکمل امبوز جلد -/۴۵ روپے

صحیح مسلم شریف مترجم ۷۴۲۲ احادیث نبوی کا روح پرور اور ایمان افروز ذخیرہ۔ امام مسلم بن الحجاج نے کئی لاکھ احادیث سے صحیح احادیث جمع فرمائی ہیں۔ ترجمہ علامہ وحید الزماں (کامل ۳ جلدوں میں) ہدیہ -/۳۰۰ روپے

مجموعۃ الصحاح الستہ مترجم عربی اردو مکمل ۳ جلدوں میں چھ حصے کامل مترجم مولانا ابوالحسن محمد محی الدین خاں صاحب۔ ہدیہ: -/۳۰۰ روپے

سنن ابن ماجہ شریف مترجم (عربی اردو) ترجمہ عبدالحکیم خاں اختر ہدیہ کامل -/۱۵۰ روپے

مشکوٰۃ شریف مترجم (عربی اردو) ترجمہ مولانا عبدالحکیم خاں اختر ۳ جلدوں میں ہدیہ -/۱۹۵ روپے

سیرت النبیؐ کامل مرتبہ: ابن ہشام۔ ترجمہ: مولانا عبدالجلیل صدیقی۔ غلام رسول مہر۔ ہدیہ کامل مجلد دو جلدوں میں -/۶۰ روپے

رحمۃ للعالمین (عکسی) مصنف: حضرت مولانا جناب قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کامل تین حصے یکجا مجلد ہدیہ -/۸۰ روپے

سیرت سیدالانبیاءؐ ترجمہ: الوفا۔ باحوال المصطفیٰؐ مصنف امام عبدالرحمٰن ابن جوزی علیہ الرحمہ۔ مترجم محمد اشرف سیالوی ہدیہ -/۸۰ روپے

عوارف المعارف مصنف: حضرت شہاب الدین سہروردی۔ مترجم حضرت شمس صدیقی بریلوی۔ ہدیہ مکمل مجلد گولڈن جلد -/۹۰ روپے

رسول رحمتؐ سیرت طیبہ پر مولانا ابوالکلام آزاد کے مقالات۔ ترتیب و اضافہ مطالب مولانا غلام رسول مہر۔ ہدیہ مکمل مجلد -/۹۵ روپے۔

مسند امام اعظم مترجم اردو فقہ حنفی حضرت امام ابوحنیفہ۔ مترجم مولانا محمد دوست شاکر ہدیہ -/۴۵ روپے

مؤطا امام محمد ترجمہ: الحاج الحافظ نذر احمد صاحب۔ ہدیہ -/۷۵ روپے

مؤطا امام مالکؒ مترجم ترجمہ و فوائد حضرت علامہ وحید الزماں صاحب ہدیہ مجلد گولڈن جلد میں -/۷۵ روپے

فیوض یزدانی مترجم -/۷۵ روپے **غنیۃ الطالبین**۔ الربانی مرحوم -/۵۵ روپے **غنیۃ الطالبین** ترجمہ: شمس بریلوی -/۶۰ روپے **حصن حصین مترجم** -/۱۵ روپے **ابن خلدون** مکمل دو جلدوں میں -/۱۱۰ روپے **فرہنگ عامرہ** -/۳۵ روپے

فہرس

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
۱	پیش لفظ	۳۷
۲	"غنیۃ الطالبین" کے بارے میں	۳۹
۳	غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز کے سوانح حیات۔	۴۱
۴	آغاز کتاب	۵۰
۵	باب ۱ - دین اسلام کے واجبات	۵۱
	(ایمان اور نماز - زکوٰۃ - صدقۂ فطر)	〃
	روزہ - اعتکاف - حج اور عمرہ)	〃
	ایمان اور نماز :- پہلا مرحلہ	〃
	سچا دین	〃
	نومسلم کے حقوق	〃
	نومسلم کا غسل	〃
	شرائط نماز	۵۲
	طہارت بدن کے دس نواقض	〃
	وضو کی دس سنتیں	۵۳
	تیمم کا طریقہ	〃
	ستر عورت	〃
	نماز کی جگہ	〃
	نماز کی سمت	〃
	نماز کی نیت	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	اوقاتِ نماز	۵۴
	اذان	〃
	اقامت	〃
	نماز کے پندرہ رکن	〃
	نماز کے واجبات	〃
	نماز کی چودہ سنتیں	〃
	نماز کی کچھ اور شکلیں	۵۵
	زکوٰۃ :- نصاب	۵۵
	اونٹوں پر	〃
	بکریوں پر	〃
	مستحقین زکوٰۃ	۵۷
	متفرق امور	〃
	صدقۂ فطر :- صحیح اندازے	۵۸
	روزہ :- احتیاط	〃
	قضا و کفارہ	۵۹
	کفارہ کا سقوط	〃
	پرہیز	〃
	سحر و افطار	〃
	اعتکاف :- اعتکاف کا طریقہ	۶۰
	حج اور عمرہ :- حج کی شرطیں	۶۱
	اعراف	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	احکام احرام	۶۲
	جنسی پابندیاں	〃
	حیوان اور کیڑے مکوڑے	۶۳
	درخت	〃
	آداب حج (اگر وقت کی گنجائش ہو)	۶۴
	طواف	۶۴
	طواف کے بعد	۶۵
	مذی المجو کو شرمگریزے چھینکنا	۶۶
	حج کے لیے احکامات	۶۸
	چاہِ زمزم	〃
	منیٰ کے احکامات	〃
	خانہ کعبہ میں	〃
	اگر وقت کی گنجائش نہ ہو	
	عمرہ	۷۰
	حج میں ایک ضروری احتیاط	〃
	حج کے ارکان	〃
	حج کے واجبات	〃
	حج کی سنتیں	〃
	عمرہ کے ارکان	۷۱
	عمرہ کے واجبات	〃
	عمرہ کی سنتیں	〃
	مدینہ میں ایک سبق	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
۲	باب ۲ - آداب رہن سہن - سلام - مصافحہ اور تعظیم - چھینک اور جمائی -	۷۵
	خصلتیں :- بال اور ناخن	〃
	سلام :- الفاظ سلام	〃
	ایک روایت	〃
	سلام کے طریقے	〃
	سلام کی ممانعت	۷۶
	مصافحہ اور تعظیم :- مصافحہ	〃
	تعظیم کے لیے کھڑا ہونا	〃
	چھینک اور جمائی :- چھینک	۷۷
	جمائی	〃
	چھینک کی دعا	〃
	خصلتیں بال اور ناخن - دس خصلتیں	۷۸
	مونچھیں اور داڑھی	〃
	بالوں کے تراشنے کی میعاد	〃
	استرہ اور نورہ	〃
	سفید بال	۷۹
	ناخن	۸۰
	ناخن کاٹنے کا طریقہ	〃
	کٹے ہوئے بال اور ناخن	〃
	سر منڈانا	
	تالو کے بال	۸۱
	زلفیں	〃
	بالوں کو سیاہ کرنا	۸۲
	خضاب یا وسمہ لگانا	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	سرمہ لگانا	۸۳
	بالوں میں تیل لگانا	〃
۳	باب ۳:- (سفر اور قیام - مکروہ عادتیں	۸۴
	گھروں میں داخلہ - دائیں بائیں	〃
	کا استعمال - کھانے پینے کے آداب	〃
	سفر اور قیام :- سفر اور قیام	〃
	مکروہ عادتیں :- مکروہ عادتیں	〃
	گھروں میں داخلہ :- داخلہ کے آداب	۸۵
	دائیں بائیں کا استعمال :- ہاتھ اور پاؤں	۸۶
	کے اطراف	〃
	کھانے پینے کے آداب :- کھانے کی ابتدا	〃
	مل کر کھانا	〃
	کھانے کا ڈھنگ	۸۷
	خورد و نوش کے برتن	〃
	متفرق آداب رہن سہن	〃
	ضیافت	〃
	آداب مہمانی	۸۹
	کھانے کا مالک کون ہے؟	〃
	کھاتے وقت کی احتیاطیں	۹۰
	کھانے میں کسی شے کا گر جانا۔	۹۱
	کھانے کے اول و آخر آداب	۹۱
	آداب کی تعداد	〃
	افطار روزہ کی دعا	〃
۴	باب ۴:- (حمام - برہنگی - انگوٹھی	۹۳

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	بیت الخلاء پوشیدہ جگہ کی صفائی	۹۳۷
	طہارتِ کبریٰ)	〃
	حمام :- حمام کی کراہت	〃
	حمام کے آداب	〃
	برہنگی :- برہنگی	۹۴
	انگوٹھی :- آنحضرتؐ کی انگوٹھی	〃
	انگوٹھی کاہے کی ہو؟	〃
	انگوٹھی کیسے پہنی جائے؟	۹۵
	بیت الخلا اور پوشیدہ جگہ کی صفائی :- بیت الخلا میں داخلہ	۹۶
	پاخانہ کا طریقہ	〃
	پیشاب	〃
	خشک استنجا	〃
	پوشیدہ مقام کی صفائی	۹۷
	دوسرا طریقہ	〃
	ایک روایت	〃
	پانی سے استنجا	〃
	ڈھیلا کن چیزوں سے کیا جائے؟	۹۸
	استنجے کی فرضیت	〃
	طہارت کبریٰ :- طہارت کی قسمیں	۹۹
	طہارت کا طریقہ	〃
	غسل جنابت	〃
	عام غسل	〃
	پانی کی مقدار	〃
	اعضاء دھوتے وقت کی دعائیں	۱۰۰

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
۵	**باب ۵** (لباس۔ نیند۔ مسافری معیشت۔ گوشہ نشینی اور خاموشی۔ آدابِ سفر متفرق)	۱۰۲
	لباس :۔ پانچ طرح کا لباس	″
	لباس کی قسمیں	″
	سفید کپڑے	۱۰۴
	نیند :۔ سونے کی دعا	″
	بُرے خواب	۱۰۵
	مومن کا خواب	″
	مسافری :۔ گھر سے باہر جانے کی دعائیں	″
	مسجد سے متعلق دعائیں	۱۰۶
	ایک جامع حدیث	۱۰۷
	معیشت :۔ بھیک مانگنا	۱۰۸
	چار قسم کے لوگ	″
	سوداگری	۱۰۹
	حرام کمائی	″
	گوشہ نشینی اور خاموشی :۔ مختلف روایات	″
	دانا کے اقوال	۱۱۰
	مزید تفصیلات	
	آدابِ سفر :۔ سفر کی ابتدا	۱۱۱
	سفر کے دوران	۱۱۲
	منزل کی دعا	۱۱۳
	متفرق آدابِ معاشرت :۔ گھنٹہ	۱۱۴
	لاٹھی	″

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	خصی کرنا	۱۱۴
۶	**باب ۶** :۔ (مسجد۔ اشعار اور آوازیں	۱۱۵
	جانوروں کا مارنا۔ حجام کا پیشہ۔	″
	والدین کے حقوق۔ متفرقات۔ (دعائیں)	″
	مسجد :۔ مسجد کی پاکیزگی اور احترام	″
	اشعار اور آوازیں :۔ اشعار	″
	قرآن پڑھنا	۱۱۶
	راگ رنگ	″
	جانوروں کا مارنا :۔ سانپ کا مارنا	۱۱۷
	گرگٹ کا مارنا	″
	چیونٹی کا مارنا	″
	مینڈک کا مارنا	″
	موذی جانور	″
	کتّا	۱۱۹
	حجام کا پیشہ :۔ حجام کا پیشہ	″
	والدین کے حقوق :۔ فرمانبرداری اور اسکا صلہ	″
	ایک روایت	
	مزید روایتیں اور احکام	۱۲۰
	نافرمانی کی اجازت	۱۲۱
	فرمانبرداری کی اجازت	″
	متفرقات :۔ مستحب اور مکروہ کام	″
	مختلف روایتیں اور احکام	″
	عفصہ	″

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	بیٹھنا	۱۲۲
	قبرستان کے آداب	۱۲۳
	برتاؤ	〃
	درود	〃
	مصافحہ	〃
	دعا کا طریقہ	〃
	دم کرنا	۱۲۴
	بخار کے تعویذ	〃
	دردِ زہ کا تعویذ	〃
	دم، درود	〃
	نظر بد کا علاج	〃
	جسمانی علاج	۱۲۶
	وبا	〃
	نامحرم	۱۲۷
	برہنگی	〃
	غلام اور لونڈی	〃
	قرآن ساتھ رکھنا	〃
دعائیں :-	آئینہ دیکھنا	〃
	کان سے آواز آنا	〃
	درد کا دفعیہ	〃
	نگونِ بد کا دفعیہ	۱۲۸
	غیر اسلامی معبد یا لوگ	〃
	کڑک اور گرج	〃
	آندھی	〃
	بازار میں جانا	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	چاند دیکھنا	۱۲۹
	مصیبت کے وقت	〃
	حاجی سے ملاقات	〃
	عیادت اور وصیت	〃
	قبر میں مردے کو اُتارنا	۱۳۰
باب :-	نکاح - مباشرت اور حمل	۱۳۱
	اطاعت گزاری، ولیمہ وغیرہ -	〃
	نکاح کا طریقہ)	〃
نکاح :-	آدابِ نکاح	〃
	حلال عورتیں	〃
	عورت کا مال	۱۳۲
	پسند ناپسند کا مسئلہ	〃
	بیوی کی خصوصیات	〃
	بیوی کا فرض	۱۳۳
	یک روایت	〃
	مزید روایات	۱۳۴
	ہدایاتِ نکاح	۱۳۵
	نکاح کے بعد	۱۳۶
مباشرت اور حمل :-	جماع کے وقت	〃
	حمل کے وقت	۱۳۷
	جماع کی کیفیت	〃
	جماع کی ہدایات	〃
	امتناعِ حمل	〃
	جماع سے پرہیز	〃
	عورت کی شہوت	۱۳۸

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	زن و شوہر کی عقیدگی کی میعاد	۱۳۸
	برائی سے بچنے کا راستہ	〃
	راز کی باتیں	〃
	اطاعت گزاری :- بیوی کی فرمانبرداری	۱۳۹
	شوہر کو سجدہ	〃
	ولیمہ وغیرہ :- ولیمہ	۱۴۰
	چھوہارے لٹانا	〃
	نکاح کا طریقہ :- نکاح کے شرائط	〃
	خطبۂ نکاح	۱۴۱
۸	باب ۸ - (امر بالمعروف و نہی عن المنکر - معرفت - ایمان)	۱۴۴
	امر بالمعروف و نہی عن المنکر: اوامر و نواہی	〃
	امر بالمعروف و نہی عن المنکر: التزام	〃
	عیب پوشی	〃
	امر معروف و نہی منکر	〃
	منع کرنے والے	۱۴۵
	گمان	
	امر معروف و نہی منکر کی شرطیں	۱۴۶
	ملیدگی میں نصیحت	۱۴۸
	پانچویں شرط کی تفصیل	〃
	اچھے اور برے کام	۱۴۹
	منع کرنے کے آداب	۱۵۰
	معرفت :- اعتقاد اور یقین	〃
	اللہ کے ننانوے نام	۱۵۱

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	خدا کے ۳۶۰ نام	۱۵۲
	خدا کے ۱۴ نام	〃
	ایمان :- ایمان کی تعریف	〃
	ایمان کے معنی	۱۵۳
	ایمان اور اسلام	〃
	ایک روایت	〃
	مزید وضاحت	۱۵۴
	"یقینی مومن"	۱۵۵
	عقیدہ	۱۵۶
۹	باب ۹ (عذاب و ثواب - معراج - منکر نکیر - شہید اور مومن	۱۵۹
	شفاعتِ رسول، پل صراط،	〃
	حوضِ کوثر - یوم حشر اور آنحضرتؐ -	〃
	جنت اور دوزخ)	〃
	عذاب و ثواب :- مومن کے عذاب کا حصہ	〃
	مومن کے عذاب کی کیفیت	〃
	تقدیر اور خالق	〃
	مسئلہ تقدیر اور عمل	〃
	معراج :- واقعہ معراج	۱۶۱
	منکر نکیر :- منکر نکیر (قبر میں)	۱۶۲
	مومن کا انجام	۱۶۳
	کافر کا انجام	۱۶۴
	مسلمان قبر میں	۱۶۵
	کافر قبر میں	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	شہید اور مومن ۱- شہید اور مومن	۱۶۶
	شفاعتِ رسولؐ ۱- آنحضرتؐ کی شفاعت	۱۶۷
	پل صراط ۱- پل صراط	۱۶۹
	حوضِ کوثر ۱- حوض	۱۷۰
	پہلی حدیث	〃
	دوسری حدیث	〃
	تیسری حدیث	〃
	یوم حشر اور آنحضرتؐ ۱- آنحضرتؐ کا مقام	۱۷۱
	یوم حشر میں	〃
	یوم حساب	〃
	میزانِ عدل	۱۷۲
	جنت اور دوزخ ۱- دونوں کی حقیقت	۱۷۳
	بہشت کی شکل	〃
	بہشت کی خصوصیات	〃
	بہشتی حوریں	〃
	آنحضرتؐ کی بیوی	۱۷۵
	دائمی گھر	〃
۱۰	باب ۱- (آنحضرتؐ کی فضیلت، امتِ رسولؐ۔ بدعت اور بدعتی۔ خدا کی صفات۔ گمراہ فرقے)	۱۷۶
	آنحضرتؐ کی فضیلت: رحمۃ للعالمین	〃
	آنحضرتؐ کی فضیلت: معجزے	〃
	سب سے بڑا معجزہ (قرآن)	〃
	حضرت عیسیٰؑ کے معجزے	۱۷۷
	آنحضرتؐ کے دیگر معجزے	〃
	حضورؐ نے معجزے کیوں نہ دکھائے	۱۷۷
	امتِ رسولؐ ۱- سب سے افضل	۱۷۸
	ان سے بہتر چودہ سو	〃
	ان سے بہتر تین سو تیرہ	〃
	ان سے بہتر چالیس	〃
	ان سے بہتر دس	〃
	ان سے بہتر چار	〃
	چاروں کے مراتب	〃
	خلافت	〃
	حضرت ابوبکرؓ	۱۷۹
	حضرت عمرؓ	۱۸۰
	حضرت عثمانؓ	〃
	حضرت علیؓ	۱۸۱
	جنگِ جمل	〃
	معاویہ سے جنگ	〃
	حضرت امام حسنؓ	۱۸۲
	حضرت معاویہؓ	〃
	اہل بیت رسولؐ	〃
	صحابہ کرامؓ	〃
	ائمہ کرام اور بزرگانِ دین	۱۸۴
	متفرق	〃
	بدعت اور بدعتی ۱- بدعت	۱۸۵
	سنت اور جماعت	〃
	اہل بدعت	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	اہل بدعت کی پہچان	۱۸۶
	خدا کی صفتیں	۱۸۷
	فرقوں کی تعداد	۱۹۱
	تفرقہ	″
۱۱	**باب ۱۱** :- (تہتر فرقے - ناجی - خارجی - شیعہ اور رافضی - مرجیہ معتزلہ اور قدریہ - دیگر فرقے)	۱۹۳
	تہتر فرقے :- فرقہ بندیاں	″
	ناجی :- ناجی فرقہ	″
	خارجی :- خارجی فرقہ	۱۹۴
	خارجیوں کے فرقے (نجدات)	۱۹۵
	ازارقہ	″
	مزید فرقے	″
	خلاصہ	۱۹۶
	شیعہ اور رافضی :- مختلف فرقے	″
	رافضی فرقے	۱۹۷
	غالیہ	۱۹۸
	بنانیہ	″
	طیارہ	″
	مغیریہ	″
	منصوریہ	″
	خطابیہ	۱۹۹
	معمریہ	″
	بزیعیہ	″
	مفضلیہ	″

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	شریعیہ	۱۹۹
	سبائیہ	″
	مغوضیہ	″
	زیدیہ	″
	جارودیہ	″
	سلیمانیہ	″
	بطریہ	۲۰۰
	نعیمیہ	″
	یعقوبیہ	″
	قطعیہ	″
	کیسانیہ	″
	کربیہ	″
	عمیریہ	″
	محمدیہ	″
	حسینیہ	″
	ناوسیہ	″
	اسماعیلیہ	۲۰۱
	قرامضیہ	″
	مبارکیہ	″
	شمیطیہ	″
	عماریہ	″
	مخطوریہ	″
	موسویہ	″
	رافضیوں اور یہودیوں کی نسبت	″

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	مرجیہ :- مرجیہ	۲۰۲
	جہمیہ	〃
	صالحیہ	〃
	یونسیہ	〃
	ثمریہ	〃
	یونانیہ	〃
	نجاریہ	〃
	غیلانیہ	〃
	شبیبیہ	۲۰۴
	حنفیہ	〃
	معاویہ	〃
	مریسیہ	〃
	کرامیہ	〃
	معتزلہ اور قدریہ :- معتزلہ اور قدریہ	۲۰۵
	معتزلہ کے گروہ	〃
	بذلیہ	۲۰۶
	نظامیہ	〃
	معمریہ	۲۰۷
	جبائیہ	〃
	بہشمیہ	〃
	دیگر فرقے :- کعبیہ	〃
	مشبہ	〃
	جہمیہ	〃
	مزاریہ	〃
	نجاریہ	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	کلابیہ	۲۰۷
	سالمیہ	〃
۱۲	باب ۱۲ :- (شیطان - انسان کے مؤکل	۲۱۱
	دل کے خطرے نفس اور روح	〃
	خدا سے پناہ مانگنا - شیطان کے	〃
	ساتھ جہاد کرنا)	〃
	شیطان :- قرآن کی نصیحتیں	〃
	شیطان کی شیطنت	〃
	آعوذ کے معنی	۲۱۲
	شیطان کے معنی	۲۱۳
	شیطان کی حقیقت	〃
	اعوذ پڑھنے کے فائدے	۲۱۴
	شیطان کا ڈرنا	۲۱۵
	شیطان مرنے تک ساتھ دے گا	〃
	شیطان سے بچاؤ کے طریقے	〃
	سات شیطان	۲۱۶
	نماز کی صفوں میں شیطان	۲۱۷
	شیطان کی لاتعداد نسل	۲۱۸
	شیطان سے محفوظ رہنے کے طریقے	〃
	انسان کے مؤکل :- دل کے دو مؤکل	۲۱۹
	توضیح و تفصیل	〃
	مختلف اقوال	〃
	دل کے خطرے :- چھ طرح کے خطرے	۲۲۰

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	خطرات	۲۲۰
	اچھے خطرے	〃
	غفلت کا خطرہ	〃
	یقین کا خطرہ	〃
	نفس اور روح :- دو مقام	۲۲۱
	جسم کے دو خدمتگار	〃
	دل کے دو نور	〃
	خدا سے پناہ مانگنا :- کن کن چیزوں سے پناہ مانگی جائے؟	۲۲۲
	شیطان کیساتھ جہاد :- شیطان سے جنگ	〃
	کافروں سے جہاد کرنا	〃
	شیطان سے جہاد کرنا	〃
	دونوں جہادوں کا فرق	〃
۱۳	باب ۱۳ :- (حضرت سلیمانؑ اور بلقیس کا واقعہ بصیرت و عبرت)	۲۲۴
	حضرت سلیمانؑ اور بلقیس کا واقعہ — ارشاد خداوندی	〃
	حضرت سلیمان اور ہدہد	〃
	حضرت سلیمان اور بلقیس	۲۲۵
	بلقیس کے نام سلیمانؑ کا خط	〃
	حضرت سلیمان کے خط کا پہنچنا	۲۲۶
	مشورہ	〃
	بلقیس کا قافلہ	۲۲۷
	قاصد حضرت سلیمانؑ کے روبرو	〃
	بلقیس بارگاہ سلیمانؑ میں	۲۲۸

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	ہدہد کی پیشکش	۲۲۹
	آصف کی پیشکش	〃
	تخت کیسے پہنچا؟	۲۳۰
	محل کی تیاری	〃
	سلیمانی دربار کی شان	〃
	بلقیس کا دربار سلیمانی میں حاضر ہونا	〃
	بلقیس کون تھی؟	۲۳۱
	بلقیس کا امتحان	〃
	پہلا امتحان	〃
	دوسرا امتحان	۱۳۲
	بلقیس راہِ ہدایت پر	〃
	انجام	〃
	بصیرت و عبرت :- واقعہ کا ماحصل	〃
	نیکوں کی جزا	۲۳۳
	کافروں کی سزا	〃
	موعظت	〃
۱۴	باب ۱۴ :- (بسم اللہ کی کیفیت۔ توبہ۔ کبیرہ گناہ، صغیرہ گناہ اور توبہ)	۲۳۶
	بسم اللہ کی کیفیت :- بسم اللہ کا نزول	〃
	نزول کا تکرار	۲۳۷
	بسم اللہ کی برکات	〃
	آنحضرتؐ پر بسم اللہ کا نزول	۲۳۸
	مزید برکتیں	〃
	بسم اللہ کے معنی	۲۳۹

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	ب کی تفسیر	۲۳۹
	س کی تفسیر	〃
	م کی تفسیر	〃
	مختلف توجیہات	۲۴۰
	بسم اللہ کا اشتقاق	〃
	رحمٰن اور رحیم	۲۴۱
	بسم اللہ کے فوائد	۲۴۲
	بسم اللہ کی تفسیر اور تشریح	〃
	بسم اللہ کے حروف	۲۴۴
	رحمتِ الٰہی	۲۴۵
	توبہ :- اللہ تعالےٰ کا قول	〃
	قرآن میں توبہ کا ذکر	〃
	کبیرہ گناہ :- کون کون سے ہیں ؟	۲۴۶
	صغیرہ گناہ :- کون کون سے ہیں ؟	۲۴۷
	اور توبہ :- سبق آموز مثال	〃
	گناہ کی ماہیت	〃
	توبہ کی اہمیت	۲۴۸
	توبہ :- توبہ میں فرق	〃
	حضرت آدمؑ کی مثال	۲۴۹
	حضرت نوحؑ کی مثال	〃
	حضرت ابراہیمؑ کی مثال	۲۵۰
	حضرت داؤدؑ کی مثال	〃
	حضرت سلیمانؑ کی مثال	۱۵۱
	مثالوں کا حاصل اور اُن سے سبق	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
۱۵	باب ۱۵ :- (توبہ کی شرطیں۔ گناہوں کا کفارہ)	۲۵۵
	توبہ کی شرطیں :- تین شرطیں	〃
	تفصیل شرائط	〃
	عاریہ کے بارے میں	۲۵۶
	روزہ کے بارے میں	۲۵۷
	زکوٰۃ کے بارے میں	〃
	حج کے بارے میں	〃
	گناہوں کا کفارہ :- حقوق اللہ	۲۵۹
	حقوق العباد	۲۶۰
	غیبت کا کفارہ	۲۶۶
۱۶	باب ۱۶ (پرہیزگاری - پرہیزگاری کی تکمیل	۲۶۸
	بعض گناہ اور ان سے توبہ	〃
	توبہ کی احادیث اور آثار)	〃
	پرہیزگاری :- پرہیزگاری کا راستہ	〃
	حرام اور حلال کی تمیز	〃
	مشتبہات	۲۶۹
	پرہیزگاری کی مفصل	〃
	تشریح	〃
	ایک مثال	۲۷۱
	دوسری مثال	〃
	تیسری مثال	〃
	چوتھی مثال	〃
	پانچویں مثال	〃
	مزید مثالیں	〃
	حلال کیا ہے ؟	۲۷۲

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	تیسری قسم کے لوگ	۲۷۳
	شیخ اور مرید کا کھانا	〃
	پہلا واقعہ	〃
	دوسرا واقعہ	〃
	متفرق واقعات	۲۷۴
	پرہیزگاری کی تکمیل :- تکمیل کی دس چیزیں	۲۷۵
	بعض گناہ اور ان سے توبہ — گناہوں سے بچنا	۲۷۶
	بعض گناہ اور ان سے توبہ — مشکل اور آسان	〃
	آدمی کی کمزوریاں	〃
	عبادت اور گناہ	۲۷۷
	توبہ کی احادیث اور آثار — مختلف احادیث اور آثار	۲۷۸
۱۷	باب ۱۷ :- (انقلاب لانے والی توبہ	۲۸۴
	تائب اور توبہ کی شناختیں	〃
	پیرانِ طریقت اور توبہ تقویٰ	〃
	کے متعلق بزرگانِ دین کے	〃
	ارشادات - باب کا حاصل)	〃
	انقلاب لانے والی توبہ :- بعض واقعات	〃
	ایک عابد اور فاحشہ کا واقعہ	〃
	نتیجہ	۲۸۶
	تائبات اور توبہ کی حد بندیاں — تائب کی شناخت	۲۸۷
	تائبات اور توبہ کی حد بندیاں — قبولیت توبہ کی شناخت	
	تائب کے بارے میں لوگوں کا فرض	〃
	پیرانِ طریقت اور توبہ :- تین طرح کی توبہ	۲۸۰

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	مختلف بیانات و واقعات	۲۸۹
	تقویٰ کے متعلق بزرگانِ دین کے ارشادات — اللہ تعالیٰ کے ارشادات	۲۹۰
	تقویٰ کے متعلق بزرگانِ دین کے ارشادات — بزرگانِ کرام کے ارشادات	〃
	باب کا حاصل — پیغمبروں کا تقویٰ	۲۹۵
	پرہیزگاری کی راہ	〃
	نجات کا راستہ	〃
۱۸	باب ۱۸ :- (عذاب و ثواب اور آخرت	۲۹۷
	بہشت - دوزخ اور اہلِ دوزخ)	〃
	عذاب ثواب اور آخرت :- اعمال	〃
	بہشت :- ثواب و عذاب	۳۰۱
	بہشت کی نعمتیں	۳۰۲
	حاصل	۳۰۶
	دوزخ اور اہلِ دوزخ :- بہشت کا دیدار	۳۰۷
	دوزخ کا منظر	۳۰۸
	دوزخ کی تعریف	〃
	دوزخ کی ماہیت	۳۰۹
	لوگوں کی کیفیت	〃
	اچھے لوگ	〃
	بُرے لوگ	۳۱۰
	عذاب کی کیفیتیں	〃
	دوزخیوں کی فریادیں	۳۱۶
	زانی اور زانیہ کی سزا	۳۱۹
	چوروں کو عذاب	〃
	جھوٹی گواہی کی سزا	〃
	مشرک لوگوں کی سزا	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	ظالموں کی سزا	۳۱۹
۱۹	باب ۱۹:- (بہشت اور اہل بہشت کا تفصیلی بیان)	۳۲۱
	اہل بہشت :- پل صراط سے گزرنا	〃
	گزرنے کے بعد	〃
	جنت میں داخلے کے مراحل	۳۲۲
	جنت میں داخلہ	۳۲۳
	بہشتیوں کو دیدار الٰہی	۳۲۶
	بہشت کا ادنیٰ درجہ	۳۲۹
	بہشت کے درخت	〃
	بہشت کے بارے میں آیات احادیث	۳۳۲
	جب مومن قبر سے اٹھے گا	۳۳۳
۲۰	باب ۲۰:- (چار بزرگ مہینے۔	۳۴۰
	فضائل ماہ رجب اور اعمال رجب)	〃
	چار بزرگ مہینے :- چار بزرگ مہینے	〃
	لفظ رجب کی وجہ تسمیہ	۳۴۱
	ماہ رجب کے مزید نام	۳۴۲
	رجب کے روزے	۳۴۳
	حرمت کے مہینوں کی خصوصیات	۳۴۷
	مبارک دن	۳۴۸
	شب بیداری کی چودہ راتیں	۳۵۰
	سال کے مخصوص متبرہ دن	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	ماہ رجب کی دعا	۳۵۰
	فضائل و اعمال ماہ رجب — ماہ رجب کی نماز	۳۵۲
۲۱	باب ۲۱:- (روزوں کے آداب، دعا اور	۳۵۷
	اس کا اثر۔ شعبان اور رمضان۔	〃
	اللہ تعالیٰ کا بہترین انتخاب۔	〃
	شب برات اور شب قدر۔)	〃
	روزوں کے آداب :- بنیادی آداب	〃
	روزہ افطار کرنا	۳۵۹
	دعا اور اس کا اثر :- دعا اور اس کا اثر	۳۶۰
	شعبان اور رمضان :- شعبان اور رمضان	۳۶۳
	اللہ تعالیٰ کا بہترین انتخاب :- خدا کی بہترین تخلیقات اور بابرکت مہینے۔	۳۶۴
	شعبان کے حوادث	۳۶۵
	آنحضرتؐ پر درود بھیجنا	〃
	شعبان کی فضیلت	〃
	شب برات اور شب قدر :- فضیلت	۳۶۶
	لفظ "مبارک" کا اطلاق	〃
	کعبہ کی حرمت	۳۶۸
	شب برات میں آنحضرتؐ کا طریق عمل	〃 〃
	شب برات میں اللہ کی رحمت و بخشش	〃
	بہشت کے دروازے اور فرشتوں کی پکار	۳۷۱

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	شب برات کی دو بیزاریاں	۳۷۲
	فرشتوں کی عید	〃
	شب قدر کی پوشیدگی میں حکمت	〃
	شب برات میں کیا ہوتا ہے؟	〃
	شب برات میں خواجہ حسن بصریؒ کی کیفیت	۳۷۳
	شعبان کی درمیانی رات کی نماز	〃
۲۲	**باب ۲۲۔ رمضان اور اس کے روزے شب قدر اور نماز تراویح**	۳۷۴
	ایک آیت کی تفسیر	〃
	ایام بیض	۳۷۵
	نصاریٰ کے روزے	〃
	رمضان نام کا مطلب	۳۷۶
	نزول قرآن	۳۷۷
	تمام صحیفے اسی ماہ میں اتارے گئے	〃
	قرآن کی صفات	〃
	رمضان کی خاص برکتیں	〃
	لفظ رمضان کے حروف	۳۸۳
	رمضان کی عظمت	〃
	کس کے روزے قبول نہ ہونگے	〃
	مختلف سردار	〃
	شب قدر کی عظمت	۳۸۴
	اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	شب قدر کیا ہے؟	۳۸۴
	تنزل الملائکۃ والروح کی تفسیر	۳۸۵
	مطلع الفجر کی تفسیر	〃
	شب قدر کی تلاش	〃
	سات کا عدد	〃
	دلچسپ نتیجہ	۳۸۶
	شب قدر افضل ہے یا شب جمعہ	۳۸۷
	پانچ معزز راتیں	۳۸۸
	نماز تراویح	۳۹۰
	تراویح کی ابتداء	۳۹۱
	رکعتیں	۳۹۲
	نماز تراویح کا طریقہ	〃
	امام کو تنبیہ	〃
	شب قدر اور رمضان کا آخر	〃
	نصیحت وعبرت	۳۹۳
۲۳	**باب ۲۳ (صدقہ فطر۔ عیدین، چار عیدیں**	۳۹۵
	مومن اور کافر کی عید۔ دس راتیں۔	〃
	صدقہ فطر۔ صدقہ فطر	〃
	عیدین۔ نام کی وجہ	۳۹۶
	عید کا دن	〃
	عید کے دن نعمت الٰہی	۳۹۷
	چار عیدیں ۱۔ قوم ابراہیمؑ کی عید	〃
	قوم موسیٰؑ کی عید	۳۹۹
	قوم عیسیٰؑ کی عید	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	حواری	۴۰۰
	نزولِ مائدہ	〃
	اُمتِ محمدیہ کی عید	۴۰۲
	مومن اور کافر کی عید ا- دونوں کا فرق	〃
	حضرت علیؑ کی عید	〃
	عبرت و بصیرت	۴۰۳
	دس راتوں کی بزرگی	۴۰۴
	مختلف توجیہات	〃
۲۴	**باب ۲۴- عشرہ ذی الحج- پیغمبروں کی دس چیزیں- پُل صراط کی آٹھ سیڑھیاں حج کی ایک آیت، احرام و لبیک وغیرہ- ترویہ اور عرفہ**	۴۰۷
	عشرہ ذی الحج ا- عشرہ ذی الحج	〃
	عشرہ ذی الحج کی عبادت	۴۰۸
	مختلف روایات	۴۰۹
	نفلوں کا ثواب	〃
	پیغمبروں کی دس چیزیں ا- حضرت آدم علیہ السلام	۴۱۰
	کی دس چیزیں-	〃
	حضرت ابراہیمؑ کی دس چیزیں	〃
	حضرت شعیب 〃 〃	۴۱۱
	حضرت موسیٰؑ 〃 〃	〃
	یوم عاشورہ	〃
	آنحضرتؐ کی چیزیں	〃
	عشرہ ذی الحج کا ثواب	〃
	حضرت آدم کا واقعہ	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	نتیجہ	۴۱۲
	پلصراط کی آٹھ سیڑھیاں } اللہ تعالےٰ کی قسم اور سیڑھیاں	۴۱۳
	حج کی ایک آیت } سورۂ حج کی آیات اور ان کا مطلب	〃
	احرام و لبیک وغیرہ ا- احرام کا ثواب	۴۱۴
	اعرابی کا واقعہ	۴۱۵
	حضرت علیؑ کی حدیث	〃
	ایک روایت	〃
	حجرِ اسود	〃
	عمرہ کا ثواب	۴۱۶
	مزید روایتیں	〃
	ترویہ اور عرفہ ا- ترویہ کا نام	۴۱۷
	احکام الٰہی	〃
	مؤذن کا درجہ	۴۱۸
	جنت میں داخلے کے اعمال }	〃
	بیماری کا ثواب	۴۱۹
	امام اور طالب علم	〃
	عرفہ کا دن	〃
	آیت کا مفہوم	۴۲۰
	لفظ دین کی تفسیر	〃
	صحیفوں کا نزول	〃
	پہلا حکم	۴۲۱
	دوسرے احکام	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	آخری حکم	۴۲۱
	ایک روایت	〃
	دوسری روایت	〃
	عرفہ	〃
	صدی کا بیان	〃
	عطاء کا بیان	۴۲۲
	ایک اور روایت	〃
	سعید کی روایت	〃
	ابو طفیل کی روایت	〃
	کنکریوں کا واقعہ	〃
	مختلف نام اور ان کی تاویلات	〃
۲۵	**باب ۲۵ - یوم عرفہ، اس کی کیفیت اور دعائیں - بعض متفرق دعائیں**	۴۲۴
	یوم عرفہ کی کیفیت :- عرفہ کا دن اور اللہ	〃
	عرفہ کے دن خطبۂ رسول	〃
	مختلف احادیث	〃
	شیطان کے لیے سخت دن	۴۲۵
	عرفہ کی شام اور صبح	〃
	ایک واقعہ	〃
	چند روایات	۴۲۶
	عرفہ کا روزہ	۴۲۷
	عرفہ کی نماز کا عوض	〃
	ایک اور روایت	۴۲۸
	پانچ دعائیں	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	پہلی دعا	۴۲۸
	دوسری دعا	〃
	تیسری دعا	〃
	چوتھی دعا	〃
	پانچویں دعا	〃
	پانچوں دعاؤں کا نتیجہ	۴۲۹
	شب عرفہ میں آنحضرت کی دعا	۴۳۰
	ایک دعا	۴۳۱
	فرشتے اور خضر عرفات میں	۴۳۲
	دعاؤں کا اثر	〃
	ایک حدیث	۴۳۳
۲۶	**باب ۲۶ - سورۂ کوثر، خدا کو یاد کرنا۔ دعا۔ عیدگاہ کو جانا۔ عید کی قربانی۔ ایام تشریق۔ ذکر۔ تشریق کا نام۔ تکبیریں۔**	۴۳۵
	سورۂ کوثر :- انا اعطیناک الکوثر	〃
	فصل لربک وانحر ان شانئک ھوالابتر	۴۳۶
	خدا کو یاد کرنا۔ ایک آیت کی تفسیر	۴۳۷
	سلمان فارسیؓ کا ارشاد	۴۳۸
	صدی کا بیان	۴۳۹
	سہل بن عبداللہ کی روایت	〃
	فضائل دعا :- دعا مانگنا	۴۴۰

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	حضرت امام حسن کا ارشاد	۴۴۰
	ضحاک کا بیان	〃
	ایک اور روایت	۴۴۱
	قبولیت دُعا	〃
	بار بار کو دُعا	۴۴۲
	یحییٰ بن سعید کا بیان	〃
	قربانی :- قربانی کا بنیادی واقعہ	〃
	عیدگاہ کو جانا :- عیدگاہ کو آنے جانے کے راستے	۴۴۴
	مختلف روایات	〃
	ایک روایت	۴۴۵
	عید قربان :- قربانی کا ثواب	〃
	قربانی کا جانور	〃
	ایک روایت	۴۴۶
	دوسری روایت	〃
	تیسری روایت	〃
	انس بن مالک کا ارشاد	〃
	حضرت عائشہ کا ارشاد	〃
	عیدالفطر کی نماز کا طریقہ	〃
	قربانی کا حکم	〃
	قربانی کے جانور	۴۴۷
	قربانی کے دن اور اوقات	〃
	آنحضرت صلعم کا خطبہ	〃
	ایام تشریق :- گنے ہوئے دن	۴۴۸
	مختلف توجیہات	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	ایک روایت	۴۴۹
	مختلف تفسیریں	〃
	ذکر :- ذکر کن چیزوں کا نام ہے	۴۵۰
	تشریق کا نام :- تشریق نام کی وجہ	〃
	دوسری وجہ	۴۵۱
	تیسری وجہ	〃
	ذوالنون مصری کا ارشاد	〃
	تکبیریں :- ایام تشریق کی تکبیریں	〃
	حضرت علیؓ کا معمول	۴۵۲
	عبداللہ بن مسعود کا معمول	〃
	دوسرے صحابہؓ	〃
	دوسرے بزرگانِ دین	〃
	ابوہریرہؓ کی روایت	〃
	احرام کی تکبیر	〃
	عیدالفطر کے تکبیر	〃
۲۷	**باب ۲۷- یوم عاشورہ، یوم جمعہ**	۴۵۴
	یوم عاشورہ :- محرم	〃
	عاشورہ	〃
	ایک روایت	〃
	دوسری روایت	〃
	یوم عاشورہ کی برکتیں	۴۵۵
	ابوہریرہ کی روایت	〃
	عاشورہ کے روزے	۴۵۶
	جانوروں کا روزہ	〃
	زمانہ جاہلیت اور یوم عاشورہ	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	نام کی وجہ	۴۵۶
	یوم عاشورہ کے دس	۴۵۷
	اہم واقعات	
	صبح دن	〃
	محرم کی نویں تاریخ	〃
	آنحضرت صلعم کو شہادت حسینؑ کی خبر۔	۴۵۸
	خلیفہ سلیمان کا خواب	〃
	ایک روایت	〃
	دوسری روایت	〃
	یوم عاشورہ کے روز دل پر طعن	〃
	غم اندوہ کا دن	〃
	عاشورہ میں ماتم	۴۵۹
	ایک روایت	〃
یوم جمعہ ۱	جمعہ کی آیت	۴۶۰
	آیت کا نزول	〃
	آیت کی تفسیر	〃
	آنحضرت صلعم کا ارشاد	۴۶۱
	فضائل جمعہ	〃
	ایک روایت	〃
	جمعہ کی پوشیدہ ساعت	〃
	جمعہ کی پانچ برکتیں	۴۶۲
	حضرت علیؑ کی روایت	〃
	ابوہریرہ کی روایت	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	امام جعفر صادق کی روایت	۴۶۲
	دیگر روایات	〃
	ساعتیں	۴۶۴
	نافع کی روایت	〃
	جمعہ کا غسل	〃
	نماز جمعہ کے بعد کے مشاغل	۴۶۵
	تنبیہہ	۴۶۶
	مسجد کے آداب	〃
	نمازی کے آگے سے گزرنا	〃
	نماز کی صف	۴۶۷
	اگلی صف	〃
	مصلی بچھانا	〃
	چند ہدایات	〃
	ایک روایت	〃
	ستر آدمی	۴۶۸
	جمعہ کی قبول ساعت	〃
	محمد بن سیرین کی روایت	۴۶۹
	حضرت فاطمہؑ کا طریقہ	〃
	جمعہ کے دن آنحضرت صلعم پر درود	۴۷۰
	درود بھیجنے کا ثواب	〃
	جمعہ کے دن کی سورتیں	۴۷۱
	افضل قرأت	〃
	جمعہ نام کی وجہ	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
۲۸	**باب ۲۸ - توبہ اور خدا کی دوستی، اخلاص ریاکاری**	۴۷۳
	فضائل توبہ اور خدا کی دوستی :- توبہ کا بیان	//
	اللہ کے دوست	//
	دُبر میں جماع کرنا	//
	وضو	//
	شرک سے بچنا	//
	خدا کی دوستی کی مزید شرطیں	۴۷۴
	اخلاص :- اخلاص	//
	اخلاص کے معنی	//
	اخلاص کی مختلف تعریفیں	//
	آنحضرتؐ کا ارشاد	۴۷۵
	مختلف بزرگوں کی رائے	//
	عوام اور خواص کا اخلاص	//
	اخلاص حقیقی	//
	توکل اور اخلاص	۴۷۶
	دل کی پاکیزگی	۴۷۷
	ریاکاری :- ریاکار کا ذکر قرآن میں	//
	ریاکاری کے متعلق حدیث	//
	آنحضرت صلعم کی دعا	۴۷۹
	کس عالم کی صحبت افضل ہے ؟	//
	بے عمل خطیب	//
	بدباطن لوگوں کا انجام	۴۸۰
	دوسروں کو نصیحت خود فضیحت	//
	دکھاوے کا روزہ اور عبادت	۴۸۰
	بکری کے لباس میں بھیڑیے	//
	ظاہر اعمال اور اصل حال	۴۸۱
	ریاکار قاری	//
	ریاکار سخی	//
	ریاکار مجاہد	//
	اہل دوزخ کو جنت کی جھلک دکھانا	۴۸۲
	ریاکاروں کو سزا	//
	ریاکرنا اللہ کو فریب دینا ہے۔	//
	عمل کی تشہیر کرنا	۴۸۳
	حسن بصری کا ارشاد	//
	دکھاوے کا لباس	//
	ظاہر کیسا ہی ہو، باطن اچھا رکھو۔	۴۸۴
	لباس کی تین قسمیں۔	//
۲۹	**باب ۲۹ - مختلف ایام کی پیدائشیں ایام بیض - روزہ - رات کے وظائف اور قیام**	۴۸۵
	مختلف ایام کی تخلیق مختلف دنوں کی تخلیقات	//
	دنوں کے متعلق آنحضرتؐ کا بیان	//
	آنحضرتؐ کا عمل	۴۸۶
	پیغمبروں کے دن	//
	امت کا حصہ	//

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	بدھ اور جمعرات اور جمعہ کے روزے	۴۸۶
ایام بیض :-	ایام بیض کے روزے	//
	ایک کے عوض دس نیکیاں	۴۸۷
	شہید کا ثواب	//
	حضرت علیؓ کی روایت	//
	"بیض" نام کی وجہ	//
	"بیض" کے متعلق دوسری روایات	//
	افضل ترین روزے	۴۸۸
	ہمیشہ کے روزے	//
	روزے کے مراتب	//
	تمام عمر کے روزے	۴۸۹
	امام احمدؒ کا قول	//
روزہ :-	روزہ دار اور دوزخ کے درمیان فاصلہ	//
	روزہ دار کی جزا	//
	روزہ داروں کا ایک ہی دروازہ	۴۹۰
	روزہ کی قدر و قیمت	//
	روزہ داروں کے لیے خوان	//
	نفلی روزے	۴۹۱
رات کے وظائف اور قیام :-	غفلت کی نیند	//
	شیطان کے پاس ایک دوا	//
	نماز	//
	خواب	//

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	ابن عمر کا خواب	۴۹۲
	خواب کی تعبیر	//
	آنحضرتؐ کی نصیحت	//
	انسان سب سے زیادہ جھگڑالو ہے	//
	دو رکعت نماز کی اہمیت	//
	آدھی رات کی نماز	//
	سب سے بہترین عمل	۴۹۳
	رات کا آخری حصہ	//
	قبولیت دعا کا وقت	//
	حضرت داؤدؑ کا معمول	//
	سحری کا وقت	//
	آنحضرتؐ کی نماز	۴۹۴
	ایک واقعہ	//
	دیگر روایتیں	//
	جس گھر میں رات کی نماز پڑھی جائے۔	//
	آنحضرتؐ کی تلاوت	//
	نماز کی رکعتیں	۴۹۵
	رات کا قیام	//
	حساب کتاب سے پہلے	//
	سحری اور قیلولہ	//
	آنحضرتؐ کا گریہ و بکا	//
	رسول اللہؐ کا قیام	۴۹۶

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	عبداللہ بن مبارک کا واقعہ	۴۹۶
	قیام کا زمانہ	〃
	نماز مغرب	〃
	مختلف روایات	〃
	ابوہریرہؓ کا معمول	۴۹۷
	ایک آیت کا ارشارہ	〃
	ایک روایت	〃
	نمازِ مغرب کی رکعتیں	۴۹۸
	مغرب و عشا کے درمیان	〃
	ایک تحفہ	〃
	عشا کے بعد کی نماز	۵۰۱
	وِتر	〃
	صحابہ کرام کا طریقہ	〃
	بعض روایات	۵۰۲
	دو احکام	〃
	وِتر توڑنے کا طریقہ	〃
	وتر کی دعا	۵۰۳
	رات کی نماز	〃
	نماز میں نیند کا غلبہ	〃
	قصداً سونا	۵۰۴
	ابدال کی علامتیں	〃
	بہترین عمل	〃
	آنحضرتؐ کا معمول	〃
	عرش کے نیچے کا فرشتہ	۵۰۵
	رات کو جاگنے والے	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	اللہ کے دوست	۵۰۵
	ساری رات کا قیام	۵۰۶
	شب زندہ دار لوگ	〃
۳۰	**باب ۳۰۔ شب بیداری، نماز تہجد، نماز ضحیٰ اور بعض وظیفے۔ نماز اور اس کے اوقات**	۵۰۷
	شب بیداری ۱۔ وقت پر جاگنا	〃
	سوتے وقت کی دعا	۵۰۸
	نماز تہجد ۲۔ آنحضرتؐ کا معمول	〃
	تہجد کی دعائیں	۵۰۹
	رات کے اوراد	۵۱۱
	آنحضرتؐ کا دستور	۵۱۲
	قیام کی مددگار چیزیں	〃
	ایک گناہ کا نتیجہ	〃
	نیند کی زیادتی	۵۱۳
	نماز سے قبل نیند	〃
	چہرے کی زردی	〃
	نیند	〃
	قیام کی قضا	۵۱۴
	وظائف شب کے پانچ اوقات	〃
	صبح کے وظائف کے پانچ اوقات	۵۱۵
	اوراد وظائف	〃
	جہاد کے برابر عبادت	

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	درود کا ثواب	۵۱۶
	وضو کا ثواب	〃
	باوضو سونا	〃
نماز ضحیٰ اور بعض وظیفے	مختلف بیانات	〃
	نماز ضحیٰ یا اوابین	۵۱۷
	آیت کا نزول	〃
	نماز ضحیٰ کی رکعتیں	۵۱۸
	دو رکعتیں	〃
	چار رکعتیں	〃
	مختلف رکعتوں کا مختلف ثواب	۵۱۹
	چاشت کی نماز کا وقت	〃
	نماز کی قرأت	〃
	نماز کی ممانعت	〃
	خاص ساعتیں	۵۲۰
	آنحضرتؐ کا معمول	〃
	ظہر اور عصر کا درمیانی وقد	〃
نماز اور اس کے اوقات	نماز کے اوقات	۵۲۱
	یک جا نفل پڑھنا	〃
	پانچویں قسم کے اوراد و وظائف	۵۲۲
	پنجگانہ نماز کے اوقات اور فضیلت	〃
	واجب نماز	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	سب سے پہلے نماز پڑھنے والے	۵۲۳
	آنحضرتؐ پر پہلی نماز کا واجب ہونا	۵۲۴
	نماز فجر کا وقت	〃
	نماز فجر کے اوقات	〃
	نماز ظہر کے اوقات	۵۲۵
	حضرت بلالؓ کا بیان	〃
	اوقات کی پہچان	〃
	سایہ کی تشریح	۵۲۶
	قدموں کا سایہ	〃
	زوال آفتاب کی دوسری صورت	۵۲۷
	قدموں سے سایہ کی پہچان	〃
	تین طرح کے افراد	۵۲۸
	قبلہ کا رُخ	۵۲۹
	عصر کا وقت	〃
	مغرب کا وقت	〃
	عشاء کا وقت	〃
	آنحضرت کا طریق	〃
	پنجگانہ نماز کی سنتیں	۵۳۰
	وتر کی نماز	〃
	نماز پڑھنے کا افضل طریقہ	〃
	نماز پنجگانہ کی فضیلت	〃
	حضرت عثمانؓ کا طویل بیان	۵۳۱
	نماز کے فائدے	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	نماز ہی کے ساتھ دین ہے	۵۳۱
	فرضوں کی کمی نفلوں سے پوری کی جائے گی	۵۳۲
	پرسشِ نماز	〃
	نماز باجماعت	〃
	مسجد میں داخلے کے آداب	۵۳۳
	غرور کا سر نیچا	〃
	حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ	〃
	حضوری	۵۳۴
	حضرت عیسیٰؑ کے لیے حکم	〃
	حضرت موسیٰؑ کے لیے حکم	〃
	مختلف بزرگوں کی کیفیت	〃
	نماز میں خشوع	۵۳۵
	نماز کی حفاظت اور اسے ضائع کرنا	〃
	ایک روایت	۵۳۶
	غافل نمازی کے لیے پندرہ عذاب	〃
	دنیا کے چھ عذاب	۵۳۷
	مرتے وقت کے تین عذاب	〃
	قبر کے تین عذاب	〃
	قبر سے نکلتے وقت کے	〃
	عذاب	〃
	نماز کی شان	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	نماز کی اوّلیت اور اہمیت	۵۳۸
	بے نمازی کا کفر	〃
	بے نمازی کا قتل	〃
	امام ابوحنیفہؒ کا قول	۵۳۹
	امام شافعیؒ کا قول	〃
	مزید احادیث	〃
۳۱	**باب ۳۱ - نماز کے مکروہات، نماز کے آداب - امام کی صفتیں - امامت - مقتدی**	۵۴۰
	نماز کے مکروہات :- پینتالیس خصلتیں	〃
	رکوع و سجود	۵۴۱
	سلام پھیرنے کے بعد	〃
	نماز کا ثواب	۵۴۲
	نماز کے آداب :- نماز کے ابتدائی آداب	〃
	آداب نماز	〃
	مقبول اور مردود نماز	۵۴۶
	امام کی صفتیں :- امام کی خصلتیں	〃
	آدابِ امامت :- صف بندی	۵۴۹
	آنحضرتؐ کا معمول	
	ایک حدیث	〃
	بزرگوں کا معمول	〃
	بلالؓ کا معمول	۵۵۰
	فرائض کی جگہ نوافل	〃
	قرأت کے بعد سکوت	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	تسبیح میں جلدی نہ کرے	۵۵۰
	رکوع و آداب سجدہ	۵۵۱
	آنحضرتؐ کا طریقہ	″
	امام پر سبقت نہ لے جاوے	″
	امام ایک چوپایا ہے	″
	مقتدی :- اقتدا	″
	جماعت کے ساتھ شرکت	″
	تکبیر اور دوسرے رکن	۵۵۲
	مقتدی کے آداب	″
	تنبیہ	۵۵۳
	واجباتِ نماز	″
	پوشیدہ اور ظاہر گناہ	″
	نماز کی چوری	۵۵۵
	بڑا چور	″
	اعادۂ نماز	″
۳۲	**باب ۳۲- مؤذن، نماز- نماز جمعہ- عیدین، استسقاء، نماز کسوف، نماز خوف نماز میں قصر- نمازوں کا جمع کرنا-**	۵۵۷
	مؤذن :- مؤذن اور اذان	″
	نماز :- نماز میں خشوع و خضوع	″
	عبرت و موعظت	″
	راضی برضا	۵۵۸
	شکوہ و شکایت نہ کرے	۵۵۹
	خواص کی نماز	″

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	معرفت نماز	۵۶۰
	ابوعازم کا بیان	″
	آدابِ نماز جمعہ :- نماز جمعہ فرض ہے	۵۶۲
	ارشادِ نبوی	″
	تاکیدی احکام	″
	جمعہ کی نماز	″
	وقتِ نماز	″
	جمعہ کی شرط	″
	رکعتیں اور قرأت	″
	عیدین :- عید کی نماز	۵۶۳
	شرائط نماز	″
	نماز کا طریقہ	۵۶۴
	نماز کے بعد	″
	استسقاء :- نمازِ استسقاء	۵۶۵
	حضرت عمرؓ کی نماز	″
	قبر میں سوال و جواب	″
	آدابِ نماز کسوف :- تفصیل	۵۶۷
	نماز	″
	نماز کا طریقہ	۵۶۸
	حضرت عائشہؓ کی روایت	″
	نماز خوف :- نماز خوف کے شرائط	″
	آنحضرتؐ کا ارشاد	۵۶۹
	امام احمدؒ کا ارشاد	″
	نماز کا طریقہ	″
	نماز میں قصر :- قصر کیا ہے؟	۵۷۰

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	آنحضرتؐ کا قصر	۵۷۰
	دوسرا واقعہ	۵۷۱
	تیسرا واقعہ	〃
	ابنِ عمرؓ کا معمول	〃
	نمازوں کا ایک ساتھ ادا کرنا ۱۔ سفر میں نماز	۵۷۲
	جمع نمازوں کی ادائگی	〃
	دو فرضوں کے درمیان سنت	〃
	مسافر اور مریض کا حق	۵۷۳
۳۳	**باب ۳۳۔ نماز جنازہ، موت، قرضدار متوفی، بیمار پرسی اور وفات کے بعد غسل، کفن، دفن وغیرہ۔**	۵۷۴
	نمازِ جنازہ۔ نماز جنازہ کی تفصیل	〃
	تقدم وتاخر	〃
	نماز جنازہ کی تیاری	〃
	نماز کا طریقہ	〃
	نماز جنازہ کی دعائیں	۵۷۶
	نماز جنازہ پڑھنے کے حقدار	۵۷۷
	صحابہ کے وصایا	〃
	لڑکے کے لیے دعا	〃
	اسقاط شدہ بچے کی نماز میت	۵۷۸
	بچے کا غسل	〃
	موت ۱۔ موت کیا ہے؟	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	آنحضرتؐ کے ارشادات	۵۷۹
	حضرت لقمانؑ کی وصیت	〃
	عبرت کا مقام	〃
	قرضدار متوفی ۱۔ قرضہ بُری بلا ہے	〃
	چند احادیث	〃
	مرنے والے کا قرضہ	۵۸۰
	عیادت اور وفات کے بعد ۱۔ بیمار اور اس کی عیادت	〃
	متوکل لوگ	〃
	بعد از مرگ	۵۸۱
	حضرت عمرؓ کی وصیت	۵۸۲
	غسل، کفن دفن وغیرہ ۱۔ تدفین میں جلدی	〃
	مرنے کی علامتیں	〃
	غسل کا طریقہ	〃
	میت کو وضو کرانا	〃
	وضو کے بعد	۵۸۳
	مرد کا کفن	〃
	عورت کا کفن	۵۸۴
	اسقاط شدہ بچہ	〃
	روایت	〃
	حضرت عمرؓ کو آنحضرتؐ کی نصیحت	۵۸۵
	مُردے کو قبر میں اتارنا	〃
	قبر	〃
	دفن کے بعد	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
۳۴	**باب ۳۴ - مختلف ایام کی نمازیں - راتوں کی نماز - فرائض و نوافل - نماز استخارہ اور دعا - چور اور ڈاکو اور درندوں سے بچنا - نماز کفایہ - خصومت شوال میں نماز - عذاب قبر دور کرنے کی نماز - حاجت پورا کرنے کی دعا - ظلم سے پرہیز - غم اور قرض سے نجات**	۵۸۷
	مختلف ایام کی نمازیں - گھر سے جانے اور گھر میں آنے کی نمازیں	〃
	نماز کا ثواب	〃
	زوال کے بعد نماز	〃
	یکشنبہ کی نماز	۵۸۸
	دوشنبہ 〃 〃	〃
	سہ شنبہ 〃 〃	〃
	چہار شنبہ 〃 〃	〃
	جمعرات 〃 〃	۵۸۹
	نماز جمعہ	〃
	ہفتہ کی نماز	۵۹۰
	راتوں کی نماز - شب یکشنبہ کی نماز	〃
	شب دوشنبہ 〃 〃	۵۹۱
	شب سہ شنبہ 〃 〃	〃
	شب چہار شنبہ 〃 〃	〃
	شب پنجشنبہ 〃 〃	〃
	شب جمعہ 〃 〃	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	شب شنبہ کی نماز	۵۹۲
	فرائض و نوافل ۱۔ احکام	〃
	دس خصلتیں	〃
	نماز استخارہ اور دعا ۱۔ استخارہ کی نماز	۵۹۳
	استخارہ کی دعا	〃
	سفر پر جانا ۔	〃
	چور ڈاکو اور درندوں سے بچنا ۱۔ امن کی دعائیں	۵۹۷
	نماز کفایہ ۱۔ نماز کا طریقہ	۵۹۸
	خصومت ۱۔ خصومت دور کرنا	۵۹۹
	شوال میں نماز ۱۔ نماز کا طریقہ	〃
	عذاب قبر دور کرنے کی نماز ۱۔ نماز کا طریقہ	۶۰۰
	حاجت پورا کرنے کی نماز ۱۔ نماز کا طریقہ	〃
	ظلم سے پرہیز ۱۔ نماز اور دعائیں	۶۰۱
	دُعا	〃
	دُعا کے بعد	〃
	ایک اور روایت	۶۰۲
	غم اور قرض سے نجات ۱۔ دعائیں	〃
	دوسری روایت	۶۰۳
	ایک دعا	〃
	دوسری دعا	۶۰۴
۳۵	**باب ۳۵ - مختلف دعائیں ختم قرآن کی دعا**	۶۰۵

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	برکات رمضان اور دعائیں۔	
	مختلف دعائیں :- فجر اور عصر کے وقت کی دعا	۶۰۵
	دوسری دعا	//
	تیسری دعا	۶۰۷
	دعا کے بعد	۶۰۸
	ختم قرآن کی دعا :- دعا	//
	رمضان کی برکتیں اور دعائیں :- ماہِ رمضان کی برکتیں۔	۶۱۹
	نصیحت	۶۲۰
	رمضان کا جانا	//
	رمضان کی برکت	۶۲۱
	عبرت کا مقام	//
	نصیحت	//
	موت کی تعریف	۶۲۲
	مستقل پاکیزگی	//
۳۶	**باب ۳۶ - صوفی فقیر، ارادت، مرید اور مراد، تصوّف اور صوفی۔ مبتدی - آدابِ مرید**	۶۲۵
	صوفی فقیر :- طریقہ	//
	ارادت :- ارادت کیا ہے؟	//
	مرید اور مراد :- مرید	۶۲۶
	مرید اور ارادت	//
	خدا کی دوستی کے خواہشمند	۶۲۷
	معرفت	//

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	مرید اور مراد	۶۲۷
	حضرت موسیٰ اور آنحضرت کی مثال	۶۲۸
	تصوّف اور صوفی :- تصوّف کی	۶۲۹
	حقیقت	//
	صوفی کی تشریح	//
	صوفی اور متصوف میں فرق	//
	صوفی کا منصب	//
	آنحضرتؐ کا ارشاد	۶۳۲
	حضرت موسیٰؑ کا واقعہ	//
	تارکِ دنیا	//
	مختلف منزلیں	//
	نبوت اور ولایت	۶۳۳
	ولایت	//
	مبتدی :- مبتدی کا کام	//
	مونس	۶۳۴
	اعتقاد	//
	کرامت	//
	معجزات	//
	مبتدی کا بخل	۶۳۵
	آدابِ مرید :- شیخ کی بارگاہ میں	۶۳۶
	مرید کے آداب	//
	اس جہان کا دستور	۶۳۷
	حضرت آدمؑ کی تربیت	//

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	خلد سے نکلنا	۶۳۷
	جبرئیلؑ کی ہدایت	〃
	تبدیلی	۶۳۸
	پیغمبر کا سلسلہ تعلیم	〃
	تعلیم کا سلسلہ	〃
	پیر اور مرید کا تعلق	۶۳۹
	پیر کا ادب	〃
۳۷	**باب ۳۷ - پیر و مرید کے آداب، بھائیوں سے برتاؤ - دوسروں سے سلوک امراء، فقراء، آدابِ فقیر - فقیر اور کھانا پینا !**	۶۴۲
	پیر و مرید کے آداب :- مریدوں کے آداب	〃
	آداب سکھانا	〃
	بھائیوں سے برتاؤ :- حسنِ سلوک	۶۴۴
	دوسروں سے سلوک :- بیگانوں کے ساتھ برتاؤ	〃
	اُمراء و حکام :- دولت مندوں کی مجلس	۶۴۵
		〃
	امراء کا ادب	〃
	فقیر کا ادب	〃
	فقراء :- فقرا کی صحبت	〃
	ایک روایت	〃
	اہلِ قرآن	۶۴۶
	فقراء کو قرض	〃
	فقراء کے دیگر آداب	〃

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	آدابِ فقیر :- فقیر کے آداب کیا ہیں؟	۶۴۸
	فقیر کا سوال کرنا	۶۵۱
	لوگوں سے فقیر کا سلوک	〃
	فقیر اور کھانا پینا :- کھانے پینے کے آداب	۶۵۳
	دیگر آداب فقیر	〃
	اہل و عیال کے بارے میں -	۶۵۵
	آدابِ سفر	〃
۳۸	**باب ۳۸ - فقیروں کا راگ رنگ، مجاہدہ، کمالِ مجاہدہ - اہلِ مجاہدہ و محاسبہ**	۶۵۹
	فقیروں کا راگ رنگ :- راگ رنگ	〃
	مجاہدۂ نفس :- ریاضت و مجاہدہ	۶۶۲
	مختلف روایات	〃
	سلوک کی بنیاد	〃
	ابو عمر بن جنیدؒ کا ارشاد	۶۶۳
	ذوالنون مصریؒ کا ارشاد	〃
	دیگر ارشادات	〃
	مجاہدہ کے نشانات	〃
	تفصیل	〃
	ابو حفصؒ کا ارشاد	۶۶۴
	ابو عثمانؒ کا ارشاد	〃
	ابو سلیمان کا ارشاد	〃

باب نمبر	موضوع	صفحہ
	سری سقطی کا ارشاد	۶۶۴
	ذوالنون مصری کا ارشاد	//
	مجاہدہ کی اصل	۶۶۵
	کمالِ مجاہدہ ۔ کمال مجاہدہ اور انعام مراقبہ ۔	//
	معرفتِ الٰہی	//
	انسان اور شیطان	۶۶۶
	شیطان کی خصلتیں	۶۶۷
	آدمی کا فرض	//
	سرکش نفس	۶۶۸
	محاسبۂ نفس	//
	شیطان کا فریب	۶۶۹
	اہلِ مجاہدہ و محاسبہ ۔ اہلِ مجاہدہ کی تشریح	//
	پہلی خصلت	//
	دوسری خصلت	۶۷۱
	تیسری خصلت	//
	چوتھی خصلت	//
	پانچویں خصلت	//
	چھٹی خصلت	//
	ساتویں خصلت	//
	آٹھویں خصلت	۶۷۲
	نویں خصلت	//
	دسویں خصلت	//
۳۹	باب ۳۹ ۔ توکل ، حسن خلق ، خدا کے ساتھ نیک خوئی ، شکر ، صبر ، رضا ، سچائی	۶۷۴

باب نمبر	موضوع	صفحہ
	توکل ۔ توکل اور قرآن	۶۷۴
	ایک روایت	//
	توکل کی حقیقت	//
	توکل کے تین درجے	//
	درجوں کی تشریح	//
	حضرت ابراہیمؑ کا توکل	۶۷۵
	ایک مثال	//
	حمدون کا ارشاد	//
	ابراہیم خواص کا ارشاد	//
	ابو علی کا ارشاد	//
	جعفرؒ کی روایت	//
	سہل کا ارشاد	//
	جنیدؒ بغدادی کا ارشاد	//
	نوریؒ کا ارشاد	۶۷۶
	بہلول دانا کا ارشاد	//
	حاتم اصم کا ارشاد	//
	ابو موسیٰؒ کی روایت	//
	ابن طاؤس کی روایت	//
	آنحضرت کا ارشاد	۶۷۷
	حضرت عمرؓ کی مثال	//
	یحییٰ بن معاذ کا ارشاد	//
	ذوالنونؒ کا ارشاد	//
	ایک حدیث	۶۷۸
	مختلف توجیہات	//

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	حُسنِ خلق :- اچھا اخلاق	۶۷۸
	آنحضرت کا اخلاق	//
	حضرت ابو سعید خراز کا ارشاد	//
	حضرت جنید کا ارشاد	۶۷۹
	بزرگوں کا فرمان	//
	آنحضرت کی نصیحت	//
	خدا کے ساتھ نیک خوئی — نیک خوئی	//
	خدا کے ساتھ نیک خوئی — ذوالنون مصریؒ کا ارشاد	//
	حسن بصریؒ کا ارشاد	//
	ابراہیم ادہمؒ کا واقعہ	//
	اویس قرنیؒ کا واقعہ	//
	احنف بن قیس کا واقعہ	//
	حاتم اصم کا ارشاد	//
	حضرت علیؓ کا اخلاق	۶۸۰
	شُکر :- شکر کی تشریح	//
	حضرت عائشہ کا بیان	//
	شکر کی حقیقت	۶۸۱
	شکور کے معنے	//
	خدا اور بندہ کا شکر	//
	حضرت اویس کی دعا	۶۸۲
	ایک واقعہ	//
	حمد کرنے والے	۶۸۳
	عبرت آموز واقعہ	۶۸۳
	صبر :- ارشاد الٰہی	//
	چند احادیث	//
	تین طرح کا صبر	۶۸۴
	صبر کی دو قسمیں	//
	شبلیؒ کا ارشاد	//
	جنیدؒ کا ارشاد	//
	حضرت علیؓ کا ارشاد	//
	رضا :- رضائے الٰہی	۶۸۵
	ایک روایت	//
	دوسری روایت	//
	رضا کے مختلف معنی	۶۸۶
	خراسانیوں کا قول	//
	اُستاد اور شاگرد کا واقعہ	۶۸۷
	حضرت موسیٰؑ کا واقعہ	//
	رضا کی دو قسمیں	//
	مختلف ارشادات	//
	رابعہ عدویہؒ کا ارشاد	//
	جنیدؒ کا ارشاد	//
	ابو سلیمان کا ارشاد	//
	ذوالنون مصری کا ارشاد۔	//
	آنحضرت کا ارشاد	۶۸۸

ابواب نمبر	موضوع	صفحہ
	مختلف مقولے	۶۸۸
	چند احادیث	۶۸۹
	مختلف فرمودات	۶۹۰
	طمع شرک ہے	〃
	حضرت عیسیٰؑ کا واقعہ	〃
	مرید کی طمع	〃
سچائی :-	ارشادِ الٰہی	〃
	حدیث	〃
	مختلف بیانات	۶۹۱
	صادق اور صدیق	〃
	جنیدؒ کا ارشاد	۶۹۱
	سہل بن عبداللہؒ کا ارشاد	〃
	ابوسعید قرشی کا ارشاد	〃
	ذوالنون مصری کا ارشاد	〃
	سہل بن عبداللہؒ کا ارشاد	〃
	فتح موصلیؒ کا واقعہ	۶۹۲
	حارث محاسبیؒ کا ارشاد	〃

بسم الله الرحمن الرحيم

حرفِ آغاز

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی مشہورِ عالم عربی کتاب "غنیۃ الطالبین" کی دینی، روحانی، اخلاقی اور علمی افادیت و ہمہ گیری سے بھلا کس کو انکار ہو سکتا ہے۔ دینِ اسلام، شرعی مسائل اور علوم معرفت کے بارے میں یہ ایک مستند اور لاجواب کتاب ہے۔ اور مصنف علیہ الرحمتہ کی عظیم روحانی اور علمی شخصیت از خود اس کتاب کی ارفع علمی حیثیت کے لیے کافی دلیل ہے۔ چنانچہ یہاں پیشِ لفظ کے ضمن میں ہم اس پر کسی قسم کا تبصرہ کرنا یا اس کی تعریف میں کچھ لکھنا غیر ضروری خیال کرتے ہیں۔ البتہ کتاب کے زیرِ نظر ترجمہ کے بارے میں چند گزارشات ضروری ہیں:۔

فارسی اور اُردو زبان میں اس گراں قدر تصنیف کے کئی ایک ترجمے ہوئے۔ مشہور عالم دین مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے بھی اس کتاب کو فارسی میں منتقل کیا۔ پھر بعض حضرات نے اُردو ترجمے بھی کیے اور متعدد اُردو ترجمے، آج کل بازار میں ملتے بھی ہیں۔

مذکورہ اُردو تراجم کی موجودگی میں اس نئے ترجمے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس امر کی بھی وضاحت کر دی جائے، تاکہ جن لوگوں نے مذکورہ بالا اُردو تراجم کا مطالعہ کیا ہے، وہ اس نئے ترجمے کا نام سُن کر کسی ناخوشگوار تاثر کا شکار نہ ہو جائیں۔

غنیۃ الطالبین کے چار مختلف اُردو تراجم ہماری نظر سے گزرے۔ ان تمام ترجموں سے ہم نے جو تاثر لیا، دراصل وہی اس نئے ترجمے کا محرک بنا، اور اس مقدس دینی اور علمی فرض سے عہدہ برآ ہونے کا کام اس ادارے کو اپنے ہاتھ میں لینا پڑا۔ تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں، تاہم انصاف کا مطالبہ ہے کہ مذکورہ بالا تراجم کے بعض مشترک عناصر کی نشاندہی کر دی جائے، جو ہماری اس تحریک کا باعث ہیں۔ مثلاً بعض جگہ مترجمین نے اصل عربی عبارت کا ملخص پیش کر دیا ہے جس کے نتیجہ میں بعض ضروری فقرے حذف ہو جانے کے سبب اصل مضمون کا لطف جاتا رہا اور اس کی افادیت کم ہو گئی ہے۔ بعض جگہ عنوانات کچھ اور ہیں اور ان کے تحت تفصیل کسی اور موضوع کے بارے میں ہے۔ جہاں جہاں مختلف دعاؤں کا ذکر آیا ہے وہاں مترجمین نے، ان کا صرف اُردو ترجمہ پیش کر دیا ہے، اصل عربی عبارت درج نہیں کی حالانکہ دعا عربی میں مانگی جاتی ہے۔

نیز اکثر جگہ ایک عنوان کے تحت کئی کئی صفحے مسلسل لکھے گئے ہیں۔ بغلی سُرخی کے ذریعہ ہر موضوع کو الگ الگ نہیں کیا گیا جس سے قاری کو کوئی خاص موضوع تلاش کرنے میں ناکامی ہوتی ہے۔

یہاں کسی پر کوئی اعتراض مقصود نہیں، مگر ہمارے فرض کا تقاضا ہے، کہ چونکہ ترجمہ ہم پیش کر رہے ہیں، اس کی اشاعت کا سبب اور دوسرے تراجم سے اس کی مختلف حیثیت کی بھی وضاحت کر دیں، تاکہ حسنِ دقیع کے پہلو قارئین کے سامنے آجائیں۔

زیرِ نظر ترجمہ میں ہم نے ان تمام کوتاہیوں کا ازالہ کر دیا ہے۔ جو دوسرے تراجم میں نظر آئیں، اور اس ترجمہ کو زیادہ سے زیادہ صحیح، عام فہم، بامحاورہ، دلکش اور مفصّل بنانے کے لیے حسبِ ذیل اقدامات کئے ہیں۔

۱:- اصل کتاب میں عنوانات کا باقاعدہ التزام نہیں ہے۔ مگر ہم نے مکمل کتاب کو انتالیس ابواب میں تقسیم کرکے ہر باب کے بڑے بڑے عنوانات الگ لکھ دیے ہیں، اور متن میں بغلی سرخیوں کے ذریعے سے ہر موضوع کو الگ الگ لکھ دیا ہے۔ تاکہ ایک ہی نگاہ میں قاری کو موضوع مل جائے۔ فہرست میں بھی اس بات کا پورا التزام کیا ہے، کہ کوئی بھی موضوع فوری طور پر تلاش کیا جاسکے۔

۲:- محترم مصنف نے موضوع کے اعتبار سے کتاب کی مختلف فصلیں مقرر کی ہیں، اور کہیں کہیں ایسا ہوا ہے کہ ایک فصل کے تحت کسی موضوع کی تشریح کرتے ہوئے، انھوں نے بعض ایسے مسائل سے بحث کی ہے، جو اس موضوع سے براہِ راست تعلق نہیں رکھتے۔ جس زمانے میں یہ کتاب لکھی گئی، محترم مصنف کا یہ اندازِ تحریر اس زمانہ کی روایت کے عین مطابق اور درست تھا، لیکن آج کل لوگ ہر موضوع کے ساتھ تمام امور ایک ہی جگہ لکھنے اور پڑھنے کے عادی ہیں، لہٰذا ہم نے ترجمہ کرتے وقت جدید تقاضوں کے مطابق ایسی عبارت کو اصل موضوع کے تحت لانے کی کوشش کی ہے، یا پھر بغلی سرخی کے ذریعہ اُسی ضمن میں بیان کرکے حاشیہ میں حوالہ دے دیا ہے کہ یہ موضوع فلاں باب کے تحت بھی دیکھیے۔

۳:- ترجمہ میں اپنی طرف سے کسی بات کا اضافہ نہیں کیا گیا اور نہ کوئی عبارت حذف کی گئی ہے، البتہ جس جگہ کسی توضیح کی ضرورت تھی وہاں حاشیہ دیا ہے۔ بعض مسائل، مقامات یا افراد وغیرہ کے ضمن میں اگر کوئی تفصیل دینی ضروری تھی تو وہ بھی حاشیہ ہی میں دی گئی ہے۔

اُمید ہے کہ قارئین کرام اس ترجمے کو ہر لحاظ سے مفید مطلب پائیں گے۔

(ادارہ) ۲۱ر نومبر ۱۹۸۶ء

"غنیۃ الطالبین"

کے بارے میں۔!

غنیۃ الطالبین کا علمی اور دینی مقام :- حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی موجودہ تصنیف کے مواعظ و احکامات کی قدر و قیمت اور عظمت و افضلیت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ "آفتابِ پنجاب" (بہ قول قطبِ زمان حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ) حضرت مولانا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ نے اس کتاب کو ہر خاص و عام کے لیے نفع بخش اور لائقِ مطالعہ جانتے ہوئے بہ نفس نفیس فارسی زبان میں ترجمہ کیا۔ اور تشریح و توضیح کے لیے جگہ جگہ قیمتی حواشی بھی قلم بند فرمائے۔

"قطبِ وقت حضرت شاہ بلاؤل[1] قادری لاہوریؒ کے حسبِ ارشاد اور بہ اجازتِ روحانی حضرت غوثِ اعظمؒ مولانا عبدالحکیم نے غنیۃ الطالبین کا نہایت مقبول و مطبوع فارسی ترجمہ فرمایا۔ اور شہنشاہ جہانگیر اور شاہجہان کے نزدیک بہت قدر و منزلت سے بہرہ مند ہوئے۔ (خزینۃ الاصفیا فارسی جلد دوم ص۳۵۱)

ہم نے اس اردو ترجمہ میں، اردو زبان طبقہ کے استفادہ کی خاطر مولانا ممدوح کے بعض ضروری حواشی بھی فارسی سے اردو میں ترجمہ کر کے شامل کر دیے ہیں۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات و کوائف بھی اسی ضمن میں بیان کر دیے جائیں۔

مولانا عبدالحکیم :- مولانا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ اپنے عہد کے سب سے بڑے عالم اور فاضل مانے جاتے تھے۔ آپ سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ علوم ظاہری میں فردِ زمانہ، رموزِ باطنی میں وحید العصر، حدیث، فقہ اور تفسیر میں یکتائے وقت تھے۔ مولانا کمال الدین کشمیریؒ کے شاگردِ رشید تھے۔ (سیالکوٹ کے محلہ کشمیری کی ایک مسجد میں حضرت مجدد الف ثانیؒ مولانا عبدالحکیم اور نواب سعداللہ خاں چنیوٹی نے مولانا کمال الدین سے کسبِ علم کیا)

مولانا عبدالحکیم نے علم فلسفہ، منطق اور علم الکلام پر کئی کتابیں لکھیں، جو ہندوستان اور بیرونِ ہند کی اسلامی درسگاہوں میں پڑھی جاتی تھیں۔ عہد اکبری میں آپ سب سے بڑے مدرسہ کے صدر المدرس رہے۔ جہانگیر نے آپ کے علم و فضل کی قدردانی کے طور پر ایک بڑی جاگیر عطا کی اور اپنے مصاحبوں میں شامل کر لیا تھا۔ شاہجہان نے آپ کی نگرانی میں سیالکوٹ میں ایک

---

[1] شاہ بلاؤلؒ اپنے وقت کے اولیاء اللہ میں سے تھے۔ ۹۶۸ھ میں آپ پیدا ہوئے۔ مریدی کا سلسلہ نو واسطوں سے غوث اعظمؒ تک پہنچتا ہے۔ شاہجہان آپ کا بڑا معتقد تھا۔ ۱۰۴۰ھ میں وفات پائی۔ کنارِ راوی دفن ہوئے۔ بعد ازاں دریا کی زد سے بچانے کے لیے قبر سے صندوق نکال کر شالامار کے قدیم راستہ کے شمال اور باغ راجہ دینا ناتھ کے مشرق میں ایک مقام پر دفن کیا گیا۔ جہاں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ مزار کی پہلی جگہ "شاہ بلاؤل کا بن" کہلاتی ہے۔ ("عرس اور میلے"۔ از ارمان سرحدی)

دینی مدرسہ قائم کیا، جس میں بیرونِ ہند سے بھی طلباء تحصیلِ علم کے لیے آتے تھے۔ دو ہزار طلباء سرکاری خرچ پر یہاں تعلیم پاتے تھے۔ یہ مدرسہ سیالکوٹ میں اس جگہ واقع تھا جہاں آج کل سرکاری ہسپتال ہے۔ [1]

کہا جاتا ہے کہ بادشاہ کے حکم سے مولانا عبدالحکیم لاہور میں بھی رہے اور جو فتوے ان کے حکم سے جاری ہوتے تھے۔ وہ ہندوستان کے تمام عالموں کے نزدیک مستند اور قابلِ قبول ہوتے تھے۔ تمام اسلامی ہند آپ کے نقہی افضال کا قائل تھا۔

حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ کو مولانا سے بڑی عقیدت تھی۔ اور وہ آپ کو "آفتابِ پنجاب" کہا کرتے تھے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ شیخ احمد سرہندیؒ کو "مجدد الف ثانی" کا لقب مولانا عبدالحکیمؒ نے ہی دیا تھا۔

مولانا کمال الدین:- مولانا عبدالحکیم کے پیرِ طریقت مولانا کمال الدین کشمیر میں پیدا ہوئے، پھر ہجرت کر کے سیالکوٹ تشریف لائے۔ آپ مشہور قادری اور سہروردی بزرگ شاہ جمالؒ کے بڑے بھائی ہیں، جن کا مزار مبارک اچھرہ (لاہور) سے جانب مشرق واقع ہے۔ مولانا کمال الدین سلسلہ سہروردیہ کے بہت بڑے عالم تھے۔ زندگی بھر درس و تدریس میں مصروف رہے۔ آپ کے مزار کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ اپنے بھائی شاہ جمالؒ کے قریب ہی دفن ہیں، اور بعض سیالکوٹ میں خواجہ مونگا ولی کے احاطے میں مدفون بتاتے ہیں۔

---

[1] ہسپتال کے عقب میں اس مکان کے کھنڈرات ابھی موجود ہیں جہاں مولانا عبدالحکیم پیدا ہوئے۔ جس کمرے میں آپ کی ولادت ہوئی وہ اب بھی مجسد بتایا جاتا ہے۔ باقی مکان کھنڈر بن چکا ہے۔ یہ عمارت آجکل محلہ میانہ پورہ کے وسط میں واقع ہے۔

غوثِ اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز

کے

سوانح حیات!

عظمت اور عظیم کارنامے:- پادشاہِ مشائخ شیخ طریقت، امام شریعت، شرفِ زہاد و فخرِ عباد سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اولیائے عالم کے سردار اور وہ مقدس و بزرگ ہستی ہیں۔ جنھوں نے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو زندہ اور روشن کر کے آپؐ کی نیابت کا پورا حق ادا کیا۔

حضرت محبوب سبحانی نے اپنی روحانی قوت، اپنی طاقت، اپنی ہمت، اپنے استقلال اور اپنے قلب کی نورانیت کو دینِ اسلام کی خدمت اور محبوب رب العالمین کی شریعت کی توسیع اور اشاعت میں صرف کر کے دنیائے اسلام پر احسانِ عظیم فرمایا۔ آپ نے رات اور دن بیداری میں گزار کر اپنے ارشادات و فیوض سے انسانی قلوب کی ظلمتوں کو ضیا بار فرمایا۔ آپ کی تصانیف اور ملفوظات کے مطالعہ سے قلب کو جو لذت، حلاوت اور سرور حاصل ہوتا ہے، زبان اور قلم میں اس کے بیان کی طاقت نہیں۔ آپ کی تصانیف کا مطالعہ مردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے۔ اور زندہ دلوں کو حیاتِ ابدی بخشتا ہے۔ آپ نے متعدد تصانیف یادگار میں چھوڑی ہیں، جن میں "غنیۃ الطالبین" بہت زیادہ مشہور ہے۔ اس کتاب کی اہمیت، عظمت اور قبولیت کے متعلق گذشتہ اوراق میں سب کچھ لکھ دیا گیا ہے۔

نام و نسب:- آپ کا نام نامی اور اسم گرامی عبدالقادر، لقب محی الدین، کنیت ابو محمد اور عرفیت غوثِ اعظم تھی۔ والد ماجد کی طرف سے آپ کا نسب نامہ حسب ذیل ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بن سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست[1] بن سید ابی عبداللہ بن سید یحییٰ الزاہد بن سید محمد بن سید داؤد بن سید موسیٰ ثانی بن سید عبداللہ ثانی بن سید الجون بن ابو عبداللہ المحض بن سید حسن المثنیٰ ابن سیدنا امیر المومنین امام حسنؓ بن سیدنا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ تھا۔ آپ کی طرف سے حضرت شیخؒ کا نسب نامہ حسب ذیل ہے۔

سیدتنا ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ بنت سید عبداللہ الصومعی الزاہد بن سید ابو جمال بن سید محمد بن سید محمود بن سید ابو العطا عبداللہ بن سید کمال الدین عیسیٰ بن سید ابو علاؤ الدین محمد الجواد بن سید علی الرضا بن سید موسیٰ الکاظم بن سیدنا امام جعفر صادق بن سیدنا امام باقر بن سیدنا امام زین العابدین بن سیدنا امیر المومنین امام حسین بن سیدنا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ

---

[1] حافظ ذہبی اور حافظ ابن رجب نے "ابو صالح عبداللہ بن جنگی دوست" لکھا ہے۔ اس میں "بن" کا لفظ غالباً غلطی سے آگیا ہے۔

اس نسب نامہ کے مطابق آپ حسنی و حسینی سیّد ہیں۔

ولادت:- آپ کی ولادت ایک چھوٹے سے زرخیز قصبہ گیلانؔ میں ہوئی۔ تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ بعض ۴۷۰ھ اور بعض ۴۷۱ھ لکھتے ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار سید ابو صالحؒ کو جنگ سے بہت رغبت تھی اس لیے انھیں جنگی دوست کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ وہ نہایت نیک اور صالح بزرگ تھے۔ غوث اعظمؒ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ ایک بہت بزرگ عبداللہ صومعی کی دختر تھیں۔ آپ ساٹھ سال کی تھیں کہ حضرت غوث اعظمؒ آپ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

طفلی:- حضرت غوث اعظم مادر زاد ولی تھے۔ اس کی شہادت اس امر سے ملتی ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں، جب میرے ہاں عبدالقادر پیدا ہوئے تو رمضان المبارک شروع تھا۔ اس مقدس مہینے میں دن کے وقت یہ میری چھاتی سے کبھی دودھ نہیں پیتے تھے۔ اتفاقاً ایک دفعہ ابر کے باعث ہلالِ رمضان میں لوگوں کو شبہ پڑ گیا۔ بعض لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ تمھیں رویتِ ہلال کی کوئی صحیح خبر ہے؟ میں نے کہا آج میرے عبدالقادر نے دن کو دودھ نہیں پیا۔ اس لیے میں سمجھتی ہوں کہ آج رمضان مبارک کی پہلی تاریخ ہے۔ [۲]

کچھ دیر بعد معتبر شہادتوں سے ثابت ہوگیا کہ ہلالِ رمضان نظر آچکا ہے۔ چنانچہ قصبہ اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ ایک مبارک بچہ پیدا ہوا ہے جو رمضان میں دن کو دودھ نہیں پیتا۔

تعلیم و تربیت:- ہوش سنبھالنے سے قبل آپ کے والد بزرگوار اس دارفانی سے رحلت فرما گئے۔ چنانچہ آپ کے نانا سید عبداللہ صومعیؒ نے آپ کو اپنی پرورش میں لے لیا۔

آپ بچوں کے ساتھ کھیلنے سے اجتناب کیا کرتے تھے۔ فرماتے[۳] ہیں کہ جب کبھی میں اپنے ہمجولیوں کے ساتھ کھیلنے کا ارادہ کرتا، غیب سے آواز آتی اِلَیَّ یَا مُبَارَکُ (اے اللہ کے برکت دیئے ہوئے میری طرف؟) یعنی میں نے تجھے اپنے لیے پیدا کیا ہے، کھیلنے کے لیے نہیں۔ چنانچہ میں یہ آواز سن کر ڈر جاتا اور بھاگ کر اپنی والدہ کی گود میں جا بیٹھتا۔

دس برس کی عمر میں آپ اپنے شہر کے مدرسہ میں پڑھنے جایا کرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں، جب میں مکتب کو جاتا تو راستہ میں فرشتے میرے پیچھے آتے دکھائی دیتے اور جب میں مدرسے میں پہنچ جاتا تو انھیں بار بار یہ کہتے ہوئے سنتا اللہ کے

---

[۱] سفینۃ الاولیا کے بیان کے مطابق یہ قصبہ طبرستان کے ماوراء ہے۔ مگر انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں لکھا ہے کہ ساحل کیسپین کے کنارے ایران کے ایک بڑے صوبہ کا نام گیلان تھا۔ اس کے مغرب میں آذربیجان، مشرق میں مازندران، جنوب میں قزوین اور شمال میں ایک دریا ہے۔ بعض کو آپ کے مولد کے بارے میں اختلاف ہے۔ معجم البلدان میں لکھا ہے کہ آپ موضع بشتیر میں پیدا ہوئے جو گیلان کے مضافات میں تھا۔ گیلان کو جیلان بھی کہتے ہیں۔ دونوں طرح صحیح ہے۔ "الروض الظاہر" کے مصنف نے اس کا ایک تیسرا نام "کیل" بھی بتایا ہے۔

[۲] بہجۃ الاسرار، اذکار الابرار، ترغیب المناظر وغیرہ کی کتابوں میں یہ واقعہ مذکور ہے۔ حضرت غوث اعظم نے خود بھی اپنے شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ شعر کا مطلب یہ ہے: "میرے ابتدائی حالات کے ذکر سے سارا عالم بھرا ہے اور گہوارہ میں میرا روزہ رکھنا مشہور ہے۔"

[۳] اخبار الاحیار

ولی کو بیٹھنے کے لیے جگہ دو لے

سفر:- جب آپ کے دل میں محبتِ الٰہی کا جذبہ اور ذوق و شوق جوش زن ہوا تو والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ اگر اجازت ہو تو میں شریعت اور طریقت کی تعلیم کے لیے بغداد جاؤں۔ نیک دل والدہ یہ سُن کر اٹھیں اور اسّی دینار جو ان کو ورثہ میں ملے تھے، ان کے پاس لے آئیں۔ آپ نے اس میں سے چالیس اپنے بھائی کے لیے چھوڑ دیئے اور باقی چالیس آپ کی والدہ نے بغل کے نیچے گدڑی میں سی دیئے اور دعا دیتے ہوئے کہا "اے عبدالقادر! میں تجھے نصیحت کرتی ہوں کہ ہمیشہ سچ بولیو! اور کبھی جھوٹ بات منہ سے نہ نکالیو!

یہ کہہ کر آپ ایک قافلہ کے ساتھ بغداد کو ہو لیئے۔

اس سفر کی روداد آپ کے اپنے الفاظ میں سنیئے۔ فرماتے ہیں جب قافلہ ہمدان سے آگے بڑھا تو اچانک ڈاکو ہم پر ٹوٹ پڑے۔ انھوں نے قافلے کا سارا مال و اسباب لوٹ لیا۔ مگر مجھے کچھ نہ کہا۔ تھوڑی دیر بعد ایک ڈاکو میرے پاس آیا اور پوچھا تیرے پاس کیا ہے؟ میں نے سچ سچ بتا دیا کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ وہ اسے ہنسی سمجھ کر چلا گیا۔ اس کے بعد ایک اور ڈاکو آیا۔ اس نے بھی یہی سوال کیا۔ میں نے اسے بھی سچ سچ بتا دیا، مگر وہ بھی اسے تمسخر سمجھ کر چلا گیا۔ ان دونوں نے اپنے سردار سے جا کر یہ ماجرا بیان کیا۔ سردار نے انھیں میرے پاس بھیجا اور وہ مجھے سردار کے پاس لے گئے۔ یہ لوگ ایک ٹیلے پر بیٹھے مال تقسیم کر رہے تھے۔ سردار نے مجھے دیکھتے ہی پوچھا، سچ بتا تیرے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا چالیس دینار ہیں۔ اس نے پوچھا کہاں ہیں؟ میں نے کہا بغل کے نیچے گدڑی میں سِلے ہیں۔ اس نے گدڑی کو ادھیڑ کر دیکھا تو چالیس دینار برآمد ہوئے۔

سردار نے حیران ہو کر پوچھا، اے لڑکے! تم جانتے ہو ہم ڈاکو ہیں، اور جو مال ملتا ہے ہم اُسے لُوٹ لیتے ہیں۔ پھر تم نے ہمارے خوف سے اس بھید کو چھپا کر کیوں نہ رکھا۔ میں نے جواب دیا میری والدہ نے روانہ ہوتے وقت مجھے نصیحت کی تھی کہ ہمیشہ سچ بولنا۔ پھر میں والدہ کی نصیحت کو چھوڑ کر چالیس دینار کے لیے کیوں کر جھوٹ بول دیتا۔

یہ سن کر سردار اس قدر متاثر ہوا کہ آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حسرت بھری آہ کھینچی اور کہا افسوس! تم نے تو اپنی ماں کا عہد نہیں توڑا اور میں اتنی مدت سے اپنے اللہ کا عہد توڑ رہا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ میرے قدموں پر گر پڑا اور توبہ کی۔ اس کے ساتھیوں نے یہ کیفیت دیکھ کر اس سے کہا، رہزنی میں تو ہمارا سردار تھا۔ اب توبہ میں بھی تو ہمارا پیش رو رہے۔ یہ کہہ کر تمام دوسرے ڈاکوؤں نے بھی میرے سامنے توبہ کی اور قافلے کا سارا مال انھیں واپس کر دیا۔ ڈاکوؤں کے اس سردار کا نام احمد بدوی تھا۔

حصولِ علم:- تقریباً چار سو میل کا پُرخطر اور تکلیف دہ سفر طے کر کے ۴۸۸ھ میں آپ بغداد پہنچے اور علمائے کرام سے علم شریعت میں استفادہ حاصل کرنے لگے۔ قرآن مجید تو حفظ کر ہی چکے تھے، اب اس کے رموز و معارف کی آگاہی حاصل کرنے میں لگ گئے۔ علم فقہ اور اصول سیکھنے لگے۔ جن علمائے کرام اور بزرگانِ عظام سے تحصیل

لے بہجۃ الاسرار۔ قلائد الجواہر۔

علم کیا ان میں سے بعض کے نام یہ بتائے جاتے ہیں ۔ ابو الخطاب محفوظ الکلوذانی الحنبلی، ابو الحسن محمد بن قاضی ابو یعلیٰ محمد بن حسین بن فراء حنبلی ۔ قاضی ابو سعید مبارک بن علی مخرمی حنبلی رحمتہ اللہ علیہم ۔

علم حدیث کے اساتذہ :- جن علمائے کرام سے علم حدیث سیکھا ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں :- ابو غالب محمد بن حسن الباقلانی ۔ ابو سعید محمد بن عبد الکریم بن خشیش ۔ ابو الغنائم محمد بن علی بن میمون الفرسی ۔ ابو بکر احمد بن المظفر ۔ ابو محمد جعفر بن احمد بن الحسین القاری السراج ۔ ابو طاہر عبد الرحمٰن بن احمد ۔ ہبتہ اللہ بن مبارک ۔ اور ابو نصر محمد وغیرہ ۔

علم ادب :- اس زمانہ میں بغداد میں علامہ ابو زکریا یحییٰ بن علی تبریزی، علم ادب کے بہت بڑے عالم مانے جاتے تھے ۔ بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں علم ادب کے مدرسِ اعلیٰ تھے ۔ بہت سی کتابیں بھی تصنیف فرمائیں ۔ حضرت غوث اعظم نے علم ادب انہی سے حاصل کیا ۔

تحصیل علم کے سلسلہ میں آپ کو طرح طرح کے مصائب کا سامنا کرنا پڑا ۔ بڑی بڑی مشکلات پیش آئیں ۔ مگر صبر و شکر کے ساتھ اپنے کام میں لگے رہے ۔ والدہ نے جو دینار دیے تھے وہ ختم ہو گئے تو فقر و فاقہ تک نوبت جا پہنچی ۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ میں بغداد گیا تو بیس دن تک کھانے پینے کو کچھ نہ ملا ۔ آخر میں ایوانِ کسریٰ[1] کے کھنڈروں میں چلا گیا ۔ مگر وہاں اپنی طرح ستر اولیاء کو پیٹ کے لیے حاجات کی تلاش میں پایا ۔ میں نے سوچا ان کے راستے میں مزاحم ہونا خلافِ مروت ہے، چنانچہ بغداد واپس آگیا ۔ راستے میں میرے وطن کا ایک شخص ملا جسے میں اچھی طرح نہ جانتا تھا ۔ اس نے مجھے سونے کا ایک ٹکڑا دیتے ہوئے کہا کہ تمہاری والدہ نے تمہارے لیے بھیجا ہے ۔ میں نے اس میں سے کچھ اپنے لیے رکھ لیا اور باقی ان ستر اولیا میں جا کر تقسیم کر دیا، جو ایوانِ کسریٰ میں پھر رہے تھے ۔ اور بغداد واپس آگیا ۔ جو ٹکڑا میرے پاس تھا اس کا کھانا خریدا اور فقرا کو بلا کر ان کو ساتھ بٹھا کر کھلا دیا ۔

مشقت و ریاضت :- آپ کا ارشاد ہے کہ جس زمانہ میں میں مشائخ اور اساتذہ سے علم فقہ حاصل کر رہا تھا، اس وقت سبق پڑھ کر جنگل کی طرف نکل جایا کرتا، اور دن ہو یا رات، آندھی ہو یا بارش ہر شے سے بے پروا ہو کر جنگلوں اور بیابانوں میں پھرتا رہتا تھا ۔ میرے سر پر ایک چھوٹا سا عمامہ ہوتا ۔ صوفی جبہ پہنتا تھا ۔ اور ننگے پیر کانٹوں اور پتھریلی زمین پر پھرتا رہا کرتا ۔ دریائے دجلہ کے کنارے کا ہو، ساگ یا دوسری ترکاریوں کی کونپلیں مجھے مل جایا کرتیں بس وہی کھا لیا کرتا ۔ غرض جو مصیبت بھی پڑتی میں اسے برداشت کرتا ۔

حضرت غوثِ اعظمؒ نے علم تفسیر، علم قرأت، علم حدیث، علم فقہ، علم کلام، علم لغت، علم ادب، علم نحو، علم مناظرہ، علم عروض، علم انساب، علم تاریخ، علم فراست وغیرہ میں کمال حاصل کیا ۔ اور وہ شہرت پائی کہ تمام علمائے وقت پر

---

[1] ایوانِ کسریٰ وہی محل ہے جس کے چودہ کنگرے آنحضرت کی پیدائش کے روز متزلزل ہو کر گر گئے تھے ۔

سبقت لے گئے۔

علم طریقت:- حضرت ابوالخیر حماد بن مسلم دبّاسؒ بغداد کے بڑے مشائخ میں سے تھے۔ بغداد میں سب سے بڑے شیخ تھے۔ وہاں کے متعدد مشائخ و صوفیا نے آپ سے کسب فیض کیا تھا۔ بغداد میں انگور و خرما کا شیرہ فروخت کیا کرتے تھے۔ اس لیے انھیں "دباس" کہتے تھے۔ حضرت غوث اعظمؒ نے علم طریقت زیادہ تر آپ ہی سے حاصل کیا۔

مجاہدات:- طریقت میں قدم رکھنے پر مجاہدہ اور ریاضت کی طرف رغبت ہوئی تو آبادی کو چھوڑ کر جنگلوں اور بیابانوں میں رہنے لگے۔ خود ہی فرماتے ہیں[1]۔ ان دنوں میرے پاس رجال الغیب اور جن آتے جنھیں میں علم طریقت کی تعلیم دیا کرتا تھا۔

ایک بار اور فرمایا، اس عرصہ میں دنیا اور اس کی خواہشات مختلف صورتوں میں مجھ پر وارد ہوئیں، مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کی طرف راغب ہونے سے بچایا۔ شیاطین مختلف ڈراؤنی صورتوں میں میرے پاس آتے اور مجھ سے جنگ کرتے، مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں ہمیشہ ان پر غالب ہی رہتا۔ میں نے اپنے نفس کو طرح طرح کی ریاضتوں اور مشقتوں میں ڈالا۔ چنانچہ ایک سال گری پڑی چیزیں کھاتا اور پانی نہ پیتا۔ اور ایک سال گری پڑی چیزیں نہ کھاتا اور پانی پیتا۔ ایک سال نہ کھاتا نہ پیتا اور نہ سوتا۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں برسوں بغداد کے محلہ کرخ کے ویران اور غیر آباد مکانوں میں رہا۔ ان دنوں سوائے کونداںؔ کے کچھ نہ کھاتا تھا۔ ہر سال کے شروع میں کوئی شخص مجھے صوف کا ایک جبہ لا دیتا اور صرف وہی پہن لیا کرتا۔ لوگ مجھے دیوانہ کہتے۔ میں جنگلوں اور بیابانوں میں نکل جاتا۔ برہنہ بدن کانٹوں پر لوٹتا۔ شور کرتا، تمام بدن سے خون جاری ہو جاتا۔ لوگ میری مرہم پٹی کرتے۔ مگر میری حالت اور خراب ہو جاتی۔ یہاں تک کہ مردے کی طرح پڑا رہتا۔ لوگ کفن لاتے اور مجھے نہلانے کے لیے تختہ پر رکھ دیتے۔ لیکن پھر اچانک میری حالت درست ہو جاتی۔

آپ نے فرمایا میں نے چالیس سال تک عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی اور پندرہ سال تک یہ کیفیت رہی کہ ساری رات ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر صبح تک پورا قرآن کریم ختم کر لیا کرتا۔

آپ نے فرمایا ابتدائے حال میں میں اپنے وجود سے غائب ہو جاتا اور اکثر بے ہوشی کی حالت میں دوڑا کرتا تھا۔ اور جب یہ کیفیت دور ہو جاتی تو میں اپنے آپ کو کسی دور دراز مقام پر پاتا۔

الغرض عبادت و ریاضت اور مجاہدات شاقہ کے بعد آپ نے پوری طرح تزکیہ باطن کر لیا۔ تو حضرت شیخ ابو سعید مبارک مخزومیؒ سے بیعت کی۔ اور ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے۔ **بیعت:-** شیخ نے اپنے ہاتھ سے کھانا کھلایا۔ حضرت غوث اعظمؒ فرماتے ہیں کہ شیخ کے ہاتھ سے جو لقمہ میرے پیٹ میں جاتا، وہ میرے اندر ایک نور بھر دیتا۔ شیخ نے خرقۂ ولایت عطا کرتے وقت فرمایا "اے عبدالقادر! یہ وہی خرقہ ہے جو آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو عطا فرمایا تھا۔ ان سے حضرت حسن بصریؒ کو ملا پھر ان سے مجھ تک پہنچا۔"

---

[1] بہجۃ الاسرار [2] ایک بوٹی کا نام ہے جو پانی میں اگتی ہے۔

درس وتدریس:- حضرت غوث اعظمؒ کا منتہائے مقصد صرف یہ تھا کہ بھٹکے ہوؤں کو راہِ ہدایت دکھائیں، گنہگاروں کو گناہ کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت اور نیکی کی روشن منزل تک پہنچائیں، بیماریوں کا علاج کریں اور مردہ دلوں کو زندگی عطا فرمائیں۔ چنانچہ بغداد میں مسند ارشاد قائم کی۔ اور درس وتدریس میں مشغول ہوئے۔

آپ کی مجلس میں لوگ اس کثرت سے آنے لگے کہ مدرسہ کی جگہ ناکافی ہوگئی۔ چنانچہ تنگی کے باعث لوگ باہر سڑک پر کھڑے ہوکر آپ کے ارشادات عالیہ سن لیا کرتے ۵۲۸ھ میں یہ مدرسہ ایک عالی شان عمارت میں بن کر تیار ہوا۔ بغداد کے علاوہ دور دراز ممالک سے بھی لوگ شریعت وطریقت کے حصول کے لیے آیا کرتے تھے۔ اور کسب فیض کرنے کے بعد اپنے اپنے شہروں کو واپس چلے جاتے تھے۔ لاتعداد تلامذہ نے آپ سے باقاعدہ علوم شریعت وطریقت کی تحصیل کی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی مجلس میں ستر ہزار سے زائد لوگ شامل ہوا کرتے تھے، جن میں بڑے بڑے مشائخ اور علمائے کرام بھی شامل تھے۔ آپ کا وعظ ربانی فتوحات، سبحانی ارشادات وہدایات کا بحرِ ذخار ہوتا۔ کیا امراء کیا فقراء، کیا علما، کیا صلحا، کیا مشائخ کیا عوام کیا خواص، غرض ہر شخص انھیں سن کر بے تاب ہوجاتا۔

فتاوے:- آپ حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب پر فتوے دیا کرتے تھے اور عراق کے اندر فتاوا میں مرجع خلائق تھے۔ علم وعمل، حال اور اقتا میں سب سے سبقت لیے ہوئے تھے۔ چالیس سال تک آپ نے لوگوں کو وعظ فرمایا۔ اور تنتیس سال تک درس تدریس اور افتا کے کام میں مشغول رہے۔

شادی:- آپ نے چار شادیاں کیں۔ آپ کی چاروں ازواج آپ کے روحانی فیوض وکمالات سے فیضیاب تھیں۔ چنانچہ آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالجبارؒ اپنی والدہ کے متعلق بیان فرماتے ہیں، کہ جب میری والدہ کسی اندھیرے مکان میں جاتیں تو اس میں شمع کی طرح روشنی دکھائی دیتی۔

وصال:- حضرت غوث اعظمؒ نے اپنی زندگی کے ابتدائی ستر سال اپنے وطن ہی میں گزارے۔ اس کے بعد نو سال بغداد میں رہ کر علوم ظاہری وباطنی کی تکمیل کی۔ پچیس سال عراق کے بیابانوں اور جنگلوں میں ریاضات ومجاہدات کے ذریعہ سے منازل سلوک طے کیے۔ پھر چالیس سال تک ارشاد وہدایت، اعلائے کلمۃ الحق اور اصلاح خلق میں مصروف رہے اور ہزاروں بندگانِ خدا کو قعرِ ضلالت سے نکال کر ہدایت وحکمت کے راستوں پر لگایا۔ بالآخر اکانوے سال کی عمر میں یہ آفتابِ غوثیت غروب ہوگیا۔ آپ نے ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ بغداد میں آپ کا مرقد مبارک آج تک مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

عقائد:- آپ حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور اپنی کتابوں خصوصاً غنیۃ الطالبین میں جابجا انھیں کے حوالے دیتے ہیں اور اکثر جگہ "ہمارے امام" کے الفاظ سے انھیں خطاب کرتے ہیں۔ جس سے یہی نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ آپ انہی دونوں بزرگانِ کرام کے مذہب پر تھے۔

عبادات:- مجاہدہ آپ کی سرشت میں شامل تھا۔ شب بیداری آپ کی عادت تھی۔ نفس کشی آپ کا شیوہ تھا۔ ہمیشہ روزہ رکھتے۔ راتوں کو جاگ کر عبادت کرنا تو آپ کا ایک معمول تھا۔ ہر رات دو سو کے قریب نفل پڑھا کرتے

ہر رکعت میں سورۂ رحمٰن یا سورۂ مزمل تلاوت فرماتے۔ سورۂ اخلاص ایک ایک رکعت میں سو بار سے کم نہ پڑھتے۔ بعض اوقات کئی کئی دن تک مسلسل روزہ رکھتے اور درختوں کی پتیوں، جھاڑیوں، جنگلی پھلوں یا گری پڑی ترکاریوں سے افطار کرتے۔

ہمیشہ باوضو رہتے۔ حدث صادر ہونے پر فوراً تازہ وضو کر لیتے۔ بڑھاپے میں بھی یہ حالت تھی کہ ساری ساری رات قرآن مجید کی تلاوت میں لگے رہتے اور بعض اوقات طویل مدت تک سربسجدہ رہتے۔ صبح تک باقی وقت مراقبہ مشاہدہ اور یاد الٰہی میں گزارتے۔ یاد الٰہی میں اتنے مستغرق رہتے کہ نیند کا مطلق احساس نہ ہوتا۔ صبح کی نماز کے بعد آپ طالب علموں، خادموں اور صوفیوں کو شریعت کی تعلیم دیتے اور مختلف دینوی کتابیں پڑھاتے۔ گویا رات اپنے اللہ کے حضور بندگی بجا لاتے اور دن میں احیائے دین اور اصلاح خلق میں مشغول رہتے اور زندگی کے آخری لمحات تک ان فرائض سے ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہ ہوئے۔

لباس:- حضرت غوث اعظمؒ کا لباس بہت نفیس ہوتا تھا۔ آپ کی پوشاک کے لیے دور دراز ممالک تک سے نفیس کپڑا آتا۔ ہر صبح آپ نیا لباس تبدیل کرتے اور اتارا ہوا لباس مسکین یا محتاج کو خیرات کے طور پر دے دیتے۔ اور روزمرہ کی یہ تبدیلی غالباً مساکین کو خیرات کرنے ہی کا ایک بہانہ تھی۔ چونکہ آپ کی طبیعت عفونت اور گندگی سے بہت متنفر تھی اور بہت نفاست پسند تھے اس لیے خوشبو کا بھی استعمال کرتے تھے۔ جوتے بھی ہر جمعہ کو تبدیل کرتے اور اتارا ہوا جوتا خیرات کے طور پر کسی مستحق کو دیدیتے۔

آپ اکثر خچر ہی سواری کیا کرتے۔ جب باہر جاتے اور جس طرف سے گزرتے، لوگ آپ کی قدم بوسی کے لیے صف بستہ کھڑے ہو جایا کرتے۔ اور دو رویہ قطاریں بندھ جایا کرتیں۔

غذا:- نہایت سادہ غذا کھایا کرتے۔ روزانہ چار پانچ چپاتیاں مغرب کے وقت آپ کی خدمت میں پیش کی جاتیں۔ تو اول روٹیوں کو توڑ کر ٹکڑے کر لیتے اور جو غربا موجود ہوتے ان میں تقسیم کر دیتے۔ تھوڑی سی اپنے لیے رکھ لیتے۔ اکثر اوقات دن میں صرف ایک ہی مرتبہ کھانا کھاتے۔ گوشت، گھی اور دودھ کا استعمال کم کرتے تھے۔

شمائل:- آپ کا قد میانہ تھا، رنگ گندمی، سینہ کشادہ، ریش مبارک بہت گنجان۔ بھنویں باریک اور ملی ہوئی تھیں۔ چہرہ نہایت نورانی اور پُرشوکت تھا۔ آواز بلند تھی۔

اخلاق و عادات:- آپ کی ذات خصائل حمیدہ اور اخلاق حسنہ کا مجسمہ تھی۔ خاموشی کو زیادہ پسند فرماتے۔ اپنے مدرسہ سے صرف جمعہ کے روز باہر نکلتے اور اسی روز جامع مسجد یا مسافر خانہ کی طرف تشریف لے جاتے۔ حق بات کہنے میں دریغ نہ کرتے۔ منبر پر صاف صاف کہہ دیا کرتے۔ ایک مرتبہ منبر پر کھڑے ہو کر خلیفہ وقت سے علی الاعلان کہہ دیا کہ تم نے ایک ظالم شخص کو قاضی مقرر کر دیا ہے۔ خدا کو جو مخلوق پر مہربان ہے قیامت کے دن کیا جواب دو گے۔ خلیفہ یہ سن کر لرز گیا، زار و قطار رونے لگا اور اسی وقت قاضی کو الگ کر دیا۔

امراء وزراء دنیا داروں کی تعظیم کے لیے کبھی کھڑے نہ ہوتے بلکہ ایسے لوگ آتے تو اٹھ کر اندر چلے جاتے۔ اور

جب وہ شخص بیٹھ جاتا تو آپ وہاں آجاتے یہ اس لیے کرتے کہ اس کی تعظیم کے لیے اٹھنا نہ پڑے اور نہ اٹھنے کے سبب تکلیف نہ پہنچے۔

مال دنیا میں سے کسی شے سے محبت نہ تھی۔ نہ مال و دولت سے اور نہ بیوی سے۔ اولاد اور بیوی سے ایک حد تک ہی محبت رکھتے۔ اور اس محبت کو بھی دین کے کاموں میں حائل نہ ہونے دیتے۔ مسکینوں اور غریبوں پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ خلافِ شرع کام کرنے والے سے بیزار ہو جاتے تھے۔ اگر حلقہ بگوشوں میں کوئی شخص کسی دن نہ آتا تو اس کے بارے میں دریافت فرماتے کہ اس کی خیریت کی خبر لاؤ، وہ کیوں نہیں آیا۔

اپنے گھر کا ضروری سامان خود بازار سے خرید کر لاتے۔ سفر میں اپنے ہاتھ سے آٹا گوندھ کر روٹی پکاتے اور ساتھیوں کو کھلایا کرتے۔ آپ کے ساتھی منع کرتے اور کہتے کہ ہم خود سارا کام کر لیں گے مگر آپ انکار کر دیتے اور فرما دیتے خود کروں گا۔ اس میں کوئی ہرج نہیں۔ آپ کی اہلیہ بیمار پڑ گئیں تو گھر میں جھاڑو آپ خود لگاتے۔ خود ہی دوسرے تمام کام انجام دیتے۔ آٹا گوندھتے، روٹی پکاتے، بچوں کو کھلاتے۔ کنوئیں سے پانی لاتے۔ غرض ادنیٰ سے ادنیٰ کام خود کر لیتے۔

دشمنوں کی ایذا پر آپ ہمیشہ صبر کرتے۔ ذاتی معاملات کے لیے کبھی کسی پر غصہ نہ کرتے۔ لوگوں کی خطاؤں سے بھی درگزر فرما دیا کرتے۔ سخاوت اور ایثار میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ غرض عادات و خصائل اور صفات و کمالات میں پیشوائے دین حضرت رسول مقبولؐ کی پوری مطابعت کرتے تھے۔

تصانیف:- آپ کی تصانیف میں غنیۃ الطالبین کے علاوہ اور بھی چند کتابیں ہیں۔ علم تصوف اور معرفت پر آپ کی ایک بلند پایہ کتاب کا نام "فتوح الغیب" ہے۔ یہ کتاب کئی مقالات پر مشتمل ہے اور ہر وعظ معرفت و حقیقت کی کان ہے۔ اس کتاب کی عظمت اور اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے ولی اللہ اور جید عالم نے فارسی میں اس کتاب کا ترجمہ کیا ہے۔

آپ کی ایک اور تصنیف کا نام "فتح ربانی" ہے، جو آپ کے دو سال کے ارشادات و مواعظ پر مشتمل ہے۔ آپ کے تراسی مواعظ اس کتاب میں ہیں۔ کلمات اور الفاظ وہی ہیں جو وعظ کے وقت حضرت شیخ کے دہن مبارک سے نکلے۔ اس لیے اس کتاب کے پڑھنے سے وہی لطف حاصل ہوتا ہے جو سامعین و حاضرین مجلس کو حضرت غوث اعظمؒ کے دہن مبارک سے سن کر حاصل ہوتا تھا۔ یہ کتاب مدرسہ میمنیہ مصر میں طبع ہوئی ہے۔

ان تین کتابوں کے علاوہ ایک قصیدہ بھی آپ کی تصنیف بتایا جاتا ہے جو "قصیدہ غوثیہ" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ قصیدہ بھی عربی میں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ قصیدہ جذب کی حالت میں آپ کی زبان مبارک سے صادر ہوا۔ اس کے پڑھنے اور اس کے معانی کو سمجھنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں موجزن ہونے لگتی ہے اور عجب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ یہ قصیدہ ظاہری و باطنی اخلاق کا قبالہ اور حقائق و عرفان کا رسالہ ہے جس میں جمالی اور جلالی دونوں اثرات پائے جاتے ہیں۔ فارسی اور اردو میں اس کی کئی شرحیں لکھی جا چکی ہیں۔

حضرت غوث اعظمؒ نے مناجات کے طور پر اپنے دل سے خطاب کرتے ہوئے تین اشعار فرمائے تھے جو "چہل کاف"

کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ اشعار نہایت مشکل اور ادق مگر فصیح و بلیغ ہیں۔

ایک فارسی دیوان آپ سے منسوب ہے۔ وہ دیوان کیا ہے رموزِ عشق کا دفتر ہے، جسے پڑھ کر انسان پر وجد کی کیفیات طاری ہو جاتی ہیں۔

اور بھی کئی کتابیں آپ کی تصنیف بیان کی جاتی ہیں۔ مثلاً کبریتِ احمر۔ اسبوع شریف۔ جلاءُ الظاہر فی الباطن الظاہر۔ یواقیت الحکم وغیرہ۔

اولاد: حضرت غوثِ اعظمؒ کے فرزند حضرت شیخ عبدُالرزاق فرماتے ہیں، میرے والد بزرگوار کے ہاں انچاس بچے پیدا ہوئے۔ تینتیس لڑکے باقی سب لڑکیاں۔ آپ کے سب سے بڑے صاحبزادہ کا نام شیخ عبدالوہاب تھا۔ جنھوں نے والد بزرگوار کے ساتھ انھیں کے مدرسہ میں درس و تدریس کا کام اور والد بزرگوار کی وفات کے بعد وعظ و نصیحت جاری رکھی۔ آپ شیریں کلام کے لقب سے مشہور تھے۔ ۵۹۳ھ میں بغداد میں وفات پائی۔

حضرت غوثِ اعظمؒ کے صاحبزادوں میں شیخ حافظ عبدالرزاق بڑے بلند پایے کے عالم اور بزرگ گزرے ہیں۔ اپنے والد بزرگوار سے فقہ پڑھی۔ آپ حدیث کے حافظ اور حنبلی المذہب فقیہہ تھے۔ درس و تدریس اور بحث مباحثہ کا مشغلہ رکھتے تھے۔ آپ نے ۶۰۳ھ میں وفات پائی اور بغداد ہی میں دفن ہوئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

آغازِ کتاب

میرے پروردگار! میرے کام کو آسان فرما دے۔ یا اللہ! میری مدد فرما۔ اے خدا! تیری ہی مدد اور عنایات پر مجھے پورا بھروسا ہے۔ اور محمد صلعم پر خدائے بزرگ و برتر کا سلام ہو اور آپ کی آل امجاد پر۔ نیز آپ کے اصحابؓ پر۔

کامل صفت اور ثنا کے لائق صرف اللہ کی ذات ہے۔ ہر کتاب کا آغاز اسی کی حمد و ثنا سے کیا جاتا ہے اور اسی کے ذکر سے ہر بات شروع کی جاتی ہے۔ اسی کی حمد و ثنا کے ساتھ بہشت والے بہشت میں انعام حاصل کریں گے۔ ہر مرض سے وہی مکمل شفا دیتا ہے، ہر سختی، مصیبت، غم، فکر اور خوشی کے موقعہ پر اسی کی بارگاہِ عالی میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی جاتی ہے۔ اسے بلانے والا خواہ کسی بھی زبان میں بلائے، وہ سنتا ہے۔ عاجزوں کی دعائیں قبول کرتا ہے۔ ہر شے کا عطا کرنے والا اور منزلِ مقصود تک پہنچانے والا وہی ہے۔ لہٰذا ہر تعریف اور شکریے کا مستحق بھی وہی ہے۔ اس نے سیدھے اور صحیح راستے کو واضح فرما دیا ہے۔

اس کے برگزیدہ رسول، رحمۃ للعالمین پر رحمت ہو، جو گمراہوں کو راہِ ہدایت دکھانے کے لیے مبعوث ہوئے۔ اس پاک ہستی کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ سلام ہو ان کی آل پر، ان کے اصحابِ کرام پر، ان کے پیغمبر بھائیوں پر اور ملائکہ و مقربین پر۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ میری اس کتاب کے محرک میرے بعض دوست ہیں، جنھوں نے مجھ کو اس کے لکھنے پر اصرار کیا۔ اب اللہ ہی ہماری باتوں اور کاموں کو لغزشوں سے بچانے والا ہے۔ وہی دلوں کے بھید اور نیتوں سے واقف ہے، وہی اپنے فضل و کرم سے میرے ان دوستوں کی خواہش کو پورا کرنے والا ہے۔ وہی ہمارے دلوں کو نفاق اور ریا سے بچاتا ہے۔ اور وہی ہماری برائیوں کو نیکیوں سے بدلتا ہے، وہی رب غفور خطاؤں اور گناہوں کو معاف کرتا ہے۔ وہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔

پس جب مجھ پر اس کی سچائی ظاہر ہو گئی[1] کہ ایک ایسی کتاب کی ضرورت ہے جو احکام الٰہی و سننِ رسول کے بارے میں عوام کی رہنمائی کرے۔ اللہ کے بندوں کو اخلاقِ حمیدہ اپنانے اور نافرمان بندوں کو احکام الٰہی کے پابند ہونے میں مدد دے، وہ قرآن کریم اور احادیث رسول سے ہدایت حاصل کر کے راہِ حق اختیار کریں، تو میں نے کارِ ثواب سمجھ کر اور نجات اخروی کی امید پر ایسی کتاب لکھنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور "غُنْیَۃُ الطَّالِبِیْنَ"[2] اس کا نام رکھا۔

---

[1] مقصد یہ کہ احباب کی سچی نیت بذریعہ کشف معلوم ہو گئی کہ واقعی ایک ایسی کتاب ہونی چاہیئے جو جملہ دینی امور کے بارے میں لوگوں کی رہنمائی کر سکے۔

[2] اس نام کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے راستے کی کافی رہنمائی، یا راہِ حق میں بہت زیادہ رہنمائی کرنے والی کتاب۔

باب ۱

اسلام کے ارکان واجب

(ایمان بالتوحید اور نماز۔ زکوٰۃ۔ صدقہ فطر۔ روزہ۔ اعتکاف۔ حج اور عمرہ)

ایمان اور نماز

سب سے پہلے وہ امور بیان کیے جاتے ہیں، جو دین اسلام میں داخل ہونے والے کے لیے واجب ہیں۔

پہلی منزل:۔ جو شخص اسلام قبول کرنا چاہے وہ سب سے پہلے کلمۂ شہادت پڑھے۔ یعنی[1] لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہے اور اسلام کے سوا تمام مذاہب سے کنارہ کشی اختیار کرے۔ اسلام کے سوا ہر دین سے بیزار ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت یعنی اس کے ایک ہونے پر یقین کامل رکھے۔ اقرار کرے کہ سچا دین اسلام اور صرف اسلام ہے ——— اس کی تفصیلات آگے بیان کی جائیں گی۔

سچا دین:۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سچا دین صرف اسلام ہے، اور خداوند عالم ارشاد فرما رہا ہے۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (تحقیق سچا دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے) پھر فرمایا۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ۔ (جس نے اسلام کے سوا کسی اور دین کو پسند کیا۔ اسے قبول نہ کیا جائے گا)

نومسلم کے نئے حقوق:۔ جس نے سچے دل سے کلمۂ شہادت پڑھ لیا اور اسلام لے آیا، اُسے قتل کرنا، اس کی اولاد کو قید کرنا یا اس کے مال و متاع کو لوٹنا حرام ہے۔ اسلام لانے سے قبل اس سے جو کوتاہیاں ہوئی ہیں انھیں اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا جیسا کہ ارشاد فرماتا ہے۔ قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ یَّنْتَہُوْا یُغْفَرْ لَہُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ (اے محمدؐ! کافروں سے کہہ دیجئے کہ کفر سے باز آجائیں، اس سے قبل جو کچھ وہ کر چکے ہیں ہم انھیں بخش دیں گے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی فرمایا اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (مجھے حکم ہوا کہ میں کافروں کے ساتھ لڑوں یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیں) چنانچہ جب انھوں نے لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیا۔ تو ان کے خون اور مال مجھ سے محفوظ ہو گئے۔ ان کے واجبی حقوق جو ان کے ذمہ ہیں، ان کا حساب اللہ تعالیٰ لے گا۔

نومسلم کا غسل:۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَلْاِسْلَامُ یَھْدِمُ مَا کَانَ (اسلام ایسے شخص کے پہلے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے) اسلام میں داخل ہونے والے پر اسلام لانے کے لیے غسل واجب ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایک روایت کے مطابق رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ بن اثال اور قیس بن عاصم سے فرمایا کہ جب اسلام لاؤ تو غسل کرو۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ کفر کی باتوں سے دُور رہو اور غسل کرو۔

---

[1] بعد از غسل، جیسا کہ آگے بیان آئے گا۔

نماز:- اسلام لانے کے بعد نماز واجب ہوجاتی ہے، اس لیے کہ اسلام قول وعمل دونوں کا نام ہے۔ زبانی دعوے کا نام قول ہے اور عمل اس دعوے کا ثبوت۔ گویا قول صورت ہوئی اور عمل روح۔[1]

شرائطِ نماز:- نماز کے چند شرائط ہیں، جنھیں نماز شروع کرنے سے قبل پورا کرنا ضروری ہے ——— مثلاً۔

۱۔ پاکیزہ پانی سے جسم کو پاک کرنا — پانی نہ ملے تو تیمم کرنا۔

۲۔ پاکیزہ لباس سے ستر ڈھانکنا — ۳۔ پاک جگہ پر کھڑا ہونا — ۴۔ قبلہ کیطرف منہ کرکے نماز پڑھنا۔

۵۔ نماز کی نیت کرنا — ۶۔ وقت پر نماز ادا کرنا۔

طہارت بدن کے دس فرائض:- (۱) نیت ——— نیت یہ ہے کہ بدن کی ناپاکی کو دور کرنے کے لیے طہارت کا ارادہ کیا جائے قصدِ مباح ——— اگر تیمم کرنا ہو تو پھر نماز کے مباح کرنے کا قصد کیا جاتے۔ اس لیے کہ تیمم سے حدث دور نہیں ہوتا[2]۔ نیت کا اصل تعلق دل کے ساتھ ہوتا ہے۔ لہذا زبانی نیت کے علاوہ دل بھی گواہی دے۔ یعنی زبان اور دل دونوں اس نیت میں شریک ہوں، تو یہ زیادہ افضل ہے، ورنہ صرف زبانی نیت کی جائے تو بھی کافی ہے۔

۲ ——— تسمیہ ——— وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھے، یعنی پانی لینے کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرے[3]

۳ ——— کلی ——— منہ میں پانی ڈال کر کلی کرے۔

۴ ——— ناک کی صفائی۔ ناک کے دونوں سوراخوں میں پانی ڈال کر انھیں صاف کرے۔

۵ ——— منہ دھونا ——— پیشانی (سر کے بالوں کے اُگنے کی جگہ) سے لے کر کنپٹیوں کے عرض میں ٹھوڑی کے نیچے تک حتیٰ کہ داڑھی کے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچ جائے۔

۶ ——— ہاتھ دھونا ——— دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوئے۔

۷ ——— سر کا مسح ——— سر کا مسح کرے۔ مسح کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پانی میں ڈالے پھر پانی میں سے خالی نکال لے اور انھیں سر کے اگلے حصے سے پچھلی طرف کو گردن تک لے جائے پھر آگے کی طرف وہاں تک واپس لائے جہاں سے مسح شروع کیا تھا۔ مگر دونوں انگوٹھے کان کے سوراخوں میں رہیں۔ پھر ان دونوں انگوٹھوں سے کان کے دونوں کرّوں اور سوراخوں کا مسح کرے۔

۸ ——— پیر دھونا ——— دونوں پیر ٹخنوں تک دھوئے جائیں۔

مذکورہ تمام فرائض ایک ہی دفعہ کرنے چاہئیں۔

۹ ——— ان تمام اعضا کو دھوتے وقت ان کی ترتیب کا برقرار رکھنا[4] ضروری ہے۔ جیسا کہ خداوند کریم کا ارشاد ہے۔

---

[1] جسد بے روح میت ہوتا ہے اور میت جلد فاسد ہوجاتی ہے۔ قول بے عمل کی مثال بھی ایسی ہی ہے۔

[2] امام ابوحنیفہ کے نزدیک تیمم سے حدث اور جنابت دونوں دور ہوجاتے ہیں۔

[3] امام ابوحنیفہ کے نزدیک تسمیہ سنت ہے۔ (ع)

[4] امام ابوحنیفہ کے نزدیک ترتیب وضو برقرار رکھنا سنت ہے۔ (ع)

آیت۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ (یعنی) اے ایمان والو! جب تم نماز ادا کرنے کے لیے اٹھو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو۔ سر کا مسح کرو اور پاؤں کو دونوں ٹخنوں تک دھوؤ)

۱۰ ——— پہلے عضو کے بعد فوراً ہی دوسرے عضو کو دھونا چاہیئے، حتیٰ کہ پہلا خشک نہ ہونے پائے۔

وضو کے لیے دس سنتی ارکان۔

وضو کی دس سنتیں:۔ (۱) وضو کے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے قبل دونوں ہاتھوں کو دھولینا۔

۲۔ مسواک کرنا۔ ۳۔ کلی کرنا۔ ۴۔ ناک کے دونوں سوراخوں میں پانی ڈال کر صاف کرنا۔ روزہ رکھا ہو تو کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں احتیاط برتے[1] کہ پانی حلق سے نیچے نہ جائے۔ ۵۔ داڑھی کا خلال کرنا۔ ۶۔ دونوں آنکھوں میں پانی ڈال کر انھیں اندر سے دھونا۔ ایسا کرتے وقت داہنی طرف سے شروع کرے۔ ۷۔ دونوں کانوں کے مسح کے لیے نئے پانی کا استعمال کرنا۔ ۸۔ گردن کا مسح کرنا۔ ۹۔ دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرنا۔ ۱۰۔ وضو کے ہر عضو کو تین بار دھونا۔

تیمم کا طریقہ:۔ تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پاک اور صاف مٹی پر جس میں ہلکی گرد ہو، اس طرح ماریں کہ گرد معمولی طور پر ہاتھوں سے چمٹ جائے۔ اس وقت فرض نماز کے مباح ہونے کی نیت کرے۔ بسم اللہ پڑھیں۔ اور مٹی پر ایک مرتبہ ہاتھ ماریں۔ اس وقت ہاتھوں کی انگلیوں کو درمیان سے کھلا رکھیں۔ پھر ہاتھوں کے اندر کی طرف سے چہرے کا مسح کریں، پھر دونوں ہاتھوں کی پشت کا مسح کریں ——— بڑی طہارت یعنی غسل کے متعلق خلاکے باب میں بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

ستر عورت:۔ کسی پاکیزہ کپڑے سے اپنی برہنگی اور دونوں کندھوں کو ڈھک لیا جائے مگر کپڑا ریشمی نہ ہو، کیونکہ ریشمی کپڑے میں نماز نہیں ہوتی۔ خواہ پاک ہی ہو۔ کسی سے چھینے ہوئے (یا چرائے ہوئے) کپڑے میں بھی نماز نہیں ہوتی۔

نماز کی جگہ:۔ نماز کے لیے ایسی جگہ ہونی چاہیے جو پلیدی اور نجاست سے پاک ہو۔ اگر پلیدی کی جگہ سورج کی گرمی اور ہوا سے خشک ہو گئی ہو تو اسے صاف کر کے اس پر پاک کپڑا (یا کوئی اور چیز) بچھا کر نماز ادا کی جائے۔ ایک روایت کے مطابق غصب کی ہوئی جگہ پر نماز جائز نہیں۔

نماز کی سمت:۔ جو کوئی مکہ یا اس کے قریب کسی جگہ ہو وہ عین کعبہ کی طرف رُخ کرے اور اگر مکہ سے دور کسی اور مقام پر ہو تو بھی کعبہ ہی کی طرف رُخ کرے اور کعبہ کا رخ معلوم کرنے کے لیے اپنی کوشش و کاوش عمل میں لائے یعنی ستاروں، سورج اور ہواؤں کے رخ کے ذریعہ سمتِ کعبہ کی تحقیق کرنا چاہیئے۔

نماز کی نیت:۔ نیت کا اصل مقام دل ہے (یعنی نیت نام ہے دل کے ارادے کا) چونکہ نماز اللہ تعالیٰ کی طرف سے

---

[1] روزہ دار اگر احتیاط نہ کرے اور مبالغہ سے کام لے تو یہ مکروہ ہے۔ (ع)

فرض کی گئی ہے اس لیے اس پر دل سے یقین رکھنا اور اللہ کا حکم جان کر اسے ادا کرنا واجب ہے۔ لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لیے نہ ہو۔ نماز کے دوران دل کو خدا کے حضور میں اس وقت تک کامل طور پر حاضر رکھا جائے جب تک نماز سے فراغت نہ ہو جائے۔

حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ لَیْسَ لَكِ مِنْ صَلٰوتِكِ اِلَّا مَا حَضَرَ فِیْهِ قَلْبُكِ (جس نماز میں تیرا دل حاضر نہ ہو وہ نماز ہی نہیں)

اوقاتِ نماز:- نماز کے وقت کا اندازہ اپنے یقین سے کر لیا جائے (اگر دن صاف ہو) اور اگر ابر یا آندھی وغیرہ ہو اور وقت کا یقین نہ کیا جا سکے تو پھر غالب گمان ہی سے اندازہ کر لیا جائے۔

آدابِ اذاں:- وقت کا صحیح یقین یا اندازہ کر لینے کے بعد حسب ذیل کلمات بآواز بلند ادا کیے جائیں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللہ اکبر — اللہ اکبر اللہ اکبر

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ — اشھد ان لا الٰہ الا اللہ

اشھد ان محمد ارسول اللہ — اشھد ان محمد ارسول اللہ

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ — حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ — حَیَّ عَلَی الْفَلَاح — حَیَّ عَلَی الفلاح

اللہ اکبر اللہ اکبر — لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ

آدابِ اقامت:- اس کے بعد اس طرح اقامت کہی جائے:- اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ، اشھد ان محمد ارسول اللہ، اشھد ان محمد ارسول اللہ، حیّ علی الصلوٰۃ۔ حیّ علی الصلوٰۃ، حیّ علی الفلاح، حیّ علی الفلاح، قد قامت الصلوٰۃ، قد قامت الصلوٰۃ، اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ۔ ان شرائط کو پورا کرنے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کر دے۔ اس کلمۂ تکبیر (اللہ اکبر) کے سوا اور کوئی لفظ یا کلمہ نہ کہا جائے۔

نماز کے پندرہ رکن:- نماز کے پندرہ رکن:- کھڑا ہونا ـــــ تکبیر تحریمہ پڑھنا ـــــ سورۂ فاتحہ پڑھنا ـــــ رکوع کرنا ـــــ رکوع میں ٹھہرنا ـــــ رکوع سے کھڑا ہونا ـــــ قدرے توقف کرنا ـــــ سجدہ کرنا ـــــ سجدہ میں قدرے ٹھہرنا ـــــ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا ـــــ بیٹھنے میں قدرے ٹھہرنا ـــــ آخر میں تشہد پڑھنا ـــــ تشہد میں بیٹھنا ـــــ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا ـــــ سلام پڑھنا۔

واجباتِ نماز:- نماز کے واجبات نو ہیں:- تکبیر کہنا تکبیر تحریمہ کے علاوہ ـــــ سمع اللہ لمن حمدہ کہنا ـــــ ربنا لک الحمد کہنا ـــــ رکوع کے دوران سبحان ربی العظیم پڑھنا ـــــ پہلا التحیات پڑھنا ـــــ پہلے تشہد کے لیے بیٹھنا ـــــ سلام کے بعد نماز سے فارغ ہونے کی نیت کرنا۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ پڑھے۔ پھر ـــــ ربنا لک الحمد کے بعد ملاء السموات والارض کہنا ـــــ آمین کہنا ـــــ کسی ایک سورۃ کا پڑھنا ـــــ آعوذ آخر تک پڑھنا ـــــ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا ـــــ رکوع، سجود اور جلسہ میں ربّ اغفرلی کہنا ـــــ جو چیز ایک تسبیح سے زیادہ ہو اسے

پڑھنا ——— دو روایتوں میں سے ایک کے مطابق ناک پر سجدہ ——— دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا ———
چار چیزوں سے یہ دعا پڑھنے کے بعد پناہ مانگنا اعوذ باللہ من عذاب جہنم ومن عذاب القبر ومن فتنۃ المسیح الدجال ومن فتنۃ المحیا والممات (میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں دوزخ کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، مسیح دجال کے فتنہ، سے، زندگی اور موت کے فتنہ سے) ——— آخری تشہد بیٹھنے میں رسول اللہؐ پر درود پڑھنے کے بعد اس دعا کا پڑھنا جو حدیثوں میں آئی ہے ——— وتروں میں دعائے قنوت پڑھنا ——— دوسری طرف میں سلام کہنا۔ یہ ضعیف روایت ہے۔

نماز کی پچیس صورتیں ہیں۔ (۱) نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھوں کا اٹھانا۔

نماز کے پچیس اشکال:- (۲) رکوع کرتے وقت دونوں ہاتھوں کا اٹھانا (۳) رکوع سے سر اٹھاتے وقت دونوں ہاتھوں کا اٹھانا (۴) ہاتھ اس طرح اٹھائے جائیں کہ دونوں ہتھیلیاں دونوں کندھوں کے برابر ہوں (۵) اور دونوں انگوٹھے اور انگلیوں کے سرے کانوں کے نرمہ تک اٹھانے کے بعد دونوں ہاتھ سیدھے چھوڑ دیئے جائیں۔ (۶) ناف کے اوپر بایاں ہاتھ ہو اور اس ہاتھ کے اوپر دایاں ہاتھ رکھا جائے (۷) سجدہ کی جگہ پر نظر رہے (۸) قرأت اونچی آواز سے پڑھی جائے (۹) آمین اونچی آواز سے کہی جائے (۱۰) قرأت اور آمین کا آہستہ کہنا (۱۱) رکوع میں دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر رکھنا (۱۲) رکوع کے بعد پیٹھ سیدھی کرنا (۱۳) سجدہ میں دونوں بازوؤں کو دونوں پہلوؤں سے الگ رکھنا (۱۴) سجدہ کرتے وقت گھٹنوں کو پہلے زمین پر رکھنا پھر ہاتھوں کا رکھنا (۱۵) سجدہ میں دونوں رانوں کو پیٹ اور پسلیوں سے الگ رکھنا (۱۶) سجدہ میں دونوں گھٹنوں میں فرق رکھنا (۱۷) سجدہ میں ہاتھ دونوں کانوں کے برابر رکھنا (۱۸) سجدہ کے درمیان بیٹھتے وقت دونوں پیر بچھا دینا (۱۹) پہلے تشہد میں دونوں پاؤں بچھانا (۲۰) دوسرے تشہد میں چوتڑوں پر بیٹھنا (۲۱) اس حال میں بیٹھنا کہ ہاتھ کو بند کر رکھا ہو (۲۲) بند ہاتھ کی انگشت شہادت سے اشارہ کرنا (۲۳) انگوٹھے سے درمیانی انگلی کے ساتھ حلقہ کیا ہو (۲۴) بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھا ہو (۲۵) بایاں ہاتھ ران کے اوپر کھلا ہو۔

ان شرائط میں سے کوئی بھی شرط کسی شرعی عذر کے سوا ترک کر دی جائے تو نماز مکمل نہ ہوگی اور اگر جان بوجھ کر یا غلطی سے کسی رکن کو چھوڑ دے گا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

اگر واجب کو غلطی سے ترک کر دے تو سجدہ سہو سے اس کی تلافی کر لی جائے۔ اگر جان بوجھ کر واجب کو ترک کر دیا تو نماز باطل ہو جائے گی۔ اگر سنت یا نماز کی شکل کسی وجہ سے چھوڑ دے تو ایسی صورت میں نماز باطل نہ ہوگی اور نہ سجدۂ سہو کی ایسی حالت میں ضرورت ہے۔

مسائل زکوٰۃ

زکوٰۃ صرف اس مسلمان پر واجب ہے جس کے پاس موجب زکوٰۃ مال ہو۔ موجب زکوٰۃ مال یہ ہے کہ بیس مثقال

(حاشیہ صفحہ ۵۶ پر)

سونا یا دو سو درم[۵] چاندی اس کی ملکیت میں ہو، یا ان دونوں چیزوں میں ایک چیز کے برابر تجارت کا مال رکھتا ہو، یا پانچ اونٹ یا تیس گایوں یا چالیس بکریوں کا مالک ہو، اور وہ سب سال بھر اس کی ملکیت میں رہیں ——— اگر یہ چیزیں کسی غلام یا مکاتب کی ملکیت ہوں گی تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

نصاب ا— سونے اور چاندی کے دسویں حصے کی چوتھائی زکوٰۃ میں دینی چاہیئے۔ چنانچہ بیس دینار ہوں، تو نصف دینار زکوٰۃ دینی ہوگی۔ کیونکہ بیس دینار کا دسواں حصہ دو دینار ہیں اور دو دینار کی چوتھائی نصف دینار ہوتی ہے اور دو سو درم ہوں تو پانچ درم زکوٰۃ دے، کیونکہ دو سو کا دسواں حصہ بیس ہے اور بیس کی چوتھائی پانچ ہے۔

اونٹوں کی زکوٰۃ ا— پانچ اونٹ ہوں تو چھ ماہ کی ایک پشم دار بھیڑ زکوٰۃ کے طور پر دی جائے، یا ایک سال کی بکری دی جائے۔ دس اونٹ ہوں تو دو بکریاں، پندرہ اونٹ ہوں تو تین بکریاں اور بیس اونٹ ہوں تو چار بکریاں زکوٰۃ میں دینا واجب ہے۔ چھبیس اونٹوں کے مالک کو ایک سال سے زائد عمر کی اونٹنی زکوٰۃ میں دینی ہوگی۔ یہ نہ کر سکے تو دو برس سے زائد عمر کا ایک اونٹ زکوٰۃ میں دے۔

چھتیس اونٹ والا دو سال کی ایک اونٹنی زکوٰۃ دے۔ چھیالیس اونٹ والا ایک اونٹ زکوٰۃ دے جو چوتھے سال میں چل رہا ہو، اکسٹھ اونٹ والا ایک اونٹ دے جو عمر کے چار برس پورے کر کے پانچویں میں داخل ہو۔ چھہتر اونٹ والا دو برس کی دو اونٹنیاں دے۔ اکانوے سے ایک سو بیس اونٹوں تک تین تین برس کے دو اونٹ دینا چاہئیں۔ اس سے زیادہ ہوں تو ہر چالیس میں سے دو برس کی ایک اونٹنی زکوٰۃ دے اور ہر پچاس پر تین سال کا ایک اونٹ[۲]

بکریوں کی زکوٰۃ ا— تیس گائے کے مالک کو ایک سال کی عمر کا ایک بچہ[۳] زکوٰۃ دینا چاہیے، نر ہو یا مادہ۔ چالیس ہوں، تو دو برس کا ایک بچہ زکوٰۃ دے۔ ساٹھ گائے[۴] والے کو ایک سال کے دو بچے زکوٰۃ دینے چاہئیں۔ ستر کے مالک کو ایک بچہ ایک سال کا اور ایک بچہ دو سال کا (کل دو بچے) دینے ہوں گے۔ ہر زائد تیس گائے پر ایک

---

[۱] جو تین برس پورے کر کے چوتھے میں داخل ہو۔ [۲] گائے اور بھینس دونوں کا نصاب ایک ہے۔

(حاشیہ صفحہ ہذا)

حاشیہ صفحہ[۵] نابالغ پر زکوٰۃ فرض نہیں خواہ اس کی ملکیت میں کتنا ہی مال ہو۔ وجوب زکوٰۃ کی اور بھی کئی شرطیں ہیں۔ مثلاً عاقل ہونا (مجنون پر زکوٰۃ فرض نہیں) نہ ایسے شخص پر جس کے دماغ میں کسی قسم کا فتور ہو جو زکوٰۃ کی فرضیت سے واقف نہیں اور دار السلام میں بھی نہ رہتا ہو اس پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں۔ موجب زکوٰۃ مال کا ایک سال تک قائم رہنا شرط ہے، جو چیز ایک سال تک قائم نہ رہتی ہو مثلاً خربوزہ، تربوزہ، ککڑی اور اسی قسم کی ترکاریاں یا پھل ان پر زکوٰۃ نہیں۔ کسی کے ذمے اتنا قرض ہو کہ اسے ادا کرنے کے بعد نصاب قائم نہ رہے تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ وغیرہ۔

[۱] بیس مثقال سونے کے پانچ تولے اڑھائی ماشے ہوتے ہیں۔ اور ان کا چالیسواں حصہ ایک ماشہ ساڑھے چار رتی بنتا ہے۔

[۲] دو سو درم چاندی کے چھتیس تولے پانچ ماشے بنتے ہیں اور ان کا چالیسواں حصہ دس ماشے ساڑھے سات رتی ہوتا ہے۔ اور چاندی کے روپے بھی چاندی کے حکم میں ہیں۔

سال کا ایک بچہ اور ہر زائد چالیس پر دو سال کا ایک بچہ۔ چالیس سے ایک سو بیس تک بکریاں رکھنے والا ایک بکری دے اگر تعداد اس سے زیادہ ہو تو ایک سے دو سو کی زیادتی پر دو بکریاں نکالے اور سو سے زیادہ ہو جائیں تو تین سو تک تین بکریاں دی جائیں۔ تین سو سے جتنی زیادہ ہوں ان پر ہر سو میں سے ایک بکری نکالے۔

زکواۃ کے مستحق:- جو مالِ زکواۃ اس طرح سے نکالا جائے، اس کے حقدار آٹھ قسم کے لوگ ہوتے ہیں، جن کا ذکر قرآن کریم نے خود کیا ہے[1]

۱۔ ایسے فقیر جو اپنی روزی کمانے کے قابل نہ ہوں۔

۲۔ وہ غریب شخص جو اپنی روزی اچھی طرح نہ کما سکنے کے باعث تنگی اور مفلسی میں بسر کرتا ہو۔

۳۔ وہ لوگ جو زکواۃ کا مال جمع کرنے پر مقرر ہوتے ہیں اور اسے خلیفۂ وقت کے پاس پہنچاتے ہیں[2]

۴۔ ایسے لوگ جنھیں اسلام قبول کرنے پر آمادہ کیا جا سکتا ہے یا جن سے مسلمانوں کو ایذا پہنچتی یا پہنچ سکتی ہو اور خیال ہو کہ انھیں مال دے کر مسلمانوں کو ان کے ہاتھوں سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔

۵۔ غلاموں کو آزاد کرانے کے لیے زکواۃ کی صورت میں قیمت اور روپیہ کی ادائیگی۔

۶۔ ایسا قرضدار جو اپنا قرض ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔

۷۔ وہ مجاہدین جو بغیر کسی عوض یا تنخواہ کے کافروں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں۔

۸۔ ایسا مسافر جس کے پاس سفر کا خرچ وغیرہ نہ ہو اور پردیس میں پڑا ہو۔

متفرق احکامات:- کوئی شخص اپنے علاقہ سے دوسری جگہ جانے کا ارادہ کرے، تو اسے یہ ارادہ پورا کرنے کے لیے زکواۃ کا مال دینا واجب نہیں[3]

زکواۃ دے کر اپنا فرض ادا کر چکنے کے بعد صدقۂ نفل کا ادا کرنا مستحب ہے۔

زکواۃ بالخصوص متبرک مہینوں میں دی جائے، جیسے رجب، شعبان اور رمضان کے مہینوں میں اور عید یا عاشورہ

---

[1] قرآن کریم میں مصارفِ زکواۃ کے بارے میں ایک آیت یہ ہے۔ انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم۔ (صدقہ کا مال تو صرف فقیروں کا حق ہے اور محتاجوں کا اور ان کارکنوں کا جو خیرات وصول کرنے پر مقرر ہیں۔ نیز ان لوگوں کا جن کے دلوں کو پرچانا مقصود ہے۔ نیز غلاموں کی آزادی میں خرچ کرنے کے لیے، قرضداروں کے قرضے میں، خدا کی راہ یعنی مجاہدین کے ساز و سامان میں اور مسافروں کے زادِ راہ میں۔ یہ اللہ کے مقرر کیے ہوئے حقوق ہیں اور اللہ جاننے والا اور صاحبِ تدبیر ہے)

[2] ابتدائے اسلام میں ایسا ہوتا رہا پھر حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں چونکہ اسلامی سلطنت بہت وسیع ہو چکی تھی اور زکواۃ کا انتظام مشکل ہو گیا تھا۔ لہٰذا آپ نے مالِ زکواۃ، بیت المال میں جمع کرنا موقوف کر دیا اور حکم دیا کہ لوگ از خود زکواۃ دے دیا کریں۔ چنانچہ اسی وقت سے یہ دستور جاری ہے۔

[3] غیر مستحق کو جانے بوجھے بغیر زکواۃ ادا نہ ہوگی، اگر نادانستہ سے ایسا ہو جائے تو زکواۃ کو ادا سمجھا جائے۔

کے دنوں میں، قحط سالی کے دن بھی زیادہ مناسب ہیں۔

صدقۂ نفل ادا کرنے والے کے مال میں برکت ہوتی ہے، اس کے اہل وعیال امن و آرام سے رہتے ہیں اور آخرت میں بڑا ثواب ملتا ہے

صدقۂ فطر

جب کسی شخص کے بال بچوں اور اہل کی روزانہ خوراک میں سے کچھ بچ سکے تو اسے صدقۂ فطر دینا چاہیئے جو اس پر واجب ہے جتنے اس گھر کے افراد ہوں، جیسے اولاد، عزیز، اقارب یا غلام نوکر وغیرہ، جن کا خرچ اس کے ذمہ ہو، ان سب کی طرف سے صدقۂ فطر دینا ہوگا۔

فطرانے کی رقم کا اندازہ:- صدقۂ فطر کا اندازہ ایک صاع ہے جو وزن میں ساڑھے پانچ رطل عراقی اور ہندوستان میں جو نمردی سیر مروج ہے، جو اڑھائی سیر کھجوریں، منقے، گیہوں، جو کا آٹا یا جو کے ستو اور پنیر، ان سب کے لیے اڑھائی سیر فی کس دینے کا حکم ہے۔ اگر کسی علاقے میں یہ چیزیں نایاب ہوں تو جو اس علاقے کی خوراک ہے مثلاً چاول، چنا یا کنگنی یا اس قسم کے دیگر اناج، تو وہی صدقہ میں دینا چاہئیں[1]

آدابِ روزہ

رمضان کے روزے ہر مسلمان پر واجب ہیں، جیسا کہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (جو شخص ماہِ رمضان میں حاضر ہو اسے چاہیئے کہ روزے رکھے) چنانچہ جب رمضان کا مہینہ آجائے اور اپنی آنکھوں سے رمضان کا چاند دیکھ لے، یا کسی سچے اور ایماندار شخص کی گواہی سے چاند کا نکلنا اس پر ثابت ہو جائے، یا شعبان کے تیس دن گزر جائیں، تو جان لینا چاہیئے کہ ماہِ رمضان شروع ہو گیا ہے خواہ تیسویں تاریخ کو آسمان ابر آلود یا غبار آلود ہو (اور چاند نظر نہ آتا ہو) لیکن ماہِ رمضان شروع ہو جائے گا۔

نیت روزہ:- صبح صادق نمودار ہونے سے قبل نیت کرے کہ میں کل کے دن روزہ رکھوں گا۔ اسی طرح رات کو بھی نیت کرے، رمضان کا مہینہ ختم ہونے تک برابر اسی طرح کرتا رہے۔ ایک ضعیف روایت یہ بھی ہے کہ (روزانہ نیت کرنے کی بجائے) اگر سارے مہینہ کے روزوں کے لیے ایک ہی مرتبہ نیت کرلے تو یہ بھی کافی ہے۔ مگر پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔

احتیاط:- جب صبح صادق نمودار ہو جائے تو کھانے پینے اور جماع سے پرہیز کرے۔ کوئی بھی شے باہر کی طرف سے پیٹ

---

[1] عید الفطر کے دن ہر بالغ اور عاقل صاحبِ نصاب پر صدقۂ فطر واجب ہے۔ خواہ اس نے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں۔ بیوی کو اپنی طرف سے صدقۂ فطر خود ادا کرنا چاہیئے۔ صاع تقریباً دو سیر اڑھائی پاؤ کا ہوتا ہے۔ گندم سے اڑھائی سیر ہی شمار کرتے ہیں۔

کے اندر داخل نہ ہو۔ نہ اپنے بدن سے خون نکالے نہ کسی دوسرے کے بدن سے خون لے۔ کوئی ایسی حرکت نہ کی جائے جس کے باعث قے ہو جائے یا انزال کی صورت پیش آئے۔

قضا اور کفارہ:- اوپر بیان کی ہوئی احتیاطوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، اگر ان میں سے کسی کے خلاف کریگا یعنی قے یا انزال کی کیفیت پیدا کرنے والی کوئی حرکت کرے گا تو روزہ باطل ہو جائے گا اور قضا لازم آئے گی مگر روزہ باطل ہونے کی صورت میں آخر وقت تک کھانے پینے سے پرہیز رکھے۔

روزہ کے درمیان جماع کرنے والے پر کفارہ لازم آتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ (۱) ایسا شخص ایک ایسے غلام اور خدمت گار کو آزاد کرے جو تندرست اور کام کاج کرنے کے قابل ہو[1] (۲) اگر یہ نہ کر سکے تو متواتر دو ماہ کے روزے رکھے۔ (۳) یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ فقراء کو کھانا کھلائے۔ ہر فقیر کو گیہوں دے، جو ایک سو تہتر درم اور درم کا تیسرا حصہ ہوں (یعنی ۱۷۳ ۱/۳ درم) یا جو دے، جو وزن میں آدھ صاع کے برابر ہوں۔ (۴) یہ بھی نہ کر سکے تو وہ چیزیں دے جن کا ذکر صدقۂ فطر کے ضمن میں آچکا ہے۔

کفارہ کب ساقط ہوگا:- اگر ان چاروں امور میں سے کوئی بھی نہ کر سکے تو اس کا کفارہ ساقط ہو جائے گا۔ ایسی صورت میں چاہیئے کہ توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے بخشش چاہے۔ نیز اگلے سال جب روزے رکھے تو ان امور کی سختی سے پابندی کرے۔

پرہیز:- رمضان میں روزہ رکھنے والے کو چاہیئے کہ اکیلا جوان عورت کے پاس نہ بیٹھے۔ خواہ عورت اس پر حلال ہو، یا حرام۔ دونوں صورتوں میں اس کا بوسہ نہ لے۔

زوال کا وقت گزر جائے تو مسواک سے پرہیز کرے، نہ منہ میں مصطگی ڈالے، نہ ہی منہ میں لعاب اکٹھا کر کے اسے نگلے۔ کسی کھانے کا مزا یا نمک بھی نہ چکھے۔

کسی کی غیبت یا برائی، جھوٹ بولنا، گالی گلوچ اور اس قسم کی دوسری باتوں سے پرہیز کرے۔

سحر و افطار:- روزہ اول وقت میں افطار کرنا مستحب ہے۔ لیکن مطلع ابر آلود ہو تو قدرے توقف سے افطار کرنا زیادہ افضل ہے۔ اسی طرح آخر رات تک توقف کر کے سحری کھانا بھی زیادہ افضل ہے۔ مگر جس شخص کو طلوع فجر سے واقفیت نہ ہو اسے تاخیر کر کے نہیں کھانا چاہیئے، بلکہ جلد کھالے۔

روزہ، پانی یا کھجور سے افطار کرنا زیادہ بہتر ہے۔

آنحضرت صلعم سے روایت ہے کہ آپؐ نے روزہ افطار کرتے وقت یہ دعا پڑھی۔

بسم اللہ اللھم لک صمت وعلیٰ رزقک افطرت سبحانک وبحمدک اللھم تقبل منا فانک انت السمیع العلیم (میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں نے روزہ تیرے لیے رکھا ہے اور تیرے ہی رزق سے اسے کھولا ہے۔ تو پاک ہے اور تیرے لیے ہی حمد ہے۔

---

[1] اندھا، لنگڑا، لولا لنجہ وغیرہ نہ ہو۔ (ع)

اے اللہ! تو ہم سے قبول کر، بے شک تو سننے اور جاننے والا ہے[۱]

آدابِ اعتکاف

مسلمان کے لیے اعتکاف میں بیٹھنا مستحب ہے۔ اسی مسجد میں اعتکاف کرنا چاہیئے جس میں نماز باجماعت ادا ہوتی ہو۔ اس مقصد کے لیے سب سے افضل جامع مسجد ہے (جس میں جمعہ کی نماز بھی ادا ہوتی ہو) اس لیے کہ اعتکاف کے دوران جمعہ کا دن آجائے تو معتکف نماز جمعہ بھی ادا کر سکے۔ اعتکاف کے لیے روزہ دار رہنا زیادہ بہتر ہے۔ مگر روزہ رکھے بغیر بھی اعتکاف کیا جا سکتا ہے۔ روزہ رکھنا اس لیے افضل ہے کہ اعتکاف کرنے والے کو روزہ اس کی مقصد برآری میں مدد کرتا ہے۔ یہ نفس امارہ کی خواہشوں کا قلع قمع کرتا ہے۔ معتکف کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے اس کی مدد کرنا جائز ہے۔

آدابِ اعتکاف:- اوّل معتکف اپنا قلب مطمئن کر کے خضوع و خشوع پیدا کرے۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْ اَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ (یعنی جن مورتیوں پر تم دھرنا مارے بیٹھے کہو وہ کیا ہیں؟)

اعتکاف سنت ہے:- روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف کیا[۲] اور پوری زندگی اسی طرح کرتے رہے۔ آپؐ نے اصحابہ کو بھی اعتکاف کی رغبت دلائی۔ آپؐ نے فرمایا، اگر کوئی اعتکاف کرنا چاہے۔ تو رمضان کے آخری عشرہ میں کرے۔ اور اعتکاف کے دوران انہی کاموں میں مشغول رہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تقرب کا باعث ہوتے ہیں۔ جیسے قرآن کریم کی تلاوت یا سُبْحَانَ اللّٰہ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنا، اللہ جل شانہ کے کاموں اور اس کی صفتوں پر غور و فکر کرتے رہنا۔

معتکف کو چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کے ذکر کے سوا اور جتنے بھی کام ہیں سب کو فراموش کر دے۔ درس و تدریس کے ذریعہ کسی کو دینی علم سکھانا یا قرآن کریم پڑھنا روا ہے۔ اس لیے کہ یہ بھی ایک طرح کی عبادت ہے۔ دوسروں کو اس سے

---

[۱] روزہ اسلام کا تیسرا رکن ہے، جو صرف ان صورتوں میں معاف ہے، جو شخص بیمار ہو، عورت اگر حیض نفاس میں ہو، حمل سے ہو یا بچے کو دودھ پلاتی ہو اور خطرہ ہو کہ روزہ رکھنے سے بچے کو نقصان پہنچے گا۔ جو بہت زیادہ بوڑھا اور کمزور ہو کہ روزے کی طاقت نہ رکھتا ہو اسے روزہ معاف ہے۔ اس کے عوض وہ ایک فقیر کو کھانا کھلا دیا کرے یا ہر روز صدقۂ فطر کے برابر صدقہ دے دیا کرے۔

[۲] آخری عشرہ کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ قدر کی رات اسی عشرہ میں ہے۔ جس کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے کہ یہ رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ علاوہ ازیں یہ زمانہ ماہِ مبارک کا آخری حصہ ہوتا ہے اور دنیا میں قاعدہ ہے کہ جب کوئی عزیز رخصت ہونے لگتا ہے تو اس کے ساتھ زیادہ اٹھتے بیٹھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنی عمر کے آخری رمضان میں بیس دن اعتکاف فرمایا۔ اعتکاف کے لیے دس دن ضروری نہیں اس سے کم عرصہ کے لیے بھی ہو سکتا ہے۔

فائدہ پہنچتا ہے۔ مخصوص اپنے لیے جو عبادت کرتا ہے، اس کی نسبت اس عبادت میں (دوسروں کو فائدہ پہنچانے میں) زیادہ ثواب ملتا ہے۔ ضروری حاجت کو دور کرنے کے لیے حجرہ سے باہر آنا بھی روا ہے۔ حوائج ضروریہ یہ ہیں کھانا پینا، بول و براز، غسلِ جنابت، کسی سخت خطرہ کے وقت مثلاً جان کا خطرہ ہو یا بیماری لاحق ہونے کا اندیشہ ہو تب حجرہ سے باہر آسکتا ہے۔

آدابِ حج[1] و عمرہ

جس مسلمان پر شرائط حج پوری ہو جائیں۔ حج اور عمرہ اس پر واجب ہو جاتا ہے۔ وہ شرائط حسبِ ذیل ہیں۔

شرائط:- اسلام قبول کرنے کے بعد آزاد ہو، عاقل اور بالغ ہو، حج کے اخراجات موجود ہوں، سفر میں سواری کی طاقت رکھتا ہو، راستہ میں کسی قسم کا شدید خطرہ نہ ہو، اپنے اہل و عیال کو اس قدر خرچ مہیا کر دے جو حج کرنے والے کی غیر حاضری میں ان کے لیے کافی ہو۔

یہ شرطیں پورا کرنے کے بعد اس پر حج اور عمرہ واجب ہو جاتا ہے۔ اگر ان شرائط کو پورا نہ کرے، اپنے اہل و عیال کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرے، مقروض ہو اور قرضہ ادا کیے بغیر جانے کا قصد کرے تو ان صورتوں میں ثواب کے بجائے گناہ کمائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوگا۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یُّضَیِّعَ مَنْ یَّقُوْتُ (آدمی کے لیے یہی گناہ کافی ہے۔ کہ جن کی روزی اس کے ذمہ ہے، انھیں ضائع کر دے)

جو شخص مذکورہ بالا شرائط کے مطابق حج کرے اور خلاف شریعت کوئی فعل اس سے سرزد نہ ہو، ان احکام کی پابندی کرتے ہوئے حج اور عمرہ ادا کرے، تب سمجھو کہ اس نے یہ فرض ادا کر دیا[2]۔

احرام:- میقات[3] شرعی سے احرام کی جگہ پہنچنے پر احرام باندھے۔ اگر اہل مشرق سے ہو تو ذاتِ عرق سے، اگر اہل مغرب سے ہے تو جحفہ سے احرام باندھے۔ اہل مدینہ سے ہو تو ذی حلیفہ سے۔ یمنی ہو تو یلملم سے اور

---

[1] حج کے لغوی معنی ہیں کسی باعظمت چیز کی طرف جانے کا ارادہ کرنا۔ اصطلاح شریعت میں حج سے مراد یہ ہے کہ خاص اس وقت میں جو شریعت اسلامی سے ثابت ہے اور ان خاص طریقوں سے جو رسولِ خدا سے منقول ہیں، کعبۃ اللہ کا طواف اور عرفات میں قیام کیا جائے۔ حج کا رواج حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے ہے مگر اس وقت حج کی فرضیت کا حکم نہ تھا۔

[2] حج کرنے کی تین صورتیں ہیں اور تینوں کے نام اور ان کے احکام مختلف ہیں۔ صرف حج کا احرام باندھنا اور اسی پر اکتفا کرنا افراد کہلاتا ہے۔ اور جو شخص ایسا کرے اُسے مفرد کہتے ہیں۔ دوم، حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھنا۔ پہلے عمرہ، پھر حج کرنا۔ اسے قرآن کہتے ہیں اور ایسا کرنے والے کو قارن۔ حج کی تیسری صورت تمتع کہلاتی ہے۔ یعنی ایام حج میں پہلے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کرنا اس کے بعد اسی سال اسی سفر میں حج کا احرام باندھ کر حج کرنا ایسے شخص کو متمتع کہتے ہیں۔ رسولِ خدا نے تیسری قسم کا حج نہیں کیا۔ البتہ پہلی دو قسم کا حج آپ سے ثابت ہے۔

[3] میقات اس مقام کو کہتے ہیں جس سے آگے مکہ کو جانے والا احرام کے بغیر نہ جا سکے۔

اہلِ نجد سے ہو تو قرن سے احرام باندھے۔

احرام باندھنے سے قبل غسل کرے، بدن کو میل کچیل اور نجاست سے قطعی پاک صاف رکھے۔ غسل کے لیے پانی کسی صورت نہ مل سکے تو تیمم کر سکتا ہے۔ اس کے بعد ازار باندھے اور چادر اوڑھ لے۔ یہ دونوں کپڑے سفید اور پاک ہوں۔ انہیں خوشبو لگائے، دو رکعت نماز ادا کرے۔ دل سے احرام باندھنے کی نیت کرے۔ اگر متمتع ہو (یعنی اپنے شہر کے میقات عمرہ میں احرام باندھا ہو) تو عمرہ کے لیے تلبیہ[1] پڑھے۔ ایسا کرنا افضل ہے۔ حج اور عمرہ دونوں کے لیے تلبیہ پڑھے تو یہ بھی افضل ہے اور احرام سے باہر آنے کے لیے شرط کرے اور یہ کہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ اَدِاالْحَجَّ اَوْکِلَاھُمَا جَمِیْعًا فَیَسِّرْ ذَالِکَ لِیْ وَتَقَبَّلْ مِنِّیْ وَ اَحِلُّنِیْ حَیْثُ حَبَسْتَنِیْ اے اللہ! میں عمرہ یا حج یا دونوں کو پورا کرنے کا خواہشمند ہوں۔ مجھ پر انھیں آسان فرما دے! اور ان کا عمل مجھ سے قبول فرما، اور میں اس جگہ احرام سے باہر آنا چاہتا ہوں جہاں تو نے مجھے بند کیا ہے۔)

اس کے لیے تلبیہ پڑھے۔ تلبیہ کو بلند آواز سے کہے اور ان کی جگہوں اور اوقات میں کہے (احرام کے بعد) پانچوں وقت کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد، دن اور رات کے شروع ہونے کے وقت جب ساتھیوں میں سے کسی سے ملاقات ہو، جب کسی بلندی پر چڑھے یا بلندی سے نیچے آئے یا کسی اور کو تلبیہ پڑھے سُنے۔

عزت والی مسجدوں اور عزت والی جگہوں میں پڑھے۔ آنحضرتؐ پر درود بھیجے، تلبیہ سے فارغ ہونے پر اپنے لیے اس چیز کی دعا کرے جسے چاہتا ہے یا جس سے محبت رکھتا ہے۔

آدابِ احرام:- احرام باندھتے وقت سر کو نہ ڈھانپے۔ نہ ہی سلا ہوا کپڑا اور موزہ پہنے۔ اگر ان ممنوعات میں سے کسی کا مرتکب ہوگا تو ایک بکری کی قربانی دینی ہوگی، لیکن جب بے سلا ہوا تہ بند نہ ملے، نہ ہی پاؤں میں پہننے کے لیے بغیر سلائی کے کوئی جوتا میسر آئے، تو ایسی صورت میں سلا ہوا کپڑا اور موزے پہن لیے جائیں۔ بدن اور کپڑوں میں خوشبو میں نہ لگائی جائیں۔

ناخن اور بال کٹوانے بھی منع ہیں۔ تین ناخن کاٹنے یا تین بال مونڈنے والے پر ایک بکری کی قربانی دینا ضروری ہے۔ اگر تین سے کم ناخن یا تین سے کم بال کاٹے جائیں تو ہر ناخن اور ہر بال کے بدلے دس چھٹانک گیہوں دینا ہوں گے۔

جنسی پابندیاں:- احرام کی حالت میں اپنا نکاح کرنا یا کسی کے نکاح میں محض شامل ہونا یہ دونوں باتیں منع ہیں۔ اپنی عورت یا لونڈی کے ساتھ احرام کی حالت میں جماع بھی منع ہے، البتہ عورت کے پاس محض آنا جانا منع نہیں۔ اس کے خلاف کرنے والے کا حج باطل ہو جائے گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ یہ مباشرت عقبہ کے سنگریزے ڈالنے سے پہلے وقوع

---

[1] تلبیہ ان الفاظ کے ادا کرنے کو کہتے ہیں:- لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ (اے پروردگار میں تیری بارگاہ میں بار بار حاضر ہوں اور تیری طلبی کو بار بار قبول کرتا ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ بلاشبہ تعریف اور احسان تیرے ہی لیے ہیں۔ تیری بادشاہت ہے اور کوئی تیرا شریک نہیں۔)

میں آئی ہو۔

اگر قصداً اپنی منی خارج کرے یا بار بار عورت کی طرف دیکھے تو کفارہ لازم آئے گا۔ اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک بکری ذبح کرے۔

حالتِ احرام میں جیوان یا کیڑے مکوڑے مارنا: خود شکار کرنا یا کسی سے شکار کرانا یعنی اسے شکار کی رغبت دینی یا شکار میں مدد دینا، رہنمائی کرنا، شکار کے لیے ہتھیار مہیا کرنا یا شکار کرنا یہ سب منع ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی بھی کام کرے گا تو اس شکار کی مانند جانوروں میں سے کفارہ دینا ہوگا یعنی:۔

اگر شتر مرغ شکار کیا تو اس کے عوض میں اونٹ یا گائے کا کفارہ دینا ہوگا ——— گورخر کے عوض گائے، جنگلی گائے یعنی نیل گائے اور اس قسم کے دوسرے جانوروں کے بدلہ میں گائے دی جائے گی ——— ہرنی یا لومڑی کے شکار کے بدلہ میں ہرنی یا پہاڑی بھیڑ ——— کفتار کے بدلہ میں بکری ——— خرگوش کے بدلہ میں مادہ بزغالہ جنگلی چوہے کے عوض میں چار ماہ کی بکری کا بچہ ——— موسمار کے عوض میں بکری کا بچہ، بڑے کے عوض میں بڑا اور چھوٹے کے عوض میں چھوٹا، جیسا کہ اوپر بیان ہوا ——— کبوتر کے عوض میں بکری۔ اگر چوپایہ جانور دینے کی توفیق نہ ہو تو ان کی قیمت ادا کرے۔ اور یہ قیمت دو مسلمان اور انصاف پسند آدمیوں سے طے کرائے۔

پالتو جانوروں یا آدمی سے محبت رکھنے والے حیوانوں کا کھانا جائز ہے۔

ضرر پہنچانے والے جانوروں اور کیڑے مکوڑوں کا مارنا بھی جائز ہے، جیسے سانپ، بچھو، کاٹنے والا کتا، شیر، پلنگ، بھیڑیا، چیتا، ابلق کوا، چیل، باز، علاوہ ازیں بھڑ، مچھر، پسو، بندر، گرگٹ، مکھی، جونک وغیرہ ایذا دینے والے جانوروں کا مارنا بھی جائز ہے۔ چیونٹی ایذا دے تو اسے بھی مار دینا درست ہے۔

بہتر یہ ہے کہ اپنی بساط کے مطابق صدقہ دے اور حرم کے اندر جانوروں کو نہ مارے اگر مارے گا تو مذکورہ بالا کے بموجب ان کا کفارہ دے گا۔

درخت کاٹنا: حرم کے اندر درخت کاٹنا بھی منع ہے۔ نہ جڑ سے اکھیڑے نہ اوپر سے کوئی حصہ کاٹے۔ اگر ایسا کرے گا تو بڑے درخت کے عوض میں گائے اور چھوٹے درخت کے عوض میں بھیڑ دینا ہوگی۔ مدینہ کے جانوروں اور درختوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے کہ جس نے احرام باندھا ہو اس پر انھیں کاٹنا حرام ہے۔ مگر مدینہ میں ایسا کیا جائے تو ان کا تاوان صرف یہ ہے کہ اس شخص کے کپڑے چھین لیے جائیں اور چھینے ہوئے کپڑے چھیننے والے پر حلال ہیں[1]

---

[1] حرم مکہ اور اس کے ارد گرد کے مقامات کو کہتے ہیں۔ حرم کے حدود ہر طرف سے یکساں نہیں۔ مدینہ منورہ کی جانب تنعیم سے تقریباً تین میل تک حرم کی حدود ہیں۔ یمن کی طرف سات میل، طائف کی طرف بھی سات میل، عراق کی جانب بھی سات میل اور جدہ کی طرف دس میل۔ حرم کے تمام اطراف کی حد بندی کر دی گئی ہے۔ سب سے پہلے ابوالانبیا حضرت ابراہیمؑ نے نشانات لگائے تھے۔ بعد ازاں آنحضرت صلعم نے نشان لگائے پھر حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے۔ اس کے بعد امیر معاویہ نے نشانات لگائے جو اب تک قائم ہیں۔

حج کا طریقہ، اگر وقت کی گنجائش ہو:- اگر حج کرنے والا حج کے اصل وقت سے پہلے پہنچ جائے اور اس کے پاس کافی وقت ہو تو عرفہ سے کچھ دن پہلے مکہ میں پہنچ جائے۔ مستحب یہ ہے کہ پہلے مکمل غسل کرے، پھر بلندی کی طرف سے مکہ میں داخل ہو۔ مسجد حرام میں داخل ہوتے وقت بنی شیبہ کے دروازے سے اندر آئے۔ جونہی خانہ کعبہ نظر آئے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ حَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ - اَللّٰهُمَّ زِدْ هٰذَا الْبَيْتَ تَعْظِيْمًا وَّتَشْرِيْفًا وَّتَكْرِيْمًا وَّمَهَابَةً وَّبِرًّا وَّزِدْ مَنْ شَرَّفَهٗ عَمَّنْ حَجَّهٗ اَوِ اعْتَمَرَهٗ تَعْظِيْمًا وَّتَشْرِيْفًا وَّتَكْرِيْمًا وَّمَهَابَةً اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا كَمَا هُوَ اَهْلُهٗ وَكَمَا يَنْبَغِيْ لِكَرَمِ وَجْهِكَ وَعِزِّكَ وَجَلَالِكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بَلَّغَنِيْ بَيْتَهٗ وَرَاٰنِيْ لِذٰلِكَ اَهْلًا - وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ دَعَوْتَ اِلٰى حَجِّ بَيْتِكَ وَقَدْ جِئْنَاكَ لَهٗ لِذٰلِكَ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّيْ وَاعْفُ عَنِّيْ وَاَصْلِحْ لِيْ شَاْنِيْ كُلَّهٗ لَا اِلٰهَ اَنْتَ -

الٰہی بلاشبہ تو عافیت بخش ہے تیری ہی طرف سے سلامتی ہوتی ہے۔ پروردگار ہم کو عافیت کے ساتھ زندہ رکھ۔ الٰہی اس گھر کی عظمت بزرگی شرف وقار اور خیر کو بڑھا، اور جو حج یا عمرہ کرنے والے اس کی تعظیم و تکریم کریں ان کی عظمت شرف عزت اور وقار میں بھی اضافہ فرما۔ اللہ کے لیے بکثرت ثنا ہے جیسا کہ وہ مستحق ہے اور جس طرح کہ تیری ذاتی بزرگی عزت اور عظمت کے مناسب ہے۔ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اپنے گھر تک پہنچایا اور مجھے اس کے لائق جانا۔ اور ہر حال میں اللہ کا شکر ہے۔ الٰہی تو نے اپنے گھر کا حج کرنے کیلیے بلایا۔ ہم تیری بارگاہ میں اس کے لیے حاضر ہو گئے الٰہی میرا یہ حج قبول فرما اور میری خطاؤں سے درگذر کر اور ہر حال درست کر دے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

دعا پڑھنے کے بعد آگے کے لیے طواف کرے۔ اپنی چادر سے اضطباع کرے۔

آدابِ طواف:- اضطباع یہ ہے، کہ اپنے داہنے شانے سے چادر اُٹھا کر اُسے ننگا کر کے چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے نکالے، پھر الٹ کر بائیں کندھے پر لے جا کر ڈال لے۔ بعد ازاں حجرِ اسود[1] کے پاس آئے، اسے ہاتھ سے چھوئے اور بوسہ دے۔ اگر بوسہ براہِ راست نہ دے سکے (لوگوں کے ہجوم کے باعث) تو ہاتھوں سے اُسے چھو کر ہاتھوں کو بوسہ دے۔ اگر ہجوم کے باعث حجرِ اسود کو نہ چھو سکتا ہو، نہ اس کے قریب پہنچ سکتا ہو تو دور ہی سے اس کی طرف اشارہ کر کے یہ پڑھے:-

بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ وَتَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بزرگ ہے۔ اے اللہ میں تجھ پر ایمان لایا، تیری کتاب کی دل سے تصدیق کی اور تیرے عہد کو وفا کیا اور تیرے پیغمبر کے طریق کی پیروی کی جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں)

---

[1] حجرِ اسود سیاہ رنگ کا پتھر ہے، جو کعبہ کے مشرقی گوشہ میں دروازہ کے قریب نصب ہے۔

طواف دائیں طرف سے شروع کرے اس کے بعد بیت اللہ کے دروازے کی طرف لوٹے پھر اس پتھر کی طرف جائے جس کے اوپر خانہ کعبہ کا پرنالہ رکھا ہے۔ اس کی طرف جلدی جلدی جائے۔

جب رکنِ یمانی[1] کے پاس پہنچے تو اسے ہاتھ سے چھوئے، بوسہ نہ دے اور جب حجرِ اسود کے پاس پہنچے تو سمجھے کہ ایک طواف پورا ہو گیا، اسی طرح دوسری اور تیسری بار طواف کرے اور ہر طواف میں یہ دعا پڑھے :-

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّ سَعْیًا مَّشْکُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا۔

(یعنی) اے اللہ! یہ حج قبول فرما اور اس کی کوشش کے عوض مجھے جزا دے اور میرے گناہ معاف فرما)

اس کے بعد آہستہ آہستہ چل کر باقی چار طواف پورے کرے۔ ان طوافوں کے دوران یہ دعا پڑھے :-

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاعْفُ عَمَّا تَعْلَمُ وَاَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

(یعنی) اے پروردگار! آخرت اور دنیا میں ہمیں نیکی دے، دوزخ کے عذاب سے بچا۔ دنیا و آخرت کی نیکی عطا فرما!

جو شخص طوافِ قدوم کی نیت کرے، چاہیئے کہ وہ دنیوی نجاست اور پلیدی سے پاک ہو، عورت کو اپنی ستر کا پردہ رکھنا ضروری ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ خانہ کعبہ کا طواف بھی نماز ہی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ نماز میں گفتگو منع ہے مگر طواف میں مباح کر دیا گیا ہے۔

بعد طواف :- طوافِ قدوم سے فارغ ہو کر حضرت ابراہیمؑ کے مکان کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کرے۔ نماز میں قرأت بالکل مختصر ہو۔ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں "سورۃ کافرون" اور دوسری رکعت میں "سورۃ اخلاص" پڑھی جائے۔ پھر حجرِ اسود کے پاس آکر اسے ہاتھ سے چھوئے۔ صفا کی جانب جو دروازہ ہے اس دروازے سے کوہ صفا کی طرف آئے اور اس پر اتنا اونچا چڑھ جائے کہ خانہ کعبہ نظر آنے لگے۔

خانہ کعبہ نظر آنے پر تین دفعہ تکبیر کہہ کر یہ دعا پڑھے :-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا ھَدَانَا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ صَدَقَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّآ اِیَّاہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ۔ (یعنی تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ کیونکہ اسی نے ہمیں ہدایت اور راستی کا راستہ دکھایا۔ کوئی معبود برحق نہیں مگر اللہ۔ اس کی ذات و صفات میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کر دیا[2]۔ اپنے بندوں کی مدد کی اور کافروں کو شکست دی[3]۔ وہ اکیلا ہے، اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ جب ہم اس کے لیے دین کو خاص کرنے والے ہیں تو ایسے حال میں ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے اگرچہ کافروں کو اس دین سے کراہت ہے۔

---

[1] رکنِ یمانی ایک پتھر ہے جو کعبہ کے ایک گوشے میں مشرق کی جانب ہے۔ [2] اظہارِ دین کے بارے میں۔ [3] رسول اللہ صلعم کے مقابلہ میں کفار کو شکست دی۔

یہ دعا پڑھنے کے بعد کوہِ صفا سے نیچے اُتر آئے اور تلبیہ پڑھے۔ پھر دوسری اور تیسری مرتبہ دعا مانگے پھر اس سبز نشان تک پیادہ پا جائے جو مسجد سے چھ ہاتھ کے فاصلے پر ہے۔ سبز نشان کی طرف تیزی سے بڑھے اور نزدیک پہنچ جانے پر رفتار آہستہ کر دے۔ آہستہ رفتار سے کوہِ مروہ کی طرف چلے اور اس کے اوپر چڑھ جائے۔ وہاں بھی وہی عمل کرے جو کوہِ صفا پر کر چکا ہے۔

کوہِ مروہ سے اُتر کر کوہ صفا کا رُخ کرے۔ راستہ میں جو جگہ تیز چلنے کی ہے وہاں تیز چلے اور جہاں آہستہ چلنا چاہیئے وہاں آہستہ، یہاں تک کہ کوہ صفا پر پہنچ جائے۔ جس طرح پہلے بتایا گیا ہے، اسی طرح سات دفعہ آئے جائے اور پھر یہ شمار صفا سے شروع کر کے مروہ پر ختم کرے۔ مگر اس دوران میں اسی طرح پاک وصاف رہے جس طرح خانہ کعبہ کے طواف کے موقعہ پر پاک وصاف تھا۔

ان تمام کاموں سے فارغ ہو کر سر منڈائے، اگر متمتع ہو تو بال کٹائے۔ اگر روپیہ پیسہ پاس نہ ہو تو حلال روزی کمائے۔ جب ترویہ کا دن (ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ) آجائے، اس روز مکّہ سے حج کے لیے احرام باندھے اور منیٰ میں آئے۔ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں وہیں ادا کرے، وہیں رات گزارے، اگلے دن فجر کی نماز بھی وہیں ادا کرے۔ اور سورج نکلنے پر دوسرے لوگوں کے ساتھ چل کر اسی جگہ پہنچے جہاں عرفہ کے دن لوگ آکر کھڑے ہوتے ہیں۔

۸ ذی الحجہ کو:-

جب زوال کے وقت امام خطبہ پڑھے تو خطبہ میں جو امور بیان کرے انھیں غور سے سُنے اور ان کے مطابق عمل کرے۔ خطبہ میں بیان ہونے والے امور یہ ہیں:-

کھڑا ہونے کا طریقہ ـــــ کھڑا ہونے کی جگہ ـــــ عرفات[1] سے جانا ـــــ مزدلفہ[2] میں نماز ادا کرنا ـــــ مزدلفہ میں رات بسر کرنا اور کنکریاں مارنا ـــــ قربانی کرنا ـــــ سر منڈانا ـــــ خانہ کعبہ کا طواف کرنا۔

ان امور سے آگاہ ہونے کے بعد امام کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز ادا کرے۔ یہ دونوں نمازیں ہر امام سے ایک وقت میں جمع کرے۔ پھر کوہِ رحمت[3] اور صخرات کی طرف امام کے قریب جائے۔ پھر قبلہ رو کھڑا ہو کر دعا مانگے جس میں اللہ تعالےٰ کی تعریف کرے، وہ دعا یہ ہے:-

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَّفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَّفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَّبَيِّنْ لِّيْ اَمْرِيْ۔

---

[1] عرفات ایک گاؤں کا نام ہے جو حدودِ حرم سے باہر مکہ مکرمہ سے قریباً تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

[2] مزدلفہ ایک مقام کا نام ہے جو منیٰ اور عرفات کے درمیان واقع ہے۔

[3] میدانِ عرفات کے وسط میں ایک پہاڑ ہے۔

یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اسی کے لیے ہے اور اسی کے لیے حمد ہے، وہی ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہی زندہ ہے، اور کبھی نہیں مرے گا، اس کے ہاتھ میں خیر ہے، وہ ہر چیز پر قادر اور حاوی ہے۔ اے اللہ! میرے دل کے نور میں اضافہ فرما اور میری آنکھیں روشن کر۔ میرے کانوں میں نور کو بڑھا! اور میرے لیے میرے کاموں کو آسان فرما دے!

اگر دن کے وقت امام کے ساتھ کھڑا نہیں ہو سکا بلکہ اگلے دن فجر کے وقت اس کے ساتھ شامل ہوا جبکہ ایام قربانی کی رات کو کھڑا ہونے کی جگہ سے واپس آیا ہے تو ایسی صورت میں اس شخص سے وقوف فوت ہو گیا ـــــ اگر اس وقت بھی امام کے پاس نہیں پہنچ سکا، اس کا حج فوت ہو جائے گا۔

جب مزدلفہ کے راستے میں امام کے ساتھ ہو تو آرام اور احتیاط سے جائے۔ مزدلفہ میں پہنچکر امام کے پیچھے کھڑا ہو کر مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کرے۔ اگر امام کے ساتھ یہ نمازیں ادا نہ کر سکے اور فوت ہو جائیں تو پھر فرادٰی ادا کرے۔ اپنا سامان وہیں رکھے۔ وہیں رات گزارے، جہاں سے سنگریزے آسانی کے ساتھ دستیاب ہو جائیں وہاں سے ستر سنگریزے لے، سنگریزے چنے سے بڑے اور فندق سے چھوٹے ہوں۔ مستحب یہ ہے کہ سنگریزوں کو دھوئے۔

صبح ہونے پر فجر کی نماز ادا کرے۔ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ نماز تاریکی میں ادا ہو۔ نماز ادا کرنے کے بعد مشعر حرام میں آئے اس کے قریب کھڑا ہو جائے اور کثرت کے ساتھ حمد و ثنا اور تہلیل[1] و تکبیر کرے۔ پھر یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ کَمَا اَوْقَفْتَنَا فِیْہِ وَ اَرَیْتَنَا اِیَّاہُ فَوَفِّقْنَا لِذِکْرِکَ کَمَا ھَدَیْتَنَا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا کَمَا وَعَدْتَنَا بِقَوْلِکَ وَقَوْلُکَ الْحَقُّ۔

(یعنی) اے اللہ! تو نے ہمیں اس جگہ کھڑا کیا، تو نے ہی ہمیں یہ جگہ دکھائی ہے، پس جس طرح تو نے ہمیں یہ سیدھی راہ دکھائی اسی طرح ہمیں توفیق دے، اپنے ذکر کی، اور ہماری بخشش فرما! جیسا تو نے اپنے فرمان کے مطابق ہم سے وعدہ فرمایا ہے، تیرا فرمان اور تیرا وعدہ سچا ہے۔)

دن روشن ہونے پر منیٰ کی طرف جائے۔ محسب کی وادی کو جلد جلد طے کر کے منیٰ کی وادی میں پہنچے۔ پھر

سنگریزے پھینکنا:- عقبہ کی طرف سات سنگریزے ڈالتے وقت ہر مرتبہ تکبیر کہے اور دونوں ہاتھ اتنے اونچے اٹھائے کہ بغل کی سفیدی نظر آنے لگے۔ اس لیے کہ آنحضرتؐ نے اسی طرح سنگریزے ڈالے ہیں۔

سنگریزے پھینکنے سے پہلے تکبیر کہے۔ جمرہ اور عقبہ دونوں میں سنگریزے اس وقت ڈالے جائیں جب کہ آفتاب طلوع ہو چکا ہو اور غروب نہ ہوا ہو (طلوع اور زوال کے درمیان) تشریق کے دنوں میں زوال کے بعد سنگریزے پھینکے۔

سنگریزوں سے فراغت پا کر اگر قربانی ہمراہ ہو تو قربانی کرے، سر کے بال منڈائے یا کتروا دے۔ عورت کے لیے حکم یہ ہے کہ سر کے تین بال کتروا دے۔

---

[1] تہلیل کہتے ہیں کلمہ طیبہ کو (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ)

مکہ معظمہ کے احکامات:- بعد ازاں مکہ جائے اور وضو کر کے طواف زیارت کی نیت کر کے طواف کرے۔ مقام ابراہیمؑ[1] کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کرے۔ پھر صفا مروہ کے درمیان دوڑے۔ اور یہ امر اپنی مرضی پر موقوف ہے اس لیے کہ طوافِ قدوم کے ضمن میں یہ کام وہ کر چکا ہے۔

غرض ان امور کی انجام دہی کے بعد وہ چیزیں جو احرام باندھتے وقت اس کے لیے منع تھیں، وہ سب اس پر حلال ہو گئیں۔ احرام سے پہلے جس طرح وہ سارے کام کرنے کا مجاز تھا، اسی طرح اب پھر اسے اجازت ہے۔

اس کے بعد چاہ زمزم[2] پر آئے اور اس میں سے پانی پیے۔ پانی پیتے وقت، یہ الفاظ کہے۔

چاہِ زمزم:- بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا مَاءً نَافِعًا وَرِزْقًا وَاسِعًا وَرَیًّا وَشِبَعًا وَشِفَاءً مِنْ کُلِّ دَاءٍ وَاغْسِلْ بِہٖ قَلْبِیْ وَامْلَاْہُ مِنْ خَشْیَتِکَ ۝

(یعنی) اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اے اللہ اس پانی کو میرے لیے مفید بنا، میری روزی کشادہ کر، اور ہر بیماری سے شفا دے اور میرے دل کو پاک کر کے اپنے خوف سے بھر دے۔

منیٰ کے احکامات:- اس کے بعد منیٰ کو واپس آئے اور وہاں تین راتیں بسر کرے۔ ان تین دنوں میں تینوں جمروں پر سنگریزے پھینکے۔ سنگریزے پھینکنے کا طریقہ وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکا ہے۔ ہر جمرے پر اکیس اکیس سنگریزے پھینکے۔ ابتدا پہلے جمرہ سے کرے۔ یہ جمرہ دوسرے جمروں کی نسبت مکہ سے زیادہ دوری پر اور مسجد خیف[3] کے قریب ہے۔ اس جمرہ کو بائیں ہاتھ کی جانب رکھے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے سنگریزے پھینکتا چلا جائے۔ مگر احتیاط رکھے کہ سنگریزے دوسروں کو نہ لگیں۔

پھر آگے بڑھ کر کھڑا ہو جائے اور اتنی دیر تک کھڑا رہ کر دعا پڑھے جتنی دیر میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے، پھر درمیانی جمرہ کو دائیں طرف کر کے اس پر سنگریزے پھینکے۔ پہلے جمرہ پر جس طرح دعا پڑھی تھی، اسی طرح اس موقعہ پر بھی پڑھے۔ (قبلہ رو ہو کر) پھر جمرۂ عقبہ کو جو آخری جمرہ ہے داہنی طرف کر کے اس پر سنگریزے پھینکے۔ پھر قبلہ کی طرف منہ کیے ہوئے وادی عقبہ کی طرف آئے۔ وہاں کھڑا نہ ہو۔ دوسرے اور تیسرے دن بھی وہی کرے جو پہلے دن کیا ہے۔ اگر جلد فراغت پانا چاہے تو تیسرے دن سنگریزے نہ پھینکے بلکہ جو اس کے پاس ہوں انھیں زمین میں دفن کر دے۔

---

[1] مقام ابراہیم ایک پتھر ہے، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دیکھنے کے لیے مکہ تشریف لاتے تو اونٹ سے اترتے وقت اسی پتھر پر اترتے تھے۔ جب جانے لگتے تو اسی پتھر پر کھڑا ہو کر اونٹ پر سوار ہوتے۔ اس پتھر پر حضرت ابراہیمؑ کے قدموں کے نشان بتائے جاتے ہیں۔

[2] زمزم ایک کنواں ہے جو کعبہ کی دیوار سے تقریباً ۳۳ گز کے فاصلہ پر ہے، کنوئیں کی گہرائی ۷۶ گز اور منہ کی چوڑائی چار گز ہے۔ یہ پہلے ایک چشمہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہؑ کے لیے جاری فرمایا تھا۔ حدیث میں اس کے پانی کے بہت فضائل و مناقب آئے ہیں۔ غالباً اسی سبب سے (تعظیم کے طور پر) اس کے پانی کو کھڑے ہو کر پینے کا حکم ہے۔

[3] منیٰ میں موضع خیف کے اندر ایک مسجد ہے۔

پھر اس جگہ سے مکہ کی جانب روانہ ہو۔ وادی ابطح میں پہنچکر ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کرے۔ تھوڑی دیر کے لیے سو جائے۔ پھر مکہ میں آئے اور مکہ میں یا دوسری جگہ اس طرح ٹھہرے جیسے ذاہر اور ابطح میں ٹھہرا ہے۔

خانہ کعبہ کے اندر کے احکامات:۔ خانہ کعبہ میں ننگے پیر داخل ہو کر نماز نفل ادا کرے، اطمینان سے سیر ہو کر آبِ زمزم پیے۔ پانی پیتے وقت اللہ تعالیٰ کی بخشش، اس کی رضا یا جس چیز کو عزیز رکھتا ہو اس کی نیت کرے کیونکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ آبِ زمزم اس چیز کے واسطے ہے جس کی نیت پر پیا گیا ہے۔ اپنی توجہ اور نگاہ کو زیادہ تر خانہ کعبہ ہی کی طرف رکھے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ خانہ کعبہ کی طرف نظر کرنی عبادت میں داخل ہے۔

خانہ کعبہ کو وداع کیے بغیر اس سے باہر نہ آئے۔ طریقہ وداع یہ ہے کہ سات دفعہ طواف کرے، پھر رکن یمانی اور خانہ کعبہ کے دروازہ کے درمیان کھڑا ہو کر یہ دعا پڑھے:۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا بَیْتُکَ وَاَنَا عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اَمَتِکَ حَمَلْتَنِیْ عَلٰی مَا سَخَّرْتَ لِیْ مِنْ خَلْقِکَ وَسَیَّرْتَنِیْ فِیْ بِلَادِکَ حَتّٰی بَلَّغْتَنِیْ بِنِعْمَتِکَ وَاَعَنْتَنِیْ عَلٰی قَضَاءِ نُسُکِیْ فَاِنْ کُنْتَ رَضِیْتَ عَنِّیْ فَازْدَدْ عَنِّیْ رِضًا وَاِلَّا فَمِنَ الْاٰنَ قَبْلَ اَنْ تَنْاٰی عَنْ بَیْتِکَ ھٰذَا وَاَنْصَرِفُ اِنْ اَذِنْتَ لِیْ غَیْرَ مُسْتَبْدِلٍ بِکَ وَلَا بِبَیْتِکَ وَلَا رَاغِبٍ عَنْکَ وَلَا عَنْ بَیْتِکَ اَللّٰھُمَّ فَاَصْحِبْنِیَ الْعَافِیَۃَ فِیْ بَدَنِیْ وَالصِّحَّۃَ فِیْ جِسْمِیْ وَالْعِصْمَۃَ فِیْ دِیْنِیْ وَاَحْسِنْ مُنْقَلَبِیْ وَارْزُقْنِیْ طَاعَتَکَ مَا اَبْقَیْتَنِیْ وَاجْمَعْ لِیْ خَیْرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ؕ

(یعنی) اے اللہ! یہ تیرا ہی گھر ہے، میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے اور تیری لونڈی کا لڑکا ہوں، جس چیز پر تو نے مجھے قدرت دی، اس پر تو نے مجھے سوار کرایا۔ تو نے اپنے شہروں کی مجھے سیر کرائی، یہاں تک کہ اپنی نعمت تک پہنچا دیا۔ جو عبادت مجھ پر فرض تھی، اسے ادا کرنے میں تو نے میری مدد فرمائی۔ اگر تو مجھ سے راضی ہوا ہے تو اور زیادہ راضی ہو، اور اگر میری کسی کوتاہی کے باعث تو مجھ سے راضی نہیں ہوا، تو قبل اس کے کہ میں تیرے گھر سے واپس جاؤں، تو اپنی رضامندی سے مجھ پر احسان فرما! یہ میرے رخصت ہونے کا وقت ہے۔ اگر تو مجھے اس حالت میں اجازت دے دے کہ تیرے سوا کسی دوسرے معبود کو اختیار نہ کروں، نہ ہی تیرے گھر کے سوا کسی دوسرے گھر کی تمنا کروں، نہ ہی تجھ سے اور تیری درگاہ سے کسی دوسری طرف منہ پھیروں۔ اے اللہ! مجھے تندرستی عطا فرما اور میرے جسم کو صحت دے۔ دونوں جہاں میں مجھے نیکی عطا فرما، تو ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔)

اس دعا کے بعد آخرت کی بہتری کے لیے اور دعا مانگے پھر آنحضرت صلعم پر درود و سلام پڑھے۔ ازاں بعد مکہ میں قیام نہ کرے۔ اگر قیام کرے تو بھیڑ نہ کرے۔

اگر وقت کی گنجائش نہ ہو:- اگر وقت کی گنجائش نہ ہو اور خطرہ ہو کہ عرفات میں وقوف ہاتھ سے جاتا رہے گا تو ایسی صورت میں اگر میقات سے احرام باندھے تو عرفات سے شروع کرے اور وہاں کھڑا رہے حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو جائے۔ آفتاب غروب ہونے پر وہاں سے روانہ ہو پھر جب مزدلفہ میں رات بسر کرے تو مذکورہ بالا کے مطابق عمل کرے۔ پھر منیٰ میں سنگریزے ڈال کر مکہ آجائے۔ دو طواف کرے۔ پہلے طواف میں قدوم کی نیت کرے اور دوسرے میں زیارت کی۔ پھر صفا و مروہ کے درمیان دوڑے۔ اس وقت ہر شے اس پر حلال ہو جائے گی جو پہلے حرام تھی۔ پھر سنگریزے پھینکنے کے لیے منیٰ کی طرف آئے اور تین دن تک یہی عمل کرے۔

آدابِ عمرہ:- عمرہ کے لیے غسل کرنے کے بعد خوشبو لگا کر شرعی میقات سے احرام باندھے اور جس طرح اوپر بیان کیا گیا ہے اسی طرح عمل کرے۔ دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد سات مرتبہ طواف کرے، صفا و مروہ کے درمیان دوڑے، سر کے بال کٹوائے یا بالکل منڈا دے، تب عمرہ سے باہر آئے، مگر ہدی ہمراہ نہ ہو۔ اگر مکہ میں ہو تو عمرہ کے لیے تنعیم[1] میں جائے، وہاں سے احرام باندھ کر مذکورہ بالا کے مطابق عمل کرے۔

ایک ضروری احتیاط:- حج میں عورت کے ساتھ جماع کرنے یا کسی دوسرے طریقہ سے کوئی ایسی بات کرے جس سے انزال ہو جائے، تو حج باطل ہو جائے گا۔

ارکانِ حج:- حج کے چار ارکان ہیں ——— احرام[1] باندھنا ——— عرفات[2] میں کھڑا ہونا
طوافِ زیارت[3] ——— صفا اور مروہ کے درمیان[4] دوڑنا

ایک روایت میں حج کے ارکان دو بتائے گئے ہیں:- عرفات میں ٹھہرنا اور کعبہ کا طواف کرنا۔ مگر پہلا قول صحیح ہے۔ اگر چاروں رکنوں میں سے ایک رکن بھی رہ جائے تو حج ناقص ہوگا اور اگلے سال یا اسی سال دوبارہ احرام باندھ کر حج کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اگر ان ارکان میں سے کوئی رکن ادا ہونے سے رہ جائے تو اس کے بدلے میں ذبیحہ کافی نہیں۔

واجباتِ حج:- حج کے واجبات پانچ ہیں ——— مزدلفہ میں نصف رات[1] سے زیادہ قیام کرنا۔ ایک رات[2] منیٰ میں ٹھہرنا، سنگریزے[3] پھینکنا، سر[4] منڈانا اور طوافِ[5] وداع۔

اگر ان واجبات میں سے ایک بھی رہ جائے تو اس کے عوض بکری ذبح کرے، اس سے نقصان کا عوض اسی طرح ہو جاتا ہے جس طرح واجباتِ نماز میں سے کسی واجب کے رہ جانے پر سجدۂ سہو سے تلافی ہو سکتی ہے۔

حج کی سنتیں پندرہ ہیں:-

ارکانِ سنت:- ۱- احرام کے لیے غسل کرنا، منیٰ میں سنگریزے ڈالنے والے دن غسل کرنا، طوافِ زیارت کے لیے غسل کرنا، طوافِ وداع کے لیے غسل کرنا ——— یہ سب ایک سنت کے تحت آتے ہیں۔
۲- طوافِ قدوم۔ ۳- تینوں جمروں کے پاس سنگریزے ڈالتے وقت کھڑا ہونا۔

---

[1] تنعیم ایک مقام کا نام ہے جو مکہ معظمہ سے تین چار میل کے فاصلہ پر ہے۔

۴۔ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا
۵۔ بغل کے نیچے سے چادر نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا۔
۶۔ سعی بوقت طواف
۷۔ حجرِ اسود کو بوسہ دینا
۸۔ صفا اور مروہ پر چڑھنا
۹۔ دونوں رکنوں کو مس کرنا
۱۰۔ منیٰ میں راتیں گزارنا۔
۱۱۔ مشعرِ حرام کے اوپر کھڑا ہونا
۱۲۔ خطبہ اور ذکرِ الٰہی سننا۔
۱۳۔ جن مقاموں پر سعی کرنے کا حکم ہے وہاں بہت کوشش کرنا۔
۱۴۔ چلنے کے مقامات پر چلنا۔
۱۵۔ طواف کرنا اور دو رکعت نماز ادا کرنا۔

ان پندرہ سنتوں میں سے کوئی سنت رہ جائے تو اس کا عوض واجب نہیں۔

ارکانِ عمرہ:۔ عمرہ کے ارکان تین ہیں:۔ ——— احرام باندھنا، خانہ کعبہ کا طواف کرنا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

واجباتِ عمرہ:۔ عمرہ میں صرف ایک رکن واجب ہے ——— صرف سر منڈانا۔[1]

عمرہ کی سنتیں:۔ عمرہ کی سنتیں یہ ہیں ——— احرام کے وقت غسل کرنا، طواف کے وقت مشروع دعاؤں، اور ذکروں کا پڑھنا، سعی کرنا۔ اگر کوئی سنت ترک ہو جائے تو اس کے لیے وہی حکم ہے جو حج میں سنت ترک کرنے کے بارے میں آیا ہے۔

مدینہ میں واپسی:۔ جب آدمی خدا کے فضل و کرم سے تندرستی اور عافیت کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچ جائے تو مستحب یہ ہے کہ
۱۔ مسجد نبوی میں آئے اور داخلے کے یہ دعا پڑھے:۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَكُفَّ عَنِّيْ اَبْوَابَ عَذَابِكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

(یعنی) اے اللہ! ہمارے سردار پر درود بھیج جن کا نام پاک محمدؐ ہے، اور ہمارے محمدؐ کی آل پر درود بھیج اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے، اپنے عذاب کے دروازے مجھ پر بند کر دے! تو ہی سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔)

۲۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس آئے، منبر کے قریب اس طرح کھڑا ہو کہ منبر بائیں ہاتھ پر ہو، منہ قبر کی طرف اور پیٹھ قبلہ کی طرف۔ اور یہ دعا پڑھے:۔

---

[1] عمرہ تمام عمر میں صرف ایک دفعہ کرنا سنت موکدہ ہے۔ اس کے لیے کسی خاص زمانہ کی شرط نہیں۔ کسی وقت بھی کیا جا سکتا ہے۔ البتہ رمضان میں کرنا مستحب ہے۔ نویں ذی الحجہ کو اور اس کے بعد چار دن تک جدید احرام سے عمرہ کرنا مکروہ ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ - اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ اَللّٰهُمَّ اٰتِ سَيِّدَنَا مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَالْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِي الْاَرْوَاحِ وَصَلِّ عَلٰى جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِي الْاَجْسَادِ كَمَا بَلَّغَ رِسَالَتَكَ وَتَلَا اٰيَاتِكَ وَصَدَعَ بِاَمْرِكَ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِكَ وَاَمَرَ بِطَاعَتِكَ وَنَهٰى عَنْ مَّعْصِيَتِكَ وَعَادٰى عَدُوَّكَ وَوَالٰى وَلِيَّكَ وَعَبَدَكَ حَتّٰى اَتَاهُ الْيَقِيْنُ - اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ فِيْ كِتَابِكَ لِنَبِيِّكَ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا وَاِنِّيْ اَتَيْتُ نَبِيَّكَ تَائِبًا مِّنْ ذُنُوْبِيْ مُسْتَغْفِرًا فَاَسْئَلُكَ اَنْ تُوْجِبَ لِيَ الْمَغْفِرَةَ كَمَا اَوْجَبْتَهَا لِمَنْ اَتَاهُ فِيْ حَالِ حَيَاتِهٖ فَاَقَرَّ عِنْدَهٗ بِذُنُوْبِهٖ فَدَعَا لَهٗ نَبِيُّهٗ فَغَفَرْتَ لَهٗ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ عَلَيْهِ سَلَامُكَ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ

اے اللہ کے نبیؐ! تجھ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت و برکت - اے اللہ محمدؐ پر اور اس کی آل پر درود بھیج جس طرح تو نے ابراہیمؑ پر درود بھیجا، تعریف تیرے ہی لیے ہے اور تو ہی بزرگ ہے۔ اے اللہ تو ہمارے بزرگ اور سردار کو جس کا نام محمدؐ ہے، ہمارے لیے وسیلہ بنا اور دنیا و آخرت میں انہیں بلند درجہ اور بزرگی عطا فرما۔ انھیں اچھا مقام عنایت فرما جس کا تو نے وعدہ فرمایا ہے - اے اللہ روحوں میں محمدؐ کی روح پر درود بھیج اور جسموں میں ان کے جسم پر درود بھیج۔ جس طرح کہ آپ نے تیرے پیغام پہنچائے ہیں۔ تیری نشانیاں بیان فرمائیں اور تیرے حکم کے مطابق باطل کو حق سے الگ کر دیا، تیری راہ میں جہاد کیا۔ لوگوں کو تیری اطاعت کا حکم دیا، گناہوں سے منع فرمایا۔ تیرے دشمنوں کے ساتھ دشمنی کی اور تیرے دوستوں کے ساتھ دوستی کی - وفات کے وقت تک تیری عبادت کی۔ بیشک اے خدا! تو نے اپنے پیغمبر سے فرمایا۔ کہ اگر لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے تیرے پاس آئیں اور اللہ سے بخشش چاہیں اور رسول ان کے لیے بخشش کی درخواست کریں۔ تو وہ اللہ کو بخشنے والا اور مہربان پائیں گے، اور اس میں شبہ نہیں کہ میں تیرے پیغمبر کے پاس اپنے گناہوں سے لوٹ کر واپس آیا ہوں۔ اور تیری بخشش کا طلب گار ہوں۔ سو میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو میرے لیے اپنی بخشش ایسی ہی واجب فرما۔ جیسی تو نے اس شخص کے لیے واجب کی ہے۔ جو زندگی میں پیغمبر کے پاس آیا تھا اور اپنے گناہ لے کر اس کے حضور کھڑا رہا۔ پیغمبر نے اس کے لیے دعا کی اور تو نے اُسے بخش دیا۔ اے اللہ! میں تیرے نبی کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، اس پر تیرا سلام ہو کیونکہ پیغمبر تیری رحمت ہے۔ اے اللہ کے پیغمبر! بیشک میں تیرے وسیلہ سے

لِيَغْفِرَلِيْ ذُنُوْبِيْ وَيَرْحَمَنِيْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ مُحَمَّدًا اَوَّلَ الشَّافِعِيْنَ وَ اَنْجَحَ السَّآئِلِيْنَ وَاَكْرَمَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ اَللّٰهُمَّ كَمَا اَمْتَعْتَنِيْ بِهٖ وَلَمْ تَرَهٗ وَصَدَّقْتُهٗ وَلَمْ نَلْقَهٗ فَاَدْخِلْنَا مُدْخَلَهٗ وَاحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَتِهٖ وَاَوْرِدْنَا حَوْضَهٗ وَاسْقِنَا بِكَاْسِهٖ مَشْرَبًا رَوِيًّا سَائِغًا هَنِيْئًا لَا نَظْمَاءُ بَعْدَهٗ اَبَدًا غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَاكِثِيْنَ وَلَا فَارِقِيْنَ وَلَا جَاحِدِيْنَ وَلَا مُرْتَابِيْنَ وَلَا مَغْضُوْبًا عَلَيْهِمْ وَلَا ضَالِّيْنَ وَاجْعَلْنَا مِنْ اَهْلِ شَفَاعَتِهٖ۔

اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میرے گناہ بخش دے اے اللہ میں تیرے نبی کے وسیلہ سے تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر اپنی رحمت نازل فرما۔ اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کرنیوالوں میں پہلا شفاعت کرنیوالا اور تیری بارگاہ میں درخواست کرنیوالوں میں سے جتنے مقصود کو پہنچنے والے ہیں ان میں آپ کو پہلا بنا اور پہلوں اور پچھلوں سے زیادہ بزرگ بنا۔ اے اللہ جیسا کہ ہم ان پر ایمان لائے ہیں، انھیں دیکھا نہیں، ان کی اطاعت کی ہے ان سے ملاقات نہیں کی، اسی طرح ہمیں ان کی جگہ میں داخل کردے، ہمیں انھیں کے گروہ میں سے اٹھا، ہمیں انکے حوض پر لے جا۔ ان کے پیالہ میں ہمیں بھی "شراب طہور پلا" جو صاف اور سیر کرنیوالی ہو، ایسی خوشگوار ہو کہ اسے پی کر پھر پیاس محسوس نہ ہو، نہ ہی اس کے بعد خوار ہوں، نہ عہد کو توڑیں، نہ دین سے باہر آئیں، نہ اس سے انکار کریں، نہ اس میں شک کریں نہ ہم پر غضب نازل ہو، نہ ہم گمراہ ہوں۔ مجھے ان لوگوں میں سے بنا جو نبی کی شفاعت کے لائق ہوں۔

۳- یہ دعا پڑھنے کے بعد داہنی طرف ہوتا ہوا آگے بڑھے اور یہ دعا پڑھے:-

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا صَاحِبَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا بَكْرِنِ الصِّدِّيْقُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عُمَرُ الْفَارُوْقُ۔ اَللّٰهُمَّ اَجْزِهِمَا عَنْ نَبِيِّهِمَا وَعَنِ الْاِسْلَامِ خَيْرًا وَاغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ الرَّحِيْمُ ۝

(یعنی- اے اللہ کے رسول! کے دونوں یار و! تم پر سلام ہو، اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔ اے ابوبکر صدیق! تم پر سلام ہو۔ اے عمر فاروق! تم پر سلام ہو۔ اے اللہ! تو ان دونوں کو ان کے نبی اور دین اسلام کی طرف سے نیکی اور جزا دے۔ ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے قبل ایمان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو گئے انھیں بخش دے! اور ہمارے دلوں میں ایمان لانے والوں کے حق میں کینہ نہ ڈال۔ اے خدا بے شک تو بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔)

۴- اس کے بعد دو رکعت نماز ادا کر کے بیٹھ جائے۔ مستحب یہ ہے کہ روضہ کے اندر ہی ممبر اور آنحضرت صلعم کی قبر کے درمیان

نماز ادا کرے۔ چاہے تو تبرک اور تیمن کے طور پر ممبر کا مسح بھی کرلے۔

نماز مسجدِ قبا میں پڑھنی بھی مستحب ہے۔ شہیدوں کی قبروں پر آکر ان کی زیارت کرنی چاہے تو کرسکتا ہے یہاں بہت سی دعائیں پڑھے۔

مدینہ سے رخصت ہونے کا ارادہ کرتے وقت مسجد نبوی میں آئے، قبر کی طرف بڑھ کر رسولِ اکرمؐ کو مثل سابق سلام کہے اور یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ اٰخِرَ الْعَھْدِ مِنِّیْ بِزِیَارَۃِ قَبْرِ نَبِیِّکَ وَاِذَا تَوَفَّیْتَنِیْ فَتَوَفَّنِیْ عَلٰی مَحَبَّتِہٖ وَ سُنَّتِہٖ آمِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۝

(میرے پروردگار! آخر عہد میں مجھ سے اپنے نبیؐ کی زیارت گاہ کا رُخ نہ پھیر! اور جب میں مرجاؤں، تو ان کی محبت اور ان کی سنت ہی میں مجھے اٹھالے۔ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے! میری اس دعا کو قبول فرمالے۔)

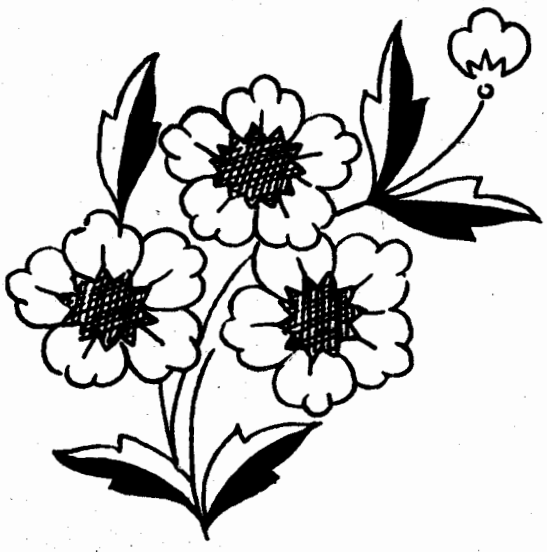

باب ۲

آدابِ زندگی اور رہن سہن

سلام، مصافحہ، تعظیم اور خصائل و عادات حسنہ، چھینک اور جمائی، بال اور ناخن کاٹنا

سلام

سلام کے ساتھ ابتدا کرنا سنت ہے اور سلام کا جواب دینے کی تاکید کی گئی ہے۔ اگر سلام کے ساتھ "الف لام" بھی کہے تو اختیار ہے۔ یعنی سلام مع تعریف، اور وہ یہ ہے کہ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہے۔ یا "الف لام" کو چھوڑ کر اس طرح کہے سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ اس سے زیادہ نہ کہے۔ [1]

سلام کے الفاظ:-

اس بارے میں ایک حدیث بھی ہے۔ حصین کے بیٹے عمران سے روایت ہے کہ جنگل کا رہنے والا کوئی شخص آنحضرت صلعم کے پاس آیا اور "السلام علیکم" کہا، آپؐ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ جب وہ بیٹھ گیا تو آپؐ نے فرمایا تجھے دس نیکیوں کا ثواب ملا۔ بعدازاں ایک اور شخص آیا، اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آنحضرت نے سلام کا جواب دیا۔ جب وہ بیٹھ گیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا تمھیں تیس نیکیوں کا ثواب ملا۔

ایک روایت:-

سنت طریقہ یہ ہے کہ جو شخص آرہا ہو وہ بیٹھے ہوئے لوگوں کو سلام کرے۔ جو سوار ہو وہ پیدل یا بیٹھے ہوئے لوگوں کو پہلے سلام کرے۔ بہت سے لوگوں کی جماعت میں سے ایک ہی کا سلام کہہ دینا کفایت کرتا ہے۔ اسی طرح جماعت میں سے ایک ہی آدمی کا جواب دینا بھی کافی ہے۔

سلام کے طریقے:-

کافر شخص کو پہلے سلام کرنا جائز نہیں۔ اگر کوئی مشرک کسی مسلمان کو سلام کہے، تو مسلمان اس کے جواب میں صرف علیک کہے، اس سے زائد کچھ نہ کہے اور مسلمان کے سلام کے جواب میں علیکم السلام کہے جس طرح اس نے "السلام علیکم" کہا ہے۔ اگر برکاتہٗ کا لفظ بڑھا دے تو زیادہ اچھا ہے۔ [2]

---

[1] اسلام نے سلام کرنے کا جو طریقہ مقرر کیا ہے یہ دنیا کے تمام مذاہب سے بہتر اور افضل طریقہ ہے۔ اس میں دعائیہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں اور دعائیہ الفاظ بھی ایسے جو سب سے عمدہ اور جامع ہیں۔ تمام اعمال کی بنیاد انھیں پر ہے۔ یعنی سلامتی اور اللہ کی رحمت پر۔ جب تک یہ دونوں میسّر نہ ہوں کوئی دینوی کام بخیر و خوبی انجام نہیں پا سکتا۔ حدیث میں ہاتھ یا انگلیوں سے سلام کرنے کی ممانعت ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب تک تم ایک دوسرے کے دوست نہ بن جاؤ پورے ایماندار نہ بن سکو گے اور میں تمھیں ایک دوسرے سے دوستی پیدا کرنے کا طریقہ بتا دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپس میں سلام کو رواج دو۔

[2] جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے، اور جب تمھیں کسی طرح پر سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر سلام کرو یا اسی طرح کا جواب دو۔ (النساء ع ۱۳)

اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو صرف "سلام" کہے تو اسے جواب نہیں دینا چاہیے بلکہ اُسے بتا دیا جائے کہ خالی "سلام" کا لفظ کہنا درست نہیں۔

عورتوں کا ایک دوسری کو سلام کہنا بہتر ہے، اگر کسی مرد کا جوان عورت کو سلام کہنا بہت مکروہ ہے۔ ہاں اگر عورت کا چہرہ کھلا ہوا ہو، ایسی حالت میں اسے سلام کیا جائے تو کچھ ہرج نہیں۔

سلام کرنا لڑکوں کے حق میں بہتر ہے۔ اس لیے کہ انھیں سلام کرنے پر آمادہ کرنا گویا سلام کی عادت ڈالنا ہے۔

جو شخص مجلس سے اُٹھ کر باہر جائے وہ جاتے وقت اہلِ مجلس کو سلام کہے، یہ مستحب ہے۔ کچھ دیر کے بعد اگر واپس آئے تب بھی السلام علیکم کہے۔ اگر مجلس دروازے یا دیوار کے پیچھے ہو تب بھی سلام علیکم کہنا چاہیئے۔ اگر سامنے ہو تو دوبارہ بھی سلام کہنا اچھا ہے۔

سلام کی ممانعت:۔ اگر کچھ لوگ شطرنج یا نرد کھیل رہے ہوں، دانے کھیلتے ہوں، جوئے میں لگے ہوں، شراب پی رہے ہوں، غرض اس قسم کے گناہ کے کام کر رہے ہوں تو انھیں سلام نہ کیا جائے، ہاں وہ لوگ کہیں تو جواب دے دیا جائے۔ اگر یہ خیال کرے کہ میرے جواب نہ دینے پر یہ لوگ اپنے اعمال پر شرمندہ ہوں گے اور اس گناہ سے باز آجائیں گے، تو پھر سلام کا جواب نہ دے۔

کوئی مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ تک ترک کلام نہ کرے۔ لیکن جو اہلِ بدعت، گمراہ اور گنہگار ہوں ان سے ہمیشہ الگ رہے۔ جب ایک مسلمان دوسرے کو سلام کہتا ہے تو وہ صغائی یا ناراضگی کے گناہ سے چھٹکارا پا لیتا ہے۔

۲- مصافحہ اور تعظیم و تکریم

مصافحہ:۔ مصافحہ کرنا مستحب ہے۔ اگر اسلام کی ابتدا اسی سے کی ہو تو جب تک دوسرا شخص مصافحہ کے بعد اپنا ہاتھ الگ نہ کرے اُسے اپنا ہاتھ الگ نہیں کرنا چاہیئے۔

اگر آپس میں بغل گیر ہو جائیں، یا برکت اور دینداری کے لیے ان میں سے ایک شخص دوسرے کے سر اور ہاتھوں کو بوسہ دے تو یہ روا ہے، مگر ایک دوسرے کے منہ کا بوسہ لینا مکروہ ہے۔

تعظیم کے لیے کھڑا ہونا:۔ ذیل کے لوگوں کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا مستحب ہے:۔
عادل بادشاہ۔ والدین۔ دیندار شخص۔ پرہیزگار اور بزرگ۔

اس مسئلہ کی بنیاد اس روایت پر ہے کہ آنحضرت صلعم نے سعد کو ایک بار بلا بھیجا۔ وہ سفید گدھے پر سوار ہو کر آئے۔ ان کی آمد پر آنحضرتؐ نے اہلِ مجلس سے کہا کہ اپنے سردار کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔

حضرت عائشہؓ کا ارشاد ہے کہ جب آنحضرتؐ حضرت فاطمہؓ کے یہاں تشریف لے جاتے تو وہ آپ کی تعظیم کے لیے کھڑی ہو جایا کرتی تھیں۔ اسی طرح جب کبھی حضرت فاطمہؓ آنحضرتؐ کی خدمت میں تشریف لے جایا کرتیں، تو آنحضرتؐ بھی ان کی آمد پر اُٹھ کھڑے

ہو جاتے، ان کے ہاتھوں کو چوم کر اپنے پہلو میں بٹھایا کرتے۔

آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ کسی قوم کا بزرگ آدمی تمہارے پاس آئے تو اس کی تعظیم کرو۔ ایسی تعظیم دلوں میں محبت اور دوستی کے جذبات پیدا کرتی ہے۔ نیک لوگوں کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا انھیں ایک تحفہ دینے کے برابر ہے۔ گنہگار کے لیے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ [1]

۲- چھینک اور جمائی

چھینک:- چاہیئے کہ چھینکتے وقت منہ ڈھانپ لے اور آہستہ چھینکے۔ پھر اونچی آواز سے "الحمد للہ رب العالمین" کہے، کیوں کہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ جب بندہ (چھینک کے وقت) الحمد للہ کہتا ہے تو فرشتہ اس کے ساتھ "رب العالمین" کہتا ہے۔ اگر بندہ الحمد للہ رب العالمین کہے تو فرشتہ "یرحمک ربک" کہتا ہے۔

چھینکتے وقت اپنا چہرہ دائیں یا بائیں نہ پھیرے۔ چھینکنے والا "الحمد للہ" کہے تو سننے والے کے لیے "یرحمک اللہ" کہنا ادب میں شامل ہے۔ یہ جواب سن کر چھینکنے والا پھر یہ کہے "یھدیکم اللہ و یصلح بالکم" اگر چھینکنے والا جواب میں "یغفر اللہ لکم" کہے تو یہ بھی درست ہے۔

تین دفعہ سے زیادہ چھینکیں آئیں تو پھر دعا کرنا ضروری نہیں۔ اس لیے کہ پھر یہ بیماری ہے۔ زیادہ چھینکیں مرطوبہ ریاح اور زکام کا سبب ہوتی ہیں۔ سلمہ اکوع کے بیٹے سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا چھینکنے والے کو تین دفعہ دعا کرنی چاہیئے۔ اگر اس سے زیادہ چھینکیں آئیں تو زکام لاحق ہے۔

جمائی:- جمائی لینے والے کو چاہیئے کہ اپنے ہاتھ یا آستین سے منہ ڈھانپ لے۔ کیونکہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ اگر وہ ایسا نہیں نہیں کرے گا، تو منہ میں شیطان گھس جائے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا۔ چھینک لینے والے پر اللہ تعالیٰ اپنی خوشنودی کا اظہار فرماتا ہے اور جمائی لینے والے سے ناخوش ہوتا ہے۔ لہٰذا جمائی لینے والے کو حتی الوسع اپنا منہ بند رکھنا چاہیئے۔ کوئی شخص جمائی کے وقت "ہا ہا" کی آواز نہ نکالے۔ کیونکہ یہ شیطان کی آواز ہے جسے سن کر وہ ہنستا ہے۔

چھینک کی دعا:- بوڑھی اور بے نقاب عورت کی چھینک پر مرد کو دعا کرنا روا ہے، مگر پردہ والی جوان عورت کی چھینک پر مرد کا دعا کہنا مکروہ ہے۔ لڑکے کی چھینک پر یہ دعا پڑھیں تاکہ وہ خوش ہو۔ بورک فیک او جزاک اللہ تعالیٰ او خیرک اللہ تعالیٰ (اللہ تجھے برکت دے، اللہ تجھے جزا دے، اللہ تجھے نیکی دے)

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ مشکوٰۃ کی شرح اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں کہ تعظیم کے لیے کھڑا ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ ابوسعید خدریؓ کی حدیث کی دلیل پر بعض علماء کھڑا ہونے کو سنت قرار دیتے ہیں اور بعض اسے مکروہ اور بدعت بتاتے ہیں۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے صحابہ کو کھڑا ہونے کی مخالفت کی تھی۔ غرض اس بات میں دونوں طرح کی احادیث آئی ہیں اور ان دونوں پر حسب موقع عمل کرنا درست ہے۔

۴- خصائل و عادات، بال اور ناخن

دس اچھی خصلتیں:- ہر آدمی کو دس خصلتیں اختیار کرنی ضروری ہیں۔ ان میں پانچ خصلتیں سر سے تعلق رکھتی ہیں اور باقی پانچ سارے جسم سے۔

سر سے متعلق خصلتیں یہ ہیں:- کلی کرنا۔ ناک میں پانی ڈال کر اسے صاف کرنا۔ مسواک کرنا۔ مونچھیں کتروانا، داڑھی رکھنا

جسم سے متعلق خصلتیں یہ ہیں:- اندام نہانی کے بال صاف کرنا۔ بغلوں کے بال صاف کرنا، ناخن کٹوانا۔ پانی سے استنجا کرنا۔ ختنہ کرانا۔

مونچھیں اور داڑھی:- مونچھیں کتروانے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے فرزند نے آنحضرتؐ سے روایت کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا مونچھیں کٹواؤ اور داڑھی چھوڑ دو۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا مونچھیں کٹاؤ اور داڑھی چھوڑ دو۔ ان دونوں روایتوں کے الفاظ ایک سے ہیں اور ان کا مطلب یہ ہے کہ بالوں کو جڑوں کے پاس سے قینچی کے ذریعہ کتراؤ۔ انھیں استرے سے مونڈنا مکروہ ہے۔ کیونکہ عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جو شخص اپنی مونچھیں منڈاتا ہے وہ ہم میں سے نہیں۔ مونچھیں مونڈنے سے خلقت بدل جاتی ہے۔ منہ کی آبرو اور اس کا حسن چھن جاتا ہے۔ بالوں کی جڑیں نمایاں رکھی جائیں تو منہ کا حسن اور زینت قائم رہتی ہے۔ یہ معتبر روایت ہے کہ صحابہ کرام اپنی مونچھیں کاٹا کرتے تھے۔

داڑھی چھوڑنے سے مراد داڑھی کا وافر اور زیادہ کرنا ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے (آیت) حتّٰی عفوا ای کثروا (یہاں تک کہ زیادہ ہو گئے)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ اپنی ریش مبارک کو مٹھی میں پکڑ لیتے تھے اور جس قدر بال مٹھی سے زیادہ لمبے ہوتے انھیں کتر ڈالتے تھے۔ اور حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ اپنی داڑھی کو مٹھی کے نیچے سے کتروا دو۔

بالوں کے ترشوانے کی معیاد:- حضرت انس بن مالکؓ نے آنحضرتؐ سے روایت کی ہے کہ چالیس دن گزرنے سے قبل مونچھیں کتراؤ۔ ناخن کٹواؤ۔ بغل کے بال اکھڑواؤ اور شرمگاہ کے بال مونڈو۔ بعض اصحاب بیان کرتے ہیں کہ یہ حکم مسافروں کے لیے ہے۔ مقیم کو بیس دن سے زیادہ نہ گزارنے چاہئیں، ورنہ اسے مستحب کا تارک سمجھا جائے۔

استرہ اور نورہ:- امام احمدؒ کی حدیث انس بن مالکؓ کی حدیث سے مختلف ہے۔ وہ حضرت انسؓ کی حدیث کے منکر ہیں اور امام احمدؒ ہی کی حدیث کو مستند سمجھا گیا ہے۔ یعنی بیس دن سے زیادہ گزارنا خلاف مستحب ہے۔ بہرحال یہ ثابت ہے کہ ہر حالت میں ان بالوں کو دور کرنا چاہیے۔ چاہے استرے سے اور چاہے چونے سے صاف کرے۔ امام احمدؒ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نورہ لگایا کرتے تھے۔ منصور بن حبیبؒ کا بیان بھی یہی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ان بالوں کو صاف کرنے کے۔

لہ عربی میں "یستنور" لکھا ہے جس کے معنی ہیں نورہ کرنا۔ نورہ عربی لفظ ہے۔ چونے کو کہتے ہیں اور ایک ایسے مرکب کا بھی نام ہے جسے چونہ اور ہڑتال سے بناتے ہیں۔ اس کے استعمال سے بال اکھڑ جاتے ہیں۔

لیے حضرت ابوبکرؓ نے مجھے نورہ لگا دیا۔ زیرناف آنحضرت نے خود نورہ استعمال فرمایا۔

حضرت انسؓ اس کے خلاف بیان کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے نورہ کبھی استعمال نہیں کیا بلکہ آپؐ استرے سے بال مونڈ لیا کرتے تھے۔ بہرحال اگر نورہ لگانا ہی ثابت ہے تو یہ بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ حضرت ام سلمہؓ کی روایت ہے کہ آنحضرتؐ اپنے ہاتھ سے زیرناف نورہ لگایا کرتے تھے۔ احمد بن حنبل اسی حدیث سے نورہ لگانا جائز قرار دیتے ہیں

جب کہ رانوں اور پنڈلیوں اور زیرناف کے بال نورہ سے صاف کرنا درست ہے تو ان مقامات کو استرہ سے مونڈنا بھی جائز ہے، کیونکہ استرہ سے بھی ویسی ہی صفائی ہو جاتی ہے جیسی نورہ لگانے سے۔ حضرت انسؓ کی روایت اس بات کی تائید کرتی ہے، آپ فرماتے ہیں آنحضرت صلعم نے کبھی نورہ استعمال نہیں کیا بلکہ آپؐ اُسترے سے صفائی فرمایا کرتے تھے۔ پس اس اعتراض کی ضرورت نہیں رہتی کہ نورہ یا استرہ زیرناف کے لیے مخصوص ہیں جیسا کہ حضرت ام سلمہؓ کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت زیرناف اپنے ہاتھ سے نورہ لگاتے تھے۔ اس کے علاوہ باقی تمام مقامات کے بال دوسرے سے صاف کراتے تھے۔ یعنی استرے سے مونڈتے تھے

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ زیرناف کے بال خواہ استرے سے صاف کرے خواہ نورہ سے دونوں حالتوں میں اپنے ہاتھ سے صاف کرے۔ ران اور پنڈلی کے بال بھی خواہ استرے سے صاف کرے، خواہ نورہ سے، دوسرے سے صاف کرائے۔

سفید بال اکھاڑنا:۔ سفید بال اکھاڑنا مکروہ ہے۔ عمرو بن شعیبؓ اپنے پردادا سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا سفید بال نہ اکھاڑا کرو کیونکہ یہ مسلمانی کا نور ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں ہے، کہ سفید بال نہ اکھاڑا کرو، کیونکہ قیامت کے روز مسلمان کے سفید بال اس کے لیے نور کا سبب ہوں گے۔ یحییٰ کی ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے روز بالوں کی سفیدی مسلمان کے لیے نیکی اور اس کے گناہوں کی مغفرت کا سبب ہوگی۔ بعض تفسیروں میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو اسی بات کی تائید میں پیش کیا گیا ہے کہ وجاءکم النذیر، انہ ھو الشیب (تمہارے پاس ڈرانے والا آیا اور بیشک وہ ڈرانے والا بڑھاپا ہے) سو ایسی چیز کا دور کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے، جو آدمی کو موت سے ڈرائے، اسے موت یاد دلائے، دنیا کی لذتوں اور خواہشوں کو مٹائے، سامانِ آخرت کے لیے آمادہ کرے اور ہمیشہ کے گھر کی آبادی کا باعث بنے۔

سفید بال اکھاڑنا تقدیر سے مقابلہ کرنا ہے۔ اللہ کے کاموں میں دخل دے کر اس کی ناخوشی حاصل کرنا اور اپنی چند روزہ جوانی کو ہمیشہ کی تازگی اور جوانی پر ترجیح دینا ہے، جس سے بربادی اور بزرگی ضائع ہو جاتی ہے۔

سفید بال مسلمان کے لیے نورانی پیراہن ہیں، اور حضرت ابراہیمؑ کی سنّت۔ روایت ہے کہ جو مسلمان سمتے ہوئے سب سے پہلے بوڑھا ہوا وہ حضرت ابراہیمؑ ہیں۔ آنحضرت صلعم کی حدیث ہے کہ ان اللہ لیستحیی من ذی الشیبۃ (اللہ تعالیٰ بوڑھے آدمی سے شرم کرتا ہے) مطلب یہ کہ اسے عذاب دینے میں شرم محسوس کرتا ہے۔

ناخن:۔ جمعہ کے روز (بڑھے ہوئے) ناخن کاٹنا مستحب ہے۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ من قصّ اظفارہ یوم الجمعۃ لم

یوفی علیہ سماعداً (جو کوئی مقرر ترتیب کے خلاف ناخن کاٹتا ہے وہ اپنی آنکھ میں رمد کی بیماری نہیں دیکھتا)

حمید بن عبدالرحمٰن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن اپنے ناخن کاٹنے والا تندرست رہتا ہے۔ بیماری اس سے دور رہتی ہے۔ بروز پنجشنبہ نمازِ عصر کے بعد ناخن کاٹنے کی بھی یہی فضیلت ہے۔

ناخن کاٹنے کا طریقہ:۔ ناخن کاٹنے کی ترتیب اور طریقہ یہ ہے کہ پہلے داہنے ہاتھ کی چھنگلی کے ناخن کاٹے پھر بیچ کی انگلی کے پھر انگوٹھے کے، پھر اس انگلی کے ناخن کاٹے جو چھنگلی کے پاس ہے۔ آخر میں انگشتِ شہادت کے ناخن لے۔ بائیں ہاتھ کے ناخن انگوٹھے سے شروع کرے۔ پھر درمیانی انگلی، پھر چھنگلی، پھر انگشتِ شہادت اور پھر اس انگلی کے ناخن لے جو چھنگلی کے پاس ہے۔

عبداللہ بن لطؓ اپنے احباب سے اور وقیعؓ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اے عائشہ! جب اپنے ناخن کاٹو تو بیچ کی انگلی سے شروع کرو، پھر چھنگلی، پھر انگوٹھا، پھر چھنگلی کے پاس کی انگلی، پھر انگشتِ شہادت اس طرح عمل کرنے سے فلاح حاصل ہوتی ہے۔

کٹے ہوئے بال اور ناخن:۔ ناخن ہمیشہ ناخن گیر یا چھری سے کاٹے جائیں۔ دانتوں سے ناخن کاٹنا مکروہ ہے۔ ناخن کاٹنے کے بعد انگلیوں کے سرے دھو دیئے جائیں۔ کٹے ہوئے ناخن دفن کر دیئے جائیں۔ اسی طرح بدن کے تراشے ہوئے بال یا فصد اور پچھنا لگانے کے بعد بدن سے نکلا ہوا خون۔ یہ دونوں چیزیں بھی زمین میں دبا دی جائیں۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کا حکم یہی ہے۔

سر منڈانا:۔ حج، عمرہ اور ضرورت کے سوا سر منڈانا امام احمدؒ کے نزدیک بُرا ہے۔ ابو موسیٰؓ اور عبید بن عمرؓ سے روایت ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا جس نے سر منڈایا وہ مجھ سے نہیں۔ دارقطنی نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا "حج اور عمرہ کے سوا بال نہ منڈائے جائیں۔ سر کے بال منڈانے والے میں خارجیوں کی علامت پائی جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے صبیغ سے فرمایا، اگر میں نے تمھیں دیکھا کہ تم نے سر کے بال منڈائے ہیں تو تمھیں پیشانی پر ماروں گا۔ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ اگر کسی کا سر منڈا ہوا دیکھ لو تو سمجھ اس میں شیطان کی خاصیت ہے۔ کیوں کہ منڈانے والا اپنے آپ کو عجم کا ہم صورت بناتا ہے، اور آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنی صورت کو دوسری قوم کے مشابہ بنائے وہ اسی قوم سے ہے۔

جو روایتیں بیان کی گئی ہیں جب ان سے سر منڈانے کی ممانعت ثابت ہے تو پھر بالوں کو کتروانا چاہیئے، خواہ جڑوں سے خواہ اوپر سے۔

امام احمدؒ سے ایک اور روایت ہے کہ سر منڈانا مکروہ نہیں۔ اس کی دلیل ابو داؤدؒ کی اس روایت سے لی گئی ہے جو انھوں نے عبداللہ بن جعفر سے بیان کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت بلالؓ کو جعفرؓ کی اولاد کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ ان کو قاصد کے ہمراہ لے آؤ۔ جب قاصد حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا آج کے بعد میرے بھائی جعفرؓ پر واویلا نہ مچانا۔ اس کے لڑکوں کو میرے پاس لے آؤ۔ جب لڑکوں کو آنحضرت صلعم کے پاس لایا گیا تو آپؐ نے حجام کو بلا کر ان کا سر منڈوا دیا۔ ایک معتبر روایت میں آیا ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنی زندگی کے اواخر میں اپنے سر کے بال منڈائے۔ اس وقت سر مبارک کے بال دونوں شانوں تک لٹکے ہوئے تھے۔ حضرت علیؓ فرماتے

ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم کے سر کے بال کانوں کی لو تک تھے۔ اور بعض افراد کبھی کبھی سر منڈا بھی لیا کرتے تھے اور کسی نے ان پر اعتراض نہ کیا۔ وجہ یہ ہے کہ بال رکھنا بوجھ اور تکلیف کا باعث تھا چنانچہ ان لوگوں کو اس کی معافی دی گئی، یعنی کسی نے اعتراض نہ کیا۔ اور یہ معافی اسی طرح ہے جس طرح بلی اور زمین میں گھسنے والے جانوروں کا جھوٹا معاف کیا گیا ہے۔

تالو کے بال:۔ بعض لوگ سر کے ایک حصہ کے بال منڈا دیتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے اسے مکروہ قرار دیا ہے اور اس سے منع فرمایا ہے۔

گردن کے بال منڈانے بھی مکروہ ہیں اس لیے کہ یہ مجوسیوں کا عمل ہے۔ البتہ خون نکلوانے کے لیے منڈا دیئے جائیں تو کوئی ہرج نہیں۔ ابو عبداللہ احمد پچھنے لگواتے وقت گردن کے بال منڈا دیے کرتے تھے۔ مگر یہ مجبوری کے سبب تھا۔

جو لوگ سارے سر پر بال رکھتے اور مانگ نکالتے ہیں وہ آنحضرتؐ کے طریق پر چلتے ہیں۔ کیوں کہ حضورؐ کرم خود بھی مانگ نکالتے تھے اور اپنے اصحاب کو بھی مانگ نکالنے کا حکم دیتے تھے[1] بیس سے زیادہ اصحاب کی روایت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم کے سارے سر پر بال تھے۔ ان بیس اصحاب میں ابو عبیدہ، عمار اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔

زلفیں رکھنا:۔ اپنے رخساروں پر (عورتوں کی طرح) لمبی زلفیں چھوڑ دینا مکروہ ہے۔ جیسا کہ ان لوگوں کی عادت ہے۔ جو اسے حضرت علیؓ سے منسوب کرتے ہیں (حالانکہ) ابو بکر جلاّد اپنے احباب کے واسطے سے حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا عورتوں کو زلفیں رکھنا جائز ہے، مگر مرد کے لیے مکروہ ہے۔ مونچھ سے منہ کے بال نوچنا مرد اور عورت دونوں کے لیے مکروہ ہے۔ ابو غبیدہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو مونچھ سے منہ کے بال نوچتی ہیں۔ باڑھ دار شیشے، یا استرے سے پیشانی اور منہ کے بال صاف کرنا بھی عورت کے لیے مکروہ ہے۔ مگر ایک روایت میں آیا ہے کہ اگر شوہر اس طرح چاہے تو شوہر کی رضامندی کے لیے بیوی کا ایسا کرنا جائز ہے۔ اور یہ محض اس لیے جائز کیا گیا ہے کہ عورت یہ سوچے گی کہ اگر منہ صاف کیے بغیر جاؤں گی تو اس کو میری طرف رغبت نہ ہوگی، اور کسی بیوی کی فکر کرنے لگے گا۔

اسی طرح عورتوں کے لیے یہ افعال بھی جائز ہیں کہ وہ قسم قسم کے کپڑے پہنیں۔ خوشبو لگائیں، ناز و ادا سے شوہروں کا دل لبھائیں اور انھیں اپنی طرف راغب کریں۔

وہ عورتیں جو اپنے منہ کے بال مونچھ وغیرہ سے صاف کر کے اسے اس لیے خوبصورت بناتی ہیں کہ غیروں کے ساتھ اپنی نفسانی خواہش کو پورا کریں، ان پر آنحضرت صلعم نے لعنت کی ہے۔[2]

---

[1] حسین کی ایک روایت ہے کہ آنحضرتؐ ان باتوں میں اہل کتاب کی موافقت پسند کرتے تھے جن کے متعلق کوئی حکم نہ آیا ہوتا تھا۔ اہل کتاب سروں پر بال چھوڑتے تھے۔ اور مشرکین مانگ نکالا کرتے تھے۔ چنانچہ آنحضرتؐ بھی اپنی پیشانی مبارک پر بال چھوڑ دیا کرتے تھے۔ پھر اس کے بعد مانگ نکالا کرتے تھے۔ (صحیحین)

[2] ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا جو عورت اپنے بالوں میں دوسرے بال ملاتی ہے (کہ اس کے بال لمبے معلوم ہوں) اس پر خدا کی لعنت ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول خدا نے فرمایا۔ خدا ان عورتوں پر لعنت کرے جو اپنے جسم کے کسی حصے کو خود گودتی ہیں۔ (داؤد، ص ۲۰۸)

بالوں کو سیاہ کرنا:- سفید بالوں کو سیاہ رنگ میں رنگنا مکروہ ہے۔ حضرت امام حسنؓ روایت کرتے ہیں بعض لوگ سفید بالوں کو سیاہی میں بدل رہے تھے۔ آنحضرت صلعم نے دیکھ کر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے چہرے سیاہ کرے۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا یہ لوگ بہشت کی خوشبو نہ سونگھیں گے۔

جو شخص لڑائی میں اپنے دشمن سے اپنی ضعیفی کو چھپانے کے لیے بالوں کو سیاہ کرے، اس کے لیے جائز ہے اور اس کے لیے بھی جائز ہے جو اپنی منکوحہ عورت کو خوش کر کے اپنا تابعدار بنانا چاہے۔

خضاب یا وسمہ لگانا:- بالوں کو سیاہ کرنے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ مہندی یا خضاب کرے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے تنتیس برس کی عمر میں اپنے بالوں کو رنگین کیا۔ اس وقت ان کے چچا نے ان سے کہا، اے احمد! تو نے خضاب لگانے میں جلدی کی ہے۔ اس پر انھوں نے جواب دیا کہ یہ رنگ آنحضرت صلعم کی سنت ہے۔ ابی ذرؓ روایت کرتے ہیں کہ بڑھاپے کو تبدیل کرنے والی چیزوں میں مہندی اور نیل افضل ہیں۔

آنحضرتؐ کے خضاب لگانے کے متعلق اختلاف ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم زیادہ بوڑھے نہ تھے اور آنحضرتؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے مہندی اور نیل سے خضاب کیا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے آنحضرتؐ کے بال لوگوں کو نیل سے رنگے ہوئے دکھائے تھے۔ لہٰذا آپ کے بیان سے ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ نے خضاب کیا۔ امام احمدؒ کے قول کے مطابق زعفران اور ورس سے (جو ایک قسم کی گھاس ہے) خضاب کرنا درست ہے۔ اس کی دلیل یہ لی ہے کہ ابی مالک اشعریؓ کی حدیث کے مطابق آنحضرت صلعم ورس اور زعفران سے خضاب کیا کرتے تھے۔ لہٰذا سر کے بالوں کو خضاب لگانا ثابت ہے۔ اسی طرح داڑھی میں خضاب لگانا بھی جائز ثابت ہوتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا بڑھاپے کو تبدیل کرو مگر یہودیوں جیسی صورت نہ بناؤ۔

ابی ذرؓ نے آنحضرتؐ سے روایت کی ہے کہ جن چیزوں سے بڑھاپا تبدیل کیا جاتا ہے، ان میں سے بہتر مہندی اور نیل ہے[1] داڑھی اور سر کے بالوں کو خضاب کرنا بھی اسی روایت کے ماتحت آتا ہے[2]

فتح مکہ کے بعد حضرت ابوبکرؓ اپنے والد ابو قحافہ کو ساتھ لے کر آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضرتؐ نے ابوبکرؓ کی پاسِ خاطر سے فرمایا ابوبکر! تم ان بڑے میاں کو گھر ہی میں رہنے دیتے میں خود وہاں چلا جاتا۔ اس وقت ابو قحافہ مسلمان ہو گئے۔ ان کے سر اور داڑھی کے بال پھول کی مانند سفید تھے۔ آنحضرتؐ نے ابوبکرؓ سے فرمایا ان کے سر اور داڑھی کے بالوں کو رنگ سے بدل دو۔ مگر اس کو سیاہ رنگ سے بچاؤ اور یہ نص ہے داڑھی کے سر کے مانند ہونے، اور بالوں کو سیاہ کرنے کے لیے۔

(بقیہ صفحہ ۸۱ سے لگے) یا دوسرے کو گودنے کا حکم دیتی ہیں۔ اپنے چہروں پر سے بال چنتی یا چنواتی ہیں اور جو حسن ظاہر کرنے کے لیے دانتوں کو جھریدار بناتی ہیں اور جو خدا کی پیدائش میں ردّوبدل کرتی ہیں۔ (صحیحین)

[1] ترمذی اور ابوداؤد میں حضرت ابوذرؓ کی یہ حدیث لکھی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا سب سے بہتر چیز جس سے بڑھاپا بدل دیا جاتا ہے مہندی اور وسمہ ہے۔

[2] صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا یہود و نصاریٰ خضاب نہیں کرتے تو تم ان کی مخالفت کیا کرو (یعنی خضاب کیا کرو)

حضرت ابو عبیدہؓ فرماتے ہیں کہ تفامہ ایک گھاس ہے جس کے پھل اور پھول سفید ہوتے ہیں اور بڑھاپے کی سفیدی کو اس سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ مگر بقول ابن اعرابی کہ تفامہ ایک درخت ہے جو برف کی طرح سفید ہو جاتا ہے۔

سُرمہ لگانا:- سُرمہ طاق سلائیوں سے لگانا چاہیئے۔ کیونکہ انس بن مالکؓ کی روایت کے بموجب آنحضرت صلعم اپنی آنکھوں میں طاق سلائیوں سے سرمہ فرمایا کرتے تھے۔ طاق سلائیوں کی تعریف میں اکثر اختلاف ہے۔ انسؓ کا قول تو یہ ہے کہ آنحضرت اپنی دائیں آنکھ میں تین سلائیاں اور بائیں میں دو سلائیاں کر لگایا کرتے تھے۔ مگر ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں آنحضرت اپنی دونوں آنکھوں میں تین تین سلائیاں فرمایا کرتے تھے۔

بالوں میں تیل لگانا:- ایک دن چھوڑ کر دوسرے دن بالوں میں تیل لگانا چاہیئے۔ کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کے مطابق آں حضرت صلعم نے روزانہ تیل لگانے سے منع فرمایا ہے اور حکم دیا ہے کہ ایک دن چھوڑے بغیر تیل نہ لگایا جائے اور کنگھی بھی ایک دن چھوڑ کر دوسرے دن کرے[1]۔ بالوں کو روغن بنفشہ لگانا زیادہ افضل ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں آنحضرت صلعم نے فرمایا روغنِ بنفشہ کو دوسرے روغنوں پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح مجھے دوسرے لوگوں پر۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف میں حضرت انسؓ کی ایک حدیث بیان ہوئی ہے کہ آنحضرت صلعم سر میں کثرت سے تیل ڈالا کرتے تھے اور داڑھی میں بہت کنگھی کیا کرتے تھے۔

باب ۳ سفر و حضر، مکروہات، گھروں میں داخلے کے آداب

دائیں بائیں ہاتھ کا استعمال ـــــ آداب شرب و طعام

سفر اور قیام

سفر اور قیام دونوں صورتوں میں انسان کو اللہ پر توکل رکھنا مستحب ہے۔ ان سات امور سے کبھی خالی نہیں رہنا چاہیئے۔

سفر اور حضر:-

۱۔ اپنے آپ کو پاک اور ستھرا رکھے۔ ـــــ ۲۔ سُرمے کا استعمال کرے۔ ـــــ ۳۔ کنگھی کرے۔
۴۔ مسواک کرے ـــــ ۵۔ اپنے پاس قینچی رکھے۔

۶۔ اپنے پاس مدر رکھے (مدر ایک لکڑی کا نام ہے جسے صوفیائے عرب اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ اس سے پھر دیگر ضرر پہنچانے والی چیزوں کو دُور کرتے ہیں۔ بوقتِ ضرورت اسی سے بدن کو کھجا بھی لیتے ہیں)

۷۔ روغن کا شیشہ (اس شیشے کا رکھنا آنحضرت صلعم کے فعل سے موافقت کرنا ہے، کیونکہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، ایسا کبھی اتفاق نہیں ہوا کہ آنحضرت صلعم نے سفر یا قیام میں روغن کے شیشہ کو اپنے پاس سے الگ کیا ہو)

مکروہ عادتیں

مکروہ عادتیں:- یہ عادتیں مکروہ ہیں:- سیٹی بجانا۔ تالی بجانا۔ نماز میں انگلیاں چٹخانا۔ گانا سنتے وقت خواہ مخواہ وجد میں آکر کپڑے پھاڑنا (حقیقت وجد میں آجائے اسے روکنا نہیں چاہیئے)۔ سرِ راہ کھانا۔ مجلس میں پاؤں پھیلا کر یا تکیہ لگا کر بیٹھنا۔ (کیونکہ اس سے اپنی بڑائی اور دوسروں کی ہتک کا اظہار ہوتا ہے) اگر کسی عذر یا مجبوری کے باعث ایسا جائے تو مضائقہ نہیں۔ لمبا لباس پہننا۔ مصطگی چبانا۔ منہ کھول کر یا قہقہہ لگا کر ہنسنا۔ بے ضرورت چلانا اور چیخنا۔

راستہ چلتے وقت اس طرح نہ چلے، جیسے بے لگام ہو کر دوڑتے ہیں۔ اس سے دوسروں کو دھکا لگتا ہے۔ اور چلنے والے کی سانس بھی پھول جاتی ہے۔ چال میں تکبّر نہ کرے۔ بلند آواز سے رونا بھی مکروہ ہے۔ ہاں خدا کے خوف سے اس طرح رونے میں کوئی حرج نہیں۔

لوگوں میں بیٹھ کر بدن کا میل کچیل دُور کرنا، پاخانہ، حمام یا اس قسم کی دوسری نجس جگہوں میں گفتگو کرنا، ایسی جگہوں میں کسی کو سلام کرنا یا کسی کے سلام کا جواب دینا، لوگوں کے درمیان ننگے سر رہنا (جیسے ڈھانپنے کی لوگوں کو عادت ہو چکی ہو) یہ سب باتیں مکروہ ہیں۔ عورت کو ننگے سر رہنا تو قطعی حرام ہے۔

ہر حال میں اللہ کے سوا کسی عزیز یا دوسرے شخص کی قسم کھانی مکروہ ہے۔ صرف اللہ ہی کی قسم کھائے ورنہ چپ رہے آنحضرت

صلعم کا یہی حکم ہے۔

گھر کے اندر داخلے کے آداب

داخلہ کے آداب :- کسی کے گھر میں جانے کا ارادہ ہو تو چاہیئے کہ دروازے پر کھڑا ہو کر "السلام علیکم" کہے اور پوچھے۔ کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ ایک بار بنی عامر کا ایک شخص آنحضرتؐ کے گھر آیا۔ دروازہ پر کھڑا ہو کر اندر آنے کی اجازت مانگی۔ اس وقت آنحضرت صلعم گھر پر موجود تھے۔ آپ نے خادم سے فرمایا باہر جا کر اس شخص کو بتا دو کہ اندر آنے کی اجازت کس طرح مانگتے ہیں۔ خادم نے جا کر اس سے کہا، کہو السلام علیکم یارسولؐ اللہ، میں حاضر ہوں۔ اس شخص نے اسی طرح کہا۔ تب آنحضرتؐ نے اسے اندر آنے کی اجازت دیدی۔

دروازے پر جا کر پکارنے والے کو چاہیئے کہ دروازے کی طرف پیٹھ کر کے زیادہ دور نہ کھڑا ہو، اس طرح آواز صحیح طور پر سنائی نہیں دیتی۔ پھر آواز دے کر جواب کا انتظار کرے۔ تین بار پکارے۔ اگر جواب نہ ملے تو واپس چلا جائے۔ اگر پکارنے والے کو اس بات کا یقین ہو کہ صاحبِ خانہ گھر کے اندر کام کاج میں مصروف ہے اور مصروفیت کی وجہ سے اس نے تینوں آوازیں نہیں سنیں تو پھر تین سے زائد مرتبہ بھی پکار سکتا ہے۔ اور دلیل یہ ہے کہ ابو سعیدؓ روایت کرتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا، گھر میں داخل ہونے کے لیے تین دفعہ اجازت مانگنی چاہیئے۔ اگر اجازت ملے تو اندر جائے، ورنہ واپس ہو جائے۔ اس ضمن میں اپنوں، بیگانوں سب کے لیے ایک سا حکم ہے۔ خواہ ماں ہو یا اس کی مانند کوئی اور۔ وجہ یہ ہے کہ ایک شخص نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ میں اپنی ماں کے گھر میں داخل ہوتے وقت بھی اجازت طلب کروں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ اس شخص نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ میں اپنی ماں کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا تب بھی اجازت لے کر اندر جاؤ۔ اس شخص نے عرض کیا، میں تو اپنی ماں کا خادم ہوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، تب بھی اجازت لے کر اندر جایا کرو، کیا تو چاہتا ہے کہ اپنی ماں کو برہنگی کی حالت میں دیکھے؟

اگر گھر میں بیوی یا لونڈی (جو اس پر مباح ہو) ہو تو پھر اجازت لینے کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ اگر وہ برہنہ ہوں، تب بھی انھیں دیکھ لینا جائز ہے۔[1]

مناسب یہ ہے کہ گھر میں داخل ہوتے وقت جوتے کی آواز نکالے، تاکہ گھر والے اس کی آمد سے باخبر ہو جائیں۔ امام احمدؒ کتاب منہی میں لکھتے ہیں کہ آدمی گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرے۔ اس سے گھر میں نیکیوں کا ورود ہوتا ہے۔ اسی طرح حدیث میں آیا ہے۔ ان تمام آداب کا ذکر گھر میں داخلے کے باب کے ماتحت لکھا جائے گا۔

آدمی باہر سے آئے تو رات کے وقت گھر میں داخل نہ ہو۔ اس لیے کہ رات کے وقت اہلِ خانہ کے پاس جانے سے آنحضرت

---

[1] اپنے ہی گھر میں داخل ہونے کی اجازت لینا اس لیے بھی ضروری ہے کہ بعض اوقات گھر میں دوسری عورتیں بھی ہوتی ہیں جو کہیں سے ملنے کے لیے آئی ہوتی ہیں۔ اور اچانک داخل ہونے سے ان پر نظر پڑ سکتی ہے۔

صلعم نے منع فرمایا ہے۔

دوسرے کے گھر میں اجازت ملنے پر جائے تو وہ جس جگہ بٹھائے اسی جگہ بیٹھنا چاہیئے۔ خواہ گھر والا کافر یا ذمی ہی کیوں نہ ہو۔ اگر اتفاق سے وہاں ایسی جماعت بیٹھی ہو جو کھانا کھا رہی ہو تو جب تک صاحب خانہ اپنی خوشی سے اسے کھانے میں شریک ہونے کے لیے نہ کہے خود شریک نہ ہو جائے۔

داہنے اور بائیں ہاتھ پیروں کا استعمال

کھانا کھانے، پانی پینے، مصافحہ کرنے اور وضو کرنے کے موقعوں پر ہمیشہ داہنے ہاتھ سے شروع کرے۔

داہنا ہاتھ اور پیر:۔ جوتا اور کپڑا دائیں پاؤں سے پہنا جائے۔ مقدس مقامات، مسجدوں وغیرہ میں داخل ہوتے وقت پہلے داہنا پیر اندر رکھے۔ گندگی ہمیشہ بائیں ہاتھ سے دور کرے۔ مثلاً ناک صاف کرنا، استنجا کرنا، غلاظت دھونا وغیرہ۔ اگر کوئی مجبوری ہو یعنی بایاں ہاتھ کام نہ کرتا ہو یا کٹ چکا ہو تو پھر داہنے کا استعمال جائز ہے۔ ایک ہی جوتا پہن کر نہیں چلنا چاہیئے۔ ہاں اگر ایک جوتا پہن لیا ہے اور دوسرا جوتہ فاصلے پر رکھا ہے اسے لینے کے لیے ایک جوتا پہن کر چلے تو روا ہے۔

کسی شخص کو خط یا فرمان وغیرہ داہنے ہاتھ سے دینا چاہیے۔ ایسے شخص کے ساتھ چلنا پڑے جو عزت اور مرتبہ میں اس سے زیادہ ہو تو اس کے داہنی طرف چلے، جیسے نماز میں امام کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے۔ اور اگر مرتبہ میں کم ہے تو اس کے بائیں طرف چلے۔ بزرگوں کا قول ہے کہ ہر حال میں داہنی طرف چلنا زیادہ مناسب ہے تاکہ بائیں طرف تھوکنے کی ضرورت ہو تو تھوک بھی سکے۔

اطراف:۔

آدابِ شُرب و طعام

کھانے کی ابتدا:۔ کھانے پر بیٹھتے وقت پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لے یعنی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہے اور کھانے سے فارغ ہونے پر اللہ کا شکر ادا کرے۔ پانی پیتے وقت بھی یہی عمل کرے۔ اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اسے یاد کر کے کھایا پیا جائے تو اس میں برکت ہوتی ہے اور شیطان دور رہتا ہے۔

آپس میں مل کر کھانا:۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ صحابہؓ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ ہم کھاتے ہیں مگر ہمارا پیٹ نہیں بھرتا۔ آپؐ نے جواب دیا تم الگ الگ ہو کر کھاتے ہو۔ صحابہ نے اعتراف کیا۔ تب حضور صلعم نے فرمایا۔ تم لوگ آپس میں مل جل کر کھایا کرو، اور کھانے سے پہلے "بسم اللہ" کہہ لیا کرو۔ اس طرح برکت ہوتی ہے اور سیری بھی ہو جایا کرو گے۔

آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے جب آدمی گھر میں داخل ہوتے وقت یا کھانا کھاتے وقت اللہ کا نام لیتا ہے تو شیطان اپنی

لہ آنحضرت صلعم کا ایک ارشاد ہے کہ کوئی شخص بائیں ہاتھ سے نہ کھائے پیئے۔ اس لیے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔ (مسلم)

اولاد سے کہتا ہے کہ اب نہ تو تم لوگ اس گھر میں رات رہ سکو گے نہ ہی کھانے میں شریک ہو سکو گے۔ اب یہاں سے بھاگو۔ اس کے برعکس جب کوئی شخص گھر میں داخل ہوتے وقت یا کھانا کھاتے وقت اللہ کا نام نہیں لیتا تو شیطان اپنی اولاد سے کہتا ہے کہ تم اس گھر میں رات بھر رہنے کے لیے جگہ حاصل کر لی اور رات کے کھانے میں بھی اہل خانہ کے ساتھ شریک ہو سکو گے۔

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ ہم کھانے کے وقت آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؐ کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے۔ جب تک حضورؐ کھانے کے لیے ہاتھ نہ بڑھا لیتے ہم میں سے کوئی اپنا ہاتھ نہ بڑھاتا۔ ایک روز کھانے کے وقت ہم آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر تھے، اتنے میں ایک اعرابی لوگوں کو ہٹاتا ہوا وہاں تک آپہنچا۔ اور چاہا کہ کھانے میں ہاتھ ڈالے۔ آنحضرت صلعم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر ایک لڑکی آئی اس نے بھی (بغیر اجازت) کھانے میں ہاتھ ڈالنا چاہا۔ آنحضرت صلعم نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ اور فرمایا جس کھانے پر اللہ تعالےٰ کا نام نہ لیا جائے شیطان اسے اپنے لیے حلال سمجھ لیتا ہے۔ شیطان اس اعرابی کو لایا تاکہ اس کے ساتھ مل کر کھانا کھائے۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر اس لڑکی کو اس غرض سے لایا۔ میں نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، ان دونوں کے ہاتھوں کے ساتھ شیطان کا ہاتھ بھی میرے ہاتھ میں ہے۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا اگر کوئی شخص کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ کہنا بھول جائے تو یاد آنے پر کہے "بسم اللہ فی اولہ و اٰخرہ"

کھانے کے آداب:- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ کھانا نمک سے شروع کرے اور نمک پر ہی ختم کرے (نمکین کے علاوہ کسی اور دانہ کا کھانا بھی سامنے رکھا ہو تو شروع نمکین سے کرے اور ختم بھی اسی سے) نوالہ داہنے ہاتھ سے اٹھائے اور چھوٹا نوالہ لے۔ نوالہ اچھی طرح چبا کر تھوڑا تھوڑا کر کے حلق سے اتارے۔ اگر ایک ہی پیالہ میں کھانا ہو تو اپنے سامنے اور قریب سے کھائے اگر ایک سے زائد برتنوں میں ہو تو پھر دوسرے برتنوں کی طرف ہاتھ بڑھانے میں کوئی مضائقہ نہیں اگر کئی طرح کے پھل اور میوے سامنے رکھے ہوں تو پھر ادھر سے اٹھا لینے میں بھی کچھ ہرج نہیں۔

کھانا ایک کنارے سے کھائے۔ درمیان یا دوسرے سرے پر ہاتھ نہ ڈالے۔ اگر ثرید ہے یعنی شوربے میں بھیگی ہوئی روٹی ہے تو تین انگلیوں سے کھائے۔ کھانے یا پانی کے برتن میں پھونک نہ مارے (ٹھنڈا کرنے کی غرض سے) اگر کھانے پینے کے دوران سانس رک جائے تو منہ سے پیالہ ہٹا کر سانس لے پھر کھائے۔ تکیہ لگا کر پینا درست نہیں، یہ مکروہ ہے۔ کھڑا ہو کر کھانا پینا جائز ہے مگر بعض اسے مکروہ کہتے ہیں۔ اس لیے بیٹھ کر کھانا پینا زیادہ افضل ہے۔ اگر ساتھ بیٹھے ہوؤں کو بھی پیالہ دینا ہو تو داہنی طرف سے شروع کرے۔

خورد و نوش کے برتن:- چاندی یا سونے کے برتنوں میں کھانا پینا ناجائز ہے۔ چاندی اور سونے کے قلعی شدہ برتنوں کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ اگر ایسے برتن میں کھانا پیش کیا جائے تو کھانے کو کسی دوسرے برتن میں الٹ لے جس میں کھانا جائز ہو، یا روٹی پر ڈال لے۔ جو شخص ایسے برتن میں کھانا ڈال کر لایا ہو اسے سرزنش کی جائے۔ ایسے برتنوں میں وضو کرنا بھی جائز نہیں۔ چاندی اور سونے کے گلاب پوش کا استعمال بھی منع ہے۔ جس جگہ ایسے برتن استعمال ہوتے ہیں وہاں کھانے کے

لیے نہ جائے۔ اگر اتفاق سے وہاں پہنچ گیا ہو تو واپس چلا آئے اور برتنوں کے مالک کو نرمی سے سمجھائے کہ اپنے گھر کو سونے چاندی کی چیزوں سے آراستہ کرنے کی بجائے ان چیزوں سے سجائے جن کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ حرام اور ممنوع چیزوں سے آراستہ نہ کرے۔ جو لذت اور ذائقہ گناہ کا باعث ہو وہ کبھی خوشگوار نہیں کہلا سکتا۔ ایسے لوگوں کے حق میں دعا کی جائے کہ تم پر اللہ کی رحمت ہو اور انھیں آنحضرتؐ کا ارشاد یاد دلایا جائے اور اس پر عمل کی تلقین کی جائے۔ آنحضرت کا ارشاد یہ ہے کہ جو آدمی سونے یا چاندی کے برتن میں کھائے یا ایسے برتن میں جس میں سونے چاندی کا کام کیا گیا ہو یعنی سونا بھی ہو اور چاندی بھی ہو تو وہ شخص اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ بھرتا ہے۔

متفرق آداب:- منہ میں ڈالا ہوا لقمہ ہرگز نہ نکالا جائے۔ مگر اشد مجبوری کے وقت یعنی گلے میں اٹک گیا ہو، زیادہ گرم ہو اور منہ جلائے جسے برداشت نہ کر سکے۔ کھانے کے وقت کسی کو چھینک آئے تو فوراً منہ ڈھانک لیا جائے اور کوشش کر کے کھانے سے دور چھینکے۔

کھانے والے کے پاس کوئی شخص کھڑا ہو تو اسے بٹھا دے۔ اگر وہ بیٹھنے سے انکار کرے یعنی لڑکا یا خدمت گار وغیرہ کھانا کھلانے یا پانی پلانے کے لیے کھڑا ہو تو اسے کھانے میں سے ایک عمدہ اور ذائقہ دار لقمہ دے۔ مستحب یہ ہے کہ برتن میں کچھ باقی نہ چھوڑے اور برتن کو بھی صاف کر دے۔ برتن کے اردگرد اگر تھوڑا سا کھانا منتشر صورت میں لگا ہو تو اسے بھی پونچھ کر کھائے۔ جو لوگ کھانے میں شریک ہوں ان کے ساتھ خوش کلامی کرنا چاہیے۔ تاکہ اگر وہ رنجیدہ ہیں تو رنج دور ہو جائے۔ اگر امیروں کے ساتھ کھائے تو ادب کو ملحوظ رکھے۔ اگر فقیروں کے ساتھ کھائے تو انھیں اپنے اوپر ترجیح دیتے ہوئے وہ چیزیں دے جو انھیں مرغوب ہیں۔ بھائیوں کے ساتھ خندہ پیشانی سے کھائے۔ عالموں کے ساتھ اس ارادے سے کھائے کہ ان کی پیروی کرے گا اور ان سے ادب سیکھے گا۔ اگر اندھوں کے ساتھ کھانا کھا رہا ہو تو انھیں کھانے میں پڑی ہوئی عمدہ چیزوں سے باخبر کر دے۔ تاکہ وہ نابینائی کے سبب اچھی شے کو ہاتھ ڈالنے سے محروم نہ رہ جائیں۔

ضیافت:- شادی کی دعوتِ ولیمہ قبول کرنا مستحب ہے۔ اگر کھانا چاہے تو کھائے ورنہ صاحب خانہ کے حق میں دعا کر کے بغیر کھائے بھی واپس آ سکتا ہے۔ کیونکہ جابر بن عبداللہ آنحضرت صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ دعوت میں بلایا جانے والا دعوت قبول نہ کرے تو وہ خدا اور اس کے رسولؐ کے حکم کی نافرمانی کرتا ہے۔ اگر کوئی بن بلائے چلا جائے تو وہ چور اور لٹیرا ہے۔

یہ احکام اس صورت میں ہیں کہ دعوت میں ممنوع اور غیر شرعی کام نہ ہوں۔ اگر ایسی دعوت میں جائے جہاں غیر شرعی چیزیں موجود ہوں تو واپس چلا آئے۔

اشیائے ممنوعہ:- ڈھول، بنسری، سارنگی، شہنائی، سرود، طنبورہ، شراب، ناچ گانا وغیرہ۔ یہ سب چیزیں حرام ہیں۔ ہاں نکاح کے وقت صرف دف بجائیں تو جائز ہے۔ مگر اس کے ساتھ گانا ناچنا مکروہ ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ (لوگوں میں بعض وہ ہیں جو بے ہودہ باتیں مول لیتے ہیں) بے ہودہ باتوں سے مراد سرود اور اشعار ہیں۔ آنحضرت صلعم کی بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ سرود یعنی گانا دل میں نفاق کا بیج اگاتا ہے۔ جس طرح سیلاب

سبزے کو اگاتا ہے۔

حضرت شبلیؒ سے لوگوں نے پوچھا کیا گانا سننا درست ہے؟ آپ نے فرمایا۔ گانا وہ چیز ہے جو سیدھی راہ سے گمراہ کر دیتا ہے۔ سرود اس لیے مکروہ ہے کہ اس سے طبیعت میں ولولہ اور نفسانی خواہش بیدار ہوتی ہے اور عورت کی طرف رغبت ہوتی ہے۔ بے عقلی، سُبکی، کمینگی اور کئی طرح کی نفسانی خواہشیں اس سے پیدا ہوتی ہیں۔ پس خدا اور روزِ جزا پر ایمان رکھنے والے کے لیے بہتر یہی ہے، اور سلامتی بھی اسی میں ہے کہ اللہ کی یاد میں مصروف رہے۔

ختنہ کے موقع پر دعوت کرنا جائز نہیں، اور جسے یہ دعوت دی جائے اسے قبول نہیں کرنی چاہیئے۔ کسی کی گری ہوئی چیز اٹھا لینا مکروہ اور لوٹنے کے برابر ہے۔ یہ کمین پن کی علامت ہے۔ جن دعوتوں میں آنحضرتؐ کے ارشاد کے مطابق یہ خرابی پائی جائے، ان میں شرکت مکروہ ہے، یعنی جس میں محتاجوں یا غریبوں کو نہ بلایا جائے اور امرا کو بلایا جائے۔ مگر دعوت شادی میں شرکت مکروہ نہیں۔

بزرگ اور صاحبِ علم کے لیئے یہ نہایت مکروہ فعل ہے کہ وہ کسی کی دعوت جھٹ قبول کرے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے، گویا وہ اسی انتظار میں بیٹھا تھا۔ اس سے حرص، ذلت اور کمینگی کا اظہار ہوتا ہے۔ خصوصًا ایسی دعوت کے بارے میں جو کسی حاکم کی طرف سے کی گئی ہو۔

کہا گیا ہے جس نے دوسرے کے برتن میں ہاتھ ڈالا وہ ذلیل ہوا، اگر کوئی شخص خواہ مخواہ اور طفیلی بن کر کسی کے ساتھ دعوت میں جائے تو اسے کھانا حرام ہے۔ یہ بے شرمی اور غضب کا باعث ہے۔ ایسے شخص نے دو گناہ کیے۔ ایک یہ کہ وہ ایسی دعوت کھانے کے لیے گیا جس کے لیے اُسے بلایا نہ گیا تھا۔ دوسرے صاحبِ خانہ کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر داخل ہوا۔

آدابِ مہمانی:- جب کوئی شخص کسی کے گھر مہمان بن کر جائے تو اہلِ خانہ کی پوشیدہ چیزوں کو نہ تاکے۔ نہ کوئی ایسی بات کرے جس سے گھر والے تنگ ہوں۔ کیسا ہی کھانا سامنے لایا جائے، اسے حقارت سے نہ دیکھے۔ ایسا کرنا بے ادبی ہے۔ جو لوگ ساتھ کھا رہے ہوں ان کے منہ کی طرف بھی نہ دیکھے۔ اس طرح وہ شخص دل میں شرم محسوس کرتا ہے۔ کھانے کے دوران ایسی باتیں کرے جسے دوسرے لوگ بُرا جانیں، نہ ہی ایسی بات کرے جس سے دوسروں کو ہنسی آئے، کیونکہ ہنسی میں گلے کے گھُٹ جانے کا ڈر ہوتا ہے۔ ایسی باتیں بھی نہ کرے جس سے دوسروں کو رنج پہنچے اور کھانا دشوار ہو جائے۔

کھانے سے قبل اور بعد دونوں ہاتھوں کا دھونا مستحب ہے۔ بعض نے کھانے سے قبل ہاتھوں کا دھونا مکروہ بتایا ہے البتہ بعد میں دھونے کو مستحب قرار دیا ہے۔ پیاز، لہسن اور کچا دھنیا کھانا مکروہ ہے۔ اس لیے کہ ان سے بُری بُو پیدا ہوتی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا جو شخص یہ بدبُودار سبزیاں کھائے وہ ہماری مسجدوں میں نہ آئے۔

اتنا زیادہ کھانا جس سے بدہضمی کا خوف ہو، مکروہ ہے۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ انسان سے کوئی ایسا پیالہ پُر نہیں ہوا جو اس کے پیٹ سے زیادہ بُرا ہو۔

کھانے کا مالک:- مہمان کو واجب نہیں کہ صاحبِ دعوت کی اجازت کے بغیر دوسرے آدمی کو جو ساتھ کھانے میں شریک ہو

کوئی نوالہ دے۔ وجہ یہ ہے کہ جو شخص دعوت کھاتا ہے وہ صرف اس لیے کھانے کا حقدار ہوتا ہے کہ وہ اس پر مباح ہے۔ اس لیے نہیں کہ وہ اس کا مالک ہے۔ دعوت کھانے سے انسان دعوت کا مالک نہیں بن جاتا۔ اکثر لوگوں نے اس بارے میں کہ کھانا اس شخص کی ملکیت میں آجاتا ہے جو اسے کھا رہا ہو، اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ صرف اسی قدر کھانا جو کھانے والے کے منہ میں جاکر پیٹ میں چلا جاتا ہے، اس کی ملکیت ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ کھانے والے (مہمان) کھانے کا مالک ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ کھانا اللہ ہی کی ملکیت اور اس کی نعمت ہے۔ جب کھانا لاکر رکھا جائے تو اجازت لینے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ ہاں اگر اس شہر میں یہ دستور ہو کہ مہمان اجازت لے کر کھانا شروع کرتا ہے، تب اجازت لینا ضروری ہے۔

کھاتے وقت کے آداب:- منہ سے کوئی چیز نکال کر دوبارہ پیالہ میں نہ ڈالنا چاہیئے۔ کھاتے وقت خلال نہ کرنا چاہیئے۔ یہ دونوں امور مکروہ ہیں۔ ہاتھ روٹی کے ساتھ صاف نہیں کرنا چاہئیں۔ نہ ہی روٹی کو دکھانے یا شوربے سے خراب کرنا چاہیئے۔ ایک کھانے کو دوسرے کھانے کے ساتھ نہ ملائے۔ کیونکہ اکثر لوگ اس سے کراہت کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کھانوں کو ملا کر کھانے کا عادی یا شوقین ہو تو (ایسے موقعہ پر) وہ اپنے اوپر جبر کرے اور کھانوں کو نہ ملائے۔

مہمان کے لیے مناسب نہیں کہ کھانے کی برائی کرے، اور نہ دعوت دینے والے کو اپنے کھانے کی تعریف کرنا چاہیئے۔ وہ قیمتی بتائے، کیونکہ یہ کم ظرفی ہے۔ ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے کبھی کسی کھانے کی تعریف یا برائی نہیں فرمائی ہے[1]

کھانے والا خود سیر ہو چکا ہو تب بھی اپنا ہاتھ کھانے سے اس وقت تک نہ ہٹائے جب تک دوسرے لوگ اپنا ہاتھ نہ ہٹالیں[2] ہاں اگر دوسرے لوگ اسے اجازت دے دیں تو اپنا ہاتھ ہٹا سکتا ہے۔ کھانے والے سب لوگ ایک ہی برتن میں ہاتھ دھوئیں۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ تم آپس میں تفرقہ مت کرو (یعنی الگ الگ ہو کر کام نہ کرو) اگر الگ الگ کروگے تو تمہاری جمعیت پراگندہ ہو جائے گی۔ ایک روایت یہ بھی ہے حضورؐ نے فرمایا۔ جب تک طشت (جس میں ہاتھ دھوئے جائیں) پانی سے نہ بھر جائے اسے نہ اٹھاؤ۔

کھانے کی چیزوں سے ہاتھ دھونے یا صاف کرنے کی بھی ممانعت ہے جیسے آٹا، لوبیا، مسور وغیرہ۔ ایک روایت میں ہے کہ ہاتھوں کو بھوسے سے مل کر دھویا جائے[3]۔ کھجوریں کھاتے وقت ایک ہی بار دو کھجوریں منہ میں نہ رکھنا چاہئیں آنحضرت صلعم نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ بشرطیکہ دوسرے لوگ بھی ساتھ کھانے میں شریک ہوں۔ ہاں اکیلے کھا رہا ہو تو مضائقہ نہیں، یا کھانے کا مالک خود ہو۔

---

[1] اگر کھانا برا لگتا یا آپ کو ناپسند ہوتا تو آپ زیادہ سے زیادہ اتنا کرتے کہ اسے نہ کھاتے۔ مگر مذمت کبھی نہ بیان فرماتے تھے۔

[2] مقصد یہ کہ آہستہ آہستہ کھائے تاکہ دوسرے بھی اسے دیکھ کر کھاتے رہیں۔ جلدی سے پیٹ بھر کر الگ نہ ہو بیٹھے۔ اس طرح دوسرے لوگ کھانے میں ہچکچاتے ہیں حالانکہ انھیں کھانے کی حاجت ہوتی ہے۔

[3] آج کل اس کی جگہ صابن بھی کام دے سکتا ہے۔

مہمان کے لیے مناسب نہیں کہ یہ کہے میرے لیے فلاں کھانا بناؤ، جو کچھ میزبان سامنے رکھ دے وہی کھائے۔ فرمائش کرنا میزبان پر بوجھ ڈالنا اور اسے پریشان کرنا ہے۔ حضور صلعم کا ارشاد ہے میں خود اور میری امت کے پرہیزگار دوسروں کو تکلیف میں ڈالنے سے بیزار ہیں۔

اگر میزبان خود پوچھے کہ کیا چیز کھاؤ گے؟ تو ایسی صورت میں مہمان اپنی پسند بتا سکتا ہے۔ کسی حلال صورت میں کوئی تحفہ پیش کیا جائے تو اسے رد کرنا مکروہ ہے۔ خواہ ادنیٰ ہو۔ یہ بھی مناسب ہے کہ تحفہ لینے والا تحفہ کا عوض دینے کی کوشش کرے۔ ایسا نہ کر سکے تو تحفہ دینے والے کے حق میں دعائے خیر ضرور کرے۔

کھانے میں کسی شے کا گر جانا:- اگر کھانے کی کسی ایسے شے میں جو مائع، تر یا بہنے والی ہو کوئی ایسی چیز جا پڑے جس میں خون جاری ہو تو کھانا ناپاک ہو کر حرام ہو جاتا ہے۔

اگر کھانے میں پانی کی ملاوٹ نہ ہو بلکہ خشک ہو تو جو چیز کھانے میں پڑی ہے، اسے نکال دیا جائے، اس کے آس پاس جو کھانا ہے وہ بھی الگ کر دے۔ باقی کھالے۔ اگر کھانے میں گرنے والی چیز سے خون تو جاری نہ ہو مگر وہ چیز زہریلی ہو جیسے سانپ بچھو وغیرہ تو ایسی صورت میں بھی حرام ہو جائے گا۔ یہ اس ڈسے کہ کہیں ضرر نہ پہنچے۔

اگر کھانے میں مکھی گر جائے تو اسے ڈبو کر نکال پھینکے۔ اگر مکھی مر جائے تب بھی کھانا ناپاک نہیں ہوتا۔ اسے کھانا درست ہے۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے اگر کھانے کے برتن میں مکھی گر جائے تو اسے غوطہ دے کر نکال پھینکو۔ غوطہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ مکھی کے ایک پر میں بیماری ہوتی ہے اور وہ اپنے آپ کو اسی پر کے بل گراتی ہے۔ دوسرے پر میں (اسی بیماری کی) شفا ہوتی ہے۔ چنانچہ غوطہ دینے پر بیماری کا اثر دور ہو جاتا ہے، کیونکہ ساتھ ہی تریاق کا بھی اثر ہوتا ہے۔

کھانے کے اول و آخر:- کھانے اور پینے سے پہلے "بسم اللہ" پڑھنا چاہیئے۔ اور فارغ ہونے پر "الحمد للہ" کہنا چاہیئے۔

آداب کی تعداد:- مختصر یہ کہ کھانے پینے کے بارہ آداب ہیں جن میں سے چار فرض ہیں، چار سنت اور چار مستحب۔

فرائض:- (۱) یہ جاننا کہ جو کچھ کھایا یا پیا جا رہا ہے کہاں سے آیا ہے۔ کسب حلال ہے یا کسب حرام؟
(۲) بسم اللہ پڑھنا (۳) خوشی محسوس کرنا۔ (۴) اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لانا۔

سنن و احکام:- (۱) بائیں پاؤں پر بیٹھنا (۲) تین انگلیوں سے کھانا (۳) اپنے سامنے سے کھانا۔
(۴) کھانا کھانے کے بعد اپنی انگلیوں کو جو کھانے سے لتھڑی ہوئی ہیں چاٹ کر صاف کر لینا۔

مستحب:- (۱) لقمہ چھوٹا رکھنا اور خوب چبا کر کھانا (۲) لوگوں کے منہ کی طرف نہ دیکھنا۔ (۳) روٹیوں کو دسترخوان پر بچھا کر ان پر سالن ڈالنا۔ (۴) تکیہ لگائے یا پیٹ کے بل اوندھا لیٹ کر کھانے سے پرہیز کرنا۔

روزہ دار شخص کسی دوسرے کے گھر روزہ کھولے تو یہ دعا پڑھے۔

افطار روزہ:- اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَتَنَزَّلَتْ عَلَيْكُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَهَدَانَا وَمِنَ الضَّلَالَةِ
وَفَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَهٗ تَفْضِيْلًا۔ اَللّٰهُمَّ اشْبِعْ جِيَاعَ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمْ وَالْبِسْ عَارِيَهَا وَعَافِ مَرْضَاهَا وَرُدَّ غَائِبَهَا وَاجْمَعْ شَمْلَ اَهْلِ الدَّارِ وَارْزُقْهُمْ وَاجْعَلْ دُخُوْلَنَا بَرَكَةً وَخُرُوْجَنَا مَغْفِرَةً وَاٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ۝

یعنی — جو روزہ دار تمہارے گھر میں روزہ افطار کریں، اور تمہارا کھانا کھائیں گے، وہ تمہارے لیے رحمت کا باعث ہوگا۔ فرشتے تم پر درود بھیجیں گے، اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں کھلایا، اور پانی عطا فرمایا، ہمیں مسلمان کیا، اور گمراہی سے پھیر کر سیدھی راہ دکھائی۔ اپنی بہت سی مخلوقات پر ہمیں ایسی بزرگی دی جیسا کہ بزرگی کا حق تھا۔ یا اللہ! اپنے پیغمبرؐ کی اُمت کے بھوکوں کو سیر کردے، اس کی اُمت کے ننگے لوگوں کو کپڑا پہنا دے! اس کی اُمت کے بیماروں کو تندرستی عطا کر، جو لوگ اُمّت سے الگ ہوگئے ہیں، انھیں واپس لے آ! صاحب خانہ کی پریشانیوں کو دُور کردے! ان پر ان کا رزق نازل فرما! ہمارے آنے کو برکت والا بنا دے! اور اس گھر میں ہمارے آنے کے سبب برکت عطا فرما! ہمارے جانے کے سبب بخشش فرما دے! دنیا و آخرت میں ہمیں نیکی عطا فرما! اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان! اپنی رحمت کے بدلے ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا!

باب ۴ آدابِ حمام - برہنگی - انگوٹھی - بیت الخلا جانا
پوشیدہ جگہ کی صفائی ـــــ طہارت کے بُرے

حمام

حمام کا بنانا، بیچنا، خریدنا یا کرایہ پر دینا۔ یہ سب امور مکروہ ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ حمام میں ستر نہیں رہ سکتا، بلکہ

مکروہاتِ حمام :- عموماً برہنگی ہی دیکھنے میں آتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا حمام بُری جگہ ہے اس لیے کہ اس میں لوگوں کی شرم اُٹھ جاتی ہے اور اس میں قرآن نہیں پڑھا جاتا، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو حمام سے پرہیز کیا جائے۔ شدید مجبوری کے بغیر حمام کا رُخ نہ کیا جائے۔

روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر حمام میں جانا مکروہ خیال کرتے تھے، اور فرماتے تھے۔ حمام میں جانا عیش کی تازگی ہے۔ حسن، اور ابن سیرین بھی حمام میں نہیں جایا کرتے تھے۔ ابن احمدؒ کہتے ہیں میں نے اپنے والد کو کبھی حمام میں جاتے نہیں دیکھا

حمام کے آداب :- اگر کسی شخص کو شدید مجبوری کے باعث حمام میں جانا ہی پڑ جائے تو پاجامہ پہن کر جائے اور جن اعضا کو ڈھانپنا فرض ہے (لوگوں کے) ان اعضا کی طرف نظر نہ کرے۔ بہتر یہ ہے کہ حمام میں اس وقت جائے جب دوسرے لوگ وہاں نہ ہوں۔ رات کا وقت زیادہ مناسب ہے کہ اس وقت وہاں کم لوگ ہوتے ہیں۔

حمام میں جانے کے متعلق امام احمدؒ سے پوچھا گیا تو جواب دیا۔ کہ اگر حمام کے اندر نہانے والے لوگوں نے کپڑا باندھ رکھا ہو تو وہاں چلا جائے، ورنہ نہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں آنحضرت صلعم نے فرمایا حمام بُری جگہ ہے، نہ اس میں لوگ کپڑا پہنتے ہیں۔ نہ اس کا پانی پاک ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ حمام میں چلو اور احد پہاڑ کے برابر سونا بھی دے تب بھی حمام جانا میں اچھا نہیں سمجھتی۔ جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور روزِ جزا پر ایمان رکھتا ہے اسے کپڑا باندھے بغیر حمام میں نہیں جانا چاہیئے۔ اگر عورتیں حمام میں جانا چاہیں تو انھیں شرطوں کے ماتحت جا سکتی ہیں۔ جو مردوں کے ضمن میں بیان کی گئی ہیں۔ یا کوئی ایسا عذر ہو، جس کے باعث حمام جانا ضروری ہو، مثلاً بیماری یا حیض و نفاس کے سبب۔

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں آنحضرت صلعم نے فرمایا اے میری امت کے لوگو! تمھارے لیے عجم کا ملک فتح کیا جائے گا، اور اس میں تم ایک ایسا گھر پاؤ گے جسے حمام کہتے ہیں، پس تم سے کوئی شخص کپڑا باندھے بغیر ان گھروں میں نہ جائے۔ اور عورتیں بیماری یا نفاس کے سبب کے علاوہ نہ جایا کریں۔

حمام میں جانے والا نہ وہاں سلام علیکم کہے، نہ قرآن کریم پڑھے، جیسا کہ حضرت علیؓ کی حدیث میں اوپر لکھا گیا ہے۔

برہنگی

برہنگی :- بہ وقتِ غسل یا کسی بھی موقع پر ننگا ہونا منع ہے۔ ابوداؤد میں بہز بن حکیم اپنے دادا سے مروی ہیں۔ کہ انھوں نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا برہنہ شخص کو اپنی برہنگی کس سے چھپانی چاہیے ؟ آپؐ نے فرمایا اپنی عورت اور لونڈی[1] کے سوا سب سے چھپائے۔ پھر پوچھا گیا۔ اگر ایک جماعت میں سے بعض کے پاس کپڑے ہوں اور بعض کے پاس نہ ہوں (وہ برہنہ ہوں) تو کیا کریں ؟ حضورؐ نے فرمایا ننگے آدمیوں کو چاہیئے کہ اپنے ستر کو دوسروں کے کپڑوں سے ڈھانپ لیں۔ پھر پوچھا گیا اگر ایک کے پاس کپڑا ہو اور باقی سب کے پاس نہ ہوں تو پھر ؟ حضورؐ نے فرمایا پھر وہ خدا سے شرم کریں، جس سے شرم کی جاتی ہے۔ سب سے زیادہ شرم کے لائق وہی ہے۔

ابوداؤد، ابوسعید خدری سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کوئی مرد دوسرے مرد کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے، نہ کوئی عورت دوسری عورت کی شرمگاہ کی جانب نظر کرے۔ نہ ہی مرد ایک کپڑے میں ننگے اکٹھے ہوں۔ اور نہ دو عورتیں ایک ہی کپڑے میں سوئیں۔ تنہائی کی جگہ میں بھی تہ بند کے بغیر نہ نہائیں۔ ننگا نہانا مکروہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ابوداؤد، عطا بن یعلیٰ بن امیہ سے روایت کرتے ہیں آنحضرت صلعم نے ایک شخص کو جو تہ بند پہنے بغیر نہا رہا تھا، دیکھ لیا۔ پھر آپ ممبر پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر حمد و ثنا کے بعد فرمایا، اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ پوشیدہ ہے اور وہ حیادار ہے۔ وہ پوشیدگی اور حیا کو عزیز رکھتا ہے۔ لہٰذا واجب ہے، کہ جو کوئی غسل کرے، وہ تہ بند باندھ کر غسل کرے۔ جو آدمی دریا یا تالاب میں غسل کرنا چاہے، یا کسی اور کے لیے ایسی جگہ سے پانی لانا چاہے تو وہ بھی تہ بند باندھے۔ امام حسنؒ فرماتے ہیں کہ پانی کے اندر بھی مخلوق ہے اور بہتر انسان ہی ہے جو پانی کے اندر رہنے والی مخلوق سے بھی اپنا ستر ڈھانپ لے۔

امام احمد سے ایک روایت میں آیا ہے برہنہ ہو کر پانی میں داخل ہونا مکروہ نہیں" بلکہ جائز ہے۔ کسی نے امام صاحب سے پوچھا جو شخص شہر میں ننگا نہا رہا ہو اور کوئی اسے نہ دیکھے، تو اس کے لیے کیا حکم ہے ؟ آپ نے جواب دیا۔ اس طرح نہانے میں کوئی ہرج نہیں، تاہم بہتر یہی ہے کہ پانی میں جائے تو تہ بند باندھ کر جائے۔

انگوٹھی

آنحضرتؐ کی انگوٹھی :- ابوداؤد حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں، آنحضرتؐ نے ایک مرتبہ اہلِ عجم کو خط لکھنا چاہا۔ تو اکثر اصحاب نے کہا کہ عجمی لوگ صرف اسی خط کو پڑھتے ہیں جس پر مُہر لگی ہو۔ بے مُہر خط کو نہیں پڑھتے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس پر "محمد رسول اللہ" کندہ کرایا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں آنحضرت صلعم کی انگوٹھی چاندی کی تھی، جس میں نگینہ بھی چاندی ہی کا تھا۔ حضرت انسؓ ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضورؐ کی انگوٹھی تو چاندی کی تھی مگر

---

[1] جو مباح ہو۔

اس کا نگینہ جس پر "محمد رسول اللہ" کندہ تھا، وہ خرمہرہ یا حبشی عقیق کا تھا۔

ابو داؤدؒ نافعؒ سے اور وہ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے اپنی انگوٹھی سونے کی بنوائی تھی جس میں چاندی کا نگینہ تھا۔ اور اس نگینہ پر "محمد رسول اللہ" کندہ تھا۔ حضورؐ کا معمول تھا کہ نگینہ کا رُخ ہمیشہ اپنی ہتھیلی کی جانب رکھتے تھے۔ آپ کے زمانے میں اور لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوا کر پہنیں، سو جب آپؐ نے دوسرے لوگوں کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھیاں دیکھیں تو اپنی انگوٹھی کو اتار کر پھینک دیا اور فرمایا میں اب اسے کبھی نہ پہنوں گا۔[1]

اس کے بعد آپؐ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی، اس پر "محمد رسول اللہ" کندہ کرایا۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد یہی انگوٹھی حضرت ابوبکرؓ نے پہنی۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ نے، ان کے بعد حضرت عثمانؓ نے۔ بالآخر یہ انگوٹھی چاہ اریسؔ[2] میں گر گئی۔ اور اسی میں رہی۔

انگوٹھی:- لوہے اور پیتل کی انگوٹھی کا پہننا مکروہ ہے۔ اس لیے کہ ابو داؤد، عبداللہ بن بریدہؓ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں ایک شخص آیا جس نے پیتل کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ حضورؐ نے اس سے فرمایا تیرے اندر سے بتوں کی بو آ رہی ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا میرے پاس اور تو کوئی شے نہیں البتہ پیتل کی ایک انگوٹھی ہے اسے میں پھینک دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے انگوٹھی اتار کر پھینک دی۔

ایک مرتبہ پھر وہی شخص آنحضرت صلعم کے پاس آیا۔ تو اس نے لوہے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ حضورؐ نے انگوٹھی دیکھ کر فرمایا مجھے تم پر دوزخیوں کا لباس نظر آتا ہے۔ اس نے فوراً وہ انگوٹھی بھی اتار کر پھینک دی۔ اور پوچھا، حضور میں کون سی انگوٹھی پہنوں؟ آپؐ نے فرمایا چاندی کی انگوٹھی پہن! جو تین ماشہ سے زیادہ وزن کی نہ ہو۔

انگوٹھی پہننے کا طریقہ:- درمیانی اور شہادت کی انگلی میں انگوٹھی پہننا مکروہ ہے۔ آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو ان انگلیوں میں انگوٹھی کے پہننے سے منع فرمایا تھا۔ بائیں ہاتھ کی چھنگلیا میں پہننا بہتر ہے۔ کیوں کہ ابو داؤدؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرتؐ اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے، جس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رہتا تھا۔ پہلے وقت کے اکثر نیک لوگوں نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے اور اس کے خلاف کرنے والے کو بدعت کہا ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ادب اور مستحب یہ ہے کہ چیزوں کو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر بائیں میں لیا جائے۔ انگوٹھی بائیں ہاتھ میں پہنی جائے تو وہ نگاہ میں رہتی ہے، کیونکہ اس پر خدا کا نام یا حرف لکھا ہوتا ہے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے آنحضرت صلعم داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ انگوٹھی کسی بھی ہاتھ میں پہنی جا سکتی ہے۔ بائیں میں پہنی جائے تو افضل ہے۔[3]

---

[1] نسائی کی ایک حدیث میں ہے کہ ابو موسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں آنحضرت نے فرمایا سونا اور ریشمی کپڑا میری امت کی عورتوں کے لیے حلال اور مردوں پر حرام کر دیا گیا۔

[2] چاہ اریس مدینہ کے ایک کنوئیں کا نام ہے۔ حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے یہ انگوٹھی اس کنوئیں میں گر گئی تھی۔ تب انھوں نے بعینہٖ اسی طرح کی انگوٹھی اور بنوا لی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اس انگوٹھی کی جستجو میں سارا پانی نکلوا دیا، مگر انگوٹھی نہ مل سکی۔

[3] مسلم کی ایک حدیث میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ

(باقی صفحہ ۹۶ پر)

بیت الخلا اور پوشیدہ جگہ کی صفائی

رفع حاجت کے لیے بیت الخلا میں جانے والے کو چاہیئے کہ اگر وہ انگوٹھی یا تعویذ پہنے ہے جس پر اللہ کا نام لکھا ہے تو اسے الگ کر کے جائے۔ داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں اندر رکھے اور کہے "بسم اللہ" (اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں) اس سے مراد یہ ہے کہ میں غلاظت اور شیطان سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

بیت الخلا میں داخلہ:-

آنحضرت صلعم نے فرمایا، نجس اور ناپاک جگہوں میں شیطان رہتے ہیں، اس لیے ایسی جگہوں میں شیطانوں سے اللہ کی پناہ مانگے۔ بلکہ شیطانوں کے علاوہ گندگی، میل کچیل اور نجاست ان سب چیزوں سے خدا کی پناہ مانگے[1]

پاخانے کا طریقہ:-

پاخانہ میں ننگے سر نہ جائے، بلکہ سر ڈھانپ کر جائے۔ تہ بند زمین کے نزدیک جانے پر اٹھائے۔ بیٹھتے وقت بائیں پیر پر زور ڈالے۔ کیونکہ اس طرح رفع حاجت میں آسانی رہتی ہے۔ فارغ ہونے سے قبل کسی سے بات نہ کرے۔ کسی بات کرنے والے یا سلام کرنے والے کا بھی جواب نہ دے۔ چھینک آنے پر دل میں اللہ کی حمد و ثنا بیان کرے۔ آسمان کی طرف نہ دیکھے۔ اپنی یا کسی دوسرے شخص کی غلاظت یا ہوا خارج ہونے پر نہ ہنسے۔

رفع حاجت کے لیے لوگوں سے دور فاصلے پر جائے۔ جس جگہ بیٹھے وہ نرم ہو، سخت جگہ نہ ہو ورنہ چھینٹیں اڑ کر اوپر پڑیں گی۔ ستر عورت پر کسی کی نگاہ نہ پڑنے دے۔ پیشاب کے بعد خشک کرنے کے لیے مٹی یا ڈھیلا نہ ہو (جگہ سخت اور کھردری ہو) تو زمین کے ساتھ ہی عضو کو رگڑ کر خشک کرے۔ اگر جنگل میں ہے تو قبلہ کی جانب منہ یا پیٹھ نہ کرے۔

پیشاب کرنا:-

سورج یا چاند کی طرف منہ کر کے پیشاب نہ کرے، نہ ہی کسی سوراخ میں پیشاب کرے۔ میوہ دار یا پھل دار درخت کے نیچے بھی پیشاب کرنا منع ہے، کیوں کہ سائے میں بیٹھنے والے مسافر کے کپڑے خراب ہوں گے، میوے دار درخت کے نیچے اس لیے نہ بیٹھے کہ اوپر سے میوہ گر کر نجاست سے آلودہ ہو جائے گا۔ راستے یا نہر کے گھاٹ میں بھی پیشاب نہ کرے۔ نہ دیوار کے سائے میں۔ ایسا کرنا موجب لعنت ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ ایسے موقع پر قرآن نہ پڑھے۔ یہ ممانعت کلام الٰہی کی پاکیزگی اور تعظیم کے باعث ہے، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، صرف بسم اللہ اور اعوذ باللہ کہہ سکتا ہے۔

فارغ ہونے پر کہے الحمد للہ الذی اذھب عنّی الاذیٰ وعافانی عفر انک (سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے غلاظت اور گندگی کو مجھ سے دور کیا اور مجھے آرام دیا۔ میں تیری بخشش کا طلب گار ہوں)

خشک استنجا:-

یہ کہنے کے بعد وہاں سے اٹھ کر پاک جگہ میں چلا جائے۔ وہاں جا کر طہارت کرے۔ جس جگہ پاخانہ کیا ہے، وہاں طہارت نہ کرے۔ کیوں کہ اس سے ہاتھوں کے آلودہ ہونے یا چھینٹے پڑنے کا خطرہ ہے۔ اگر یقین ہو کہ پیشاب راستے سے ہو کر سیدھا بہہ گیا ہے، ادھر اُدھر چھینٹے نہیں پڑے تو اختیار ہے خواہ پانی سے صاف کرے خواہ خشک چیز سے۔ خشک چیز سے

(بقیہ ۹۵ سے) آنحضرتؐ نے مجھے منع کیا کہ میں اپنی اس انگلی یا اس انگلی میں انگوٹھی پہنوں۔ راوی کا کہنا ہے کہ پھر آپؐ نے بیچ والی انگلی اور اس کے پاس والی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔

[1] حضرت انسؓ فرماتے ہیں، آنحضرت صلعم پاخانے جاتے وقت فرماتے "اے اللہ میں مذکر و مادہ جنوں کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (صحیحین)

صاف کرنے کا ارادہ ہو تو پتھر (یا مٹی) کے تین ایسے ٹکڑے لے جن سے پہلے کسی نے استنجا نہ کیا ہو۔ ہر ٹکڑے کو دائیں ہاتھ سے پکڑے غلاظت کے خارج ہونے والے مقام پر رگڑ کر پاک کرے، مگر اس سے قبل پیشاب کو اس طرح خشک کرے کہ دوبارہ قطرہ نکلنے کا امکان نہ ہو (کھانس کر تحقیق کرے) اسے استبرا کہتے ہیں۔

عضوِ مخصوص کو بائیں ہاتھ سے پکڑ کر پتھر سے خشک کرے (جو دائیں ہاتھ میں پکڑ رکھا ہے) یہاں تک کہ جگہ کو خشک دیکھ لے تینوں پتھروں سے تین دفعہ اسی طرح کرے۔

اگر پتھر کے ٹکڑے نہ مل سکیں تو تین ٹھیکریاں یا ڈھیلے لے کر انکے ساتھ مذکورہ بالا بیان کے مطابق باری باری خشک کرے۔ یا تین دفعہ مٹی لے کر ہتھیلی پر رکھے اور اس سے خشک کرے۔ اگر ان میں سے کوئی شے میسر نہ آئے تو زمین یا دیوار سے تین دفعہ مس کر کے دیکھ لے کہ خشک ہوا یا نہیں۔ اس عمل کے بعد جان لے کہ استنجا کرنے کا جو حکم تھا اسے وہ بجا لایا ہے؟

پاک کرنے کے بعد وضو کرے تو پھر عضو کو کھینچنے سے اجتناب کرے۔ تاکہ اگر کوئی قطرہ باقی ہے تو وہ خارج نہ ہو پائے جس سے وضو فاسد ہو جاتا ہے۔ اسی لیے یہ حکم ہے کہ پاک کرنے اور کھانسنے سے قبل تین یا چار قدم زمین پر مارتا ہوا چلے تاکہ پیشاب کا کوئی قطرہ باقی رہ گیا ہے تو خارج ہو جائے۔

پوشیدہ مقام کی صفائی:- پاخانہ کے مقام کو صاف کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ میں پتھر کا ٹکڑا لے کر اس مقام پر آگے سے پیچھے تک رگڑتا ہوا لے جائے۔ پھر دوسرا ٹکڑا پیچھے سے آگے کو لے جائے۔ تیسرا ٹکڑا مقام کے آس پاس ملے۔ اگر ان سے مکمل صفائی نہ ہو یعنی ٹکڑوں پر غلاظت دکھائی دے تو پھر پانچ ٹکڑوں سے اسی طرح کرے۔ سات اور نو ٹکڑوں تک بھی ایسا کر سکتا ہے، مگر جو پتھر لیے جائیں وہ پاک ہوں۔

دوسرا طریقہ:- ایک اور طریقہ یہ ہے کہ ٹکڑوں کو بائیں ہاتھ میں رکھے۔ پاخانے کے خاص مقام سے اوپر کو رکھ کر داہنی طرف رگڑنا شروع کرے اور چاروں طرف سے پھرا کر اسی جگہ لے جائے۔ پھر دوسرا ٹکڑا لے اور اسے وہیں سے بائیں طرف کو رگڑنا شروع کرے اور رگڑتا ہوا شروع کرنے کی جگہ تک آجائے۔ تیسرا ٹکڑا پاخانے کی خاص جگہ پر رگڑے۔ یہ سب طریقے درست ہیں[1]

ایک روایت:- حدیث میں آیا ہے کہ ایک اعرابی (صحرانشین) بعض صحابہؓ کے پاس آیا، اور پاخانہ کو صاف کرنے کے طریقہ پر ان سے تکرار کرنے لگا۔ صحابی نے کہا۔ پاخانہ کے موقع پر میں آبادی سے دور چلا جاتا ہوں، ڈھیلے لے کر بیٹھ جاتا ہوں۔ بیٹھ اس طرف کرتا ہوں جس طرف سے ہوا آرہی ہو اور منہ شیح کی طرف کرتا ہوں (شیح ایک قسم کی گھاس کا عربی نام ہے، جو خوشبودار ہوتا ہے) بیٹھتے وقت ہرن کی طرح بیٹھتا ہوں، اور اپنے چوتڑ شتر مرغ کے چوتڑ کی طرح زمین سے اونچا رکھتا ہوں۔

پانی سے استنجا کرنا:- عضو کو بائیں ہاتھ میں لے کر، داہنے ہاتھ سے پانی ڈالے، اور سات بار دھوئے، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا

---

[1] مسلم کی ایک حدیث کے مطابق تین پتھروں سے کم کے ساتھ استنجا کرنے سے رسول اللہ صلعم نے منع فرمایا ہے۔ اسی حدیث میں ہڈی، مینگنی یا لید سے بھی استنجا کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

ہے ۔ اسے پاک کرے اور کھانس کر باقی قطرہ بھی نکال دے ۔

مدینہ کے داناؤں نے مرد کے آلۂ تناسل کو عورت کے پستان سے بہت مشابہت دی ہے ۔ وہ کہتے ہیں جس طرح دوہنے سے پستان سے کچھ دودھ نکلتا رہتا ہے، اسی طرح آدمی آلۂ تناسل کو کھینچتا یا دباتا رہے، تو اس میں سے بھی کچھ کچھ خارج ہوتا رہتا ہے، لیکن جب اس پر پانی ڈالا جاتا ہے تو قطروں کا نکلنا رک جاتا ہے ۔

داہنے ہاتھ سے پانی ڈالتا جائے اور بائیں ہاتھ سے پاخانہ کے مقام کو برابر دھوتا رہے تاوقتیکہ یقین نہ ہو جائے برابر ملتا ہے۔ اندر سے دھونا ضروری نہیں ۔ ہوا خارج ہونے پر استنجا لازم آتا ہے ۔

بہتر یہ ہے کہ پہلے ڈھیلوں سے پاک کرے پھر پانی سے ۔ صرف ڈھیلوں سے پاک کر لینا کافی ہے ۔ مگر پانی سے طہارت کرنا زیادہ افضل ہے ۔ کیوں کہ پانی کے بغیر شبہ سا رہتا ہے (کہ ناپاکی رہ گئی) کسی نے کہا ہے کہ شاعروں کا ایک گروہ چرکیں کے نام سے ہے جو اپنے آپ کو پانی سے صاف نہیں کرتے ۔ ان کا کلام بھی فحش اور گندہ ہوتا ہے، اسی لیے وہ چرکیں کہلاتے ہیں ۔ ہمیں ایسی گندگی اور ناپاک کلام سے اللہ محفوظ رکھے ۔

اگر عضوِ مخصوص کا سر (حشفہ) یا مقعد کسی نجاست سے آلودہ ہو جائے" تو پانی کے سوا پاک نہ ہوگا، اس لیے کہ یہ نجاست انھیں مقامات سے خارج ہو کر ران وغیرہ کے ساتھ لگ جاتی ہے اور پانی سے دھوئے بغیر صاف نہیں ہو سکتی ۔

ڈھیلا :- ڈھیلا خشک اور پاک ہونا ضروری ہے ۔ کھانے کی شے یا ایسی شے جو کسی قدر تعظیم کی حامل ہو ۔ اس سے ڈھیلا کرنا جائز نہیں ہے ۔ کسی جاندار کے عضو، ہڈی یا گوبر سے استنجا نہیں ہوتا ۔ اس لیے کہ یہ جنات کی خوراک ہے پھیلنے اور بھر دینے والی اشیاء (کوئلہ، شیشہ، کنکر) سے استنجا ناجائز ہے ۔

استنجے کی ضرورت :- جن حالتوں میں استنجا لازم آتا ہے" وہ یہ ہیں : جب عورت اور مرد کے اگلے اور پچھلے راستے سے ذیل کی چیزیں خارج ہوں نجاست، کیڑے، سنگریزے، خون، پیپ یا بال ۔

جب مرد کے عضو تناسل سے ذیل کی چار چیزیں خارج ہوں پیشاب، مذی (یہ سفید پانی جیسی ایک رقیق چیز ہوتی ہے جو شہوت انگیز اور تلذذ پیدا کرنے والے خیالات پیدا ہونے پر نکلتی ہے ۔ اور پیشاب کا حکم رکھتی ہے ۔ اس کے نکلنے پر اس خاص مقام اور خصیوں کو بھی اچھی طرح دھونا چاہیے ۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ہر جوان آدمی کے یہ پانی نکلتا ہے اور جب ایسا ہو" تو اس مقام اور خصیوں کو اچھی طرح دھویا جائے) ۔ ودھات (پیشاب کے بعد سفید رنگ کا پانی نکلتا ہے یہ بھی پیشاب کے حکم میں ہے) ۔ منی (یہ وہ سفید اور گاڑھا پانی ہے جو جماع سے لذت حاصل کرنے یا احتلام کے موقع پر جھٹکے کے ساتھ خارج ہوتا ہے، طاقتور اور جوان مرد ہو تو اس پانی کا رنگ زرد ہوتا ہے ۔ جماع کی کثرت کرنے والے کا پانی سرخ رنگ میں تبدیل ہو جاتا ہے ۔ کمزوری کی حالت میں رقیق اور پتلا ہو جاتا ہے اور خرما کے شگوفے یا خمیر شدہ آٹے کی مانند بو دیتا ہے ۔

مشہور روایت میں ہے" کہ منی پاک ہوتی ہے، مگر نکل آئے تو تمام بدن کا دھونا واجب ہو جاتا ہے ۔ عورت کی منی پتلی اور زرد رنگ کی ہوتی ہے ۔

طہارتِ کبریٰ

طہارت کی قسمیں :- طہارتِ کبریٰ دو قسم کی ہے۔ ایک کو "کامل" کہتے ہیں، دوسری کو "کفایت کرنے والی"

آدابِ طہارت :- طہارت کامل کرتے وقت نیت کرنی واجب ہے، جیسے بڑی حدث کو دور کرنے یا غسلِ جنابت کے لیے کی جاتی ہے۔ زبان سے نیت کرے، اور دل میں بھی ارادہ کرے تو زیادہ افضل ہے۔ اول پانی لیتے وقت بسم اللہ کہے۔ پھر پہلے دونوں ہاتھ تین بار دھوئے۔ پھر نجاست دھو کر کامل وضو کرے، بعد میں پیر دھوئے۔ پھر تین دفعہ سر پر پانی ڈال کر بالوں کی جڑوں کو بھی تر کرے۔ پھر سارے بدن پر تین بار پانی ڈال خوب ملے۔ بدن کی تمام شکنوں اور تہوں میں پانی ڈال کر خوب صفائی کرے، جیسا کہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے، کہ اپنے بال اور اپنا بدن خوب صاف اور پاک کرو، کیوں کہ ہر بال کے نیچے پلیدی ہے۔

بدن پر پانی ڈالتے وقت داہنے پہلو سے شروع کرے۔ غسل کے بعد مقامِ غسل سے ہٹ کر دونوں پاؤں دھوئے۔ اگر غسل کے دوران وضو نہیں ٹوٹا تو اس طہارت سے نماز پڑھنا جائز ہے، کیوں کہ ایسے غسل سے ہر طرح کی نجاست دور ہو جاتی ہے۔ اگر غسل کے درمیان یا بعد میں وضو ٹوٹ گیا ہو تو نماز کے لیے دوبارہ وضو کرے۔

غسلِ جنابت :- اس غسل کا اصل طریقہ وہی ہے، جو حضرت عائشہؓ نے بیان کیا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ آنحضرت صلعم غسلِ جنابت کے وقت پہلے تین مرتبہ ہاتھوں کو دھوتے، پھر داہنے ہاتھ سے بائیں پر پانی ڈالتے۔ پھر تین بار کلی کر کے تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالتے اس کے بعد تین بار منہ دھوتے۔ بعد ازاں دونوں بازوؤں کو تین تین بار دھویا کرتے، اور پھر تین دفعہ سر پر پانی ڈال لیا کرتے۔ اس طرح غسل سے فارغ ہونے پر دونوں پیر دھویا کرتے۔

عامِ غسل :- اگر غسل جنابت نہ ہو بلکہ صرف غسل کرنا مقصود ہو تو بدن دھو کر نیت کرے، اور بسم اللہ پڑھے۔ پھر کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے۔ کیوں کہ وضو اور غسل دونوں صورتوں میں ناک میں پانی ڈالنا واجب ہے، مگر صحیح روایت یہ ہے، کہ ناک میں پانی ڈالنا اور کلی کرنا صرف وضو میں واجب ہے۔ اگر اس غسل سے نماز پڑھنا چاہے تو یہ جائز نہیں، ہاں وضو اور غسل دونوں کی نیت کرے، تو اس صورت میں نماز پڑھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ نیت کے بغیر وضو ثابت نہ ہوگا۔ نہ ہی نماز جائز ہوگی۔

آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے، جو شخص غسل کرے مگر وضو کامل نہ کرے اسے اس غسل سے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ پھر فرمایا غسل میں وضو کامل کرنا چاہیئے۔

غسل کے پانی کی مقدار :- زیادہ پانی خرچ کرنا بے ادبی ہے۔ پانی اعتدال کے ساتھ خرچ کیا جائے۔ غسل اور وضو دونوں میں کم پانی خرچ کرنا زیادہ پسندیدہ بات ہے۔ روایت ہے کہ آنحضرت صلعم ایک مُد پانی سے وضو کیا کرتے تھے ایک "مُد" ایک رطل مکمل اور ایک رطل[1] کے تہائی کے برابر ہوتا ہے۔ آنحضرت صلعم جب غسل فرمایا کرتے تو ایک صاع پانی سے غسل کرتے

---

[1] رطل نصف سیر کے برابر ہوتا ہے۔ ہر سیر ساڑھے چار مثقال، ہر مثقال بیس قیراط اور ہر قیراط پانچ جو کے برابر ہوتا ہے۔

اور ایک صاع چار مُد پانی کے برابر ہوتا ہے۔

اثنائے وضو کی دعائیں: وضو کے درمیان حسب ذیل دعائیں پڑھنا چاہیں۔

استنجا کے بعد:۔ اَللّٰھُمَّ نَقِّ قَلْبِیْ مِنَ الشَّکِّ وَالنِّفَاقِ وَحَصِّنْ فَرْجِیْ مِنَ الْفَوَاحِشِ۔

اے اللہ! گمان اور نفاق سے میرے دل کو پاک کر اور میری شرمگاہ کو برائیوں سے بچائے رکھ۔

۲۔ بسم اللہ کے بعد کی دعا:۔ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنَ۔

اے اللہ! میں شیطان کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ یا اللہ! شیطانوں سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں۔

۳۔ دونوں ہاتھ دھوتے وقت:۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْیُمْنَ وَالْبَرَکَۃَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الشُّؤْمِ وَالْھَلَکَۃِ۔

اے اللہ! میں تجھ سے یمن اور برکت مانگتا ہوں، شامت اور ہلاکت سے پناہ چاہتا ہوں

۴۔ کلی کے وقت:۔ اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَتِ الْقُرْاٰنِ کِتَابِکَ وَکَثْرَۃِ الذِّکْرِ لَکَ۔

اے اللہ! مجھے قرآن پڑھنے میں مدد دے جو تیری کتاب ہے اور اپنے ذکر کی کثرت کے لیے مجھے طاقت عطا فرما۔

۵۔ ناک میں پانی ڈالتے وقت:۔ اَللّٰھُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ وَاَنْتَ عَلَیَّ رَاضٍ۔

الٰہی! مجھے بہشت کی خوشبو سونگھا اور مجھ سے راضی رہ!

۶۔ ناک چھنکتے وقت:۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ رَوَائِحِ النَّارِ وَمِنْ سُوْءِ الدَّارِ۔

اے اللہ! میں دوزخ کی بُری بُو اور بُرے گھر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

۷۔ منہ دھوتے وقت:۔ اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہُ اَوْلِیَائِکَ وَلَا تُسَوِّدْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَسْوَدُّ وُجُوْہُ اَعْدَائِکَ۔

اے اللہ! جس روز تیرے دوستوں کے منہ سفید ہوں گے اس روز میرے منہ کو بھی سفید کر اور جس روز تیرے دشمنوں کے چہرے سیاہ ہوں گے اس روز میرے چہرے کو سیاہی سے بچا۔

۸۔ داہنا ہاتھ دھوتے وقت:۔ اَللّٰھُمَّ اٰتِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا۔

اے اللہ! میرا اعمال نامہ میرے دائیں ہاتھ میں دے اور میرا حساب آسانی سے لے۔

۹۔ بایاں ہاتھ دھوتے وقت:۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ تُعْطِیَنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ ظَھْرِیْ۔

اے اللہ! میں اس سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تو میرا اعمال نامہ میرے بائیں ہاتھ میں دے پیٹھ کے پیچھے سے۔

۱۰۔ سر کا مسح کرتے وقت:۔ اَللّٰھُمَّ غَشِّنِیْ بِرَحْمَتِکَ وَاَنْزِلْ عَلَیَّ مِنْ بَرَکَاتِکَ وَاَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِکَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّکَ۔

اے اللہ! مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے، مجھ پر اپنی برکتیں نازل فرما اور اس دن اپنے عرش کے نیچے مجھے سایہ دے۔ جس دن تیرے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔

۱۱۔ کانوں کے مسح کرتے وقت:۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ اَللّٰھُمَّ اَسْمِعْنِیْ مُنَادِیَ الْجَنَّۃِ مَعَ الْاَبْرَارِ۔

خداوندا! مجھے قرآن کے سننے والوں اور اچھی طرح سے اس کی پیروی کرنے والوں میں سے بنا دے۔ اے اللہ! جو لوگ نیکوں کے ساتھ جنت کو جانے کے لیے پکارتے ہیں ان کی پکار مجھ تک پہنچا دے۔

۱۲۔ گردن کا مسح کرتے وقت:۔ اَللّٰھُمَّ فُکَّ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ السَّلَاسِلِ وَالْاَغْلَالِ۔

اے اللہ! میری گردن کو دوزخ سے بچا۔ میں زنجیروں اور طوقوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

۱۳۔ دایاں پاؤں دھوتے وقت:۔ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلَی الصِّرَاطِ مَعَ اَقْدَامِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

اے اللہ! میرے پاؤں کو مومنوں کے پاؤں کے ساتھ پل صراط پر قائم رکھ۔

۱۴۔ بایاں پاؤں دھوتے وقت:۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ تَزِلَّ قَدَمِیْ عَنِ الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ اَقْدَامُ الْمُنَافِقِیْنَ

اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں کہ اس دن جبکہ منافقوں کے پاؤں پل صراط پر سے پھسل جائیں گے میرے پاؤں پھسل نہ جائیں۔

وضو ختم کرتے وقت سر کو آسمان کی طرف اٹھا کر یہ دعا پڑھے۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ سُبْحٰنَکَ وَبِحَمْدِکَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ۔ عَمِلْتُ سُوْٓءً وَّظَلَمْتُ نَفْسِیْ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَسْئَلُکَ التَّوْبَۃَ فَاغْفِرْ لِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا وَّشَکُوْرًا وَاجْعَلْنِیْ اَنْ اَذْکُرَکَ وَاُسَبِّحَکَ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ اکیلا ہے۔ یکتا ہے اس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ تیرے لیے ہی پاکی ہے۔ تیرے سوا کوئی خدا نہیں۔ میں نے برائی کی اور اپنے نفس پر ظلم کیا۔ میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں۔ تجھ سے توبہ کی درخواست کرتا ہوں۔ پس تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر، بے شبہ تو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ یا اللہ تو مجھے اپنی طرف لوٹنے والوں میں سے بنا مجھے پاکیزہ لوگوں میں شامل کر دے! مجھے صبر اور شکر کرنا سکھا دے! مجھے ایسا کر دے کہ ہر صبح اور شام تیرا بہت ذکر کیا کروں اور تیری ہی تسبیح میں مشغول رہوں۔

باب۵

آدابِ لباس، نیند، مسافرت، روزی کمانا۔ گوشہ نشینی

خاموشی اور آدابِ سفر ——— نیز متفرق مسائل !

آدابِ لباس

لباس پانچ طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جو بالغ اور صاحبِ فہم کو پہننا حرام ہے ——— دوسرا وہ، جو ایک کے لیے حرام اور دوسرے کے لیے جائز ہے۔ ——— تیسری قسم کا لباس وہ ہے جس کا استعمال مکروہ ہے ——— چوتھا لباس وہ جو مباح ہے اور پانچویں قسم کا لباس "پاکیزہ لباس" کہلاتا ہے۔

چوری یا چھینے ہوئے کپڑے پہننے حرام ہیں۔

ریشم کا لباس ایک کے لیے حرام اور ایک کے لیے جائز ہے۔ یعنی مرد کے لیے حرام اور عورت کے لیے حلال ہیں۔ بچوں کو ریشمی کپڑے پہنانے کے بارے میں دو مختلف روائتیں ہیں۔

کفار سے جنگ کرتے وقت جو لباس پہنا جائے اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں، جن میں ایک کے متعلق مباح لکھا ہے۔

زیادہ لمبا لباس پہننا جو نیچے تک چلا جائے، مکروہ ہے، کیوں کہ اس سے تکبّر پیدا ہوتا ہے۔ ایسا ہی اس کپڑے کا پہننا جس میں ریشم اور سوت دونوں کی ملاوٹ ہو، مگر یہ نہ معلوم ہو سکے کہ ریشم زیادہ ہے یا سوت۔

ظاہر کپڑا وہ ہے جسے ہر خاص و عام پہنتا ہے، مگر اپنے کنبے یا شہر کے لوگوں کے عام لباس سے مختلف لباس اختیار کرنا منع ہے، کیوں کہ لوگوں کے رواج سے ہٹ کر لباس پہننے والے پر لوگ انگشت نمائی کرتے ہیں، اور پیٹھ پیچھے بُرا کہتے ہیں پہننے والے کے لیے بھی تکلیف کا باعث ہوتا ہے۔ اور دوسروں کے لیے غیبت کا باعث۔ گویا روش سے ہٹ کر کپڑا پہننے والا خود بھی گنہگار ہوا اور دوسروں کو بھی گنہگار بنایا۔

لباس کی دو قسمیں ہیں ا۔ ایک وہ لباس جو واجب ہوتا ہے، دوسرا مستحب اور واجب کی بھی دو قسمیں ہیں۔

اقسامِ لباس :۔ حق اللہ (اللہ کا حق) اور حق الناس (لوگوں کا حق)

"حق اللہ" یہ ہے کہ اپنی برہنگی کو لوگوں سے اس طرح چھپائے جس طرح چھپانے کا حق ہے اور جیسا کہ برہنگی کے باب میں بیان ہو چکا ہے۔

"حق الناس" یہ ہے کہ گرمی اور سردی سے بچنے اور اپنی حفاظت کے لیے لباس پہنے۔ ایسی پوشاک پہننا واجب ہے۔

لباس کی دوسری قسم، جو مستحب اور داخلِ ادب ہے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ پہلی "حق اللہ" سے اور دوسری "حق الناس"

"حق اللہ" یہ ہے کہ جب لوگوں کے مجمع میں شامل ہو مثلاً عید یا جمعہ وغیرہ میں تو وہاں اپنے کندھوں کو برہنہ نہ کرے۔
"حق الناس" یہ ہے کہ عمدہ اور نفیس کپڑے جو مباح ہیں وہ پہنے، کیونکہ یہ زیبائش اور عزت کا سبب ہیں۔ ایسے کپڑے پہن کر لوگوں کو گری نظر سے نہ دیکھا جائے، نہ ان سے بے مروتی کے ساتھ پیش آئے۔ پگڑی باندھتے وقت اس کا کنارا دانت میں دبالے پھر پگڑی سر پر لپیٹے۔ لباس عرب کے خلاف[1] اور اہل عجم کی طرح نہ پہنے، یہ خلاف اور مشابہت دونوں مکروہ ہیں۔

دامن بہت زیادہ لمبا نہ رکھے، کیونکہ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ لمبا جامہ زیادہ سے زیادہ پنڈلی تک ہو یا ٹخنوں تک ٹخنوں کے نیچے نہ جائے۔ جس قدر جامہ ٹخنوں سے نیچے ہوگا وہ دوزخ میں ہوگا، جو شخص متکبروں کی طرح زیادہ طویل جامہ پہنے گا اللہ تعالیٰ اس کی طرف (رحمت کی) نگاہ نہ کرے گا۔ ابو داؤد نے ابو سعید خدریؓ کے وسیلے سے آنحضرت صلعم سے ایسی ہی حدیث بیان کی ہے جس کے متعلق مندرجہ بالا حکم لکھا گیا۔

نماز پڑھتے وقت چادر کو اتنا سخت نہ لپیٹے کہ ہاتھ باہر نکالنے میں مشکل پیش آئے۔ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ چادر کو اس طرح لٹکا کر نماز پڑھنا کہ اس کا درمیانی حصہ سر پر ڈال کر چادر پیچھے پھینک دی جائے، مکروہ ہے۔ یہ یہودیوں کا لباس ہے۔ یہ بھی مکروہ ہے کہ دونوں زانو سینے سے لگا کر بیٹھے اور پشت کی طرف سے چادر لا کر دونوں گھٹنوں کو لپیٹ لے۔ ایسا کرنے سے چادر کا پشت والا حصہ تکیہ کا کام دیتا ہے۔ جب چادر کے سوا کوئی اور کپڑا میسر نہ آئے۔ کیوں کہ اس موقعہ پر ایسا کرنا برہنہ ہونا ہے۔ اگر نیچے کوئی اور کپڑا پہن رکھا ہو تو پھر ایسا کرنے میں کچھ حرج نہیں۔

نماز کے وقت ٹھاٹھ باندھ لینا اور ناک چھپانا بھی مکروہ ہے۔ مردوں کو عورتوں جیسی پوشاک نہیں پہننا چاہیے۔ نہ ہی عورتیں مردوں کا لباس پہنیں۔ کیوں کہ آنحضرت صلعم نے ایسا کرنے والوں پر لعنت کی ہے۔ اور ان کے لیے عذاب کا حکم سنایا ہے۔

نماز میں چوتڑوں کے بل اس طرح نہیں بیٹھنا چاہیئے کہ دونوں پاؤں لمبے کر کے دونوں چوتڑوں پر بیٹھ جائے۔ یا چوتڑوں کے بل بیٹھ کر دونوں پاؤں اونچے کر دے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ یہ کتے کے بیٹھنے کا طریقہ ہے جو منع ہے۔

پھٹا ہوا کپڑا نہیں پہننا چاہیئے۔ خصوصاً اگر وہ شرمگاہ کی جگہ سے پھٹا ہے، تو ایسے کپڑے کا پہننا گناہ کا موجب ہے۔ اگر جان بوجھ کر پھٹا ہوا کپڑا نماز میں پہنے جس سے شرمگاہ دکھائی دے تو نماز درست نہ ہوگی۔ آنحضرت صلعم نے جامہ کی تعریف یہ فرمائی ہے کہ پاجامہ آدمی کی پوشاک ہے، مردوں کے لیے اسے پہننے کی تاکید ہے۔

کھلے پائنچے رکھنا مکروہ ہیں اور تنگ رکھنا بہتر، کیونکہ اس سے پردہ برقرار رہتا ہے۔ روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے

---

[1] اس زمانہ میں عرب کے بعض سرداروں اور امرا میں طویل جامہ پہننے کا رواج تھا جو چلتے وقت گھسٹتا جاتا تھا، اسے امارت اور تکبر کی علامت سمجھا جاتا تھا، یہاں وہی جامہ مراد ہے۔ مگر ہمیں آج کل کے دور کے لباسوں کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ جو تکبر کی نشاندہی کرتے ہیں ان کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

پاجامہ پہننے والی عورتوں کے حق میں بخشش کی دعا فرمائی تھی۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ ایک ایسی جگہ سے گزرے جہاں ایک عورت بلندی پر چڑھتے ہوئے گر پڑی۔ آپؐ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ لوگوں نے عرض کیا جس عورت کی طرف سے آپؐ نے منہ پھیر لیا ہے، یہ پاجامہ پہنے ہوئے ہے۔ چنانچہ آپؐ نے اس عورت کے حق میں دعا فرمائی جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

بعض احادیث میں آیا ہے[1] کہ اتنے لمبے اور کشادہ پاجامے پہننا جن کے پائنچے پاؤں کی پیٹھ کو چھپا دیں مکروہ ہیں۔ عیب کو چھپانے والا ہر لباس بہتر ہے۔ مثل مشہور ہے عیش فخر بجز اذا کان واسعا (اگر عیش فراخ ہو تو فخر کی راہ ہے)

سفید کپڑے پہننا:۔ سفید کپڑے سب سے بہتر رنگ کے ہیں۔ کیوں کہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ تمہارے لیے سب سے بہتر سفید پاجامہ ہے۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اپنے بچوں کو سفید کپڑے پہناؤ اور مردوں کو بھی سفید کفن دو۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کپڑوں میں سفید کپڑا پہن لیں کہ یہ بہتر لباس ہے اور مردوں کو سفید کپڑوں میں دفن کرو۔ سب سے بہتر سرمہ اثمد ہے (یہ اصفہانی سرمہ کہلاتا ہے) جس سے بینائی تیز ہوتی ہے، اور پلکوں کے بال بھی بڑھتے ہیں۔

رات کے وقت سونے کے آداب

سونے کا ارادہ کرتے وقت پانی کے برتن کو ڈھک دیا جائے۔ مشک کا منہ باندھ دیا جائے اور چراغ گل کر کے دروازہ بند کر دیا جائے۔ بدبودار شے کھائی ہو تو منہ دھو کر سوئے تاکہ کوئی موذی کیڑا نہ کاٹ کھائے۔ اور سونے سے پہلے بسم اللہ کہے۔

سونے کی دعا:۔ بہتر یہ ہے کہ ابوداؤد کی اس روایت پر عمل کرے جو انھوں نے سعید بن عبیدہ سے روایت کی ہے کہ حضورؐ نے حضرت براءؓ سے فرمایا، سونے سے قبل نماز کے وضو کی طرح وضو کر لیا کرو، پھر داہنے پہلو پر لیٹ کر یہ پڑھو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْلَمْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ وَاَلْجَاْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ رَغْبَۃً وَّ رَھْبَۃً اِلَیْکَ لَا مَلْجَاءَ وَلَا مَنْجَاءَ مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ فَاِنْ مِتَّ مِتَّ عَلَی الْفِطْرَۃِ وَاجْعَلْھُنَّ اٰخِرَ مَا تَقُوْلُ۔

اے اللہ میں نے اپنا چہرہ تیرے سپرد کیا، اپنا کام تجھ پر چھوڑ دیا۔ اور اپنی مدد کے لیے تجھ پر بھروسہ کیا۔ میں تیری پناہ میں آتا ہوں، تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اور تجھ ہی سے ڈرتا ہوں۔ تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اور تجھ ہی سے ڈرتا ہوں۔ تیرے سوا اور کوئی جائے پناہ نہیں، نہ کوئی رستگاری کی جگہ ہے۔ تیری کتاب پر جو تو نے نازل فرمائی، ایمان لایا، تیرے پیغمبر پر جو تو نے مبعوث فرمایا، ایمان لایا، تو میرا خاتمہ اسی حال میں کرنا کہ میں مسلمان رہ کر مروں۔

حضرت براءؓ نے فرمایا کہ سوتے وقت یہ دعا مجھ کو پڑھو۔ آپؐ نے عاذب سے فرمایا کہ اسے یاد کر لو۔ انھوں نے یاد کر کے حضرت براءؓ

---

[1] (ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے ع)

کو سنایا کہ "بوسولك الذی ارسلت" آپؐ نے فرمایا اس طرح نہیں بلکہ یوں کہو "ونبیك الذی ارسلت"۔

حدیث کے مطابق سونے کا طریقہ یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے داہنی کروٹ سوئے جیسے آدمی کو قبر میں رکھا جاتا ہے۔ اگر آسمان اور زمین کی بادشاہت پر غور کرنے کے لیے آسمان کی طرف منہ کر کے لیٹے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اوندھا لیٹ کر سونا مکروہ ہے۔

برے خواب دیکھنا: خواب میں ڈرانے والی کوئی شے نظر آئے تو آنکھ کھلنے پر اللہ تعالیٰ سے اس چیز کے ضرر سے پناہ مانگے اور بائیں طرف تھنکار کر یہ دعا پڑھے "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا" (اے اللہ! اس خواب کا نتیجہ میرے لیے اچھا بنا اور اس کے شر سے مجھے بچا) پھر آیۃ الکرسی، قل ہو اللہ، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھے، بشرطیکہ وضو طاہر بھی ہو۔

اپنا خواب صرف نیک اور عقلمند انسان کے سامنے بیان کرے، دوسروں سے نہ کہے۔ اگر خواب میں شیطانی خیالات دیکھے ہوں، تو انھیں بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ ان کا باعث شیطان ہے جو تیری شکل میں آتا ہے۔ حضرت ابی قتادہؓ بیان کرتے ہیں۔ میں نے آنحضرت صلعم سے سنا کہ خواب اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور خیالات شیطان کی طرف سے۔ پس اگر کوئی شخص ناپسندیدہ خواب دیکھے تو بیدار ہونے پر بائیں طرف تین دفعہ تھوک دے اور اللہ سے اس کی برائی کی پناہ مانگے۔ ایسا کرنے والے کو برے خواب نقصان نہیں پہنچاتے۔

مومن کا خواب: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر حاضرین سے پوچھا کرتے تھے کہ تم میں سے کسی نے آج رات کوئی خواب دیکھا ہے؟ اگر کوئی خواب بیان نہ کرتا، تو آپؐ فرماتے میرے بعد نبوت تو نہ رہے گی، مگر نیک خواب رہ جائیں گے۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں، حضورؐ نے فرمایا مومن کا خواب نبوت چھیالیسواں حصہ ہوتا ہے۔

آدابِ سفر

کوئی شخص گھر سے باہر جانے کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے۔

گھر سے باہر جانے کی دعائیں: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیَّ۔ (اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ گمراہ ہو جاؤں یا گمراہ کیا جاؤں، پھسلوں یا پھسلایا جاؤں، ظلم کروں یا ظلم کیا جاؤں، نادان بنوں یا نادان بنایا جاؤں۔)

حضرت شہرؒ نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت صلعم میرے یہاں آتے تو اس وقت آپؐ آسمان کی طرف دیکھ کر یہ دعا پڑھا کرتے تھے جو اوپر بیان کی گئی۔

پھر قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھے۔ صبح و شام یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ بِکَ نُصْبِحُ وَبِکَ نُمْسِیْ وَبِکَ نَحْیٰ وَبِکَ نَمُوْتُ۔ (اے اللہ! تیرے ساتھ صبح کرتا ہوں اور تیرے ساتھ رات

کرتا ہوں، تیرے ہی فضل سے زندہ ہوں اور تیرے ہی حکم سے مرتا ہوں۔
دن کے وقت دعا میں یہ الفاظ بڑھا دے "وَاِلَیْکَ النُّشُوْرُ" (تیری ہی طرف زندہ ہو کر اٹھنا ہے)
رات کے وقت دعا میں یہ الفاظ بڑھا دے "وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ (تیری ہی طرف لوٹنا ہے)
اس دعا کے ساتھ یہ پڑھے:۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْ اَعْظَمِ عِبَادِکَ عِنْدَکَ نَصِیْبًا فِیْ کُلِّ خَیْرٍ تَقْسِمُہٗ فِیْ ھٰذَا الْیَوْمِ وَفِیْمَا بَعْدَہٗ وَمِنْ تَھْدِیْ بِہٖ وَرَحْمَۃٍ تَنْشُرُھَا اَوْ رِزْقٍ تَبْسُطُہٗ اَوْ خَیْرٍ تُکْشِفُہٗ اَوْ ذَنْبٍ تَغْفِرُہٗ اَوْ شِدَّۃٍ تَدْفَعُھَا اَوْ فِتْنَۃٍ تَصْرِفُ عَنْھَا اَوْ مَعَافَاۃٍ تَمُنُّ بِھَا بِرَحْمَتِکَ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔
(اے میرے اللہ! مجھے ان بندوں میں سے جو تیرے پاس ہیں زیادہ بزرگ بنا اور دنیا و آخرت کی نیکیوں میں سے بہتر نیکی عنایت فرما، جو نور ہے اور جس سے تو راستہ دکھاتا ہے، یا وہ رحمت ہے جو تو نیک بندوں پر نازل کرتا ہے، یا وہ روزی ہے جسے تو زیادہ کشادہ کرتا ہے۔ یا کوئی ضرر ہے جسے تو دور کرتا ہے، یا وہ گناہ ہے جو تو بخش دیتا ہے، یا سختی کو دور کرتا ہے یا بلا کو ٹال دیتا ہے۔ یا تندرستی ہے جو تو اپنے فضل سے عطا کرتا ہے۔ تو ہی ہر شے پر قادر ہے۔)

مسجد میں داخل ہونے پر دایاں پاؤں پہلے رکھا جائے پھر بایاں اور یہ دعا پڑھے:۔
آدابِ مسجد:۔ بِسْمِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ۔
اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اللہ کے رسول پر سلام ہو، اے اللہ محمد پر رحمت بھیج، اس کی اولاد پر رحمت بھیج اور میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔
مسجد میں جو شخص موجود ہو اسے سلام علیکم کہے۔ اگر کوئی بھی موجود نہ ہو تو یہ کہے "اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا مِنْ رَبِّنَا عَزَّ وَجَلَّ۔ (سلام ہو ہم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بزرگ و برتر ہے) داخل ہونے پر دو رکعت نماز پڑھ کر بیٹھ جائے۔ پھر چاہے تو نفل بھی پڑھ سکتا ہے، ورنہ بیٹھ کر اللہ کی یاد میں مصروف ہو جائے۔ یا اس طرح خاموش بیٹھا رہے، گویا دنیا کا کوئی کام اسے یاد ہی نہیں۔ مسجد میں بیٹھ کر صرف ضروری باتیں کر سکتا ہے ورنہ خاموش بیٹھا رہے۔
نماز کا وقت آنے پر پہلے سنتیں ادا کرے۔ پھر جماعت کے ساتھ فرض پڑھے۔ نماز کے بعد مسجد سے باہر نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں باہر نکالے، پھر داہنا اور یہ دعا پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِکَ۔ (میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، سلام ہو اللہ کے پیغمبر پر۔ اے اللہ محمد پر رحمت بھیج۔ محمد کی اولاد پر رحمت بھیج۔ میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔
مستحب یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد ۳۳ دفعہ تسبیح، ۳۳ دفعہ حمد، ۳۴ دفعہ تکبیر کہے اور آخر اس دعا سے سینکڑہ پورا کر کے ختم

کرے، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

مستحب یہ ہے کہ ہمیشہ پاک رہے۔ انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا

ایک جامع حدیث :- ہمیشہ پاک رہو! اور اپنی طاقت کے مطابق رات دن نماز ادا کیا کرو۔ اس طرح تیرے نگہبان فرشتے تجھے دوست رکھیں گے۔ چاشت کی نماز ادا کرو، اس لیے کہ یہ پرہیزگاروں کی نماز ہے۔ اپنے گھر میں آنے پر گھر والوں کو سلام کہا کرو۔ اس سے نیکیاں بڑھتی ہیں۔ بڑوں کی عزت کرو اور چھوٹوں پر مہربانی، تاکہ بہشت میں تم میرے ساتھی بنو۔

یہ بڑی جامع حدیث ہے اس میں لاتعداد آداب ایک ہی جگہ آگئے ہیں۔

گھر میں داخل ہونے سے قبل دروازہ پر کھڑا ہو کر کھانسے اور پھر کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا مِنْ رَّبِّنَا کیوں کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنے گھر سے باہر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دروازہ پر دو فرشتے گھر کے مال اور اہل و عیال کی نگرانی اور نگہبانی کے لیے مقرر کر دیتا ہے۔ شیطان لعین اس دروازے پر ستر سرکش کارکن کھڑے کر دیتا ہے۔ جب مسلمان لوٹ کر آتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اے اللہ! اگر یہ شخص حلال کی روزی کما کر لایا ہے تو اسے اور زیادہ توفیق دے۔ جب وہ دروازہ پر پہنچکر کھانستا ہے تو فرشتے اس کے قریب آجاتے ہیں اور شیطان بھاگ جاتے ہیں۔ جب وہ سلام کہتا ہے تو شیطان چھپ جاتے ہیں اور دونوں فرشتے اس کے دائیں بائیں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب دروازہ کھول کر بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان بھاگ جاتے ہیں اور فرشتے اس آدمی کے ساتھ گھر کے اندر داخل ہو جاتے ہیں۔ اس کے گھر کی اشیاء کو درست اور ٹھیک کر دیتے ہیں۔ اس کا دن آسائش سے گزرتا ہے اور وہ آرام سے بیٹھتا ہے۔ فرشتے اس کے سر کے اوپر رہتے ہیں، وہ جو کچھ کھاتا پیتا ہے وہ پاک اور حلال ہوتا ہے۔ دن رات یا جتنا عرصہ بھی وہ گھر میں رہتا ہے، اس کی جان بھی پاک رہتی ہے۔

اگر کوئی مسلمان ان باتوں پر (جو اوپر بیان ہوئی ہیں) عمل نہیں کرتا تو فرشتے وہاں سے چلے جاتے ہیں اور شیطان اس آدمی کے ساتھ گھر میں گھس آتے ہیں۔ تب اسے گھر میں بُری اور خراب چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔ اہلِ خانہ سے ایسی باتیں سنتا ہے جو سننے کے لائق نہیں ہوتیں، بلکہ دین میں خلل پیدا کرنے والی ہوتی ہیں، اگر عورت کے بغیر ہے تو اس پر اونگھ اور سستی طاری ہو جاتی ہے۔ مردار کی طرح سوتا ہے، بیٹھتا ہے تو ایسی چیز کی آرزو میں جو اسے کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ خود بھی نجس رہتا ہے اور نجاست کے باعث اس کا کھانا پینا اور سونا بھی خراب ہو جاتا ہے۔

روزی کمانا

معاش کے بارے میں حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ جو شخص اس لیے حلال کماتا ہے کہ مانگنے سے بچے۔ اپنے اہل پر خرچ کرے اور پڑوسی کے ساتھ مہربانی کرے۔ تو قیامت کے دن خدا اسے اس طرح اٹھائے گا، کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔

جو شخص حلال کمائے مگر اس غرض سے جمع کرے کہ اس پر فخر کرے یا ریاکاری تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے ناخوش ہوگا۔

بھیک مانگنا:- حضرت بنانیؓ روایت کرتے ہیں کہ آسایش دس چیزوں میں ہے۔ تو وہ ہیں جو تلاش معاش سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ایک اللہ کی بندگی سے تعلق رکھتی ہے۔ جابر بن عبداللہ آنحضرت صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ جو شخص مانگنے کا ذریعہ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دے گا اور جو مانگنے سے پرہیز کرے گا، اُسے اللہ تعالےٰ سوال کرنے سے بچائے گا۔ جو بے نیازی کی خواہش رکھے گا، خدا اسے بے نیاز کر دے گا ہاں اگر کوئی شخص رسی لے کر جنگل میں جائے اور لکڑیاں کاٹ کر ایک مُد کھجور کے بدلہ میں انھیں بازار میں بیچ آئے تو یہ اس سے کئی درجہ بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگتا پھرے۔ اور مانگنے میں یہ بھی ہوتا ہے کہ کوئی دے یا نہ دے۔

روایت ہے کہ جو شخص ایک دروازے پر سوال کرتا ہے، خدا اس پر مانگنے کے ستر دروازے کھول دیتا ہے اور آنحضرتؐ نے فرمایا جو مسلمان صاحب عیال اور محنتی ہو (یعنی محنت کر کے کمائے) خدا اسے دوست رکھتا ہے اور جو شخص تندرست ہونے کے باوجود نہ دنیا کا کام کرے نہ دین کا اُسے خدا تعالےٰ دوست نہیں رکھتا۔

روایت ہے کہ اللہ کے خلیفہ حضرت داؤد علیہ السّلام نے اللہ سے دعا مانگی، اے اللہ! میرے لیے معاش کا کوئی ذریعہ مقرر فرما دے تاکہ میں اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کھاؤں۔ اللہ نے ان کے ہاتھ میں لوہے کو ایسا نرم کر دیا کہ خمیر اور موم کی طرح نرم ہو جاتا۔ چنانچہ آپ لوہے کی زرہیں بنا کر بیچا کرتے تھے اور اسی سے اپنے اہل وعیال کا پیٹ پالتے تھے۔

حضرت سلیمان بن داؤد نے اللہ تعالےٰ سے دعا کی۔ یا اللہ! تو نے مجھے بادشاہی عطا فرمائی اور بادشاہی بھی ایسی کہ مجھ سے پہلے کبھی کسی کو ایسی بادشاہی نہیں ملی۔ میں نے خواہش ظاہر کی تھی کہ میرے بعد بھی ایسی بادشاہی کسی کو نہ ملے۔ چنانچہ تو نے میری خواہش بھی قبول فرمائی۔ اور جو کچھ میں نے مانگا مجھے دیا۔ اگر تیرا شکر ادا کرنے میں مجھ سے کوئی غفلت ہوئی ہے تو میری درخواست ہے کہ مجھے اپنے ایسے بندے دکھا دے جو مجھ سے بڑھ کر تیرا شکر ادا کرتے ہیں۔ سو اللہ تعالےٰ نے وحی بھیجی اے سلیمان! میرا ایک بندہ اپنے ہاتھ سے کما کر اپنا پیٹ پالتا ہے، اسی سے اپنا بدن ڈھانپتا ہے اور میری بندگی میں لگا رہتا ہے، یہی وہ بندہ ہے جو تجھ سے زیادہ شکر گزار ہے۔ تب حضرت سلیمان نے دعا کی، یا اللہ! مجھے اپنے ہاتھ سے کمانا سکھا دے۔ پس جبریلؑ تشریف لائے اور آپ کو کھجور کے پتوں سے زنبیل بنانی سکھائی۔ سب سے پہلی زنبیل جس نے بنائی وہ حضرت سلیمان ہی ہیں۔

چار قسم کے لوگ:- بعض حکما کا قول ہے کہ دین اور دنیا چار قسم کے آدمیوں سے قائم ہیں۔ علما، امیر، غازی اور کمانے والے۔

امیر تو چرواہے کی مانند ہیں۔ یعنی وہ خدا کے بندوں کو اس طرح چراتے اور نگہبانی کرتے ہیں جس طرح چرواہا اپنے ریوڑ کی۔ عالم لوگ پیغمبروں کے وارث ہیں، گمراہوں کو آخرت کا راستہ بتاتے ہیں اور لوگ انکی اچھی عادتیں اختیار کرتے ہیں۔ غازی لوگ زمین میں خدا کا لشکر ہیں، جو کافروں کی بیخ کنی کرتا ہے۔

روزی کمانے والے اللہ کے امانت دار ہیں۔ لوگوں کے مصالح اور دنیا کی آبادی انھیں کے دم سے ہے، اگر چرواہے ہی لٹیرے بن جائیں تو پھر بکریوں کی نگہبانی کون کرے گا۔ اسی طرح علما دین کے کام کو چھوڑ کر دنیا کے دھندوں میں مصروف

ہو جائیں اور لوگوں کو تعلیم نہ دیں تو لوگ کس کی پیروی کریں گے۔

اگر غازی لوگ اپنے صحیح فرائض چھوڑ کر محض تکبر اور فخر کے لیے سوار ہوں یا لوگوں کو لوٹنے کی طمع کر کے نکلیں تو دشمن پر فتح کیسے حاصل کریں گے۔ کسب حلال کرنے والے خائن بن جائیں تو لوگوں کا ان پر اعتماد نہ رہے گا اور کسب بھی نہ ہو سکے گا۔

سوداگری:- سوداگری کرنے والے میں اگر تین خصلتیں نہ ہوں تو وہ دنیا اور آخرت دونوں میں محتاج رہے گا۔

اول یہ کہ زبان کو تین چیزوں سے بچائے۔ جھوٹ بولنے سے، بے ہودہ گفتگو کرنے اور جھوٹی قسم کھانے سے۔

دوسرے یہ کہ اپنے ہمسایوں اور دوستوں کے بارے میں دھوکے اور حسد سے دل کو پاک رکھے۔

سوم یہ کہ اپنے آپ کو تین باتوں کا عادی بنائے، نماز جمعہ اور جماعت کا، رات اور دن کے کسی حصہ میں علم حاصل کرنے اور ہر شے پر اللہ کی رضا کو ترجیح دے۔ آخری بات یہ کہ کسب حرام سے بچے۔

حرام روزی کمانا:- روایت ہے کہ جب آدمی پلید کسب سے کچھ کما کر کھانے لگے اور کھاتے وقت بسم اللہ کہے تو شیطان اس سے کہتا ہے تو بھی کھا اور میں بھی کھاتا ہوں، کیوں کہ تیری اس کمائی میں تیرے ساتھ میں بھی شریک تھا اور اب بھی شریک ہوتا ہوں۔ ثابت ہوا کہ جو شخص کسب حرام کرتا ہے شیطان اس کے ساتھ شریک ہوتا ہے۔ اس ارشاد خداوندی کے بموجب وشارکھم فی الاموال والاولاد (اے شیطان! تو ان کے مال اور ان کی اولاد میں شریک ہو جا) مال میں شیطان کی شرکت حرام مال سے ہے اور اولاد میں شیطان کی شرکت اس اولاد سے ہے جو زنا کی اولاد ہو۔ تفسیروں میں یہی آیا ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے جو شخص کسب حرام سے مال کما کر صدقہ کرتا ہے اُسے ثواب کے بجائے عذاب ہوتا ہے اور جو کچھ اس مال سے خرچ کرتا ہے، وہ ہرگز برکت کا باعث نہیں ہوتا اور ایسے حرام مال میں سے اگر کچھ (مرنے کے بعد) چھوڑ جاتا ہے تو وہ اس کے لیے دوزخ کا سامان بن جاتا ہے۔

غرض حرام سے محفوظ رہتا ہے جو اس بات سے ڈرے کہ میرا گوشت اور خون حرام مال سے نہ بنے، کیوں کہ آدمی کی خوبصورتی اسی گوشت اور خون سے ہے۔ لہٰذا حرام مال اور حرام مال کمانے والے دونوں سے پرہیز کرتا کہ تیری زینت اور تیرا حسن قائم رہے۔ نہ حرام خوروں کے ساتھ بیٹھ نہ حرام کسب کرنے والوں کا کھانا کھانا، نہ کسی کو کسب حرام کرنے یا حرام کھانے کی ترغیب دینا۔ اگر ایسا کرے گا تو تو بھی ان کا شریک ہی ٹھہرے گا۔

گوشۂ عزلت اور خاموش رہنا

مختلف روایات:- آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ گوشۂ تنہائی میں بیٹھنا بھی عبادت ہے۔ آپؐ نے فرمایا مومن وہ ہے جو اپنے گھر میں بیٹھتا ہے۔ فرمایا وہ آدمی سب سے افضل ہے جو اس لیے گوشہ نشینی کرتا اختیار کرتا ہے کہ لوگوں کو اس کی برائی کے باعث تکلیف نہ پہنچے۔

بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا جو شخص اپنے دین کو لے کر بھاگے وہ غریب ہے۔ بشر حافیؒ جو علمائے سلف میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ یہ زمانہ گھروں میں بیٹھے رہنے کا ہے اسے لازم سمجھ۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اپنے گھر میں جو عقیق میں

تھا گوشہ نشین ہو گئے، تو لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے بازاروں میں نکلنا، لوگوں سے ملنا اور بھائیوں کے ساتھ بیٹھنا اُٹھنا کیوں چھوڑ دیا؟ آپ نے جواب دیا۔ بازار میں لوگ بے ہودہ باتیں کرتے ہیں۔ مجالس میں بھی بے ہودہ کھیل کود اور تماشے ہوتے ہیں، اس لیے میں نے گوشہ نشینی کو بہتر سمجھا۔ کیونکہ عافیت اسی میں نظر آتی ہے۔

حضرت وہیب بن الورد نے فرمایا کہ میں نے پچاس سال لوگوں کے ساتھ میل جول رکھا مگر اتنی مدت میں ایک بھی ایسا شخص نہ ملا جو میرا قصور معاف کر دیتا، میرا عیب چھپاتا، غصہ کی حالت میں مجھ سے درگزر کرتا۔ نہ ہی کوئی ایسا آدمی نظر آیا جو حرص و ہوس میں مبتلا نہ ہو۔ شعبیؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے ایک عرصہ تک دین کے مطابق زندگی بسر کی۔ بعد ازاں دین جاتا رہا، پھر جوانمردی سے زندگی بسر کی، وہ بھی جاتی رہی۔ پھر شرم سے زندگی گزاری، وہ بھی رخصت ہو گئی۔ اس کے بعد سے لوگ رغبت اور خوف سے زندگی بسر کرتے ہیں اور میرا گمان ہے کہ آئندہ اس سے بھی زیادہ سخت صورت حالات پیش آنے والی ہے۔

دانا کے اقوال:- ایک دانا کا قول ہے کہ عبادت دس چیزوں سے ہے۔ ان میں سے نو تو خاموشی[1] میں ہیں اور ایک گوشہ نشینی میں چنانچہ میں نے خاموشی کو اختیار کیا اور اس کی عادت ڈالی، مگر اس پر قائم نہ رہ سکا تو خلوت اور گوشہ نشینی اختیار کر لی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عبادت کی باقی نو صفات بھی مجھے حاصل ہو گئیں۔

اس دانا کا یہ قول بھی ہے کہ قبر سے زیادہ عبرت کی شے اور کوئی نہیں، قرآن سے بڑھ کر دل لگانے والا کوئی ساتھی نہیں، اور تنہائی سے زیادہ سلامتی کسی شے میں نہیں۔

گوشہ نشینی کے فضائل:- بشر بن حارثؒ کا ارشاد ہے کہ علم کو دنیا سے نفرت کرنے کے لیے سیکھا جاتا ہے، اس لیے نہیں کہ دنیا سے دل لگایا جائے یا دنیا ہاتھ آئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا گیا کہ کس شخص کی ہم نشینی بہتر ہے۔ آپؐ نے فرمایا جسے دیکھنے سے خدا یاد آجائے اور اس سے میل ملاپ رکھنے میں آخرت یاد آئے۔ اور اس کی گفتگو سُنکر علم میں ترقی ہو۔

حضرت عیسیٰؑ اپنے حواریوں سے فرمایا کرتے تھے اگر تم لوگ اللہ کو دوست بنانا چاہتے ہو تو گنہگاروں کے دشمن بنو۔ اگر خدا کے قریب ہونا چاہتے ہو تو اس کے دشمنوں سے دور رہو۔ اللہ کی خوشنودی اس کے دشمنوں کی ناراضگی میں ہے۔ اگر لوگوں سے میل ملاپ رکھنا ہی ہو تو علما کے ساتھ میل جول رکھو، کیوں کہ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ علما کے پاس بیٹھنا عبادت ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ آدمی کو چاہیئے کہ اپنے دل کو فکر میں، بدن کو صبر میں اور آنکھوں کو گریہ وزاری میں لگا رکھے اور کل کی روزی کی فکر نہ کرے اس لیے کہ یہ گناہ ہے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔

مسجدوں میں جانا اپنے اوپر لازم رکھو۔ کیوں کہ اس طرح مسجدیں آباد رہتی ہیں۔ اور مسجدوں کو آباد کرنے والے اہل اللہ ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا جو شخص مسجد میں زیادہ آمد و رفت رکھتا ہے وہ بخشے ہوئے بھائی سے ملاقات کرتا ہے اور جس رحمت کا وہ منتظر ہوتا ہے وہ اسے مل جاتی ہے۔ ایسی باتیں حاصل ہوتی ہیں جو ہدایت کی طرف لے جاتی اور ہلاکت سے بچاتی ہیں۔ عمدہ علم ملتا ہے،

---

[1] مشکوٰۃ میں عمران بن حصین رضؓ کی ایک روایت مذکور ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا خدا کے نزدیک انسان کا رتبہ صرف خاموشی کی وجہ سے ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہوتا ہے۔

محبت اور خدا کے خوف کے سبب آدمی گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے۔

گوشہ نشینی اختیار کرنے والے کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ وہ (گوشہ نشینی کے پیشِ نظر) جمعہ اور نماز جمعہ باجماعت کو چھوڑ دے کیوں کہ ہمیشہ کے لیے جمعہ کی نماز کو چھوڑنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی عذر کے بغیر تین دفعہ جمعہ کی نماز ترک کر دے اللہ تعالےٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا اللہ نے جمعہ کی نماز فرض کی ہے۔ میرے اس مقام میں، میرے اس مہینے میں، میرے اس سال میں قیامت تک۔ لہٰذا اگر کوئی شخص امام (عادل یا ظالم) ہونے کے باوجود نمازِ جمعہ کی حقارت یا اس سے انکار کرے یا اسے ترک کر دے تو خدا اس کی پریشانی کو دور نہ کرے گا، نہ ہی اس کے کام پورے کرے گا۔ ایسے شخص کی کوئی نماز، اس کی زکوٰۃ، اس کا حج، اس کا روزہ قبول نہیں ہوتا تاوقتیکہ وہ توبہ نہ کرے۔ توبہ کرنے والے کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے۔

مذکورہ سزا اسی وجہ سے ہے کہ جمعہ کی نماز ترک کرنے والا کلام الٰہی کی تحقیر کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم کو جمعہ کی نماز کے لیے بلایا جائے تو خدا کی یاد کے لیے دوڑو" اور جو شخص اللہ کے کلام کی تحقیر کرتا ہے اور اللہ کے بلانے کو حقیر جانتا ہے وہ کافر ہوتا ہے۔ اسے توبہ کرنی چاہیے اور از سرِ نو مسلمان ہونا چاہیئے۔ ایسے کرنے والے کی توبہ اللہ تعالےٰ قبول کرتا ہے۔

پس جمعہ کی نماز کا ترک کرنا بغیر شرعی عذر کے جائز نہیں۔ گوشہ عزلت اسی حالت میں اختیار کیا جائے کہ لوگ اس بارے میں طعنہ زنی نہ کریں۔ جماعت کی نماز نہ چھوڑی جائے، دین کے کاموں میں مدد دینے والے لوگوں سے میل جول رکھا جائے۔ کیوں کہ تنہائی اسی ڈر سے اختیار کی جاتی ہے کہ دو آدمی مل کر بیٹھیں گے تو بے ہودہ باتیں کریں گے، جھوٹ بولیں گے، گناہ یا زنا کریں گے یا ایک دوسرے کا خون کریں گے، ایک دوسرے کا مال چرائیں گے ..... تنہائی یا لوگوں سے الگ رہنے میں ان باتوں سے محفوظ رہتا ہے۔

آدابِ سفر

آغازِ سفر کے احکامات:- اگر کوئی شخص حج، جہاد یا ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کا ارادہ کرے یا کسی مقصد کے لیے سفر کا ارادہ رکھتا ہو تو سفر شروع کرنے سے قبل دو رکعت نماز ادا کر کے یہ دعا پڑھے:-

اَللّٰھُمَّ بَلِّغْ بَلَاغًا مَبْلَغَ خَیْرٍ وَّ مَغْفِرَۃٍ مِنْکَ وَرِضْوَانًا بِیَدِکَ الْخَیْرُ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا السَّفَرَ وَاطْوِلَنَا الْبُعْدَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَآبَۃِ الْمَنْقَلَبِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْاَھْلِ وَالْوَلَدِ وَالْمَالِ۔

(یعنی۔ اے خدا! اپنی خوشنودی اور نیکی کی جگہ میں مجھے پہنچا دے اور اپنی بخشش عطا فرما۔ نیکی تیرے ہی ہاتھ ہے۔ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ تو ہی سفر میں میرا ساتھی ہے۔ میرے اہل و عیال اور میرے مال کا وہی نگہبان

ہے ۔ اے اللہ تو ہمارا سفر آسان کردے، سفر کی مسافت کم کردے، میں سفر کی سختیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں ۔ سفر سے واپسی میں جو مصائب ہیں ان سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اپنے اہل وعیال اور مال پر نظر ہونے سے پناہ چاہتا ہوں ۔

جمعرات، ہفتہ یا سوموار کے دن سفر شروع کرنا زیادہ بہتر ہے[1]۔ اگر گھوڑے پر سفر کرنے لگے تو یہ دعا پڑھے :۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۔

(پاک ہے وہ ذات جس نے اس (سواری) کو ہمارے تابع کیا، ہم میں اُسے قابو میں رکھنے کی طاقت نہ تھی اور ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں ۔)

سفر سے واپس آنے پر بھی دو رکعت نماز ادا کرکے یہ دعا پڑھے ۔ آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ۔

(ہم لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، اپنے پروردگار کی عبادت اور اس کی ثنا کرنے والے ہیں)

حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم سفر پر جاتے اور سفر سے واپس آتے وقت یہی فرمایا کرتے تھے ۔

سفر کے احکامات :۔ سفر کرتے وقت اگر لوگوں کا کوئی سردار یا رہبر نہ ہو تو خود ان کا رہبر یا سردار نہ بنے، نہ اپنی مرضی سے انھیں کسی جگہ اُترنے کا مشورہ دے ۔ اگر کوئی شخص راستہ جاننے والا سفر میں ساتھ ہو تو اس کی پیروی کرے اور خود خاموش رہے، اچھی صحبت میں رہے، اپنے ساتھیوں کو فائدہ پہنچائے، بے ہودہ باتیں نہ بنائے، لڑائی کے مقام پر قیام نہ کرے ۔ کیوں کہ ایسی جگہ پر سانپ اور درندے رہتے ہیں ۔ ایسی جگہوں سے الگ قیام کرے ۔ رات کو سرِ راہ (جہاں سے لوگ گزرتے ہوں) ٹھہرنا مکروہ ہے ۔ سفر میں ناپسندیدہ طریق کار اختیار نہ کرے ۔ اپنی نفسانی خواہشات سے بچے، اللہ تعالےٰ کی خوشنودی مدِّنظر رکھے اور پرہیزگاری اور رضائے الٰہی کو اپنا شعار بنائے ۔

جب سفر کے لیے اپنے شہر سے روانہ ہو تو شہر میں اپنے دشمنوں کو خوش کرکے جانے کی کوشش کرے ۔ ماں باپ اور بزرگوں کی رضامندی سے جائے، چچاؤں اور خالاؤں کو بھی خوش کرکے روانہ ہو ۔ اپنے اہل وعیال کی جملہ ضروریات کے انتظام کے لیے کسی کو مقرر کرکے جائے، جو اس کی غیر حاضری میں ان کے امور انجام دے سکے یا اہل وعیال کو ساتھ لے جائے ۔

زیادہ مناسب سفر وہ ہے جو عبادت کی غرض سے ہو مثلاً حج، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ یا دیگر مقاماتِ متبرکہ کی زیارت یا مباح امور کے لیے (سوداگری، علم حاصل کرنا) احکام پنجگانہ کا سیکھنا، جن کا جاننا مسلمان پر فرض ہے، اس کے علاوہ دوسرے

---

[1] جمعرات کو سفر کرنے کے بارے میں مختلف توجیہیں کی گئی ہیں ۔ ایک یہ کہ جمعرات کا دن برکت والا ہے، بندوں کے اعمال اسی دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہوتے ہیں ۔ آنحضرت صلعم کا سفر عموماً جہاد جیسی افضل عبادت کے لیے ہوا کرتا تھا ۔ اس لیے آپ کو یہ زیادہ پسند تھا کہ جمعرات کو جہاد کے سفر پر نکلیں ۔

دوسری توجیہ علمانے یہ کی ہے کہ جمل کے سبب سے لفظ "خمیس" کے اعداد دوسرے دنوں کے ناموں کے اعداد سے زیادہ ہیں اور چونکہ آنحضرت صلعم نیک فال سے بہت خوش ہوتے تھے (خمیس کے معنے لشکر کے بھی ہیں اور اس میں ایک تفاؤل ہے کہ غنیم کے لشکر پر فتح ہوگی) اس لیے آپ جمعرات کے دن سفر کرتے تھے ۔ یہ توجیہ "مجمع البحار" میں موجود ہے ۔

امور جن کے سیکھنے میں بزرگی ہے، وہ مباح اور بعض کے نزدیک فرض کفایہ ہیں)

سفر میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئے، مخالفت یا سختی سے کام نہ لے۔ ہر وقت ان کی خدمت کرے حتی الامکان ان سے خدمت نہ لے۔

سفر میں ہر وقت پاک رہے، رفیقوں کا ساتھ دے، تھک جانے والوں کو سہارا دے پیاسوں کو پانی پلائے۔ خوش کلامی سے پیش آئے۔ دوسرا غصہ کرے تب بھی خوش خلقی سے جواب دے۔ سونے والے کے جان مال کی حفاظت کرے۔ جس کا خرچ نہ ہو اسے اپنے پاس سے خرچ دے۔ اپنی خوراک میں اُسے حصہ دے، راز کی بات نہ چھپائے، مگر دوسرے کے راز کو بھی پوشیدہ رکھے۔ کسی کی غیبت نہ کرے، بلکہ ہر شخص کو نیکی سے یاد کرے۔ ساتھی کے عیب کو دوسروں تک نہ پہنچائے، خواہ کسی سے آزار پہنچے، اس کی شکایت نہ کرے۔ مشورہ مانگنے والے کو اچھا مشورہ دے۔ اگر کوئی شخص مرتبہ میں اس سے بڑا ہے تب بھی خیر خواہی کے بارے میں اسے نصیحت کرنے سے گریز نہ کرے۔ اس کے شہر کا نام، اس کا اپنا نام اور حسب و نسب دریافت کرے۔ دوسرے ساتھیوں پر ظاہر کرے کہ میں اس کا فرمانبردار اور مطیع ہوں خواہ صورت حال اس کے برعکس ہی ہو، یعنی دوسرا شخص اس کا مطیع ہو۔

پیروی کرنے والے کو ناصح اور مشفق کی طرح اس کے عیبوں سے روکا جائے۔ ملامت اور سختی نہ کی جائے، جن امور و اشیاء سے خوف لاحق ہو سکتا ہے ان سے پرہیز کرنے کی ہدایت کی جائے۔

کسی منزل پر قیام کرتے وقت یہ دعا پڑھنا چاہیے۔

منزل پر پہنچتے وقت:- اَعُوْذُ بِاللّٰہِ وَبِکَلِمَاتِہِ التَّامَّاتِ الَّتِیْ لَا یُجَاوِزُھُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ وَبِاَسْمَاءِ اللّٰہِ الْحُسْنٰی کُلِّھَا مَا عَلِمْتُ مِنْھَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَءَ وَبَرَءَ وَمِنْ شَرِّ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْھَا وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَءَ فِی الْاَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا یَخْرُجُ مِنْھَا وَمِنْ فِتَنِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَمِنْ طَارِقِ لَیْلٍ وَالنَّھَارِ اِلَّا طَارِقًا یَطْرُقُ بِخَیْرٍ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۝ وَمِنْ کُلِّ دَآبَّۃٍ رَبِّیْ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ط

میں اللہ کی اور اس کے کلمات کی پناہ مانگتا ہوں اور وہ اللہ کا کلام کامل ہے، کوئی نیک یا بد آدمی اس سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ میں اللہ تعالیٰ کے ناموں سے پناہ مانگتا ہوں وہ جن کو جانتا ہوں اور جنھیں نہیں جانتا۔ ہر بُری شے سے محفوظ رہنا چاہتا ہوں جو ظاہر ہے، اور اس بُری شے کی برائی سے جو آسمان سے نازل ہوتی ہے، یا آسمان کی طرف جاتی ہے۔ رات اور دن کی برائی سے امن چاہتا ہوں۔ رات اور دن میں چلنے والی چیزوں سے امن کا خواہاں ہوں مگر نیک لوگوں اور نیکی سے دوری نہیں چاہتا۔ یا اللہ! تو مجھے بُری چیزوں سے امن میں رکھ! اور میں پناہ مانگتا ہوں، ہر اس چیز کی بدی سے، جو زمین پر حرکت کرتی ہے اور اللہ کی قدرت میں ہے۔ بے شک میرا اللہ مجھے سیدھی راہ دکھاتا ہے اور اُسی کا راستہ سیدھا ہے۔

متفرّق احکامات

سفر میں گھنٹہ ساتھ رکھنا:- سواریوں کے ساتھ گھنٹے نہ رکھنا چاہئیں، اس لیے کہ آنحضرت صلعم کے ارشاد کے بموجب ہر گھنٹہ کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا جس جماعت کے ساتھ گھنٹہ ہو اس میں فرشتہ نہیں آتا۔

لاٹھی رکھنا:- مناسب یہ ہے کہ سفر میں لاٹھی ساتھ رکھے اور جہاں تک ممکن ہو ایسا کرے۔ میمون بن مہران نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ لاٹھی اپنے ساتھ رکھنا پیغمبروں کی سنت اور مومنوں کی علامت ہے۔ حسن بصریؒ کے ارشاد کے بموجب لاٹھی میں چھ صفتیں پائی جاتی ہیں۔ پہلی یہ کہ لاٹھی پیغمبر کی سنت ہے۔ دوسری یہ کہ نیک لوگوں کی عزت آرائش کا باعث ہوتی ہے۔ تیسری یہ کہ دشمن سے مقابلہ کے وقت ہتھیار کا کام دیتی ہے، مثلاً سانپ، کتے یا دوسرے ضرر پہنچانے والے جانوروں کے مقابلے میں استعمال کی جاتی ہے۔ چوتھی لاٹھی کمزور آدمی کے لیے سہارا ہوتی ہے۔ پانچویں منافقوں کے لیے غم واندوہ کا موجب ہے۔ چھٹی نیک کاموں میں مدد دیتی ہے۔

"ایک روایت" ہے کہ جس مسلمان کے پاس لاٹھی ہو اس کے پاس شیطان نہیں آتا، منافق اور گنہگار شخص اس سے ڈرتا ہے لاٹھی والا شخص نماز کے وقت لاٹھی کو سامنے رکھ لیتا ہے جو اس کے لیے قبلہ کا کام دیتی ہے۔ جب تھک جائے تو اس سے سہارا لے کر تھکاوٹ دور کرتا ہے۔

ان کے علاوہ لاٹھی کے اور بھی کئی فائدے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰؑ کے قصہ میں بیان فرمایا ہے

هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ ۔

یہ میرا عصا ہے میں اس سے سہارا لیتا ہوں، اپنی بکریوں کے لیے درختوں سے پتے جھاڑتا ہوں، اس میں میرے لیے اور بھی چند فوائد ہیں۔

خصی کرنا:- حرب اور ابی طالب سے امام احمدؒ روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کسی غلام یا جانور کو خصی کرنا یا کسی جانور کے منہ پر داغ دینا روا نہیں۔ ابو طالب نے آنحضرت صلعم سے روایت کی ہے آپؐ نے فرمایا کسی چوپائے یا نور کو خصی نہ کرو۔

حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے آنحضرتؐ نے ضرورت کے لیے جانور کے کانوں پر داغ دینے کی اجازت دی ہے۔ جانور کے منہ پر داغ دینے سے منع فرمایا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے جانور کو اس خیال سے داغ دینا چاہے کہ ریوڑ میں کھو جائے گا تو اس کے چوتڑ پر داغ دے سکتا ہے۔ اس کے منہ پر داغ نہ دیا جائے۔

باب ۶

آدابِ مسجد۔ اشعار اور آوازیں۔ جانوروں کا مارنا۔

حجام کا پیشہ۔ والدین کے حقوق، متفرقات، دعائیں!

آدابِ مسجد

مسجد اور احترام:- مسجد میں ناپاک عمل کرنا ناجائز ہے۔ کسی طرح کی خرید و فروخت یا درزی، موچی وغیرہ کا کام کرنا بھی ناجائز ہے۔ اونچی آواز سے صرف ذکر الٰہی کیا جا سکتا ہے۔ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے، اگر اتفاق سے تھوک دے تو کفارہ یہ ہے کہ اُسے دفن کر دے۔ مسجد پر گچ کرنا یا مٹی سے لیپ دینا جائز ہے۔ مگر اسے نقش و نگار سے آراستہ کرنا مکروہ ہے۔ مسجد کو گھر بنا کر نہ رہنا چاہیئے۔ ہاں دو آدمی اس میں قیام کر سکتے ہیں۔ مسافر اور اعتکاف میں بیٹھنے والا۔

روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے بنی عبد قیس کے بعض افراد کو مسجد میں ٹھہرایا، ایک اور روایت میں ثقیف کی ایک جماعت کو مسجد میں ٹھہرانے کا ذکر بھی ہے۔

جن قصیدوں یا اشعار میں مسلمانوں کی مذمت نہ بیان کی گئی ہو اور ان میں بے ہودہ گوئی نہ ہو، ان کا مسجد میں پڑھنا جائز ہے مگر قصیدے اور اشعار نہ پڑھے جائیں تو بہتر ہے۔ بلکہ ایسے اشعار پڑھے جائیں جن کے سننے سے دنیا کی رغبت کم ہوتی ہو اور دل میں سوز و گداز پیدا ہوتا ہو، گریہ و زاری کا میلان بڑھے۔ اور دل عشقِ الٰہی کی طرف مائل ہوں۔ ایسے اشعار زیادہ بھی پڑھے جائیں تو جائز ہوں گے۔

سب سے بہتر یہ ہے کہ قرآن اور تسبیح پڑھی جائے، کیوں کہ مسجدوں کا مقصد ہی یہ ہے کہ ان میں خدا کی یاد کی جائے نماز پڑھی جائے۔ لہٰذا مسجد میں یادِ الٰہی اور نماز ہی کے لیے جانا چاہیئے۔ مسجد کی مٹی اٹھا کر لے جانا مکروہ ہے۔ ہاں ملبہ یا گوبر وغیرہ پڑا ہو تو باہر پھینک دیا جائے یہ ثواب ہے۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ مسجد کا کوڑا کرکٹ صاف کرنے والا حوروں کا حق مہر ادا کرتا ہے۔

لڑکوں یا دیوانے آدمیوں کو مسجد میں نہ جانے دیا جائے۔ ان کا جانا مکروہ ہے۔ جنبی شخص مسجد سے گزر جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ ایسی حالت میں مسجد کے اندر جانا پڑے تو وضو کر کے داخل ہو۔ اگر مسجد کے اندر کنواں ہو اور جنبی وہاں غسل کرنا چاہے تو تیمم کر کے کنوئیں پر جائے۔ اگر مسجد کے باہر کنواں ہو تو غسل کر کے مسجد میں جائے۔ حائضہ عورت کا بھی مسجد میں جانا ممنوع ہے، کیونکہ اس عورت سے مسجد میں گندگی ہوتی ہے۔

اشعار اور راگ

اشعار پڑھنا:- صرف پاکیزہ اشعار کا پڑھنا جائز ہے۔ جن اشعار میں لہو و لعب یا ان میں سبکیت ہو ان کا پڑھنا منع ہے۔ لہو

کھیل سے بھرے ہوئے اشعار بھی نہ پڑھنا چاہئیں ۔

قرآن پڑھنا :- قرآن گا کر پڑھنا مکروہ ہے ۔ کیوں کہ قرآن کی طہارت ، بزرگی اور توقیر کا یہی تقاضا ہے ۔ یہ مخالفت اسی لیے بھی ہے کہ راگ کے ساتھ پڑھنے سے قرآن اپنی اصلی حالت سے نکل جاتا ہے ۔ یعنی مدّ اور ہمزہ ساقط ہو جاتے ہیں ، جنھیں لمبا کر کے پڑھنا چاہیئے وہ مختصر ہو جاتے ہیں اور جنھیں مختصر کر کے ادا کرنا چاہیے ان کو طول ہو جاتا ہے اور اکثر حروف تو مدغم پڑھنے پڑ جاتے ہیں ۔

قرآن پڑھنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ اس سے خوفِ خدا پیدا ہو ۔ انسان نصیحت حاصل کرے اور اس کے دلائل ، قصوں اور مثالوں سے عبرت حاصل کرے ۔ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا امیدوار بنے ۔ اگر قرآن کو راگ سے پڑھے گا تو یہ سارے مقاصد فوت ہو جاتے ہیں ۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۔

مومن وہی ہیں کہ اللہ کی یاد کے وقت ان کے دل ڈر جاتے ہیں ، جب اللہ کا کلام ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو یہ تلاوت ان کے ایمان میں ترقی کا سبب ہو جاتی ہے اور اپنے رب پر ہی وہ بھروسہ کرتے ہیں ۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۔ یہ لوگ قرآن پر غور کیوں نہیں کرتے ۔

وَاِذَا سَمِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ط

جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں ، جو رسول پر اتارا گیا ہے تو تم کو نظر آئے گا کہ حق کو پہچان لینے کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے ۔

اگر کافروں سے جنگ کے لیے جائے ۔ تو قرآن اپنے پاس نہ رکھے ، اس لیے کہ اگر وہ کافروں کے ہاتھ آگیا تو اس کی توہین کریں گے ۔ اگر کوئی نا واقف جوان عورت قرآن پڑھ رہی ہو تو اس کی آواز پہ کان نہ لگایا جائے ، کیوں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ اگر نماز میں کوئی حادثہ آجائے تو مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں تالی بجائیں ۔

راگ رنگ :- وہ لوگ جو غیر عورتوں سے گانا یا راگ سنتے ہیں یا طبیعت کو برانگیختہ کرنے والے اشعار اور غزلیں سنتے ہیں یا ایسی باتیں جن میں عاشق و معشوق کی صفتیں بیان کی جائیں تو اس سے ان کی نفسانی خواہشات بیدار ہو جاتی ہیں اور شر و فساد پیدا ہوتا ہے ۔ دل میں شوق بڑھتا ہے جو حرام امور کی طرف لے جاتا ہے ۔ اس لیے راگ اور گانا نہیں سننا چاہیئے ۔ اگر کوئی کہے کہ وہ یاد الٰہی میں رغبت کو بڑھانے کے لیے گانا سنتا ہے جو بخشش کا باعث ہے تو وہ جھوٹا ہے ۔ کیونکہ شریعت میں راگ سننے کے بارے میں کوئی حکم نہیں جس سے ثابت ہو کہ یہ فلاں کے لیے جائز ہے ۔ اگر گانا سننا جائز ہوتا تو انبیاءؑ یا ایسے شخص کے لیے جائز ہوتا جسے اس کے سننے سے لذت نہ آتی ، اسی طرح ایسے افراد کو شراب پینا جائز ہوتا اور شراب پی کر ہم حرام سے بچ جاتے ہیں

اگر کوئی شخص خوبصورت لڑکوں یا عورتوں کے ساتھ خلوت میں بیٹھ کر یہ دعوے کرے کہ میں ان کے حسن سے عبرت کے لیے ایسا کرتا ہوں تو یہ محض ایک حیلہ ہے۔ ان کے ساتھ ہر حال مین خلوت میں بیٹھنا ناجائز ہے۔ کیوں کہ اس سے خرابی ہی پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے ایسی تنہائی سے دور ہی رہے۔

جو شخص حرام چیز کے استعمال کو عبرت اور نصیحت کا موجب بتاتا ہے، اس کا یہ فعل حرام کاری کے ارتکاب سے بھی زیادہ ہے، وہ آدمی دراصل اللہ کی راہ میں حرام کاری اور حرام خوری پر کمربستہ ہے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنی خواہش کے مطابق کام کرتے ہیں اور قبولیت اور توجہ کے لائق نہیں ہوتے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:-

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ط (یعنی - اے رسول!

مومنوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی آنکھوں کو غیر کے دیکھنے سے بچائیں۔ اور اپنے اندام نہانی کی حفاظت کریں۔ یہ بات ان کے لیے زیادہ باعثِ طہارت ہے۔

پس جو شخص کہے کہ میں یہ سب کچھ پاک نظر سے دیکھتا ہوں وہ قرآن کو جھٹلاتا ہے۔ مردے پر فریاد کرنا اور نوحہ کرنا بھی مکروہ ہے، لیکن رونا مکروہ نہیں۔

موذی جانوروں کا مارنا

بعض جانوروں کا مار ڈالنا جائز ہے اور بعض کو مارنے کی ممانعت ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں سانپ سانپ ا- دیکھے تو اس سے تین دفعہ کہے کہ یہاں سے چلا جا۔ اگر تیسری دفعہ کہنے پر بھی نہ جائے تو مار دیا جائے۔ اگر جنگل میں سانپ نظر آئے تو اسے فوراً ہی مار دیا جائے۔ اگر ایسا سانپ نظر آئے جس کی دم کٹی ہو (دراصل دم اتنی چھوٹی ہوتی ہے کہ کٹی ہوئی نظر آتی ہے) یا اس کی پیٹھ پر دو سیاہ خط ہوں، یا (جیسا کہ لوگ کہتے ہیں) کہ اس کی آنکھوں میں سیاہ بال بھی نظر آئیں تو ایسے سانپوں کو اعلان کے بغیر ہی مار دیا جائے۔

اعلان کرنے یا آواز دینے کا طریقہ یہ ہے کہ سانپ سے کہے کہ ہم کو آزار نہ دو اور چلے جاؤ۔ لوگوں نے آنحضرت صلعم سے گھریلو سانپوں کے بارے میں جب پوچھا تو فرمایا۔ جب تم اپنے گھر میں سانپ دیکھو تو اس سے کہو میں تمھیں اس عہد کی قسم دیتا ہوں جو خدا کے پیغمبر حضرت نوحؑ نے تم سے لیا تھا۔ اور اس عہد کی قسم دیتا ہوں جو حضرت سلیمانؑ نے تم سے لیا تھا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ اور ہمیں آزار نہ دو، اگر وہ نہ جائے تو انھیں مار ڈالو۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جو سانپ بھی نظر آئے اُسے مار ڈالو اور جو شخص سانپ کو مارنے سے محض اس لیے ڈرتا ہے کہ وہ اس کے دشمن ہو جائیں گے تو ایسا شخص میری امت سے نہیں ہے۔

حضرت سالمؒ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ سانپوں کو مار دو۔ دو خط والا سانپ اور کٹی دم کا سانپ دونوں آنکھوں کو اندھا کر دیتے ہیں اور حمل بھی گرا دیتے ہیں۔

حضرت سالم فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ کا معمول تھا کہ جہاں کہیں سانپ کو دیکھ لیتے اسے مار ڈالتے۔ حضرت ابولبابہؓ نے

ایک مرتبہ عبداللہؓ کو کسی سانپ کے مارنے کے لیے گھات میں بیٹھے دیکھا تو ان سے کہا کہ آنحضرت صلعم نے گھر کے سانپوں کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔ اور دلیل کے طور پر حضرت ابی سائبؓ کی یہ روایت پیش کی۔ کہ ایک دفعہ میں حضرت ابوسعید کے پاس گیا۔ ہم تخت پر بیٹھے تھے کہ تخت کے نیچے کوئی شے حرکت کرتی ہوئی محسوس ہوئی۔ دیکھا تو سانپ تھا۔ میں دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا۔ حضرت ابوسعیدؓ نے پوچھا کیا ہے؟ میں نے کہا سانپ۔ وہ کہنے لگے پھر تمہارا کیا ارادہ ہے؟ میں نے کہا اسے مار دیا جائے۔ اس پر حضرت ابوسعیدؓ نے گھر کے ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہاں میرا بھتیجا رہتا تھا۔ جنگ احزاب سے قبل کا یہ واقعہ ہے۔ اس وقت اس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ جنگ پر جانے کی اجازت لینے جب وہ اپنے گھر آیا تو دیکھا کہ اس کی بیوی دروازہ کے باہر کھڑی ہے۔ میرے بھتیجے نے نیزہ سیدھا کیا کہ یہاں کیوں کھڑی ہے۔ اس نے کہا اندر جا کر دیکھو۔ جب وہ اندر گیا تو دیکھا وہاں سانپ ہے۔ اس نے نیزہ سے اسے چھید دیا، اور باہر لایا۔ سانپ نیزہ میں چھدا ہوا بے قرار تھا۔ ابوسعید کہتے ہیں، میں نہیں کہہ سکتا کہ ان دونوں میں سے کون جلدی مر گیا، وہ مرد یا سانپ۔ بہرحال لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں گئے تب آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اس (سانپ کو مارنے والے) کے لیے مغفرت کی دعا مانگو۔ پھر فرمایا۔ مدینہ میں جنوں کی ایک جماعت ایمان لائی ہے انھیں تم سانپوں کی شکل میں دیکھو گے۔ انھیں تین دفعہ ڈراؤ۔ اگر اس کے باوجود پھر دکھائی دیں۔ تو انھیں مار ڈالو۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ تین دفعہ اعلان کرو جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے، اگر اس کے باوجود بھی دکھائی دیں تو انھیں مار ڈالو! کیونکہ وہ سانپ شیطان ہے۔

گرگٹ کو مارنا:۔ گرگٹ کو مار ڈالنا جائز ہے، کیوں کہ عامر نے اپنے والد سعیدؓ سے روایت کی ہے۔ آنحضرتؐ نے گرگٹ کو نافرمان فرمایا ہے۔ اور اسے مار ڈالنے کی اجازت دی ہے۔ حضرت ابی ہریرہؓ نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی ہے۔ حضور نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص گرگٹ کو پہلی ہی وار میں مار ڈالے تو اسے ستر نیکیاں ملتی ہیں۔

چیونٹی کا مارنا:۔ چیونٹیاں جب تک آزار نہ دیں انھیں مارنا مکروہ ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کسی پیغمبر کو ایک چیونٹی نے کاٹا تھا جس پر پیغمبر نے حکم دیا چیونٹیوں کے گھر جلا دیئے جائیں، چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی۔ اللہ تعالےٰ نے پیغمبر پر وحی نازل کی، کہ ایک چیونٹی نے تمھیں کاٹا، تو تم نے اس کے بدلے میں ساری جماعت کو فنا کر دیا، جو میری تسبیح کرتی تھیں۔

مینڈک مارنا:۔ مینڈک کو مارنا مکروہ ہے۔ عبدالرحمٰن بن عثمان نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا مینڈک کو مار کر دوا میں ڈالنے کی ضرورت پڑتی ہے، لہٰذا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپؐ نے فرمایا مینڈک کو مت مارو، اور جن جانوروں کو مارنا جائز ہے انھیں آگ میں نہ جلاؤ۔ مثلاً جوں، پسو، مچھر، چیونٹیاں۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کسی جاندار کو آگ کا عذاب نہ دیا جائے۔ یہ صرف ربّ النّار یعنی آگ کے پروردگار کا ہی حق ہے۔

ہر موذی جانور کا مار دینا:۔ ہر موذی جانور کو مار دینا جائز ہے خواہ وہ ایذا دے یا نہ دے، مگر شرط یہ ہے کہ ایذا پہنچانا اس کی سرشت ہو۔ ایذا سے قبل اس کا مار دینا اس لیے جائز ہے کہ وہ ضرور ایذا دے گا۔ کیوں کہ اس کی سرشت ہی ایسی ہے۔ مثلاً سانپ جس کا ذکر اوپر آچکا ہے، بچھو، کاٹنے والا کتا، چوہا وغیرہ۔ کالے کتے کو بھی مارا جا سکتا ہے اس لیے کہ وہ شیطان ہے۔

کسی بھی پیاسے جانور کو پانی پلا دینا چاہیے اس لیے کہ یہ ثواب ہے۔ جیسا کہ حضور صلعم کا ارشاد ہے نہ ترگرم جگر میں ثواب ہے، مگر پانی پلانے کا۔ یہ ثواب اس وقت ہوتا ہے کہ وہ جانور درندہ نہ ہو، نہ ہی کاٹنے والا ہو۔ ایسی قسم کے جانوروں کو ہرگز پانی نہ پلایا جائے۔ ورنہ انسان کی ایذا رسانی کے سلسلے میں جانور کی قسم نے مدد کی۔ اور یہ ناجائز ہے۔

کتا:- کتے کو پالنا اور اسے گھر میں رکھنا بھی ناجائز ہے۔ زراعت کی نگہبانی، ریوڑ کی رکھوالی، اپنی حفاظت یا شکار کے لیے کتے کا رکھنا درست ہے۔ ایک قول کے مطابق کاٹنے والے کتے کو گھر میں رکھنا حرام ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایسے کتے کو مار ڈالے تاکہ لوگ اس کی ایذا سے محفوظ رہیں۔

بعض احادیث میں ہے کہ اگر کوئی شخص جانوروں کی حفاظت یا شکار کے سوا کسی اور نیت سے کتے کی پرورش کرے تو روزانہ اس کے ثواب میں دو قیراط کم ہو جاتے ہیں۔

زراعت یا سفر کے لیے باربرداری کے جانور پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنا ناجائز ہے۔ جس جانور کو گھاس کے علاوہ دانہ وغیرہ بھی دیا جاتا ہو اگر اسے نہ دے گا تو گنہگار ہوگا۔ جانوروں کو ان کی خواہش سے زیادہ کھلانا مکروہ ہے۔ زبردستی کھلانا بھی مکروہ کہا گیا ہے۔ اکثر لوگ جانور کو موٹا کرنے کے لیے زیادہ کھلاتے ہیں۔

حجام کا پیشہ

حجام کا پیشہ:- پچھنے لگانے کا پیشہ اختیار کرنا، اور اس سے روزی کمانا مکروہ ہے۔ کیوں کہ یہ کمینہ پن ظاہر کرتا ہے، جیسا کہ آنحضرت کا ارشاد ہے۔ حجام کا کسب نجس ہے۔ اور بعض علماء کہتے ہیں۔ یہ پیشہ حرام ہے اور اس کی دلیل میں امام احمد بن حنبل سے روایت بیان کرتے ہیں۔

والدین کے حقوق

فرمانبرداری والدین اور اس کا ثواب:- والدین کی فرمانبرداری ہر شخص پر واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۔ اگر ماں یا باپ یا ماں اور باپ دونوں بوڑھے ہو جائیں تو انہیں اُف بھی نہ کہو، نہ انھیں جھڑکو اور ان سے بات کرتے وقت نرمی اور تعظیم کرو۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا (دنیا میں والدین کا اچھی طرح ساتھ دو) پھر فرمایا۔ اُشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ (میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو تم کو میری ہی طرف واپس آنا ہے۔

ایک روایت:- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اگر کوئی شخص ماں باپ کو رات بھر ناراض رکھے یہاں تک کہ صبح ہو جائے تو اس کے لیے دوزخ کے دو دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جو صبح سے شام تک ناراض رکھے اس کے لیے بھی دوزخ کے دو دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ اگر ماں باپ میں سے کسی ایک کو ناراض کرے تو اس کے

لیے دوزخ کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ خواہ اس ناراضگی میں زیادتی ماں باپ ہی کی کیوں نہ ہو۔

مزید روایات اور احکام:- حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا، ماں باپ کی رضامندی سے اللہ کی رضامندی حاصل ہوتی ہے، اور ماں باپ کو ناراض کرنے سے اللہ بھی ناراض ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں ایک شخص آنحضرتؐ کی خدمت آیا اور عرض کیا میں جہاد پر جانے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ آپؐ نے پوچھا۔ کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ جواب دیا، جی! فرمایا ان کے حق میں اپنے نفس سے جہاد کر۔ ماں باپ کے ساتھ نیکی یہ ہے کہ ان کی ضروریات پوری کی جائیں۔ انھیں تکلیف نہ پہنچنے دی جائے۔ چاہیئے کہ والدین کے ساتھ بچوں جیسی نرمی اور محبت کی باتیں کرے۔ والدین سے کبیدہ خاطر نہ رہے۔ ان کی حاجت روائی کرنے میں کوتاہی نہ کرے۔ سچے دل اور محبت سے ان کی خدمت کرے۔ فرض نماز روزہ کے علاوہ نوافل پڑھے۔ انھیں پڑھنے کی نسبت والدین کی خدمت گزاری کا ثواب زیادہ ہے[1]

ہر نماز کے بعد والدین کی بخشش کے لیے دعا کرے، انھیں کوئی رنج نہ پہنچنے دے بلکہ اگر انھیں کوئی تکلیف ہو، تو اسے دور کرنے کی کوشش کرے۔ ان کے سامنے اونچی آواز سے نہ بولے، نہ ان کی بات کا جواب سختی سے دے۔ مگر خلافِ شرع امور میں ان کی اطاعت نہ کی جائے۔ مثلاً حج، نماز، زکوٰۃ، کفارہ اور خدا کی نذر وغیرہ۔ اگر والدین حرام کرنے کے لیے کہیں تو ان کی مخالفت کرے۔ مختصر یہ کہ جو چیزیں شرعاً ممنوع ہیں، ان کے بارے میں والدین سے اتفاق نہ کرے۔ مثلاً زنا، شراب خوری، قتل، کسی پر زنا کی تہمت، کسی کا مال چھین لینا، چوری کرنا ان سب امور میں والدین کے ساتھ شرکت یا پیروی سے پرہیز کرے۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ ان باتوں یا ان کاموں میں مخلوق کی تابعداری نہ کرو جو خالق کی ناراضگی کا باعث ہیں۔ خداوندِ عالم کا ارشاد ہے:-

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا۔

اگر تیرے والدین تجھے اس لیے تکلیف میں ڈالیں کہ تو اس چیز کو میرا شریک جانے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا حکم نہ مان اور دنیا میں ان کا صرف نیکی میں ساتھ دے۔

پس آنحضرت صلعم کی یہ حدیث اور اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد سب کو معلوم ہے، یعنی جو کوئی ایسے کام کا حکم دے جس سے اللہ نے منع فرمایا ہے یا جو اللہ کی عبادت میں خلل کا باعث بنے تو وہ تسلیم نہ کرے۔

امام احمدؒ ابی طالبؓ سے راوی ہیں کہ ایک شخص کو اس کے والدین نماز باجماعت میں شرکت سے منع کیا کرتے تھے۔

---

[1] غیر مسلم ماں کے ساتھ بھی سلوک کرنے کی ہدایت آئی ہے۔ صحیحین میں حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ جس زمانہ میں آنحضرتؐ اور قریش کا عہد تھا ان دنوں میں میری والدہ میرے پاس آئی اور وہ مشرکہ تھی۔ میں نے آنحضرت صلعم سے پوچھا یا رسول اللہ! میری ماں میرے پاس آئی ہے اور اسے ابھی تک اسلام کے لیے رغبت نہیں۔ کیا میں اس کے ساتھ سلوک کروں؟ آنحضرت نے فرمایا ماں سلوک کر۔

تو آنحضرتؐ نے اس شخص سے فرمایا کہ فرائض کو ترک کرنے کے بارے میں ماں باپ کے اس حکم کی اطاعت نہ کرو۔

دیگر احکامات:- ماں باپ کی فرمانبرداری کی خاطر نفلوں کو ترک کیا جا سکتا ہے۔ یہ جائز ہی نہیں بلکہ افضل ہے کہ نفل ترک کر کے ماں باپ کا حکم مان لے۔ یہ بات بھی والدین کے ساتھ نیکی کرنے کے مترادف ہے کہ تو ان لوگوں کے ساتھ میل جول رکھے، جن کے ساتھ تیرے والدین نے میل جول رکھا اور ان لوگوں سے قطع تعلق رکھے جن سے تمہارے والدین الگ رہے ہے جب والدین کے لیے کسی پر غصہ کرو۔ تو ایسا غصہ کرو جیسا اپنے نفس سے زندگی اور موت کی حالت میں کرتے ہو۔

اگر ماں باپ پر تم کو غصہ آئے تو فوراً اس بات کو یاد کرلو کہ انھوں نے کس مصیبت سے تمہاری تربیت کی ہے، ماں کی شفقت، باپ کی محبت، ان کا رات بھر جاگنا اور ان کی محنت کو فوراً یاد کر لو۔ پھر یہ آیت کریمہ بھی یاد کرو (وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا۔ (اور ان سے ہمیشہ نیک بات کرو)۔ اگر ان کی رحمت جو تم پر تھی، تمہارے غصہ کو کم نہ کرے تو جان لو کہ تم خدا کی رحمت سے محروم ہو۔ خدا کا غضب تم پر آنے والا ہے۔

اگر تم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ماں باپ کے ساتھ کچھ کیا تو جب غصہ فرو ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے اس کی معافی چاہو اور توبہ کرو۔

اگر کسی ایسے سفر پر جانا چاہو جو والدین کو پسند نہیں تو والدین کی رضامندی کے بغیر نہ جاؤ، نہ ماں باپ کی اجازت کے بغیر کسی لڑائی پر جاؤ۔ یہ بھی خیال رکھو کہ تمہاری وجہ سے کوئی شخص تمہارے والدین کو آزار پہنچانے کا باعث نہ بنے۔

آنحضرتؐ نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو ماں اور بچے میں جدائی کرتا ہے۔ جب تم کھانے پینے کی چیزیں لاؤ تو ان میں سے جو والدین پسند کریں وہ ان کے سامنے رکھو، باقی تم لو۔ کیوں کہ انھوں نے کافی مدت تمہاری پرورش کی ہے۔ خود جاگتے رہے اور تمہیں میٹھی نیند سلایا ہے۔ تمہیں ہر ممکن آرام پہنچایا ہے۔ اگر ان امور پر عمل کرو گے تو انشاء اللہ صراطِ مستقیم ملے گا۔

متفرق احکامات

مستحب اور مکروہ نام:- اگر کوئی شخص آنحضرت صلعم کا نام اور کنیت دونوں رکھے تو ناجائز ہے۔ کنیت یا نام دونوں میں سے ایک رکھنا جائز ہے۔ امام احمدؒ ایک روایت میں فرماتے ہیں کہ اگر حضورؐ کا نام اور انھیں کی کنیت ایک ہی آدمی میں جمع کی جائیں یا صرف حضورؐ کا نام ہو اور کنیت دوسرے نام کی ہو تو یہ بھی مکروہ ہے۔ مگر امام احمدؒ کی ایک روایت میں یہ بھی ہے۔ کہ نام اور کنیت دونوں صورت میں جائز ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت انس اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے

ہے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی جسے میں بہت چاہتا تھا مگر میرے والد حضرت عمرؓ اس سے ناخوش تھے۔ انھوں نے حکم دیا کہ میں اسے طلاق دے دوں۔ میں نے انکار کیا تب میرے والد نے رسول اللہؐ سے جا کر کہا۔ رسول اللہؐ نے مجھے حکم دیا کہ اسے طلاق دے دو۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

آنحضرت نے فرمایا تم میرے نام پر نام رکھ سکتے ہو مگر کنیت نہ رکھو۔

مختلف روایات اور احکامات:- آنحضرتؐ کے نام اور کنیت دونوں یکجا کرنے کے بارے میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں عرض کیا میں نے اپنے لڑکے کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم رکھی ہے، مگر لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ نام مکروہ ہے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا وہ کون سی چیز ہے جس نے میرے نام کو حلال اور میری کنیت کو حرام کیا ہے اور وہ کون سا امر ہے جس نے میری کنیت کو حلال اور میرے نام کو حرام کیا ہے۔

اگر کوئی شخص ابو یحییٰ یا ابو عیسیٰ نام رکھے تو یہ مکروہ ہے۔ لڑکوں کے یہ نام رکھنے بھی مکروہ ہیں:- افلح (رستگاری) نجاح (فیروزی) نافع (نفع بخش) رباح (سود) ابو یحییٰ، برکت، برہ (پارسا)، حزن (غم) عاصیہ (نافرمان)

حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں آنحضرت صلعم نے فرمایا اگر میں زندہ رہا تو لوگوں کو ایسے نام رکھنے سے منع کروں گا جیسے (تونگری) برکت، (رباحاً (سود)، نجاحاً (نجات)، افلح (رستگاری)

اللہ تعالےٰ کے ناموں پر نام رکھنا بھی مکروہ ہے، جیسے ملک الملوک، شہنشاہ وغیرہ۔ کیونکہ یہ اہل فارس میں رائج ہیں اور یہ نام صرف اللہ ہی کے لائق ہیں۔

یہ نام رکھنے بھی مکروہ ہیں، قدوس، اللہ، خالق، نگہبان۔ خداوند کریم کا ارشاد ہے کہ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ قُلْ سَمُّوْهُمْ (اور اللہ کے شریک ٹھہراتے ہیں تو اے محمدؐ ان کے نام مقرر کرو) بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر یہ لکھی ہے (اے محمدؐ ان سے کہہ دو کہ میرے نام پر ان کے نام رکھو۔ لہٰذا انسان کو جو عاجز ہے اللہ کے نام پر نام رکھنا چاہیئے)

اپنے بھائی یا غلام کا ایسا لقب رکھنا جو مکروہ اور برا ہو حرام ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ (جن ناموں سے پکارنا گناہ ہے ان سے اپنے بھائی کو نہ پکارو، بلکہ اچھے ناموں سے پکارنا چاہیئے۔

غصہ:- اگر غصہ آجائے اور آدمی کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہو تو لیٹ جائے، سرد پانی سے ہاتھ دھوئے۔ اس عمل سے غصہ اتر جاتا ہے۔

حضرت امام حسنؓ فرماتے ہیں آنحضرت صلعم نے فرمایا، غصہ ایک چنگاری ہے جو انسان کے دل میں سلگتی ہے، چنانچہ جب غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو تکیہ لگا کر بیٹھ جائے۔

آداب نشست:- اگر لوگ آپس میں کوئی خفیہ بات کر رہے ہیں" تو ان کے پاس نہ بیٹھنا چاہیئے۔ آنحضرت صلعم نے ان کی اجازت کے بغیر ان کے پاس بیٹھنے کو منع فرمایا ہے۔

سایہ اور دھوپ کے درمیان بیٹھنا مکروہ ہے (یعنی اس طرح کہ جسم کے کسی حصہ پر دھوپ اور کسی پر سایہ) بائیں ہاتھ پر تکیہ نہیں لگانا چاہیئے۔ مجلس میں لیٹنا مکروہ ہے۔ مجلس سے اٹھتے وقت کفارہ کے لیے یہ پڑھنا چاہیے:-

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ - (یا اللہ تو پاک ہے، سب تعریف تیرے ہی لیے ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں تیری بخشش چاہتا ہوں اور تجھ سے توبہ کا خواستگار رہوں۔

قبروں میں جوتا پہن کر پھرنا مکروہ ہے۔ قبرستان جا کر یہ دعا پڑھے :۔

قبرستان کے آداب :۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الْاَجْسَادِ الْبَالِیَۃِ وَالْعِظَامِ النَّخِرَۃِ الَّتِیْ خَرَجَتْ مِنَ الدُّنْیَا وَھِیَ بِکَ مُؤْمِنَۃٌ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْ رَوْحًا بِکَ وَسَلَامًا مِنِّیْ۔ (پروردگارا! تو ہی پرانی ہڈیوں اور پرانے جسموں کا پالنے والا ہے۔ گو وہ دنیا سے رحلت کر گیے اور وہ مسلمان تھے۔ یا اللہ! محمدؐ اور اس کی آل پر درود بھیج، ان پر اپنی رحمت نازل فرما اور ان کی خدمت میں میرا اسلام بھی پہنچا۔)

پھر یہ دعا پڑھے :۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَاِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ۔

(اے قبرستان کے مومن لوگو! تم پر سلام ہو۔ انشاء اللہ میں بھی تمھارے پاس آنے والا ہوں۔

روایت ہے کہ قبر کی زیارت پر جانے والا قبر پر ہاتھ نہ رکھے، نہ ہی قبر کو بوسہ دے۔ یہ عمل یہودیوں کا ہے۔ قبر پر نہ بیٹھے، نہ ٹیک لگائے۔ نہ پیر سے ٹھوکر مارے۔

قبر کے پاس کھڑا ہو تو اسی طرح کھڑا ہونا چاہیئے جیسے اس کی زندگی میں اس کے سامنے کھڑا ہوا کرتا تھا۔ گیارہ بار قل ہو اللہ احد اور قرآن کی آیات پڑھ کر ان کا ثواب تحفہ کے طور پر اہل قبر کی روح کو بخش دے۔ تحفہ یہ کہہ کر پہنچائے :۔ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ قَدْ اَتَیْتَنِیْ عَلٰی قِرَاءَۃِ ھٰذِہِ السُّوْرَۃِ فَاِنِّیْ قَدْ اِھْتَدَیْتُ ثَوَابَھُمَا لِصَاحِبِ ھٰذَا الْقَبْرِ۔ اے اللہ! اگر ان آیات کے پڑھنے کا تو نے مجھے ثواب عطا فرمایا تو یہ ثواب میں نے اس قبر والے کو تحفہ کے طور پر بخش دیا۔

بعد ازاں اپنے لیے دعا مانگے۔ اگر کسی جگہ ہڈی پڑی مل جائے تو اسے نہ روندے اور نہ توڑے۔ اگر اتفاقاً ایسا ہو جائے تو استغفار پڑھے اور اہل قبر کے لیے بخشش کی دعا کرے۔

بدشگونی منع ہے، مگر نیک فال کی ممانعت نہیں۔

برتاؤ اور سلوک :۔ ہر شخص کے ساتھ عاجزی اور انکساری سے پیش آئے۔ ہر ایک کی عزت کرے۔ چھوٹوں سے نرمی اور شفقت سے پیش آئے۔ ان کا قصور معاف کرے۔ اور انھیں ادب اور تعلیم دینے میں غفلت نہ کرے۔

کسی پر درود بھیجنا :۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ خدا تم پر درود بھیجے یا فلاں پر اللہ کا درود ہو تو یہ کہنا جائز ہے۔ حضرت علیؑ نے حضرت عمرؓ کے حق میں فرمایا تھا۔ یا اللہ عمرؓ پر درود بھیج! آنحضرت صلعم نے بھی ایک مرتبہ فرمایا تھا۔ کہ اے اللہ ابی اوفیٰ کی اولاد پر درود بھیج۔

مصافحہ کرنا :۔ ذمی کافروں سے مصافحہ کرنا مکروہ ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا، ذمی کافروں سے مصافحہ نہ کرو۔

آداب دعا :۔ دعا کا طریقہ یہ ہے کہ دعا مانگنے کے لیے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر خدا کی حمد و ثنا کرے۔ آنحضرت صلعم پر درود

پھیلے، پھر اپنی حاجت طلب کرتے وقت نظر آسمان پر رکھے۔ پھر دعا مانگنے کے بعد دونوں ہاتھ منہ پر پھیر لے، کیونکہ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ پہلے دونوں ہاتھ پھیلا کر اللہ سے دعا مانگو، پھر منہ پر پھیر لو۔

اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگنی جائز ہے، کیوں کہ خداوند کریم کا ارشاد ہے:۔

فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ (مردود شیطان سے اللہ کے ہاں پناہ مانگ)

فرمایا:۔ قل اعوذ برب الفلق، (اے محمدؐ! کہہ میں صبح کے پروردگار کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں)۔

قل اعوذ برب الناس (کہہ اے محمدؐ! میں لوگوں کے پروردگار سے پناہ مانگتا ہوں)

کسی بیمار پر دعا پڑھکر دم کرنا:۔ روایت ہے کہ آنحضرتؐ جب کبھی بیمار ہوتے یہ دونوں سورتیں پڑھکر دم فرمایا کرتے تھے۔ یہ دعا آپ روز پڑھا کرتے تھے۔

اَعُوْذُ بِوَجْهِ الْكَرِيْمِ وَ كَلِمَاتِهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَ ذَرَءَ وَ بَرَءَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ رَبِّيْ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا۔ (میں خدائے بزرگ و برتر اور اس کے پاک کلموں کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں تاکہ وہ ہر شے کی برائی سے جو اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اور ہر حرکت کرنے والے جانور سے مجھے اپنی پناہ میں رکھ! کیونکہ میرا رب اس کی پیشانی کے بالوں سے اسے پکڑنے والا ہے۔

اسی طرح قرآن پاک کی آیات اور اسماء الحسنیٰ سے دم کرنا جائز ہے۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے:۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (ہم نے قرآن میں ان چیزوں کو نازل کیا ہے جو مسلمانوں کے لیے شفا اور رحمت کا باعث ہیں۔

پھر فرمایا:۔ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنَاهُ مُبٰرَكٌ (یہ وہ کتاب ہے جو ہم نے اتاری اور جو مبارک ہے)

اور آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ بُری نظر لگ جانے میں دعا کرو۔ کیوں کہ تقدیر الٰہی پر اگر کوئی چیز سبقت لے جانے والی ہے تو وہ انسان کی نظر بد ہے۔ یہ حدیث آپ نے حضرت امام حسنؑ اور امام حسین علیہما السلام کے بارے میں بیان فرمائی ہے[1]

بخار کا تعویذ:۔ امام احمد حنبلؒ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ مجھے بخار آیا تو یہ تعویذ لکھ کر میرے گلے میں لٹکا دیا گیا۔ چنانچہ میں شفایاب ہو گیا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ وَبِاللّٰهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَاَرَدُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ اشْفِ صَاحِبَ هٰذَا الْكِتَابِ بِحَوْلِكَ وَقُوَّتِكَ وَجَبَرُوْتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ۔

---

[1] نظر بد کا ذکر اس باب میں آگے بھی آیا ہے۔

دردِ زہ کا تعویذ:- بعض عالموں نے بیان کیا ہے کہ عورت کو دردِ زہ شروع ہو اور بچے کی پیدائش میں دشواری ہو جائے تو کسی پیالہ یا مٹی کے پاک برتن میں لکھ کر اس میں پانی ڈال کر عورت کو پلایا جائے۔ کچھ پانی اس کے سینے پر بھی چھڑک دیا جائے۔ تعویذ حسبِ ذیل ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحٰنَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ کَاَنَّھُمْ یَوْمَ یَرَوْنَھَا لَمْ یَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِیَّۃً اَوْ ضُحٰھَا کَاَنَّھُمْ یَوْمَ یَرَوْنَ مَا یُوْعَدُوْنَ لَمْ یَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَۃً مِّنْ نَّھَارٍ بَلٰغٌ فَھَلْ یُھْلَکُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ۔

خدائے رحمان و رحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں، اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں۔ وہ اللہ جو عرشِ عظیم کا خالق ہے۔ سب تعریف اسی کے لیے جو دونوں جہانوں کا پالنے والا ہے۔ جب کفار قیامت کے دن کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ ہم تو قبروں میں صرف ایک ہی رات رہے۔ ہمیں پھر وہیں واپس بھیجدو۔ اسی طرح جس چیز کا وعدہ کیا گیا تھا، جب اسے دیکھیں گے تو کہیں گے ہم تو دنیا میں ایک ساعت ہی رہے، اس سے زیادہ نہ رہے۔ قرآن کا پہنچانا خدا کا حکم ہے۔ پس کافروں کی قوم کے سوا کوئی ہلاک نہیں ہوتا۔

جھاڑ پھونک کرنا:- اگر کسی کو چیونٹی، بچھو، سانپ، لپٹو، مچھریا اسی طرح کی کوئی اور چیز کاٹے تو قرآن کی آیتوں کا دم کرنا جائز ہے۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ ہر زہریلے مادے کے لیے دم کرنا چاہیئے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص رات کو گھر سوتے وقت یہ درود تین مرتبہ پڑھے اسے اُس رات بچھو نہیں کاٹتا۔ درود ہے:- صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی نُوْحٍ وَّعَلٰی نُوْحٍ السَّلَامُ (اللہ تعالیٰ نوحؑ پر درود بھیجے اور نوحؑ پر سلام ہو)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص رات کو سوتے وقت تین دفعہ یہ دعا پڑھ لے تو اس رات اس پر کوئی زہریلا جانور حملہ نہ کرے گا۔ دعا یہ ہے:- اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ کُلِّھَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (ہر شے کی بدی سے جو پیدا کی گئی ہے میں اللہ کے کلمات کے ساتھ جو پورے اور کامل ہیں، پناہ مانگتا ہوں)

غرض بیماریوں کے لیے دم کرنا جائز ہے مگر تھوکنا مکروہ ہے[1]

نظرِ بد کا علاج:- اگر کوئی شخص بُری نظر کے اثر سے بیمار ہو جائے تو جس شخص کی نظر لگی ہے وہ اپنا منہ، کہنیوں تک دونوں ہاتھ، دونوں زانو، پنڈلیوں تک پاؤں اور شرمگاہ کو پانی سے دھولے۔ دھوتے وقت پانی کو ایک برتن میں جمع کرتا رہے۔ بعد میں اس شخص کو جسے نظر لگی ہو، اس پانی سے نہلا دے۔ اس طرح وہ صحت یاب ہو جائے گا۔ ابو امامہ بن سہل بن حنیفؓ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا، میں ایک مرتبہ غسل کر رہا تھا کہ عامر بن ربیعہؓ

---

[1] یعنی دم کرتے وقت صرف پھونک ماردی جائے۔ اس طرح نہیں کہ تھوک کے چھینٹے منہ سے نکلیں۔

نے میرے بدن کو دیکھ لیا۔ اور تعجب سے کہنے لگے۔ خدا کی قسم تمہارے بدن جیسا خوبصورت بدن میں نے کسی پردہ نشین عورت کا بھی نہیں دیکھا۔ اس واقعہ کے بعد مجھے فالج ہو گیا۔ میں بیماری کے باعث اپنا سر نہ اٹھا سکتا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلعم سے ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا تم ابوامامہ پر اس کا الزام لگاتے ہو۔ میں نے عرض کیا میں سچا ہوں۔ تب آنحضرت صلعم نے ابوامامہ اور عامر دونوں کو بلا کر کہا کہ اللہ تعالےٰ پاک ہے، ایک بھائی دوسرے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے، بلکہ چاہیئے کہ تم ایسی چیز دیکھو جو تمہیں متعجب کرے تو اس کے لیے زیادہ برکت کی دعا کرو۔ پھر آنحضرتؐ نے عامر کو حکم دیا کہ ابوامامہ کے لیے غسل کرو۔ عامر نے اس طرح غسل کیا کہ منہ، پیٹھ، دونوں ہتھیلیاں، کہنیاں، شرمگاہ، دونوں زانو، دونوں پیر معہ پنڈلیوں کے یہ تمام اعضا اس طرح دھوئے کہ ایک برتن میں پانی جمع ہوتا گیا۔ پھر آنحضرت صلعم نے فرمایا یہ پانی ابوامامہؓ کے سر پر ڈال دو۔ چنانچہ وہ سب پانی ان کے سر پر ڈال دیا گیا۔ کچھ پانی برتن میں باقی رہا جو آنحضرت کے حکم سے ابوامامہ کے بدن پر مل دیا گیا۔ چنانچہ ابوامامہ تندرست ہو گئے۔

بہتر یہ ہے کہ جس کی نظر لگی ہو، وہ مکمل غسل کرے اور جس پر نظر کا اثر ہوا ہے، اس کے سر پر غسل کا پانی ڈال دیا جائے۔

جسمانی بیماریوں کا علاج:- اگر کوئی شخص بیمار ہو جائے تو اس کا علاج ضرور کرنا چاہیئے[1] مثلاً اس مقصد کے لیے فصد کرانا، پچھنے لگوانا، داغ دینا، دوا یا شربت وغیرہ پلانا یہ سب باتیں جائز ہیں۔ کسی رگ کا کاٹنا، پھوڑوں کا چیرنا، بدن میں کیڑے پڑ جانے کے خوف سے کسی عضو کا کاٹنا، بواسیر کے مسّوں کا کاٹنا۔ غرض ایسے کام جن سے جسم کی اصلاح مقصود ہو، ان کا علاج درست ہے۔ البتہ بدن صحیح کو خواہ مخواہ کاٹنے سے بچایا جائے۔

روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے پچھنے لگوائے، طبیبوں سے مشورہ بھی کیا اور ان سے فرمایا تمہاری رائے لینا درست ہے۔ ایک مرتبہ طبیبوں نے عرض کیا یا رسول اللہ طب میں کوئی خوبی ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا جس نے بیماری دی ہے اس نے اس کی دوا بھی بھیجی ہے۔[2]

امام احمدؒ سے پوچھا گیا۔ داغ کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا اہل عرب داغ لگایا کرتے تھے۔ آنحضرت صلعم اور صحابہؓ نے بھی داغ کیا۔ ایک اور جگہ امام احمد فرماتے ہیں کہ عمران بن حصینؓ نے اپنی عرق النساء کی رگ کا خون نکلوایا تھا۔ امام احمدؒ ایک اور روایت میں فرماتے ہیں۔ کہ رگ کا کاٹنا مکروہ ہے۔ اور حرام چیزوں کو علاج کطور پر بھی استعمال نہ کیا جائے۔ مثلاً شراب زہر، مُردہ یا اسی قسم کی دوسری ناپاک چیزیں۔ دوا میں گدھی کا دودھ بھی استعمال نہ کرنا چاہیئے۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ حرام چیزوں میں میری امت کے لیے شفا نہیں ہوتی۔

البتہ ضرورت کے بغیر حجامہ کرنا مکروہ ہے۔

وبا:- اگر کسی شہر میں وبا پھوٹے تو اس شہر کو چھوڑ کر نہ جائے اور اگر آدمی خود شہر سے باہر ہے اور وہاں وبا پھیلی ہوئی ہے، تو شہر کے

---

[1] ابن ماجہ کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا دوا کیا کرو کیونکہ اللہ نے بڑھاپے کے سوا ہر مرض کی شفا نازل کی ہے

[2] حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے کوئی بیماری نہیں پیدا کی مگر اس کے لیے شفا ضرور فرمائی ہے (صحیحین)

کے اندر نہ جائے، کیوں کہ اس حالت میں شہر میں جانا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

نامحرم:- نامحرم عورت کے ساتھ خلوت میں نہ بیٹھے۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ اگر دونوں اس طرح بیٹھیں تو ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے، جو ان کو گناہ کی رغبت دلاتا ہے۔ جوان عورت کی طرف کسی مجبوری کے سوا آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھنا چاہیئے۔ مجبوری میں مثلاً گواہی دینا یا علاج کرنا ہو۔ بوڑھی اور کھلے چہرے والی عورت کی طرف دیکھ لینا جائز ہے۔ کیوں کہ اسے دیکھنے سے کوئی فتنہ پیدا نہیں ہوتا۔

برہنگی:- ایک چادر یا ایک ہی لحاف میں دو مردوں یا دو عورتوں کا ننگا سونا درست نہیں۔ آنحضرت صلعم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ یہ ممانعت اس لیے ہے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھیں گے جو گناہ ہے۔ اس طرح شیطان گناہ کی طرف مائل کرتا ہے۔

غلام اور لونڈی کے ساتھ برتاؤ:- غلام یا لونڈی کے ساتھ نرمی سے پیش آنا چاہیئے۔ ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ لیا جائے انھیں کھانا کھلائے اور کپڑا پہنائے۔ ان میں سے کوئی نکاح کا خواہاں ہو تو نکاح کر دیا جائے مگر خود نکاح کے لیے مجبور نہ کرے۔ ان احکام میں کوتاہی کرنے والا خدا کی نافرمانی کرنے والا ہوگا۔

مالک کو اختیار ہے کہ غلام یا لونڈی کو بیچ دے یا آزاد کر دے۔ اگر وہ اپنی مزدوری کے ذریعہ اپنی قیمت ادا کر کے آزاد ہونا چاہیں، تو مالک کو چاہیئے، کہ انھیں اس بات کی اجازت دے۔ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم کی آخری وصیت یہ تھی کہ نماز کے پابند رہنا، اور جس غلام کے تم مالک ہو اس کا بھی خیال رکھنا۔

قرآن ساتھ رکھنا:- دشمن کے علاقے کی طرف جانے والے کو اپنے ساتھ قرآن رکھنا مکروہ ہے۔ اس لیے کہ اگر وہ کافروں کے ہاتھ لگ گیا تو قرآن کی بے حرمتی کریں گے۔ ہاں اگر دشمن پر طاقت اور غلبہ حاصل ہو (یعنی وہ مرعوب ہوں اور ڈریں) تو اس صورت میں قرآن کو ساتھ رکھ سکتے ہیں۔ قرآن کی تلاوت بھی برابر کرتے رہو تاکہ بھول نہ جائے۔

دعائیں

آئینہ دیکھتے وقت:- آئینہ دیکھتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیئے:- اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سَوَّیٰ خَلْقِیْ وَ اَحْسَنَ صُوْرَتِیْ وَزَانَ مَسَنِیْ مَا شَانَ مِنْ غَیْرِیْ۔ حمد و ثنا اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے درست اور صحیح پیدا کیا، مجھے اچھی صورت عطا فرمائی اور مجھے ایسے خوبصورت اعضا دیئے جو عیب دار اعضا کے مقابلہ میں درست ہیں۔

آواز آنا:- آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے، اگر کسی کے کان سے آواز سنائی دے تو وہ پیغمبر پر درود بھیجے اور یہ دعا پڑھے۔ ذکر اللہ من ذکرنی بخیر (جس نے مجھے نیکی سے یاد کیا اللہ تعالیٰ اسے یاد کرے)

درد کا وظیفہ:- آنحضرت صلعم نے فرمایا اگر کسی شخص کو کہیں درد ہو تو یہ کہہ درد کی جگہ دم کرے۔ رَبُّنَا اللّٰہُ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ

تَقَدَّسَ اسْمُكَ أَمْرُكَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ كَمَا رَحْمَتُكَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ اغْفِرْ لَنَا حُوبَنَا وَخَطَايَانَا يَا رَبَّ الطَّيِّبِينَ أَنْزِلْ رَحْمَةً مِنْ رَحْمَتِكَ وَشِفَاءً مِنْ شِفَائِكَ عَلَى الْوَجَعِ الَّذِي بِي ۔

میرا اللہ پروردگار ہے جو آسمانوں میں ہے۔ تیرا نام پاک ہے۔ آسمان اور زمین میں تیرا ہی حکم ہے جس طرح تیری رحمت ہے اے پاک انسانوں کے پروردگار، ہمارے گناہوں کی بخشش فرما۔ مجھ پر اپنی رحمت نازل فرما۔ اپنی شفا میں سے اس درد کو جو مجھے لاحق ہے شفا دے۔

ٹھگون بد کو دفع کرنا:- آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے۔ شگون بد دیکھنے والا یہ کہے۔ اَللّٰهُمَّ لَا يَأْتِي بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا يَذْهَبُ بِالسَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ

اے پروردگار! تو ہی نیکیوں کو لانے والا ہے۔ برائیوں کو بھی تیرے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا۔ مجھ میں عبادت کی قوت نہیں۔ اگر ہے تو تیری مدد سے۔

غیر اسلامی عبادت گاہیں اور لوگ:- اگر کوئی شخص یہود کا عبادت خانہ دیکھے، یا ترسا یا سکھ کی آواز سنے، یا کسی جگہ آتش پرستوں یا ہنود کے گروہ دیکھے تو اسے یہ کہنا چاہیے۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ إِلٰهًا وَاحِدًا لَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ اس کے سوا میں کسی کی بندگی نہیں کرتا۔

آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے، جو شخص یہ کلمات کہے، اللہ تعالیٰ کافروں کے اس گروہ کے برابر اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

بجلی کی کڑک اور گرج:- بجلی کی کڑک یا بادل کی گرج سننے پر یہ کہے

اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ ۔

اے اللہ! مجھے اپنے غضب سے مار، اپنے عذاب سے ہلاک نہ کر، بلکہ مجھے عذاب دینے سے پہلے ہی بخش دے۔

آندھی کے وقت کی دعا:- آندھی کے موقعہ پر یہ کہے:-

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ ۔

اے اللہ! میں تجھ سے نیکی چاہتا ہوں، اس چیز سے نیکی چاہتا ہوں جو اس کے ساتھ بھیجی گئی اور میں ہوا کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں اور اس چیز کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں جو اس کے ساتھ بھیجی گئی۔

بازار میں جانے کی دعا:- بازار میں جانے والے کو چاہیئے کہ آنحضرتؐ کی سنت پر عمل کرے۔ آنحضرتؐ بازار میں تشریف لے جاتے وقت یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَ هٰذَا السُّوقِ وَخَيْرَ مَا فِيهِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا فِيهِ۔ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ

اَنْ اُصِیْبَ فِیْهَا یَمِیْنًا فَاجِرَةً اَوْ صَفْقَةً خَاسِرَةً لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ یا اللہ! میں تجھ سے اس بازار کی نیکی چاہتا ہوں اور بازار میں جو بہتر ہے اسکی بھلائی چاہتا ہوں اور پناہ مانگتا ہوں۔ بازار کی بدی سے اور اس چیز کی بدی سے جو بازار میں ہے۔ یا اللہ! میں تجھ سے اس امر کی نسبت پناہ مانگتا ہوں کہ بازار میں جھوٹی قسم کھاؤں یا وہاں خرید و فروخت میں نقصان پاؤں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ ملک اُسی کا ہے اور حمد و ثنا بھی اسی کے لیے ہے۔ وہی زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے۔ اُسے موت نہیں ہے۔ نیکی اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور وہ سب چیزوں پر قادر ہے۔

رویتِ ہلال کی دعا:- چاند دیکھتے وقت یہ دعا پڑھے:- اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّیْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ۔ اے اللہ! مجھ پر برکت نازل فرما۔ ایمان۔ سلامتی اور اسلام عطا فرما۔ میرا اور سب کا وہی رب ہے، اور اللہ تعالےٰ غالب و بزرگ ہے۔

مصیبت کے وقت کی دعا:- کسی کو مصیبت میں گرفتار دیکھے تو یہ کہے:- اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلَیْكَ وَعَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا۔ تعریف کے لائق وہی اللہ ہے۔ جس نے مجھے اس سے بچا لیا۔ جس میں تو گرفتار ہے اور مجھے تجھ پر اور دوسرے لوگوں پر جنھیں اس نے پیدا کیا بزرگی دی ہے۔

جو شخص ایسا کہے گا وہ جب تک زندہ رہے گا اس مصیبت سے محفوظ رہے گا۔

حاجی سے ملتے وقت یہ کلمات ادا کرے:- جب کوئی حاجی حج سے واپس آئے تو اس سے ان کلمات کے ساتھ ملاقات کرے:- تقبل اللہ نسکك و اعظم اجرك و اخلف نفقتك (اللہ تعالےٰ تیرے اس حج کو قبول فرمائے، ثواب زیادہ کرے اور جو تیرا خرچ ہوا اس کا عوض عطا فرمائے۔

حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم حاجی سے ملاقات پر یہی فرمایا کرتے تھے۔

عیادت اور وصیت:- کسی مسلمان مریض کی عیادت کے لیے جاؤ اور اسے حالت نزع میں یا مرا ہوا دیکھو، تو آنحضرت صلعم کے ارشاد کے مطابق عمل کرو۔ آپؐ کا ارشاد یہ ہے کہ تمھارے رفیقوں میں سے کوئی مر جائے تو یہ دعا پڑھو:- اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اَللّٰهُمَّ اْكْتُبْهُ عِنْدَكَ فِی الْمُحْسِنِیْنَ وَاجْعَلْ كِتَابَهٗ فِیْ عِلِّیِّیْنَ وَاخْلُفْ عَلٰی عَقِبِهٖ فِی الْاٰخِرِیْنَ وَلَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ۔ ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں اور ہم سب اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یا اللہ اسے اپنے پاس نیکوکاروں میں لکھ لے اور اس کا نامہ اعمال علیین میں کر اور اس کے

متعلقین پر تو خلیفہ ہو، آخرت میں اس کے اجر سے ہمیں نا امید نہ کر اس کے بعد ہمیں بلا اور فتنہ سے محفوظ رکھ۔
اگر مریض مر گیا ہو بلکہ مرنے لگے تو اسے تلقین کی جائے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرے۔ ظلم سے باز آئے۔ یہ نصیحت زبان یا اشارہ سے کی جائے اور وصیت میں اس بات کی ترغیب دے کہ اپنے مال کا تیسرا حصہ اپنے اقربا اور فقراء کو دے۔ اگر اس کے نزدیکی رشتہ دار نہ ہوں تو اسے تلقین کی جائے کہ اپنا مال فقیر اور محتاج لوگوں کو دے یا اس کی مسجدیں اور پل وغیرہ بنائے جائیں یا دوسرے نیک کاموں میں خرچ کیا جائے۔

قبر میں مردے کو اتارنا:۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا مردہ کو قبر میں اتارتے وقت یہ پڑھا جائے:۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ (ہم نے اللہ کے نام سے اور رسول کی ملت پر اسے رکھا ہے)

قبر میں مٹی ڈالتے وقت یہ کہے:۔ اِیْمَانًا بِکَ وَتَصْدِیْقًا بِرَسُوْلِکَ وَاِیْمَانًا بِبَعْثِکَ ھٰذَا مَا وَعَدَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَصَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ۔ (میں تجھ پر ایمان لایا اور تیرے پیغمبر کی تصدیق کی۔ میں تیرے اٹھانے پر ایمان لایا ہوں۔ یہ وہ چیز ہے جس کا اللہ اور اللہ کے پیغمبر نے وعدہ کیا ہے۔

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا اسے خاک کے ذروں کے برابر نیکیاں ملیں گی۔

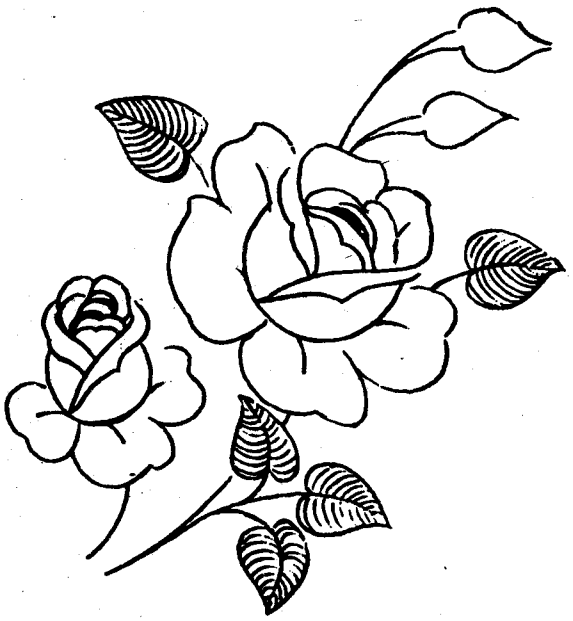

باب

آدابِ نکاح۔ مباشرت اور حمل۔

اطاعت و فرمانبرداری

ولیمہ وغیرہ ۔ خطبہ و طریقہ نکاح !

آدابِ نکاح

نکاح کرتے وقت نیت یہ ہونی چاہیے کہ میں اللہ تعالیٰ کا حکم بجالاتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے
وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ ۔ (اپنی بیواؤں کا نکاح کردو، نیک لونڈیوں اور غلاموں کا بھی نکاح کردو۔ نیز ارشاد ہے
فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ (ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمھیں پسند ہوں، دو دو، تین تین اور چار چار۔
آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ نکاح کرو! اور اپنی اولاد بڑھاؤ خواہ اسقاط ہو جائے، کیوں کہ دوسری امتوں پر تمھاری کثرت میرے لیے باعث فخر ہے۔

ان روایتوں اور مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہے کہ، نکاح کرنا بہرحال واجب ہے۔ حضرت ابوداؤد فرماتے ہیں۔ امام احمدؒ نے نکاح کو واجب قرار دیا ہے، چاہے زنا کا خوف ہو یا نہ ہو۔ کیوں کہ نکاح کرنے والا اللہ کا حکم بجالاتا ہے اور خدا کا حکم بجالانا دین ہے، اور اسی طرح آنحضرتؐ کا حکم بجالانا دین کے استحکام کا موجب ہے، جیسا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نکاح کرنے والے نے آدھے دین کی حفاظت کرلی، پھر فرمایا جس نے نکاح کیا اس نے دین کے نصف حصہ کو مکمل کرلیا۔

کس عورت سے نکاح کرے ؟ عالی نسب خیر اندیش کنواری لڑکی سے نکاح کرنا افضل ہے۔ لڑکی ایسی ہو زیادہ اولاد پیدا کرنے کے قابل ہو۔ حضرت جابرؓ نے ایک بیوہ سے نکاح کیا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ جابر! تو نے

بکرہ سے نکاح کیوں نہ کیا! اگر بکرہ سے نکاح کرتا تو اس کے ساتھ کھیلتا اور وہ تیرے ساتھ کھیلتی۔

زیادہ اولاد پیدا کرنے والی عورت سے شادی کرنے کا اس لیے حکم ہے چونکہ آنحضرتؐ کے مذکورہ بالا ارشاد کے مطابق ہے نکاح کرو اور اولاد پیدا کرنا چاہیئے اسقاطِ حمل ہی نہ ہو جائے۔ میں تمھاری کثرت پر دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔ بعض احادیث میں ہے آنحضرتؐ نے فرمایا ایسی عورت سے نکاح کرو جو اولاد پیدا کرنے والی اور محبت والی ہو۔ غیر عورت کی شرط اس لیے لگائی گئی ہے کہ آپس میں نفرت اور دشمنی پیدا نہ ہو۔ اگر جدائی بھی ہو جائے تو رحمی رشتہ نہ ٹوٹ جائے۔ کیوں کہ قطع رحم کو منع کیا گیا ہے اور اسی سبب سے دو بہنوں سے نکاح کرنا منع ہے۔

زبان دراز، طلاق کی خواہشمند اور زیادہ بناؤ سنگار کرنے والی عورت سے نکاح درست نہیں۔

نیک عورت کو نکاح میں لانے کے بعد اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیے، اسے تکلیف نہ دی جائے۔ نہ ظلم کیا جائے۔ اگر وہ مہر طلب کرے، تو اس پر زیادتی اور سختی نہ کی جائے کہ وہ طلاق پر آمادہ ہو جائے۔ بیوی کو ماں باپ کی گالی بھی نہ دی جائے۔ ایسا کرنے والے سے اللہ اور رسولؐ بیزار ہو جائیں گے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ عورتوں کو نیکی کی نصیحت کرو۔ تم انھیں نصیحت کر سکتے ہو، اس لیے کہ وہ تمھاری قید میں ہیں۔

حدیث میں آیا ہے کہ نکاح کرنے والا شخص مہر مقرر کر کے اسے ادا نہ کرے تو وہ قیامت کے دن اسی طرح اٹھایا جائے گا، گویا اس نے (اس سے) زنا کیا تھا۔

اگر عورت اپنی زبان درازی کے باعث مرد کو پریشان کرے تو مرد کو چاہیئے کہ اس عورت سے الگ ہو جائے، اگر ایسا نہ کر سکے تو اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگے، اس کی بارگاہ میں زاری کرے۔ یہ عمل اس کی رہائی کے لیے کفایت کرے گا۔ عورت کے دکھ پہنچانے پر مرد صبر کرے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کو غازی کا مرتبہ ملے گا۔

عورت کا مال:- اگر عورت کے پاس مال ہو اور وہ اپنی سے مرد کو کچھ دینا چاہے تو خوشی سے لے لینا چاہیئے وہ جائز ہے۔

عورت کو قبل نکاح دیکھ لینا:- مناسب یہ ہے کہ نکاح سے قبل مرد اس عورت کا چہرہ اور ہاتھ دیکھ لے، اور پسند کر لے مگر نکاح سے پہلے خلوت نہ کرے۔ منہ اور ہاتھوں کو دیکھ کر پسند کرنے کی اجازت اس لیے ہے کہ نکاح کے بعد کوئی ایسی بات ظاہر نہ ہو جو مرد کے لیے نفرت کا سبب بن جائے۔ جس کا نتیجہ طلاق کو مکروہ قرار دیا ہے۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک مباح چیزوں میں سب سے زیادہ بُری چیز طلاق ہے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا جب تم کسی عورت سے نکاح کرنا چاہو تو اس عورت کے منہ اور ہاتھوں کو دیکھ لو تو مناسب ہے، اس لیے کہ اس سے دونوں میں موافقت پیدا ہوتی ہے۔ جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں، حضورؐ نے فرمایا۔ تم میں سے جو شخص کسی عورت سے نکاح کی خواہش کرے تو اور اس چیز کو جو اسے اس عورت کی طرف رغبت دلاتی ہے، دیکھ سکتا ہے۔ جابرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک لڑکی کی خواہش ہوئی، میں نے چھپ کر اسے دیکھا تو میرے دل میں اس کی رغبت اور بڑھ گئی۔ ابو داؤد نے یہ روایت اپنی کتاب میں نقل کی ہے۔

عورت کی خصوصیات:- عورت کو دیندار اور صاحبِ عقل ہونا چاہیئے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے آنحضرت صلعم

نے فرمایا عورت کے ساتھ چار چیزوں کے پیش نظر نکاح کیا جاتا ہے۔ دولت، حسن، عالی نسبی اور دینداری۔ فہمندی اس شخص کے لیے، جو محض دینداری کے باعث عورت سے نکاح کرتا ہے۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ جو عورت دین دار ہوتی ہے وہ اپنے شوہر کی مدد کرتی ہے، تھوڑی شے پر قانع ہوتی ہے اس کے برعکس بے دین عورتیں شوہر کو گناہ اور غم میں مبتلا رکھتی ہیں، ایسی عورتوں سے وہی بچتا ہے، جسے اللہ محفوظ رکھے۔

عورت کا فرض ۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جب تم اپنی عورتوں سے ہمبستری کرو تو ان سے وہ چیز طلب کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مقرر کی ہے، یعنی اولاد۔ یہی نیت عورت کی بھی ہونا چاہیئے۔ اس کے لیے بھی نکاح کا مقصد اولاد حاصل کرنا ہو۔ عورت کے لیے ثواب عظیم یہی ہے کہ وہ زنا سے بچے۔ اور خدا سے ہمیشہ یہی چاہے کہ شوہر کے ساتھ ہر دکھ درد میں شریک رہے گی۔ حمل اور جننے کی تکلیف صبر کے ساتھ برداشت کرے گی اور اولاد کو اچھی تربیت دیگی۔

ایک روایت ۱۔ زیاد بن میمون نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے مدینہ میں مولانام ایک عورت عطر فروشی کا کام کرتی تھی۔ اس نے حضرت عائشہ کی خدمت میں عرض کیا میں ہر رات بناؤ سنگار کر کے بدن اور لباس پر عطر لگاتی اور پہلی رات کی دلہن کی طرح بن جاتی ہوں۔ جب میرا شوہر اپنی خوابگاہ میں آتا ہے تو میں اس کے بستر میں چلی جاتی ہوں تاکہ اللہ کی خوشنودی حاصل کروں، مگر میرا شوہر میری طرف سے منہ پھیر لیتا ہے۔ گویا وہ مجھے اپنا دشمن سمجھتا ہے۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا آنحضرتؐ کے آنے تک یہاں بیٹھی رہو۔ جب آنحضرتؐ تشریف لائے تو آتے ہی پوچھا یہ خوشبو کیسی ہے؟ شاید مولا آئی ہے، اور تم نے اس سے کچھ خریدا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا، میں نے اس سے کچھ خریدا نہیں ہے۔ تب مولا نے وہی مقصد دہرایا، جسے سن کر آنحضرتؐ نے مولا سے کہا، جا! اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کر جو کچھ وہ کہے اُسے سُن! وہ کہنے لگی یا حضرت! مجھے اس کا کچھ ثواب ملے گا؟ آنحضرتؐ نے جواب دیا۔ جو عورت اپنے خاوند کی آراستگی اور اصلاح کے لیے کوئی چیز اٹھا تی یا رکھتی ہے، اسے اس کے عوض میں ایک نیکی کا ثواب ملتا ہے۔ اور ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے۔ اور ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔ اور جو عورت اپنے شوہر سے حاملہ ہوتی ہے اسے اتنا اجر دیا جاتا ہے جتنا رات کو عبادت کرنے والے، دن کو روزہ رکھنے والے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو ملتا ہے۔ جب اُسے دردِ زہ لاحق ہے تو ہر درد کے بدلہ میں ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور جب بچہ ماں کے پستان چوستا ہے تو ہر دفعہ کے عوض عورت کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ جب بچہ شیر خوارگی کے ایام پورے کر کے چلتا ہے تو آسمان سے آواز دی جاتی ہے کہ اے عورت! تو نے سابقہ زمانے کا کام پورا کر دیا۔ اب جو زمانہ باقی ہے وہ کام شروع کر۔

حضرت عائشہؓ نے یہ سن کر عرض کیا یا رسول اللہ! عورتوں کو تو بہت سا ثواب مل گیا، مرد کے بارے میں بھی فرمایئے! یہ سن کر آنحضرتؐ مسکرا دیئے فرمایا جو مرد اپنی عورت کا ہاتھ پکڑ ہلاتا ہے، اس کے لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ جو مرد پیار سے اپنی عورت کے گلے میں ہاتھ ڈالتا ہے اس کے حق میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ جب وہ عورت کے ساتھ مباشرت کرتا ہے تو دنیا و مافیہا سے افضل ہو جاتا ہے۔ جب غسل کرتا ہے تو بدن کے جس بال پر سے پانی گزرتا ہے اس ہر بال کے

عوض میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ اور ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور غسل کرنے کے عوض میں جو چیز دی جاتی ہے وہ دنیا سے اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے افضل ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس پر فخر کرتا اور فرشتوں سے کہتا ہے کہ میرے بندے کی طرف دیکھو کہ اس سرد رات میں غسلِ جنابت کے لیئے اٹھا ہے۔ اسے میرے پروردگار ہونے کا یقین ہے۔ تم بھی اس بات پر گواہ رہنا کہ میں نے اسے بخش دیا۔

مزید روایات :- ابن مبارک بن فضالہؓ نے حضرت امام حسینؑ سے روایت کی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا عورتوں کے حق میں میری نصیحت قبول کرو، کیونکہ عورتیں تمھاری بندی میں ہیں۔ اور اپنے نفس کے سوا کسی شے کی مالک نہیں۔ عورتیں صرف اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں اور تم پر صرف ان کا جسم حلال کیا گیا ہے۔

عباس بن کثیر نے عبداللہ سے، آپ نے حضرت میمونہؓ سے روایت کی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ میری امت کے مردوں میں افضل وہ ہے، جو اپنی عورت کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔ اور میری امت کی عورتوں میں افضل ترین وہ ہے جو اپنے شوہر کے ساتھ اچھا سلوک کرتی ہے۔ ایسی عورت کو رات اور دن میں ایسے ہزار شہیدوں کا ثواب ملتا ہے جو خدا کی راہ میں صبر کے ساتھ شہید ہوتے ہیں اور اس کے اجر کی توقع اللہ سے رکھتے ہیں۔ ان عورتوں میں سے ہر عورت جنت کی موٹی آنکھوں والی حور پر اسی قدر افضلیت رکھتی ہے جیسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تم میں سے ادنیٰ مرد پر۔ میری امت کی عورتوں میں وہ عورت سب سے افضل ہے جو اپنے شوہر کی خواہش کے مطابق اس کی فرمانبرداری کرتی ہے، سوائے ان کاموں کے جو گناہ کے کام ہیں۔

حضور صلعم نے فرمایا میری امت کے مردوں میں سے بہتر وہ مرد ہے جو اپنے اہل کے ساتھ اسی طرح مہربانی سے پیش آتا ہے جس طرح ماں اپنے بچے کے ساتھ۔ ایسے مرد کے لیے ہر دن رات میں صبر اور شکر کے ساتھ اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے ستر آدمیوں کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت عمر بن خطابؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! عورت کو تو ہزار شہیدوں کا ثواب ملے گا اور مرد کو سو شہیدوں کا، یہ کیوں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ تمھیں معلوم نہیں؟ کہ عورت کے ذریعے زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ مرد کو اللہ تعالیٰ جنت میں مرتبہ پر مرتبہ اس لیے دیتا ہے کہ عورت اس سے خوش ہے اور اس کے حق میں دعا کرتی ہے۔ تجھے معلوم ہے؟ کہ اللہ کے نزدیک شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ (بیوی کا) شوہر کی نافرمانی کرنا ہے۔ لہذا تم خبردار رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ وہ تم (مردوں) سے ان دو ناتوانوں کے بارے میں پوچھے گا۔ ایک ناتوان تو "یتیم" ہے اور دوسری "بیوی" جو شخص ان دونوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرتا ہے وہ اللہ کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ اور ان کے ساتھ بدی کرنے والا اللہ کے قہر کا شکار ہوگا۔

نیز فرمایا شوہر کا حق ایسا ہی ہے، جیسے تم پر میرا حق۔ میرے حق کو ضائع کرنے والا اللہ کے حق کو ضائع کرنے والا ہے اور اللہ کے حق کو ضائع کرنے والا غضبِ الٰہی کا مستحق ہے اور وہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

حضرت ابی جعفر بن محمد بن علیؑ فرماتے ہیں۔ جابر بن عبداللہ نے کہا۔ کہ ایک بار میں اور کئی دوسرے آدمی آنحضرت صلعم کی خدمت حاضر تھے کہ ایک عورت آئی اور سلام کر کے عرض کرنے لگی۔ یا رسول اللہ! یہاں سے کافی دور جن کی طرف سے

میں اپنی بن کر آئی ہوں اور ان کی طرف سے یہ پیغام لائی ہوں کہ مردوں اور عورتوں کا رب اللہ ہے۔ مردوں اور عورتوں کا باپ آدم ہے اور ان کی ماں حوا ہیں۔ سو جب بندے اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، تو اللہ کے پاس بھی زندہ رہتے ہیں، وہاں انھیں روزی دی جاتی ہے۔ اگر لڑائی میں زخمی ہوتے ہیں تو انھیں ویسا ہی اجر ملتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہے۔ اور ہم جب ان کی خدمت کرتی ہیں تو کیا ہمارے لیے بھی کوئی اجر ہے؟

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ ان عورتوں سے کہہ دو کہ ان کے لیے بھی اجر ہے۔ اس طرح کہ تم اپنے شوہروں کی فرمانبرداری کرتی ہو، ان کے حقوق کی نگہداشت کرتی ہو، ان باتوں کے عوض تمھیں بھی مردوں کے برابر ثواب ملے گا۔ مگر تم میں بہت کم عورتیں ہیں جو ایسا کرتی ہیں۔

حضرت ثابتؓ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ عورتوں نے مجھے آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجا۔ چنانچہ میں نے عورتوں کی طرف سے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! مرد تو مصیبت اور جہاد کے ثواب کی وجہ سے عورتوں سے بڑھ گئے۔ کیا عورتوں کے لیے بھی کوئی ایسا کام ہے کہ وہ بھی اس کے طفیل غازیوں کے برابر ثواب حاصل کر سکیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ عورتوں کا اپنے گھر کی خدمت کرنا غازیوں ہی کے ثواب کے برابر ہے۔

حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ سے دریافت کیا گیا، کیا عورتوں کو بھی جہاد کرنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا۔ عورتوں کا شیرت کرنا جہاد کی برابر ہے۔ یعنی ان کا اپنے نفس سے جہاد کرنا۔ پس اگر وہ صبر کریں تو جہاد کرنے والی ہیں اور راضی ہوں کہ جہاد کے لیے تیاری کرنے والی ہیں اور ان کے لیے دو ثواب ہیں۔ لہٰذا عورت اور مرد دونوں کو مناسب ہے کہ وہ ثواب ملنے پر اعتقاد رکھیں جیسا کہ اس حدیث میں اور اس سے پہلے بھی بیان ہوا۔ نکاح اور جماع کرنے اور امر حق کے بجا لانے پر ویسا ہی عمل کریں جیسا ان پر واجب ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جب تک عورت اور مرد دونوں اللہ تعالےٰ کے فرمانبردار ہیں۔ عورتوں کا مردوں پر وہی حق ہے جو مردوں کا عورتوں پر ہے۔ اور عورت کو اس بات پر اعتقاد رکھنا چاہیے کہ اس کے لیے اپنے نفس سے جہاد کرنا، کافروں کے ساتھ جہاد کرنے سے افضل ہے۔ لیکن آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ شوہر کی آغوش اور قبر کے علاوہ کوئی شے عورت کے لیے افضل نہیں۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا جس کی بیوی نہ ہو وہ فقیر ہے، فقیر ہے، فقیر ہے (آپ نے تین مرتبہ یہ الفاظ فرمائے) لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! خواہ وہ دولت مند ہی ہو؟ آپ نے جواب دیا ہاں، اگر اس کی بیوی نہیں تو وہ فقیر ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا جو عورت شوہر نہیں رکھتی وہ مسکینہ ہے، مسکینہ ہے، مسکینہ ہے (تین مرتبہ یہ الفاظ فرمائے) لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! خواہ وہ مالی دار اور تونگر ہی ہو؟ آپ نے فرمایا خواہ مالدار ہو، مگر شوہر کے بغیر مسکینہ ہے۔

احکامات نکاح جمعرات یا جمعہ کے دن نکاح کرنا مستحب ہے، نیز رات کے وقت نکاح کرنا زیادہ افضل ہے۔ ایجاب و قبول سے قبل نکاح کا خطبہ پڑھنا سنت ہے۔ اور بعد میں بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ اس بات کا بھی اختیار ہے کہ خود نکاح پڑھ لے یا وکیل اور مختار سے پڑھوا لے۔

نکاح کے بعد حاضرین مجلس مبارک باد دیں اور کہیں، اللہ تمہیں برکت دے، اور تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ نیکی اور تندرستی کے ساتھ باہم ملے جلے رہو۔ اگر عورت کے گھر والے مہلت مانگیں تو انہیں مہلت دی جائے تاکہ اس عرصہ میں وہ اپنا سامان درست کر لیں، ضروریات مثلاً جہیز کے لیے سامانِ آرائش، زیورات وغیرہ کا بندوبست کر سکیں۔

احکامات بعد نکاح:-

جب عورت مرد کے گھر میں آئے تو عبداللہ بن مسعودؓ سے بیان کی گئی اس روایت پر عمل کرے، آپ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے مجھ سے کہا، میں نے ایک باکرہ عورت سے نکاح کیا ہے، اور مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھ سے ناخوش نہ ہو جائے اور مجھے اپنا دشمن نہ تصور کرے۔ عبداللہ نے کہا محبت اللہ کی طرف سے ہے، اور دشمنی شیطان کی طرف سے۔ جب عورت تیرے گھر میں آئے تو اس سے کہو کہ تیرے پیچھے کھڑی ہو کر دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا مانگے:۔

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِیْ اَھْلِیْ وَبَارِكْ لِاَھْلِیْ فِیَّ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْھُمْ مِنِّیْ وَارْزُقْنِیْ مِنْھُمْ - اَللّٰھُمَّ اجْمَعْ بَیْنَنَا اِذَا جَمَعْتَ فِیْ خَیْرٍ وَّفَرِّقْ بَیْنَنَا اِذَا فَرَّقْتَ اِلٰی خَیْرٍ - (اے اللہ میرے لیے میرے اہل میں برکت دے۔ مجھ میں میرے اہل کے لیے برکت کر۔ اے اللہ مجھے اس سے اور اسے مجھ سے روزی دے۔ یا اللہ! جب تو ہمیں یکجا کرے یا الگ کرے تو نیکی اور بھلائی کے لیے ہی ہمارا یہ عمل ہونا چاہیئے۔

مباشرت اور حمل

جماع کے وقت:- جماع کے وقت یہ دعا پڑھے: بِسْمِ اللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ - اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً اِنْ قَدَّرْتَ اَنْ تُخْرِجَ عَنْ صُلْبِیْ اَللّٰھُمَّ اجْنُبْنِی الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنِیْ - اللہ کے نام سے جو بلند اور بزرگ ہے۔ اے اللہ اگر تیری رضا یہ ہے کہ میرے نطفہ سے کوئی اولاد ہو تو نیک اولاد پیدا کر! یا اللہ! تو مجھے اور جو چیز عطا کرنی ہے ان دونوں کو شیطان سے محفوظ رکھ۔

یہ دعا مکمل کرنے کے بعد لب ہلائے بغیر دل میں یہ کہے: بِسْمِ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّصِھْرًا وَکَانَ رَبُّکَ قَدِیْرًا - (شروع اللہ کے نام سے۔ تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا۔ اس کے رشتے دار اور سسرال بنائے اور تیرا رب ہر شے پر قادر ہے۔

وہ روایت اس کی اصل ہے۔ جو حضرت کریبؓ نے ابن عباسؓ سے بیان کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا جب تم اپنی بیوی کا ارادہ کرو تو کہو، بِسْمِ اللّٰہِ - اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا - (شروع اللہ کے نام سے۔ یا اللہ! ہمیں اور اس بچہ کو جو ہمیں عطا کیا جائے۔ شیطان سے دور رکھ۔)

اگر ان کے مقدر میں اس نطفہ سے بچہ ہے تو شیطان اس بچے سے دور رہے گا۔ اور کبھی اسے رنج نہ پہنچا سکے گا۔

حمل کے وقت:- حمل ظاہر ہونے پر عورت کو وہ پاک شے دی جائے جو حرام کے شک و شبہ سے خالی ہو۔ ایسا کرنے سے بچہ پیدا ہونے پر شیطان کو اس پر ہاتھ ڈالنے کی قدرت نہیں رہتی۔ اگر قیام نطفہ کے دن سے ولادت تک حلال اور پاکیزہ خوراک (عورت کو) کھلائی جائے تو زیادہ افضل ہے۔ اس طرح مرد، عورت اور اولاد دنیا میں شیطان کی بدی سے اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے محفوظ رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا ۔ اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

پاک غذاؤں کی برکت سے فرمانبردار بچہ پیدا ہوتا ہے، جو اللہ کا بھی اطاعت گزار ہوتا ہے۔

آدابِ جماع:- جماع سے فارغ ہونے پر بدن کو دھو کر نجاست دور کرے، اور اگر دوبارہ عورت کے پاس جانا چاہتا ہے تو وضو کر لے، ورنہ غسل کرنا افضل ہے۔ غسل کے بغیر سو جانا مکروہ ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اگر سخت سردی کے باعث غسل نہ کر سکے، یا حمام اور پانی فاصلے پر ہو، یا غسل کرنے میں کسی قسم کا خوف لاحق ہو تو سو رہنا جائز ہے۔

احکاماتِ جماع:- جماع کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرنا چاہیئے۔ سر کو ڈھانپ لینا چاہیئے۔ ایسا پردہ کرے کہ کسی کو نظر نہ پڑ سکے۔ یہاں تک کہ بچہ بھی نہ دیکھ سکے۔ کیوں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جماع چھپ کر کرنا چاہیئے جو شخص ایسا کرے گا فرشتے اس کے پاس سے ہٹ جاتے ہیں، کیوں کہ انھیں شرم آتی ہے اور شیطان قریب آجاتا ہے۔

چھپا کر نہ کرنے والے کے یہاں جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کی پیدائش میں شیطان بھی شریک ہوتا ہے۔ علمائے سلف سے روایت ہے، کہ جماع سے قبل بسم اللہ پڑھی جائے تو شیطان بھی جماع میں شریک ہوتا ہے۔ یعنی وہ بھی ساتھ ہی مباشرت کرتا ہے۔

عورت کی خواہش کو پورا ہونے کا انتظار کرنا بھی مستحب ہے، اپنی خواہش پورا کر کے لاپروا نہ ہو جائے بلکہ عورت کی خواہش بھی پوری ہونے دے۔ ایسا نہ کرنے سے عورت کو رنج پہنچتا ہے، جو عورت کی دشمنی اور اس کے جدا ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔

اقرارِ حمل کی خواہش نہ کرنا:- اگر یہ خواہش ہو کہ نطفہ نہ ٹھہرے تو آزاد عورت کے ساتھ اس کی مرضی کے بغیر ایسا نہ کرے۔ اگر کسی کی لونڈی ہے تو لونڈی کے مالک سے اجازت لینی چاہیئے۔ اگر اپنی لونڈی ہو تو اجازت کی ضرورت نہیں، بلکہ مالک کو اس کا اختیار ہے، مرد کا حق ہے لونڈی کا حق نہیں۔

ایک شخص نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں اس بات کو برا جانتا ہوں، کہ میری لونڈی کے نطفہ قرار پا جائے۔ تو فرمایا۔ اگر تو چاہے تو انزال کے موقع پر اس سے الگ ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر اس کی تقدیر میں لکھا ہے تو حمل ٹھہر جانا ضروری ہے۔

جماع سے پرہیز کے اوقات:- حیض و نفاس کی حالت میں جماع سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ جب تک عورت حیض و نفاس

کے غسل سے فارغ نہ ہو جائے، اس کے ساتھ جماع نہ کرے۔ ایک روایت کے مطابق نفاس میں عورت سے چالیس دن تک پرہیز کرنا چاہیئے۔ اگر عورت کو پانی نہ ملے تو تیمم کرے۔ اس کے برعکس کرے گا تو ایک روایت کے مطابق ایک دینار اور دوسری روایت کے مطابق نصف دینار صدقہ دینا ہوگا۔ ایک اور روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے، توبہ کرے اور عہد کرے کہ پھر ایسا نہ کروں گا۔

عورت کی دبر میں جماع نہ کرنا چاہیئے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا جو شخص خلافِ فطرت عمل کرتا ہے وہ ملعون ہے۔

عورت کی شہوانی خواہشات:- جماع کی خواہش نہ ہونے کی صورت میں، مرد کو یہ نہیں چاہیئے کہ جماع کا خیال ہی ترک کر دے۔ کیوں کہ اس بارے میں عورت کا مرد پر حق ہے۔ جماع ترک کر دینے سے عورت کو نقصان پہنچتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد کی نسبت عورت میں شہوت زیادہ ہوتی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے آنحضرتؐ نے فرمایا۔ عورتوں کی شہوت مردوں سے نانوے حصہ زیادہ ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان پر شرم کا پردہ ڈال رکھا ہے۔ بعض بزرگ کہتے ہیں، کہ شہوت کل دس حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ ان میں سے نو حصے عورتوں میں اور ایک حصہ مردوں میں ہے۔

عورت سے جدائی کی میعاد:- عذر کے بغیر چار ماہ سے زیادہ عرصہ تک عورت سے الگ رہنا جائز نہیں۔ اگر مرد ایسا کرے تو عورت مرد سے جدائی کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ اگر مرد سفر میں ہو اور چھ ماہ سے زیادہ عرصہ گزارے تو عورت اسے واپس بلا سکتی ہے۔ پھر اگر وہ کسی عذر کے بغیر واپس آنے سے انکار کرے تو عورت حاکم کے پاس علیحدگی کی درخواست کر سکتی ہے۔ اس صورت میں حاکم کو چاہیئے کہ عورت کی خواہش کے مطابق میاں بیوی میں جدائی کرا دے۔ حضرت عمرؓ بن خطابؓ نے جہاد میں رہنے والوں کو ہر چار ماہ کے بعد ایک ماہ کی رخصت اپنے گھر میں اہل کے پاس رہنے کے لیے مقرر کر دی تھی۔

برائی سے بچنے کا طریقہ:- اگر اپنی بیوی کے سوا کسی اور عورت پر نظر پڑ جائے اور اس کی طرف رغبت ہو تو لازم ہے، کہ اپنی بیوی سے جماع کرے تاکہ اس کی شہوت فرو ہو جائے۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسی غیر عورت کو دیکھے، جو اسے اچھی لگی ہو، تو گھر میں آکر اپنی بیوی سے جماع کرے۔ کیوں کہ شیطان اس عورت کے بھیس میں اس مرد کے سامنے آنے لگتا ہے۔ اگر ایسے شخص کی بیوی نہ ہو تو وہ اللہ کے ہاں پناہ مانگے اور گناہوں سے بچنے کی دعا کرے، اور شیطان سے اللہ کی پناہ چاہے۔

جماع کے راز و نیاز:- مرد کو جائز نہیں کہ جماع کے بارے میں رازکی باتیں کسی سے بیان کرے۔ یہی حکم عورت کے لیے بھی ہے۔ کیوں کہ یہ بے وقوفی اور کمینہ پن ہے۔ شرع اور عقل دونوں کے اعتبار سے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے ایک طویل حدیث میں فرمایا ہے، کہ ایک بار آنحضرت صلعم نے ایک جلسہ میں مردوں کو مخاطب کر کے پوچھا۔ کہ کوئی ایسا شخص بھی ہے جو اپنی بیوی کے پاس جاتے وقت دروازہ بند کر کے پردہ ڈال لیتا ہے اور اللہ کے حکم کے مطابق سے اس فعل کو پوشیدہ رکھتا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا جی یا رسول اللہ ایسے لوگ ہیں۔ تب آنحضرت صلعم نے پوچھا

کیا تم میں کوئی ایسا بھی ہے جو اس فعل کو لوگوں سے بیان کرتا پھرتا ہے کہ میں نے ایسا کیا، ویسا کیا؟ تو لوگ خاموش رہے تب آنحضرت نے عورتوں سے مخاطب ہو کر پوچھا کیا تم میں کوئی ایسی عورت ہے جو اپنے شوہر کی خاص باتیں دوسری عورتوں کے سامنے بیان کرتی ہو؟ یہ سن کر عورتیں بھی خاموش رہیں۔ کچھ دیر کے بعد ایک جوان عورت اپنے زانو کے بل کھڑی ہوئی اور آگے بڑھ کر عرض کرنے لگی، یا رسول اللہ! ایسی باتیں مرد بھی کرتے ہیں اور عورتیں بھی۔

تب آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ جو مرد یا عورتیں ایسی باتیں کرتی ہیں، ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شیطان ایک شیطانہ سے کوچہ و بازار میں ملتا ہے اور اپنی حاجت پوری کر کے چل دیتا ہے۔ حالانکہ لوگ ان کو دیکھ رہے ہوتے ہیں اے لوگو! یاد رکھو کہ مردوں کی خوشبو تو وہ ہے کہ اس کی بو ظاہر ہے، مگر رنگ ظاہر نہیں ہوتا۔ عورتوں کی خوشبو ایک ایسی چیز ہے جس کا رنگ تو ظاہر ہے، مگر بو نہیں ہوتی۔

اطاعت و فرمانبرداری "زن و شوہر"

شوہر کی فرمانبرداری:۔ مرد اپنی منکوحہ بیوی کو جماع کے لیے بلائے اور وہ انکار کرے تو نافرمان اور گنہگار ہوگی۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ اگر عورت اپنے شوہر کی حاجت پوری کرنے سے رکے تو اس پر دو قیراط کے برابر گناہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر مرد عورت کی حاجت پوری نہ کرے تو اس پر ایک قیراط گناہ ہوتا ہے۔

بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ اگر شوہر عورت کو اپنی حاجت پوری کرنے کے لیے بلائے تو اسے فوراً آجانا چاہیئے خواہ وہ تنور پر ہی ہو۔ ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں حضورؐ نے فرمایا اگر مرد بستری کے لیے بلائے اور عورت نہ جائے اور پھر مرد پوری رات غم و غصہ میں بسر کرے تو فرشتے صبح تک اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں[1]۔

شوہر کو سجدہ:۔ قیس بن سعدؓ بیان فرماتے ہیں میں شہر حیرہ گیا جہاں لوگ اپنے بادشاہ کو سجدہ کرتے تھے، میں نے رسول اللہؐ سے عرض کیا۔ حیرہ کے لوگ اپنے بادشاہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ آپ زیادہ لائق ہیں کہ لوگ آپ کو سجدہ کریں۔ آنحضرت صلعم نے پوچھا اگر تو میری قبر کے پاس سے گزرے گا تو کیا اُسے سجدہ کرے گا؟ میں نے عرض کیا۔ نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں! مجھے سجدہ نہ کرنا چاہیے۔ پھر فرمایا اگر میں چاہتا کہ کسی کو سجدہ کیا جائے تو عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں۔ کیوں کہ اللہ نے عورتوں پر مردوں کے بہت سے حقوق مقرر کیے ہیں۔

بیوی کے حقوق شوہر پر:۔ حکیم بن معاویہ قشیریؓ کہتے ہیں میرے والد نے آنحضرتؐ سے دریافت کیا کہ مردوں پر عورتوں کا کیا حق ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا جب تو کھانا کھائے تو عورت کو بھی ساتھ کھلا، خود پہنے تو اسے بھی پہنا۔ اس

---

[1] اس سلسلہ میں یہ بات ملحوظ رہے کہ عورت کو بعض اوقات کوئی جسمانی مجبوری ہوتی ہے، جس کے باعث وہ جماع کو پسند نہیں کرتی، لہٰذا مرد کو اس کا خیال رکھنا چاہیے۔ کیونکہ ہر عورت بدوجہ خرم بتا نہیں سکتی۔ تاہم ایام حیض وغیرہ جیسی مجبوریاں ہوں، تو عورت کو چاہیے کہ مرد کو سمجھا دے۔

منہ پر طمانچہ نہ مارو۔ اس سے علیحدگی اختیار نہ کرو۔ اگر ایسا کرو بھی تو گھر کے اندر ہی اگر دیکھو کہ وہ سرکشی کرتی ہے تو اسے نصیحت کرو۔ اور خدا کا خوف دلاؤ۔ اگر پھر بھی باز نہ آئے تو بستر ہونا اور کلام کرنا ترک کر دو۔ تین دن ایسا ہی کرو پھر بھی باز نہ آئے تو اسے مار کر سمجھاؤ۔ مگر اس طرح کہ بدن پر داغ نہ پڑے۔ درّے یا کوڑے نہ مارو! کیونکہ مارنے سے مطلب اسے ہلاک کر ڈالنا نہیں ہے بلکہ اُسے سیدھی راہ پر لانا مقصود ہوتا ہے۔

اگر مار پیٹ پر بھی باز نہ آئے تو پھر عورت اور مرد اپنے عزیزوں میں سے دو آزاد اور عادل مسلمانوں کو جھگڑا دور کرنے کے لیے جج اور وکیل مقرر کریں۔ وہ غور کریں کہ کیا ان دونوں میں صلح ہو سکتی ہے۔ یا جدائی دینا ضروری ہے۔ غور و فکر کے بعد وہ لوگ جو رائے قائم کریں اور جو حکم دیں اس کی تعمیل مرد اور عورت دونوں کو کرنی چاہیئے۔

دعوت ولیمہ

شادی کی دعوت (ولیمہ) مستحب ہے اور اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کم از کم ایک بکری ذبح کی جائے۔ کھانے کی ولیمہ: کوئی بھی شے پکائی جا سکتی ہے۔ پہلے دن کی دعوت قبول کرنا واجب ہے۔ دوسرے دن مستحب اور تیسرے دن مباح ہے۔ بلکہ تیسرے روز کی دعوت قبول کرنے میں سبکیت ہے۔

کم از کم ایک بکری ذبح کرنے کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے عبدالرحمٰنؓ سے فرمایا۔ کہ دعوت ولیمہ حق ہے خواہ تو ایک بکری ذبح کرے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ پہلے دن کی دعوت حق ہے، دوسرے دن شہرت اور اس کے بعد سبکی کا باعث۔

حضرت ابن عمرؓ کا ارشاد ہے کہ آنحضرت نے فرمایا۔ دعوت ولیمہ کے لیے بلایا جائے تو اسے قبول کرنا لازم ہے۔ اگر روزے سے نہ ہو تو دعوت کھائے، روزہ رکھا ہو تو دعوت کی جگہ تک جا کر بغیر کھائے واپس آ سکتا ہے۔

چھوہارے لٹانا: نکاح کے بعد چھوہارے لٹانا مکروہ ہے۔ ایک روایت میں میوے وغیرہ کا لٹانا مکروہ بتایا گیا ہے وجہ یہ ہے کہ اس میں کم ظرفی، حرص، چھچھورپن ظاہر ہوتا ہے۔ لہذا پرہیز کرنا چاہیئے۔ دوسری روایت میں اسے مکروہ نہیں بتایا گیا۔ اور دلیل یہ دی گئی ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک موقع پر اونٹ ذبح کیا اور فقیروں، محتاجوں کو بلا کر فرمایا کہ جو چاہے اس کا گوشت کاٹ کر لے جائے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کے اس حکم سے بچھا دینا لٹانا ثابت ہوتا ہے لٹانے کی نسبت یہ زیادہ بہتر ہے کہ لوگوں میں بانٹ دیا جائے۔

نکاح

نکاح کے شرائط کے ماتحت نکاح کرنا جائز ہے۔ نکاح کی شرائط یہ ہیں۔ کہ ایک عاقل ولی ہو اور ایک عادل گواہ۔ یہ آپس کے قرابت دار ہونا چاہئیں۔ عورت میں کوئی ایسی بات نہ پائی جائے جو نکاح کے لیے مانع ہو سکے۔ مگر عورت کے دن پورے ہو چکے ہوں وغیرہ۔ نکاح کرنے والا اول عورت سے نکاح کی رضامندی حاصل کرے۔

لیکن جبر یہ نہیں ۔ یہ اس صورت میں ہے کہ عورت بیوہ ہو یا باکرہ مگر اس کا باپ موجود نہ ہو ۔

مرد کے لیے لازم ہے کہ پہلے عورت سے مہر کا تعین کرے ۔ پھر خطبہ پڑھے ۔ اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہے ۔ عورت کے ولی سے بھی خطبہ پڑھوانا مستحب ہے ۔ پھر ولی کو چاہیئے کہ ناکح سے کہے کہ میں نے اپنی فلاں لڑکی یا بہن اس کا نام لے میرے نکاح میں دے دی ۔ اس کا نام یہ ہے ، اس کے بعد طے شدہ مہر کی مقدار بتائے اور ناکح یہ کہے ، کہ میں نے یہ نکاح قبول کیا ۔

اگر آدمی عربی زبان اچھی طرح جانتا ہو تو نکاح عربی زبان میں پڑھایا جائے ، ورنہ مادری زبان میں بھی پڑھ سکتا ہے ۔ اس کے متعلق دو روائتیں ہیں کہ نکاح کے لیے عربی زبان سیکھی چاہیئے یا نہیں ۔ ایک روایت میں ناکح کو عربی زبان جاننا لازم ہے ۔ دوسری کے مطابق ، لازمی نہیں ۔

خطبۂ نکاح :- اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ۔ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا (اس کا نام لے) وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۔

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں ، اسی سے بخشش کی درخواست کرتے ہیں ، اپنے نفسوں کی برائیوں ، اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ ہی کے ہاں پناہ مانگتے ہیں ۔ جسے اللہ رستہ دکھائے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راستہ دکھانے والا نہیں ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے ۔ لوگو ! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک شخص سے پیدا کیا ۔ پھر اس سے اسکا جوڑا پیدا کیا ۔ پھر اس جوڑے سے بہت سے آدمی اور عورتیں پیدا کیں ۔ اس خدا سے ڈرو جس کے نام سے تم سوال کرتے ہو اور ارحام کے قطع کرنے سے خوف کرو ۔ بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے ۔ اے ایمان والو ! تم اللہ سے ڈرو ، نیک اور سچی بات کہو ۔ خدا تمہارے اعمال درست کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا ۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتا ہے وہ اچھی طرح اپنا مقصود پا لیتا ہے ۔

وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَائِکُمْ اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِھِمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۔

اور تم میں جو بیوائیں ہیں ان کا نکاح کر دو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو صالح ہیں ان کا نکاح کر دو ۔ اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں مالدار کر دیگا ۔ اور اللہ تعالیٰ کشائش والا اور علیم ہے ، جسے چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُتَفَرِّدِ بِالْاٰئِهِ الْجَوَادِ
بِاِعْطَائِهِ الَّذِیْ تَجَلّٰی بِاَسْمَائِهِ
الْمُتَوَحِّدِ بِکِبْرِیَائِهِ لَا یَصِفُ الْوَاصِفُوْنَ
صِفَتَهٗ وَلَا یَنْعَتُهُ النَّاعِتُوْنَ حَقَّ نَعْتِهٖ
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ
الْمَعْبُوْدُ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَهُوَ السَّمِیْعُ
الْبَصِیْرُ۔ تَبَارَکَ اللّٰهُ الْعَزِیْزِ الْغَفَّارُ
بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
بِالْحَقِّ نَبِیًّا صَفِیًّا بَرِیًّا مِنَ
الْعَاهَاتِ کُلِّهَا فَبَلَّغَ مَا اُرْسِلَ
بِهٖ سِرَاجًا زَاهِرًا وَنُوْرًا سَاطِعًا
لَامِعًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی
اٰلِهٖ اَجْمَعِیْنَ ثُمَّ اِنَّ هٰذِهِ الْاُمُوْرَ
کُلَّهَا بِیَدِ اللّٰهِ یُصَرِّفُهَا فِیْ طَرَائِقِهَا
وَیُمْضِیْهَا فِیْ حَقَائِقِهَا لَا مُقَدِّمَ
لِمَا اَخَّرَ وَلَا مُؤَخِّرَ لِمَا قَدَّمَ وَلَا
یَجْتَمِعُ اِثْنَانِ اِلَّا بِقَضَائِهٖ وَ
قَدَرِهٖ وَلِکُلِّ قَضَاءٍ قَدَرٌ وَلِکُلِّ
قَدَرٍ اَجَلٌ وَلِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ یَمْحُوا
اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ
اُمُّ الْکِتٰبِ ۝

وہ اللہ جو اپنی نعمتوں میں یکتا ہے۔ اس کے لیے تعریف ہے اور وہ جواد ہے۔ یعنی کوئی بھی اس جیسا بخشنے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا جلال اس کے ناموں سے ظاہر ہے۔ وہ اپنی بزرگی میں یگانہ ہے۔ تعریف کرنے والے اس کی تعریف کا حق ادا نہیں کر سکتے اس اللہ کے سوا اور کوئی سچا معبود نہیں، وہ یکتا ہے بے نیاز ہے، اسکی مانند کوئی شے نہیں، وہ سنتا ہے، وہ دیکھتا ہے، وہ بزرگ ہے کیونکہ سب پر غالب اور گناہوں کا بخشنے والا ہے اس نے محمدؐ کو پیغمبری عطا کر کے سچے دین کے ساتھ بھیجا، جو ظاہری اور باطنی عیبوں سے پاک ہے۔ جس شے کیلیے بھیجے گیے تھے، وہ انھوں نے پہنچائی۔ وہ روشن چراغ ہے بلند نور اور روشن دلیل ہے۔ ان پر ان کی اولاد پر اور سب پر اللہ کا درود ہو۔ پس یہ کام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ کاموں کو اپنے طریقوں پر لے جاتا ہے۔ جو جگہ ان کے جاری ہونے کے لائق ہے وہیں انھیں جاری کرتا ہے۔ جس شے کو وہ پیچھے کر دے اُسے کوئی آگے نہیں کر سکتا، اور جس چیز کو اس نے آگے کر دیا اُسے کوئی پیچھے نہیں کر سکتا۔ اگر دو آدمی ایک جگہ جمع ہوتے ہیں اس کے حکم کے سوا نہیں ہوتے۔ ہر حکم کے لیے وقت مقرر ہے اور وقت مقرر پر جس کام کو کرنا اللہ کے ارادہ میں ہے وہ پہلے ہی لکھا جا چکا ہے، جسے چاہتا ہے دور کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے قائم کرتا ہے، اُم الکتب اس کے پاس ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کے مطابق خطبہ پڑھنا مستحب ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ امام احمد بن حنبل نکاح کی مجلس میں جاتے اور وہاں عبداللہ بن مسعودؓ کا خطبہ نہ پڑھا جاتا۔ تو آپ اس مجلس سے اٹھ آیا کرتے۔ اس خطبہ کی خبر مجھے شیخ الامام ہبتہ اللہ بن مبارک بن موسیٰ سقفی نے بغداد میں دی ہے۔ انھوں نے قاضی مظفر بن ہناد بن ابراہیم بن محمد بن نصر النسفی سے سنا اور انھوں نے قاضی ابی عمر قاسم بن جعفر بن عبدالواحد ہاشمی بصری سے اور انھوں نے محمد بن احمد لولوی سے سنا ہے۔ ان کے ہاں ابوداؤد نے روایت کی، ان کے ہاں محمد بن انباری مفتی نے، انھوں نے وکیع سے سنا، انھوں نے اسرائیل سے، انھوں نے ابواسحاق سے، انھوں نے ابی الاحوص سے، انھوں نے ابوعبیدہ سے اور ابوعبیدہ

کے پاس عبداللہ بن مسعودؓ نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے مجھے یہ خطبہ پڑھایا ہے جواب ضرورت کے وقت پڑھا جاتا ہے۔

اگر تم سمجھتے ہو کہ وہ مرد رغبت رکھتا ہے اور تمہاری مرضی سے یہ چاہتا ہے کہ اس لڑکی کے ساتھ عقد نکاح کرے۔ اور دونوں طرف سے رضا و رغبت سے جو مہر مقرر ہوا ہے وہ اس نے خرچ کیا ہے۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔

تم اپنے رانڈوں، غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو نیک ہیں نکاح کردو۔ اگر وہ محتاج ہیں تو اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے انھیں مالدار کردے گا۔ بے شک اللہ کشائش والا جاننے والا ہے۔

عقد نکاح کے لیے، خطبہ اور اس کے تمام احکامات پر عمل کر کے عقد نکاح عمل میں آجائے گا۔

باب ۸

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

معرفت اور ایمان

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

اوامر و نواہی:- خداوند عالم کا ارشاد ہے۔ اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔ جو لوگ نیکی کے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں وہی اللہ کی قائم کردہ حدوں کی نگرانی کرتے ہیں۔ تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لیے پیدا کی گئی۔ شرع کے مطابق امور کا حکم دیتے اور خلافِ شرع امور سے منع کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ مومن مرد اور مومن عورتیں باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

التزام حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت نے فرمایا۔ دعا کرنے سے قبل نیکی کا حکم کرو اور ممنوع چیزوں سے منع کرو، ورنہ تمہاری دعا قبول نہ ہوگی۔ بعض روایات میں ہے بخشش کی دعا مانگنے سے پہلے نیکی کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہاری دعا قبول نہ ہو۔ اور یاد رکھو! "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" نہ تمہاری روزی کو بند کرتا ہے۔ نہ تمہاری عمر کم کرتا ہے۔

جب حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی امت کے پرہیزگاروں اور عابدوں نے نیکی کا حکم اور بدی سے روکنا ترک کر دیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے پیغمبروں کی زبان سے ان پر لعنت بھیجی اور سب کو مصیبت میں ڈال دیا۔

آزاد عاقل، بالغ اور عالم مسلمان پر واجب ہے کہ لوگوں کو اچھی اور نیک باتوں کا حکم دے اور بری باتوں سے منع کرے، اگر منع کرنے کی طاقت رکھتا ہو، مگر اس عمل سے ایسا فساد پیدا نہ ہو جس سے اسے، اس کے مال یا اس کے اہل و عیال کو کوئی ضرر پہنچے۔ یہ احکام پہنچانے کے بارے میں بادشاہ، ظالم، قاضی یا رعیت کی کوئی تخصیص نہیں۔ ہم نے عالم اور مفتی کی شرط اس لیے لگائی ہے کہ کہیں یہ اپنے ہی اندازے سے کوئی ایسا فعل نہ کر بیٹھیں، جو شریعت کے خلاف ہو۔ ارشادِ خداوندی ہے۔ یعنی۔ مسلمانو! بہت گمان کرنے سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔

عیب پوشی:- کسی کے پوشیدہ عیوب کو ظاہر کرنا منع ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَا تَجَسَّسُوْا تم تجسس نہ کیا کرو۔

(یعنی لوگوں کے عیب تلاش نہ کیا کرو) اگر کوئی عیب نظر آ بھی جائے تو اسے چھپا ہی دینا واجب ہے۔ پوشیدہ شے کی جستجو کرنا اور راز کو ظاہر کرنا منع ہے۔

امر معروف اور نہی منکر:- نیکی کا حکم کرنے کے لیے طاقت کا ہونا بھی ضروری ہے۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے۔ کہ اگر کوئی شخص گناہ کرتا ہے اور لوگ قدرت رکھنے کے باوجود اسے منع نہیں کرتے، تو ایسے لوگوں پر توبہ کرنے سے قبل ہی عذاب الٰہی نازل ہو جاتا ہے۔ آنحضرتؐ نے امر بالمعروف (نیکی کا حکم) کرنے کے لیے قدرت اور طاقت کی شرط لگائی ہے۔ یہ قدرت اس وقت حاصل ہوتی ہے، جب نیک لوگوں کا غلبہ ہو، بادشاہ بھی عادل اور نیک لوگوں کا مددگار ہو، اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے پہنچانے میں میں ہلاکت کا ڈر ہو، اور جسم یا مال کے نقصان کا خطرہ ہو تو اس صورت میں یہ واجب نہیں۔ خود اللہ تعالےٰ کے ارشاد میں اس کا ثبوت موجود ہے۔ ارشاد ہوتا ہے" وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ۔ (تم اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو) ایک اور جگہ فرمایا ہے: لَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ" خود کشی نہ کرو۔ (اپنے نفسوں کو قتل نہ کرو)" آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ اپنے نفس کو ذلیل کرنا مسلمان کے لیے جائز نہیں۔ لوگوں نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! مسلمان کس طرح اپنے نفس کو ذلیل کرتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ اس طرح کہ جس شے کے مقابلے کی قوت نہ رکھتا ہو اس کا مقابلہ کرے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جب کوئی دیکھے کہ کسی کام کو بدلنے کی اس میں طاقت نہیں تو صبر اختیار کرے۔ اور انتظار کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلنے کی کوئی اور صورت پیدا کر دے گا۔

چنانچہ جب کسی میں منع کرنے کی قدرت نہ ہو تو اس پر منع کرنا واجب نہیں، خوف کے غالب ہونے پر یہ سوچنا کہ منع کرنا جائز ہے یا نہیں۔ ہمارے نزدیک منع کرنا جائز ہے" بلکہ اگر وہ اولوالعزم اور صابر لوگوں میں سے ہے" تو اور اچھا ہے، کیوں کہ یہ منع کرنا جہاد کے مانند ہے۔ لقمان کے قصہ میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ انھوں نے اپنے فرزند کو نصیحت کی۔ کہ شرع کے مطابق امور کا حکم کرو اور ممنوعات سے منع کرو اور اس بارے میں تکلیف و مصیبت پہنچنے پر صبر کرو۔

آنحضرت صلعم نے حضرت ابوہریرہؓ کو حکم دیا۔ ابوہریرہؓ! شرع کا حکم دے! اور ممنوعات سے روک! کوئی تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو صبر کرو۔

اگر ایسی صورت میں منع کرنے کی ضرورت پیش آئے کہ بادشاہ یا حاکم ظالم ہو یا کلمۂ کفر کے ظاہر ہونے کے وقت ضرورت پیش آجائے تو فقیہوں کا اس پر اتفاق ہے کہ ان دو موقعوں پر منع کرنا درست ہے۔ ان کے علاوہ دیگر مواقع کے بارے میں ہمارے اور دوسرے علما کے مابین اختلاف ہے۔

ممنوع:- امور ممنوعہ سے منع کرنے والے تین گروہ ہوتے ہیں۔ اوّل بادشاہ اور حاکم جو منع کرنے کی طاقت اور قدرت رکھتے ہیں۔ دوسرا گروہ علماء کا ہے، جو ہاتھوں سے تو نہیں البتہ زبان سے منع کرتے ہیں۔ تیسرا گروہ عام لوگوں کا ہے، جو نہ ہاتھ سے نہ زبان سے بلکہ صرف دل سے منع کرتے ہیں۔ یعنی دل میں برا جانتے ہیں۔ کچھ کہتے نہیں۔ حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اگر تم میں سے کوئی شخص خلافِ شرع بات دیکھے، تو اسے ہاتھ سے روک دے اگر

قدرت نہ ہو تو زبان سے روکے۔ زبان سے بھی نہ روک سکے تو دل میں برا جانے۔ مگر مؤخر الذکر سست ایمان والوں کے لیے ہے۔ بعض اصحاب سے روایت ہے کہ جب کوئی آدمی خلاف شرع کام دیکھے" اور اس کے منع کرنے کی طاقت نہ ہو تو تین بار یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا مُنْکَرٌ (یعنی۔ اے اللہ! یہ کام خلاف شرع ہے) ایسا کہنے والے کو بھی ثواب ملتا ہے جو" امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" والے کو ملتا ہے۔

وہم و گمان :- اگر اس بات کا گمان غالب ہو کہ خلافِ شرع کام کرنے والے کو اگر روکا جائے گا تو وہ اس سے باز نہ آئے گا، تو ایسی صورت میں اسے منع کرنا چاہیے یا نہیں؟ اس بارے میں مختلف رائیں ہیں۔ امام احمد سے دو روایتیں ہیں۔ ایک میں منع کرنا واجب بتایا گیا ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ منع کرنے پر مان جائے۔ برے فعل سے باز آجائے۔ ناصح کی نصیحت اور اس کا کلام اس کے دل پر اثر کر جائے۔ یہی وجہ ہے کہ گمان منع کرنے کے راستے میں حائل نہیں۔

دوسری روایت ہے کہ جب کامل یقین نہ ہو کہ منع کرنے سے باز آجائے گا، اس وقت تک منع نہ کیا جائے۔ کیونکہ منع کرنے کا مقصد ممنوعات سے روکنا ہے۔ اگر گمان غالب ہو کہ منع کرنا بے سود ہے تو پھر منع نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

امر معروف اور نہی منکر کی شرطیں :- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی پانچ شرطیں ہیں :-

(۱) جن کاموں سے منع کیا جائے، منع کرنے والا کرنے والا اس معاملے کا خود بھی پورا عالم ہونا چاہیئے۔

(۲) منع کرنے سے اس کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور دین اسلام کو تقویت پہنچانا ہو۔ کلام الٰہی کی تبلیغ کرنا پیش نظر ہو یا کاری، یا اپنی ذاتی خواہش پورا کرنا نہ ہو۔ جو شخص اخلاص اور سچے دل سے ایسا کرے گا۔ اللہ اس کی مدد کرتا، اسے توفیق بخشتا اور تکلیفوں سے بچاتا ہے۔ خدا پرہیزگاروں اور احسان کرنے والوں کی مدد کرتا ہے۔ لہٰذا جو شخص شرک کرنے والے کے لیے نہیں بلکہ اخلاص کے ساتھ منع کرے گا، اللہ اسے کامیاب کرے گا، اور اس کے خلاف کرنے والا بے عزت ذلیل اور رسوا ہوگا۔ اس سے ممنوعات سرزد ہوتے رہیں گے۔ ان باتوں میں بڑھتا چلا جائے گا۔ کتے کی طرح گناہوں کے پیچھے پیچھے جائے گا، برے لوگوں، جنوں اور شیطانوں کے ساتھ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا نافرمان، شیطان کا فرمانبردار اور حرام کاری میں مبتلا ہوگا۔

(۳) بدخوئی اور سختی سے نہیں بلکہ نرمی اور بردباری کے ساتھ بدی سے منع کرے اور اچھائی کی ترغیب دے۔ اپنے بھائی کو شفقت کے ساتھ نصیحت کرے۔ یہ ملحوظ رکھے کہ اس کا دشمن (شیطان) انسان کے ساتھ کس طرح موافقت حاصل کر لیتا ہے اس کی عقل پر غلبہ پا کر اسے گناہ اس کی نافرمانی کی طرف لے جاتا ہے" اور بالآخر اسے ہلاک کر کے دوزخ میں پہنچا دیتا ہے۔ اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ۔ شیطان اپنے چیلوں کو طلب کرتا ہے کہ وہ اسے دوزخ میں لے جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبرؐ سے فرماتا ہے۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے تو نرم دل واقع ہوا ہے، اگر تو سخت دل ہوتا تو لوگ تجھ سے دور بھاگتے۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کو فرعون کی طرف بھیجا تو ارشاد ہوا، فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى۔ اس کو نرمی سے تلقین کا حکم دیا تاکہ ممکن ہے وہ نصیحت قبول کرے یا میرے عذاب سے ڈر جائے۔

حضرت اسامہؓ فرماتے ہیں، آنحضرت صلعم نے فرمایا جب تک آدمی میں تین خصلتیں نہ ہوں اسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ پہنچانا چاہیے۔ وہ خصلتیں یہ ہیں کہ جس بات کا حکم کرے خود اس کا عامل ہو، جس بُری بات سے منع کرے اس سے اچھی طرح واقف ہو، اور جو کچھ کہے نرمی اور شفقت سے کہے۔

۴۔ ایسے شخص کو صابر، حلیم، بردبار، متواضع، صاحبِ حوصلہ، نرم مزاج ہونا چاہیئے۔ جو اپنی نفسانی خواہشات پر قابو رکھتا ہو۔ طبیب ہوتا کہ اس کی دوا کرے، حکیم ہو تاکہ اس کی دیوانگی دُور کر سکے۔ اور اس کا پیشوا اور رہنما ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، کہ ہم نے ایک جماعت بنائی ہے، جو ہمارے حکم کے مطابق لوگوں کو ہدایت کرتی ہے، اور ان کی قوم میں سے اگر کوئی انھیں تکلیف پہنچاتا ہے، تو وہ لوگ دینِ الٰہی کی مدد اور اس کے استحکام کی خاطر اس تکلیف پر صبر کرتے ہیں۔ انھیں ہم نے ہدایت کے پیشوا، دین کے حکیم اور مومنوں کا سردار بنایا ہے۔

حضرت لقمان کے واقع میں خدا تعالیٰ نے نیکی کرنے کا حکم دیا ہے اور غیر شرعی چیزوں سے منع فرمایا اور ہدایت کی۔ کہ اسے جو تکلیف بھی پہنچے، اس پر صبر کرے یہ سب سے افضل ہے۔

۵[1]۔ جس نیک کام کی تلقین کرے خود بھی اس پر عامل ہو، اور جن ممنوعات سے دوسروں کو روکے خود بھی ان سے بچے، تاکہ دوسرے لوگ اپنے فعل کے لیے اسے دلیل نہ بنالیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل اور قابلِ ملامت نہ ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ تم دوسروں کو تو نیکی کا حکم کرتے ہو، مگر اپنے آپ کو نظر انداز کر دیتے ہو، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں، آنحضرتؐ نے فرمایا۔ معراج کی رات میں نے کئی آدمیوں کو دیکھا، جن کے ہونٹ قینچی سے کاٹے جا رہے تھے، میں نے جبرائیلؑ سے ان کے بارے میں پوچھا۔ تو جواب دیا۔ یہ آپ کی اُمّت کے خطیب ہیں، جو دوسروں کو نیکی کا حکم کرتے تھے، مگر خود ایسا نہ کرتے تھے۔ حالانکہ وہ کتاب (قرآن) پڑھتے تھے۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے جو بُری خصلت تیرے اندر موجود ہے اس سے دوسروں کو نہ روک، یہ بڑی بے حیائی ہے کہ تو خود تو بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا ہو اور دوسروں کو منع کرے۔

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں ایک بار لوگوں نے مجھ سے کہا۔ تورات میں آیا ہے کہ اے آدم کے بیٹے! تو مجھے یاد دلاتا ہے، اور خود مجھ کو بھول جاتا ہے۔ دوسروں کو میری طرف بلاتا ہے اور خود مجھ سے بھاگتا ہے۔ تیرا یہ ڈرنا بے سُود ہے۔

---

[1] اس شرط کی مزید تفصیل آئندہ آئے گی۔

جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے مگر خود اس پر عامل نہیں اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔

تنہائی میں نصیحت:- علیحدگی میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر زیادہ بہتر ہے، کیونکہ تنہائی میں نصیحت کا دل پر زیادہ اثر ہوتا ہے۔ اور آدمی بُری باتوں سے بچ جاتا ہے۔ ابو داؤدؒ فرماتے ہیں جو شخص کسی کو علیحدگی میں نصیحت کرتا ہے، وہ اُسے سنوارتا ہے اور جو لوگوں کے سامنے کسی کو نصیحت کرتا ہے وہ گویا اس کا عیب کہتا ہے اگر علیحدگی میں نصیحت کرنے کا اثر نہ ہو تو ایسے شخص کو ظاہراً نصیحت کی جا سکتی ہے۔ دوسرے نیک لوگوں سے بھی اس بارے میں مدد لے اگر یہ بھی کارگر نہ ہو تو حکومت کے آدمیوں سے مدد لے۔ بہر حال غیر شرعی کاموں سے منع کرنا ترک نہ کرے۔ کیونکہ ایسا کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ نے مذمت بیان فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:-

لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ، جو لوگ بُرے کام کرتے تھے اور آپس میں ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے وہ بہت ہی بُرا کام کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:- لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ۔ درویشوں اور عالموں نے لوگوں کو جھوٹ بولنے اور حرام کھانے سے کیوں نہ روکا ان کا ایسا نہ کرنا بہت قبیح تھا۔

ایک روایت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون پر وحی نازل فرمائی کہ میں تیری قوم کے چالیس ہزار نیکوں اور ساٹھ ہزار بروں کو عنقریب ہلاک کردوں گا۔ انھوں نے عرض کیا اے اللہ! بُرے لوگ تو اپنے کیے کی سزا پاتے ہیں۔ مگر ان نیک لوگوں نے کیا قصور کیا ہے؟ جواب ملا، نیکوں کا گناہ یہ ہے کہ جب میں نے بُروں پر غصے کا اظہار کیا تو ان اچھے آدمیوں نے ان لوگوں پر غصے کا اظہار نہ کیا بلکہ کھانے پینے میں ان کے ساتھ برابر شریک رہے۔

پانچویں شرط کی تفصیل:- گزشتہ صفحے پر جس پانچویں شرط کا بیان آیا ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص دوسروں کو نیک کام کرنے کو کہے وہ خود بھی نیک کام کرتا ہو، اور دوسروں کو برائیوں سے منع کرے، یہ اس پر اسی طرح واجب ہے جس طرح عادل شخص پر۔ ہم نے اس طرف اشارہ اس لیے کیا ہے کہ احادیث میں اس بارے میں فاسق اور عادل کی کوئی تخصیص نہیں کی گئی۔ اس حکم کے ثبوت میں بعض بزرگ یہ آیت پیش کرتے ہیں:- وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ۔ بعض آدمی ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنی جانیں بیچ دیتے ہیں"۔ یعنی نیک کاموں کا حکم کرتے ہیں اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ایک شخص یہ آیت پڑھ رہا تھا، إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ "ہم سب اللہ ہی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں"۔ ایک آدمی اٹھا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے لگا تو اسے مار ڈالا گیا۔

حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا۔ بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کا ادا کرنا ہے۔ جابر بن عبداللہ کا ارشاد ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ قیامت کے دن سب شہیدوں سے بہتر شہید حمزہ بن عبدالمطلب ہیں۔ اور وہ شخص جو امر بالمعروف اور نہی من المنکر بیان کرنے کے لیے ظالم بادشاہ کے سامنے جائے اور وہاں قتل کر دیا جائے۔

جس شخص کو بُرے کاموں سے منع کیا جائے اور وہ اس سے باز نہ آئے۔ ایسے شخص کے بارے میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، جب اسے خدا کے خوف سے ڈرایا جاتا ہے۔ لیکن وہ ظاہری عزت کے سبب گناہ کرتا ہے۔ عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ خدا کے نزدیک سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کسی شخص کو کہا جائے اللہ سے ڈرو اور بُرے کاموں سے دُور رہو۔ وہ جواب دے۔ کہ تم ان باتوں سے اپنے آپ کو تو پاک کر لو۔

ان آیات اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم صرف نیک لوگوں کے لیے ہی نہیں بلکہ نیک اور بد دونوں کے لیے ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ تم نیک کاموں کا حکم دو، خواہ تم خود نیک کام نہ کرتے ہو۔ اور بُرے کاموں سے لوگوں کو منع کرو، خواہ تم خود ہی اس میں مبتلا ہو۔

کوئی ایسا شخص نہیں جو ظاہر و باطن میں گناہ سے پاک ہو۔ لہٰذا اس صورت میں اگر یہ کہا جائے کہ نیک آدمیوں کے سوا دوسرا کوئی بھی برائیوں سے منع نہ کرے تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا پہنچانا ہی محال ہو جائے گا۔ اور اس کی کوئی اہمیت نہ رہے گی۔

اچھے اور بُرے کام کرنے کے کام اور نہ کرنے کے کام دو قسم کے ہیں، جو بات اللہ کی کتاب، رسول اللہ کی سنت اور عقل کے مطابق ہو وہ نیک ہے اور جو اس کے مخالف ہو وہ کام بُرا ہے۔

پھر ان دونوں کی بھی دو قسمیں ہیں:۔ ظاہر و باطن۔ ظاہر قسم کو خاص و عام سب جانتے ہیں، جیسے نماز پنجگانہ، رمضان کے روزے، زکوٰۃ اور حج وغیرہ۔ اور بُرے کام جو حرام ہیں، وہ حسب ذیل ہیں، زنا، شراب، چوری، لوٹ مار، سود، لوگوں کا مال ناحق چھیننا وغیرہ۔

دوسری قسم باطن ہے، جسے خاص آدمیوں کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ مثلاً جو چیز اللہ تعالےٰ کی شان کے لائق ہو، اس کا اعتقاد رکھنا، جو اللہ کی شان کے خلاف ہے اس کا بھی اعتقاد رکھنا۔ اس قسم میں امر بالمعروف خاص علماء کا کام ہے، اور ان میں جو ممنوعات ہیں عالم کو چاہیئے کہ عوام کو ان سے اچھی طرح خبردار کر دے۔ عام آدمی کو لازم ہے کہ اگر وہ قدرت رکھتا ہے تو اس سے باز رہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، اور عام کو جائز نہیں، کہ عالم کے خبر کرنے سے پہلے ان امور کا ردّ یا انکار کرے، جن امور میں علما و فقہا کا اختلاف ہے، ان کا بھی ردّ یا انکار ناجائز ہے۔ مثلاً کوئی عالم شخص امام ابو حنیفہؒ کی پیروی کرتے ہوئے کسی ایسی عورت سے نکاح کرتا ہے، جس کا کوئی ولی نہیں، اور نبیذ، انگور اور خرما پیتا ہے، تو اس صورت میں امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے مذہب سے تعلق رکھنے والوں، پر واجب نہیں کہ اس شخص کا ردّ اور انکار کریں۔

امام احمدؒ سے روایت ہے کہ فقیہہ آدمی کے لیے جائز نہیں کہ دوسرے اماموں کے پیروؤں کو اپنے مذہب میں لانے کے لیے ان پر سختی کرے۔

جو امر اجماع کے خلاف ہو اس سے منع کرنا واجب ہے، اور جس میں علماء کا اختلاف ہو اس کے لیے منع کرنا ضروری نہیں۔ امام احمد کہتے ہیں کہ جس امر میں علماء کا اختلاف ہو اس سے منع کرنا جائز ہے، جیسا کہ روایت میمونی میں ہے کہ ایک شخص نے کئی آدمیوں کو شطرنج کھیلتے دیکھا، چنانچہ انھیں منع کیا، حالانکہ امام شافعیؒ کے مذہب میں شطرنج کھیلنا روا ہے۔

منع کرنے کا طریقہ:- اُوپر بیان کیے ہوئے آداب پر ہر مسلمان کو عمل کرنا چاہیئے۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ پہلے ادب سیکھو پھر علم حاصل کرو۔ ابو عبداللہ بلخی کا ارشاد ہے کہ ادب پہلے اور علم بعد میں۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ فلاں آدمی اتنا بڑا عالم ہے کہ سابقین کے پاس جس قدر علم تھا، وہ سب اس کے پاس موجود ہے تو ایسے شخص سے میری ملاقات نہ بھی ہو تب بھی مجھے اس کا افسوس نہیں ہوتا۔ لیکن جب سنتا ہوں کہ فلاں شخص ایک بڑا ادیب ہے تو میرے دل میں اسے دیکھنے کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے، اور اس سے ملاقات نہ ہو تو افسوس ہوتا ہے۔

اور جس کے متعلق کہا جائے کہ وہ پانچ قلعوں کا مالک ہے ان میں ایک قلعہ سونے کا ہے، دوسرا چاندی کا، تیسرا لوہے کا، چوتھا پکی اینٹوں کا اور پانچواں کچی اینٹوں کا، تو جب تک کچی اینٹوں کی حفاظت رہے اور محافظ غافل نہ ہو تب تک دشمن دوسرے قلعہ کی طمع نہیں کرتا اور اس پر ہاتھ نہیں ڈالتا۔ جب کچے قلعے کی حفاظت میں غفلت برتی جائے تو دشمن اس پر قبضہ پاکر دوسرے قلعے کی طرف توجہ کرتا ہے اور دوسرے کو لے کر تیسرے کی فکر کرتا ہے۔ غرض محافظوں کی غفلت کی وجہ سے یکے بعد دیگرے سارے قلعوں پر قبضہ کر لیتا ہے۔

اسی طرح ایمان کے بھی پانچ قلعے ہیں:۔ یقین، اخلاص، ترکِ ریا، فرائض کا ادا کرنا، تمام سنتوں کا بجا لانا، آداب اور مستحب امور کا خیال رکھنا۔ جب تک آدمی آداب کو مدنظر رکھتا ہے شیطان اس کے لیے طمع نہیں کرتا، اور جب آداب چھوڑ دیتا ہے تو شیطان پہلے اس کے فرائض میں، پھر اخلاص میں اور پھر یقین میں طمع کرتا ہے۔ لہٰذا آدمی کو اپنے تمام کاموں میں آداب کو نگاہ میں رکھنا واجب ہے۔ مثلاً وضو، نماز، خرید و فروخت وغیرہ۔

جو امور بیان کیے گئے ہیں وہ اللہ کی پانچویں عبادت بجا لانے کی شریعت میں داخل ہیں۔ یہاں زہد کا ذکر نہیں کیا گیا۔ جو مسلمان انھیں بھی بجا لاتا ہے، وہ علم و ادب میں کامل ہو جاتا ہے۔ سنتِ رسول پر عمل کرنے والا بزرگانِ سلف کے پیروؤں میں سے ہوتا ہے، مگر ابھی اس کی معرفت تھوڑی ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے جاننے اور پہچاننے کا حق اس پر باقی ہوتا ہے۔ اس بات کے جاننے کا تعلق دل سے ہے، لہٰذا اس کا بیان بھی کیا جائے گا تاکہ طالبِ دین کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ جب انسان اسلام کا ظاہری لباس پہن لے تو پھر باطنی ایمان کے نور کا لباس پہننا بھی اس کے لیے ضروری ہو جاتا ہے۔

معرفت

اعتقاد اور یقین:- اللہ تعالےٰ کو پہچاننے کے بارے میں خلاصہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی وحدانیت کا یقین رکھے۔ نیز یہ بھی یقین رکھے کہ وہ تنہا اور بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ خود کسی سے جنا گیا، نہ کوئی اس کا شریک ہے اور نہ اس کی مثل۔ وہ سنتا ہے، دیکھتا ہے، اپنی صفات و ذات میں یکتا ہے۔ کوئی اس کا مددگار، شریک اور وزیر نہیں۔ کوئی اسے طاقت نہیں پہنچا سکتا۔ کوئی اس کا ہمتا اور مشیر نہیں۔ اس کا جسم بھی نہیں کہ چھوا جا سکے، اور نہ ایسا ہے جو محسوس ہو سکے، نہ وہ عرضی ہے نہ عارضی نہ کوئی بلا جسم کی شے ہے کہ دور ہو جائے۔ اس کے کوئی ترکیبی اجزا نہیں، نہ وہ عقل میں آسکتا ہے۔ اس کی کوئی ماہیت نہیں، اس لیے وہ غیر محدود ہے۔ سچا اور برحق معبود وہی ہے۔ اسی نے آسمانوں کو بلند اور زمین

کو پست بچھایا۔ اس کی طبیعت مخلوق کی طبائع جیسی نہیں۔ وہ تاریکی نہیں کہ ظاہر ہو، نہ ہی وہ روشنی ہے جو چمکتی ہو۔ وہ ہر شے کے پاس موجود ہے۔ ہر شے کو اپنے علم سے دیکھتا ہے۔ (چھوئے بغیر) عزیز، غالب اور سب پر حاکم و قادر ہے۔ رحمت کرنے والا، گناہوں کو بخشنے والا اور چھپانے والا ہے۔ وہی عزت دیتا ہے، وہی مدد کرتا ہے، وہ بہت مہربان ہے۔ اسی نے مخلوقات کو بغیر نمونہ کے پیدا کیا اور کرتا ہے۔ وہ سب سے اوّل تھا، وہ سب سے آخر رہے گا۔ ظاہر بھی ہے اور پوشیدہ بھی۔ اکیلا ہے، وہی معبود ہے، زندہ ہے، کبھی نہ مرے گا، اس کی بادشاہت ہمیشہ سے قائم ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اس کا وجود اپنی ہی ذات سے ہے، وہ سوتا نہیں، کوئی اسے ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ وہ بلند مرتبہ ہے۔ کوئی اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس کے نام بڑے ہیں بخشش عظیم ہے ساری مخلوقات اس کے حکم سے فنا ہونے والی ہے۔ جیسا کہ فرمایا جو چیز پیدا کی گئی ہے، فنا ہونے والی ہے۔ باقی صرف وہی ذات رہے گی جو بزرگ اور بلند ہے۔ عرش عظیم پر اس کا قیام ہے۔ اس کی ذات سارے عالم پر محیط ہے۔ اس کے علم نے ساری چیزوں کو گھیر رکھا ہے۔ پاک لوگوں کا کلام اور نیک اعمال اسی کی طرف جاتے ہیں، اپنی حکمت کے موافق سارے کاموں کی تدبیر کرتا ہے۔ آسمان سے زمین کی طرف حکم نازل فرماتا ہے۔ پھر اس حکم کی تعمیل کے لیے فرشتے اس کی جانب چڑھ جاتے ہیں۔ وہاں جا کر عرض کرتے ہیں۔ ایک ہی دن میں وہاں پہنچ جاتے ہیں (حالانکہ) اس مسافت کا اندازہ دنیا کے دنوں کے مطابق ایک ہزار سال ہے۔

اللہ کے ننانوے نام: ہمارا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسمائے گرامی ہیں، انھیں یاد کر لینے والا بہشت میں داخل ہوگا۔ خداوند عالم کے ننانوے نام ہیں انھیں یاد کرنے والے بہشت میں جائیں گے۔

یہ سب نام وقتاً فوقتاً قرآن کریم میں نازل ہوئے۔ ان میں سے پانچ سورۂ فاتحہ میں آئے ہیں، اور یہ ہیں:۔ یا اللہ، یا رب، یا رحمٰن، یا رحیم، یا مالک۔ سورۂ بقر میں چھبیس نام آئے ہیں:۔ یا محیط، یا قدیر۔ یا علیم، یا حلیم، یا تواب۔ یا بصیر۔ یا واسع۔ یا مبدیع۔ یا رؤف۔ یا شاکر۔ یا اللہ۔ یا واحد۔ یا غفور۔ یا حکیم۔ یا قابض، یا باسط۔ یا حیّ۔ یا قیوم۔ یا علی۔ یا عظیم۔ یا ولی۔ یا غنی یا حمید۔

سورۂ عمران میں چار نام آئے ہیں: یا قائم۔ یا وھاب۔ یا سریع۔ یا خبیر۔

سورۂ نساء میں چھ نام ہیں: یا رقیب۔ یا حسیب۔ یا شھید۔ یا غفور۔ یا مقیت۔ یا وکیل۔

سورۂ انعام میں پانچ نام ہیں: یا فاطر۔ یا قاھر۔ یا قادر۔ یا لطیف۔ یا خبیر۔

سورۂ اعراف میں دو نام ہیں: یا محیی۔ یا ممیت

سورۂ انفال میں دو نام ہیں: یا نعم المولیٰ۔ یا نعم النصیر۔

سورۂ ہود میں سات نام ہیں:۔ یا حفیظ۔ یا رقیب۔ یا مجید۔ یا قوی۔ یا مجیب۔ یا ودود۔ یا فعال۔

سورۂ رعد میں دو نام ہیں: یا کبیر۔ یا متعال

سورۂ ابراہیم میں ایک نام ہے:۔ یا منان

سورۂ حجر میں ایک نام ہے: یا خلاّق

سورۂ نحل میں ایک نام ، یا باعث

سورۂ مریم میں دو نام ، یا صادق - یا وارث

سورۂ مومنون میں ایک نام ، یا کریم

سورۂ نور میں تین نام : یا حق - یا متین - یا وارث

سورۂ فرقان میں ایک نام ، یا ھادی

سورۂ سبا میں ایک نام ، یا فتاح

سورۂ مومن میں چار نام :- یا غافر - یا قابل - یا شدید - یا ذو الطول

سورۂ والذاریات میں تین نام :- یا رزاق - یا ذو القوۃ - یا متین ۔

سورۂ طور میں ایک نام :- یا حنّان

سورۂ اقتربت الساعۃ میں ایک نام :- یا مقتدر

سورۂ رحمٰن میں تین نام :- یا باقی - یا ذو الجلال - یا ذو الاکرام

سورۂ حدید میں چار نام آئے ہیں :- یا اول - یا آخر - یا ظاھر - یا باطن ۔

سورۂ حشر میں دس نام ، یا قدوس - یا سلام - یا مومن ، یا مھیمن - یا عزیز - یا جبّار
یا متکبر - یا خالق - یا بارئ - یا مصوّر

سورۂ بروج میں دو نام آئے ہیں :- یا مبدئ - یا معید

سورۂ قل ہو اللہ میں دو نام ، یا احد - یا صمد

بقول حضرت سفیان بن عیینہؒ نے کہا ہے کہ عبد اللہ بن احمد نے ان سے زائد نام بھی بتائے ہیں اور وہ یہ ہیں ۔
یا مجیب - یا قاھر - یا فاضل - یا خالق - یا رقیب - یا ماجد - یا جوّاد - یا احکم الحاکمین ۔

خدا کے ۳۶۰ نام :- ابو بکر نقاش نے کتاب تفسیر الاسماء والصفات الٰہی میں روایت کیا ہے ۔ کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا اللہ تعالےٰ کے تین سو ساٹھ نام ہیں ۔

خدا کے ۱۱۴ نام :- آپ کے علاوہ دوسرے لوگوں نے ایک سو چودہ نام لکھے ہیں ۔ ان سب راویوں نے قرآن مجید ہی سے نام شمار کیے ہیں ۔ اکثر لوگوں نے کمزور ناموں کو بھی گن لیا ہے ، مگر صحیح روایت حضرت ابو ہریرہؓ ہی کی ہے ۔

ایمان

ایمان کی تعریف :- ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ زبان اور دل سے اقرار کریں اور اس کے ارکان پر عمل کریں ۔ بس یہ ایمان کہلاتا ہے ۔ نیک کام کرنے سے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے اور برے کاموں سے ایمان کمزور ہوتا

ہے۔ حصولِ علم ایمان کے استحکام کا باعث ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جہالت سے ایمان میں کمزوری آتی ہے۔ مسلمان بندوں کے دل میں اللہ تعالےٰ نورِ ایمان کو بڑھاتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّهُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ۔ — تحقیق جو لوگ ایمان لائے ان کا ایمان اس سے بڑھتا ہے اور وہ خوش رہتے ہیں۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ جس چیز میں اضافے کا امکان ہوتا ہے، اس میں کمی کی بھی گنجائش ہوتی ہے، اس لیے ایمان میں نقصان آسکتا ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:۔

وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا۔ — جب ان کے سامنے آیات پڑھی جاتی ہیں، اس وقت ان کا ایمان بڑھتا ہے۔

اور فرمایا۔

لِیَسْتَیْقِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَیَزْدَادَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِیْمَانًا — جن لوگوں کو کتاب دی گئی انھیں یقین کرنا چاہیئے کہ جو اس (کتاب) پر ایمان لائے۔ ان کا ایمان مضبوط ہے۔

حضرت ابن عباسؓ، ابوہریرہؓ اور ابی درداءؓ سے روایت ہے کہ ایمان میں کمی و زیادتی ہوسکتی ہے۔ مگر ابوالحسن اشعری کے پیروؤں نے ایمان کے بڑھنے گھٹنے سے انکار کیا ہے۔

ایمان کے معنی:۔ لغتِ عرب میں ایمان کے معنی ہیں، دل کا یقین۔ اور جس چیز پر دل کا یقین ہو اسے حاصل کرنا اور جان لینا۔ شریعت میں ایمان کے معنی ہیں "اللہ تعالےٰ کے وجود کا یقین کرنا۔ اس کے ناموں اور اس کی صفات کو پہچاننا ان پر یقین رکھنا، فرائض، واجبات اور نوافل کا ادا کرنا۔ برائیوں اور گناہوں سے بچنا۔ اگر ایمان کو مذہبِ شریعت اور ملت کہا جائے تو جائز ہے۔ کیونکہ ایمان سے اللہ کے حضور اس کی اطاعت کی خاطر گردن جھکائی جاتی ہے، برائیوں اور حرامکاریوں سے پرہیز کیا جاتا ہے۔ بس یہی ایمان کی تعریف ہے۔

ایمان اور اسلام:۔ ایمان، اسلام ہی کا ایک جزو ہے" کیوں کہ ہر ایمان اسلام ہے۔ مگر ہر اسلام ایمان نہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ اسلام کے معنی قبول کرنا اور یقین رکھتا ہے، ہر مومن احکام الٰہی کو ماننے والا ان کو قبول کرنے والا ہوتا ہے۔ مگر ہر اسلام لانے والا "اللہ کا یقین کرنے والا نہیں ہوتا۔ کیوں کہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اس نے تلوار کے زور سے اسلام قبول کیا ہو۔

ایمان کا لفظ متعدد قولی اور فعلی صفات پر حاوی ہے۔ جس میں اللہ تعالےٰ کی تمام عبادتیں شامل ہیں۔ لفظ اسلام کا مطلب ہے زبان سے کلمۂ شہادت ادا کرنا، دل سے اس کی تصدیق کرنا اور پانچوں وقت کی نماز ادا کرنا۔

ایک روایت:۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں، کہ ایمان اور اسلام الگ الگ دو چیزیں ہیں اور اس کے ثبوت میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں "حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا کہ میں رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص آیا، وہ سفید کپڑے پہنے تھا۔ بال بہت سیاہ تھے۔ سفر کی کوئی علامت اس سے ظاہر نہ ہو رہی تھی۔ ہم

میں سے کوئی بھی اس کا جاننے والا نہ تھا۔ وہ آتے ہی آنحضرت صلعم کے سامنے بیٹھ گیا۔ اپنے گھٹنے آنحضرتؐ کے گھٹنوں سے ملا دیئے۔ اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ دیئے۔ پوچھا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے رسول! اسلام کیا ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اسلام یہ ہے کہ تو کلمۂ شہادت پڑھے۔ یعنی کہے، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ نمازِ پنجگانہ ادا کرتا رہے۔ زکوٰۃ ادا کرے۔ رمضان کے روزے رکھے، طاقت ہو تو حج بھی ادا کرے۔

اس شخص نے جواب دیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے بالکل سچ فرمایا۔ اس کے جواب سے لوگ بہت حیران ہوئے کہ یہ شخص خود ہی سوال کرتا ہے اور خود ہی اس کی تصدیق کرتا ہے۔

اس شخص نے پھر پوچھا۔ اے اللہ کے رسول! اب مجھے ایمان کے متعلق بتلایئے! کہ یہ کیا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالےٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے پیغمبروں، قیامت اور نیکی بدی پر اور تقدیر پر ایمان لائے۔ اس نے کہا، آپؐ نے صحیح فرمایا۔

پھر پوچھا۔ اے اللہ کے رسول! احسان کیا چیز ہے؟ آپؐ نے جواب دیا۔ احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے" ایسا نہ ہو سکے تو دل میں ضرور یہ یقین رہے کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

اس نے پھر پوچھا۔ یا رسول اللہ! قیامت کے دن کا حال بیان فرمائیں۔ آپؐ نے جواب دیا۔ قیامت کا حال مجھے سوال کرنے والے سے زیادہ معلوم نہیں۔ اس شخص نے پھر پوچھا، قیامت کی نشانیاں ہی بتا دیجئے! آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ لونڈیاں اپنے آقاؤں کو جنیں گی اور مفلس ننگے پیر، برہنہ جسم اور بکریوں کے چرواہے عالی شان عمارتوں میں فخر کرنے لگیں گے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ میں بعد میں" تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا" تو آنحضرتؐ نے مجھ سے پوچھا۔ عمر! جانتے ہو یہ سائل کون تھا؟ میں نے جواب دیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا! یہ جبریل علیہ السلام تھے۔ اور تم لوگوں کو دین سکھانے آئے تھے۔ پھر فرمایا کہ پہلے جبرائیلؑ جس صورت میں آتے رہے میں انھیں پہچان لیتا تھا۔ مگر اس مرتبہ میں اس صورت میں انہیں فوراً نہ پہچان سکا۔

مزید وضاحت:- حضرت جبرائیلؑ نے آنحضرتؐ سے دو سوال کیئے۔ اور آپؐ نے دو جواب دے کر اسلام اور ایمان کا فرق واضح فرما دیا۔

امام محمدؒ اس بارے میں ایک اعرابی کی جسے آنحضرتؐ نے نصیحت کی تھی، سند پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا، اے اللہ کے رسولؐ! فلاں شخص کو تم نے اس قدر دیا۔ مگر مجھے اس سے کم دیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ وہ شخص مومن تھا۔ اعرابی نے عرض کیا۔ میں بھی تو مومن ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تو مسلم ہے۔ اس بارے میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد بھی سند کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ

بدو عرب! کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ اے پیغمبر! ان سے کہہ دیجئے کہ تم لوگ ایمان نہیں لائے ہو بلکہ یہ کہو ہم اسلام

الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ لائے ہیں، ابھی تک ایمان تمہارے دل میں داخل نہیں ہوا۔

جاننا چاہیئے کہ ایمان اس کا نام ہے کہ دل سے اللہ کا یقین کرے۔ اس کے احکام پر عمل کرے۔ جن چیزوں سے ان ان کو منع فرمایا ہے۔ ان سے باز رہے، اپنے آپ کو تقدیر الٰہی کے سپرد کردے۔ اللہ تعالےٰ پر کوئی اعتراض نہ کرے۔ اس کے وعدے پر شک وشبہ نہ کرے۔ اس کی بھیجی ہوئی مصیبتوں پر صبر اور جو نعمتیں اس نے عطا کی ہیں، ان کا شکر ادا کرے اللہ کی ذات کو پاک جانے۔ اس پر کسی حال میں کوئی تہمت نہ لگائے۔

ایمان میں زیادتی صرف روزہ ہی رکھنے یا نماز پڑھنے سے نہیں ہوتی۔

امام احمدؒ سے سوال کیا گیا۔ ایمان مخلوق ہے یا غیر مخلوق۔ آپ نے جواب دیا جو شخص ایمان کو مخلوق کہتا ہے، وہ کافر ہے۔ کیوں کہ ایسا کہنے والا لوگوں کو وہم میں مبتلا کرتا ہے۔ اس سے اس امر کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔ ایمان میں قرآن کی تصدیق بھی شامل ہے۔ لہٰذا جو ایمان کو مخلوق کہے گا، اس کے قول سے یہ بھی ظاہر ہوگا کہ قرآن مخلوق ہے، اور جو شخص ایمان کو غیر مخلوق بتاتا ہے، وہ دین میں نئی بات پیدا کرتا ہے، کیوں کہ اس قول میں ابہام ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس سے ایذا کا صدر کرنا اور اعضا کے افعال مخلوق ہیں۔ لہٰذا اس بات سے ظاہر ہوا کہ جو ایمان کو مخلوق یا غیر مخلوق کہتے ہیں، ان دونوں کے عقائد کو رد کر دیا گیا۔

امام احمدؒ بیان فرماتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ایمان کی ستر سے زیادہ خصلتیں ہیں، جن میں سب سے افضل کلمہ توحید ہے۔ اور سب سے ادنیٰ خصلت راستہ سے ایذا دینے والی چیز کو ہٹا دینا ہے۔ اور جو شخص قرآن کو مخلوق کہتا ہے، وہ کافر ہے۔ اور جو غیر مخلوق کہے اسے بدعتی قرار دیا گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ امام احمدؒ کا مذہب اس بات پر مبنی ہے کہ جس بات کا ذکر نہ قرآن میں ہو نہ آنحضرتؐ نے اس بارے میں کوئی حدیث بیان فرمائی ہو، نہ صحابہ کرامؓ نے اس سلسلے میں کچھ کہا ہو، اس میں (اپنی طرف سے) رائے دینا بدعت اور دین میں نئی بات کا پیدا کرنا ہے۔

یقینی مومن ا۔ کسی مومن کو یہ کہنا جائز نہیں کہ میں یقیناً مومن ہوں، بلکہ کہے "اللہ جانتا ہے کہ میں مومن ہوں"۔ معتزلہ فرقہ کے نزدیک "میں سچا مومن ہوں" کہنا جائز ہے۔ "یقیناً مومن ہوں" کہنے سے اس لیے منع کیا گیا۔ کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا جو شخص یقینی طور پر یہ کہے میں مومن ہوں وہ کافر ہے۔

امام حسن بصریؒ روایت کرتے ہیں، کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ میں مومن ہوں۔ لوگوں نے عبداللہؓ سے کہا کہ اس آدمی کا اعتقاد ہے کہ میں مومن ہوں۔ عبداللہ نے فرمایا۔ اس شخص سے دریافت کرو کہ یہ جنت میں ہے یا دوزخ میں؟ چنانچہ لوگوں نے اس سے یہ سوال کیا، تو وہ کہنے لگا۔ اس بات کا علم خدا کو ہے۔ یہ سن کر عبداللہؓ نے اس سے کہا جس طرح تو نے دوسری بات کو اللہ کے سپرد کیا ہے پہلی کو بھی اس کے سپرد کیوں نہ کیا؟

یقیناً سچا مومن وہی ہے جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک مومن ہے۔ اور بے شک وہی جنتی ہے۔ اور جو یہ کہے کہ میں یقیناً بہشتی ہوں وہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ اپنے ایمان کو انجام تک پہنچا دے۔ اور یہ کسی کو خبر نہیں کہ میرا ایمان انجام تک پہنچے گا۔ لہٰذا انسان کو ہمیشہ اللہ سے ڈرنا چاہیئے۔ اس کا امیدوار رہے کہ انجام بخیر ہو۔ لوگ جس طرح پر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں، اسی حالت

پر مرتے بھی ہیں"۔ اور جس حالت پر مرتے ہیں" اسی طرح ان کا حشر ہوگا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ جس راستے پر تم زندگی گزارتے ہو اسی پر مروگے"۔ اور اسی پر تمھارا حشر ہوگا۔

عقیدہ ۱۵ ہمارا عقیدہ ہے کہ بندے کے تمام اچھے اور بُرے اعمال کا خالق اللہ ہی ہے۔ مگر یہ ہرگز نہیں" کہ اللہ خود تمھیں گناہ کے لیے کہے۔ کیوں کہ جب اس نے معصیت پیدا کی ہے"۔ تو ساتھ ہی تقدیر بھی بنادی ہے۔ اور ہر شخص کے مقدر میں جس قدر روزی ہے، اسے بھی اللہ نے تقسیم کر دیا ہے۔ اس سے کم یا زیادہ کوئی نہیں لے سکتا۔ نہ منع کر سکتا ہے، نہ اس میں سختی کی گنجائش ہے" نہ نرمی کی۔ کل کے لیے جو روزی مقرر ہے" اسے کوئی شخص آج نہیں کھا سکتا۔ نہ ایک آدمی کا حصہ منتقل ہو کر دوسرے کے پاس جا سکتا ہے۔ حرام خور ہو یا حلال خور، اللہ تعالیٰ ہر ایک کو برابر روزی دیتا ہے" تاکہ وہ زندگی کے دن پورے کر سکے مگر اس بات کے یہ معنی نہیں کہ حرام خوری مباح ہے۔

اگر کوئی شخص قتل کر دیا جائے تو جان لینا چاہیئے کہ اس کی عمر اتنی ہی تھی۔ یہ نہ سمجھیں کہ ابھی اس کی عمر باقی تھی۔ اگر کوئی شخص پانی میں ڈوب کر مر جائے، دیوار کے نیچے دب کر، یا کسی پہاڑ سے گر کر" مر جائے یا کوئی درندہ اسے کھا جائے تو ان تمام صورتوں میں یہی جاننا چاہیئے کہ اس کی عمر ہی اتنی تھی۔ اور اس کی تقدیر میں اللہ نے یہی لکھا تھا۔

مسلمانوں کے دلوں میں اللہ کا نور داخل ہوتا ہے اور کفار گمراہ ہوتے ہیں" تو یہ باتیں اللہ ہی کے قبضہ و قدرت میں ہیں۔ کسی اور کا ان پر کچھ اختیار نہیں۔ یہ سب کام اللہ ہی کے ہیں۔ اسی کی صفت میں شامل ہیں۔ اس کے ملک میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔ اس نے بندوں کو نیک کسب کی ہدایت کی۔ اور احکام اپنی مرضی کے موافق بیان کر دیئے ہیں" کہ یہ کام اچھے ہیں اور یہ بُرے ہیں۔ ایسا کروگے" تو ثواب ہوگا، اور یہ کروگے تو عذاب۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔ کہ جیسا تم کرتے ہو ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا۔ ـــــ نیز اور فرمایا جیسا کروگے، ویسا ہی ثواب پاؤگے۔ روز نیکوں سے پوچھا جائے گا، تمھیں کون سی بات دوزخ میں لانے کا باعث بنی۔ یہ جواب دیں گے، ہم نماز نہ پڑھتے تھے، نہ غریبوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ پھر فرمائے گا۔ یہ وہی آگ ہے جس کا تمھیں یقین نہ تھا اور تم اسے جھٹلاتے تھے۔ یہ اسی چیز کا بدلہ ہے جو تمھارے ہاتھوں نے پہلے بھیجی۔ (یعنی تمھارے اعمال)۔ اس ضمن میں ایسی اور روائتیں بھی ہیں۔

لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جزا کا دارومدار اعمال پر رکھا ہے۔ یعنی جو جیسا کرے گا ویسا پائے گا۔ اور آدمی کا کمانا اور محنت کرنا اس حکم سے ثابت ہوتا ہے۔ جبریہ فرقے کے لوگ اس کے خلاف ہیں۔ وہ کہتے ہیں" کہ بندے کے لیے کسب کرنا لازم نہیں، کسب دروازے کی مانند ہے کہ اسے کھولو تو کھل جاتا ہے اور بند کرو تو بند ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال ایک درخت کی ہے" کہ اسے ہوا ہلاتی ہے تو ہلنے لگتا ہے، اور اگر نہ ہلائے تو ساکن رہتا ہے۔ اس فرقہ کے لوگ

لہ تقدیر کا مسئلہ چونکہ عقل سے بالاتر ہے، اس لیے حدیث میں اس مسئلہ پر زیادہ غور و خوض کرنے کی ممانعت ہے۔ آنحضرت نے ایک مرتبہ کچھ لوگوں کو اس مسئلہ پر گفتگو کرتے سنا۔ تو آپ غصہ کی حالت میں باہر تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ پہلی امتوں کے لوگ اسی قیل و قال کے باعث گمراہ ہوئے۔ اب کبھی اس مسئلہ پر گفتگو نہ کرنا۔

اللہ تعالےٰ کے منکر ہیں۔ اللہ کی کتاب اور سنتِ رسولؐ کو رد کرتے ہیں۔

فرقہ قدریہ کا عقیدہ ہے کہ سب افعال اور کسبوں کا پیدا کرنے والا انسان ہے، نہ کہ خدا۔ اللہ تعالےٰ انھیں ہلاک کرے۔ یہ آنحضرتؐ کی اُمت کے مجوس ہیں۔ خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ اور خدا کو عاجز سمجھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے ملک میں وہ کام ہو رہے ہیں، جو اس کی قدرت اور ارادہ میں نہیں۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ اس سے بہت بلند اور بزرگ ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے "کہ تمھیں اور جو کچھ تم کرتے ہو اسے اللہ ہی نے پیدا کیا۔ پھر فرمایا۔ جیسا تم کرو گے ویسا بدلہ ملے گا۔ سو جزا کا دارومدار اعمال پر ہے، تو لوگ اپنے عملوں پر ہی ہیں۔ یعنی ان کے اعمال کے مطابق ہی ان کی حالت ہوتی ہے، مگر یہ کہنا جائز نہیں، وہ پتھروں کے بت بناتے ہیں" بلکہ جو کام وہ کرتے ہیں، اپنے اعمال کی طرف توجہ کریں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ۔

لوگ آپس میں اختلاف کریں گے، مگر اس سے صرف وہ بچ سکیں گے، جن پر اللہ تعالےٰ کا خاص فضل ہو۔ اور وہ لوگ خصوصاً اسی لیے پیدا کیے گیے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

أَمْ جَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوا كَخَلْقِهِ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ۔

جن لوگوں نے اللہ کے شریک ٹھہرا لیے کیا ان شریکوں نے اس سے پہلے کوئی چیز پیدا کی ہے؟

جو اللہ کی مخلوق جیسی ہو، تو اے محمدؐ! کہہ دے کہ ہر شے کا پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ۔

اللہ کے سوا کیا اور کوئی زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا اور روزی دینے والا ہے۔

پھر مشرکین سے فرمایا۔

إِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ عِنْدِكَ قُلْ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ فَمَالِ هَٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا۔

اگر انھیں کوئی نیکی حاصل ہو تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے، اور اگر برائی ملے تو وہ تم سے منسوب کرتے ہیں، تو اے میرے محبوب! ان سے کہہ دو کہ اچھائی اور برائی دونوں اللہ کی طرف سے ہیں مگر جس قوم کے لوگ نافرمان ہوں ان کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔

حضرت حذیفہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ہر کاریگر کو اللہ ہی نے پیدا کیا" اور اس کی کاریگری بھی اللہ ہی پیدا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے اونٹ پیدا کیا اور اس کو ذبح کرنے والے کو بھی اُسی نے پیدا کیا۔

حضرت ابن عباسؓ آنحضرتؐ سے روایت کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ نیکی اور بدی کا پیدا کرنے والا میں ہی ہوں

جس کے ہاتھوں سے نیکی ہوتی ہے، اس کے لیے خوشخبری ہے، اور جس کے ہاتھوں بدی کا ہونا مقدر کیا ہے، وہ ہلاک ہوا۔

امام احمدؒ سے لوگوں نے بندوں کے ان کاموں کے بارے میں سوال کیا، جن کے باعث، وہ اللہ تعالیٰ کے غصہ یا اس کی رضا کے مستحق ہو جاتے ہیں، اور یہ بھی دریافت کیا۔ کہ خدا کی طرف سے ان میں سے کونسی چیز ہے اور بندہ کی طرف سے کونسی؟ امام صاحبؒ نے فرمایا۔ ان کا پیدا کرنے والا اللہ ہے اور عمل کرنے والے بندے۔

ہمارا عقیدہ یہ ہے، جو شخص مومن ہو وہ صغیرہ یا کبیرہ کتنے ہی گناہ کرے۔ پھر بھی کافر نہیں ہوتا۔ خواہ وہ توبہ کیے بغیر مر جائے مگر شرط یہ ہے کہ اللہ کی توحید اور اخلاص سے مرے، اس صورت میں اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ چاہے بخش دے، اور اور جنت میں داخل کرے۔ چاہے عذاب دے" اور دوزخ میں ڈال دے۔ تم کو یہ لازم کہ اللہ اور اس کی مخلوقات کے معاملے میں دخل نہ دو۔ یعنی جب تک جزا اور سزا کا خاتمہ نہ ہو۔ اس وقت تک کوئی رائے نہ دینی چاہیئے۔

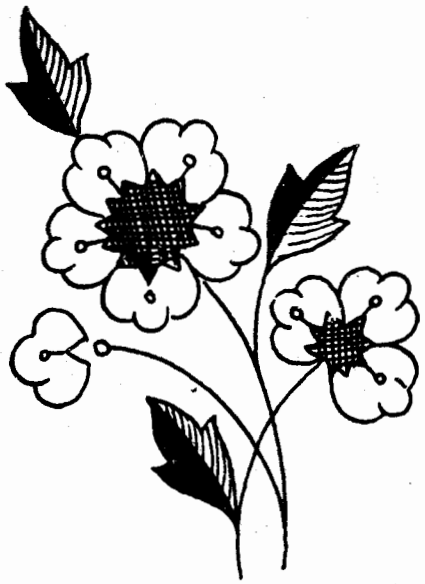

باب ۹

ثواب و عذاب۔ معراج۔ منکر نکیر۔ شہید اور مومن،
شفاعت، پلصراط۔ حوض کوثر۔ یوم حشر اور آنحضرت صلعم

ثواب و عذاب

مومن اور دوزخ ا۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ جو مومن اپنے صغیرہ یا کبیرہ گناہوں کے باعث "دوزخ میں ڈالا جائے گا" وہ ہمیشہ دوزخ میں نہ رہے گا، بلکہ دوزخ اس کے لیے اسی طرح ہوگا جس طرح دنیا میں قید خانہ۔ یعنی اپنے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کے مطابق دوزخ میں جلے گا۔ پھر اللہ کی رحمت سے دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔[1]

مومن پر عذاب مومن کے منہ اور سجدے کے اعضا کو دوزخ کی آگ نہ جلائے گی۔ کیوں کہ ان اعضا کا جلانا آگ پر حرام ہے" اور جب تک مومن دوزخ میں رہے گا، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اس میں سے نکال کر بہشت میں داخل کیا جائے گا اور دنیا میں اس نے خدا کی جس قدر بندگی کی ہوگی۔ اس کے مطابق اسے درجات عطا ہوں گے۔

قدریہ اور خارجی ا۔ فرقہ قدریہ اس کے خلاف یہ کہتا ہے کہ گناہ کرنے سے مومن کی عبادتوں کا سارا ثواب زائل ہو جاتا ہے۔ خارجیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے، خدا ان کو ہلاک کرے۔

مسئلہ القدر اور عمل ۱۔ خیر و شر اور حکم الٰہی کی شیرینی اور تلخی جو مقدر کر دی گئی ہے۔ مسلمان کو ان پر ایمان لانا واجب ہے اس کو چاہیئے کہ دنیوی رحمت کے جو اسباب اسے مہیا کیے گئے ہیں" ان کے متعلق یہ خیال نہ کرے کہ یہ اسے اس کی اپنی کوشش سے ملے ہیں۔ بلکہ انھیں اللہ تعالےٰ کی بخشش جانے۔ اس بات پر بھی ایمان لائے کہ زمانۂ سابقہ میں جو کچھ ہوا، اور آیندہ جو کچھ ہوتا رہے گا یہ سب اللہ ہی کے حکم سے ہوتا رہے گا۔ اور اس بات پر بھی یقین رکھے کہ لوحِ محفوظ میں اللہ تعالےٰ نے جو تقدیر لکھ دی ہے" اس سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔ اور اگر ساری مخلوقات بھی اللہ تعالےٰ کی مرضی کے خلاف کسی کو ضرر پہنچانے کی کوشش کرے تو نہیں پہنچا سکتی۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ — اگر خدا تمھیں کوئی ضرر پہنچائے تو اسے کوئی دور نہیں

---

[1] بخاری میں حضرت ابوذرؓ کی ایک طویل روایت میں ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا جس نے کلمہ لا الٰہ الا اللہ کہا اور اسی پر اس کا خاتمہ ہوا۔ وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ (یعنی اپنے اعمال کی سزا بھگتنے کے بعد)

لَهٗ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۔

کرسکتا۔ خدا چاہے، تو خود ہی اسے دُور کر سکتا ہے، اسی طرح اللہ تعالےٰ تجھے کوئی نیکی بخشنا چاہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا، اور وہ اپنے بندوں میں جس پر چاہتا ہے اپنی بخشش نازل فرماتا ہے۔

حضرت زید بن عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا، کہ انسان کی پیدائش کے وقت چالیس دن تک نطفہ اس کی ماں کے پیٹ میں رہتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق چالیس رات تک رہتا ہے۔ اس کے بعد وہ نطفہ چالیس روز تک ایک جما ہوا خون بنا رہتا ہے۔ پھر گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے اور چالیس روز تک اسی صورت میں رہتا ہے۔ پھر خدائے تعالےٰ کے حکم سے اس کی پیدائش کے ساتھ چار چیزیں لے کر فرشتہ آسمان سے اُترتا ہے، یعنی اس کی صورت، روزی، عمل اور خوش بختی یا بدبختی۔ چنانچہ ازل سے جس آدمی کے مقدر میں جنت لکھی جاتی ہے، وہ دنیا میں خواہ اہل دوزخ کے سے کام کرے۔ یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف دو ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، مگر جس طرح اس کے لیے لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے" اس کے مطابق تقدیر الٰہی سبقت لے جاتی ہے" اور وہ فوراً اہلِ جنت کے سے کام کرنے لگتا ہے، حتیٰ کہ وہ کام اسے جنت میں لے جاتے ہیں۔

اس کے برعکس جس کے مقدر میں دوزخ لکھا ہے" وہ دنیا میں خواہ ہمیشہ جنتیوں کے سے کام کرے اور اس کے اور جنت کے درمیان دو ہاتھ کا فاصلہ رہ جائے مگر تقدیر الٰہی سبقت لے جاتی ہے۔ اور وہ اہل دوزخ کے سے کام کر کے دوزخ میں جا پہنچتا ہے۔

حضرت ہشام بن عروہؒ فرماتے ہیں" میرے والد حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا، کوئی شخص اہل بہشت کے سے کام کرتا ہے، مگر لوحِ محفوظ پر اس کے مقدر میں دوزخ لکھا ہوتا ہے، چنانچہ موت کے قریب پہنچنے پر وہ ان کاموں سے پھر کر اہلِ دوزخ کے سے کام کرنے لگتا ہے۔ حتیٰ کہ اسی حال میں مرکر دوزخ میں جا پہنچتا ہے۔ اور اگر کوئی اہلِ جنت ہوتا ہے اور وہ دوزخیوں کے سے کام کرتا رہتا ہے۔ مگر پھر مرنے کے نزدیک ان کاموں کو چھوڑ کر اہلِ بہشت کے سے کام کرنے لگتا ہے، حتیٰ کہ اسی حال میں مرکر بہشت میں جا پہنچتا ہے۔

عبدالرحمٰن سلمیٰ سے روایت ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا، ایک دفعہ ہم آنحضرتؐ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ آپؐ کے دستِ مبارک میں ایک چھڑی تھی، جس سے آپؐ زمین کو کُرید رہے تھے" اچانک سر اٹھا کر پوچھا، تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کی جگہ بہشت یا دوزخ میں مقرر نہ ہو چکی ہو۔ یہ سن کر حاضرینِ مجلس نے عرض کیا، کہ پھر سب لوگ تقدیر کے لکھے پر ہی بھروسا کیوں نہ کریں، اور جو عمل کرتے ہیں" انھیں چھوڑ دیں۔ تو حضور صلعم نے فرمایا عمل کرتے رہو اور یہ بھی یاد رکھو کہ جو عمل کسی کے لیے تقدیرِ الٰہی کے موافق پیدا ہوا وہی اس کے لیے آسان ہے۔

حضرت سالم بن عبداللہ اپنے والد سے راوی ہیں، کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں عرض کیا، جو کچھ میں کرتا ہوں اس بارے میں مجھے خبر دیجئے، کہ جس چیز کے لیے میں عمل کرتا ہوں، وہ وہی ہے جو پہلے سے میرے مقدر میں لکھی ہے۔

یا وہ میرے عمل کے بعد لکھی جاتی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالےٰ اس کام سے روزِ اول ہی میں فارغ ہو چکا ہے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ تو پھر ہم اسی پر قناعت کیوں نہ کر لیں؟ آنحضرت نے جواب دیا۔ تم عمل کرو کیونکہ جو چیز کسی کے لیے پیدا کی گئی ہے" وہ اس کے لیے آسان بھی کر دی گئی ہے۔

نیک کام کرنے والا" اہلِ سعادت سے ہوتا ہے، اور اہلِ شقاوت یعنی بدبخت وہی کام کرتے ہیں، جو بدبختی کا موجب ہوتے ہیں۔

معراج

ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلعم نے معراج کی رات اپنے پروردگار کو اپنی ظاہری دونوں آنکھوں سے دیکھا۔

واقعۂ معراج :- نہ کہ دل کی آنکھوں سے۔ اور نہ خواب میں۔ کیونکہ جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ کے اس قول کی تفسیر میں کہ آنحضرتؐ نے اللہ کو دوسری مرتبہ دیکھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ میں نے اپنے رب کو روبرو بالمشافہ دیکھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے اس قول کی تفسیر میں" اور سدرۃ المنتہےٰ کے نزدیک آپؐ نے فرمایا۔ میں نے سدرۃ المنتہےٰ کے نزدیک اس طرح دیکھا۔ مجھ پر اللہ کے چہرے کا ایک نور ظاہر ہوا، اور اللہ تعالےٰ نے اس قول کی تفسیر میں کہ ہم نے تجھے جو خواب دکھایا ہے" ہم نے لوگوں کا امتحان کیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ رویا یہ تھا کہ شبِ معراج آنحضرتؐ نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

حضرت ابن عباس کا ارشاد ہے کہ خلّت کا مرتبہ (جو دوستی سے مراد ہے) حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو عطا ہوا، گفتگو کا شرف حضرت موسیٰ کو دیا گیا اور آنحضرتؐ کو ذاتِ الٰہی کا دیدار نصیب ہوا۔ اس روایت میں رویت (دیکھنے) کا ثبوت ہے، مگر حضرت عائشہؓ کی روایت میں رویت سے انکار ہے۔ اور ان دونوں روایتوں کو اکٹھا کر کے دیکھا جائے تو اثباتِ رویت کو نفی پر تقدم حاصل ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ خود فرماتے ہیں" کہ میں نے اللہ تعالےٰ کو دیکھا۔[1]

ابوبکر بن سمانؒ روایت کرتے ہیں" کہ آنحضرت صلعم نے اللہ تعالےٰ کو گیارہ مرتبہ دیکھا اور نو دفعہ شبِ معراج میں" جو سنن نبوی سے ثابت ہے۔ جب آپ حضرت موسیٰؑ اور اللہ تعالےٰ کے درمیان تخفیف نماز کے لیے آئے اور گئے۔ اور پچاس وقت کی نماز کی بجائے پانچ وقت کی نماز فرض کی گئی۔ دو دفعہ اللہ تعالےٰ کو دیکھنا قرآن سے بھی ثابت ہے۔

---

[1] "بخاری" میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے آیہ کریمہ وما جعلنا الرویا التی اریناک الا فتنۃ للناس (وہ خواب جو ہم نے تمہیں دکھایا صرف لوگوں کی (آزمائش کے لیے تھا) کی تفسیر میں منقول ہے کہ انھوں نے کہا" آنکھ کی رویت تھی جو آنحضرت صلعم کو رات میں دکھائی گئی تھی۔ جس رات آپؐ کو بیت المقدس کی سیر کرائی گئی ..... اور حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ شجرہ ملعونہ قرآن میں ہے اور یہ تھوہر کا درخت ہے۔

حضرت عائشہؓ کا بھی یہی خیال تھا، بہرحال اس بات میں علماء کی مختلف رائیں ہیں۔ کوئی جسمانی معراج کا قائل ہے۔ کوئی روحانی کا۔

منکر نکیر

ہمارا ایمان ہے کہ نبیوں کے سوا ہر شخص کے پاس منکر نکیر آکر سوال کرتے، اور اس کا امتحان لیتے ہیں کہ وہ کیا دین رکھتا تھا یہ دونوں فرشتے قبر میں آتے ہیں۔ اس وقت مُردے میں جان ڈال دی جاتی ہے، اسے اٹھا کر بٹھایا جاتا ہے اور سوال و جواب کے بعد دوبارہ بغیر تکلیف کے اس کی جان نکال لی جاتی ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ میت کی زیارت کے لیے کوئی جائے تو میت اسے پہچانتی ہے اور یہ پہچان جمعہ کے دن طلوعِ آفتاب کے بعد سے غروبِ آفتاب تک جاری رہتی ہے۔ گناہ گاروں اور کافروں کی قبر کی تنگی اور قبر میں ان کے لیے عذاب پر ایمان لانا بھی واجب ہے۔ اسی طرح ایمانداروں اور نیکوکاروں کے لیے نعمت کی عطا پر بھی ایمان لانا واجب ہے۔

فرقۂ معتزلہ اس کے خلاف ہے۔ یہ لوگ قبر کے عذاب و نعمت اور منکر نکیر کے سوال کے منکر ہیں۔ مگر اہلِ سنت منکر نکیر کے سوال کو اللہ تعالیٰ کے قول سے ثابت کرتے ہیں اور وہ قول یہ ہے "(یعنی) جو لوگ ایمان لائے ہیں انھیں اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے"۔ اس کی تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ "حیاۃ الدنیا" سے مقصود روح کے نکلنے کا وقت ہے۔ اور فی الآخرۃ سے مراد منکر نکیر کے سوال کا وقت ہے۔

ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جب کوئی شخص قبر میں رکھا جاتا ہے تو دو سیاہ رنگ کے فرشتے اس کے پاس آتے ہیں۔ ان کی آنکھیں بھوری ہوتی ہیں۔ ان میں ایک کا نام نکیر ہے اور دوسرے کا منکر ہے۔ یہ اس سے پوچھتے ہیں کہ اس مرد (یعنی رسول اللہ) کے بارے میں تم کیا کہتے ہو چنانچہ وہ وہی کہتا ہے جو دنیا میں ان کے متعلق کہتا تھا۔ اگر وہ مسلمان ہے تو کہتا ہے "کہ آپ اللہ کے بندے" اور اس کے رسول ہیں" اور میں گواہی دیتا ہوں" کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں" اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر دونوں فرشتے کہیں گے ہم جانتے تھے کہ تو ایسا ہی کہے گا

اس کے بعد اس شخص کی قبر ستر در ستر ہاتھ یعنی چار ہزار نو سو میل ہاتھ کھلی اور روشن کر دی جائے گی۔ پھر فرشتے اس سے کہیں گے اب تو سو جا۔ تب وہ کہے گا مجھے اجازت دو کہ میں اپنے اہل و عیال کے پاس جا کر انھیں خوشخبری دوں، لیکن فرشتے جواب دیں گے" تو اس طرح سو رہ کہ جس طرح وہ دلہن سوتی ہے جسے اس کا پیارا شوہر ہی جگاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی تمھیں اب اس نیند سے اٹھائے گا۔

اگر وہ منافق ہے" تو جواب دے گا" مجھے نہیں معلوم (کہ یہ کون مرد ہے) ہاں دنیا میں اس کے بارے میں لوگوں کو کچھ کہتے سُنا تھا۔ اور وہی میں کہا کرتا تھا۔ تب فرشتے کہیں گے" کہ ہمیں معلوم تھا کہ تو ایسا ہی جواب دے گا۔ اس کے بعد زمین کو حکم ہوتا ہے کہ اس مُردے کو شکنجے کی طرح دبا لے۔ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف نکل جاتی ہیں اور ہمیشہ اسی عذاب میں گرفتار رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے اٹھاتا ہے۔

اس مسئلہ کے اثبات میں عطا بن یسارؒ کی ایک روایت ہے" آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا۔ عمر! اس وقت تیرا کیا حال ہوگا۔ جب زمین تیرے لیے لمبائی میں صرف تین گز ایک بالشت اور چوڑائی میں ایک گز اور ایک بالشت مقرر کی جائے گی۔

تیرے عزیز تجھے نہلا کر کفن دیں گے، خوشبو لگائیں گے، جنازہ اٹھائیں گے، پھر دفن کر دیں گے۔ اور واپس آجائیں گے۔ پھر دو شخص تجھ سے سوال کریں گے۔ ایک کا نام منکر اور دوسرے کا نکیر ہوگا۔ ان کی آواز رعد کی طرح اور آنکھیں اُچک کے جانے والی بجلی جیسی ہوں گی۔ ان کے بال لٹکے ہوں گے، وہ تجھے ڈرائیں گے اور پوچھیں گے تیرا پروردگار کون اور تیرا دین کیا ہے؟

حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اس وقت میرا یہی دل میرے ساتھ ہوگا۔ جو آج میرے ساتھ ہے۔ آپؐ نے فرمایا، ہاں! تب حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ بس یہی میرے لیے کافی ہوگا۔

(یہ روایت) اس بات کے ثبوت کے لیے کافی ہے کہ سوال و جواب مردے میں جان ڈالنے کے بعد ہوگا۔ کیوں کہ حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ کہ میرے ساتھ میرا دل ہوگا۔ تو آنحضرتؐ نے "ہاں" فرمایا۔

مومن کا انجام:- حضرت منہال بن عمروؓ اور براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ ہم آنحضرتؐ کے ہمراہ ایک انصاری کے جنازے کے ساتھ قبر پر پہنچے۔ چونکہ ابھی قبر تیار نہ ہوئی تھی، اس لیے ہم آنحضرتؐ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ ہم پر آپ کی ہیبت اس قدر غالب تھی کہ بالکل خاموش اور بے حس و حرکت اس طرح بیٹھے تھے گویا ہمارے سروں پر جانور بیٹھے ہیں۔ آنحضرتؐ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، جس سے زمین کرید رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد آپؐ نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا "قبر کے عذاب سے میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں" دو یا تین مرتبہ آپؐ نے فرمایا۔ پھر ارشاد ہوا کہ جب کوئی مومن دنیا کو چھوڑ کر کوچ کرنے لگتا ہے" تو اس پر خوبصورت اور آفتاب کی طرح روشن چہرے والے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ان کے پاس بہشتی کفن اور بہشتی خوشبو ہوتی ہے۔ وہ اس شخص کے سامنے اس کی نظروں کی حدود پر بیٹھ جاتے ہیں۔ ملک الموت اس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے۔ اور کہتا ہے" اے پاک اور سکون پانے والے نفس! اپنے رب کے حکم کے مطابق" اس کی رحمت اور بخشش کی طرف نکل۔ چنانچہ بڑے آرام اور آسانی کے ساتھ" اس کی روح جسم سے باہر آتی ہے، اس طرح جیسے کسی بدرتن سے پانی کا قطرہ ٹپکتا ہے۔ جو فرشتے اس کے قریب کفن لیے بیٹھے ہوتے ہیں" وہ اُچک کر اس روح کو اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں۔ ایک لمحہ کے لیے بھی اس روح کو ملک الموت کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے۔ وہ اسے خوشبودار کفن پہناتے ہیں۔ جس میں کستوری سے بھی بہتر خوشبو ہوتی ہے بلکہ روئے زمین پر اس سے بہتر خوشبو نہیں ہوتی۔ وہ فرشتے اس روح کو اوپر لے جاتے ہیں۔ جب فرشتوں کی جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں" تو فرشتے پوچھتے ہیں یہ خوشبو کہاں سے آرہی ہے؟ انھیں جواب دیا جاتا ہے" کہ فلاں بن فلاں سے" وہ فرشتے اچھے اور نیک ناموں سے اس (مردے) کا پتہ دیتے ہیں" اور اس کی تعریف کرتے ہیں۔ جب دنیا کے آسمان پر پہنچ کر دروازے کھولنے کے لیے کہتے ہیں تو دروازے فوراً کھول دیئے جاتے ہیں اور دنیا کے آسمان کے فرشتے اس کے استقبال کے لیے آتے ہیں، اور دوسرے آسمان تک ساتھ جاتے ہیں۔ اسی طرح اس روح کو لے کر ساتویں آسمان تک جاتے ہیں۔ وہاں پہنچنے پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، دفتر علیین میں اس کا نام لکھ لو! اور زمین کی طرف پھر لے جاؤ۔ زمین سے ہی ہم نے انھیں پیدا کیا اور زمین ہی کی طرف لوٹاتے ہیں۔ پھر اسی سے انھیں دوبارہ نکالیں گے۔ چنانچہ فرشتے اس روح کو اس کے جسم کی طرف لاتے ہیں، اور ان کے سوا اور فرشتے بھی اس

وقت اگر حاضر ہوتے ہیں۔

یہ فرشتے سوال کرتے ہیں کہ تیرا پروردگار کون ہے اور تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے "کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے، اور میرا دین" اسلام ہے۔ پھر فرشتے آنحضرتؐ کے بارے میں پوچھتے ہیں" وہ جواب دیتا ہے" کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اور سچا دین ہمارے پاس لائے۔ فرشتے پھر سوال کرتے ہیں" کہ یہ باتیں تجھے کس نے بتائیں؟ وہ کہتا ہے میں نے قرآن پڑھا اس پر میرا ایمان ہے اور میں اسے سچا جانتا ہوں۔

پھر آواز دینے والا آسمان سے آواز دیتا ہے" کہ میرے بندے نے جو کچھ کہا" سچ کہا" اس کے لیے بہشت کا بچھونا بچھا دو، اسے بہشت کا لباس پہنا دو، اور بہشت کے سارے دروازے اس کے لیے کھول دو، تاکہ بہشت کی ہوا اور خوشبو اس تک پہنچ جائے۔

پھر اس کی قبر اس کی حدِ نگاہ تک کشادہ کر دی جاتی، اور ایک خوبصورت آدمی جس سے خوشبو آرہی ہوتی ہے، اس کے پاس آکر کہتا ہے، میں تجھے خوشخبری دیتا ہوں، جو وعدہ تجھ سے کیا گیا تھا" آج اس وعدہ کے پورا ہونے کا دن ہے۔ روح اس شخص سے پوچھتی ہے" کہ آپ کون ہیں؟ وہ کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں۔ پھر وہ کہتا ہے، یا اللہ! قیامت کو قائم کر دے!

کافر کا انجام:- آنحضرت صلعم نے فرمایا جب کافر کے مرنے کا وقت آپہنچتا ہے، تو آسمان سے دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں۔ ان کے چہرے سیاہ اور ڈراؤنے ہوتے ہیں، ٹاٹ پاس ہوتا ہے۔ وہ آکر اس شخص کے عین سامنے بیٹھ جاتے ہیں، پھر موت کا فرشتہ سرہانے آکر کہتا ہے۔ اے پلید نفس، خدا کے غصّے اور غضب کی طرف نکل! چنانچہ اس کی روح تمام اعضا میں منتشر ہو جاتی ہے، پھر ملک الموت اس کی روح کو اس طرح کھینچتا ہے جیسے بھیگی اون میں سے سیخ کھینچی جاتی ہے چنانچہ اس کی ساری رگیں اور پٹھے ٹوٹ جاتے ہیں۔ فرشتے اسے ٹاٹ میں رکھ لیتے ہیں" اور اس سے سڑے ہوئے گندے مردار کی بو آتی ہے۔

جب فرشتے اسے اوپر (آسمان پر) لے جاتے ہیں" تو فرشتوں کی ایک جماعت پوچھتی ہے کہ یہ کون ہے؟ جس سے ایسی بدبو آرہی ہے۔ وہ کہتے ہیں" یہ فلاں بن فلاں ہے، اسے بہت ہی برے ناموں سے یاد کرتے اور اس کا نشان پتہ بتاتے ہیں۔ جب دنیا کے آسمان کے قریب پہنچکر دروازے کھلوانا چاہتے ہیں" تو وہ نہیں کھولے جاتے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اس کا نام سجین میں لکھ دو۔ تب وہ روح زمین کی طرف پھینک دی جاتی ہے۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے یہ آیت پڑھی۔

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ۔

جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے اس کا یہی حال ہوتا ہے، کہ وہ آسمان سے گرایا جاتا ہے۔ اور پرندے اسے اُچک لیتے ہیں یا ہوا اسے کہیں دور پھینک دیتی ہے اور اس کی مردود روح دوبارہ جسم میں داخل ہو جاتی ہے۔

تب دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں، اسے بٹھا کر سوال کرتے ہیں۔ تیرا پروردگار کون ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے! میں تو اسے نہیں جانتا۔ وہ پوچھتے ہیں، تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا۔ پھر وہ آنحضرتؐ کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، وہ کہتا ہے، افسوس مجھے اس کا بھی علم نہیں۔ تب آواز دینے والا آواز دیتا ہے میرے بندے نے جھوٹ کہا۔ اس کے لیے آگ کا بچھونا بچھا دو۔ اور دوزخ کا دروازہ کھول دو تاکہ اسے گرم ہوا اور گرمی پہنچے۔ اس کی قبر اس قدر تنگ ہوتی ہے" کہ ہڈیاں ٹوٹ کر منتشر ہو جاتی ہیں۔ پھر ایک بدصورت شخص غلیظ اور گندے کپڑوں میں اس کے پاس آتا ہے، اس کے جسم سے بدبو آ رہی ہوتی ہے، وہ کہتا ہے تیرا برا ہو، یہ وہی دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔

روح پوچھتی ہے تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں تیرے برے اعمال ہوں، پھر یہ مردود روح کہتی ہے، اے پروردگار! قیامت کا دن آنے ہی نہ پائے۔

مسلمان کی قبر: حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں جب کسی مسلمان کو قبر میں رکھتے ہیں تو قبر ستر گز لمبی اور ستر گز چوڑی ہو جاتی ہے اس میت پر خوشبوئیں چھڑکی جاتی ہیں اور ریشم کا بہشتی لباس پہنایا جاتا ہے۔ اگر قرآن کریم میں سے اسے کچھ یاد ہو تو اسی کی روشنی اس کے لیے کافی ہوتی ہے، اور قرآن سے کچھ یاد نہ ہو تو قبر میں (اللہ کے حکم سے) آفتاب جیسی روشنی کر دی جاتی ہے۔ وہ اس میں دلھن کی طرح سوتا ہے جسے اس کا پیارا (شوہر) ہی جگاتا ہے اور وہ اس حالت میں جاگتی ہے کہ نیند سے سیر نہیں ہوتی۔

کافر کی قبر: جب کافر قبر میں اتارا جاتا ہے تو قبر اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ٹوٹ کر پیٹ میں چلی جاتی ہیں۔ اونٹ کے برابر سانپ اس کے پاس بھیجے جاتے ہیں" جو اس کا گوشت اس طرح کھاتے اور نوچتے ہیں کہ ہڈیاں گوشت سے خالی ہو جاتی ہیں۔ اس کے پاس بہرے، گونگے اور اندھے شیطان بھیجے جاتے ہیں جن کو مردود کہا جاتا ہے ان کے ہاتھ میں لوہے کی ہتھوڑیاں ہوتی ہیں جن سے آدمی کو کوٹتے ہیں اور اس شدت سے کوٹتے ہیں کہ (ہتھوڑیوں کی آواز میں) اس شخص کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ نہ ہی وہ شیطان اس کی طرف نگاہ کرتے ہیں۔ نہ انھیں اس پر رحم آتا ہے۔ صبح و شام آگ اسے پیش کیا جاتا ہے۔

ان تمام احادیث سے قبر کا عذاب اور خدا کی نعمتیں ثابت ہوتی ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جسے سولی پر چڑھایا جاتا ہے، جو جل مرتا ہے، پانی میں ڈوب جاتا ہے، اسے درندے پھاڑ کھاتے ہیں یا پرندے اس کا گوشت نوچ لیتے ہیں، اس کا گوشت اور منتشر اجزا کیسے اکٹھے ہو سکتے ہیں (اور منکر نکیر اس سے قبر میں آ کر سوال کس طرح کرتے ہیں) اس کا جواب یہ ہے" کہ آنحضرت صلعم نے عذاب قبر اور قبر میں منکر نکیر کے سوال و جواب کو حسب حال ہی بیان کیا ہے۔ یعنی ان کا قبروں میں دفن کرنا۔ اگر کسی مردہ کے اجزا پراگندہ ہو جائیں تو اللہ تعالےٰ اس کی روح کو زمین پر بھیجتا ہے۔ اگر عذاب کے لائق ہو تو روح کو عذاب ملتا ہے۔ اگر نیک ہو تو اس کی روح کو نعمت حاصل ہوتی ہے کہ ہر روز صبح و شام دو مرتبہ ان پر عذاب نازل ہوتا ہے اور قیامت تک نازل ہوتا رہے گا۔ جب قیامت قائم ہو گی تو اس وقت انھیں معہ جسم دوزخ میں ڈالا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ۔

ہر صبح و شام انھیں آگ کے سامنے لایا جاتا ہے، اور جب قیامت آئے گی تو ہم حکم دیں گے کہ فرعون کی اولاد کو سخت عذاب کے ساتھ دوزخ میں ڈال دو!

شہید اور مومن

شہداء اور مومن لوگوں کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے قالب میں رہتی ہیں، بہشت میں چرتی ہیں عرش کے نیچے نور کی قندیلوں میں رہتی ہیں۔ جب دوسری دفعہ صور پھونکا جائے گا" اس وقت وہ روحیں زمین پر اتر کر اپنے اپنے جسموں میں آجائیں گی۔ قیامت کے دن حساب کتاب کے لیے پیش ہوں گی، جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا تمھارے جو بھائی جنگِ اُحد میں شہید ہوئے، اللہ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے قالب میں رکھا ہے، وہ بہشت میں چرتی ہیں۔ اور نور کی قندیلوں میں عرش کے نیچے رہتی ہیں۔ جب انھیں عمدہ کھانا ملتا ہے، پینے کے لیے پاک اور عمدہ چیزیں دی جاتی ہیں اور آرام ملتا ہے، تو کہتے ہیں" کوئی ہے؟ جو ہمارے بھائیوں کو خبر دے کہ ہم بہشت میں زندہ ہیں" اور ہمیں خوب روزی ملتی ہے۔ پھر فرمایا۔ تم جہاد کو ہرگز نہ ترک کرنا اور کافروں سے لڑتے رہنا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ یہ بہت سچ بولنے والا ہے اور میں انھیں پہچانتا ہوں" اور اللہ تعالےٰ نے ان کے لیے آتارا ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔

اور جو لوگ خدا کی راہ میں شہید ہوئے انہیں مردہ نہ جانو، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے اور اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے جو شے انہیں دیتا ہے، اس سے وہ خوش ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ مومن اور کافر کے جسم کے ایک حصہ سے سوال و جواب ہو، اسے عذاب دیا جائے اور ایک حصہ کو نعمت بخشی جائے اور اس سے کچھ باز پرس نہ ہو تو ایک حصۂ جسم کے ساتھ جو کچھ کیا گیا وہ گویا سارے جسم کے ساتھ کیا گیا۔

اوپر بتایا گیا" کہ سوال و جواب اور دبانے کے لیے اللہ تعالےٰ پراگندہ اور منتشر اجزا کو جمع کرتا ہے" جیسا کہ حشر کے دن ہوگا۔ اس روز حساب کتاب کے لیے سب منتشر چیزیں جمع ہو کر اٹھیں گی۔

قبروں سے مردوں کو اٹھنے اور مردوں کے منتشر اجزا کے جمع ہونے پر ایمان لانا" واجب ہے" جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَاِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ۔

یقیناً قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے جو مخلوق خاک میں مل گئی ہے، اللہ تعالےٰ اس سب مخلوق کو اٹھائے گا۔

جیسا کہ فرماتا ہے:۔ كَمَا بَدَاْكُمْ تَعُوْدُوْنَ

جس طرح تمھیں پہلے پیدا کیا اسی طرح پھر پیدا کروں گا۔

دوسری جگہ فرمایا۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى لِنَجْزِيَ كُلَّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى وَلِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى

ہم نے تمہیں خاک سے پیدا کیا اور خاک ہی میں بھیجیں گے۔ اور پھر اسی سے تمھیں اٹھائیں گے، جو لوگ اللہ کی راہ میں کوشش کرتے ہیں اللہ تعالےٰ انہیں پھر اٹھا کر جمع کریگا، تاکہ اس کوشش کا بدلہ انہیں دیا جائے۔ جن لوگوں نے بُرے کام کیے انہیں ان عملوں کی سزا دے گا اور جنھوں نے نیک کام کیے انہیں نیکی کی جزا دے گا احسان پر احسان کرے گا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَلَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ۔

جس خدا نے تمھیں پیدا کیا وہی تمھیں مارے گا اور وہی پھر زندہ کرے گا۔

جسے مخلوق کے پیدا کرنے پر پہلے قدرت حاصل تھی اسے پھر بھی یہ قدرت حاصل ہے۔ گروہِ معطلہ کے لوگ اس لیے ہلاک ہوئے کہ انھوں نے حشر سے انکار کیا۔

شفاعتِ رسول صلعم

جن لوگوں نے کبیرہ اور صغیرہ گناہ کیے ہیں، ان کے حق میں آنحضرت صلعم کی شفاعت کا قبول ہونا اور اس پر ایمان لانا واجب ہے جب گنہگار دوزخ میں جانے لگیں گے تو پہلے آنحضرت دوسرے پیغمبروں کی امتوں کے سب مسلمانوں کے لیے شفاعت کریں گے۔ جب گناہ گار دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو آپ اپنی اُمت کے گنہگاروں کے لیے شفاعت کریں گے اور وہ بخشے جائیں گے تب ان کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔

آنحضرت صلعم کی شفاعت کے علاوہ آپ کی امت کے مومن اور صالح لوگوں کی شفاعت سے بھی دوزخیوں کو نجات ملے گی حتیٰ کہ امت کا ایک فرد بھی دوزخ میں نہ رہے گا۔ اگر کسی کے دل میں ذرّہ بھر ایمان بھی ہوگا۔ اور ایک بار کلمۂ توحید[1] پڑھا ہوگا۔ تو وہ بھی دوزخ میں نہ رہے گا۔

فرقۂ قدریہ کے لوگ اس کے منکر ہیں۔ وہ شفاعت کے قائل ہی نہیں۔ اللہ تعالےٰ اس گروہ کو قرآن کریم میں جھٹلاتا ہے۔ ان کے حق میں فرمایا "کوئی تمھاری شفاعت نہ کرے گا نہ کوئی دوست ہے جو تمھارا غم کھائے۔ ان کا مقولہ ہے کہ کوئی ہے جو ہماری شفاعت کرے"۔ فرمایا کہ شفاعت کرنے والے کی شفاعت انہیں فائدہ نہیں دیتی۔

---

[1] اس باب میں ابوہریرہؓ کی ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہر نبی کی ایک دعا مستجاب ہوگی اور میں چاہتا ہوں کہ میں وہ دعا آخرت میں اپنی امت کی شفاعت کے لیے کروں (بخاری) اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

جس طرح کلام پاک سے ثابت ہے کہ قیامت کے دن شفاعت ہوگی اسی طرح حدیث سے بھی ثابت ہے۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ سب سے پہلے میرے لیے زمین کو کھولا جائے گا۔ اور میں اس پر فخر نہیں کرتا۔ میں تمام لوگوں کا سردار ہوں۔ مگر اس پر بھی مجھے فخر نہیں، حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا، مگر مجھے فخر نہیں۔ سب سے پہلے میں بہشت میں جاؤں گا اور اس پر بھی مجھے فخر نہیں۔ سب سے پہلے بہشت کی زنجیر میں ہلاؤں گا۔ مجھے ہی سب سے پہلے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہونے کی اجازت دی جائے گی" اور دیدارِ حق نصیب ہوگا۔ میں اللہ تعالےٰ کے حضور میں سجدے گر پڑوں گا، اس وقت باری تعالےٰ فرمائے گا، اے محمدؐ! سر اٹھا اور شفاعت کر! میں تیری شفاعت قبول کروں گا۔ اور جو کچھ مجھ سے مانگے گا میں دوں گا۔ میں سر کو اٹھا کر "اُمتی اُمتی" کروں گا، اور کہوں گا، میں ہمیشہ یہ خواہش رکھتا ہوں کہ اپنے پروردگار کی طرف دھیان رکھوں۔ تب اللہ تعالےٰ فرمائے گا، جا کر دیکھ! اگر کسی (دوزخی) کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہے تو اسے دوزخ سے نکال لیجیے! آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ میں اپنی امت کے اس قدر آدمیوں کو دوزخ سے نکال لاؤں گا۔ کہ وہ پہاڑ کی اونچائی کے برابر ہوں گے۔ پھر دوسرے پیغمبر مجھ سے کہیں گے۔ کہ اللہ کے حضور جا کر" پھر مغفرت اور بخشش کی دعا کیجیے! میں کہوں گا۔ میں اتنی مرتبہ اپنے رب کے پاس گیا ہوں کہ اب جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت نے فرمایا جن لوگوں سے گناہ کبیرہ سرزد ہوئے، ان کے لیے میری شفاعت ضروری ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کی مجیب الدعوات درگاہ میں ہر پیغمبر کی ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ دوسرے تمام نبیوں نے اپنی دعا مانگنے میں جلدی کی، مگر میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کے لیے محفوظ کر لیا ہے۔ قیامت کے دن اللہ سے اپنی امت کی شفاعت کے لیے درخواست کروں گا، اور انشاءاللہ میری دعا اس شخص کے حق میں ضرور قبول ہوگی جس نے اپنی زندگی میں کسی کو خدا کا شریک نہیں ٹھہرایا۔

حضرت انس انصاری کہتے ہیں" آنحضرت نے فرمایا۔ زمین پر جس قدر پتھر اور ڈھیلے پائے جاتے ہیں" ان کی تعداد سے کہیں زیادہ لوگ میری شفاعت سے بخشے جائیں گے" اور آپ کی شفاعت میزان عدل اور پلصراط پر ہوگی۔ اور ہر پیغمبر کے لیے اسی طرح شفاعت ہوگی۔

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا قیامت کے دن حضرت ابراہیمؑ باری تعالےٰ سے عرض کریں گے، اے میرے پروردگار! تو نے آدم کے بیٹوں کو جلا دیا۔ تب اللہ تعالےٰ ان کی دعا قبول فرمائے گا" اور حکم دے گا، کہ کسی کے دل میں گیہوں یا جَو کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہے، تو میں نے اسے بخش دیا، اسے دوزخ سے نکال۔ اسی طرح دوسرے نیک اور صالح لوگ بھی (گنہگاروں) کی سفارش کریں گے۔

حضرت ابی سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں" آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ ہر پیغمبر کے لیے ایک بخشش ہے اور میرے لیے جو بخشش ہے اسے میں نے اپنی امت کے لیے محفوظ کر لیا ہے۔ میری امت کے لوگ ایسے ہوں گے کہ ایک شخص اپنے قبیلہ کی شفاعت کرے گا اس کا قبیلہ بخشا جائے گا اور وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ایک شخص ایسا ہوگا جو لوگوں کی ایک جماعت کے لیے شفاعت کرے گا، اللہ تعالےٰ اسے بھی بہشت عطا فرمائے گا۔ ایک شخص تین آدمیوں کی شفاعت کرے گا، ایک دو آدمیوں کی، اور ایک،

ایک آدمی کی۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ مسلمانوں کی ایک قوم ایسی ہوگی جس پر عذاب نازل ہو رہا ہوگا، پھر اللہ تعالےٰ کی رحمت اور شفاعت کرنے والوں کی، شفاعت سے وہ بہشت میں داخل ہوگی۔

حضرت اویسؓ قرنی سے مشہور روایت ہے کہ جو لوگ دوزخ کی آگ سے جل کر خاک سیاہ ہو چکے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان پر بھی اپنا فضل کرے گا اور اپنی مہربانی سے انھیں دوزخ سے نکال کر بہشت میں بھیج دے گا۔

حضرت حسنؓ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ میں ہمیشہ اپنے رب سے شفاعت کی درخواست کروں گا۔ وہ میری شفاعت قبول فرمائے گا۔ میں یہاں تک عرض کروں گا۔ یا اللہ! جس نے ساری عمر میں صرف ایک مرتبہ کلمۂ توحید پڑھا ہے" اس کے حق میں بھی میری شفاعت قبول فرما! جواب ملے گا محمدؐ! یہ تیرا منصب نہیں، نہ ہی کسی اور کا یہ منصب ہے۔ یہ صرف میرا ہی مقام ہے۔ اس لیے میں اپنی عزت اور جلال اور اپنی رحمت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس شخص نے کلمۂ توحید پڑھا ہے اور ایمان پر مرا ہے، میں اس کو دوزخ میں نہ رہنے دوں گا۔

پُل صراط

پلصراط پر ایمان لانا بھی واجب ہے۔ یہ وہ پُل ہے جو دوزخ کے اوپر بنا ہوا ہے۔ جب لوگ پُل پر سے گزرنے لگتے ہیں" تو اللہ تعالےٰ جسے چاہتا ہے دوزخ میں پھینک دیتا ہے" اور جسے چاہتا ہے" پار کر دیتا ہے۔

جو لوگ مسلمان ہیں" انھیں ان کے نیک اعمال کے مطابق ایک نور عطا کیا جائے گا۔ یہ لوگ گروہ در گروہ ہوں گے، ان میں سے بعض سوار ہو کر اور دوڑتے ہوئے جائیں گے۔ بعض گھٹنوں کے بل اور بعض چوتڑوں کے سہارے جائیں گے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا۔ پلصراط پر کانٹے لگے ہیں، سعدان کے کانٹوں کی طرح۔ پھر لوگوں سے پوچھا۔ سعدان کے کانٹوں کو تم جانتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا۔ جانتے ہیں۔ تب آپؐ نے فرمایا۔ وہ کانٹے سعدان کے کانٹوں کی طرح ہیں، جن کی لمبائی کا کسی کو علم نہیں۔ یہ کانٹے لوگوں کو کھینچ لیں گے۔ چنانچہ بعض کا یہ حال ہوگا کہ اپنے برے اعمال کے باعث سخت ہلاکت میں گھرے ہوں گے۔ بعض کے جسموں کو یہ کانٹے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔ بعض کے جسم رائی کی طرح ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، اور بالآخر اس عذاب سے نجات حاصل ہوگی۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ وہ کانٹے صرف بدن کو زخمی کر دینے کے لیے ہیں۔ فرمایا تم اعلیٰ جانور کی قربانی کرو۔ کیوں کہ پُل صراط پر یہی جانور تمھاری سواری بنیں گے۔

پلصراط کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ وہ بال سے باریک، آگ سے زیادہ گرم اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ قیامت کے سالوں کے حساب سے اس کی مسافت تین سو سال کے برابر ہے۔ بدکار اس پر سے گزرتے وقت پھسل کر دوزخ میں گر جائیں گے" اور نیک لوگ عافیت کے ساتھ اسے عبور کر لیں گے۔

بعض روایات کے مطابق پلصراط کی مسافت آخرت کے سالوں کے حساب سے تین ہزار سال ہے۔

حوضِ کوثر

حوض اہلِ سنت کا یقین ہے کہ آنحضرت صلعم کے لیے ایک حوض ہوگا جس میں سے صرف مومن پانی پئیں گے اور کافر محروم رہیں گے۔ پلصراط سے گزرنے کے بعد اور جنت میں داخل ہونے سے قبل یہ حوض آپ کو عطا کیا جائے گا۔ اس حوض سے پینے والے کو کبھی پیاس نہ لگے گی۔ حوض کی چوڑائی ایک ماہ کی مسافت ہوگی۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہو گا۔ اس کے اردگرد ڈول ہوں گے جن کی تعداد ستاروں کے برابر ہوگی۔ اس حوض میں دو نل لگے ہوں گے جن میں سے کوثر کا پانی بہہ کر حوض کو بھر دے گا۔ اس پانی کے نکلنے کی جگہ بہشت ہے" اور اس کی شاخ میدانِ حساب میں پہنچی ہوگی۔

پہلی حدیث:- حضرت ثوبان روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ قیامت کے دن میں حوض کے پاس بیٹھا ہوں گا۔ لوگوں نے آپؐ سے حوض کی چوڑائی کی بابت پوچھا۔ تو فرمایا، میری نشست گاہ سے دریائے عمان تک۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ اس میں دو نل ہوں گے جو بہشت سے آتے ہوں گے۔ ایک چاندی کا ہوگا، اور دوسرا سونے کا۔ جو شخص ایک مرتبہ اس سے پانی پی لے اُسے کبھی پیاس نہیں لگتی۔

دوسری حدیث:- حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ تمھارے وعدہ کی جگہ میرا حوض ہے جس کی لمبائی اور چوڑائی برابر ہے۔ یعنی ایلہ اور مکہ کے درمیان جتنا فاصلہ ہے" اس سے بھی زیادہ (ان دونوں شہروں کے درمیان ایک ماہ کا راستہ ہے) اس حوض میں آسمان کے ستاروں کے برابر ڈول ہوں گے۔ اس کا پانی چاندی سے زیادہ سفید ہے، جو شخص وہاں پہنچکر اس کا پانی پی لے اسے کبھی پیاس نہیں لگتی۔ اسی طرح ہر پیغمبر کو ایک ایک حوض دیا گیا ہے" سوائے حضرت صالح کے۔ ان کا حوض اونٹنی کے پستان ہیں۔ اس (حوض) میں سے ہر امت کے مسلمان پانی پئیں گے، مگر کافروں کو پینا نصیب نہ ہوگا۔

تیسری حدیث:- ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ میرے حوض کا طول و عرض عدن اور عمان کے درمیانی فاصلہ کے برابر ہے، جس کے دونوں طرف موتیوں کے خیمے نصب ہیں۔ اس میں اس قدر اور ایسے آبخورے ہیں جیسے آسمان میں ستارے۔ اس کی مٹی میں سے کستوری سے زیادہ خوشبو آتی ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ سرد، اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ جو اس میں سے ایک گھونٹ پی لے گا، پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ بعض لوگوں کو اس کے پاس سے اس طرح ہٹا دیا جائے گا، جس طرح بیگانے اونٹ کو دوسرے اونٹوں سے الگ کر دیا جاتا ہے۔ تب میں کہوں گا خبردار نہ ہٹاؤ۔ اس وقت مجھے بتایا جائے گا۔ کہ آپؐ انھیں نہیں جانتے، یہ وہ لوگ ہیں" جنھوں نے آپ کے بعد بدعتیں نکالیں۔ میں پوچھوں گا، انھوں نے میرے بعد کیا نئے کام کیے، فرشتے جواب دیں گے۔ ان لوگوں نے (آپ کے) دین میں الٹ پھیر کیا۔ تب میں کہوں گا، یہاں سے ہٹ جاؤ اور اللہ کی رحمت سے دور ہو جاؤ۔

فرقہ معتزلہ کے لوگ اس حوض سے انکاری ہیں، اگر یہ لوگ حوض کے انکار سے توبہ نہ کریں گے، اور قرآن کی آیات، احادیث، اور بزرگوں کے اقوال کو رد کرنے سے باز نہ آئیں گے" تو انھیں حوض سے ایک گھونٹ بھی نہ دیا جائے گا۔ وہ اس نعمت سے محروم رہیں گے اور پیاسے ہی دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے۔

حضرت انس بن مالکؓ کی روایت کے مطابق آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ جو شخص میری شفاعت کو جھوٹ سمجھتا ہے۔ اسے قیامت کے دن محروم رکھا جائے گا۔ اور جو شخص اس حوض کا عقیدہ نہیں رکھتا اسے اس سے محروم رکھا جائے گا۔

یوم حشر اور آنحضرت صلعم

آنحضرت صلعم کے درجات:۔ اہل سنت کا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن آنحضرتؐ کو تمام پیغمبروں سے اونچا عرش پر اپنے پاس بٹھائے گا۔ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے اللہ تعالےٰ کے ارشاد کے مطابق فرمایا۔ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود میں کھڑا کرے۔ اللہ تعالےٰ تجھے اپنے پاس تخت پر بٹھائے گا۔ ہشام بن عروہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے آنحضرتؐ سے پوچھا، مقام محمود کیا ہے جس کے دینے کا آپ سے وعدہ کیا گیا ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ میرے اللہ نے اس مقام میں مجھے تخت پر بٹھانے کا وعدہ کیا ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ سے بھی ایسی ہی روایت ہے، حضرت عبداللہ بن سلام کہتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا۔ قیامت کے دن مجھے بلا کر اللہ تعالےٰ کی کرسی کے اوپر بٹھا دیں گے۔

لوگوں نے پوچھا، اے ابا مسعود! رسول اللہ کو صرف اللہ کی کرسی کے اوپر بٹھا دینے ہی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت خدا کے ساتھ ہوں گے۔ آپ نے جواب دیا تم لوگ ہلاک ہوئے۔ یہ حدیث تو دوسری حدیثوں کی نسبت میری آنکھوں کو دنیا سے زیادہ صاف کر دینے والی ہے۔

حجاجؒ سے روایت ہے کہ قیامت برپا ہونے پر اللہ تعالےٰ اپنے عرش پر بیٹھ جائے گا۔ اس کے دونوں پیر کرسی کے اوپر ہوں گے، اس وقت رسول اللہ کو لا کر انھیں بھی اللہ کے سامنے کرسی پر بٹھا دیا جائے گا۔ لوگوں نے حمیدی سے پوچھا۔ جب آنحضرت کرسی پر بیٹھے ہوں گے تو گویا اللہ کے ساتھ ہوں گے۔ آپ نے جواب دیا! ہاں۔

یوم حساب:۔ اہل سنت کا اعتقاد ہے کہ جب قیامت کے روز مومن کو حساب کے لیے بلایا جائے گا تو اللہ تعالےٰ اس وقت مومن پر اپنا دامن رکھ دے گا۔ تاکہ لوگوں کی نگاہ سے وہ چھپ جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس کی یہ دلیل بیان کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ مومن کو اپنے پاس بلائے گا اور اپنے دامن سے اسے لوگوں سے ڈھانپ دے گا۔ پھر پوچھے گا۔ اے بندے، تجھے یاد ہے کہ تو نے فلاں فلاں گناہ کیے؟ یہ دو مرتبہ فرمائے گا۔ بندہ عرض کرے گا، اے پروردگار! بے شک میں مجرم اور گنہگار ہوں۔ بندے کے اقرار سے اسے معلوم ہو جائے گا۔ کہ اب میں ہلاک ہوا۔ تب اللہ فرمائے گا۔ میں نے تیرے ان گناہوں کو دنیا میں بھی چھپایا تھا اور اب بھی بخشتا ہوں۔

حساب کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندہ کو اس کے اعمال کے ثواب اور گناہ سے آگاہ کرے گا، اس کے گناہوں سے اسے مطلع کرے گا، ان کے فوائد اور نقصانات بھی بتائے گا۔

معتزلہ گروہ اس کا منکر ہے۔ وہ حساب کتاب کے قائل نہیں، مگر اللہ تعالےٰ انھیں جھٹلاتا ہے۔ ارشاد فرمایا:۔

اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ان کو میری ہی طرف لوٹنا ہے اور ان کا حساب بھی میرے اوپر ہے

میزانِ عدل:- اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ دو پلوں اور ایک چوٹی کے ترازو سے نیکیوں اور بدیوں کا وزن کرے گا۔ معتزلہ، مرجیہ اور خارجیہ فرقوں کو ترازو کے وجود سے بھی انکار ہے۔ وہ کہتے ہیں ترازو سے مراد، میزانِ عدل ہے۔ اعمال کا تولنا نہیں۔ اللہ تعالےٰ کے کلام اور حدیث کی رُو سے یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "ہم قیامت کے دن عدل کے لیے ترازو رکھیں گے اور کسی پر کسی بات کا ظلم نہ ہوگا۔ اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی کی نیکی ہوگی تو اسے دی جائے گی۔ اور ہم ہی حساب کے لیے کافی ہیں۔"

پھر فرمایا "جس کے اعمال کا پلہ بھاری ہوگا۔ وہ ہمیشہ خوشی کی زندگی گزارے گا۔ اور جس کا پلہ ہلکا ہوگا وہ دوزخ میں جائے گا۔۔۔۔

عدل کی تعریف سمجھی اور گنائی درست نہیں۔ یہ میزان اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہوگی، کیوں کہ بندوں کا حساب خدا نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔

نور بن سمعان کلابیؓ سے روایت ہے" میں نے آنحضرتؐ کو فرماتے سُنا۔ کہ قیامت کے دن، اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ترازو ہوگی، ایک گردہ کو اللہ تعالےٰ بلند کرے گا اور ایک کو پست کر دے گا۔

حذیفہ بن یمانؓ روایت کرتے ہیں آنحضرت نے فرمایا۔ قیامت کے دن ترازو جبرئیل کے ہاتھ میں ہوگی۔ اور اللہ تعالےٰ فرمائے گا جبرئیل! ان لوگوں کے اعمال تولو۔ جب وہ تولیں گے تو بعض کے پلے بھاری ہوں گے اور بعض کے ہلکے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا قیامت کے دن ترازو کے ایک پلڑے میں آدمی اور دوسرے میں اس کے اعمال رکھے جائیں گے۔ اعمال کا پلڑا ہلکا ہوگا تو اسے دوزخ کی طرف لے جائیں گے۔ تب آواز دینے والا آواز دے گا کہ اسے لے جانے میں جلدی نہ کرو! اس کی ایک چیز تُلنے سے رہ گئی ہے۔ وہ چیز کلمہ توحید ہوگا۔ جب اسے لاکر ہلکے پلڑے پر رکھیں گے تو وہ بھاری ہو جائے گا۔ پھر اسے بہشت میں لے جانے کا حکم دیا جائے۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ قیامت کے دن آدمی کو ترازو کے پاس لاکر کھڑا کر دیں گے۔ ننانوے فردیں کاغذ کی بھی لائی جائیں گی، جن میں اس کے نیک و بد اعمال درج ہوں گے۔ ہر فرد اتنی لمبی ہوگی جتنی آدمی کی نگاہ کام کرتی ہے۔ یہ فردیں ترازو میں اس طرح رکھی جائیں گی کہ ایک پلڑے میں بدی کی فردیں ہوں گی دوسرے میں نیکی کی۔ بدی کا پلڑا بھاری ہونے پر اسے دوزخ میں لے جائیں گے۔ جونہی وہ جانے کے لیے منہ پھیرے گا، اللہ تعالےٰ کی طرف سے کوئی آواز دے گا، کہ اسے لے جانے میں جلدی نہ کرو! اس کی ایک چیز رہ گئی ہے۔ (جو انگوٹھے کے اوپر والے پورے کی برابر ہے) اور وہ کلمہ شہادت ہے۔ اسے لاکر نیکیوں کے پلے میں رکھ دیں گے۔ جس سے وہ پلہ بھاری ہو جائے گا۔ تب حکم ہوگا اسے بہشت میں لے جاؤ۔

کہا گیا ہے کہ آدمی کی نیکیاں رائی کے دانے اور چھوٹی چیونٹی کے برابر ہونگی جو بہت خوبصورت ہوں گی" اور انھیں نور کے پلے میں رکھا جائے گا۔ اللہ کی رحمت سے یہ پلہ بھاری ہو جائے گا۔ برائیوں کی شکل بہت بھونڈی ہوگی اور انھیں تاریک پلڑے میں رکھا جائے گا۔ اللہ کے حکم سے یہ پلہ ہلکا ہو جائے گا تو اس کا ہلکا ہونا، دوسرے پلے کے جھک جانے سے ظاہر ہو جائیگا

روایت ہے جس ترازو کا ذکر کیا گیا ہے" وہ دنیا کے ترازو کے مانند نہیں ہوگی۔
ایمان اور شہادت کا کلمہ پلہ بھاری ہونے کا باعث ہوگا اور پلے کے ہلکا ہونے کا باعث بنے گا، جو پلا بھاری ہوتا ہے وہ اپنے مالک کو بہشت میں لے جاتا ہے اور ہلکا پلا اس کو دوزخ میں پہنچاتا ہے۔
دوزخ کا نام "ہادیہ" ہے جو زمین کی نچلی تہ میں ہے۔ پس نیک اعمال کا پلہ بھاری ہوگا" تو آدمی بہشت میں جائے گا۔ اور خوشی سے زندگی بسر کرے گا۔ جس کا پلہ ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانہ ہادیہ ہوگا۔ یعنی آگ اور جلانے کی جگہ اس کو رکھا جائے گا۔
عملوں کے تولنے میں لوگوں کا حال تین طرح کا ہوگا۔ بعض وہ ہوں گے کہ ان کی نیکی کا پلہ بدیوں کے پلے کی نسبت بھاری ہوگا۔ ایسے لوگ بہشت میں جائیں گے۔ دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہوگا جن کی نیکیوں کی نسبت ان کی برائیاں بھاری ہوں گی وہ دوزخ میں جائیں گے۔ تیسرا گروہ ایسے لوگوں پر مشتمل ہوگا۔ کہ ان کی نیکی اور بدی کے دونوں پلے برابر ہوں گے۔ انھیں اعراف میں لے جائیں گے۔ اللہ تعالےٰ ان کی کیفیت دریافت کرے گا۔ اگر چاہے گا تو ان کو جنت میں داخل کردے گا۔ جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا" اعراف پر آدمی ہوں گے"۔
اعمال کی تناسب فردوں کے تولنے کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے" آنحضرت نے فرمایا، لوگوں نے سب کچھ سن لیا، مگر مقرب لوگ حساب کے بغیر ہی بہشت میں جائیں گے۔ بہ بہشتی کے ساتھ ستر ہزار طفیلی ہوں گے۔ (اس باب میں ایک مشہور حدیث آئی ہے وہ دیکھئے) کافر لوگ بغیر حساب دوزخ میں جائیں گے۔ بعض مومنوں کا حساب آسانی سے ہو جائے گا ان کا فیصلہ اللہ کے اختیار میں ہوگا۔ چاہے تو بہشت میں بھیج دے چاہے تو دوزخ میں۔
اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا۔	جس کے داہنے ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا، اس کا حساب آسانی سے ہو جائے گا۔
اور فرمایا:۔ وَکُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ وَنُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ کِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا اِقْرَاْ کِتٰبَكَ کَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا۔	قیامت کے دن ہر آدمی کا نامۂ اعمال اس کی گردن میں لٹکا دیا جائے گا۔ وہ اسے کھلا ہوا دیکھے گا، اور اسے حکم دیا جائے گا کہ اسے پڑھ لے، آج تیری اپنی جان ہی حساب لینے کے لیے کافی ہے۔

حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا۔ اللہ جل شانہٗ ساری دنیا کا حساب لے گا، لیکن جس نے خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا ہوگا، اس کا حساب لیے بغیر اس کو دوزخ میں بھیج دے گا۔

جنت و دوزخ

دونوں کی حقیقت:۔ اہل سنت کا اعتقاد ہے کہ دوزخ اور بہشت دونوں مخلوق ہیں" اور دونوں گھر ہیں۔ ایک کو اللہ نے نیک لوگوں اور فرمانبرداروں کے لیے بنایا ہے" اور دوسرے کو گنہگار اور سرکش لوگوں کے لیے۔ یہ دونوں

ازل سے ابد تک ہیں۔

بہشت وہی جگہ ہے جس میں حضرت آدم علیہ السلام، حضرت حوّا علیہا السلام اور شیطان مردود رہا کرتے تھے۔ اور پھر وہاں سے نکالے گئے۔ مگر معتزلہ اس سے انکار کرتے ہیں۔ اس لیے یہ لوگ جنت میں نہیں جائیں گے اور مجھے اپنی عمر کی قسم ان لوگوں کو ہمیشہ دوزخ میں رہنا پڑے گا۔ کیوں کہ یہ لوگ اس کے وجود کو نہیں مانتے۔ اللہ تعالےٰ کے فرمانبردار بندوں کے لیے آگ[1] میں جلنے کا حکم لگاتے ہیں (صرف ایک گناہ کبیرہ کے عوض میں) اللہ کے کلام اور آنحضرت صلعم کی حدیث کے رُو سے یہ لوگ جھوٹے ثابت ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے "بہشت" جس کی وسعت زمین و آسمان کے برابر ہے۔ پرہیزگاروں کے لیے بنائی گئی ہے۔ پھر فرمایا "اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لیے بنائی گئی ہے"۔ اس کے متعلق ہر صاحب عقل یقین کر لیتا ہے کہ وہ موجود ہے چنانچہ اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں چیزیں (جنت اور دوزخ) مخلوق ہیں اور موجود ہیں۔

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں" آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جب میں جنت میں گیا، تو اچانک ایک جاری نہر پر سے میرا گزر ہوا، اس کے دونوں جانب موتیوں کے خیمے تھے۔ میں نے اس کے جاری پانی کو چھوا تو معلوم ہوا کہ وہ خوشبودار کستوری ہے۔ میں نے جبریلؑ سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے جواب دیا۔ کہ یہ وہ چیز ہے، جو اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو عنایت فرمائی ہے۔

بہشت؟ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں" میں نے آنحضرتؐ سے پوچھا۔ بہشت کس چیز سے بنائی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اس کی اینٹیں سونے اور چاندی کی ہیں" اور خوشبودار مشک کا گارا ہے۔ یاقوت اور مروارید اس کے سنگریزے ہیں۔ زعفران اور ورس کی طرح اس کی زمین خوشبودار ہے۔

بہشت میں داخل ہونے والا اس میں ہمیشہ رہے گا، کبھی نہیں مرے گا۔ اس میں خوش رہے گا کبھی کسی مصیبت میں نہ پڑے گا، نہ اس کے کپڑے پرانے ہوں گے، نہ جوانی میں کمی آئے گی۔

بہشت کی خصوصیات:- دوزخ اور بہشت کے پیدا ہونے، موجود ہونے، اس کے غیر فانی ہونے اور اس کے ہمیشہ کی نعمت ہونے کی دلیل یہ بھی ہے" کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ بہشت کا سایہ اور اس کی ماکولات ہمیشہ ہیں۔ فرمایا اس کی نعمتیں ختم ہونے والی نہیں۔ اور اس کے ہمیشہ رہنے میں کوئی امر مانع نہیں۔

بہشتی حوریں:- بہشت کی نعمتوں میں موٹی آنکھوں والی حوریں بھی شامل ہیں۔ خدا نے انھیں ہمیشہ بہشت میں رہنے کے لیے پیدا کیا ہے، وہ نہیں مریں گی، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے" بہشت میں ایسی حوریں ہیں جن کی نظریں نیچی رہتی ہیں اس سے پہلے کسی جن یا انسان نے انھیں چھوا تک نہیں۔ فرمایا جنت کی حوریں خیموں کے اندر حفاظت میں رہتی ہیں۔

ام سلمہؓ سے روایت ہے" فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ سے اللہ تعالےٰ کے قول "کَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ" کے معنی پوچھے تو آپؐ نے فرمایا" کہ ان (حوروں کی) صفائی اس طرح کی ہوگی جیسے موتی سیپ کے اندر صاف اور چمکدار ہوتا ہے۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا

---

[1] یعنی جنت میں ان کے داخلے سے انکار کرتے اور آگ میں داخل ہونے کا حکم لگاتے ہیں۔

کہ وہ کہتی ہیں "ہم اس میں ہمیشہ رہیں گی"۔ اور ہمیں کبھی موت نہ آئے گی۔ ہم ہمیشہ خوش رہیں گی" اور ہمیں کبھی دکھ نہ ہوگا۔ ہم ہمیشہ مقیم رہیں گی۔ کبھی سفر کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ ہمیشہ خوش اور راضی رہیں گی۔ ہمیں کبھی غم اور غصہ نہیں آتا۔ اطمینان سے، اپنے گھر میں رہتی ہیں، ہمیشہ سچ بولتی ہیں اور پیغمبر سچ بولنے والے ہیں۔ آپؐ نے یہ بھی بتایا کہ وہ ہمیشہ رہیں گی اور کبھی نہ مریں گی۔

آخرت کی بیوی ا- حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں" آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جب عورت اپنے شوہر کو دنیا میں تکلیف پہنچاتی ہے تو جنت کی وہ حور جو آخرت میں اس مرد کی بیوی ہوگی۔ اس عورت سے کہتی ہے، خدا تجھے ہلاک کرے اسے دکھ نہ دے۔ یہ تو دنیا میں تھوڑے ہی دن کے لیے تیرے پاس مہمان ہے۔ جلد تجھ سے الگ ہو کر میرے پاس آنے والا ہے۔

دائمی گھر ا- اس بیان سے ثابت ہوا کہ بہشت اور دوزخ کو فنا نہیں۔ نہ وہ چیز فنا ہوگی جو ان میں موجود ہے یا جنھیں اللہ تعالےٰ ان میں داخل کرے گا۔ اور پھر انھیں وہاں سے کبھی نہ نکالے گا۔ اس میں رہنے والوں کو موت نہ آئے گی، اور جو نعمتیں انھیں دی جائیں گی وہ بھی کم نہ ہوں گی۔ بلکہ زیادہ ہی ہوں گی۔ اللہ تعالےٰ حکم دے گا کہ دوزخ اور بہشت کے درمیان ایک دیوار پر موت کو رکھ کر مار ڈالو۔ چنانچہ جب موت کو مار دیا جائے گا تو ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ اے بہشت کے ساکنو! اب تم ہمیشہ زندہ رہو گے، تمھیں کبھی موت نہ آئے گی۔ اور اے دوزخ کے ساکنو! تم بھی ہمیشہ زندہ رہو گے اور مرو گے نہیں۔ یہ آنحضرت صلعم کی صحیح روایت ہے۔

باب ۱

آنحضرت صلعم کی فضیلت۔ اُمّتِ رسولؐ۔ بدعت اور بدعتی

خدا کی صفات۔ گمراہ فرقے

آنحضرتؐ کی فضیلت

رحمۃ للعالمین تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ محمد مصطفےٰ ابن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم، اللہ تعالےٰ کے پیغمبر، سب پیغمبروں کے سردار اور خاتم النبیین ہیں۔ وہ تمام انسانوں اور جنوں کی ہدایت کے لیے بھیجے گئے، جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

ہم نے تجھے سارے انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ اور ہم نے تجھے سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

ابن امامہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا "اللہ تعالےٰ نے مجھے سارے پیغمبروں پر بزرگی اور فضیلت دی ہے اور چار چیزوں کے ساتھ مجھے بھیجا ہے۔ آنحضرت کو ایسے معجزے عطا کیے گئے جو اور کسی پیغمبر کو نہیں دیئے گئے۔ بعض علمائے حضورؐ کے معجزوں کی تعداد ایک ہزار بیان کی ہے"۔ ان میں سے ایک معجزہ قرآن کریم ہے جس کا نزول خاص طور پر ہوا۔

سب سے بڑا معجزہ (قرآن) قرآن مجید کی نظم کلام عرب کے تمام اوزان سے الگ ہے۔ اس کی ترتیب[1] اور اس کی بلاغت[2] فصاحت[3] ایسی ہے کہ تمام فصیح و بلیغ لوگوں کی فصاحت اور بلاغت سے برتر ہے۔ عرب کے تمام فصیح قرآن کریم کا سا فصیح کلام پیش کرنے سے عاجز رہ گئے۔ اور اس جیسی ایک سورت بھی نہ لا سکے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:

فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔

اے محمدؐ مخالفوں سے کہہ دیں کہ اگر ان میں طاقت ہے تو قرآن جیسی دس سورتیں ہی لے آئیں مگر وہ اس کی مانند کوئی سورت نہ لا سکیں گے۔

فرمایا اے پیغمبرؐ! کہو۔

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ

قرآن کی مانند ایک سورت ہی لے آئیں۔

---

[1] ہر چیز کو اس کے درجہ کے مطابق رکھنا اور اس کے صحیح مقام پر لانا (ع)

[2] بر زبانی (روانی) اور خوش گوئی۔ (ع)

اور وہ کبھی نہیں لائیں گے، فرمایا:-

فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ ۔ قرآن کی مانند کوئی سورت ہی لاؤ ۔

اگرچہ وہ لوگ فصاحت و بلاغت میں اپنے زمانہ کے لوگوں سے بڑھے ہوئے تھے، مگر قرآن کی مانند سورت پیش کرنے سے عاجز تھے۔ جب نہ لاسکے تو آنحضرتؐ کی ان پر فضیلت واضح ہوگئی۔ ثابت ہوگیا کہ قرآن کریم آنحضرتؐ کا معجزہ ہے جس طرح موسیٰؑ کا عصا ان کے لیے معجزہ تھا۔ جب موسیٰؑ نبوت دیکر بھیجے گئے تو اس زمانہ میں بڑے کامل جادوگر موجود تھے۔ جب موسیٰ ان کے پاس ہدایت کے لیے گئے تو انھوں نے اپنے سحر سے بے شمار سانپ ظاہر کر دکھائے۔ حضرت موسےٰ نے (اللہ کے حکم سے) اپنا عصا ان کے سامنے پھینک دیا جو ایک بڑا اژدہا بن کر ان سب کو نگل گیا۔ تمام ساحر یہ دیکھ کر ذلیل و خوار ہوگئے۔ گمراہی سے ہٹ کر سجدہ میں گر گئے۔

حضرت عیسیٰؑ کے معجزے:- حضرت عیسیٰؑ کا معجزہ مردوں کو زندہ کرنا تھا۔ آپ کوڑھی اور مادرزاد اندھے کو تندرست اور بینا کر دیتے تھے۔ حضرت عیسیٰ کی بعثت کے زمانہ میں بڑے بڑے طبیب اور حکماء موجود تھے، جنھیں طبابت کے فن میں اسقدر مہارت تھی کہ دکھ اور بیماری کو جڑ سے اکھیڑ دیا کرتے تھے۔ مگر اس کے باوجود حضرت عیسیٰؑ کا مقابلہ نہ کر سکے۔ چنانچہ جب طبابت میں انھیں اپنے سے بڑھ چڑھ کر پایا تو مطیع ہوگئے اور فرمانبرداری اختیار کی۔

چنانچہ جس طرح حضرت عیسیٰؑ کا معجزہ یہ تھا کہ وہ مردوں کو زندہ کر دیتے تھے اور جس طرح حضرت موسےٰؑ کا عصا ان کا معجزہ تھا اسی طرح قرآنِ عزیز آنحضرتؐ کا معجزہ ہے، جس کی فصاحت و بلاغت کی مثال پیش کرنے سے سب عاجز ہوگئے۔

آنحضرتؐ کے دیگر معجزے آنحضرتؐ کے اور بھی کئی معجزے تھے، جیسے انگلیوں کے درمیان سے پانی جاری ہونا، تھوڑے کھانے سے بڑے گروہ کا سیر ہو جانا۔ زہر آلود گوشت کا کلام کرنا اور یہ کہنا کہ مجھ میں زہر ملا ہوا ہے مجھے نہ کھایئے، چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا۔ کھجور کے درخت کا رونا۔ اونٹ کا باتیں کرنا۔ درخت کا چل کر آنا، وغیرہ۔ غرض آپ کے معجزوں کی تعداد ایک ہزار تک بیان کی جاتی ہے۔

حضورؐ نے معجزے کیوں نہ دکھائے! اگر کوئی یہ کہے، کہ آنحضرتؐ سے معجزے سرزد کیوں نہ ہوئے "جیسے حضرت موسیٰؑ کے عصا اور ید بیضا" حضرت عیسیٰؑ کا مردوں کو زندہ کرنا، مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کرنا" یا جیسے حضرت صالح کی اونٹنی اور دوسرے معجزے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ معجزے اس لیے سرزد نہ ہوئے کہ مبادا ان کی امت کے لوگ انھیں جھٹلائیں[1] اور آنحضرت سے پہلے نبیوں کی طرح ان پر بھی اللہ تعالےٰ کا عذاب نہ نازل ہو، جیسے خود خدا تعالےٰ نے فرمایا "پہلے نبیوں کی مثل میں نے اس لیے نہیں بھیجا، کہ پہلی امتوں نے ان کو جھٹلایا"۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر آنحضرتؐ بھی پہلے نبیوں جیسا کوئی معجزہ دکھاتے تو لوگ یہی کہتے کہ یہ تو کوئی نئی چیز نہیں لایا۔ موسےٰ

---

[1] مقصد یہ کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ معجزے تو پہلے نبیوں کو بھی حاصل تھے۔ کوئی نیا کمال نہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ اللہ کا غضب ان پر نازل ہوتا اور وہ ہلاک ہو جاتے (آئندہ سطور میں اس کی وضاحت کی گئی ہے)۔

اور حضرت عیسیٰؑ بھی ایسے ہی معجزے لائے تھے۔ تم بھی انھیں کی پیروی کرتے ہو۔ جب تک تم کوئی ایسا معجزہ نہ دکھاؤ جو دوسرے نبیوں نے نہ دکھایا ہو یعنی ان سے الگ نوعیت کا ہو اس وقت تک ہم تجھ پر ایمان نہ لائیں گے۔ اسی لیے اللہ تعالےٰ نے ہمارے پیغمبر کو سب سے بڑا اور ایسا معجزہ عطا فرمایا۔ کہ سب لوگ ان پر ایمان لے آتے ہیں[۲]

اُمّتِ رسولؐ

اُمّتِ مرحومہ کے فضائل:- اہلِ سنت کا اعتقاد ہے کہ حضورؐ کی امت تمام دوسری امتوں سے افضل ہے۔ سب سے افضل امتی وہ ہیں، جنھوں نے حضورؐ کو دیکھا اور آپ پر ایمان لائے۔ آپؐ کی تصدیق کی۔ آپؐ سے بیعت کی اور فرمانبرداری کا طوق گلے میں ڈالا۔ آپؐ کے ساتھ کفار سے لڑے، آپؐ کی عزت کی۔ مدد کی، اپنی جان اور اپنا مال آپؐ کے لیے راہِ حق میں صرف کر دیا۔

ان سے بہتر چودہ سو:- اس زمانہ کے لوگوں میں (جو بذاتِ خود بھی افضل امت تھے) زیادہ افضل وہ ہیں جنھوں نے حدیبیہ میں آنحضرتؐ کے دستِ مبارک پر بیعت کی جسے بیعتِ رضوان کہتے ہیں۔ یہ چودہ سو افراد تھے۔

ان سے بہتر تین سو تیرہ:- اہلِ حدیبیہ سے بہتر اصحابِ بدر تھے جن کی مقدار تین سو تیرہ تھی۔ اور اصحابِ طالوت کے شمار کے برابر ہیں۔

ان سے بہتر چالیس:- ان سے بہتر وہ نیک مرد ہیں جو حضرت عمرؓ کے ساتھ اسلام لائے تھے۔

ان سے بہتر دس:- ان سے بہتر دس مرد ہیں جن کے بارے میں آنحضرتؐ نے گواہی دی کہ یہ قطعی بہشتی ہیں۔ ان حضراتِ کرام کے نام یہ ہیں:- حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ، حضرت سعدؓ، حضرت سعیدؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ۔

ان سے بہتر چار:- ان دس میں سے چاروں خلفا زیادہ نیکوکار اور افضل ہیں۔

چاروں کے مراتب:- ان چاروں میں سب سے افضل حضرت ابوبکرؓ ہیں، ان کے بعد حضرت عمرؓ۔ ان کے بعد حضرت عثمانؓ۔ ان کے بعد حضرت علیؓ۔

عہدِ خلافت:- آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد تیس سال تک ان چاروں خلفا کے درمیان خلافت قائم رہی۔ حضرت ابوبکرؓ کا زمانہ خلافت دو سال سے کچھ زائد ہے۔ حضرت عمرؓ نے دس سال خلافت کی۔ حضرت عثمانؓ نے بارہ سال اور حضرت علیؓ چھ سال تک تختِ خلافت پر متمکن رہے۔ آپ کے بعد معاویہ خلیفہ بنے، ان کی خلافت انیس سال تک قائم رہی۔

---

[۱] انھیں "عشرہ مبشرہ" کہا جاتا ہے (یعنی دس افراد جنت کی بشارت دی گئی)

[۲] قرآن آنحضرتؐ کا معجزہ بھی ہے اور اسلام کا بھی۔ آنحضرتؐ کی حیاتِ طیبہ بھی آپ کا معجزہ ہی ہے۔ ان دونوں معجزوں کا نمونہ دنیا قیامت تک نہ دیکھ سکے گی۔ دوسرے انبیاء کے معجزے وقتی تھے مگر آپ کے یہ دونوں معجزے (قرآن اور حضور کی حیاتِ مبارک) دائمی اور ابدی ہیں

اس سے قبل حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں معاویہؓ بیس سال تک شام کے حاکم رہے۔

چاروں خلفائے کرام کی خلافت کا کام باہمی اتفاق اور رضامندی سے جاری۔ ان میں سے ہر بزرگ اپنے عہد کا افضل انسان تسلیم کیا جاتا تھا۔ ان کی خلافت تلوار کے زور یا دباؤ اور تشدد سے نہیں تھی، نہ ان میں سے کسی نے اپنے سے بہتر سے خلافت چھینی۔

حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت ابوبکرؓ تمام مہاجرین اور انصار کی باہمی رضامندی اور اتفاق سے خلیفہ بنے۔ ثبوت یہ ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے فرمایا اے جماعت انصار تمھیں معلوم نہیں؟ کہ آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو لوگوں کا امام مقرر فرمایا۔ انھوں نے کہا۔ ہاں یہ صحیح ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا کہ ابوبکرؓ سے بہتر کون ہے جو امامت کرے انصار نے جواب دیا کہ ہم ابوبکرؓ سے پیش قدمی کریں یہ نہیں ہو سکتا۔

ایک اور روایت میں آیا ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو جس مقام پر کھڑے ہو کر امامت کے لیے فرمایا، کون چاہے گا کہ انھیں وہاں سے ہٹایا جائے۔ سب نے کہا ہمارے دل یہ نہیں چاہتے کہ انھیں وہاں سے ہٹایا جائے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہتے ہیں۔ چنانچہ انصار اور مہاجرین نے اتفاق کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی۔ حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ اس بیعت میں شریک تھے۔

ایک صحیح روایت ہے کہ بیعت ختم ہونے پر حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہوئے اور تین دن تک یہ فرمایا۔ کہ اگر تم میں سے کسی نے میری بیعت کو کراہت کے ساتھ قبول کیا ہے تو میں اپنی بیعت واپس لیتا ہوں۔ یہ سُنکر سب سے پہلے حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ آپ سے کیے ہوئے عہد کو نہ کوئی توڑ سکتا ہے نہ اس سے پھر سکتا ہے۔ کیونکہ جسے آنحضرتؐ آگے کھڑا کر کے جائیں، اسے کون پیچھے کر سکتا ہے۔

لوگوں سے یہ مستند بات معلوم ہوئی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے لیے حضرت علیؓ نے بہت کوشش کی۔ عبدالرحمٰن روایت کرتے ہیں کہ جنگِ جمل کے بعد میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا۔ کہ کیا آنحضرتؐ نے خلافت کے بارے میں آپ سے کوئی عہد کیا تھا؟ آپ نے جواب دیا۔ کہ میں نے اس بارے میں بہت سوچا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ اسلام کا بازو نماز ہے، سو ہم دنیا کے اس معاملہ پر راضی ہو گئے جس پر ہمارے اللہ اور رسولؐ ہمارے دین کے معاملے میں راضی ہوئے۔ ہم نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنا امیر تسلیم کر لیا، کیوں کہ مرض کے ایام میں آنحضرتؐ نے فرض نماز پڑھانے کے لیے حضرت ابوبکرؓ کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تھا۔ بیماری کے دنوں میں جب حضرت بلالؓ آنحضرتؐ کو اقامتِ نماز کی اطلاع دیتے تھے تو آنحضرتؐ ان سے فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر سے کہو نماز پڑھا دیں۔ اپنی زندگی میں بھی رسول اللہ حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں ایسی گفتگو فرمایا کرتے تھے جس سے صحابہ کو یوں معلوم ہوتا تھا گویا آنحضرتؐ کے بعد حضرت ابوبکر ہی خلافت کے زیادہ لائق ہیں۔

اسی طرح حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے بارے میں بھی معلوم ہوا ہے کہ ان میں سے بھی ہر ایک اپنے اپنے وقت میں خلافت کے زیادہ لائق تھا۔ ابن بطہؒ نے اپنے اسناد[1] میں حضرت علیؓ سے ایک روایت نقل کی ہے۔ انھوں نے فرمایا

---

[1] مشکوٰۃ میں بھی بعینہٖ یہی حدیث آئی ہے۔

کہ آنحضرتؐ سے سوال کیا گیا، کہ آپؐ کے بعد ہم کسے خلیفہ بنائیں۔ آپؐ نے جواب دیا ابوبکرؓ کو امیر بناؤ تم اسے امین پاؤ گے، کہ حقوق اللہ کی ادائیگی میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرے گا۔ اگر حضرت علیؓ کو امیر بناؤ گے، تو اسے سیدھی راہ پر چلنے والا اور سیدھی راہ دکھانے والا پاؤ گے۔ اس لیے پہلے حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنے۔

ہمارے امام ابی عبداللہ احمد بن حنبلؒ سے روایت ہے" کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت نص جلی اور اشارہ سے ثابت ہے۔ امام حسن بصریؒ اور محدثین کے ایک گروہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ اس کی دلیل ابوہریرہؓ کی یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا معراج کی رات میں نے اللہ تعالےٰ کے حضور عرض کیا کہ میرے بعد حضرت علی کو خلیفہ بنایا جائے تو فرشتوں نے جواب دیا اے محمدؐ! اللہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔ تمھارے بعد ابوبکرؓ خلیفہ ہوں گے۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میرے بعد ابوبکرؓ خلیفہ ہوں گے اور خلافت کے دوران تھوڑے عرصہ کے لیے زندہ رہیں گے۔

حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت مجھ سے فرمایا۔ کہ میرے بعد ابوبکرؓ خلیفہ ہوں گے، ان کے بعد حضرت عمرؓ، ان کے بعد حضرت عثمان، پھر تم۔

حضرت عمرؓ جب حضرت ابوبکرؓ نے اپنے بعد حضرت عمرؓ کو خلیفہ مقرر کیا تو تمام اصحاب جمع ہوئے اور سب نے آپ کی بیعت کی، اور امیر المومنین آپ کا لقب رکھا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ صحابہ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا آپ نے حضرت عمرؓ کو ہم پر امیر مقرر کیا ہے۔ آپ ان کے مزاج کی سختی سے واقف ہی ہیں۔ پھر اللہ تعالےٰ کو اس بارے میں کیا جواب دیں گے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ میں عرض کروں گا، اے اللہ! میں نے ان لوگوں پر اس شخص کو خلیفہ مقرر کیا ہے جو تیرے بندوں میں بہتر بندہ ہے۔

حضرت عثمانؓ حضرت عثمانؓ بن عفانؓ بھی صحابہ کے اتفاق اور ان کی رضامندی سے خلیفہ مقرر ہوئے تھے اور حضرت عمرؓ نے اپنے بعد اپنی اولاد کو خلافت سے محروم کر دیا تھا۔ انھوں نے چھ صحابہ کرام یعنی طلحہؓ، زبیرؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی ایک مجلس شوریٰ مقرر کر دی۔ بعد میں طلحہؓ۔ زبیرؓ اور سعدؓ ان سے علیحدہ ہو گئے۔ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبدالرحمٰن شامل رہے۔ عبدالرحمٰن نے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ سے کہا" کہ میں تم دونوں میں سے ایک کو اللہ اور اس کے رسولؐ اور مومنین کے لیے پسند کرتا ہوں، سو انھوں نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑا اور کہا" کہ میں اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی تعمیل کے لیے تمھیں مسلمانوں کا امیر تجویز کرتا ہوں۔ تم اللہ اور اس کے رسولؐ کی ذمہ داری اٹھالو۔ جب ہم تمھاری بیعت کریں" تو تم لوگوں کو نصیحت کرو! اور مسلمانوں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرو۔ خدا کے رسولؐ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے جو روش اختیار کی تھی وہی روش تم بھی اختیار کرنا۔

حضرت علیؓ نے یہ سنا تو انھیں خدشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو میں ان جیسی روش اختیار نہ کر سکوں، اس لیے آپ نے خلافت قبول نہ کی۔ تب عبدالرحمٰنؓ نے حضرت عثمان کا ہاتھ پکڑ کر وہی الفاظ کہے جو حضرت علیؓ سے کہے تھے۔ انھوں نے اس تجویز کو قبول کر لیا۔ اس پر عبدالرحمٰنؓ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ان کے بعد حضرت علیؓ نے بیعت کی۔ پھر باقی لوگوں نے

بھی ایسا کیا۔ اس طرح سب کے اتفاق سے حضرت عثمانؓ خلیفہ مقرر ہو گئے۔ اور آخر دم تک اس فرض کو سچائی اور دیانتداری سے انجام دیا۔ ان کے عہد میں لوگوں کو ان پر طعن و تشنیع کرنے کا کوئی موقع نہ ملا۔ نہ ہی انھیں قتل کرنے کا کوئی بہانہ ان کے ہاتھ آیا۔ گمراہ فرقہ رافضیہ کو اس سے اتفاق نہیں۔ یہ گروہ آپ پر ناجائز تہمت لگاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں ہلاک کرے۔

حضرت علیؓ کی خلافت پر بھی صحابہ اور بزرگانِ دین نے اتفاق کیا تھا۔ ابو عبداللہ بن بطہ نے محمد بن حنفیہ سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جب لوگوں نے حضرت عثمان کو گھیر لیا اس وقت میں حضرت علیؓ کے پاس موجود تھا، کہ ایک شخص نے آکر حضرت علیؓ سے کہا عنقریب حضرت عثمان کو قتل کر دیا جائے گا۔ یہ سنتے ہی حضرت علیؓ اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں نے انھیں کمر سے پکڑ لیا، کیوں کہ مجھے خود ان کی ہلاکت کا خوف ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ مجھے چھوڑ دو۔ چنانچہ میں نے چھوڑ دیا۔ آپ حضرت عثمانؓ کے ہاں گئے تو دیکھا کہ انھیں قتل کیا جا چکا ہے۔

حضرت علی کا عہد: حضرت عثمانؓ کی شہادت کے فوراً بعد حضرت علیؓ اپنے گھر تشریف لے گئے۔ اندر سے دروازہ بند کر لیا اور بیٹھ رہے۔ لوگ آپ کے دروازہ پر اکٹھے ہو گئے۔ دروازہ اکھیڑ دیا اور حضرت علیؓ سے کہا کہ عثمانؓ قتل کر دیئے گئے اس لیے خلیفہ ہونا ضروری ہے۔ اس کام کے لیے آپ سے زیادہ موزوں کوئی نہیں۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا، تم مجھے خلیفہ نہ بناؤ، میں تمھارے وزیر کے طور پر کام کرنے کو تیار ہوں۔ انھوں نے جواب دیا، خدا کی قسم ہم یہی کہتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے آپ سے زیادہ موزوں کوئی نہیں۔ تب آپ نے فرمایا اگر ایسا ہی ہے جیسا کہ تم کہتے ہو تو پھر مجھ سے پوشیدہ بیعت نہ کرو، میں مسجد میں جاتا ہوں جس کسی کو میری بیعت منظور ہو وہ آئے اور اعلانیہ بیعت کرے۔

حضرت علیؓ مسجد میں تشریف لے گئے۔ لوگوں نے آپ سے بیعت کی اور خلیفہ بنایا۔ اس وقت سے شہادت پانے کے وقت تک آپ سچے اور برحق امام رہے۔ برخلاف خوارج کے جو انھیں امام نہیں کہتے۔ یہ لوگ ہلاک ہوں۔

جنگِ جمل: امام احمدؒ فرماتے ہیں "کہ طلحہؓ، زبیرؓ، حضرت عائشہؓ اور معاویہؓ سے حضرت علیؓ کی لڑائی ہوئی اس کے بارے میں ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہم ان کی باہمی ناچاقی یا جھگڑوں کے متعلق کوئی رائے دیں، ان کے معاملے کو اللہ ہی خوب جانتا ہے" اور وہی قیامت کے دن ان کے دل صاف کر دے گا" جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے "ان کے دلوں میں جو بھی کینہ تھا اسے ہم قیامت کے دن نکال دیں گے، تب وہ بھائی بھائی بن جائیں گے۔ اور وہ آمنے سامنے تخت پر بیٹھیں گے۔"

حضرت علیؓ اس لڑائی میں حق پر تھے، ان کا اعتقاد تھا کہ وہ امام برحق ہیں کیوں کہ تمام جید صحابہ نے ان کی امامت اور خلافت پر اتفاق کیا ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی شخص ان کی اطاعت سے باہر ہو کر جنگ کے لیے کمربستہ ہوا تو وہ امام سے باغی ہوا۔ اور اس کے حکم سے نکل گیا، اس کے ساتھ لڑائی جائز تھی۔

معاویہ سے جنگ: حضرت علیؓ سے معاویہ، طلحہ اور زبیر کی لڑائی کا باعث یہ تھا کہ وہ آپ سے حضرت عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ کرتے تھے، جنھیں ظلم سے قتل کیا گیا تھا۔ اور وہ ان لوگوں کو مانگتے تھے، جنھوں نے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا تھا۔ وہ لوگ حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل تھے۔ اس لیے ہر ایک نے اس جنگ کے بارے میں جو تاویل کی ہے "وہ صحیح ہے، مگر

ہمارے لیے یہی بہتر ہے کہ ایسی بات سے زبان کو روکے رکھیں۔ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کریں، کیونکہ وہ خود فیصلہ کرنے والا ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے نفس کو پاک کرنے کی کوشش میں لگے رہیں اور پسندیدہ اطوار سے اپنے ظاہر اور باطن کو آراستہ کریں۔

حضرت امام حسنؑ:- حضرت علیؑ کے شہادت پاجانے اور حضرت امام حسنؑ کے ترک خلافت کے بعد معاویہ بن ابوسفیان کا خلیفہ مقرر ہونا درست ہے۔ حضرت حسنؑ کے معاویہ کو خلافت سپرد کر دینے کی وجہ یہ تھی، کہ آپ جانتے تھے اگر ایسا نہ کیا گیا، تو مسلمانوں میں باہم کشت وخون ہوگا۔ چنانچہ آپ کے ایسا کرنے سے آنحضرتؐ کا وہ قول سچا ہو گیا جو آپؐ نے حضرت حسنؑ کے بارے میں فرمایا تھا کہ میرا یہ فرزند سردار ہے اور اس کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔ چنانچہ معاویہ کو خلافت حضرت حسنؑ کے سپرد کر دینے سے پہنچی جس سال یہ خلافت سپرد ہوئی اس کا نام "عام الجماعۃ" (سالِ جماعت) رکھا گیا، کیوں کہ اس سال سب لوگوں کے مابین اتفاق ہو گیا۔ مخالفت مٹ گئی اور سب نے اتفاق کر کے حضرت معاویہ کی فرمانبرداری اختیار کی۔ اس موقعہ پر یہی دونوں فریق خلافت کے دعویدار تھے۔ کوئی تیسرا فریق نہ تھا، جو مخالفت کرتا۔ جو دونوں گروہ حاضر تھے ان میں صلح ہو گئی۔

حضرت معاویہؓ:- حضرت معاویہؓ کا خلیفہ ہونا آنحضرتؐ کے اس ارشاد سے بھی ثابت ہے۔ آپؐ نے فرمایا اسلام کی چکی پینتیس، چھتیس یا سینتیس سال تک چلتی رہے گی۔ چکی کا مقصد اسلام کی قوت ہے۔ تیس سال سے پانچ برس جو زائد ہیں اس سے حضرت معاویہ کا زمانہ خلافت مراد ہے۔ کیوں کہ جب چاروں خلفا کا زمانہ گزر گیا (جو تیس سال تک رہا) تو اس کے بعد معاویہؓ کی خلافت کا زمانہ شروع ہوا، جنھوں نے انیس سال تک خلافت کی۔ تیس سال حضرت علی کی خلافت تک گزر چکے تھے۔

امہات المومنین:- حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب ازواج مطہرات سے ہم نیک ظن رکھتے ہیں۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ وہ سب مومنین کی مائیں ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہؓ تمام جہان کی عورتوں سے افضل ہیں اللہ تعالےٰ نے اپنے پاک کلام کے ذریعہ سے جو ہم روزانہ پڑھتے ہیں" اور قیامت تک پڑھتے رہیں گے، حضرت عائشہؓ کو ملحدوں کے اس ناپاک کلام سے جو انھوں نے آپ کے حق میں کہا، قرار دیا۔ اسی طرح آنحضرتؐ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ (اللہ ان سے اور ان کے شوہر اور ان کی اولاد سے راضی ہو) سب جہان کی عورتوں سے افضل ہیں۔ ان سے اتنی ہی محبت اور ان کی اتنی ہی تعظیم کرنی واجب ہے جتنی آنحضرتؐ نے کی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جو شے فاطمہؓ کو رنج پہنچاتی ہے وہ مجھے بھی رنج دیتی ہے۔ یہ سب وہ ہستیاں ہیں جن کی تعریف اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب (قرآن) میں بیان فرمائی ہے۔

صحابہ کرامؓ:- مہاجر اور انصار نے دو قبلوں کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کی ہے، ان کی شان میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ

وہ بڑے مرتبے کے لوگ ہیں جنھوں نے فتح مکہ سے قبل اپنا مال (راہِ خدا میں) خرچ کیا اور کافروں سے جنگ کی اور فتح مکہ کے بعد اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کرنے والوں اور کافروں سے جنگ کرنے والوں سے ہر مرتبہ میں زیادہ ہیں۔

ان سب بزرگانِ کرام سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے انہیں ہم زمین پر خلیفہ بنائیں گے، جیسے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا۔ ان کے لیے جو دین پسند کیا گیا، اُسے مضبوط کریں گے اور ان لوگوں کا خوف خطرہ امن و راحت سے بدلا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا ۔

جو لوگ رسول اللہ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں رحیم ہیں۔ رکوع اور سجدہ کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ "محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ اس کے ہمراہ ہیں" کی تفسیر میں جعفر بن محمدؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ سختی اور آسانی اور غار اور خیمہ میں ساتھ ہونے والے سے مراد حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ اور کافروں پر سخت سے مراد حضرت عمر ابن خطابؓ ہیں۔ آپس میں رحیم سے مراد حضرت عثمان بن عفانؓ ہیں۔ رکوع کرنے والے اور سجدہ کرنے والے کا اشارہ حضرت علیؓ ابن ابی طالبؓ کی طرف ہے۔ اللہ کی رضامندی اور اس کے فضل و کرم کے خواہاں سے مراد طلحہؓ اور زبیرؓ مددگارانِ رسولؐ ہیں۔ ان کی علامت ان کے چہروں میں سجدہ کے اثر سے" سعدؓ، سعیدؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور ابو عبیدہ بن جراحؓ مراد ہیں۔

ان دس بزرگانِ کرام کی تعریف تورات اور انجیل میں اس طرح بیان ہوئی ہے کہ جس طرح کھیتی اپنا نوخہ نکالتی ہے اسے مراد محمد رسول اللہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس زراعت کو حضرت ابوبکرؓ کے ذریعہ سے قوت بخشی، حضرت عمرؓ کے طفیل سے پلی، حضرت عثمانؓ کے طفیل سے اپنے تنے اور شاخوں پر قائم ہوئی اور حضرت علیؓ کے طفیل یہ کھیتی خوشنما نظر آتی ہے۔ اور کفار حسد کرتے ہیں اور انھیں آنحضرتؐ کے صحابہ کرام پر غصہ آتا ہے۔

اہلِ سنت کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرامؓ کے درمیان جو اختلاف رونما ہوا اس میں بحث و تمحیص اور اپنی رائے قائم کرنے سے بچنا واجب ہے۔ ان کی شان میں بُرے الفاظ استعمال کرنے سے پرہیز کیا جائے، بلکہ ان کی نیکیاں بیان کرنی واجب ہیں۔ ان کے معاملے کو اللہ کے سپرد کیا جائے۔ حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان جو مخالفت پیدا ہوئی اس کے بارے میں بھی وہی کچھ ہے جو اوپر بیان ہوا۔

ہر بزرگ کو اس کے مقام کے مطابق بزرگ اور افضل جاننا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا

جو لوگ ان کے پیچھے آتے ہیں، وہ کہتے ہیں، اے ہمارے رب ہمیں اور ہمارے مومن بھائیوں کو جو ہم سے پہلے گزر چکے بخش دے۔ ان کی بابت ہمارے دلوں میں کوئی برائی

إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۔ پیدا نہ ہو۔ اے اللہ تو ہی شفقت اور رحم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۔

یہ ایک گروہ گزر چکا، اس گروہ نے جو کچھ کیا اس کا جواب انھیں کے ذمہ ہے جو کچھ تم کرو گے، اسی کے تم ذمہ دار ہو گے ان لوگوں کے بارے تم سے نہیں پوچھا جائے گا؟

آنحضرت صلعم نے فرمایا میرے صحابہ کا ذکر آئے تو خاموش رہو۔ ایک اور روایت میں ہے" آپؐ نے فرمایا۔ میرے صحابہ میں جو اختلاف ہوا اس پر تم بحث مت کرو۔ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تب بھی میرے صحابہ کے ایک مُدّ کے برابر بھی نہیں ہو سکتا، بلکہ نصف مُدّ کے برابر بھی نہیں۔

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اس کے لیے خوشخبری ہو جس نے مجھے دیکھا جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔ حضورؐ نے فرمایا میرے صحابہ کو گالی نہ دو۔ ایسا کرنے والے پر خدا کی لعنت ہے۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ خدا نے مجھے چن لیا، مجھے پسند فرمایا اور میرے لیے دوست بھی چن لیے اور پسند کر لیے انھیں میرا مددگار بنایا۔ میرا رشتہ دار بنایا۔ آخر زمانہ میں ایک ایسا گروہ پیدا ہوگا جو صحابہ کے مرتبے کو گھٹائے گا۔ خبردار تم نہ ان کے ساتھ کھانا۔ نہ نکاح کا سلسلہ کرنا۔ نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا۔ ان کی نماز جنازہ نہ پڑھنا۔ اور ان پر لعنت کرنی حلال ہے۔

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جس نے درخت کے نیچے مجھ سے بیعت کی، وہ کبھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر پر نظرِ عنایت فرمائی۔ اور کہا تم جو چاہو کرو میں نے تمھیں بخش دیا۔ ابنِ عمر فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں، تم ان میں سے جس کی بات پر بھی عمل کرو گے، ہدایت پاؤ گے۔

ابنِ بریدہؓ نے اپنے والد سے روایت کی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا۔ میرے اصحاب میں سے جو کوئی جہاں وفات پائے گا اسی جگہ کے لوگوں کے لیے وہ شفاعت کرے گا۔ سفیان بن عیینہؒ نے روایت کیا ہے کہ جس کسی نے صحابہ کرام کے بارے میں کوئی بے جا بات کہی وہ بدعتی اور گمراہ ہے۔

ائمہ کرام اور بزرگانِ دین ا۔ اہلِ سنت کا اعتقاد ہے" کہ مسلمانوں کے ائمہ کرام اور ان کی پیروی کرنے والوں کی بات مانی جائے۔ ان کی فرمانبرداری کی جائے۔ لوگ خواہ وہ نیک ہوں یا بد، عادل ہوں یا ظالم، ان کے پیچھے نماز پڑھ لیں۔ اور وہ امام جسے بھی اپنا جانشین بنائے اس کی پیروی کی جائے۔

متفرق الحکامات ا۔ اہلِ سنت کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ اگر کہا جائے کہ فلاں اہلِ قبلہ یقینی بہشتی ہے یا دوزخی۔ تو خواہ وہ نیک ہو یا گنہگار، گمراہ ہو یا سیدھی راہ پر چلنے والا۔ اس کے بارے یقین کر لینا جائز نہیں، مگر

بیعتِ رضوان۔

جس کی بدعت اور گمراہی کے بارے میں آنحضرت صلعم نے شہادت یا اطلاع دی ہو یقین کرنا چاہیے۔

اہل سنت کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ نبیوں کے معجزے اور اولیاء اللہ کی کرامتیں برحق ہیں اور یہ کہ گرانی اور ارزانی بادشاہ، حاکم یا مخلوق میں سے کسی بھی شخص کے اختیار میں نہیں بلکہ صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔ اور اس کی طرف سے ہے۔ کسی ستارے کے اثرات کا بھی اس سے کچھ تعلق نہیں جیسا کہ فرقہ قدریہ اور نجومیوں کا کہنا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ گرانی اور ارزانی اللہ تعالیٰ کے دو لشکر ہیں، ایک کا نام رغبت ہے اور دوسرے کا نام ہیبت یا خوف۔ اللہ تعالیٰ گرانی پیدا کرنا چاہے تو تاجروں کے دل میں اس کی رغبت پیدا کر دیتا ہے جو چیزوں کو روک دیتے ہیں اور جب ارزانی پیدا کرنا چاہے تو ان کے دل میں ہیبت یا خوف ڈال دیتا ہے اور وہ اپنے ہاں سے ان چیزوں کو نکالنے لگ جاتے ہیں۔[1]

بدعت اور بدعتی

ہوشیار اور دانا مومن کے لیے بہتر یہ ہے کہ آیات اور احادیث کے ظاہری معنوں کے مطابق ان پر عمل کرے اور

بدعت: تابعدار رہے، نئی باتیں نہ نکالے، نہ اپنی طرف سے کمی بیشی یا تاویلیں کرے۔ ایسا نہ ہو کہ بدعت اور گمراہی میں پڑ کر ہلاک ہو جائے۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ پیروی کرو، بدعت اختیار نہ کرو۔ یہی تمہارے لیے کافی ہے۔ معاذ بن جبل کا ارشاد ہے کہ پوشیدہ باتوں کی ٹوہ لگانے سے بچو، اور یہ مت کہو کہ فلاں چیز کیا ہے۔ جب مجاہد کو حضرت معاذ کی اس حدیث کا علم ہوا تو انھوں نے کہا ہم کہا کرتے تھے کہ یہ کیا ہے مگر اب ایسا نہیں کہیں گے۔

سنت اور جماعت: چنانچہ ہر مومن کو سنت اور جماعت کی پیروی کرنا واجب ہے۔ سنت اس طریقے کو کہتے ہیں جس پر آنحضرتؐ چلتے رہے اور جماعت اُسے کہتے ہیں جس پر چاروں خلفائے کرام نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اتفاق کیا۔ یہ لوگ سیدھی راہ دکھانے والے تھے۔ کیونکہ انھیں سیدھی راہ دکھائی گئی تھی۔

اہل بدعت: مناسب یہ ہے کہ اہل بدعت کے ساتھ میل جول نہ رکھا جائے، نہ ہی ان کے ساتھ بحث میں پڑے۔ نہ انھیں سلام کرے۔ ہمارے امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اہل بدعت کو سلام کہنے والا گویا ان سے دوستی رکھتا ہے کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ آپس میں سلام کو رواج دو تاکہ تمہارے درمیان محبت بڑھے۔

بدعتیوں کے قریب جانا یا ان کے ساتھ بیٹھنا نہ چاہیئے۔ نہ ان کی کسی خوشی کے موقع پر انھیں مبارک باد دو۔ نہ ان کے جنازہ میں شرکت کرو۔ اگر کہیں ایسے لوگوں کا ذکر ہوتا ہو تو ان کے بارے میں رحمت کے کلمے بھی نہیں کہنے چاہئیں، بلکہ ان سے دور رہ کر ان سے دشمنی کی جائے۔ یہ دشمنی محض اللہ کے لیے ہو، اور اس نیت سے کہ ان کا مذہب جھوٹا ہے۔ ان کی دشمنی سے ہمیں ثواب ملے گا۔

آنحضرت صلعم سے روایت ہے آپ نے فرمایا۔ جو شخص اللہ کے لیے اہل بدعت کو اپنا دشمن جانے، اس کے دل کو اللہ تعالیٰ ایمان

---

[1] مقصد یہ کہ مال کو مہنگا بیچنے کے لیے سنبھال رکھتے ہیں کہ دام بڑھ جائیں تو فروخت کیا جائے۔ اس سے چیزیں بازار میں نہیں آتیں جس کے نتیجہ میں گرانی پیدا ہو جاتی ہے۔

سے بھر دیتا ہے اور جو شخص انھیں خدا کا دشمن جان کر ملامت کرے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے امن اور ایمان سے رکھے گا۔ اور جو ایسے لوگوں کو ذلیل کرے، اسے بہشت کے سو درجے ملیں گے۔

اس کے برعکس جو شخص بدعتی کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملے جو اس کی خوشی کا باعث ہو اس شخص نے اس چیز کی حقارت کی جو آنحضرتؐ پر نازل ہوئی۔

حضرت ابی مغیرہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ بدعتیوں کے (نیک) اعمال قبول نہیں کرتا۔ جب تک وہ بدعت سے باز نہ آئیں۔ فضیل بن عیاض روایت کرتے ہیں کہ اہلِ بدعت کے ساتھ دوستی رکھنے والے کے نیک اعمال ضائع کر دیے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے دل سے ایمان کا نور نکال لیتا ہے۔ اور جو شخص اہلِ بدعت سے دشمنی رکھتا ہے اسے اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے، خواہ اس کے نیک اعمال تھوڑے ہی ہوں۔

جب تو کسی بدعتی کو جاتا دیکھے" تو وہ راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلا جا۔ فضیل بن عیاض کہتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ کو یہ کہتے سنا" کہ جو شخص بدعتی کے جنازے کے ساتھ جائے، جب تک واپس نہ آجائے اللہ تعالیٰ کا غضب اس پر نازل ہوتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بدعتی پر لعنت کی ہے۔ فرمایا۔ جو شخص دین میں کوئی نئی بات پیدا کرے یا بدعتی کو اپنے ہاں پناہ دے، اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور سب انسانوں کی لعنت نازل ہوتی ہے۔ اس کے صرف اور عدل کو اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔ صرف سے فرض مراد ہے۔ اور عدل سے نفل۔ ابو ایوب سختیانی روایت کرتے ہیں" کہ جب کوئی شخص کسی کو سنتِ نبوی کے بارے میں اطلاع دے اور وہ جواب میں کہے کہ اس سنت کو اپنے پاس رکھو اور مجھے صرف یہ بتاؤ کہ قرآن میں اس کے متعلق کیا حکم ہے؟۔ تو ایسا شخص گمراہ ہے۔

اہلِ بدعت کی پہچان:۔ اہلِ بدعت کی بعض نشانیاں ہیں، جن سے وہ جانے جا سکتے ہیں۔ وہ حدیث کی تحقیر کرتے ہیں۔ زندیق[1] کی پہچان یہ ہے کہ وہ اہلحدیث کو جھوٹا کہتا ہے۔ فرقہ قدریہ اہلحدیث کو مجبرہ کہتے ہیں۔ جہمیہ اہلحدیث کو مشبہہ کہتے ہیں۔ رافضی اہلحدیث کو ناصبی کہتے ہیں۔ یہ سب ایسی باتیں اس لیے کہتے ہیں" کہ انھیں اہل سنت کے ساتھ دشمنی اور تعصب ہے۔ اہل سنت کا صرف ایک ہی نام ہے۔ یعنی اہلحدیث۔ اس کے سوا اور کوئی نام نہیں۔ اور بدعتی اپنا جو لقب (اہلِ سنت) رکھتے ہیں وہ ان کے نام سے لگاؤ نہیں کھاتا، جیسے کفار مکہ نے آنحضرت صلعم کے نام ساحر، شاعر، دیوانہ، آسیب زدہ اور کاہن رکھے تھے، حالانکہ ان ناموں کو آنحضرتؐ کے نام اور آپ کی صفات سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں جنوں، انسانوں اور اللہ کی تمام مخلوقات کے نزدیک رسولِ خدا کا نام رسول اللہ اور نبی ہے۔ اور آپ سب عیوب سے پاک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے"۔

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا۔

دیکھو تمھاری شان میں یہ لوگ کیا کیا تمثیلیں سناتے ہیں، یہ لوگ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ گمراہ ہو گئے اور کبھی سیدھی راہ پر نہ آئیں گے۔

---

[1] فرقہ زنادقہ۔

[2] اہلِ بدعت کی پہچان کے بارے میں اور جن جن فرقوں کے نام آئے ہیں ان کا مفصل ذکر اگلے باب میں دیکھئے۔

خُدا کی صفات

اس کتاب میں ہم نے اللہ تعالےٰ کی پہچان اور اہلِ سنت کے عقیدہ کے بارے مختصر سی باتیں بیان کردی ہیں جسے دو فصلوں میں بیان کیا گیا ہے" تاکہ لوگ ان باتوں سے آگاہ ہو کر اللہ تعالےٰ کی راہ پر چلتے رہیں۔ ایک فصل میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بندوں کی صفات اور ان کے اخلاق کو اللہ تعالےٰ سے منسوب کرنا جائز نہیں۔ اور وہ باتیں بیان کردی ہیں۔ جو مسلمانوں کو نقصان پہنچانے والی ہیں پھر ان امور کو بیان کیا ہے جو اللہ کی شان میں کہنا جائز نہیں۔ اور وہ امور بھی بیان کر دیئے ہیں جو اللہ کی شان میں جائز ہیں۔ دوسری فصل میں ہم نے گمراہ لوگوں کا ذکر کیا ہے، اور بتایا ہے" کہ جزا اور حساب کے دن ان لوگوں کی حجت باطل ٹھہرے گی۔

خدا کی صفتیں:- اب ہم وہ صفتیں بیان کریں گے جنھیں خدا کی طرف منسوب کرنا ناجائز اور محال ہے، وہ صفتیں یہ ہیں، نادانی۔ شک، تردد۔ غلبۂ ظن۔ سہو۔ نسیان۔ اونگھ۔ نیند۔ مرض۔ غفلت۔ عجز۔ موت۔ بہرا پن، گونگا پن۔ اندھا پن۔ شہوت۔ نفرت۔ خواہش۔ غصّہ۔ غم۔ افسوس، غمگینی۔ حسرت۔ رنج۔ لذّت۔ نفع۔ ضرر۔ آرزو، قصد اور جھوٹ۔

اللہ تعالےٰ کا نام" ایمان" رکھنا روا نہیں۔ اس کے برعکس فرقہ سالمیہ کہتا ہے" کہ اللہ تعالےٰ کا نام" ایمان رکھنا قرآن سے ثابت ہے، جیسا کہ خود اللہ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ جو ایمان کے ساتھ کفر کرے اسکے سب اعمال ضائع ہو گئے

اس کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ جو شخص ایمان کے وجوب سے انکار کرے وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے احکام اور نورِ الٰہی سے کفر کیا۔ جو آنحضرتؐ کے ذریعہ سے ہم تک پہنچے۔

یہ کہنا بھی جائز نہیں کہ اللہ تعالےٰ کسی کا مطیع ہے نہ ہی یہ کہنا جائز ہے کہ وہ سارے جہان کی عورتوں کے حمل کرنے والا ہے۔ اس کی کوئی حد و انتہا نہیں۔ نہ وہ آگے ہے نہ پیچھے نہ نیچے نہ اوپر نہ پہلے نہ بعد۔ نہ ہی اس کی ذات میں کسی چون و چرا کو دخل ہے شرع میں اللہ تعالےٰ کی یہ صفتیں نہیں آئیں۔ مگر یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالےٰ عرش پر ہے۔ جیسا کہ قرآن اور احادیث میں آیا ہے۔ سب اطراف کا پیدا کرنے والا وہی ہے۔ وہ کمیت اور کیفیت دونوں صفات سے پاک ہے۔

اس سلسلے میں کہ اللہ تعالےٰ کو شخص کہنا چاہیے یا نہیں۔ علما کو اختلاف ہے۔ بعض شخص کہنا جائز قرار دیتے ہیں۔ اور یہ حدیث سند کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا" اللہ سے زیادہ غیرت والا کوئی شخص نہیں، نہ کوئی شخص زیادہ محبت کرنے والا ہے (عذر خواہ سے بہ نسبت اللہ کے) اس گروہ کے لوگ اس حدیث کے یہ معنی کرتے ہیں کہ اللہ سے زیادہ غیرت مند کوئی نہیں اور گنہگاروں کے عذروں کو قبول کرنے میں بھی اس سے زیادہ کوئی نہیں۔

جو لوگ خدا کو شخص کہنا ناجائز بتاتے ہیں" وہ اس حدیث کے معنی یہ لیتے ہیں کہ خبر کا لفظ شخص کے معنوں میں صریح نہیں ہے۔ اس لیے احتمال ہے کہ وہ اس حدیث کے معنی یہ ہوں" لا احد اغیر من اللہ" (اللہ سے زیادہ کوئی غیرتمند نہیں ہے) بعض دوسرے

میں یہ بھی آیا ہے لَا اَحَدَ غَیْرُ مِنَ اللّٰہِ۔

اللہ تعالیٰ کے یہ نام رکھنے جائز نہیں: فاضل۔ عتیق۔ فقیہ۔ فطن۔ محقق۔ عاقل۔ موقر۔ طبیب۔ بعض کہتے ہیں کہ طبیب کہنا جائز ہے۔ "عادی" نہیں کہنا چاہیے۔ کیوں کہ عادی کا لفظ عاد سے منسوب ہے۔ اور عاد مخلوق ہے۔

اللہ تعالیٰ کو مطیق بھی نہ کہنا چاہیے۔ اس لیے کہ وہ طاقتوں کا پیدا کرنے والا ہے اور طاقتوں کی انتہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات کی کوئی انتہا نہیں۔

محفوظ بھی نہ کہا جائے، کیوں کہ وہ حافظ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت مباشرت کے ساتھ جائز نہیں، نہ یہ کہ وہ کسب کرنے والا ہے۔ کیونکہ کسب تو خود اس کی قدرت سے پیدا ہوا۔ خدا ان تمام صفات سے پاک ہے۔ اُسے کوئی نیست بھی نہ کہے، کیونکہ وہ قدیم ہے۔ مگر اس قدیم کی صفت سے نہیں جو ذات پر زائد صفت ہے۔

خدا کے وجود کی کوئی ابتدا نہیں۔ مگر ابن کلاب اس کے خلاف ہے" کہ خدا قدم کی صفت کے ساتھ قدیم ہے۔ وہ باقی ہے کبھی فنا نہ ہوگا۔ وہ بے انتہا معلومات کے ساتھ دانا ہے۔ اور بے انتہا مقدورات کے ساتھ قادر۔ لیکن معتزلہ اس کے خلاف ہیں۔ کہ سب صفتیں انتہا پذیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو جن صفتوں سے موصوف کرنا روا ہے وہ یہ ہیں، خوش ہونا۔ غصے ہونا۔ ناراض ہونا۔ راضی ہونا۔ ہم نے انھیں پہلے باب میں بیان کیا ہے، وہ موجود ہے۔ خود فرماتا ہے: "خدائے تعالیٰ کو اس نے اپنے پاس پایا"۔ یہ وصف جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی شے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ۔ گواہی دینے والی چیزوں میں سے کون سی چیز زیادہ بزرگ ہے، تو کہو اللہ تعالیٰ"۔

اللہ تعالیٰ کو نفس، ذات اور عین کہنا بھی جائز ہے۔ مگر انسان کے اعضا سے اسے تشبیہ نہ دی جائے، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔ اور یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ (ہے) بغیر حدِ معین کرنے کے۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے: "اللہ ہر چیز کو جانتا ہے" اور ہر چیز کا نگہبان ہے"۔ وہ قدیم ہے، باقی ہے، اس کی انتہا نہیں، قادر ہے، قدرت کے ساتھ موصوف ہے۔ طاقت کے ساتھ موصوف ہے۔ دانا ہے۔ قوی ہے۔ محکم ہے۔ معلوم کرنے والا ہے، کیوں کہ یہ تمام صفات عالم کے معنی کی طرف رجوع ہوتی ہیں۔ شرع اور لغت اس صفت کے مانع نہیں۔ بلکہ ایک شاعر کہتا ہے۔ یا اللہ! میں تو نہیں جانتا اور تُو جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے اور اس کی ضمیر بھی عالم کی طرف رجوع کرتی ہے۔ وہ اپنی مخلوق اور اپنے بندوں کو جانتا ہے۔ وہ واجد یعنی عالم ہے۔ خوبصورت کہنا جائز ہے۔ اپنے بندوں کو بھی وہی خوبصورت بنانے والا ہے۔ بندوں کو ان کے اعمال کی جزا دیتا ہے۔ لغت میں دین کے معنی حساب ہے۔ اور محاورے میں بھی آتا ہے" جیسا کرے گا ویسا ہی پائے گا اور وہ دین کے دن کا (حساب کے دن کا) مالک ہے۔ اس نے اپنے بندوں کے لیے شریعت بنائی اور لوگوں کو دعوت دی کہ عبادت کرو۔ پھر شریعت ان پر فرض کر دی۔ لوگ جیسے عمل کرتے ہیں ان کے مطابق انھیں جزا ملتی ہے۔ اگر خدا کی صفت مقدّر سے کریں تو یہ بھی جائز ہے۔ کیوں کہ اُس نے فرمایا:۔

اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا۔

جیسا کہ ہمارے علم میں تھا۔ ہر شے کو اس کام کے لائق پیدا کیا جس کے وہ لائق تھی۔ اللہ نے سیدھی راہ دکھائی ہے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا۔

إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَا إِنَّهَا لَمِنَ الْغَابِرِينَ ۔ ہم نے لوط کو خبر دی کہ اس کی عورت اس کے اہل کے سوا عذاب کے لیے پیچھے رہنے والوں میں سے ہے۔

تقدیر اور مقدر کے معنوں میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا، کیوں کہ اللہ اس سے پاک ہے۔ اس کی شان اس سے بہت بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام ظاہر (سب چیزوں کو دیکھنے اور پانے والا) جائز ہے۔ مگر بہ معنی اندیشہ اور فکر کرنے والا، جائز نہیں۔ وہ شفیق ہے لوگوں پر شفقت اور رحمت کرتا ہے۔ خوف کھانے والا اور غمگین نہیں۔ اسے رفیق کہنا بھی جائز ہے۔ اس معنی میں کہ وہ اپنی مخلوق پر رحمت اور مہربانی کرتا ہے۔ ان معنوں میں نہیں کہ چیزوں کو ثابت رکھنے اور درستی اور سلامتی کی فکر کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ سخی ہے، اس کا جواز اسے کریم اور جواد کہنے کی وجہ سے ہے۔ ان سب ناموں کے معنی مخلوق پر مہربانی اور احسان کرنا ہے۔ مگر سخی سے سستی اور نرمی کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ ارض سَخِيَّةٌ (زمین سست اور نرم ہے) اور قِرْطَاسٌ سَخِيٌّ (کاغذ نرم ہے) اللہ تعالیٰ کی یہ صفات جائز ہیں، جیسا کہ حکم کرنے والا۔ منع کرنے والا۔ چیزوں کو مباح یا حرام و حلال کرنے والا۔ فرض کرنے والا لازم کرنے والا۔ واجب و مستحب کرنے والا۔ راستہ دکھانے والا۔ فیصلہ کرنے والا حاکم۔

جیسا کہ پہلے بیان ہوا اللہ تعالیٰ کو ان صفتوں سے منسوب کرنا بھی جائز ہے، وعدہ کرنے والا، ڈرانے والا، مذمت کرنے والا۔ تعریف کرنے والا، خطاب کرنے والا، بات کرنے والا، کہنے والا، ان سب ناموں سے ثابت ہوتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کلام کی صفتوں سے موصوف ہے اور ان معنوں کی رُو سے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو پیدا نہیں کیا اور کوئی کام نہیں کیا اور ان معنوں کی رُو سے کہ جس شے کو اس نے پیدا کیا ہے اُسے مٹانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت کہ وہ نیت کرنے والا ہے، روا ہے۔

یہ کہنا بھی جائز ہے کہ وہ کرنے والا ہے، کیوں کہ جس چیز کو اس نے پیدا کیا، اس کا وہ کرنے والا ہے، اس لیے کہ وہ خالق ہے، ملتبس نہیں۔ کہ ایک دوسرے کے جسموں کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ لپٹ جائے۔ وہ ایسی صفات سے پاک ہے۔ وہ جاعل ہے" اس لیے کہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ ۔ ہم نے دن رات کو اپنی وحدانیت کے لیے دلیل بنایا۔

وَجَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا ۔ یہ کتاب ہم نے عربی زبان میں بھیجی۔

وہ تارک ہے، اس لیے کہ جس فعل کو کرے اسے ترک بھی کر سکتا ہے۔ وہ ایسا کرنے پر قادر ہے۔ وہ تمام ممکنات، موجودات اور تمام قدرت سے اختیار رکھتا ہے، مگر اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ خواہشات کو ترک کر دینے والا ہے۔ وہ ایجاد کرنے والا ہے، کیوں کہ وہی چیزوں کو ثبات دیتا ہے، جیسا کہ فرمایا۔

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ أُمُّ الْكِتٰبِ ۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہے ثابت رکھتا ہے۔ ام الکتاب اس کے پاس ہے جو لوح محفوظ میں ہے۔

البتہ حامل وصانع ہے۔ یعنی پیدا کرنے والا ہے۔ اور اس کے کاموں میں کمی بیشی اسی کی مرضی پر ہے۔ ہر شے کا نقصان اس کے مواقع حال ہونا۔ جو اس کی حکمت پر مبنی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اشیا کی حقیقت سے زیادہ واقف ہے اور اس کے یہ معنی نہیں کہ اس کا فعل حکم کرنے والے کے مطابق ہے۔ اللہ تعالےٰ اس صفت سے پاک ہے، یہ صفت صرف اس کے بندوں ہی کے لیے ہے، جو اس کے حکم کو مانتے اور اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں، اور جس بات سے اس نے منع کیا ہے وہ کام نہیں کرتے۔ اور جو ان کا سردار ہے۔ اور اللہ ہی اس کا ثواب اور نعمت بخشنے والا ہے۔ کیوں کہ وہ ایسے شخص کو بناتا ہے جسے ثواب اور تعظیم دی گئی ہے۔

اللہ تعالےٰ معاقب و مجازی ہے، کیوں کہ وہ گناہگاروں کو جزا اور سزا دینے والا ہے۔ قدیم الاحسان ہے، کیوں کہ وہ ہمیشہ سے پیدا کرتا ہے اور روزی دیتا ہے۔ فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ ۔ وہ لوگ جنھیں مجھ سے نیکی ملی ہے، وہ دلیل ہے اور رہبری کرتا ہے۔

اس سلسلے میں امام احمدؒ کی روایت بطور سند بیان کی گئی ہے کہ ایک شخص نے امام صاحب سے کہا میں طرطوس جانے کا ارادہ رکھتا ہوں، میرے لیے دعا کریں اور دعا کا توشہ مجھے دیں۔ امام صاحب نے فرمایا۔ تو اس طرح کہہ کہ اے حیران لوگوں کو راستہ دکھانے والے مجھے سیدھی راہ پر چلنے والوں کی راہ پر لگا۔ اور مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل کر۔

اللہ تعالےٰ کی صفت طبیب جائز ہے اس لیے کہ ابی تمیمی روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ہمراہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر تھا۔ کہ آنحضرتؐ کے کندھے پر ورم دکھائی دیا جو سیب کی مانند تھا۔ میرے والد نے عرض کیا میں طبیب ہوں اجازت دیں تو اس کا علاج کروں۔ آپؐ نے جواب دیا اس کا طبیب وہی ہے جس نے اسے پیدا کیا۔

ابی سفرؓ روایت کرتے ہیں، ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ کی بیماری پر کچھ صحابہ ان کی مزاج پرسی کے لیے گئے اور پوچھا۔ اجازت ہو تو ہم کسی طبیب کو بلا لائیں۔ آپ نے فرمایا طبیب نے مجھے دیکھ لیا۔ صحابہ نے پوچھا۔ پھر اس نے کیا کہا؟ آپ نے فرمایا اس نے کہا ہے کہ جو کچھ میں چاہتا ہوں۔ کرتا ہوں۔

حضرت ابودرداءؓ نے بھی ایسی ہی روایت بیان کی ہے کہ ایک دفعہ لوگ آپ کی بیمار پرسی کے لیے آئے۔ پوچھا آپ کو کیا تکلیف ہے، فرمایا۔ اپنے گناہوں کی بیماری کی شکایت ہے۔ انھوں نے پوچھا۔ آپ کو کسی شے کی خواہش ہو تو بتائیں۔ فرمایا جنت کی خواہش ہے۔ انھوں نے کہا اپنے لیے طبیب بلائیں۔ آپ نے جواب دیا اس نے ہی مجھے بیمار کیا ہے۔

اللہ تعالےٰ کو اس کے اوصاف سے یاد کرنا چاہیے اور اللہ تعالےٰ کے ننانوے نام جن کا ذکر کیا جا چکا ہے انھیں دعا میں پڑھنا چاہئیں، یہ زیادہ افضل ہے۔ جو نام اس باب میں ذکر ہوئے ہیں ان کا پڑھنا بھی جائز ہے۔ مگر دعا میں ایسے نام نہ لیں، جیسے "اے کافروں کو جزا دینے والے"۔ "اے مومنوں کو جزا دینے والے"۔ "اے کافروں کے مکر کی جزا دینے والے"۔ "اے منافقوں کے فریب کی جزا دینے والے"۔ "اے منع کی گئی چیزوں کو دشمن رکھنے والے"۔ "اے غضب کرنے والے"۔ "اے بدلہ لینے والے"۔ "اے دین کے دشمنوں سے دشمنی کرنے والے"۔ "اے نیت کرنے والے"۔ "اے ہلاک کرنے والے"۔ گو یہ سب نام اس کی صفت ہیں مگر دعا میں ان کا پڑھنا مناسب ہے

گمراہ فرقے

مختلف فرقے:- کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف اپنے والد سے" آپ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا۔ تم لوگ پہلے لوگوں کے راستے پر ان کے قدم بہ قدم چلو گے۔ وہ ایک بالشت چلے ہیں" تو تم بھی ایک بالشت چلو گے۔ وہ ایک ہاتھ چلے ہیں" تو تم بھی ایک ہاتھ چلو گے۔ وہ ایک گز چلے ہیں تو تم بھی ایک گز چلو گے۔ اگر وہ سوسمار کی طرح اپنے بلوں میں گھس گئے ہیں تو تم بھی ان کی طرح بلوں میں گھسو گے۔ خبردار! بالفعل حال بھی بنی اسرائیل ہی جیسا ہوگا۔ کہ وہ حضرت موسیٰ سے الگ ہو کر اکہتر فرقے بن گئے۔ ایک کے علاوہ سب گمراہ تھے۔ ایک گروہ اسلام پر باقی تھا۔ اسی طرح بنی اسرائیل کے بہتر گروہ حضرت عیسیٰ سے الگ ہو گئے۔ سب گمراہ ہو گئے۔" اور ایک فرقہ سیدھی راہ پر قائم رہا۔ وہ صرف ایک ہی جماعت تھی۔ سو تم بھی تہتر گروہ بن جاؤ گے اور سب گمراہ ہو گے مگر ایک فرقہ اسلام پر قائم رہے گا۔

تفرقہ:- عبدالرحمٰن بن مالک اشجعی روایت کرتے ہیں" آنحضرت نے فرمایا۔ میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے۔ ان میں سب سے بڑی بلا وہ گروہ ہوگا جو دین کے معاملات میں اپنی عقل اور قیاس سے کام لیں گے۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کریں گے۔

عبداللہ بن زیدؓ نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ بنی اسرائیل کے اکہتر فرقے بن گئے۔ ان میں ایک کے سوا سب دوزخی ہیں۔ نزدیک ہے کہ میری امت کے بھی بہتر فرقے بن جائیں۔ ان میں سے ایک گروہ کے سوا باقی سب آگ میں جلیں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا بہشتی گروہ کی کیا نشانی ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ وہ گروہ میرے اور میرے صحابہؓ کے طریق پر ہوگا۔

جس تفرقے کا ذکر آنحضرتؐ نے فرمایا۔ وہ نہ آپؐ کے زمانے میں ہوا نہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ یا حضرت علیؓ کے عہد میں بلکہ یہ اختلاف صحابہ اور تابعین کی وفات کے کئی سال بعد ہوا۔ اس وقت جب کہ مدینہ کے ساتوں فقیہہ مر چکے تھے۔ شہروں کے علماء اور فقیہہ بھی دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ قرن بعد قرن اور کئی سال گزر گئے۔ ان کے وفات پا جانے اور اس طویل مدت کے گزرنے سے علم مفقود ہو گیا، مگر ان لوگوں کی مختصر سی جماعت باقی رہ گئی۔ یہی فرقہ نجات پائے گا۔ انھیں کے وجود سے اللہ تعالےٰ نے دین کو بچائے رکھا۔ جیسا کہ عروہؓ نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ" رسول اللہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو علم عطا کرتا ہے ان سے چھینتا نہیں، ہاں علم کو عالموں کے ساتھ ہی قبض کرتا ہے۔ جب دنیا عالموں سے خالی ہو جاتی ہے" تو پھر لوگ جاہلوں کو امام بنا لیتے ہیں" ان سے سوال کرتے ہیں وہ فتویٰ دیتے ہیں خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں

ایک اور روایت عروہؓ نے اپنے والد سے اور انھوں نے عبداللہ بن عمرؓ سے بیان کی ہے" کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالےٰ لوگوں سے علم نہیں چھینتا بلکہ علما کو قبض کر لیتا ہے جس کے ساتھ علم بھی چھن جاتا ہے۔ اس طرح جب کوئی عالم باقی نہیں رہتا تو لوگ جاہلوں کو اپنا امام بنا لیتے ہیں، ان سے سوال کرتے ہیں، وہ فتوے دینے میں خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

کثیر بن عبداللہ بن عوف اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں" آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ جس طرح سانپ اپنے سوراخ میں گھستا ہے، اسی طرح حجاز میں دین واپس لوٹے گا۔ البتہ حجاز میں لوگ دین کو اس طرح تلاش کریں گے جس طرح پہاڑوں

چوٹیوں پر ہرنوں کو تلاش کیا جاتا ہے۔ دین غریب ظاہر ہوا اور بہت جلد دوبارہ غریب ہو جائے گا غریبوں کے لیے یہ خوشخبری کا عش ہے۔

لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ غریب لوگ کون ہیں؟ فرمایا میرے بعد لوگ دین کو خراب کر دیں گے۔ جو لوگ خراب کی ہوئی سنتوں کو درست کریں گے وہ غریب ہی ہوں گے۔

حضرت عکرمہؓ نے حضرت عباس سے روایت کی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ہر زمانہ میں لوگ میری ایک نہ ایک سنت کو نابود کریں گے اور ایک بدعت رائج کریں گے۔

حارثؓ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے" آنحضرتؐ نے آخر زمانہ میں رونما ہونے والے فتنوں کا ذکر کیا تو حضرت علیؓ نے دریافت فرمایا، یا رسول اللہ! اس فتنہ سے کیسے چھٹکارا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا۔ کتاب اللہ سے۔ کیونکہ وہ حکمت، دین اور دنیا کی اصلاح کرتی ہے۔ اور یہ ایسی سیدھی راہ ہے کہ اس پر چلنے والا لوگوں کے بہکانے میں نہ آئے گا۔ جب جنوں نے اسے سنا تو وہ بھی کہنے لگے ہم نے قرآن کو سنا، اور جس نے اس کے باعث حکم کیا اس نے انصاف کیا۔

عبدالرحمٰن بن عمرو عرباض بن ساریہ سے مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ کے ساتھ ہم نے صبح کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد آپ نے ایسی پُر تاثیر نصیحت کی کہ ہمارے آنسو نکل آئے۔ دلوں میں خوف بیٹھ گیا۔ ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اس نصیحت سے ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے گویا یہ رخصت اور وداع کرنے والی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں" کہ پرہیزگاری اختیار کرو۔ اپنے حاکم کی اطاعت کرو، خواہ وہ حبشی غلام ہی ہو۔ میرے بعد زندہ رہنے والا آدمی دین میں بہت اختلاف پائے گا۔ اس لیے تمہارے لیے یہی مناسب ہے کہ میری سنت پر قائم رہو، اور خلفائے راشدین کی سنت پر جو میرے بعد سیدھی راہ دکھائیں گے سے اپنے دانتوں میں مضبوط پکڑو، اور میرے دین میں کوئی نئی بات نہ پیدا کرو۔ اس سے بچو اس لیے کہ یہ بدعت ہے اور بدعت کا اختیار کرنا گمراہ ہونا ہے۔

ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ لوگوں کو سیدھی راہ پر چلانے والے کی پیروی کرنے والے کو وہی اجر اور ثواب ملے گا جو اس چلانے والے کو ملتا ہے۔ اور جو شخص لوگوں کو گمراہی کی طرف بلانے والے کی پیروی کرتا ہے، اسے ویسی ہی سزا ملے گی جو گناہوں کی طرف بلانے والے کو ملے گی۔ اس کی سزا میں ہرگز کوئی کمی نہ ہوگی۔

باب ۱۱

اسلام کے فرقے ۔ ناجی ۔ خارجی ۔ شیعہ اور رافضی

مرجیہ ۔ معتزلہ ۔ قدریہ اور دوسرے فرقے

تہتر فرقے

فرقہ بندیاں ۱۔ یہ تہتر[۱۳] فرقے دراصل دس گروہ پر مشتمل ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے، اہلِ سنت ۔ خارجی ۔ شیعہ ۔ معتزلہ ۔ مرجیہ ۔ مشبہہ ۔ جہمیہ ۔ ضراریہ ۔ نجاریہ اور کلابیہ ۔ یہ دس بڑے گروہ ہیں جن کے مزید فرقوں کی تفصیل یہ ہے ۔

اہلسنت	یہ ایک ہی گروہ ہے ۔
خارجی	۱۵ فرقے
معتزلہ	۶ فرقے
مرجیہ	۱۲ فرقے
شیعہ	۳۲ فرقے
جہمیہ	۱ فرقہ
نجاریہ	۱ فرقہ
ضراریہ	۱ فرقہ
کلابیہ	۱ فرقہ
مشبہہ	۲ فرقے
کل	۷۳ فرقے

ناجی

ناجی فرقہ ۱۔ یہ سب فرقے تہتر ہوئے، جیسا کہ آنحضرتؐ نے ان کے متعلق بتایا ہے ۔ ان میں صرف ایک ہی فرقہ نجات پانے والا ہے ۔ اور وہ اہلِ سنت و جماعت کا فرقہ[۱] ہے ۔ ان کا مذہب اور اعتقاد بیان کیا جا چکا ہے ۔ قدریہ اور معتزلہ فرقہ کے

---

[۱] اہلِ سنت والجماعت سے مراد وہ لوگ ہیں جو آنحضرت صلعم کی سنت کے پیرو ہوں، اور جن امور میں قرآن اور احادیث خاموش ہیں ۔ ان کے بارے میں خلفائے راشدین کے متفقہ فیصلوں کے مطابق عمل کرتے ہیں ۔ حضرت عوف مالک نے اہلِ سنت والجماعت کی یہی تعریف اس کتاب میں بیان کی ہے ۔ کیوں کہ سزا و جزا کا مدار اعمال پر ہے، کسی خاص فرقے کے نام کا لیبل چسپاں کر لینے پر ایسے ہی لوگ ناجی گروہ میں شامل سمجھے جائیں گے ۔

لوگ اس فرقہ ناجیہ کا نام مجبرہ رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کے ارادے اور قدرت سے پیدا ہوئی۔ فرقہ مرجیہ کے لوگ انھیں شکاکیہ کہتے ہیں، کیوں کہ یہ لوگ ایمان میں استثنا کرتے ہیں اور ان میں سے ہر شخص یہی کہتا ہے کہ "میں انشاء اللہ مومن ہوں"۔ (جیسا کہ اوپر بیان ہوا) اس ناجیہ فرقہ کو رافضی لوگ ناصبیہ کہتے ہیں، کیونکہ ان کا دستور ہے کہ یہ اپنے امام کو جماعت کی رائے سے مقرر کرتے ہیں۔

جہمیہ اور بخاریہ فرقے اس فرقہ کو مشبہہ کہتے ہیں کیوں کہ یہ فرقہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے علم، قدرت، حیات اور اسی قسم کی دوسری صفتیں ثابت کرتا ہے۔ باطنیہ فرقہ کے لوگ ناجیہ کو حشویہ کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ فرقہ آنحضرتؐ کی احادیث اور صحابۂ کرام کے آثار پر عمل کرتے ہیں۔" مگر ان میں سے کوئی نام اس فرقہ کے لائق نہیں۔ اس کا صحیح نام اہلسنت اور اصحاب حدیث ہے۔ جیسا کہ بیان کیا گیا۔ مگر دوسرے فرقوں کے نام خارجی اور لقب ضرار ہے۔

خارجی

خارجی فرقہ ۱:- خارجی لوگ حضرت علیؓ کو امام نہیں مانتے اور انکو حکم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص کے حکم سے انکار کیا تھا جنھیں حضرت علیؓ نے حاکم مقرر فرمایا تھا۔ جب ان دونوں نے انھیں حکم دیا تو وہ بولے ہم خدا کے سوا کسی کا حکم نہ مانیں گے۔

انھیں حروریہ بھی کہتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ زمین حروراء میں اترے تھے۔ انھیں شراۃ بھی کہتے ہیں، کیوں کہ ان کا کہنا ہے کہ ہم نے اپنی جانیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں بیچ دی ہیں۔ انھیں مارقہ کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ یہ لوگ دین سے نکل گئے۔ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا "یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے، جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ پھر یہ لوگ دین میں واپس نہ آئیں گے۔ یہی ہیں وہ لوگ جو دین سے نکل گئے اور اسلام سے علیحدہ ہو گئے۔ سنت اور جماعت کے راستے کو چھوڑ کر گمراہ ہو گئے۔ وقت کے حاکم سے باغی ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے پاک اماموں پر تلوار اٹھائی، ان کے خون اور مال کو اپنے اوپر حلال کر لیا۔ ان لوگوں کی گمراہی کے باعث جو لوگ ان کی مخالفت کرتے ہیں انھیں یہ کافر کہتے ہیں۔ آنحضرتؐ کے اصحاب اور ان کے خسروں کو گالی دیتے ہیں اور انھیں برا بھلا کہتے ہیں۔ صحابہؓ سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔ کفر اور گناہ کبیرہ ان سے منسوب کرتے ہیں۔ عذاب قبر حوض اور شفاعت سے انکاری ہیں۔ کہتے ہیں جنھیں دوزخ میں ڈالا جائے گا وہ پھر نہ نکالے جائیں گے۔ کہتے ہیں جس نے ایک مرتبہ بھی جھوٹ بولا ہو، کبیرہ یا صغیرہ گناہ کیا ہو وہ توبہ کے بغیر مر جائے تو کافر مرے گا اور ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

یہ لوگ جماعت کے ساتھ نماز ادا نہیں کرتے، صرف اپنے گروہ کے امام کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ نماز کے اوقات میں تاخیر کرتے ہیں۔ چاند دیکھنے سے قبل ہی روزہ رکھتے اور کھولتے ہیں۔ عورت کے ولی کی اجازت کے بغیر اس سے نکاح کو جائز قرار دیتے ہیں۔ متعہ کو بھی جائز جانتے ہیں۔ ایک درم کو دو درم کے بدلے ہاتھوں ہاتھ بیچ دینا بھی ان کے نزدیک حلال ہے۔ منے پر مسح کرنا یا موزے سمیت نماز پڑھنا ناجائز جانتے ہیں۔ بادشاہت کی فرماں برداری اور قریش کی خلافت کے بھی قائل نہیں۔

خارجی لوگ اکثر ان جگہوں میں رہتے ہیں: عمان، موصل، حضرموت۔ عرب کے اطراف و اکناف۔ ان کے عقائد کی کتابیں عبداللہ

بن زید محمد بن حرب، یحییٰ بن کامل۔ سعید بن ہارون نے مرتب کی ہیں۔

خارجیوں کے مختلف فرقے (نجدات):- خارجیوں کے پندرہ فرقوں میں سے ایک کا نام نجدات ہے جو نجدہ بن عامر حنفی کی طرف منسوب ہے۔ یہ شخص عامر کا باشندہ تھا اور یہ لوگ عبداللہ بن ناصر کے اصحاب ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جو شخص ایک دفعہ جھوٹ بولے یا صغیرہ گناہ کرے وہ مشرک ہے، لیکن اگر زنا کرے، چوری کرے، شراب پیے مگر اس پر اصرار نہ کرے تو وہ مسلمان ہے یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن کا جان لینا ہی کافی ہے۔ کسی امام کی حاجت نہیں۔

خارجیوں کا ایک گروہ ازارقہ ہے، یہ لوگ نافع بن ازرق کے ساتھی ہیں۔ ان کا اعتقاد ہے کہ ہر کبیرہ گناہ کفر ہے۔

ازارقہ:- کبیرہ گناہ کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ دنیا کفر کا گھر ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص خدا کے کافر ہو گئے۔ کیونکہ حضرت علیؓ نے انھیں اپنے اور معاویہ کے معاملہ پر غور کرنے کے لیے مقرر کیا تھا اور کہا تھا کہ غور کر کے بتائیں لوگوں کی مصلحت کیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے اس بارے میں غور کیا۔ اس تعمیل حکم کی بنا پر یہ انھیں کافر کہتے ہیں۔

ان کے نزدیک مشرکوں کے لڑکوں کو مار دینا جائز ہے۔ زانی یا زانیہ کے سنگسار کرنے کو حرام قرار دیتے ہیں۔ اگر کوئی پاک آدمی پر زنا کی تہمت لگائے تو اس کے لیے یہ لوگ کوئی حد مقرر نہیں کرتے، مگر پاک عورت پر ایسا الزام لگایا جائے تو اس کے لیے حد مقرر کرتے ہیں۔

ایک گروہ ابن فطریک سے منسوب ہے اور ایک گروہ عطیہ بن اسود ہے۔ ایک اور گروہ مجاعدہ کہلاتا ہے۔

دوسرے فرقے:- یہ لوگ عبداللہ بن عمرو سے منسوب ہیں۔ ان کے بہت سے گروہ ہیں جو سب میمونیہ ہیں۔ یہ لوگ پوتی، نواسی سے بھتیجی اور بھانجی سے نکاح جائز قرار دیتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ سورۂ یوسف قرآن میں نہیں ہے بلکہ الحاقی ہے۔

ان کا ایک فرقہ جاریہ کہلاتا ہے۔ ان کی علیحدگی کا باعث ان کا یہ مقولہ ہے کہ دوستی اور دشمنی اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں ہیں۔ فرقہ جاریہ سے ایک فرقہ الگ ہو گیا، اس کا نام معلومیہ ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو اس کے ناموں سے نہیں پہچانتا، وہ جاہل ہے۔ کہتے ہیں کہ بندوں کے کام مخلوق نہیں اور نہ قدرت افعال کے ساتھ۔

ان پندرہ گروہوں میں سے ایک کا نام مجہولیہ ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص بعض اسمائے الٰہی سے جان لے تو وہ جاہل نہیں بلکہ عالم ہے۔

ایک گروہ کا نام صلتیہ ہے جو عثمان بن صلت سے منسوب ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ہم سے جو کوئی مسلمان ہے، اس کے ہاں جو لڑکا پیدا ہو وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوتا جب تک وہ بالغ ہو کر از خود اسلام قبول نہ کرے۔

ایک گروہ اخنسیہ کہلاتا ہے، جو اخنس سے منسوب ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ مالک کو اپنے غلام سے زکوٰۃ لینا جائز ہے اور غلام فقیر یا محتاج ہو جائے تو اسے بھی زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

ان کے دو فرقے ہیں، ظفریہ اور حفصیہ۔ ان دونوں کا عقیدہ ہے کہ آدمی خدا کو پہچان لے مگر خدا کے رسولؐ اور جنت، دوزخ کو نہ مانے اور سارے گناہ کرے، قتل اور زنا کو بھی حلال جانے، تب بھی وہ صرف خدا پر اعتقاد رکھنے کے باعث شرک اور کفر سے پاک ہو جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں شرک یہ ہے کہ خدا کو نہ پہچانے اور اس کا منکر ہو۔ ان کا کہنا ہے قرآن میں حیران کا جو لفظ آیا ہے

ان سے حضرت علیؓ اور ان کے اصحاب مراد ہیں، کیوں کہ وہ ان لوگوں کو سیدھی راہ کی طرف بلاتے ہیں۔ ان سے مقصود اہل نہروان سے ہے۔

ان پندرہ فرقوں میں ایک کا نام اباضیہ ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو چیز فرض کی ہے" وہ ایمان ہے۔ گناہ کبیرہ کفر شرک نہیں بلکہ کفر نعمت ہے۔

ایک فرقے کا نام بیہسیہ ہے، جو ابی بیہس سے منسوب ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جب تک آدمی یہ نہ جان لے کہ فلاں فلاں چیزیں خدا نے حرام کی ہیں اور فلاں حرام۔ اس وقت تک وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔

فرقہ بیہسیہ سے ایک اور فرقہ نکلا ہے، جس کا کہنا ہے کہ اگر آدمی ایسا گناہ کرے جس کا کرنا حرام ہے" تو وہ کافر نہیں ہوتا۔ البتہ اگر اسے حاکم کے پاس لے جایا جائے اور وہ اس پر حد مقرر کر دے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔

انھیں میں سے شمراخیہ نام ایک اور فرقہ پیدا ہوا۔ جو عبداللہ بن شمراخ سے منسوب ہے۔ ان کے نزدیک ماں باپ کو مارڈالنا جائز ہے۔ یہ اعلان عبداللہ نے دار تقیہ میں کیا تھا اور جب یہ اعلان ہوا تو خارجی لوگ بے زار اور ناراض ہوئے۔

انھیں میں سے ایک گروہ کا نام بدعتیہ ہے۔ ان کے عقائد فرقہ ازارقہ کے مطابق ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ یہ کہتے ہیں، صبح اور عشا کی نماز صرف دو دو رکعت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ (دن کی دونوں طرفوں کے درمیان اور رات کے نزدیک نماز قائم کرو) ان کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ لوٹ میں کافروں کے لڑکے اور عورتیں ہاتھ آئیں تو انھیں قتل کر دینا جائز ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۔ کافروں میں سے کسی سرکش کو زمین پر نہ چھوڑو۔ دَيَّارًا۔

خلاصہ:- خارجیوں کے تمام فرقے حضرت علیؓ کو کافر کہتے ہیں، اس کے لیے حجت یہ لاتے ہیں کہ انھوں نے ابو موسیٰ اور عمرو بن عاص کو لوگوں کی مصلحت کے لیے اپنے اور معاویہ کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے مقرر فرمایا تھا۔ اس کے علاوہ یہ لوگ گناہ کرنے والے کو کافر بتاتے ہیں، مگر فرقہ نجدہ کے لوگ اس عقیدہ کے قائل نہیں۔

شیعہ اور رافضی

فرقہ شیعہ کے کئی نام ہیں" بعض کو شیعہ، بعض کو رافضی، بعض کو خالیہ اور بعض کو طیارہ کہتے ہیں۔

مختلف فرقے:- شیعہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ حضرت علیؓ کے پیرو ہیں۔ اور دوسرے خلفاء پر انھیں ترجیح دیتے ہیں۔ رافضی اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اکثر صحابہ کو نہیں مانتے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کو تسلیم نہیں کرتے۔ زید بن علی کو بھی نہیں مانتے اس لیے کہ جب زید نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو خلافت کے لیے قبول کر لیا۔ اور انھیں امام تسلیم کر لیا، تو اس وقت جن لوگوں نے انھیں چھوڑ دیا، ان کا نام انھوں نے رافضی رکھا۔

بعض نے شیعہ اور رافضی میں یہ فرق بیان کیا ہے" کہ شیعہ وہ ہے جو حضرت عثمانؓ کو حضرت علیؓ پر ترجیح نہیں دیتا۔ اور رافضی

وہ ہے جو حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر ترجیح دیتا ہے۔

ان میں ایک گروہ کا نام قطعیہ بھی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو موسیٰ بن جعفر کی وفات کے وقت الگ ہو گئے تھے۔

فرقہ غالیہ وہ ہے جو حضرت علیؓ کی شان میں بہت مبالغہ کرتا ہے۔ یہ لوگ حضرت علیؓ کی طرف وہ صفتیں منسوب کرتے ہیں جو صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کے لائق ہیں۔ اس گروہ کے عقائد کی کتابیں ان لوگوں تصنیف کی ہوئی ہیں:۔ ہشام بن حکم علی بن منصور۔ ابوالاحوص۔ حسین بن سعید۔ فضل بن شاذان۔ ابوعیسیٰ وراق۔ ابن راوندی۔

ان لوگوں کا قیام اکثر ان شہروں میں ہوتا تھا: قم۔ قاشان۔ بلاد ادریس اور کوفہ۔

رافضی گروہ کے تین فرقے ہیں:۔ غالیہ۔ زیدیہ اور رافضہ۔

رافضی فرقے:۔ غالیہ کے بارہ گروہ ہیں:۔ بنانیہ۔ طیاریہ۔ منصوریہ۔ مغیریہ۔ خطابیہ۔ معمریہ۔ بزیعیہ۔ مفضلیہ۔ متناسخہ۔ شریعیہ۔ سبائیہ۔ مفوضیہ۔

زیدیہ کے چھ گروہ ہیں:۔ جارودیہ۔ سلیمانیہ۔ تبریہ۔ نعیمیہ۔ یعقوبیہ۔ چھٹا گروہ تناسخیہ ہے۔ یعنی تناسخ کو مانتا ہے۔ (دوبارہ دنیا میں واپس آنے کا قائل ہے)۔ یہ فرقہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ سے بیزار ہے۔

رافضیہ کے چودہ[1] گروہ ہیں:۔ قطعیہ۔ کیسانیہ۔ کربیہ۔ عمیریہ۔ محمدیہ۔ حسینیہ۔ ناوسیہ۔ اسماعیلیہ۔ قرامطیہ۔ مبارکیہ۔ شمیطیہ۔ عماریہ۔ منظوریہ۔ موسویہ۔ امامیہ۔

رافضیوں کے سب گروہ اس بات پر متفق ہیں "کہ امامت کا ثبوت عقل سے ہے" حالانکہ امامت نص سے ثابت ہے" جتنے بھی امام ہیں" وہ سب غلطیوں سے پاک ہیں۔ جب اعلیٰ پایے کا آدمی موجود ہو تو ادنیٰ درجہ کے آدمی کو امام بنانے سے انکار کرتے ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ حضرت علیؓ کو تمام صحابہ کرام پر ترجیح دینے میں بھی سب متفق ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ آنحضرت صلعم نے آگاہ کر دیا تھا کہ میرے بعد حضرت علیؓ میرے خلیفہ ہوں گے۔ اور حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ سے بیزار ہیں، مگر بعض کو قبول بھی کرتے ہیں۔

فرقہ زیدیہ کی جو حکایت بیان کی گئی ہے" اس کے سوا ان کا اس بات پر بھی اتفاق ہے" کہ آنحضرت صلعم کے بعد خلافت حضرت علیؓ کا حق تھا۔ مگر ایسا نہ کیا گیا، اس لیے یہ لوگ مرتد ہو گئے۔ یہ لوگ صرف چھ آدمیوں کو ان میں شامل نہیں کرتے۔ چار تو یہی" حضرت علیؓ۔ عمارؓ۔ مقداد بن اسودؓ اور سلمان فارسیؓ۔ ان کے علاوہ دو اور ہیں۔

اس فرقہ کا یہ بھی کہنا ہے کہ جب امام کو کوئی خوف ہو تو اسے یہ کہنا جائز ہے" کہ میں امام نہیں۔ ان کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کے ظاہر ہونے سے قبل اسے نہیں جانتا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ یوم حساب سے قبل مردے میں واپس آجائیں گے۔ مگر غالیہ فرقہ کو اس سے اتفاق نہیں۔ وہ قیامت اور حساب کتاب کو مانتا ہی نہیں۔ ان تمام کا عقیدہ ہے کہ جو کچھ پچھلے زمانہ میں ہو چکا، آئندہ ہو گا یا ہے وہ دنیا کے بارے میں ہے چاہے دین کے متعلق امام کو ان سب کا علم ہوتا ہے۔ ان کی تعداد تک کو وہ جانتا ہے

---

[1] ان ناموں کی تعداد پندرہ ہوتی ہے۔ اصل عربی کتاب میں اسی طرح ہے۔ "امامیہ" کا حال "موسویہ" کے تحت ہی بیان ہوا ہے۔

درختوں کی تعداد کا بھی اسے علم ہوتا ہے۔ ان کی تعداد تک وہ جانتا ہے۔ درختوں کے پتوں کی تعداد بھی اسے معلوم ہوتی ہے۔

ان کا کہنا ہے کہ اماموں نے اپنے اپنے معجزے بھی دکھائے جس طرح نبیوں نے دکھائے تھے۔ اکثر لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ جس نے حضرت علیؓ سے لڑائی کی وہ کافر ہے۔ اسی طرح کے اور بھی چند عقائد رکھتے ہیں۔

خالیہ:- فرقہ خالیہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ سب پیغمبروں سے افضل اور بہتر ہیں۔ وہ دوسرے صحابہ کی طرح زمین میں دفن نہیں ہوئے بلکہ بادلوں میں ہیں، وہیں سے اپنے دشمنوں کے ساتھ جنگ کریں گے۔ آخری زمانہ میں زمین پر اپنے تمام دشمنوں اور اپنے ساتھ بغض رکھنے والوں کو قتل کریں گے۔ نہ صرف حضرت علیؓ بلکہ جتنے بھی معصوم امام گزرے ہیں، وہ مرے نہیں۔ موت ان کے نزدیک بھی نہیں آسکتی" بلکہ وہ قیامت تک زندہ رہیں گے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ حضرت علیؓ ہی پیغمبر ہیں۔ حضرت جبرئیل ان پر وحی کرنا بھول گئے۔ یہ علیؓ کو خدا بھی کہتے ہیں۔ ان لوگوں پر خدا، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت قیامت تک نازل ہوتی رہے۔ خدا انھیں تباہ کرے اور ان کی زمینوں سے سبزیوں کو دور کر دے، ان میں سے کوئی زمین پر پھرنے والا باقی نہ رہے۔ کیوں کہ یہ لوگ غلو میں حد سے بڑھ گئے، اسلام کو چھوڑ کر کفر پر جم گئے۔ یہ لوگ خدا، قرآن اور پیغمبروں کو نہیں مانتے ایسی باتیں کرنے والوں سے خدا بچائے۔

بنانیہ:- فرقہ خالیہ کا ایک گروہ بنانیہ بھی ہے۔ جو بنان بن سمعان سے منسوب ہے۔ اس فرقہ کی تمام جھوٹی اور لغو باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شکل وصورت انسان جیسی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ وہ بہت بزرگ اور برتر ہے۔ اس کا ارشاد ہے کہ (اس جیسی کوئی شے نہیں، وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے)

طیاریہ:- فرقہ خالیہ سے ہی ایک گروہ طیاریہ نکلا ہے" جو عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیارؓ سے منسوب ہے۔ یہ تناسخ کے قائل ہیں۔ کہتے ہیں کہ آدمؑ کی روح خدا ہی کی روح ہے۔ خدا خود حضرت آدم کے قالب میں اتر آیا۔ اس کی جدائی اسی تناسخ کے قائل ہونے میں ہے۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ مرتے وقت آدمی کی روح جسم سے نکلتی ہے تو پہلے بکری کے بچہ میں داخل ہوتی ہے۔ اس سے نکل کر کسی اور قالب میں جاتی ہے اور اسی طرح مختلف قالبوں میں دورہ کرتی رہتی ہے۔ سب سے آخر میں پاخانہ کے کیڑے میں جاتی ہے یا اس جیسے اور کیڑوں کے قالب میں چنانچہ آخر درجہ تناسخ کا ہے۔

بعض کا عقیدہ ہے کہ گنہگاروں کی روحیں لوہے، مٹی یا کیچے برتنوں میں داخل ہو جاتی ہیں۔ ان میں وہ اپنے گناہوں کی سزا اس طرح بھگتتی ہیں کہ وہ برتن کہیں کوٹے جاتے ہیں، کہیں آگ پر رکھے جاتے ہیں، کہیں گلائے جاتے ہیں اور کہیں ذلیل وخوار کیے جاتے ہیں۔ غرض ان حالتوں میں ان روحوں کو گناہوں کی سزا ملتی ہے۔

مغیریہ:- یہ فرقہ مغیرہ بن سعد سے منسوب ہے، جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک نور ہے جو آدمی کی صورت پر ہے۔ مغیرہ کا دعوے تھا کہ وہ مردے کو زندہ کر سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

منصوریہ:- فرقہ منصوریہ ابی منصور سے منسوب ہے۔ ابی منصور کہتا تھا۔ میں آسمان پر گیا ہوں" اور خدا نے میرے سر کو مس کیا ہے۔ اس کا یہ بھی عقیدہ تھا۔ کہ خدا کی مخلوقات میں سب سے پہلے آدمی حضرت عیسیٰ ہیں۔ ان کے بعد حضرت علیؓ پیدا ہوئے۔ ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ رسالت ختم نہیں ہوئی۔ بہشت اور دوزخ کچھ نہیں۔ ہم میں سے جو شخص ہمارے چالیس دشمنوں کو مار

دے وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ لوگوں کا مال کھانا ان کے نزدیک حلال ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جبرئیل نے رسالت کے بارے میں غلطی کی۔ اس فرقے کا کفر اتنا بڑھا ہے کہ اس کے برابر اور کوئی کفر نہیں۔

خطابیہ:- خطابیہ فرقہ ابی خطاب سے منسوب ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ امام نبی اور ربانی ہے۔ ہر زمانے میں دو پیغمبر ضرور ہوتے ہیں۔ ایک بولتا ہے اور ایک خاموش اور چپ رہتا ہے۔ چنانچہ حضرت محمدؐ بولنے والے پیغمبر تھے اور حضرت علیؑ چپ پیغمبر تھے

معمریہ:- فرقہ معمریہ کا بھی یہی اعتقاد ہے (جو خطابیہ کے ضمن میں اوپر بیان کیا گیا ہے) یہ لوگ فرقہ خطابیہ سے اس لیے الگ ہو گئے کہ فرقہ خطابیہ نے نماز چھوڑ دینے کی زیادتی کی۔

بزلعیہ:- فرقہ بزلعیہ کی نسبت بزلع سے ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت جعفرؓ خدا ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شکل و صورت حضرت جعفرؓ کی سی ہے۔ جعفرؓ پر وحی نازل ہوتی تھی۔ وہ فرشتوں کے پاس چلے جایا کرتے تھے۔ خدا ان لوگوں کو ہلاک کرے۔ یہ اس قسم کی جھوٹی اور لغو باتیں بیان کرتے ہیں۔ ایسی باتوں کے سبب یہ اس قابل ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں اسفل السافلین میں پھینک دے، اور سب سے نچلے درجہ کے دوزخ ہاویہ میں انھیں جلائے۔

مفضلیہ:- فرقہ مفضلیہ کی نسبت مفضل سے ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو پیغمبر جانتے ہیں۔ یہ سراسر جھوٹے ہیں، اماموں کے بارے میں نصاریٰ جیسی باتیں کہتے ہیں۔ جس طرح وہ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں بیان کرتے تھے۔

شریعیہ:- فرقہ شریعیہ، شریع سے منسوب ہے۔ ان کا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ آدمیوں کی صورت میں اترا:۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت عباسؓ۔ حضرت علیؑ۔ حضرت جعفرؓ اور حضرت عقیلؓ۔

سبائیہ:- فرقہ سبائیہ، عبداللہ بن سبا سے منسوب ہے۔ یہ کہتے ہیں حضرت علیؑ نے وفات نہیں پائی۔ قیامت سے قبل دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ سید حمیدی اسی گروہ سے ہے۔

مفوضیہ:- فرقہ مفوضیہ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی تدبیریں اماموں کے سپرد کر رکھی ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عالم کی پیدائش اور اس کی تدبیر کی قدرت دی۔ دنیا کی کوئی چیز خدا کی پیدا کی ہوئی نہیں۔ حضرت علیؑ کے بارے میں بھی یہی کہتے ہیں کہ عالم کی پیدائش کا کام اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد کیا تھا۔ جب یہ لوگ بادل کو دیکھتے ہیں تو حضرت علیؑ پر سلام بھیجتے ہیں۔ کیوں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؑ ابر میں رہتے ہیں۔

زیدیہ:- فرقہ زیدیہ، زید بن علی کے قول کی تائید کرتا ہے (جیسا کہ وہ کہتے ہیں) کہ زید بن علی نے حضرت عمرؓ کی خلافت کا جو حق سمجھا وہ درست ہے۔

جارودیہ:- فرقہ جارودیہ ابی جارود سے مناسبت رکھتا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ آنحضرتؐ کے وصی ہیں۔ برحق امام ہیں۔ آنحضرتؐ صلعم نے آپ کے بارے میں آپ کی صفت کی خبر دی تھی۔ آپ کے نام سے خبر نہیں دی تھی۔ ان کا عقیدہ ہے کہ امامت حضرت امام حسینؑ تک تھی اس کے بعد کوئی امام نہیں۔ مگر مجلس شوریٰ جس کے حق میں جو فیصلہ کرے وہ درست ہے۔

سلیمانیہ:- سلیمانیہ فرقہ سلیمان بن کثیر سے منسوب ہے۔ زرقان کہتے ہیں کہ یہ گروہ حضرت علیؑ کو امام برحق مانتا ہے اور انھیں اپنے بھائیوں سے افضل ترین جانتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت ناروا تھی۔ ان سے بیعت کرنے والے خطا

کا رہیں۔ کیوں کہ وہ بیعت کے بارے میں حضرت علیؓ پر سبقت لے جانے کے مستحق نہ تھے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ امت نے مصلحت کو چھوڑ کر خطا کی۔

بطریہ:- فرقہ بتریہ ابتر سے منسوب ہے۔ جو ایک آواز ہے جسے ابتر سے ملقب کیا گیا۔ یہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے بیعت کرنے کو درست قرار دیتے ہیں۔ کیوں کہ حضرت علیؓ نے امارت سے خود ہی انکار کر دیا تھا۔ انھیں حضرت عثمانؓ کی خلافت میں شک ہے۔ اس میں تردد کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ امام برحق ہیں یا نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ حضرت علیؓ اس وقت امام بنے جب ان سے بیعت کی گئی

نعیمیہ:- فرقہ نعیمیہ، نعیم بن یمان سے منسوب ہے۔ ابتریہ سے موافقت رکھتے ہیں لیکن حضرت عثمانؓ سے بیزار ہیں، ان کی خلافت کے منکر ہیں۔

یعقوبیہ:- طریقہ یعقوبیہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں امام برحق ہیں مگر رجعت سے منکر ہیں۔ اس گروہ کی نسبت یعقوب نام ایک شخص سے ہے۔ اس گروہ کے بعض لوگ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں سے بیزار ہیں اور مسئلہ تناسخ یعنی ارواح کے دوبارہ دنیا میں آنے کے قائل ہیں۔

قطعیہ:- رافضیوں کے چودہ گروہ ہیں، جن میں سے پہلے فرقہ کا نام قطعیہ ہے۔ قطعیہ اس لیے کہتے ہیں کہ انھوں نے موسیٰ بن جعفر کی وفات پر اپنے آپ کو الگ کر لیا تھا۔ ان کا عقیدہ ہے کہ امامت کا سلسلہ حضرت محمد بن حنفیہؒ تک پہنچتا ہے۔ وہ ہمیشہ امام ہیں، چنانچہ یہ لوگ ان کے ظہور کے منتظر ہیں۔

کیسانیہ:- ان کے دوسرے گروہ کا نام کیسانیہ ہے جو کیسان سے منسوب ہے۔ یہ محمد بن حنفیہؒ کو امام مانتے ہیں اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ انھوں نے بصرہ میں اپنی امامت کا اعلان کیا تھا۔

کربیہ:- تیسرے گروہ کا نام کربیہ ہے، جو کریب سے منسوب ہے۔

عمیریہ:- چوتھا گروہ عمیر سے منسوب ہے اور عمیریہ کہلاتا ہے۔ عمیر اس گروہ کا امام ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب تک امام مہدی ظاہر نہ ہوں، عمیر ہمارا امام ہے۔

محمدیہ:- پانچواں گروہ محمدیہ کہلاتا ہے، جس کی مناسبت محمد سے ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ امامت کے مستحق محمدؐ ہیں جو عبداللہ بن حسن بن حسین کے بیٹے تھے۔ انھوں نے بنی ہاشم کے برعکس یہ وصیت کی تھی کہ ابی منصور امام ہوں، جیسے حضرت موسیٰ نے حضرت یوشع کے حق میں جو بنی اسرائیل میں سے تھے، اپنی اور ہارون کی اولاد کے برخلاف وصیت فرمائی تھی۔

حسینیہ:- چھٹا گروہ حسینیہ ہے، جو حسین سے منسوب ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ابی منصور نے وصیت کی ہے کہ میرے بعد حسین بن منصور کو امام بنایا جائے۔

ناوسیہ:- ساتواں گروہ ناوسیہ کہلاتا ہے، جو ناوس بصری سے منسوب ہے۔ ناوس بصری اس گروہ کا سردار تھا۔ یہ حضرت جعفر صادقؒ کو امام برحق مانتے ہیں۔ ان کی وفات کے قائل نہیں، بلکہ کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں۔ مہدی آخر الزماں وہی ہیں۔

اسماعیلیہ:- آٹھواں گروہ اسماعیلیہ کہلاتا ہے۔ یہ لوگ امام جعفر صادقؒ کو زندہ نہیں بلکہ متوفی تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے بعد امام اسماعیل ہیں جو مہدی آخرالزمان ہیں اور ملک کے مالک ہیں۔

قرامضیہ:- نویں فرقے کا نام قرامضیہ ہے۔ جو امامت کو حضرت جعفر تک مانتے ہیں۔ اس سے آگے اعتقاد نہیں رکھتے۔ کہتے ہیں امام جعفر نے کہا تھا۔ کہ محمد بن اسماعیل امام ہوں گے۔ محمد زندہ ہیں اور مہدی بننے کی فکر میں ہیں۔

مبارکیہ:- دسواں فرقہ مبارکیہ ہے، جو اپنے آپ کو مبارک سے منسوب کرتے ہیں، جو ان لوگوں کا سردار تھا۔ یہ کہتے ہیں کہ محمد بن اسماعیل زندہ نہیں" بلکہ وفات پاچکا ہے، مگر اس کے بعد امامت اس کی اولاد میں باقی ہے۔

شمیطیہ:- گیارھواں فرقہ شمیطیہ کہلاتا ہے، جو یحییٰ بن شمیط سے منسوب ہے۔ یہ شخص ان کا سردار تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ حضرت جعفرؑ امام ہیں۔ ان کے بعد امامت ان کی اولاد یعنی پوتوں اور پرپوتوں میں چلی جارہی ہے۔

عماریہ:- بارھواں فرقہ عماریہ ہے، جسے فطحیہ بھی کہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ امام جعفر کے بعد ان کے فرزند عبداللہؑ امام ہیں۔ عبداللہ کے پاؤں بہت لمبے اور موٹے تھے۔ ان لوگوں کی تعداد بہت ہے۔

محظوریہ:- تیرھواں فرقہ محظوریہ ہے، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس فرقہ کے افراد نے یونس بن عبداللہ سے جو قطبیہ فرقہ سے تعلق رکھتے تھے، مناظرہ کیا۔ اس کے علیحدہ فرقہ بن جانے کا باعث یہ ہے کہ یہ موسیٰ بن جعفر کو زندہ مانتے ہیں۔ یونس نے ان کے بارے میں یہ کہا کہ تم گندگی اور نجاست میں الو دہ کتے سے بھی زیادہ نجس اور پلید ہو۔ اس لیے ان کا یہ نام مقرر ہوا۔ انھیں واقفہ بھی کہتے ہیں اس لیے کہ یہ امامت کو موسیٰ بن جعفر تک تسلیم کرتے ہیں۔ اس سے آگے کے سلسلے کو نہیں مانتے۔ ان کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ موسیٰ زندہ ہے اسے کبھی موت نہ آئے گی اور وہی مہدی آخرالزمان ہوگا۔

موسویہ:- چودھویں گروہ کا نام موسویہ ہے جو موسیٰ سے منسوب ہے۔ اس گروہ کو موسیٰ بن جعفر کے زندہ یا مردہ ہونے میں شک ہے۔ کہتے ہیں ہمیں معلوم نہیں وہ زندہ ہیں یا مر گئے۔ بہرحال اگر کوئی امام ہوا تو موسیٰ ہی ہوگا۔

فرقہ امامیہ:- امامیہ گروہ کے لوگ کہتے ہیں کہ امامت کے مستحق محمد بن حسن عسکری ہیں۔ وہی مہدی آخرالزمان ہوں گے۔ ظلم سے بھری زمین کو پھر اپنے عدل سے بھر دیں گے۔

اہل زراریہ زرارہ کے اصحاب میں سے ہیں۔ اور ان کا دعوے ویسا ہی ہے جیسا عمارہ کا دعوے تھا، مگر اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ زرارہ نے عمارہ کے قول کو ترک کر دیا۔ انھوں نے عبداللہ بن جعفر سے بعض مسائل پوچھے تھے، مگر وہ ان کا جواب نہ دے سکے۔ اس لیے وہ موسیٰ بن جعفر کے پاس گیا۔

رافضیوں اور یہودیوں میں مناسبت:- رافضیوں کے گروہوں کو یہودیوں کے مذہب سے مناسبت دی گئی ہے۔ شعبیؒ فرماتے ہیں رافضیوں کی محبت، یہودیوں کی محبت ہے، کیونکہ یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ داؤد کی اولاد کے سوا اور کوئی امامت کے لائق نہیں۔ اور رافضیوں کا کہنا ہے کہ آنحضرت صلعم کی اولاد کے سوا اور کوئی امامت کے لائق نہیں۔ یہودی کہتے ہیں کہ جب تک کانا دجال ظاہر نہ ہو اور حضرت عیسیٰؑ آسمان سے نہ اتر آئیں اس وقت تک کسی شخص کا خدا کی راہ میں جہاد کرنا روا نہیں۔ اور رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ جب تک مہدی آخرالزماں ظاہر نہ ہوں، اس وقت تک جہاد کرنا جائز نہیں۔

(اور جب تک غیب سے یہ گواہی نہ دی جائے کہ مہدی آخر الزماں یہی ہیں۔)

یہود نماز مغرب کو اس قدر دیر سے پڑھتے ہیں کہ ستارے روشن ہو جاتے ہیں۔ رافضی بھی اسی طرح نماز مغرب میں دیر کرتے ہیں۔ یہودی اپنی نماز قبلہ سے ترچھے ہو کر پڑھتے ہیں۔ رافضی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہودی نماز کے دوران ادھر اُدھر حرکت کرتے ہیں۔ رافضی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہود نماز کے دوران اپنے کپڑے لٹکا دیتے ہیں۔ رافضی بھی یہی کرتے ہیں۔ یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ ہر مسلمان کا خون حلال ہے۔ رافضی بھی ہر مسلمان کے خون کو حلال جانتے ہیں۔ عورت کا شوہر مر جائے تو یہودی اس کی عدت کا انتظار نہیں کرتے۔ رافضی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہودیوں کے نزدیک تین طلاقیں دینے میں کچھ ہرج نہیں۔ رافضیوں کے نزدیک بھی ایسا ہی ہے۔ یہودیوں نے تورات میں ردّوبدل کیا۔ رافضیوں نے بھی قرآن مجید کے ساتھ ایسا کیا۔ یہ کہتے ہیں کہ قرآن کی موجودہ ترتیب درست نہیں۔ ترتیب دینے سے قبل اسے الٹ پلٹ کر دیا گیا تھا۔ جس ترتیب سے نازل ہوا، وہ ترتیب باقی نہیں رکھی گئی۔ اور جس طرح اسے پڑھا جاتا ہے اس طرح پڑھنا آنحضرت صلعم سے ثابت نہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں کمی بیشی کر دی گئی ہے۔ کچھ گھٹا دیا اور کچھ بڑھا دیا گیا ہے۔

یہودی حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں کہ فرشتوں میں وہی ہمارا دشمن ہے، اسی طرح رافضیوں کا ایک گروہ بھی کہتا ہے کہ جبرئیلؑ نے آنحضرتؐ پر وحی نازل کی جس میں وہ غلطی کر گئے۔ دراصل وحی حضرت علیؑ کو پہنچانا تھی۔ مگر غلطی سے محمدؐ کو پہنچا دی۔

یہ لوگ جھوٹے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں خدا انھیں ہلاک کرے۔

فرقۂ مرجیہ

مرجیہ[1] کے بارہ فرقے ہیں، جہمیہ۔ صالحیہ۔ ثمریہ۔ یونسیہ۔ یونانیہ۔ بخاریہ۔ غیلانیہ۔ شبیبیہ۔ حنفیہ[2]، معاذیہ۔ مریسیہ اور کرامیہ۔

مرجیہ ۱۔

مرجیہ کا عقیدہ ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لے خواہ وہ ساری عمر گناہ کرتا رہے، دوزخ میں نہیں ڈالا جائے گا۔ یہ کہتے ہیں کہ ایمان ایک قول ہے جس میں عمل اور شریعت داخل نہیں۔ وہ قول صرف کلمۂ توحید کہنا ہے۔ ایمان صرف اسی قدر ہے۔ آدمیوں کے ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔ انسانوں، فرشتوں اور پیغمبروں کا ایمان ایک ہی ہے۔ ان میں کوئی فرق نہیں، نہ ان میں کمی بیشی پائی جاتی ہے۔ ایمان میں کوئی استثناء بھی نہیں۔ کوئی شخص صرف زبان

---

[1] بنی امیہ کے زمانہ میں عقیدہ مرجیہ نے خوب پرورش پائی۔ اس کی رو سے یہ ہے کہ ایک شخص کتنا ہی بداعمال کیوں نہ ہو ایمان کے درجہ اعلیٰ پر فائز ہو سکتا ہے۔ اس عقیدہ کی سرکاری طور پر بہت افزائی کی گئی۔ اور اسے بعض ممتاز اور نامور علماء کے ذریعے دنیائے اسلام میں اچھی طرح نشر کیا گیا۔ اس لیے کہ بعض فاسق و فاجر حکمرانوں کے افعال شنیعہ کے وزن کو کم کیا جائے۔

[2] اس فرقہ کو مرجیہ میں شمار کرنے کے متعلق اکثر علماء نے جو اعتراض کیا ہے۔ اس کی تفصیل اسی باب کے آئندہ حاشیہ میں دیکھیں۔

سے اقرار کرے، عمل نہ بھی کرے تو بھی مومن ہے۔

جہمیہ:- یہ فرقہ جہم بن صفوان سے نسبت رکھتا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ خدا اور رسولؐ کو پہچاننا اور اس چیز کو جو خدا کے یہاں سے اتری ہے، جاننا، ایمان ہے۔ یہ لوگ قرآن مجید کو مخلوق کہتے ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ خدا نے حضرت موسیٰؑ سے باتیں نہیں کیں، بلکہ کسی سے خدا نے کبھی کلام نہیں کیا۔ نہ وہ کسی کو نظر آتا ہے، نہ اس کے ٹھہرنے کی کوئی جگہ ہے" نہ اس کا تخت ہے، نہ کوئی کرسی۔ نہ وہ عرش پر رہتا ہے۔ قیامت کے دن میزانِ عدل کے نصب ہونے کے بھی وہ لوگ قائل نہیں۔ عذاب قبر کے بھی منکر ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ بہشت اور دوزخ ازل سے پیدا نہیں ہوئی، بلکہ پیدا کی جاتی ہے۔ اور فنا بھی ہوتی ہیں۔ خدا اپنے بندوں کے ساتھ کلام کرنے سے پاک ہے۔ قیامت کے دن خدا بندوں کی طرف نظر نہیں کرے گا۔ نہ بہشت کے رہنے والے خدا کو دیکھیں گے۔ ایمان یہ ہے کہ انسان دل سے پہچانے۔ زبان سے اقرار کرنا ایمان نہیں ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالےٰ کی تمام صفتوں سے انکاری ہیں، حالانکہ اللہ تعالےٰ ان کی ایسی تمام باتوں سے بلند اور پاک ہے۔

صالحیہ:- جہمیہ کا ایک فرقہ صالحیہ کہلاتا ہے۔ یہ نام انھیں اس لیے دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو حسین صالحی کے مذہب کے پیرو بتاتے ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ خدا کو پہچاننا ایمان ہے اور اسے نہ پہچاننا کفر ہے۔ اگر کوئی کہے کہ "خدا تیرا ہے" تو وہ کافر ہو جاتا ہے، مگر یہ وہی کہتا ہے" جو کافر ہوتا ہے۔ اور صرف ایمان ہی عبادت ہے۔ اس کے سوا اور کوئی عبادت نہیں۔

یونسیہ:- ایک اور فرقہ یونسیہ ہے جو یونس برّی سے منسوب ہے۔ اس گروہ کے لوگ ایمان اسے کہتے ہیں" کہ خدا کو عاجزی سے پہچانیں اور اسے دوست رکھیں۔ اگر کوئی شخص ان میں سے ایک خصلت بھی چھوڑ دے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

شمریہ:- ایک اور فرقہ شمریہ کہلاتا ہے" جو ابی شمر سے منسوب ہے۔ اس کے گروہ کے لوگ کہتے ہیں کہ ایمان یہ ہے" کہ خدا کو پہچانیں" اور اس کے سامنے عاجزی اور فروتنی اختیار کریں۔ زبان سے اقرار کریں کہ خدا ایک ہے۔ کوئی اس جیسا نہیں۔ یہ سب باتیں مل کر ایمان کہلاتی ہیں۔ ابو شمر کا کہنا ہے جو شخص کبیرہ گناہ کرے وہ مطلق فاسق نہیں ہوتا۔ وہ صرف اسی گناہ کرنے کا گنہگار رہے۔

یونانیہ:- یونانیہ فرقہ یونان سے منسوب ہے۔ اس گروہ کے لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ایمان یہ ہے کہ خدا اور اس کے رسولوں کو پہچانیں۔ زبان سے بھی اس بات کا اقرار کریں اور جو کام عقل کی رُو سے ناجائز ہیں وہ نہ کریں۔

بخاریہ:- بخاریہ فرقہ کے لوگ حسن بن محمد بن عبداللہ بخار سے منسوب ہیں۔ اور یہ لوگ ایمان اسے کہتے ہیں کہ انسان خدا اور رسولوں کے متفق علیہ فرائض کو جانے اور سمجھے۔ خدا کے حضور عاجزی کرے، زبان سے اقرار کرے۔ ان میں کسی ایک کو بغیر دلیل کے ترک کرنے والا کافر ہے۔

غیلانیہ:- غیلانیہ فرقہ غیلان سے منسوب ہے۔ یہ شمریہ فرقے سے موافقت رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایمان یہ ہے کہ سب چیزیں

مخلوق ہیں۔ خدا یگانہ و بے مثل ہے۔ ان باتوں کو دل سے تصدیق کرنا، زبان سے اقرار کرنا ایمان ہے۔ زرقان نے ایک حکایت میں بیان کیا ہے کہ ایمان زبان سے اقرار کرنے کا نام ہے، یہ اقرار ہی اس بات کی تصدیق ہے۔

شبیبیہ:- شبیبیہ فرقہ محمد بن شبیب کا پیرو ہے۔ یہ لوگ زبان سے خدا کے وجود کا اقرار کرنے اور اسے اپنی صفات اور ذات میں یگانہ جاننے کو ایمان کہتے ہیں۔ خدا کو جسم سے مشابہت نہیں دیتے۔ محمد بن شبیب کا یہ عقیدہ تھا کہ شیطان میں ایمان ضرور تھا، مگر اس نے غرور کیا، اپنے آپ کو بزرگ اور برتر خیال کیا چنانچہ کافر ہو گیا۔

حنفیہ:- ایک فرقے کا نام حنفیہ ہے۔ یہ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت سے منسوب ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ایمان یہ ہے کہ خدا اور اس کے رسولِ مقبول کو پہچانیں۔ زبان سے بھی اس کا اقرار کیا جائے اور جتنی چیزیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوئیں، ان سب پر ایمان لایا جائے۔ جیسا کہ برہوتی نے اپنی کتاب شجرہ میں بیان کیا ہے[1]

معاذیہ:- معاذیہ فرقہ معاذ دھی سے منسوب ہے۔ معاذ کا کہنا تھا کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری چھوڑ دیتا ہے۔ وہ فسق کرتا ہے مگر اسے فاسق نہ کہا جائے، فاسق نہ خدا کا دشمن ہے نہ دوست۔

مریسیہ:- مریسیہ فرقہ مریسی سے منسوب ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ تصدیق کا نام ایمان ہے اور تصدیق دل سے ہوتی ہے۔ اور اس کا اقرار زبان سے کیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ سورج کو سجدہ کرنا کفر نہیں مگر کفر کی علامت ضرور ہے۔

کرامیہ:- کرامیہ فرقہ ابی عبداللہ بن کرام سے منسوب ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ دل سے ماننا ضروری نہیں "صرف زبان سے ہی کلمۂ شہادت کہہ دینا ایمان ہے۔ جو لوگ منافق ہیں وہ مسلمان ہی ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ آدمیوں میں پہلے ہی سے" یہ طاقت موجود ہے" کہ وہ افعال کو صادر کریں۔ یہ بات اہلسنت کے قول کے خلاف ہے۔ کیوں کہ اہلِ سنت کا کہنا ہے" کہ استطاعت یعنی طاقت فعل کے نزدیک ہے" اور یہ کہنا جائز ہے" کہ بندوں کو فعل کرنے سے قبل فعل کی طاقت ہے۔ ابوالحسن صالمی، ابن راوندی، محمد بن شبیب، حسین بن محمد بخار نے ان لوگوں کے عقائد کی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان میں سے اکثر خراسان کے اردگرد اور مشرقی شہروں میں رہتے

---

[1] اگر غیر مقلدین کو اس پر اعتراض ہے" کہ اس کتاب میں حنفیہ کو مرجیہ کہا گیا ہے۔ اس کے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ "مرجیہ حنفیہ" صرف فروع میں حضرت امام ابو حنیفہ کے مقلد ہیں۔ اصول میں مقلد نہیں، اس لیے ان کی تقلید معتبر ہو ہی نہیں سکتی۔ ذا لحیں حنفیہ کہا جا سکتا ہے۔ چنانچہ جب "حنفیہ مرجیہ" اصول میں حنفیہ اہل سنت سے موافقت نہیں رکھتے تو وہ حنفی کہلانے کے حقدار ہی نہیں۔ اس لحاظ سے وہ الگ فرقہ بن جاتے ہیں۔ مولانا محمد داؤد فاروقی اپنی کتاب "سیرت غوث اعظم" میں لکھتے ہیں کہ "مولانا عبدالحی نے اپنے رسالہ "الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل" میں اس کا مدلل جواب دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں" کہ اہلِ سنت (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) اور مرجیہ ضالہ کے درمیان تباین کلی کی نسبت ہے اور حنفیہ (جو اصول و فروع میں امام اعظم ابو حنیفہ کے مقلد ہیں) اور اہلِ سنت کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ پس ہر حنفی اہلِ سنت ہوگا۔ اور یہ ضروری نہیں کہ ہر اہلِ سنت حنفی ہو۔

اب رہے وہ حنفیہ جو امام اعظم ابو حنیفہؒ کے صرف فروع میں مقلد ہیں۔ ان کے اور اہلِ سنت کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ پس مادۂ افتراق یہ ہے کہ حنفی ہو مگر اہلِ سنت نہ ہو۔ جیسے "مرجیہ حنفیہ" اور "معتزلہ حنفیہ" اور دوسرے یہ کہ اہلِ سنت ہو مگر حنفی نہ ہو جیسے شافعی، مالکی، حنبلی، اور مادۂ اجتماع یہ ہے کہ فروع اور عقیدہ میں امام صاحبؒ کے موافق ہو۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہیں۔

معتزلہ اور قدریہ

معتزلہ اور قدریہ:- اس فرقے کے لوگ اس نام سے اس لیے پکارے جاتے ہیں کہ انھوں نے حق سے کنارہ کر لیا، اور مسلمانوں کے عقائد ترک کر دیئے اور ان کے اُن خیالات کے باعث جو کبیرہ گناہ کرنے والوں کی بابت یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں" کہ کبیرہ گناہ کرنے والا بدستور مومن رہتا ہے۔ یہ لوگ اس کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ عمل ایمان میں داخل نہیں۔ بعض کبیرہ گناہ کرنے والے کو کافر کہتے ہیں، کیوں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ عمل ایمان کا جزو ہے۔

واصل بن عطاء ایک نیری بات بیان کر کے مسلمانوں اور مومنوں سے الگ ہو گیا ہے" وہ کہتا تھا کہ کبیرہ گناہ کرنے والا نہ کافر ہے، نہ مومن۔ ان اسباب کی بنا پر ان کا نام معتزلہ ہوا۔ بعض نے اس نام کی وجہ یہ بیان کی ہے "کہ یہ لوگ خواجہ حسن بصریؒ کی مجلس سے الگ ہو گئے تھے۔ چنانچہ حسن بصریؒ نے ان کے متعلق کہا کہ یہ لوگ معتزلہ ہیں۔ اس وقت سے ان کا یہی نام پڑ گیا۔

یہ لوگ عمر بن عبید کے پیرو ہیں۔ ایک مرتبہ خواجہ حسن بصری کو اس پر غصہ آگیا۔ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی، تو آپ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ یہ سورج کو سجدہ کر رہا ہے۔

اس فرقہ کو قدریہ اس لیے کہتے ہیں کہ ان کا عقیدہ ہے" کہ اللہ تعالےٰ کی قضا و قدر کا بندوں کے گناہوں سے کچھ تعلق نہیں۔ یعنی ان کے گناہ اللہ کی تقدیر سے نہیں بلکہ ان کے اپنے نفس سے سرزد ہوتے ہیں (بندوں کے فعل ان کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں، قدرت کا اس میں کچھ دخل نہیں، خدائے تعالےٰ کی صفات کے انکار میں معتزلہ، جہمیہ اور قدریہ برابر ہی ہیں۔ ان میں سے بعض کے مذہبی اعتقادات کا ذکر آچکا ہے۔ ابو ہزیل۔ جعفر بن حرب خیاط۔ کعبی۔ ابو ہاشم۔ ابو عبداللہ بصری۔ عبدالجبار بن احمد ہمدانی نے ان کے عقائد کی کتابیں لکھی ہیں، عسکر، اہواز اور جہرم میں ان لوگوں کی سکونت ہے۔

معتزلہ کے مختلف گروہ:- معتزلہ کے چھ گروہ ہیں۔ ہذلیہ، نظامیہ، معمریہ، جبائیہ، کعبیہ، بشمیہ۔ یہ سب گروہ اللہ کی صفات کے

(سابقہ نوٹ کا بقیہ) اس تمہید کے سمجھ لینے کے بعد ہم کہیں گے کہ غنیۃ الطالبین میں جن حنفیہ کو مرجیہ میں شمار کیا گیا ہے اس سے وہ اصحاب ابوحنیفہ مراد ہیں، جن کا یہ اعتقاد ہے کہ الایمان ھوالمعرفۃ والاقرار باللہ ورسولہ اور یہ صرف فرقہ غسانیہ پر منطبق ہوتا ہے

غسان کوئی اپنے ناپاک مذہب کی حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے حکایت کیا کرتا تھا (جیسے بعض لوگوں نے جھوٹی حدیثیں بنا کر ان کو رسولِ خداؐ کی طرف منسوب کر دیا تھا) اور اپنے نفس پر قیاس کر کے امام موصوف کو بھی مرجیہ سمجھتا تھا۔ پس یہ بات ظاہر ہو گئی کہ غنیۃ الطالبین کی عبارت کو آڑ بنا کر حنفیہ یا امام اعظم ابوحنیفہؒ پر طعن و تشنیع کرنا صرف ان لوگوں کا کام ہے، جو متعصب ہوں۔

مولانا کی اس عبارت سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ "مرجیہ حنفیہ" صرف فروع میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں۔ لیکن جب وہ اصول ہی میں مقلد نہیں تو فروع میں ان کی تقلید کیسے معتبر ہو سکتی ہے؟ اور کون انھیں حنفیہ کہہ سکتا ہے۔ ایک شخص اگر فروع اسلام میں موافق ہو مگر اصول مثلاً توحید و رسالت کا منکر ہو اور اس پر وہ مسلمان کہلائے تو کیا اسے مسلمان کہا جا سکتا ہے؟ اسی طرح جب حنفیہ مرجیہ" اصول ہی میں حنفیہ اہل سنت کے ساتھ موافقت نہیں رکھتے (کیا حنفی معنوں میں انھیں حنفی کہنا چاہیئے۔ یا ان کے حنفی کہلانے سے تمام حنفیہ نشانۂ ملامت بنائے جا سکتے ہیں۔

منکر ہیں۔ یعنی اس کے علم، قدرت، حیاتی، سننے اور دیکھنے کی صفات سے انکاری ہیں۔ وہ یہ بھی نہیں مانتے کہ اللہ تعالےٰ عرش پر ہے۔ پچھلی رات میں دنیا کے آسمان پر اترتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان کا اعتقاد ہے کہ کلام اللہ اور اللہ تعالےٰ کا ارادہ دونوں حادث ہیں۔ جو کلام اللہ نے غیر میں پیدا کیا اسی کلام کو خود بھی کیا۔ وہ ممکن چیزوں کو حادث ارادہ سے پیدا کرتا ہے۔ جو چیز اسے معلوم نہیں وہ بندوں سے چاہتا ہے اور جو نہ ہونے والی چیز ہے، وہ طلب کرتا ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کو غیر کی مقدورات پر قدرت نہیں، ایسا ہونا محال ہے۔ بندوں کے افعال کا خالق اللہ نہیں، بلکہ بندے خود اپنے افعال کے خالق ہیں۔ خدا اپنے بندوں کو حلال وجہ سے روزی دیتا ہے حرام وجہ سے نہیں۔ لازم موت سے قبل آدمی کو مار دیا جاتا ہے اور اسے مارنے والا وقت سے پہلے ہی اس کی موت کو اس پر وارد کر دیتا ہے۔ موحد شخص گناہ کبیرہ کرنے پر کافر نہیں ہوتا۔ تاہم وہ ایماندار بھی نہیں رہتا، ایمان سے نکل جاتا ہے اور اسے ہمیشہ کے لیے آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ کبیرہ گناہ کے باعث اس کی سب نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ آنحضرت صلعم کی شفاعت سے بھی محروم رہتا ہے۔ یہ لوگ عذاب قبر اور میزان عدل کے بھی منکر ہیں۔ بادشاہ کی اطاعت نہ کرنے کو جائز جانتے ہیں۔ یہ اس بات کے بھی قائل نہیں، کہ زندہ کی دعا مردے کو فائدہ دیتی ہے۔ یا صدقہ اور دعا کے ثواب سے اسے فائدہ پہنچتا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ خدا تعالےٰ جبرئیلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ اور عرش کے اٹھانے والوں سے باتیں کرتا ہے۔ نہ ان کی طرف دیکھتا ہے۔ جیسا کہ شیطان نصاریٰ اور یہودیوں سے نہ کلام کرتا ہے، نہ ان کی طرف دیکھتا ہے۔ غرض ان کے ہر گروہ کے الگ الگ عقیدے ہیں۔

ہذلیہ:- ان کے ایک فرقہ کا نام ہذلیہ ہے، جو ابو ہذیل کا پیرو ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ علم اور قدرت رکھتا ہے دیکھتا اور سنتا ہے۔ اس کے کلام کا ایک حصہ مخلوق اور ایک حصہ غیر مخلوق ہے۔ لفظ کُنْ غیر مخلوق ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ خدا اپنے بندوں سے مخالفت نہیں رکھتا۔ اس کی قدرت کا ایک انتہا ہے۔ جہاں پہنچکر قدرت باقی نہ رہے گی۔ اہل جنت کوئی حس و حرکت نہیں کرتے، نہ انھیں اس پر قدرت حاصل ہے، نہ خدا انھیں حرکت دینے پر قدرت رکھتا ہے۔ اہل بہشت مردہ اور معدوم ہیں۔ فعل نہیں کر سکتے۔ خدا ہمیشہ سننے والا نہ رہے گا۔

نظامیہ:- ایک فرقے کا نام نظامیہ ہے، جو میاں نظام کا پیرو ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ سب جمادی چیزیں پیدائش کی خبر دیتی ہیں حرکت کے قائل نہیں، مگر حرکت اعتمادیہ کو مانتے ہیں۔ (جیسے آنکھ کی پتلی حرکت کرتی ہے)۔ یہ کہتے ہیں کہ انسان کے سوا اور کوئی روح نہیں۔ آنحضرتؐ کو کسی نے نہیں دیکھا اگر دیکھا ہے تو صرف برتن کو دیکھا ہے۔ برتن سے آنحضرتؐ کا جسم مراد لیتے ہیں۔ یہ گروہ اجماع امت کو ٹکڑے کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ اگر آدمی جان بوجھ کر نماز کو چھوڑ دے تو پھر اُسے دُہرانا نہیں چاہیئے۔ یہ فرقہ اجماعِ امت کا قائل نہیں۔ کہتا ہے کہ اجماع باطل پر بھی ہو سکتا ہے۔ ایمان کفر جیسا ہے اور طاعت مثل معصیت کے پیغمبر کا فعل شیطان کے فعل جیسا ہے اور حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کی خصلت حجاج جیسی ہے۔ سب جاندار ایک جنس ہیں۔ قرآن کا معجزہ کوئی معجزہ نہیں کہ اس کی نظم نہ کہی جا سکے۔ اگر کوئی شخص دوزخ کے کنارے کھڑا ہے تو خدا کو یہ قدرت نہیں کہ اسے آگ میں جلائے یا دوزخ میں ڈال دے۔

یہ پہلا فرقہ ہے جس نے اہل قبلہ کو کافر کہا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ جسم کے بے انتہا ٹکڑے یا حصے کرنا ممکن ہے۔ بہشت میں

سانپ ہیں" بچھو نہیں۔ مکھی بھورے، کتے اور سؤر بھی اس میں سکونت رکھتے ہیں۔

معمریہ:- معمریہ فرقہ معمر نام ایک شخص کا پیرو ہے۔ ان کا عقیدہ ہے "کہ افعال طبائع سے تعلق رکھتے ہیں" اور ان سے صادر ہو کر آگے پہنچتے ہیں۔ رنگ، لذت، بو، موت اور زندگی خدا کی پیدا کی ہوئی ہیں اور ان کے فعلوں کا تعلق جسم سے ہے۔ اور طبیعت سے پیدا ہوتی ہیں۔ تحقیق دوران جسم کا کام ہے خدا کا کام نہیں۔ خدا قدیم نہیں۔ اللہ اس فرقے کو ختم کرے اور امت سے دور رکھے۔

جبائیہ:- یہ فرقہ جبائی کا پیرو ہے۔ اجماعِ امت کا قائل نہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے۔ دنیا کی عورتوں کو خدا نے خود حاملہ کر دیا" تاکہ بچے پیدا ہوں۔ خدا اپنے بندوں کا مطیع اور فرمانبردار ہے۔ بندے جو کچھ کہتے ہیں" وہی کرتا ہے۔ اگر کسی کا قرض ادا کرنا ہو، اور قرض خواہ آکر طلب کرے" اور وہ یہ جواب دے کہ تمہارا قرض انشاء اللہ کل ادا کروں گا، پھر وعدہ کے مطابق ادا نہ کرے" تو ایسی صورت میں اُسے انشاء اللہ کہنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا" اور گنہگار بن جائے گا۔ ان کا عقیدہ ہے کہ کوئی شخص کسی کے پانچ درم چُرا لے تو وہ فاسق ہو جائے گا۔

بھشمیہ:- بھشمیہ فرقہ ابی ہاشم سے منسوب ہے، جو جبائی کا بیٹا تھا۔ ان کا عقیدہ ہے کہ فعل کرنے والے کو اپنے فعل پر قدرت حاصل ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص فعل کرنا چاہے یا کرے اور وہ ترک کرنے کے قابل ہو، مگر ترک نہ کرے، تو اسے اس فعل کے کرنے کا عذاب دیا جائے گا۔ اگر کوئی شخص سارے گناہ چھوڑ دے" مگر ایک گناہ سے توبہ نہ کرے تو باقی گناہوں پر بھی اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔

دیگر فرقے

کعبیہ:- کعبیہ فرقہ ابی قاسم کعبی سے منسوب ہے جو بغداد کے معتزلہ کا امام تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ خدا نہ دیکھتا ہے نہ سنتا ہے۔ حقیقی ارادہ کا بھی منکر ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ بندوں کے افعال کے لیے، اللہ کا ارادہ اس کا امر ہے" اور اپنے فعل کے لیے خدا کا ارادہ اسے معلوم ہی ہے۔ دنیا میں خالی جگہ کوئی نہیں۔ متحرک اجسام اس کی پہلی سطح پر ہیں۔ اس کے سوا باقی تمام اپنے اپنے مقام پر متحرک ہیں" یہ لوگ اس قول کے لیے یہ دلیل پیش کرتے ہیں" کہ آدمی کے بدن پر تیل مل دیں اور وہ حرکت کرے تو وہ روغن بھی حرکت کرتا ہے جو بدن پر نظر آتا ہے۔

یہ فرقہ قرآن کو حادث کہتا ہے" اور اس کے مخلوق ہونے کا منکر ہے۔

مشبہ:- مشبہ فرقہ کے تین گروہ ہیں:- ہشامیہ، مقاتلیہ اور واسمیہ۔

ان تینوں کا عقیدہ ہے کہ خدا چونکہ موجود ہے" اور ہر موجود چیز کا جسم ہوتا ہے۔ اس لیے خدا بھی جسم رکھتا ہے۔ بغیر جسم کوئی چیز "موجود" نہیں ہو سکتی۔ یہ لوگ روافضیہ اور کرامیہ فرقوں کے مشابہ ہیں۔ ہشام بن حکم نے ان کے عقائد کی کتابیں لکھی ہیں۔ اس نے خدا کے جسم کے ثبوت پر بھی ایک کتاب لکھی ہے۔ ہشامیہ فرقہ ہشام بن حکم ہی سے مناسبت رکھتا ہے۔ یہ فرقہ اس بات کا قائل ہے کہ خدا کا لمبا چوڑا، موٹا اور نورانی جسم ہے۔ ایک مقرر اندازے کے مطابق چمکنے والا نور ہے۔ جو چاندی کے ٹکڑے جیسا صاف، متحرک اور ساکن بھی

ہے۔ خدا اٹھتا بیٹھتا بھی ہے۔ ہشام کہتا ہے کہ خدا کے جسم کا صحیح اندازہ سات بالشت ہونا بہتر ہے۔ کسی نے ہشام سے پوچھا تیرا خدا بڑا ہے یا اُحد پہاڑ۔ وہ کہنے لگا میرا رب بڑا ہے۔ ایک فرقے کا تعلق مقاتل بن سلیمان سے ہے۔ وہ بھی اللہ کا جسم تسلیم کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کی شکل انسان جیسی ہے۔ اس کے اعضا بھی انسان کے اعضا جیسے ہیں، مگر اللہ کے اعضا کسی شے سے مناسبت نہیں رکھتے۔

جہمیہ:- جہمیہ فرقہ جہم بن صفوان سے منسوب ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ انسان مجاز کے طور پر حقیقت کا مظہر ہے۔ اور جو چیزیں انسان سے ظاہر ہوتی ہیں وہ اس کی طرف منسوب نہیں کی جا سکتیں، اس لیے کہ ان کا فاعل اور موجد انسان نہیں، جیسے کہتے ہیں کہ درخت بڑھا اور اس میں میوہ آیا۔ درخت کے بڑھانے اور میوہ دار بنانے کا فاعل درخت نہیں۔

جہم اس کا بھی منکر ہے کہ خدا کوئی شے ہے۔ اس کا عقیدہ تھا کہ خدا کا علم قدیم نہیں بلکہ حادث ہے۔ اور چیزوں کے پیدا ہونے سے پہلے اسے ان کا علم نہیں تھا۔ بہشت اور دوزخ دونوں فانی ہیں۔ یہ شخص اللہ کی صفات کا بھی منکر تھا۔ اس فرقہ کے لوگ شہر ترمذ یا مرو میں رہتے تھے۔ جہم نے جو کتابیں لکھیں ان میں ایک کتاب خدا کی صفات کی نفی کے بارے میں بھی ہے۔ مسلم بن احور ماورانی نے اسے قتل کیا۔

ضراریہ:- یہ فرقہ ضرار بن عمر سے منسوب ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اجسام اعراض میں جمع ہوئے اور پھر جسم بن گیا۔ عرض جسم میں منتقل ہو سکتا ہے اور فعل کرنے سے قبل آدمی کو فعل کرنے کی طاقت حاصل ہے۔ ابن مسعود اور ابی بن کعب کی قرأت سے انکار کرتے ہیں۔

نجاریہ:- اس فرقے کی نسبت حسین ابن محمد نجار سے ہے۔ اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ بندوں کے فعل کا فاعل بندہ اور خدا دونوں ہیں۔ یہ لوگ خدا کی صفتوں سے انکاری ہیں۔ ان کے متعلق معتزلہ کا کہنا ہے کہ یہ خدا کی صفتوں سے انکاری ہیں۔ مگر خدا کے ارادہ کے منکر نہیں۔ وہ اسے ثابت کرتے ہیں اور اس کے قدیم ہونے کے قائل ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ قرآن مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ جب ارادہ کرتا ہے تو کسی کی تحریک سے ایسا نہیں کرتا، بلکہ خود ہی ارادہ کرتا ہے۔ خدا بولتا ہے، ہمیشہ بخشتا ہے۔ یہ فرقہ ابن عون اور ابی یوسف کے مذہب پر ہے۔ اس مذہب کے لوگ زیادہ تر قاشان میں رہتے ہیں۔

کلابیہ:- کلابیہ گروہ عبداللہ بن کلاب سے منسوب ہے۔ یہ کہتے ہیں خدا کی صفتیں نہ قدیم ہیں نہ حادث۔ نہ ہی خود خدا ہیں نہ خدا سے جدا ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ خدا تعالیٰ عرش کے برابر ہے، اس جگہ سے اِدھر اُدھر نہیں ہوتا۔ ہمیشہ ایک ہی حالت پر قائم ہے۔ اس کے قرار کی کوئی جگہ نہیں اور قرآن میں حروف نہیں ہیں۔

سالمیہ:- سالمیہ فرقہ ابن سالم سے منسوب ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ایک فرد کی شکل میں ظاہر ہوگا۔ اس روز تمام جن، آدمی، فرشتے، حیوانات غرض ساری مخلوقات اسے دیکھے گی۔ ہر شخص اس روز اپنے خیال سے جو چاہے گا، معنی نکالے گا۔ یہ گروہ خدا پر جھوٹ باندھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ — کوئی شے خدا کی مانند نہیں وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

ان کا کہنا ہے کہ خدا کا ایک ایسا بھید ہے کہ اگر اسے ظاہر کر دے تو عالم کی تدبیر باطل ہو جائے۔ اسی طرح ہر پیغمبر کا ایک بھید ہے، جسے اگر ظاہر کر دے تو ان کی پیغمبری باطل ہو جائے۔ علماء کا بھی ایک بھید ہے اگر وہ ظاہر ہو جائے تو علم باطل ہو جائے۔

ان لوگوں کا یہ کہنا لغو ہے، کیونکہ اللہ تعالےٰ حکیم ہے۔ اس کی تدبیر مضبوط اور مبنی بر حکمت ہے۔ اس میں بطلان اور فساد کو کوئی دخل نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ خدا کی تدبیر باطل ہے، کفر ہے۔ قیامت کے دن خدا کو کافر بھی دیکھیں گے اور وہ ان کا حساب بھی لے گا۔ شیطان نے آدم کو دوسری بار سجدہ کیا ہے۔ ان لوگوں کا یہ قول قرآن سے جھوٹا ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ خدا نے فرمایا ہے:۔

إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ۔ مگر شیطان نے سجدہ نہ کیا، اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافر ٹھہرا

إِلَّا إِبْلِيسَ لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ۔ شیطان سجدہ کرنے والوں میں سے نہ تھا۔

ان کا کہنا ہے کہ شیطان بہشت میں گیا ہی نہیں۔ حالانکہ قرآن سے ان کا یہ عقیدہ باطل ثابت ہوتا ہے۔ قرآن میں آیا ہے"

أُخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ۔ اے شیطان، بہشت سے نکل جا تو مردود ہوا۔

یہ لوگ آنحضرتؐ کے پاس جبرئیلؑ کے آنے کو بھی نہیں مانتے، کیوں کہ وہ تو اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے۔ ان کا یہ مقولہ بھی ہے کہ جب خدا نے کوہ طور پر حضرت موسیٰ سے گفتگو کی تو اس سے موسےٰ نے اپنے آپ کو اچھا تصور کیا۔ چنانچہ وحی آئی کہ اے موسیٰ تو اپنے آپ کو اچھا خیال کرتا ہے، اپنی آنکھ کھول اور دور تک دیکھ! جب انھوں نے آنکھ کھول کر دیکھا تو ایک مو کو طور موجود تھے ہر ایک پر حضرت موسےٰ کھڑے تھے۔ چنانچہ ان لوگوں کا یہ قول غلط ہے جس کی تصدیق قرآن اور حدیث سے نہیں ہوتی۔ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ جو مجھ پر جھوٹی تہمت لگائے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں کرلے۔

ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ خدا یہ نہیں چاہتا کہ بندے گناہ کریں" بلکہ وہ ان سے اپنی عبادت کرانا چاہتا ہے۔ ان کا یہ قول باطل ہے۔ اس لیے کہ خدا فرماتا ہے"

وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا۔ جسے اللہ تعالےٰ فتنہ میں ڈالنا چاہے، اس کے لیے تو کسی چیز کا مالک نہیں۔

یہاں فتنہ سے مراد کفر ہے۔ پھر فرمایا:۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ اگر خدا چاہتا تو وہ کفر نہ کرتے۔

پھر فرمایا "اگر خدا چاہتا تو وہ نہ لڑتے"

ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ نبوت کے نزول اور جبرئیل کی آمد سے قبل آنحضرتؐ نے قرآن مجید حفظ کر رکھا تھا، مگر قرآن ان لوگوں کو جھوٹا ثابت کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ تو یہ نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا چیز ہے۔ نہ ہی تو ایمان کو جانتا تھا۔

پھر فرمایا:۔

مَا كُنْتَ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ۔ تو اس سے پہلے پڑھنا نہیں جانتا تھا، نہ ہی اپنے دائیں ہاتھ سے لکھ سکتا تھا۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدائے تعالےٰ آدمیوں کی زبان سے خود قرآن مجید پڑھتا ہے۔ لوگ قرآن کو اسی کی زبان سے سنتے ہیں۔

یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خدا خود بندے میں اتر آتا ہے" اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ خدا آواز سے پڑھتا اور تلفظ ادا کرتا ہے۔ ایسا اعتقاد رکھنا کفر ہے۔ ہم اس سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔

ان کا عقیدہ ہے کہ خدا ہر جگہ ہر مقام پر موجود ہے۔ عرش اور فرش دونوں برابر ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں۔ قرآن اسے بھی جھٹلاتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۔ خدا نے عرش پر قرار پکڑا ۔

یہ نہیں کہا کہ اس نے زمین پر قرار پکڑا۔ نہ اس نے یہ کہا ہے کہ اس نے حاملہ عورتوں کے پیٹ میں یا پہاڑوں یا کسی اور جگہ پر قرار پکڑا۔

ان فرقوں اور ان مذاہب کے اعتقادات کے بارے میں ہم نے نہایت اختصار سے کام لیا ہے۔ ان گمراہ فرقوں کے مذہب کے ابطال کے بارے میں ہم نے کچھ نہیں لکھا، اس لیے کہ اس سے مضمون بہت طویل ہو جاتا۔ صرف ان کے وہی دلائل بیان کئے ہیں جن کے باعث وہ دین سے علیحدہ ہو گئے۔ خدا تعالیٰ ہم سب لوگوں کو اور تم کو بھی ان باطل مذاہب کی برائی سے بچائے اور ان لوگوں کے شر سے بھی محفوظ رکھے۔ اسلام پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر زندہ رکھے۔ اور اسی پر موت دے۔ اپنی رحمت کاملہ سے نجات پانے والے گروہ میں شامل رکھے۔ آمین ثم آمین!

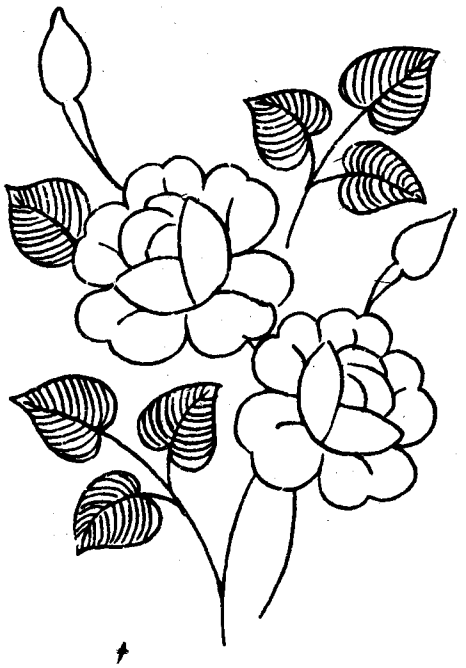

باب ۱۲

شیطان ۔ انسان کے مؤکل ۔ دل کے خطرات

نفس اور روح ۔ خدا سے پناہ مانگنا ۔ شیطان کیساتھ جہاد کرنا

شیطان

قرآن کی نصیحتیں :- قرآن کی نصیحتیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پند و نصائح مختلف عنوانات میں تقسیم کرکے بیان کیے جاتے ہیں۔

شیطان کی شیطنت :- اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :- فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ جب تم قرآن پڑھو تو اللہ کریم کے دشمن شیطان سے پناہ مانگو۔

یہ آیت سورہ نحل میں آئی ہے۔ جو مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کی آخری تین آیتیں مدینہ میں اتریں۔ اس سورت میں ایک سو اٹھائیس آیتیں ہیں۔ ایک ہزار آٹھ سو اکتالیس کلمے ہیں، سات ہزار سات سو نو حروف ہیں۔ اس کے نزول کا سبب مفسروں نے یہ بیان کیا ہے کہ آنحضرتؐ مکہ میں تھے کہ نماز فجر میں سورۂ والنجم اور واللیل پڑھی۔ جب اس مقام پر پہنچے "سجب تم لات اور عزیٰ منات کو دیکھو" تو آپ کو اونگھ آگئی۔ اس حال میں یہ عبارت شیطان نے آپ کی قرأت میں ڈال دی کہ یہ بہت بڑے غرانیق ہیں۔ ان سے شفاعت کی امید رکھی گئی ہے۔ غرانیق سے مراد بت تھی۔ جب مشرکین نے آپؐ کی زبان سے یہ سنا تو خوش ہوئے۔ کیوں کہ وہ بتوں کی شفاعت پر اعتقاد رکھتے تھے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے :-

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۔ ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اسلیئے کہ ہمیں اللہ کے قریب کردیں۔

کافر یہ بھی کہتے تھے کہ یہ بت ایسے اجسام ہیں جو گندگی سے پاک ہیں۔ اور اسی پاکی کے باعث یہ پرستش اور عبادت کے لائق ہیں۔ بادشاہوں اور فرشتوں میں ایسی لیاقت نہیں۔ کیونکہ وہ ارواح ہیں، اور گناہوں سے پاک ہیں۔ چنانچہ انھوں نے بتوں کو غرانیق سے تشبیہ دی۔ غرانیق زرپرندے ہیں۔ ان کا واحد غرنوق اور غرنیق ہے۔ یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ وہ اوپر اڑتے اور آسمانوں تک بلند جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ غرنیق سفید دریائی پرندہ ہے۔ کلنگ کو بھی کہتے ہیں۔ نازک اندام جوان کو بھی کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت علیؓ کے کلام میں آیا ہے کہ "ایسا معلوم ہوتا ہے میں غرنوق قریش کی جانب دیکھتا ہوں اور وہ خون میں لوٹ رہا ہے"۔ یہاں غرنوق سے جوان مراد ہے۔ مقاتل کا کہنا ہے کہ غرنوق سے فرشتے مراد ہیں۔ کفار کی ایک جماعت فرشتوں کو پوجا کرتی تھی۔ ان کا عقیدہ تھا کہ فرشتے ہمارے لیے شفاعت کریں گے۔

غرض جب آنحضرت صلعم سورۂ والنجم تلاوت فرما چکے تو آپؐ نے سجدہ کیا۔ مسلمان اور کافر جو جماعت میں موجود تھے ولید بن مغیرہ کے سوا

ان سب نے سجدہ کیا۔ یہ ایک بوڑھا شخص تھا اس نے تھوڑی مٹی ہاتھ میں رکھ لی اور اسے پیشانی کی طرف لے جا کر اس پر سجدہ کر لیا اور کہا کہ میں ام ایمن اور اس کی ہم جلیسوں کی طرح سجدہ کرتا ہوں۔ ام ایمنؓ آنحضرت صلعم کی خدمت گار تھیں۔ حنین کی لڑائی میں ولید بن مغیرہ مارا گیا۔

یہ دونوں کلمے ہر مشرک کے دل میں بیٹھ گیے۔ یہ شیطانی فتنہ تھا۔ جو اس نے آنحضرتؐ کی قرأت میں طاغوتوں اور بتوں کے ذکر کے بعد ڈال دیا۔ اور جنھیں سن کر دونوں فریقوں نے آنحضرتؐ کی پیروی میں سجدہ کر دیا۔ کافروں اور مسلمانوں دونوں کو اس سے تعجب ہوا۔ مسلمان اس لیے متعجب ہوئے کہ ایمان لانے اور یقین کرنے کے بغیر کافروں نے کیسے سجدہ کر دیا۔ اور مشرک لوگ آنحضرتؐ اور ان کے صحابہ سے اس لیے خوش ہوئے کہ انھوں نے وہ کلمے آپؐ کی زبانِ مبارک سے سنے جو شیطان نے ان کی قرأت میں ملا دیئے تھے۔ اور کہا کہ آنحضرتؐ نے اپنے پہلے دین اور اپنی قوم کی طرف رجوع کر لیا ہے۔ انھوں نے سجدہ اسی لیے کیا کہ اس قرأت میں ان کے خداؤں کی تعظیم پائی جاتی تھی۔

جب شیطان نے ان کلموں کو مشہور کر دیا۔ اور عام و خاص تک پہنچا دیا تو آنحضرتؐ کو بہت رنج ہوا۔ چنانچہ رات کے وقت حضرت جبرائیلؑ آئے اور فرمایا۔ ان دونوں کلمات سے میں خدا کے ہاں پناہ مانگتا ہوں۔ میرے رب نے انھیں نازل نہیں کیا۔ نہ ہی انھیں کہنے کا مجھے حکم دیا ہے۔ آنحضرتؐ حضرت جبرائیل سے یہ سن کر اور ملول ہوئے اور فرمایا میں نے اس بارے میں شیطان کی اطاعت کر لی۔ اور اس کے کہنے کے مطابق ایسا کیا اور اللہ کے کاموں میں شریک کر لیا۔ سو جو کچھ شیطان نے ملایا تھا خدا نے اسے دور کر دیا۔ پھر آپؐ پر یہ آیت نازل ہو گئی:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنّٰى أَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْ أُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔

میں نے اس سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا کہ جب اس نے میرا کلام پڑھنا شروع کیا تو شیطان نے اس میں دخل نہ دیا ہو۔ پس جو کچھ شیطان ڈالتا ہے خدا اسے دور کر دیتا ہے اور وہ اپنی آیات کو مستحکم کرتا ہے، خدا دانا اور حکیم ہے۔

جب اللہ تعالےٰ نے آنحضرتؐ کو شیطان کے مکر و فریب سے پاک صاف کر دیا۔ تو مشرک اپنی گمراہی کے باعث آنحضرت صلعم سے منحرف ہو گئے۔ خدا نے آنحضرتؐ کو حکم دیا۔ کہ شیطان کے مکر سے پناہ مانگو اور یہ آیت نازل فرمائی۔

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

جب تو قرآن کی تلاوت کرے، تو مردود شیطان کے لیے اللہ سے پناہ مانگ۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ قرآن شروع کرتے وقت اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ کہہ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا شیطان پر "اعوذ" سے زیادہ سخت اور دشوار شے کوئی نہیں۔ جو لوگ اللہ پر ایمان لائے ہیں ان پر شیطان غلبہ حاصل نہیں کر سکتا، مگر مشرکوں کو گمراہ کر دیتا ہے۔ جو لوگ خدا پر بھروسہ اور توکل کرتے ہیں، شیطان ان کے نزدیک بھی نہیں آ سکتا، مگر جو اپنے کاموں کے لحاظ سے شیطان کے پیرو ہوتے ہیں۔ انھیں ضرور گمراہ کرتا ہے، اور مشرکوں کو ان کے ساتھ شرکت کرنے میں مدد دیتا ہے۔

اعوذ کے معنی اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگنا، خلاصی پانا اور اللہ کی طرف رجوع کرنا اعوذ کہلاتا ہے۔ اور معاذ کے معنی ہیں، جائے پناہ لی۔ اس نے ساتھ اس کے۔ وہ اس کے ساتھ پناہ لیتا ہے۔ پناہ لینا۔ میں پناہ مانگتا ہوں جیسا کہ پناہ لینے

کی جگہ ہے جس سے میں ڈرتا ہوں۔ یعنی یہ مجھے خلاصی دینے والا اور مجھ سے دور کرنے والا ہے۔ گویا بندہ خدا سے پناہ لیتا ہے تاکہ وہ اسے شیطان کے شر سے بچائے۔ جب قرآن سے پناہ مانگتا ہے" تو اس سے اسے شفا حاصل ہوتی ہے۔

کہا جاتا ہے۔ کہ استفاذہ کے معنی ہیں حرز اور خدا کو قلعہ پکڑنا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کی والدہ کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا اس نے کہا کہ

رَبِّ اِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ — اے پروردگار! میں اسے اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

یعنی حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کو شیطان مردود سے پناہ میں رکھ۔ یعنی میں اللہ تعالیٰ کو ان دونوں کا حرز اور قلعہ بناتی ہوں شیطان مردود سے۔

شیطان کے معنی:۔ شیطان شطن سے نکلا ہے۔ شطن وہ رسّی ہے جو لمبی اور کانپنے والی ہوتی ہے۔ دوری کو بھی کہتے ہیں" مراد یہ کہ شیطان نیکی سے دور ہو گیا۔ اور بدی میں دراز ہو گیا۔ بدی کرنے کیلئے بے قرار رہتا ہے۔ سو جسے شیطان کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہوتی ہے۔ کہ اس کے کام شیطان جیسے ہیں۔ ہر بری شے کو شیطان سے تشبیہ دی جاتی ہے جیسے اس کا منہ شیطان کے منہ جیسا ہے۔ اس کا سر شیطان کے سر کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

طَلْعُھَا کَاَنَّہٗ رُءُوْسُ الشَّیٰطِیْنِ۔ — اس درخت کی شاخیں شیطان کے سروں کی طرح ہیں۔

درخت کو شیطان کے سر سے تشبیہ اس لیے دی ہے کہ سب سانپ شیطان ہیں۔ ان کے سر بدنما اور ناہموار ہیں۔ ان کی گردن کے بال گھوڑے کے بالوں جیسے ہوتے ہیں۔ شیطان لعنت کے ساتھ راندہ درگاہ گیا۔ یہ سزا اس لیے دی گئی کہ اس نے حضرت آدمؑ کو سجدہ نہ کیا اور اللہ کے حکم کی نافرمانی کی۔ جب شیطان نے نافرمانی کا جرم کیا تو فرشتوں نے اسے نیزے مارے اور آسمانوں سے زمین پر پھینک دیا۔ چنانچہ قیامت تک اس پر اور اس کی اولاد پر ستاروں کی بوچھاڑ ہوتی رہے گی۔ خدا فرماتا ہے" ان پر ستاروں کو ہم نے شیطانوں کو دور کرنے والے بنایا ہے)۔

شیطان کی حقیقت:۔ اللہ، تمام نیکیوں اور بہشت سے شیطان دور ہے" اور دوزخ کے قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر اور اس کی امت کو حکم دیا کہ" تم مردود شیطان سے جو رحمٰن سے دور ہے پناہ مانگو۔ تاکہ دوزخ کی آگ سے بچ سکو اور بہشت کے ہو جاؤ اور عادل بادشاہ کے چہرے کا دیدار حاصل کر سکو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے میرے بندے! شیطان مجھ سے دور ہے اور تو میرے نزدیک ہے۔ ادب سے اپنے حال کو حفاظت میں رکھ تاکہ کسی بہانے شیطان تجھ پر قابو نہ پا سکے۔

ادب حاصل کرنے کا مطلب اور اس کے اسباب یہ ہیں کہ انسان خدا کے احکام بجا لائے۔ ممنوع کاموں سے باز رہے جان و مال، اہل اولاد اور تمام امور میں تقدیر الٰہی پر راضی رہے۔ جو شخص ان پر کاربند ہو گا اور ثابت قدمی سے ان پر عمل کرے گا۔ وہ شیطان کے وسوسوں اور فتنوں سے محفوظ رہے گا۔ نفس امارہ کے فساد اور دھوکہ سے بچے گا۔ قبر کے عذاب، قبر کی تنگی، قیامت کے خوف، سختی، دوزخ کے عذاب سے محفوظ رہے گا۔ بہشت میں خدا کے قریب رسولوں، شہیدوں اور صالح لوگوں کے ساتھ رہے گا جو بہترین رفاقت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ — اے شیطان! میرے خاص بندوں پر تو قابو نہیں پا سکتا۔

چنانچہ جس بندہ کو اللہ تعالےٰ کی جناب سے بندگی کا تحفہ مل جائے۔ اس پر شیطان غالب نہیں آسکتا۔ ظاہر یا باطن کسی بھی حالت میں اس کے قریب نہ جائے گا۔ گناہ کے وسوسوں سے اس کا دل آلودہ نہ ہوگا۔ اگر شیطان ایسے بندہ کے قریب چلا بھی جائے تو خود ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ یہ آواز سنتا ہے کہ جو شخص نفس کی باطل خواہش کو ترک کر دے حق کی پیروی کرے، اور اس کے ساتھ راہ پائے اسے یہ رتبہ ملتا ہے کہ جب وہ مرجاتا ہے تو اللہ کی بارگاہ میں اس کی رُوح لے جانے کے لیے فرشتوں میں تکرار ہونے لگتی ہے۔ فرشتوں میں اس شخص کا بزرگ نام پکارا جاتا ہے۔ خدا ایسے بندے پر فخر کرتا ہے" اس طرح ہم برائی اور بے حیائی کو اس سے دور کر دیتے ہیں، کیوں کہ وہ ہمارے خاص بندوں میں سے ہے"۔

جو شخص ظاہر اور باطن میں خدا سے ڈرتا ہے وہ شیطان سے ضرور بچا رہتا ہے۔ یہ بڑی بات ہے کہ بندہ شیطان سے ڈرتا رہے۔ خدا نے فرمایا۔ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا۔ بیشک شیطان تمھارا دشمن ہے تم بھی اس سے دشمنی رکھو۔

وہ اپنے گروہ کو اپنی طرف بلاتا ہے تاکہ اس کے ساتھ وہ بھی دوزخ میں جائیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ۔ — شیطان نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا، کیا تم نہیں سمجھتے۔

شیطان کی پیروی بدبختی اور رنج کی جڑ ہے۔ شیطان کی مخالفت کرنا نیک بختی، نعمت اور راحت کا باعث ہے۔ ایسا شخص قربت میں آرام میں رہتا ہے۔

اعوذ پڑھنے کے فائدے! اعوذ پڑھنے میں پانچ فائدے ہیں۔ (۱) آدمی دین پر ثابت قدم رہتا ہے (۲) شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے اور وہ اسے تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔ (۳) آدمی مضبوط قلعہ میں شیطان سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ (۴) ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں ہمیشہ امن ہوتا ہے۔ پیغمبروں صدیقوں، شہیدوں اور نیکوکاروں کی صحبت میسر آتی ہے۔ (۵) زمین اور آسمان کے پروردگار کی مدد حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ پہلی کتابوں میں آیا ہے کہ جب شیطان نے اللہ سے کہا کہ میں تیرے بندوں کو آگے اور پیچھے اور دائیں بائیں سے آکر بہکاؤں گا تو اللہ تعالےٰ نے جواب دیا کہ مجھے اپنی عزت اور بزرگی کی قسم میں اپنے بندوں کو اعوذ پڑھنے کا حکم دوں گا جب وہ ایسا کریں گے تو ان کی اس طرح حفاظت کروں گا کہ ان کے دائیں جانب اپنی ہدایت کروں گا۔ بائیں طرف اپنی مہربانی۔ ان کے پیچھے اپنی نگہبانی اور آگے اپنی نصرت اور مدد کروں گا۔ اے ملعون! ایسی صورت میں تو اسے کوئی ضرر نہ پہنچا سکے گا۔

بعض احادیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اگر کوئی بندہ ایک مرتبہ اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگ لے تو خدا تعالےٰ اسے تمام دن اپنی پناہ میں رکھتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا تم استعاذہ کے ساتھ گناہوں کے دروازے بند کرو۔ بسم اللہ کے ساتھ بندگی کے دروازے کھولو۔

کہتے ہیں کہ ہر مومن کو گمراہ کرنے کے لیے شیطان روزانہ تین سو ساٹھ لشکر بھیجتا ہے مگر جب وہ بندہ اللہ سے پناہ چاہتا ہے

تو اللہ تعالےٰ تین سو ساٹھ مرتبہ اس بندے کے دل کی طرف دیکھتا ہے۔ اور ہر نظر میں شیطان کے ایک لشکر کو ہلاک کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا سارا لشکر فنا ہو جاتا ہے۔

شیطان کا ڈرنا: استعاذہ سے شیطان ڈرتا ہے اور خوف کھاتا ہے۔ استعاذہ شعاعِ نور ہے" جو عارفوں کے دلوں کی معرفت ہے۔ اگر تو عارف نہیں" تو استعاذہ کو پرہیزگاروں کی طرح اس وقت تک اپنے اوپر لازم کرے جب تک" تجھے عارفوں کا مرتبہ حاصل نہ ہو جائے۔ اس وقت تیرے دل کے نور کی شعاع شیطان کی طاقت کو فنا کر دے گی۔ اور اس کے لشکر کو بھگا دے گی۔ پھر تیری ذاتِ خاص کو اپنے بھائیوں اور پیروؤں کا نگہبان بنایا جائے گا جیسا کہ آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ کے حق میں فرمایا "اے عمر! شیطان بھی تیرے سائے سے بھاگتا ہے۔" فرمایا "جس جنگل میں عمرؓ پہنچتے ہیں۔ وہاں سے شیطان بھاگ کر دوسرے جنگل میں چلا جاتا کرتا تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا جب شیطان کو علم ہو جاتا ہے "کہ فلاں شخص سچا ہے۔ میرا دشمن ہے۔ تو نا امید ہو کر اس کو چھوڑ دیتا ہے۔ اسے بلاتا تک نہیں، بلکہ اسے چھوڑ کر دوسری طرف متوجہ ہو جاتا ہے، مگر یہ ضروری ہے" کہ چوری چوری اسے دیکھتا اور تاکتا رہتا ہے۔ کہ ذرا بھی غافل ہو تو اس پر اپنا اثر قائم کر لوں۔

پس ہر بندے کو چاہیے کہ سچائی کو اختیار کرے۔ شیطان کے مکر و فریب سے اچھی طرح باخبر رہے، کیونکہ یہ پرانا اور اصلی دشمن ہے۔ اس کے آنے کے بڑے باریک راستے ہیں۔ انسان کے گوشت، ہڈیوں اور اس کی رگوں میں اس طرح دوڑتا ہے جیسے خون چلتا ہے۔

شیطان مرنے تک ساتھ رہے گا! روایت ہے کہ ابوہریرہؓ بڑھاپے میں یوں دعا مانگا کرتے تھے "اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ مجھے زنا اور خون کرنے سے بچائے رکھ۔ لوگوں نے پوچھا آپ بوڑھے ہو چکے ہیں پھر بھی زنا اور خون کرنے سے ڈرتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کیوں نہ ڈروں، میرا شیطان ابھی تک زندہ ہے۔[1]

شیطان سے بچاؤ کے طریقے: شیطان کے ساتھ جنگ کرنے میں بہترین ہتھیار کلمۂ توحید ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی شیطان سے بچنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ جیسا کہ آنحضرتؐ کی ایک قدسی حدیث ہے کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے۔ جو شخص کلمہ توحید پڑھ لیتا ہے وہ میرے قلعے میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسے عذاب کا ڈر نہیں رہتا اور فرمایا جس نے دل خلوص سے کلمۂ توحید پڑھا وہ بہشت میں داخل ہو گیا۔

شیطان عذاب کا ذریعہ ہے۔ جب کوئی شخص کلمہ توحید پڑھتا ہے اور اوامر و نواہی پر عمل کرتا ہے تو شیطان جو اسے عجب کر

---

[1] سورۃ المومنون میں آیا ہے وَقُل رَّبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَن يَحْضُرُونِ (یہ بھی کہا کرو کہ اے میرے رب میں شیطانی وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اے میرے رب! میں اس سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں کہ شیاطین میرے پاس آکر مجھے بھڑکائیں) سورۃ النحل میں مذکور ہے۔ فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ (پس جب تم قرآن کریم پڑھو تو شیطان مردود سے خدا کی پناہ مانگو) سورۃ اعراف میں آیا ہے وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (اگر شیطان کی طرف سے آپ کو کوئی وسوسہ آنے لگے تو پناہ مانگ لیا کریں۔ بلاشبہ وہ خوب سننے والا جاننے والا ہے)

دیکھ رہا ہوتا ہے ، اس سے دُور ہو جاتا ہے ، قریب نہیں آتا ، چنانچہ اس کے فتنہ سے اسی طرح بچ جاتا ہے جس طرح میدانِ جنگ میں دشمن کے وار سے ڈھال کے ذریعہ بچ جاتا ہے ۔

شیطان سے بچنے کے لیے بسم اللہ کو زیادہ پڑھنا چاہیئے ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ایک شخص نے کہا شیطان ہلاک ہو ۔ میں نے اس سے کہا ایسا نہ کہو اس سے شیطان اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگتا ہے ، اور کہتا ہے کہ میں اس شخص پر غالب آگیا ہوں لہٰذا تم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہو ایسا کہنے سے شیطان دب کر چیونٹی جیسا ہو جاتا ہے ۔

جو شخص خدا کے فضل کی بجائے دنیا داروں کا فضل اور ان کے مال کی طمع کرے ، ان کی تعریف کرے ، مال جمع کرنے میں لگ جائے ، وہ ایسا ہے گویا اس نے شیطان سے مدد طلب کر لی ۔ اس کا فرزند اور اس کا مال شیطان کی ملکیت ہوتا ہے ۔ اس کے مال سے شیطان مال دار اور بادشاہ بن جاتا ہے جس کا لشکر بھی ہوتا ہے ۔ یہ سب امتحان کی نامرادی کی باتیں ہیں ۔ لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ اللہ ہی سے مدد طلب کرے ، اسی پر بھروسہ کرے ۔ ہر کام اللہ تعالےٰ ہی پر توکل کرے ۔ مشتبہ اور حرام چیزوں سے بچے ، حلال اور مباح چیزیں خواہ تھوڑی میں ان پر قناعت کرے ۔ لوگوں کا احسان نہ لے ۔ کھانے پینے کی حرص کرنا ایسا ہے جیسے رات میں کوئی شخص جستجو اور تلاش کے بغیر لکڑیاں اکٹھی کرے ۔

جو شخص حلال اور حرام میں تمیز نہیں کرتا ۔ اللہ تعالےٰ اس کے بارے میں پروا نہیں کرتا کہ اسے دوزخ کے کسی دروازہ سے اندر داخل کر دے ۔ لہٰذا آدمی کو پرہیزگاری اختیار کرنی چاہیئے تاکہ شیطان سے بچا رہے ، اور سلامت رہے ۔ جو ایسا نہیں کرتا شیطان اس کے سینہ اور دل میں جگہ حاصل کر لیتا ہے ۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے :

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۔ جو شخص رحمان کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے ہم اس پر شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں ۔

شیطان ایسے شخص کا ساتھی بن جاتا ہے ۔ کبھی اس کی نماز میں وسوسہ پیدا کرتا ہے ، کبھی جھوٹی خواہشوں کی رغبت دلاتا ہے ، کبھی خواہش نفسانی اور حرام خیالات اس کے دل میں پیدا کرتا ہے ۔ نیکیوں میں جلدی کرنے سے روکتا ہے ، سنت اور فرض عبادت اور طاعت سے باز رکھتا ہے اور اس طرح وہ شخص دونوں جہان میں خسارہ اٹھاتا ہے ۔ قیامت کے دن شیطان ہی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا ۔

آخری عمر میں شیطان اکثر آدمی پر غلبہ پا لیتا ہے ۔ اس کے ایمان کو زائل کر دیتا ہے ۔ ایسا شخص ہمیشہ دوزخ میں رہے گا ۔ قیامت کے دن فرعون ، ہامان اور قارون کے ساتھ رکھے گا ۔ ایمان کے زائل ہونے اور ظاہر یا باطن میں شیطان کی اطاعت کرنے سے ہم پناہ مانگتے ہیں ۔

سات شیطان :- مقاتل نے زہری سے ، انھوں نے حضرت عمرؓ سے اور انھوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک رات چند صحابہ کرام جن میں حضرت ابوبکرؓ ، حضرت عمرؓ ، حضرت عثمانؓ ، حضرت علیؓ ، حضرت سلمانؓ ، حضرت عمار بن یاسرؓ بھی شامل تھے ۔ آنحضرتؐ کو تلاش کرتے ہوئے آئے ۔ اس اثنا میں آنحضرتؐ بھی آگئے ۔ ان کے چہروں پر مونچھوں کی طرح پسینہ نظر آرہا تھا جیسے بخار آرہا ہو ۔ آپؐ نے تین دفعہ پیشانی سے پسینہ پونچھا اور فرمایا اس ملعون پر خدا کی لعنت ہو ۔ پھر سر مبارک جھکا لیا

حضرت علیؓ نے دریافت فرمایا۔ یارسول اللہ! آپ نے کس پر لعنت کی؟ آپ نے جواب دیا شیطان لعین دشمنِ خدا پر۔ اس مردود نے اپنی دُم کو اپنی مقعد میں داخل کیا اور سات انڈے دیئے۔ ان سے اس کے سات بچے پیدا ہوئے۔ پھر ان میں سے ہر بچہ آدمؑ کی اولاد کو گمراہ کرنے پر مامور ہوا۔ ایک کا نام "مدسّس" ہے، جو عالموں کو ہوا و حرص کی ترغیب دینے پر مقرر ہوا۔ دوسرے کا نام "حدیث" ہے۔ جو نمازیوں کو نماز بھلانے، کھیل میں لگانے، بہکانے، جمائی لینے اور اونگھنے میں مبتلا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ سو جاتے ہیں۔ پھر جب سونے والے سے کہا جاتا ہے تو سو گیا وہ کہتا ہے، میں سویا نہیں، پھر بے وضو ہی نماز میں شریک ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے، ان میں کوئی ایسا ہے، جسے اس کی نماز کے ثواب کا نصف، چوتھائی یا دسواں حصّہ ہی ملتا ہے، بلکہ اس کی نماز کے گناہ ثواب سے بڑھ جاتے ہیں۔

تیسرے شیطان کا نام "ذلبنون" ہے جس کے سپرد بازاروں کا انتظام ہے۔ یہ رات دن بازاروں میں رہتا ہے۔ لوگوں کو کم تولنے کی ترغیب دیتا ہے۔ خرید و فروخت میں جھوٹ بولنے، سامان کو سجانے، اس کی تعریفیں کرنے کے راستے بتاتا ہے۔

چوتھے شیطان کا نام "ثبر" ہے، جو مصیبت کے وقت لوگوں کو اپنے گریبان پھاڑنے کی رغبت دلاتا ہے۔ اپنا منہ نوچنے کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ انھیں سکھاتا ہے کہ واویلا کریں، اپنے آپ کو کوسیں اور صبر کرنے سے جو ثواب ملتا ہے اس سے محروم رہیں۔

پانچویں شیطان کا نام "منشوط" ہے، یہ لوگوں کو جھوٹ بولنے، چغلی کھانے، طعن و تشنیع کرنے اور اسی قسم کے دوسرے گناہوں کی ترغیب دیتا ہے۔

چھٹے شیطان کا نام "داسم" ہے جو مرد کے ذکر اور عورت کی سرین میں چھونکتا ہے تاکہ آپس میں زنا کریں۔

ساتویں شیطان کا نام "اعور" ہے، جو چوری کرنا سکھاتا ہے۔ چور سے کہتا ہے کہ چوری کرنے سے تمھارا فاقہ دور ہوگا، اپنا قرض ادا کر سکو گے، کپڑے پہن سکو گے۔ چوری کرنے کے بعد توبہ کر لینا۔

نماز کی صفوں میں شیطان! مسلمان کو ان شیطانوں سے بچنا چاہیئے۔ کسی حال میں ان سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ "دلہان" نام ایک شیطان وضو پر مقرر ہے، اس سے بھی پناہ مانگنی چاہیے۔ آپؐ نے فرمایا نماز کے وقت صف میں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑا ہونا چاہیئے، کیوں کہ درمیان میں جگہ خالی ہو تو شیطان بکری کے بچے کی مانند اس میں گھس جاتا ہے۔"

حضرت ابوحذیفہؓ نے ابوعبیدہ سے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں "بناتِ حذف" سے مراد بکری کے بچے ہیں، جنھیں عربی میں نَقَد بھی کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حذف اس بکری کا نام ہے "جس کے کان اور دُم نہ ہوں۔ یہ قسم موضع جرشی میں پیدا ہوتی ہے۔

روایت ہے کہ عثمان بن عاص نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا "کہ میری نماز اور قرأت کے درمیان شیطان آکر داخل ہو جاتا ہے" آپؐ نے فرمایا۔ اس شیطان کا نام خنزب ہے۔ اسے دیکھو تو اللہ کے یہاں اس سے پناہ مانگو، اپنے داہنے بائیں تین دفعہ تھوک دیا کرو۔ عثمانؓ فرماتے ہیں میں نے اس پر عمل کیا تو شیطان بھاگ گیا۔

ایک مشہور روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا، ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان لگا ہے۔ ایک آدمی نے کہا یارسول اللہ! کیا آپ کے ساتھ بھی؟ آپؐ نے فرمایا ہاں، مگر اللہ نے مجھے اس شیطان پر غالب کر دیا ہے۔ اور میں اس کے شر سے محفوظ ہوں۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہر انسان کے ساتھ ایک جن لگا ہوا ہے۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے جواب دیا، ہاں، مگر اللہ نے اسے میرے تابع کر دیا ہے، وہ مسلمان ہو گیا ہے اور مجھے نیکی بتاتا ہے۔

شیطان کی نسل:- کہا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس پر لعنت کی تو آدمؑ کی طرح اس کی بائیں پسلی سے ایک عورت پیدا کی شیطان نے اس سے جماع کیا۔ وہ حاملہ ہوئی اور اس نے اکتیس انڈے دیئے۔ ان سے اولاد پیدا ہوئی جو بڑھ کر جنگلوں اور دریاؤں میں پھیل پھیلا گئے جن کی تعداد نو لاکھ ہے۔ جو پہاڑوں، جزیروں، ویرانوں، جنگلوں، دریاؤں، ریگستانوں اور درختوں کے تنوں میں بھر گئے۔ کوئی چشمہ، دوراہا، چوراہا، حمام بھی ان سے محفوظ نہ رہا۔ ستر کی جگہ، گندگی کے مقاموں، گڑھوں، لڑائی اور ناقوس کی جگہوں قبروں، گھروں، محلوں، صحرا نشینوں کے خیموں، عبادت گاہوں، غرض سب جگہوں میں داخل ہو گئے۔

شیطان سے بچنے والے:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کیا تم ابلیس اور اس کی اولاد کو میرے بجائے اپنا دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں، ان ظالموں کے لیے بڑا بدلہ ہے"۔ اس لیے شیطان اور اس کی اولاد کی تابعداری کرنے والا اگر توبہ کیے بغیر مر گیا تو وہ ہلاک ہوا اور شیطان کے ساتھ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ چاہیے کہ آدمی اپنی ذات سے ہوشیار اور خبردار رہے۔ نفس کو شیطانی کاموں سے بچائے۔ شیطان اور اس کے لشکروں سے علیحدہ رہے خدا کی درگاہ میں سجدہ کرے۔ اس کی فرمانبرداری کے شرائط کو کماحقہ پورا کرے۔ خدا شناس، لوگوں کی صحبت اختیار کرے، خدا کی رضا کو پیش نظر رکھے نیک کام کرے، ان لوگوں کی مجلس میں رہے جو لوگوں کو خدا کی طرف بلاتے ہیں۔ سچے دل سے اللہ کی درگاہ میں حاضر رہتے ہیں، اس کے فضل کے امیدوار ہوتے ہیں اور اس کے غضب سے ڈرتے ہیں، دنیا سے الگ رہتے ہیں اور آخرت کے طالب ہیں، رات کو قیام کرتے، دن کو روزہ رکھتے غرض شب و روز عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ جو عبادت رہ جائے اس کا انھیں غم ہوتا ہے اور گریہ وزاری کرتے ہیں۔ ہمیشہ نیکی کا ارادہ رکھتے اور برائیوں سے بچتے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ اس خدا پر بھروسا کرتے ہیں جو ان کا خالق ہے۔ رات دن اپنے مقررہ وقت پر نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ لوگ جہنم کے طوقوں اور زنجیروں سے بچنے والے ہیں اور دنیا کی آفت اور دوزخ کی آگ سے امن میں رہنے والے ہیں، کیوں کہ یہ لوگ ظاہر اور باطن میں شیطان کی مخالفت کرتے ہیں۔ خدا کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ لہٰذا اللہ نے ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔

فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا۔

پس اللہ نے ان لوگوں کو اس دن کے شر سے بچایا۔ خوشحالی بخشی اور ان کے صبر کے عوض میں بہشت اور پہننے کو حریر کا کپڑا عطا کیا۔

ایک اور جگہ فرمایا۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ۔

پرہیزگار لوگ جنت میں اپنے بزرگ بادشاہ کے پاس دوستی کے مقام میں ہوں گے۔

دوسری جگہ فرمایا:-

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ۔

جو شخص خدا کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اسکے لیے دو بہشتیں ہیں۔

شیطان کے دھوکہ میں آگر پھر خدا کے ڈر سے اس کے دھوکہ سے بچنے والے شخص کے متعلق فرمایا:۔

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ ۔

جب کبھی شیطان پرہیزگار لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے اس وقت وہ خدا کو یاد کرتے ہیں اور فوراً ان کو حق اور باطل کا فرق معلوم ہو جاتا ہے۔

پھر فرمایا:۔ خدا کی یاد سے دلوں کو روشنی ملتی ہے، ان کی تاریکی اور جہالت کے پردے دور ہو جاتے ہیں، زنگ دور ہو کر اللہ کی یاد سے سارے رنج کافور ہو جاتے ہیں"

ذکر اللہ ہی پرہیزگاری اور حرام کو ترک کرنے کی کنجی ہے۔ پرہیزگاری آخرت کا دروازہ ہے۔ جس طرح سرکش نفس دنیا کا دروازہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۔

جو کچھ قرآن میں ہے اسے یاد کرتے رہو، شاید تم پرہیزگار بن سکو۔

اللہ کو یاد کرنے سے آدمی پرہیزگار بن جاتا ہے"

انسان کے مؤکل

دل کے دو مؤکل:۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت[1] ہے کہ انسان کے دل میں ہر وقت دو مشورہ دینے والے موجود رہتے ہیں ان میں ایک ملکی صفت ہے جو آدمی کو نیک کاموں کے لیے ہدایت دیتی ہے۔ دوسری اس کی دشمن ہے جو برے کاموں کی رغبت دلاتی ہے، نیکی اور حق سے روکتی ہے۔

توضیح:۔ امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ انسان کے دل میں دو خطرے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ایک تو وہ خیال ہے جو منجانب اللہ وارد ہوتا ہے۔ دوسرا شیطانی وسوسہ ہے۔ اگر انھیں اس طرح برداشت کیا جائے کہ جو منجانب اللہ ہے اس کی تعمیل کی جائے اور جو شیطان کی طرف سے ہو اس سے باز رہے تو ایسے شخص پر خدا رحم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد مِن شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ کی تفسیر میں حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ بے چارے بندے کے دل پر شیطان چھا جاتا ہے، لیکن جب بندہ اپنے رب کو یاد کرتا ہے تو شیطان دور ہٹ جاتا ہے، جوں ہی بندہ اللہ کی یاد میں ذرا غفلت دکھاتا ہے، شیطان جھٹ دوبارہ ابر کی طرح اس کے دل پر چھا جاتا ہے۔

مختلف اقوال:۔ مقاتل کا کہنا ہے کہ شیطان خنزیر کی شکل میں آدمی کے دل سے چمٹا رہتا ہے اور خون کی طرح اس کی رگوں میں دوڑتا رہتا ہے۔ خدا نے اسے انسان پر مقرر کر رکھا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے اس قول کہ"

يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ

انسانوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔

سے مراد یہ ہے کہ جب آدمی اللہ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے تو شیطان اس کے دل میں وسوسہ ڈال دیتا ہے اور رفتہ رفتہ اس کے دل

---

[1] یہ روایت ترمذی میں ہے اور غریب روایت ہے۔ (ع)

پر مکمل قبضہ جما لیتا ہے۔ جب آدمی اللہ کو یاد کرتا ہے تو شیطان اس کے بدن سے نکل جاتا ہے۔
حضرت عکرمہؓ کے بیان کے مطابق شیطان، مرد کی دونوں آنکھوں اور دل میں جا بیٹھتا ہے۔ یہی وسوسہ ڈالتا ہے۔ عورت سامنے آئے تو شیطان اس کی آنکھوں میں ہوتا ہے اور جب پیٹھ پھیرتی ہے" تو اس کی سرین میں جا داخل ہوتا ہے۔

دل کے خطرے

چھ طرح کے خطرے:- آدمی کے دل میں چھ طرح کے خطرے پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی چھ چیزوں کی جانب سے اُسے خطرہ ہوتا ہے۔

۱۔ نفس	۳۔ رُوح	۵۔ عقل
۲۔ شیطان	۴۔ فرشتہ	۶۔ یقین

خطروں کی تفصیل نفس کے خطرے کی تفصیل یہ ہے کہ نفس آدمی کو نفسانی خواہشات اور شہوت کی طرف مائل کرتا ہے۔ خواہ وہ حلال ہوں یا حرام۔ شیطان کا خطرہ اعتقاد پر اثر ڈالتا ہے۔ یعنی کفر اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اسے اس بات پر مائل کرتا ہے کہ شرک کرے۔ گلہ کرے، اللہ پر وعدہ خلافی کی تہمت لگائے، برا کام کر کے اگلے دن توبہ کرنے کی راہ بتاتا ہے، دنیا و آخرت میں ہلاکت کی باتیں سکھاتا ہے۔
یہ دونوں خطرے بہت ہی بُرے ہیں۔ یہ عام مسلمانوں کے دل میں وارد ہوتے ہیں۔ محض برائی کی طرف رغبت دلاتے ہیں۔

اچھے خطرے:- روح اور فرشتے کے خطرے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت کی طرف رغبت دلاتے، دنیا اور آخرت میں سلامتی کی باتیں بتاتے ہیں (جو علم شریعت کے موافق ہوں) یہ دونوں خطرے بہت عمدہ ہیں جو خاص لوگوں کے دل سے کبھی محو نہیں ہوتے۔

عقل کا خطرہ:- عقل کا خطرہ انسان کو کبھی تو نفس اور شیطان کی طرح حکم دیتا ہے (برائیوں کی ترغیب دیتا ہے) اور کبھی روح اور فرشتے کی سے احکام دیتا ہے (یعنی اچھائیوں کی ترغیب دیتا ہے) اس میں خدا کی حکمت یہ ہے کہ آدمی اپنے کاموں کو ہمت اور عقل کے مطابق درستی سے انجام دے۔ نیک و بد، نفع اور نقصان میں تمیز کرے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم کو اپنے احکام اور بے انتہا ارادوں کے نزول کا محل بنایا ہے۔ عقل اس لیے پیدا کی، کہ آدمی نیک کاموں کو جانے اور خدا کی نعمتوں کی طرف توجہ کرے۔ برائی، عذاب اور گناہ سے بچے۔

یقین کا خطرہ:- یقین کا خطرہ ایمان کی رُوح اور خدا کی طرف سے بندہ پر علم کے نزول اور پیدا ہونے کا محل ہے جو کامل یقین رکھنے والے اولیا، صدیقوں، ابدالوں اور شہیدوں کا خاصہ ہے۔ کیوں کہ ان حضرات سے حق امر کے سوا اور کوئی بات سرزد نہیں ہوتی۔ اس کا ورود بہت پوشیدہ ہے اور آنا باریک اور تنگ ہے۔ علم لدنی اور غیب کی خبروں اور چیزوں کے راز کے سوا اس کا ظہور نہیں ہوتا۔ خدا کے محبوب اور برگزیدہ بندوں کو یہ خطرہ عطا ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کو جو خدا کی ذات میں فنا

اور دنیا کے لوگوں سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ فرائض اور مؤکدہ سنتوں کے سوا تمام عبادات کو باطنی عبادت میں بدل کر انھیں کبھی ترک نہیں کرتے، بلکہ دل سے ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ ہمیشہ مراقبہ میں رہتے ہیں۔ خدا نے ان کی تربیت اور نگہداشت اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ جیسا کہ فرمایا "اللہ میرا دوست ہے جس نے مجھ پر کتاب نازل کی اور وہ نیک آدمیوں کو دوست رکھتا ہے"۔ یعنی خدا ہی ان کا متولی ہے۔ ان کی صلاحیت اور بہتری اسی کے ذمہ ہے۔ ان کے لیے وہی کافی ہے، اس نے ان کے دلوں کو غیب کی باتوں میں لگا دیا، اپنے قریب کے جلوہ سے انھیں رونق بخشی۔ اپنے کلام کے لیے ان لوگوں کو بزرگی دی، انھیں اپنی محبت کے لیے مخصوص کر لیا۔ انھیں اسی کی محبت میں سکون ملتا ہے۔ معرفت کے نور میں ہر روز زیادتی ہے۔ حقیقی محبوب اور معبود کے اور زیادہ قریب ہوتے جاتے ہیں۔ نہ ختم ہونے والی نعمت انھیں میسر آتی ہے۔ منقطع نہ ہونے والی بخشش سے مالا مال ہوتے ہیں۔ انھیں بے انتہا خوشیاں حاصل ہوتی ہیں۔ مستعار زندگی کے دن پورے کرنے پر خوشی خوشی جاودانی زندگی کی طرف چلے جاتے ہیں۔ اور جاودانی ملک کی طرف اس طرح لے جائے جاتے ہیں، جس طرح ایک دھن کو تنگ گھر سے کشادہ اور فراخ بالاخانہ پر لے جایا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے دنیا اور آخرت دونوں بہشت ہیں۔ آخرت میں مزے کی زندگی گزارتے ہیں۔ خدا کے دیدار سے ان کی آنکھیں روشن اور ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ پردے اور دروازے کے بغیر خدا کا دیدار کرتے ہیں۔ وہاں انھیں روکنے والا کوئی پاسبان اور دربان نہیں۔ نہ ہی وہاں کسی غیر کا احسان اٹھانا پڑتا ہے، نہ ان پر ظلم ہوتا ہے، نہ کوئی ضرر پہنچاتا ہے۔ خدا فرماتا ہے: "پرہیزگار لوگ بہشت میں اپنے بزرگ بادشاہ کے پاس راستی کے مقام میں ہیں"۔ اور فرمایا کہ "جو لوگ نیک عمل کرتے ہیں انھیں اس کا بدلہ بھی نیک ہی ملتا ہے"۔ یعنی بہشت ملتی ہے۔ اس میں بہشت کی حوریں اور خدا کا دیدار اضافی چیز ہے۔ جو لوگ دنیا میں اللہ کی عبادت کرتے ہیں، خدا عاقبت میں بہشت سے ان کی مدد کرتا ہے۔ بزرگی، نعمت اور سلامتی عطا کرتا ہے۔ رنج و محنت سے نجات دیتا ہے۔ ان لوگوں نے دنیا میں اپنے دلوں کو برائیوں سے پاک کر کے۔ خدا کے سوا کسی کی طرف توجہ نہ کی۔ اس لیے آخرت میں انھیں زیادہ عوض دیا گیا۔ زیادہ عوض اس کا دیدار ہے۔ جس کے طفیل وہ ہمیشہ فیض حاصل کرتے رہیں گے، جیسا کہ خدا نے اپنے کلام پاک میں اس کی خبر دی۔

نفس اور رُوح

دو مقام نفس اور روح دو مقام ہیں۔ ایک میں شیطانی وسوسے آتے ہیں" اور دوسرے میں ملکی خیالات۔ فرشتہ آدمی کے دل (روح)، میں پرہیزگاری پیدا کرتا ہے" اور شیطان آدمی کے نفس میں نافرمانی کے خیالات ڈالتا ہے۔ نفس اعضا کو گناہوں میں لگنے کے لیے دل کو آمادہ کرتا ہے چاہتا ہے کہ ان سے گناہ کرائے۔

جسم کے دو خدمتگار آدمی کے جسم میں دو خدمت گار مقرر ہیں، عقل اور خواہش نفس۔ یہ دونوں خادم ایک حاکم کے مطیع ہیں جسے تلقین اور الہام کہتے ہیں۔

دل کے دو نور آدمی کے دل میں" دو چمکتے ہوئے نور ہیں۔ یعنی علم اور ایمان۔ یہ سب دل کے آلات ہیں۔ دل ان آلات کے درمیان ایک بادشاہ کی مانند ہے اور یہ سب اس کے لشکر ہیں۔ یا یوں کہہ لیں کہ دل آئینہ کے مانند روشن اور صاف ہے۔ اور یہ آلات

اس کے اردگرد ہیں۔ جب دل ان کی جانب دیکھتا ہے" تو وہ روشن ہو جاتے ہیں، اور ان کو پا لیتا ہے۔ یعنی وہ دل میں جلوہ ریزی کرتے ہیں۔

خدا سے پناہ مانگنا

کن کن چیزوں سے پناہ مانگی جائے:- گمراہ شیطان کے بدخطرات اور نفس کے وسوسوں سے میں اللہ کریم کے ہاں پناہ چاہتا ہوں جو عرش و کرسی کا مالک ہے۔ جن، انسان، ریاکاری، نفاق، غرور، تکبر، اپنے آپ کو بزرگ جاننے اور سب بری خصلتوں سے جو دل میں پیدا ہوتی ہیں اور ہر لذت اور شہوت سے جو ہلاک کرتی ہے، پناہ چاہتا ہوں۔

ہر بدعت گمراہی اور نفس کی خواہشیں جو جسم کو آگ میں لے جاتی ہیں، ان سے پناہ مانگتا ہوں۔ ایسے قول اور فعل اور فکر سے جو عرش کی غیبی باتوں کا اثر میرے دل میں پیدا نہ ہونے دے اور اسے ڈھانپ لے اور نفس کی ایسی خواہش کی پیروی کرنے سے بھی پناہ مانگتا ہوں، جو گمراہ کرنے والی ہو۔ برے اخلاق سے، نفس کی بری خاصیت سے، شیطان مردود سے، تعریف کیے گئے بزرگ بادشاہ کے ہاں پناہ مانگتا ہوں۔ اس کی عبادت میں غفلت کرنے کے باعث عذاب ملنے سے، اس کے ہاں پناہ مانگتا ہوں جو شاہ رگ سے زیادہ قریب ہے، دوست ہے۔ جب وہ گنہگاروں پر غصہ کرے تو میں اس کے قہر سے پناہ چاہتا ہوں۔ اپنے اصل اور فرع کو بھلا کر اللہ کے سوا دوسری جانب مشغول ہونے سے امن چاہتا ہوں۔ اپنے انجام سے غافل ہونے پر امن چاہتا ہوں۔ غرور کرنے، فرمانبرداری، عبادت اور نیکی کو ترک کرنے سے امن چاہتا ہوں۔ جھوٹی قسم، گناہ اور برے انجام سے پناہ چاہتا ہوں کہ نیکی سے خالی ہو جاؤں اور موت کے آنے کا ہر وقت ڈر لگا رہے (برے انجام سے ڈروں)

شیطان کے مقابلے میں جہاد کرنا

شیطان سے جنگ:- شیطان کے ساتھ جہاد کرنا باطن کا پوشیدہ کام ہے، یہ جہاد دل اور ایمان سے ہوتا ہے۔ اگر تو شیطان کے ساتھ جہاد کرے گا تو خدائے بزرگ تیری مدد کرے گا۔ وہی تیرا حقیقی سہارا ہوگا۔ اور تو اس کے دیدار سے مشرف ہوگا۔

کافروں سے جہاد:- کافروں کے ساتھ جو جہاد کیا جاتا ہے، وہ ظاہری ہوتا ہے" وہ تلوار اور نیزے سے کیا جاتا ہے۔ اس میں بھی دونوں جہانوں کا بادشاہ تیرا مددگار رہتا ہے، اور اس جہاد سے ہمیشہ کے لیے بہشت کا حصول مقصود ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر تو کافروں کے ساتھ جہاد میں مارا جائے تو ہمیشہ کے لیے بہشت ملے گی۔

شیطان سے جہاد:- اگر شیطان کے ساتھ جہاد کرکے مارا جائے اور تیری ساری عمر اس میں ختم ہو جائے، مرتے دم تک شیطان کی مخالفت میں لگا رہے تو اس کی جزا خدائے برتر کا دیدار ہوگا، جو اس سے ملاقات کرنے پر تجھے نصیب ہوگا۔

دونوں جہادوں میں فرق:- اگر کوئی کافر تجھے مار ڈالے تو تو شہید کہلائے گا۔ اگر اسی طرح شیطان تجھے مار ڈالے یعنی تو اس کی فرمانبرداری اور پیروی کرکے ہلاک ہو جائے تو اس صورت میں خدا تجھے دور پھینک دے گا۔ پس کافروں کے ساتھ جہاد کرنے کی تو انتہا ہے کہ وہ فنا ہونا ہے۔ مگر نفس اور شیطان کے ساتھ جہاد کرنے کی کوئی حد نہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے" اپنے

پروردگار کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھے یقین ہو جائے) یہاں یقین سے مراد موت ہے۔ شیطان کی مخالفت اور ہوا و ہوس کے خلاف جہاد کرنا عبادت ہے۔ خدا فرماتا ہے"

فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُنَ وَجُنُودُ إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ ۔ وہ لوگ اور گمراہ اور شیطان کا لشکر دوزخ میں الٹے لٹکائے جائیں گے۔

جب آنحضرتؐ جنگ تبوک سے واپس تشریف لائے تو اس موقعہ پر فرمایا" ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف واپس آئے ہیں"۔ بڑے جہاد سے آنحضرت صلعم کی مراد نفس اور شیطان کے خلاف جہاد تھا، کیوں کہ اس جہاد کا عرصہ بہت طویل ہے اور زندگی کے آخری دم تک اس کے خطرے قائم رہتے ہیں، اور برے خاتمہ کا ہمیشہ ہی کھٹکا لگا رہتا ہے۔

باب ۱۳

حضرت سلیمانؑ اور ملکہ بلقیس کا واقعہ۔ بصیرت و عبرت

حضرت سلیمانؑ اور ملکہ بلقیس کا واقعہ

ارشاد خداوندی:- یہ باب اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے بارے میں ہے۔ وہ یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک خط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے شروع ہوتا ہے۔ یہ خط اور اس سے متعلقہ واقعہ سورۂ نمل کی ایک آیت میں بیان ہوا ہے، جو مکہ میں نازل ہوئی۔ اس سورت میں ترانوے آیتیں، ایک ہزار ایک سو انچاس کلمے اور چار ہزار سات سو ننانوے حروف ہیں۔

حضرت سلیمان اور ہُدہُد حضرت سلیمان بن داؤد، ہمارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ، سب نبیوں، مسلمانوں، نیک بندوں اور مقرب فرشتوں پر اللہ کا درود ہو۔ جب حضرت سلیمانؑ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بیت المقدس سے یمن جا رہے تھے تو آپ راستہ میں وادیٔ نمل یعنی چیونٹیوں کے لشکر پہ سے ان کا گزر ہوا۔ حضرت سلیمانؑ کے لشکر کو پیاس لگی اور انھوں نے آپ سے پانی مانگا۔ آپ نے پانی کا پتہ پوچھنے کے لیے ہُدہُد کو بلایا۔ اس وقت پرندوں کا بادشاہ کلنگ موجود تھا۔ حضرت سلیمان نے اس سے ہُدہُد کے بارے میں پوچھا۔ ہدہد لشکر کے ہمراہ تھا مگر اس موقعہ پر موجود نہ تھا۔ چنانچہ کلنگ نے عرض کیا کہ معلوم نہیں ہُدہُد کہاں گیا اور مجھ کو بتا کر بھی نہیں گیا۔

پانی کا نشان بتانا ہُدہُد کے ذمہ تھا۔ کیونکہ پانی خواہ زمین کی تہہ میں کسی بھی جگہ پر ہوتا، ہُدہُد اپنی چونچ زمین پر رکھ دیتا جس سے حضرت سلیمانؑ کو پتہ چل جاتا کہ یہاں پانی ہے، اور یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ پانی نکالنے کے لیے زمین کو کس قدر کھودنا پڑے گا۔ ہُدہُد اس علم کے لیے مخصوص تھا۔ دوسرے پرندے اس سے واقف نہ تھے۔ جب حضرت سلیمانؑ ہُدہُد سے پانی کا پتہ پوچھا کرتے تھے تو وہ پہلے ہوا میں بلند اڑتا، پھر یہ معلوم کر کے کہ پانی فلاں جگہ ہے، اس جگہ نیچے اترتا اور اپنی چونچ کی نوک زمین پر لگا دیتا۔ تب حضرت سلیمان جنوں کو حکم دیتے اور وہ اس جگہ کو کھود کر پانی نکال لیتے، یہاں تک کہ حوض اور چشمے اس سے بھر لیتے، مشکیں بھی بھر لی جاتیں۔ جن آدمی، چوپائے غرض جو بھی لشکر میں ہوتا سیر ہو کر پانی پی لیتا۔ پھر یہ سب کوچ کر دیتے۔

غرض جب سلیمانؑ کے لشکر کو پیاس لگی اور ہدہد کا پتہ پوچھنے پر اس کی کچھ خبر نہ ملی تو سلیمانؑ کو اس پر سخت غصہ آیا اور آپ نے فرمایا میں اسے سخت سزا دوں گا۔ یعنی میں اس کے پر اکھاڑ دوں گا۔ وہ ایک سال تک نہ اڑ سکے گا، یا اسے ذبح کر دوں گا۔ آپ نے اپنی قسم میں استثنا بھی کر دیا[1] اور فرمایا اگر ہدہد نے اپنی غیر حاضری کے بارے میں کوئی معقول وجہ بیان نہ کی تو اس کا جرم ہرگز معاف نہ کیا جائے گا۔ حضرت سلیمانؑ کا یہ طریقہ تھا کہ جب کسی پرندے کو سزا دینا چاہتے تھے تو اس کے پر اکھاڑ دیتے۔

---

[1] مقصد یہ کہ معافی کے لیے بھی گنجائش رکھ دی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ — ہدہد تھوڑی دیر بعد آگیا۔

اور اس کے ساتھیوں نے اسے بتایا کہ حضرت سلیمانؑ اس پر سخت ناراض ہیں اور اسے سخت عذاب دینے کا حکم دیا ہے۔ تب ہدہد حضرت سلیمانؑ کے پاس آیا۔ سجدہ کیا۔ اور حضرت سلیمانؑ کے حق میں دعا کی خدا آپ کو ہمیشہ زندہ رکھے اور دیر تک بادشاہی قائم رکھے۔ پھر اس نے اپنی چونچ زمین پر رکھ کر اسے کریدنا شروع کیا۔ ساتھ ہی سر سے حضرت سلیمان کی طرف اشارہ کرتا رہا۔ پھر عرض کیا

أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ — میں نے ایک ایسی جگہ کی سیر کی ہے جہاں آپ ابھی تک نہیں گئے۔

میں نے وہاں ایک ایسی چیز دیکھی ہے جس کا آپ کو بھی علم نہیں۔ ہدہد کا مطلب یہ تھا، کہ میں ایک ایسی خبر لایا ہوں جو آپ کو جنوں نے بھی نہیں دی۔ انسانوں کو بھی اس کا کچھ علم نہیں۔

حضرت سلیمانؑ اور بلقیس:۔ ہدہد نے کہا۔

وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ۔ — میں آپ کے پاس شہر سبا سے ایک یقینی خبر لایا ہوں۔

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ حضرت سلیمان نے پوچھا وہ کیا خبر ہے؟ ہدہد نے کہا، میں نے وہاں ایک عورت کو دیکھا جو سبا پر حکومت کرتی ہے، اس کا نام بلقیس ہے اور سراح حمیر یہ کی یہ لڑکی ہے۔ اسے ہر چیز میسر ہے۔ یمن اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں پر حکومت کرتی ہے۔ بڑے جاہ وجلال کی مالک ہے۔ اس کے پاس بے شمار فوج اور گھوڑے ہیں۔ اس کے جلوس کا تخت عظیم الشان ہے۔ تیس گز اور بعض بیانات کے بموجب اسی گز اونچا ہے۔ اسی گز ہی چوڑا ہے۔ جواہرات، مروارید اور موتیوں سے مرصع ہے۔ مجھے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ بلقیس اور اس کی قوم اللہ کو چھوڑ کر آفتاب کی پرستش کرتی ہے جو مجوسیوں کا دین ہے۔ بلقیس اور اس کے لشکر کو شیطان مردود نے گمراہ کر رکھا ہے۔ خدا کو سجدہ نہیں کرتے حالانکہ پوشیدہ چیز کو ظاہر کرنے والا وہی ہے، وہی زمین و آسمان کے بھید جانتا ہے، ہر پوشیدہ بات سے باخبر ہے جو کچھ زبان سے کہا جاتا ہے اسے سنتا ہے آسمان معظم پر رہنے والے خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

بلقیس کے نام حضرت سلیمانؑ کا خط:۔ یہ سن کر حضرت سلیمانؑ نے ہدہد سے کہا کہ تم پانی کا پتہ بتاؤ، اس اثنا میں میں تمہاری بات کا سچ جھوٹ معلوم کرتا ہوں۔ ہدہد نے پانی کا پتہ بتایا۔ جب سب نے سیر ہو کر پانی پی لیا۔ تو حضرت سلیمانؑ نے ہدہد کو بلا کر بلقیس کے نام ایک خط اسے دیا۔ اس پر مہر لگائی اور ہدہد کے سپرد کرتے ہوئے کہا کہ اسے بلقیس کے پاس لے جاؤ، اس کے سامنے پھینک کر انتظار کرو کہ وہ کیا جواب دیتی ہے۔

اس خط میں حضرت سلیمانؑ نے لکھا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ حکمنامہ داؤدؑ کے بیٹے سلیمان کی طرف سے ہے۔ میرے مقابلہ میں اپنے آپ کو تم بڑا نہ سمجھو۔ مسلمان ہو کر میرے پاس آجاؤ! اور میری اطاعت کرو۔ اگر تم جن ہو تو میرے غلام بن جاؤ اور اگر انسان ہو تو میری فرمانبرداری کرو! میرے حکم کی بجاآوری اپنے اوپر لازم کر لو۔

اس واقعہ کا راوی بیان کرتا ہے، کہ جب ہدہد یہ فرمان لے کر بلقیس کے شہر سبا میں گیا تو دوپہر کا وقت تھا۔ بلقیس اپنے محل کے تمام

دروازے بند کیے خواب استراحت کر رہی تھی۔ کوئی شے اس تک نہ پہنچ سکتی تھی۔ دروازوں اور محل کے اردگرد پاسبان مقرر تھے۔ اس کی قوم میں بارہ ہزار جنگ جو افسر اور سپہ سالار تھے۔ ہر افسر کے ماتحت ایک لاکھ فوج تھی۔ یہ فوج ان کی عورتوں اور اولادوں کے علاوہ تھی۔ بلقیس کا معمول تھا کہ ہر جمعہ کو ایک دن کے لیے باہر آتی۔ اپنے مرصع تخت پر بیٹھ کر قوم کے سارے معاملات کا خود فیصلہ کرتی اس کا تخت سونے کے چار ستونوں پر بنایا گیا تھا۔ وہ اس پر اس طرح بیٹھتی کہ سب کو دیکھ سکتی تھی، مگر اسے کوئی نہ دیکھ سکتا تھا۔ جو شخص عرض کرنا چاہتا وہ تخت کے سامنے آکر سجدہ کرتا۔ تعظیم کی یہ کیفیت تھی، کہ جب تک بلقیس خود سر اٹھانے کی اجازت نہ دیتی، وہ سر نہ اٹھا سکتا۔ جب اس کی داد رسی ہو جاتی، تو بعد میں ملکی امور کے بارے میں احکام صادر کرتی، پھر محل میں واپس چلی جاتی اور اس تمام وقت میں کوئی اسے دیکھ نہ سکتا تھا۔ ایک وسیع مملکت اس کے قبضہ میں تھی۔

چنانچہ ہدہد جب وہاں پہنچا" تو سارے دروازے بند پائے۔ محل کے اردگرد پہرے دار تھے۔ چنانچہ وہ اندر داخل ہونے کا راستہ تلاش کرنے لگا۔ آخر ایک سوراخ نظر آیا اس میں سے گزر کر ایک درجہ طے کیا، اسی طرح سات درجے طے کرنے کے بعد بلقیس کے تخت کے پاس پہنچا۔ جو تیس گز اونچا تھا۔ وہ اس پر چت لیٹی تھی۔ صرف ایک چادر نے اس کے ستر عورت کو ڈھانپ رکھا تھا۔ اس کے سوا اور کوئی کپڑا اس پر نہ تھا۔ اس کے سونے کا یہی معمول تھا۔ کہ سارا لباس اتار کر صرف ایک کپڑا اوڑھ کر سوتی۔

خط پہنچ گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ ہدہد نے حضرت سلیمانؑ کے فرمان کو تخت کے کنارے پر رکھ دیا" اور خود سوراخ میں بیٹھ کر انتظار کرنے کرنے لگا۔ تاکہ جواب لے جائے۔ خاصی دیر انتظار کرتا رہا۔ مگر بلقیس بیدار نہ ہوئی۔ آخر ہدہد آگے بڑھا اور اپنی نوک سے جگایا۔ جاگنے پر اس نے پہلو میں خط دیکھا۔ آنکھیں ملیں اور اسے پڑھنے لگی۔ پھر فکر کرنے لگی۔ کہ یہ کس طرح یہاں پہنچا، کیوں کہ یہ سب دروازے بند تھے اور محل کے اردگرد پہرہ تھا۔ باہر آکر دیکھا تو پہرے دار محل کے گرد ہوشیار موجود تھے۔ اس نے ان سے پوچھا کہ تم نے کسی شخص کو میرا خاص دروازہ کھولتے یا اندر آتے دیکھا؟ انھوں نے جواب دیا۔ کہ ہم بدستور پہرہ دیتے رہے۔ محل کے تمام دروازے بند ہیں۔

بلقیس پڑھی لکھی تھی۔ چنانچہ اس نے حضرت سلیمانؑ کا حکم نامہ پڑھا۔ اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، لکھا تھا۔ فرمان پڑھنے کے بعد اس نے اپنی قوم کے بزرگوں اور امیروں کو بلایا اور کہا میرے پاس ایک بزرگ کا خط پھینکا گیا ہے جس پر مہر لگی ہے۔

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۔	یہ نامہ سلیمان کی طرف سے آیا ہے اور اس پر بسم اللہ لکھی ہے "تم مجھ سے سرکشی نہ کرو، میری فرماں برداری کرو، اور مطیع ہو کر میرے پاس چلے آؤ۔

تم لوگ میری قوم کے معزز اور بزرگ ہو، مشورہ دو کہ میں کیا کروں۔ جب تک تم مشورہ نہ دو گے" میں کوئی اور کام نہ کروں گی۔

ارکین دربار کا بلقیس کو مشورہ ۔ انھوں نے جواب دیا۔

قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ۔	ہم لوگ بڑے بہادر اور عزت دار ہیں، کوئی دشمن ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتا (جہاں تک رائے کا تعلق ہے آپ خود دانا ہیں) ہم تو حکم کے بندے ہیں جو آپ کا حکم ہوگا۔ ہم حاضر ہیں۔

بلقیس نے اس بارے میں "سوچنے اور غور و فکر کرنے کے بعد کہا۔ کہ جب بادشاہ مخالفت کے باعث کسی ملک میں داخل ہوتے ہیں تو وہ اس ملک کو برباد کر دیتے ہیں۔ ملک کے معززین اور شرفا کو ذلیل کرتے ہیں۔ لڑائی کے بعد اگر فتح پالیں تو لوگوں کو لوٹ لیتے ہیں۔ مقابلہ کرنے والوں کو قتل کر دیتے ہیں، ان کی اولاد کو قیدی بنا لیتے ہیں۔ اس لیے میرا ارادہ ہے کہ تحفے تحائف دے کر اپنے آدمی سلیمانؑ کے پاس بھیجوں" اور دیکھوں کہ وہ کس طرح واپس آتے ہیں۔ اور کیا خبر لاتے ہیں۔

بلقیس کا قافلہ:- راوی کہتا ہے" بلقیس نے تحفے دے کر قاصدوں کو سلیمانؑ کے پاس بھیجا۔ تحفوں کی تفصیل یہ تھی۔ بارہ غلام بھیجے گئے" جو سب بے ریش تھے، اور ان میں عورتوں کی سی صفات پائی جاتی تھیں۔ ان کی آواز بھی عورتوں جیسی تھی۔ ان کے اعضا نرم تھے۔ عورتوں کی طرح ہاتھوں میں مہندی لگائی تھی۔ عورتوں کی طرح مانگ نکالے اور کنگھی پٹی کئے ہوئے تھے۔ پوشاک بھی عورتوں کی سی تھی۔ بلقیس نے انھیں ہدایت کر دی تھی کہ جو کچھ پوچھا جائے اس کا جواب عورتوں ہی کی مانند دینا۔

غلاموں کے علاوہ بارہ کنیزیں تھیں جن کی آواز مردوں کی طرح بھاری، اعضا قوی، سروں کے بال تراشے ہوئے اور مردوں کا لباس پہن رکھا تھا۔ انھیں بھی تاکید کر دی گئی تھی" کہ سلیمانؑ کے دربار میں جو بات پوچھی جائے! اس کا جواب بے خوف ہو کر دینا۔

خدمت گاروں کے ہاتھ میں مشک عود اور عنبر سے بھرے ہوئے طباق تھے۔ دودھ دینے والی بارہ اونٹنیاں تھیں۔ دو عدد خرمرہ یعنی کوڑیاں تھیں۔ ان میں ایک کوڑی میں پیچ در پیچ سوراخ تھا۔ ایک خالی پیالہ بھی روانہ کیا۔ ایک ایسی عورت بھی ساتھ کر دی، جسے سمجھا دیا گیا کہ سلیمانؑ سے جو بات چیت ہو اسے اچھی طرح یاد کر لینا۔ پھر آ کر مجھ سے بیان کرنا۔ غلام اور لونڈیوں کو حکم دیا کہ سلیمانؑ کے حضور مؤدب ہو کر کھڑے رہیں۔ جب وہ بیٹھنے کے لیے حکم دیں تب بیٹھنا۔ اگر وہ جابر بادشاہ ہوں گے، تو تمھیں بیٹھنے کا حکم نہیں دیں گے۔ تب ہم مال دے کر ان کو راضی کر لیں گے۔ پھر وہ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے۔ اگر بردبار دانا اور عالم ہوں گے تو تم کو بیٹھنے کا حکم دیں گے۔

قافلہ کی امیر عورت کو ہدایت کر دی تھی" کہ سلیمانؑ سے کہنا سوراخ دار کوڑی میں دھاگہ پرو ڈالے اور اس مقصد کے لیے کسی جن یا آدمی کی مدد نہ لے، اور جو بے سوراخ ہے۔ اس میں لوہے، جن یا انسان کی مدد کے بغیر سوراخ کر دے۔ اس سے یہ بھی کہنا کہ لونڈیوں اور غلاموں میں تمیز کر دے، اور خالی پیالہ کو ایسے کف دار پانی سے بھر دے جو زمین کا ہو نہ آسمان کا۔ ان امور کے علاوہ بلقیس نے سلیمانؑ کے نام ایک خط بھی روانہ کیا جس میں کئی سوال بھی لکھے تھے۔

قاصد حضرت سلیمانؑ کے دربار میں:- قاصد یہ تحفے لے کر حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں پہنچے۔ تحفے پیش کر کے سب باادب کھڑے ہو گئے۔ حضرت سلیمانؑ نے ان تحفوں کو دیکھا، مگر اپنی جگہ سے مطلق جنبش نہ کی۔ نہ ہاتھ پاؤں ہلائے۔ یعنی اس ہدیہ کی کوئی پرواہ نہ کی۔ نہ اس کے بارے میں خوشی کا اظہار کیا نہ انھیں خفیف یا حقیر ظاہر کیا۔ قاصدوں نے اس بات کو محسوس کر لیا کہ تحفے دیکھ کر حضرت سلیمانؑ کو نہ خوشی محسوس ہوئی، اور نہ انھوں نے حقارت ظاہر کی ہے نہ ہی کوئی توجہ دی ہے جس سے ظاہر ہو کہ انھوں نے تحفے قبول کر لیے یا نہیں۔

اس کے بعد سلیمانؑ نے سر اٹھایا اور قاصدوں کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ زمین اور آسمان سب خدا کا ملک ہے۔ خدا نے آسمانوں کو بلند کیا اور زمین کو بچھایا۔ تاکہ جو اس پر کھڑا ہونا چاہے کھڑا ہو جائے جو بیٹھنا چاہے بیٹھ جائے۔

راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد قافلہ کی امیر عورت آگے بڑھی" اور دونوں کوڑیاں جو ساتھ لائی تھی" ان کی خدمت میں پیش کر کے عرض کی کہ آدمیوں اور جنوں کی مدد کے بغیر سوراخ دار کوڑی میں دھاگہ پرو دیں! کہ وہ دوسری طرف نکل جائے اور دوسری کوڑی میں (جو سوراخ کے بغیر تھی) آدمیوں اور جنوں اور کسی لوہے کے آلہ کے بغیر آر پار سوراخ کر دو۔ پھر اس نے پیالہ پیش کیا اور کہا کہ بلقیس کی درخواست ہے۔ اس پیالہ کو کف دار میٹھے پانی سے بھر دیجئے، مگر وہ پانی جو نہ آسمان کا ہو نہ زمین کا۔

بعد ازاں غلاموں اور لونڈیوں کو پیش کیا، اور عرض کیا کہ بلقیس نے کہا ہے کہ ان لونڈیوں اور غلاموں کو الگ الگ کر دیں۔

حضرت سلیمانؑ نے ملک کے بزرگوں کو بلایا اور پوچھا تم میں کوئی ہے جو اس کوڑی میں دھاگہ پرو دے کہ وہ دائیں سے ہو کر بائیں طرف نکل جائے؟ ایک کیڑا جو رطب میں رہتا ہے اور اس کا رنگ سرخ ہوتا ہے، بولا میں اس کام کو کر سکتا ہوں" بشرطیکہ آپ میرے لیے روزی مقرر کر دیں۔ حضرت سلیمان نے فرمایا۔ کر دوں گا۔ چنانچہ کیڑے نے دھاگہ اپنے سر سے لپیٹ لیا اور کوڑی میں سوراخ کرتا ہوا گھسا اور اُسے کُرید کر بائیں طرف نکل آیا۔ اس خدمت کے عوض حضرت سلیمان نے اس کی روزی مقرر کر دی۔

پھر آپ نے دوسری کوڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا کہ لوہے کے آلہ کے بغیر اس میں کون سوراخ کر سکتا ہے؟ ایک سفید رنگ کے کیڑے نے جو لکڑی میں رہتا ہے سر اٹھایا اور کہا اے بادشاہ اس خدمت کو میں سرانجام کروں گا بشرطیکہ آپ لکڑی میں میری روزی مقرر کر دیں۔ حضرت سلیمان نے فرمایا مجھے منظور ہے۔ چنانچہ وہ کیڑا کوڑی سے لپٹ گیا اور برمے کی طرح اس میں سوراخ کرتا ہوا، دوسری طرف نکل گیا۔ حضرت سلیمانؑ نے اس کے عوض اس کی روزی لکڑی میں ہی مقرر کر دی۔

تب حضرت سلیمانؑ نے اپنے عربی گھوڑے منگائے اور حکم دیا کہ انھیں میدان میں دوڑاؤ۔ جب وہ دوڑتے دوڑتے تھک گئے اور پسینہ پسینہ ہو گئے تو آپ نے فرمایا۔ اس خالی پیالہ کو ان گھوڑوں کے پسینہ سے بھر دو۔ چنانچہ وہ پیالہ ان گھوڑوں کے پسینہ سے بھر دیا گیا۔ آپ نے فرمایا کف دار میٹھا پانی جو نہ زمین کا ہے نہ آسمان کا، وہ یہ ہے

پھر فرمایا۔ پانی لاؤ اور خدمت گاروں سے کہو کہ وضو کریں تاکہ غلام اور لونڈی میں تمیز ہو جائے۔ پانی لایا۔ پہلے عورتوں نے ہاتھ دھونے شروع کیے، ہر ایک اپنے بائیں ہاتھ میں پانی کا برتن پکڑتی اور اس میں سے اپنی دائیں ہتھیلی پر پانی ڈال کر اپنا بایاں بازو دھوتی۔ پھر اس طرح داہنے ہاتھ میں پکڑ کر داہنا بازو دھوتی۔ اس سے معلوم ہو گیا۔ کہ یہ لونڈیاں ہیں۔ انھیں آپ نے ایک طرف کر دیا۔ اس کے بعد خدمت گار اپنے ہاتھ دھونے لگے۔ انھوں نے پہلے داہنا ہاتھ دھویا، اس کے بعد بایاں، جس سے پتہ چل گیا کہ یہ غلام ہیں۔ آپ نے ان کو بھی الگ کر دیا۔ وہ سب تعداد میں بارہ تھے۔

اس کے بعد حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کے سوالات میں غور و فکر کر کے ان کے ایک ہزار جواب لکھ دیئے۔ یہ جوابات اور ہدیے قاصدوں کو واپس دیئے اور کہا کہ کیا تم لوگ مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو۔ یاد رکھو، جو کچھ خدا نے مجھے دے رکھا ہے، یعنی بادشاہی اور پیغمبری، یہ نعمتیں تمھارے مال سے کئی درجہ بہتر ہیں۔ تمھارے ہدیے تمھیں خوش کر سکتے ہیں، مجھے نہیں۔

حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کے نام خط لکھ کر ہدہد کو دیا کہ اُسے پہنچا دے۔ اور کہہ دے کہ ہمارے پاس زبردست لشکر موجود ہیں

ہم انھیں کے ساتھ تم پر چڑھائی کریں گے۔ اور تمھارے آدمی ہرگز میرے مقابلہ کی تاب نہ لاسکیں گے۔ ہم انھیں ملک سے نکال کر ذلیل و خوار کریں گے" اور وہ ہمیشہ ذلیل و خوار رہیں گے۔

ہدہد نے حضرت سلیمانؑ کا نامہ بلقیس کو پہنچا دیا۔ اس اثنا میں قاصد بھی واپس پہنچ گئے تھے۔ انھوں نے جو کچھ وہاں دیکھا بلقیس سے بیان کر دیا۔ سلیمان کا جواب بھی بلقیس کو نکال کر دکھا دیا۔ تب بلقیس نے اپنے آدمیوں کو بلا کر سمجھایا کہ یہ آسمانی معاملہ ہے" اس سے مخالفت اچھی نہیں۔ اور ہم میں سلیمان کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔

بلقیس آتی ہے:- پھر بلقیس اپنے تخت کے پاس آئی اور اسے ساتویں کوٹھڑی میں بند کر کے اس پر پہرے دار مقرر کر دیئے، کہ اس کی حفاظت کریں اور خود حضرت سلیمان کی جانب روانہ ہوئی۔

ہدہد پہلے ہی سلیمانؑ کے پاس واپس آگیا تھا۔ اور انھیں اطلاع کر دی تھی، کہ بلقیس خود آرہی ہے۔ یہ سن کر حضرت سلیمانؑ نے ملک کے آدمیوں کو جمع کر کے کہا۔ اے سردارو! تم میں کوئی ایسا بھی ہے جو بلقیس کے یہاں پہنچنے سے پہلے اس کے تخت کو میرے پاس پہنچا دے۔ کیوں کہ اگر بلقیس پہلے پہنچ گئی اور اسلام میں داخل ہو گئی، اس کے ساتھ صلح کی بات ہو گئی تو پھر میرے لیے اس تخت کا لینا حلال نہ ہو گا۔

ایک جن کی پیشکش:- اس موقع پر ایک جن حاضر ہوا جس کا نام عمرو تھا، وہ جنوں میں بہت سخت اور ہیبت ناک تھا۔ کہنے لگا۔ پیشتر اس کے کہ آپ عدالت برخاست کریں" اور یہاں سے اٹھیں، میں تخت لا کر آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا۔ حضرت سلیمان کو دوپہر تک عدالت لگانی تھی۔

جن نے کہا، کہ آپ میری دیانت داری کا یقین کریں۔ تخت میں جو جواہرات، موتی، زمرد اور سونا چاندی جڑا ہو گا، اسے پوری احتیاط کے ساتھ کسی قسم کی بددیانتی کے بغیر آپ کی خدمت میں پہنچا دوں گا۔ جن کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا" کہ اس کا ایک ایک قدم اتنا تھا جہاں تک اس کی نظر پہنچتی تھی۔

حضرت سلیمانؑ نے جواب دیا" کہ میں جانتا ہوں تم بہت تیز رفتار ہو" مگر میں تم سے بھی زیادہ تیز رفتار شخص چاہتا ہوں۔

آصف کی پیشکش:- اس موقع پر کتاب اللہ کا ایک عالم کھڑا ہوا جو اسم اعظم (یا حیّ و قیوم) جانتا تھا، کہنے لگا میں اللہ تعالےٰ سے دعا کرنے کے بعد ارادہ کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے" کہ ایسا کرنے کے بعد میں اس تخت کو اس جن سے بھی پہلے لا سکتا ہوں۔ اتنی جلدی جتنی دیر آپ کی نظر واپس آتی ہے۔ اس شخص کا نام آصف بن برخیا[1] شعیا تھا۔ اس کی ماں کا نام باطورا تھا جو بنی اسرائیل سے تھی۔

آصف نے جو شرط لگائی تھی کہ آپ کی نگاہ کے واپس لوٹنے سے قبل تخت کو لے آؤں گا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ جس چیز پر

---

[1] مفسرین کہتے ہیں" کہ جس شخص کے متعلق قرآن کریم میں یہ مذکور ہے کہ" اس کے پاس کتاب کا علم تھا" اس کا نام آصف بن برخیاہ تھا، (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۳۰۶ و تاریخ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۳) اور یہ حضرت سلیمانؑ کا معتمد خاص اور کاتب (وزیر) تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہی منقول ہے۔ بعض مفسرین نے اور نام بھی لکھے ہیں (تفسیر ابن کثیر میں یہ نام بھی درج ہیں) مگر زیادہ پہلے قول ہی کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ اس مسئلہ پر بھی بہت بحث کی جاتی ہے کہ وہ جنوں میں سے تھا یا انسانوں میں سے۔ ضحاک۔ قتادہ اور مجاہد کا بیان ہے کہ وہ انسانوں میں سے تھا۔

آپ نگاہ کریں اور وہ آپ کے پاس لے آئے (اس میں جتنا وقت لگتا ہے، اس سے بھی پہلے تخت کو لے آؤں گا۔ یہ سُنکر حضرت سلیمان نے فرمایا۔ کہ اگر تو ایسا کہے تو تُو غالب آیا۔ ورنہ تو مجھے جنوں میں رسوا کرے گا۔ حالانکہ میں انسانوں اور جنوں دونوں کا بادشاہ ہوں۔

تخت کیسے پہنچا؟:- آصف اٹھا، وضو کیا، سجدہ میں گیا، اسم اعظم پڑھ کر دعا کی، یا حی و قیوم کہا (حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ یا ذالجلال والاکرام پڑھنے سے انسان کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ اور اس کی برکت سے آدمی کی مراد بر آتی ہے)

راوی کہتا ہے، کہ بلقیس کا تخت جس جگہ رکھا تھا وہاں سے وہ زمین کے اندر دھنس کر غائب ہو گیا اور حضرت سلیمان کی کرسی کے پاس سے باہر آ گیا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ بڑی کرسی پر حضرت سلیمانؑ بیٹھا کرتے تھے، اور برابر ایک چھوٹی کرسی پر اپنے پاؤں رکھا کرتے تھے۔ بلقیس کا تخت اسی چھوٹی کرسی کے نیچے سے ظاہر ہوا۔

جب جنوں نے دیکھا کہ تخت پہنچ گیا ہے، تو انھوں نے سلیمان سے کہا کہ آصف تخت کو تو لے آیا ہے مگر اسے بلقیس کو یہاں لانے کی قدرت حاصل نہیں۔ آصف نے کہا کہ میں یہ بھی کر سکتا ہوں۔

محل کی تیاریاں:- حضرت سلیمانؑ نے حکم دیا۔ کہ ایک محل تیار کیا جائے! جس میں ایک دیوان خانہ ہو۔ اس کے سامنے شیشے کا ایک صحن بنایا جائے، جو ایسا صاف ستھرا ہو کہ معلوم ہو" جیسے اس میں پانی جاری ہے۔ اس میں مچھلیاں بھی دکھائی دیں۔ یعنی دیکھنے والے کو ایک شفاف چشمہ نظر آئے" جس میں مچھلیاں تیر رہی ہوں۔ دیوانِ خانہ کے وسط میں میری کرسی ہو، اور گرد مصاحبوں کی کرسیاں قرینے سے لگی ہوں۔ چنانچہ ان تمام احکام کی اسی طرح تعمیل کی گئی۔

دربارِ سلیمانی کی شان:- جب تمام کام مکمل ہو گیا، تو حضرت سلیمانؑ اپنے مصاحبوں اور مشیروں سمیت وہاں پہنچے اپنی کرسی پر بیٹھے۔ دوسرے ساتھی بھی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد جنات کی قوم کے لوگ اپنے اپنے مقام پر آئے۔ یہ تھی حضرت سلیمانؑ کے دربار کی شان۔ آپ کا یہ معمول تھا۔ کہ جب دنیا کے شہروں کی سیر مقصود ہوتی تو آپ خود اور آپ کے تمام مصاحب اسی طرح نشستوں میں بیٹھ جاتے، پھر ہوا کو حکم ہوتا، کہ محفل کو ہوا میں اٹھا لے۔ چنانچہ ہوا ان سب کو زمین اور آسمان کے درمیان فضا میں لے کر اڑتی، اور محفل کے سب آدمیوں کو سیر کرائی جاتی۔ پھر آپ کا حکم ملنے پر محفل کو زمین پر اتار دیا جاتا۔ دوبارہ پھر ہوا کو حکم ہوتا، تو وہ اٹھا کر دوسرے شہر میں لے جاتی۔ غرض حضرت سلیمانؑ کی مجلس اسی طرح جما کرتی تھی جس طرح بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں امرا اور ارکانِ دولت ہوا کرتے تھے۔

بلقیس پہنچ گئی:- مختصر یہ کہ جب حضرت سلیمان نے دربار سجا لیا۔ سب لوگ قرینے سے بیٹھ گئے" تو آصف برخیا آپ کی خدمت میں آئے۔ اللہ تعالےٰ کی درگاہ میں سجدہ کیا۔ اسم اعظم پڑھ کر اللہ تعالےٰ سے دعا کی جس کے ساتھ ہی اچانک بلقیس بھی دربار میں حاضر ہو گئی۔ اور حضرت سلیمان کے سامنے اُدب سے کھڑی ہو گئی۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے" کہ وہ حضرت خضرؑ تھے" جو اسم اعظم جانتے تھے (آصف برخیا نہ تھے) بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت سلیمانؑ کے گھوڑوں کا داروغہ جنبہ بن عادتھا۔

بہر حال جب حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو اپنے سامنے حاضر دیکھا، تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس نے مجھے آزمایا اور ملک اور دولت جو مجھے عطا ہوئی۔ اس کے لیے اس کا شکر ادا کرتا رہوں اور جب میں ایسے شخص کو دیکھوں جو علم و فضل میں مجھ سے زیادہ ہے، خواہ رتبہ میں مجھ سے کم ہی ہو۔ میں اس صورت میں بھی اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤں۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرتا ہے، وہ اپنے ہی لیے کرتا ہے۔ کیوں کہ اس میں اس کا اپنا ہی فائدہ ہے، اور اگر کوئی شخص ناشکری اور کفرانِ نعمت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے اور بخشنے والا ہے، وہ جلد عذاب نہیں دیتا۔

جب جنوں نے بلقیس کو دیکھا، اور اس کی کیفیت کا انھیں پتہ چلا تو انھیں خیال آیا کہ حضرت سلیمانؑ کہیں

بلقیس کون تھی؟؟ بلقیس سے نکاح نہ کرلیں۔ یہ خدشہ انھیں اس لیے تھا کہ بلقیس جنات کے حالات سے اچھی طرح واقف تھی۔ اس واقفیت کی وجہ یہ تھی کہ بلقیس کی ماں جنوں کی قوم سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کا نام عمیرہ تھا اور وہ عمرو کی بیٹی تھی۔ بعض اس کی والدہ کا نام رواحہ بیان کرتے ہیں، جو سکن کی بیٹی تھی۔ اور سکن جنوں کا بادشاہ تھا۔

اس خدشہ کے تحت جنوں نے حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ بلقیس دانا نہیں، بلکہ ناقص العقل

بلقیس کا امتحان ۱: ہے۔ اس کے پاؤں گدھے کے سموں جیسے ہیں (بلقیس کے پیر ٹیڑھے ضرور تھے اور ان پر بال تھے) یہ سن کر حضرت سلیمانؑ نے چاہا کہ اس کی تصدیق کریں اور اس کی عقل آزمائیں اور اس کے پیر بھی دیکھیں۔

آپ نے اسی غرض سے محل کے صحن میں شیشے کا فرش بنایا تھا۔ کاریگروں نے اس میں آبِ رواں کا ایسا

پہلا امتحان ۱: نقشہ بنایا تھا کہ اس میں مچھلیاں اور مینڈک نظر آتے تھے۔ دیکھنے والوں کو یہ دھوکہ ہوتا تھا کہ یہ کوئی گہری نہر ہے۔

حضرت سلیمانؑ نے یہ بھی حکم دیا کہ بلقیس کا جو تخت منگایا گیا ہے، اس میں بھی کچھ کمی بیشی کرکے اس کی ہیئت بدل دی جائے۔ یہ کام بھی بلقیس کی عقل کو پرکھنے کے لیے کیا گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کلام پاک میں فرماتا ہے۔ اس کے لیے اس تخت کو تبدیل کردو، یعنی اس شناخت کے لیے کہ یہ بلقیس کا ہے" اس کی ہیئت بدل دی جائے، پھر دیکھا جائے کہ وہ اسے پہچانتی بھی ہے کہ نہیں؟

جب بلقیس محل میں داخل ہوئی تو حضرت سلیمانؑ نے اسے محل کے دیوان خانے میں لے جانے کا حکم دیا جہاں ان کی کرسی بچھی تھی۔ دیوان خانے میں جانے کے لیے مذکورہ بالا صحن سے گزرنا پڑتا تھا۔ اس کے علاوہ کوئی راستہ نہ تھا۔ چنانچہ جب بلقیس وہاں سے گذرنے لگی، تو اس نے دیکھا۔ کہ ایک گہرا دریا پانی سے بھرا ہے۔ دل میں کہنے لگی کہ سلیمان مجھے ڈبونا چاہتے ہیں۔ بہر حال اس نے اپنے پائنچے اٹھا کر اسے عبور کرنے کے لیے قدم بڑھایا۔ جب صاف اور شفاف صحن سے گزرنے لگی تو اس چمک دار پنڈلی پر بال بھی نظر آگئے۔ اگرچہ اس کی پنڈلی پر بال تھے مگر وہ بڑی حسین خوبصورت اور پری جمال عورت تھی۔ مخالفوں نے اس کے متعلق جو جھوٹ بات کہی تھی اور اس پر جو تہمت لگائی تھی، وہ جھوٹی تھی۔ بعد ازاں بلقیس کو بتا دیا گیا کہ آئینہ بندی کا یہ محل اور اس کا اس قسم کا یہ صحن جو گرد وغیرہ سے بالکل پاک ہے اسی لیے بنایا گیا ہے۔

اب بلقیس بے خوف ہو کر حضرت سلیمانؑ کے پاس آگئی۔ اگرچہ حضرت سلیمانؑ نے اس کی پنڈلیوں پر بال دیکھ لیے تھے۔ مگر اس کی نزاکت کی خوبی پر فریفتہ ہو گئے تھے۔

دوسرا امتحان:- اب حضرت سلیمانؑ نے بلقیس سے پوچھا کہ یہ جو تخت رکھا ہے، کیا تمہارا تخت بھی ایسا ہی ہے؟ بلقیس نے اسے پہچانا نہ پہچانا، تاہم اپنے دل میں کہا کہ میرا یہ تخت یہاں کیسے آگیا۔ میں تو اسے ساتویں گھر میں چھپا آئی تھی اور اس پر نگہبان مقرر کر دیے تھے۔ بالآخر اس نے پہچان لیا کہ یہ وہی تخت ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا۔ ہمیں پہلے ہی یقین تھا کہ اسے پہچان لے گی۔

بلقیس راہِ ہدایت پر:- بلقیس مجوسی دین سے تعلق رکھتی تھی، مگر ہم مسلمان ہیں۔ بلقیس نے سوچ کر دل میں کہا کہ میں نے جو یہ سمجھا کہ سلیمان مجھے ڈبونے کا ارادہ رکھتے ہیں، تو یہ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب تھا۔ کہ میں نے بڑی غلطی کی ہے کہ اب تک سورج کی پرستش کرتی رہی۔ اب حضرت سلیمانؑ پر ایمان لاتی ہوں۔ اللہ تعالےٰ کی عبادت اور اس کے احکام کی فرمانبرداری کروں گی۔ میں اب مسلمان ہوگئی ہوں۔ اس طرح حضرت سلیمان نے بلقیس کو اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی کرنے اور عذاب کا مستحق ہونے سے بچا لیا۔

انجام:- آخر میں حضرت سلیمانؑ نے بلقیس سے نکاح کر لیا، پھر حکمانے اس کو پنڈلی وغیرہ پر صفائی کے لیے نورہ استعمال کرنے کی ہدایت کی۔ جس سے سب بالوں کی صفائی ہوگئی۔ بعد ازاں حضرت سلیمانؑ نے چیزوں کا حال پوچھا۔ بلقیس نے بھی حضرت سلیمانؑ سے کئی باتیں پوچھیں۔ آپس میں خلوت ہوئی۔ اللہ تعالےٰ کے حکم سے بلقیس حاملہ ہوئی، جب ایام حمل پورے ہوئے تو بچہ پیدا ہوا، جس کا نام داؤد رکھا گیا۔ مگر وہ حضرت سلیمان کی زندگی میں ہی اس دارِ فانی دنیا سے کوچ کر گیا۔ کچھ مدت کے بعد حضرت سلیمانؑ نے بھی وفات پائی[1]۔ اور ان کے ایک ماہ بعد بلقیس کا بھی انتقال ہوگیا

ایک روایت[2] ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے نکاح کے بعد بلقیس کو ایک شہر عطا فرمایا جس کے خراج سے وہ اپنا گزارا کرتی تھی۔ جب وہ حاملہ ہوگئی تو سلیمانؑ نے اُسے اس شہر میں بھیجدیا۔ وہ اس شہر کی حکمران بنی رہی۔ حضرت سلیمان مہینہ میں ایک مرتبہ بیت المقدس کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔

حضرت سلیمانؑ کے واقعہ سے بصیرت و عبرت

واقعہ کا ماحصل:- اس باب میں حضرت سلیمانؑ کا قصہ اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ عقلمند مسلمان گزشتہ امتوں کے نیک نہاد بزرگوں اور بدکار آدمیوں کے حالات سے عبرت حاصل کریں۔ بداعمالوں کے انجام سے نصیحت اخذ کریں۔ نیک نہادوں

---

[1] سورۂ سبا میں حضرت سلیمانؑ کی وفات کا جو واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے حکم سے جنوں کی ایک بڑی تعداد عمارتیں بنانے میں مصروف تھی کہ سلیمانؑ کو پیغام اجل آپہنچا، مگر جنوں کو اس کی خبر نہ ہوئی۔ اور وہ اپنے کام میں لگے رہے۔ عرصہ کے بعد جب دیمک نے لاٹھی کو چاٹ کر اس توازن کو خراب کر دیا جس کے باعث حضرت سلیمانؑ لاٹھی سے ٹیک لگائے کھڑے نظر آتے تھے اور وہ گر گئے۔ تب جنات کو علم ہوا کہ حضرت سلیمانؑ وفات پا گئے ہیں۔

[2] کتب تفاسیر میں یہ بھی منقول ہے۔ مگر قرآن عزیز اور احادیث صحیحہ میں نفی یا اثبات دونوں حیثیتوں میں اس واقعہ کا ذکر نہیں ہے۔

کو ان کے نیک اعمال اور اطاعتِ الٰہی کے عوض میں جو بزرگی اور مرتبہ حاصل ہوا اور بدبختوں اور ظالموں کو ان کے برے افعال کی جو سزا ملی اور انھیں ذلت و خواری نصیب ہوئی، اس میں غور و فکر کریں۔ کیوں کہ اس میں عبرت و بصیرت کے پہلو ہیں۔ اس داستان میں اللہ کی قدرت کے کرشمے دیکھیں کہ اللہ نے کس طرح اپنے دوستوں کو کافروں کے ملک وغیرہ پر قابض کر دیا۔

حضرت سلیمانؑ نے اپنے مالک حقیقی کی سچے دل سے اطاعت کی اور اس کے فرمانبردار رہے، جس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے انھیں جنوں اور انسانوں پر بادشاہ بنایا اور بلقیس کا ملک ان کے قبضہ میں دے دیا۔

بلقیس کے ماتحت بارہ ہزار دلیر اور بہادر افسر تھے۔ ہر افسر کے ماتحت ایک لاکھ جنگی جوان تھے، اس کے مقابلہ میں حضرت سلیمان کے لشکر میں صرف دو لاکھ جنگی آدمی اور دو لاکھ جن تھے۔ دونوں لشکروں کا فرق بخوبی ظاہر ہے۔ مگر حضرت سلیمان اپنی اطاعت گزاری کے سبب ظفریاب ہوئے، اور بلقیس اپنے کفر اور نافرمانی کے باعث ان کی مطیع بن گئی۔

نیکوں کی جزاء: اے لوگو! خوب یاد رکھو! کہ اسلام غالب آتا ہے، مغلوب نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو مسلمانوں پر کبھی غلبہ نہیں دیتا[1]۔ اسی طرح جب تو اللہ کے فضل سے ایمان لائے گا تو دنیا میں اپنے دشمنوں سے محفوظ رہے گا۔ آخرت میں جلتی آگ سے نجات پائے گا، جس طرح کوئی سیدھا راستہ بناتا ہوا آگے آگے چلتا ہے، اسی طرح آگ تیرے آگے چلے گی۔ اور خادم کی طرح تیری تعظیم کرے گی۔ تجھ سے مخاطب ہو کر کہے گی، میں تیرے مالک کی فرمانبردار ہوں، اس کا حکم بجا لاتی ہوں۔ آپ کے ایمان کے نور نے میری بھڑک کو ٹھنڈا کر دیا۔ نرم الفاظ میں کہے گی کہ اے مومن تو بہت بزرگ اور صاحبِ نور ہے۔ تیرے بادشاہ کی طرف سے تجھے عمدہ خلعت پہنایا جاتا ہے، جو تیرے لیے عزت کا باعث ہے۔ سو آپ بڑے آرام سے ٹھنڈے اور سیدھے راستے پر چلے جائیں گے۔ تمام باقی بندے بھی آپ کی عزت و تکریم کرنا اپنے اوپر واجب قرار دیں گے۔

کافروں کی سزاء: جو لوگ کافر ہوں گے، یہ آگ ان کے ساتھ ایسی ہی غضب ناکی سے پیش آئے گی جس طرح دشمن کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ اور اس کو قبضہ میں کر کے اس سے بدلہ لیتے ہیں۔ جیسا کہ خداوند کریم فرماتا ہے۔ دوزخ کی آگ دور سے کافروں کو دیکھ کر جوش میں آئے گی۔ کافر لوگ اس کی غضب ناک آواز سنیں گے۔ سو اگر تم دنیا اور آخرت کی عزت حاصل کرنا چاہتے ہو تو خدا کی عبادت کرو۔ اس کی نافرمانی نہ کرو۔ خدا کی رحمت سے تمھیں عزت حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اگر کوئی عزت چاہتا ہے تو عزت خدا کے لیے ہے۔ فرمایا عزت خدا اور اس کے پیغمبروں اور مومنوں کے لیے ہے مگر منافق اس بات کو نہیں جانتے۔

موعظت: اے اخلاص اور ایمان کا دعوےٰ کرنے والے، مگر دل میں منافقت رکھنے والے، تیرا شرک اور تیرا نفاق آنکھوں کا پردہ ہے، جس کے باعث تجھیں خدا کی شان دکھائی نہیں دیتی، نہ ہی اس کے برگزیدہ رسولؐ کے کمالات

---

[1] جب کہ وہ صحیح معنوں میں مسلمان ہوں۔

[2] مراد یہ کہ تمھارے کام بھی مسلمانوں اور مومنوں جیسے ہوں گے۔

اور مومنوں کی صفات نظر آتی ہیں۔ اگر تو سچے دل سے شرعی احکام بجالائے اور سچے دل سے اللہ اور رسولؐ کی عظمت اور ان کے جلال کا یقین کرے تو ہر موذی کی ایذا سے بچے گا۔ شیطان کے مکر، جنوں اور انسانوں کے آزار سے محفوظ رہے گا۔ آخرت میں دوزخ کے عذاب سے بھی نجات پائے گا۔ تو کامیاب اور تیرے دشمن ذلیل ہوں گے۔

خدا تعالےٰ فرماتا ہے:۔

إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ — اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے، تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔

پھر فرماتا ہے۔ اگر تم سست نہ پڑ جاؤ اور صلح کی طرف بلاتے رہو تو تم غالب رہو گے۔ اور اللہ تمہارے ساتھ ہوگا۔ مگر تمہارے دل پر غفلت کی تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ اس پر زنگ آگیا ہے۔ ایسے دلوں کو افسوس اور پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ قیامت کے دن دلوں کی سب (پوشیدہ) باتیں ظاہر ہو جائیں گی۔ اس روز بہت ہنگامہ اور شور ہوگا۔ وہ دن یقیناً آئے گا اور تم سب حاضر کیے جاؤ گے۔ تم میں سے کوئی چھپ نہ سکے گا۔ سب لوگ گروہ در گروہ ہوں گے۔ ان کے اعمال نامے ان کے ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ جس نے ذرہ برابر نیکی یا بدی کی ہوگی وہ اس اعمال نامے میں لکھی ہوگی۔

ذرہ، غبار کے اس ریزہ کو کہتے ہیں۔ جو سورج کی شعاع میں سوئی کی نوک کے برابر نظر آتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر چار ذرے اکٹھے کر دیئے جائیں تو وہ رائی کے ایک دانہ کے برابر ہوتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ ایک چھوٹی سرخ رنگ کی چیونٹی کو ذرہ کہتے ہیں۔ اور وہ اتنی چھوٹی ہوتی ہے کہ جب چلتی ہے تو پتہ ہی نہیں چلتا کہ چل رہی ہے۔ بعض کہتے ہیں جُو کے ہزارویں حصے کو ذرہ کہتے ہیں۔ عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں، کہ ہاتھ کو زمین پر مار کر پھر اٹھا لیا جائے تو جو چیز ہاتھ سے لگ جائے وہی ذرہ کہلاتی ہے۔

چنانچہ جس دن تیرے اعمال تولے جائیں گے، اس دن تیرا کیا حال ہوگا۔ اس روز اس وزن (ذرہ) کے برابر بھی وزن میں کمی بیشی نہ کی جائے گی۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، جس دن حشر برپا ہوگا اس دن پرہیزگار لوگ اپنے رحمان کے پاس بلائے جائیں گے۔ اور گروہ در گروہ بن کر جائیں گے۔ گناہ گار لوگ پیاسے ہی جہنم کی طرف دھکیلے جائیں گے۔ اس دن ہر شخص کا پوشیدہ راز ظاہر کیا جائے اور پتہ چل جائے گا کہ یہ مومن ہیں اور یہ کافر۔ یہ صدیق اور یہ منافق، موحد، مشرکوں سے اور دوست دشمنوں سے پہچانے جائیں گے۔ حق پر چلنے والے اور جھوٹا دعوےٰ کرنے والے میں فرق ہو جائے گا۔ پس تجھے اس دن کے خوف اور اس کی دہشت سے ڈرنا چاہیئے۔ کیوں کہ تجھے کچھ علم نہیں تو ان دونوں فرقوں میں سے کس فرقہ میں ہوگا۔ اگر تو نے خدا کی فرماں برداری اختیار کی اور اپنے کاموں میں خدا سے ڈرتا رہا۔ تجھے یہ خوف رہا کہ وہ دلوں کا حال جانتا ہے اور ظاہر اور پوشیدہ جو کچھ کرتا ہوں اسے دیکھتا ہے اور بُرے اعمال سے اجتناب کیا تو ان پرہیزگار لوگوں کے میں سے اٹھے گا جو قیامت کے دن اپنے پروردگار کے پاس حاضر ہوں گے تجھے بھی ان جیسی بزرگی نصیب ہوگی۔ سلامتی اور خوشی کی بشارت ملے گی۔ اگر اس کے خلاف کرتا رہا تو پھر دوسرے گروہ میں سے ہوگا جو آگ میں جلنے والے اور ہلاک ہونے والے لوگوں کا گروہ ہے، تو فرعون، ہامان اور قارون کے ہمراہ دوزخ کی آگ میں جلے گا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لہ دین میں۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا۔

جو شخص یہ امید رکھتا ہو کہ اپنے پروردگار سے ملاقات کرے اسے کہہ دو کہ نیک عمل کرے اور خدا کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ کرے۔

اس سے ظاہر ہوا کہ قیامت کے دن نیک اعمال کے سوا اور کوئی شے نجات کا باعث نہیں ہوگی۔

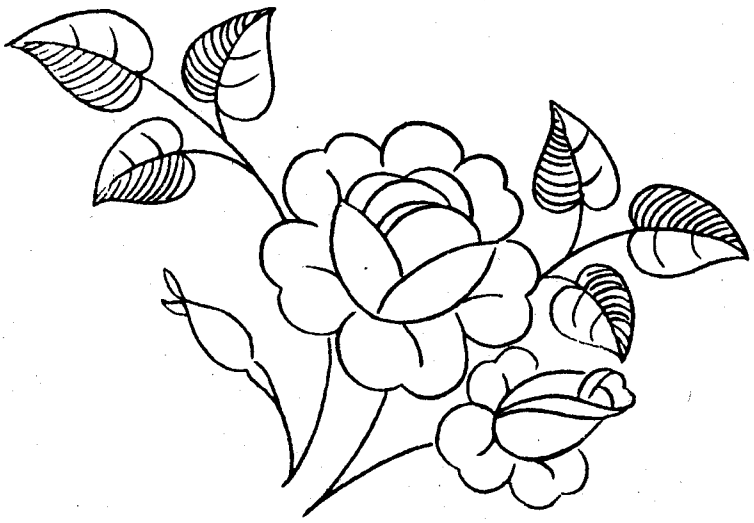

باب ۱۴

بسم اللہ کے فضائل ۔ توبہ
کبیرہ گناہ ۔ صغیرہ گناہ اور توبہ!

فضائلِ بسم اللہ

بسم اللہ کا نزول:- عطاء نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے نزول کے وقت بادل مشرق کی طرف بھاگے، ہوائیں ٹھہر گئیں، دریاؤں نے شور کیا، چارپایوں نے سننے کے لیے کان لگائے اور شیاطین آسمان سے نکال دیے گیے ۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی عزت کی قسم کھا کر فرمایا کہ جس شے پر میرا نام پڑھا جائے گا اس میں برکت ہوگی ۔ بسم اللہ پڑھنے والا جنت میں داخل ہوگا ۔

حضرت ابی ادائل نے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ جو شخص دوزخ کے فرشتوں سے جو تعداد میں انیس ہیں نجات چاہے وہ بسم اللہ پڑھے ۔ کیوں کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے انیس حروف ہیں اور ہر حرف ان فرشتوں سے بچنے کی ڈھال ہے ۔

طاؤس ابن عباسؓ سے فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے بسم اللہ کے بارے میں آنحضرت صلعم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ بسم اللہ اللہ تعالےٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور جس قدر آنکھ کی سفیدی اور سیاہی کے درمیان قرب ہے، اتنا ہی بسم اللہ اور اسم اعظم کے درمیان قرب ہے ۔ انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو شخص ایسے کاغذ کو تعظیم کے لیے زمین پر سے اٹھائے جس پر اللہ تعالےٰ کا نام (بسم اللہ) لکھا ہو، اس کا نام صدیقوں میں لکھا جاتا ہے ۔ اگر اس کے والدین عذاب میں ہوں (خواہ مشرک ہی ہوں) ان کے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ شیطان کبھی اتنا نہیں رویا جتنا ان تین دنوں میں رویا ۔ ایک تو وہ دن جب وہ ملعون ہوا، اور آسمان کے فرشتوں سے علیحدہ کر دیا گیا ۔ اور دوسرے اس دن رویا جب آنحضرتؐ تولد ہوئے ۔ تیسری بار اس دن رویا جب سورۂ فاتحہ نازل ہوئی، کیوں کہ اس سے قبل بسم اللہ لکھی تھی ۔

حضرت سالم بن عبداللہؓ فرماتے ہیں، یہ آیت سب سے پہلے حضرت آدمؑ پر نازل ہوئی ۔ آپ نے فرمایا جب تک میری اُمت بسم اللہ کا ورد جاری رکھے گی، عذاب سے محفوظ رہے گی ۔ یہ آیت حضرت ابراہیمؑ پر اس وقت نازل ہوئی، جب نمرود کی قوم نے آپ کو گوپھنی میں بٹھا کر آگ میں پھینکنا چاہا، اللہ تعالےٰ نے اس آگ کو ان پر سلامتی والی بنا دیا تھا ۔ پھر بسم اللہ کو اٹھا لیا گیا، پھر حضرت سلیمانؑ پر نازل کی گئی ۔ اس وقت فرشتوں نے ان کو مبارک باد دی اور کہا اب سارے ملک پر آپ کی بادشاہت کامل ہو گئی ۔ زماں بعد بسم اللہ کو پھر اٹھا لیا گیا ۔ پھر یہ مجھ (آنحضرتؐ) پر نازل ہوئی اور میری امت کے لوگ قیامت تک اسے پڑھتے رہیں گے ۔ اور جب اعمال ترازو میں تولے جائیں گے، تو بسم اللہ کی برکت سے نیکیوں کا پلہ بھاری ہو

جائے گا۔ آپؐ نے فرمایا تم اپنے خطوط میں بسم اللہ لکھا کرو اور اسے پڑھا بھی کرو۔

عکرمہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے لوح وقلم پیدا کیے۔ پھر قلم کو لکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا، قلم نے اسے لکھ دیا، قلم نے پہلے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھا اور لوگوں کو امن وسلامتی کا پیغام دیا، اس شرط پر کہ وہ بسم اللہ کو پڑھتے رہا کریں۔ ساتوں آسمان پر جس قدر ذی مرتبہ لوگ اور بزرگ ہیں، مقرب فرشتے صف باندھے تہلیل وتسبیح کر رہے ہیں۔ بسم اللہ ان سب کا ورد ہے۔

نزول کا تکرار: حضرت آدمؑ پر "بسم اللہ" نازل ہوئی تو انھوں نے فرمایا، جب تک میری امت پڑھتی رہے گی آفتوں سے محفوظ رہے گی، پھر اسے اٹھا لیا گیا اور حضرت ابراہیمؑ پر اس وقت نازل ہوئی جب آپ کو آگ میں ڈالنے کے لیے گوپھن میں بٹھایا گیا، انھوں نے "بسم اللہ" پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو ان پر ٹھنڈا کر دیا اور بسم اللہ کی برکت سے آپ آگ میں سے سلامت نکل آئے۔ ازاں بعد بسم اللہ اٹھائی گئی۔ پھر توریت کے ساتھ حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی۔ آپ نے اسے پڑھا اور اس کی برکت سے فرعون، ہامان، اس کے لشکروں، جادوگروں، قارون اور ان کے سب پیروؤں پر غالب آئے۔ بعد ازاں اسے حضرت سلیمانؑ پر نازل کیا گیا۔ اس وقت تمام فرشتوں نے کہا "اے داؤد کے بیٹے خدا کی قسم آج تجھ پر تیرا ملک مکمل کر دیا گیا۔ چنانچہ حضرت سلیمان جس چیز پر بھی اسے پڑھتے وہ مطیع ہو جاتی۔ بسم اللہ کے نزول کے وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو حکم دیا کہ بنو اسرائیل میں اعلان کر دو کہ جو شخص اس آیت کو جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امان دی گئی ہے، سننا چاہے وہ حضرت داؤد کے محراب میں سلیمانؑ کے پاس حاضر ہو جائے۔ جب حضرت سلیمانؑ نے خطبہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو تمام عابد، زاہد، عقلمند، یعقوبؑ کی اولاد اور سارے لوگ محراب میں آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ تب آپ حضرت ابراہیمؑ کے ممبر پر چڑھے اور بلند آواز سے بسم اللہ پڑھی۔ سب لوگوں نے بسم کو سنا اور خوشی سے گواہی دی کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

بسم اللہ کی برکت سے حضرت سلیمانؑ زمین کے تمام بادشاہوں پر غالب آئے۔ اسی بسم اللہ کی برکت سے آنحضرت صلعم نے مکہ فتح کیا۔ حضرت سلیمان کے بعد بسم اللہ اٹھالی گئی۔ پھر حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئی۔ انھوں نے اپنے حواریوں کو اس کی خوش خبری دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل کی یہ آیت امان کی ہے اور اس کا نام "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" ہے، تم اسے اٹھتے بیٹھتے، کھڑے، سوتے، جاگتے، چلتے پھرتے غرض ہمیشہ پڑھتے رہا کرو۔

بسم اللہ کی برکات: جس کے اعمال نامہ میں لکھا ہوگا کہ اس نے آٹھ سو مرتبہ "بسم اللہ" پڑھی، وہ مومن اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا قائل سمجھا جائے گا۔ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں اسے دوزخ کی آگ سے بچاؤں گا اور بہشت میں لے جاؤں گا۔ لہٰذا ہر مسلمان کو دعا، وظیفہ اور نماز سے قبل بسم اللہ پڑھنا چاہیئے۔ اگر وہ مذکورہ حالت میں مرگیا تو موت کی سختی اور منکر نکیر کے خوف سے محفوظ رہے گا، قبر کی تنگی کی تکلیف سے بچے گا اور میری رحمت اس کے شامل حال رہے گی۔ میں اس کی قبر کو حدِ نگاہ تک کشادہ اور روشن کر دوں گا۔ قبر سے اسے سراپا نورانی شکل میں اٹھاؤں گا، اس کا چہرہ دمکتا ہوگا۔ اس کے حساب کتاب میں آسانی کر دوں گا۔ اس کی نیکی کا پلہ بھاری کر دیا جائے گا۔ پل صراط سے گزرتے وقت اس کے سامنے نورانی شمعیں

ہوں گی۔ انہی کی روشنی میں وہ جنت میں جائے گا۔ محشر کے میدان میں پکارنے والے فرشتے کو اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ تو پکار کہ یہ بندہ بڑا نیک بخت ہے، اسے رحمتِ الٰہی میں داخل کیا گیا۔

حضرت عیسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا، کیا یہ نعمت جو مجھے عطا کی گئی ہے، خاص میرے ہی لیے ہے؟ فرمایا ہاں تیرے لیے اور اس شخص کے لیے جو تیرے کہنے پر چلے گا۔ تیرے بعد یہ نعمت احمد مصطفےٰ کے لیے ہے پھر اس کی امت فیضیاب ہوگی۔ پھر سب کو اس سے عام فیض پہنچے گا۔

حضرت موسیٰؑ اور بسم اللہ:۔ حضرت عیسیٰؑ نے اس کی اطلاع اپنی قوم کو دی اور فرمایا۔ میرے بعد احمد نام کا ایک پیغمبر آئے گا۔ پھر آپ نے آنحضرتؐ کے صفات بیان کرتے ہوئے ان کا حلیہ بیان کیا۔ اپنی تمام قوم سے آپ نے عہد لے لیا کہ جب محمدؐ پیدا ہوں تو ان پر ایمان لانا۔ جب حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر اٹھا لیا اور ان کے اصل پیرو اور حواری دنیا سے رخصت ہو گئے تو ان کی جگہ نئے نئے گمراہ لوگ پیدا ہو گئے۔ انھوں نے دین مسیحی چھوڑ دیا۔ اس کے بجائے دوسرا دین اختیار کیا۔ دوسرے لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔ تب نصاریٰ کے ایمان کی مذکورہ آیت ان لوگوں کے سینہ سے اٹھا لی گئی۔ صرف چند کے دل میں جو انجیل مقدس پر عمل کرتے تھے۔ اس کا اثر باقی رہا۔ ان میں ایک کا نام بحیرا راہب تھا۔

آنحضرتؐ پر بسم اللہ کا نزول:۔ آخر اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو نبوت سے نوازا۔ جب مکہ میں سورۂ فاتحہ نازل ہوئی تو اس کے ساتھ پھر یہ آیت (بسم اللہ) نازل ہوئی اور آنحضرتؐ کے ارشاد کے مطابق باقی سورتوں کے شروع میں، رسالوں، کتابوں اور کاغذی تحریروں کے شروع میں بھی لکھی جانے لگی۔ آنحضرتؐ پر اس کا نزول ایک بڑی فتح تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مجھے اپنے جلال اور اپنی عزت کی قسم جو مسلمان کسی کام کو شروع کرنے سے پہلے یقین کے ساتھ بسم اللہ پڑھے گا میں اس کے کام میں برکت دوں گا۔

مزید فضائل:۔ جب مومن بسم اللہ پڑھتا ہے تو بہشت اس کے جواب میں لبیک (میں حاضر ہوں) پکارتی ہے، اور خدا سے دعا کرتی ہے کہ بسم اللہ کے بدلے میں اس شخص کو مجھ میں داخل کر۔ جب یہ التجا ہوتی ہے، تو بہشت میں اس شخص کا داخلہ واجب ہو جاتا ہے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ جس دعا سے قبل بسم اللہ پڑھی جائے، وہ ردّ نہیں ہوتی۔ پھر فرمایا قیامت کے دن میری امت کے لوگ جب بسم اللہ پڑھتے ہوئے آئیں گے، تو اس کی برکت سے ان کی نیکیوں کے پلے بھاری ہو جائیں گے جس پر دوسری امتوں کے لوگ پوچھیں گے کہ ایسا کیوں ہوا۔ ہمارے پلے کیوں نہ بھاری ہوئے۔ ہم پر محمدؐ کی امت کو ترجیح کیوں دی گئی۔ تب ان کے پیغمبران کو جواب دیں گے کہ حضورؐ کی امت کے لوگ کام کرنے سے پہلے تین دفعہ اللہ تعالیٰ کا نام لیتے تھے" اور وہ تینوں نام ایسے بابرکت ہیں کہ اگر ان کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے" اور دوسرے پلڑے میں سارے جہان کی برائیاں رکھی جائیں تو خدا کے ناموں کی برکت سے ان ناموں کا پلڑا بھاری رہے گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ برکت رکھی ہے کہ ہر بیماری کے لیے شفا ہے۔ دوا کی مددگار اور فقیر کو مال دار بنانے والی ہے۔ دوزخ کی آگ سے بچاتی، صورت مسخ ہو جانے سے محفوظ رکھتی اور آسمان کی بلا سے نجات دلاتی ہے۔ جو کوئی اسے پڑھتا رہے گا" وہ سب آفات سے محفوظ رہے گا۔

بسم اللہ کے معنی:- عطیہ اوفی نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ حضرت عیسیٰ کو ان کی مشفق والدہ نے تعلیم کے لیے مکتب میں بھیجا۔ معلم نے ان سے کہا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھو۔ آپ نے پوچھا یہ کیا چیز ہے۔ معلم نے جواب دیا، میں نہیں جانتا۔ تب حضرت عیسےٰؑ نے فرمایا، ب سے اللہ تعالےٰ کی روشنی مراد ہے۔ س سے اس کی پاک ذات کا بلند مرتبہ ہونا۔ م سے اس قادرِ مطلق کی شہنشاہی کی طرف اشارہ ہے۔

ب کے معنی:- حضرت ابو بکر وراقؒ[1] فرماتے ہیں کہ بہشت کے ایک باغ کا نام "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" ہے۔ اس کے ہر حرف کے کئی کئی معنی ہو سکتے ہیں، جیسے صرف ب کے چھ معنی ہیں:- ۱۔ اللہ تعالےٰ باری ہے، یعنی عرش سے تحت الثریٰ تک ساری مخلوقات اسی نے پیدا کی۔ ۲۔ وہ بصیر ہے۔ یعنی عرش سے تحت الثریٰ تک ساری مخلوقات کو دیکھتا اور ان کے حال کو جانتا ہے۔ ۳۔ وہ باسط ہے۔ یعنی عرش سے تحت الثریٰ تک ساری مخلوقات کی روزی کو تنگ اور کشادہ کرنا اسی کے اختیار میں ہے۔ ۴۔ وہ باقی ہے۔ یعنی عرش سے تحت الثریٰ تک ساری مخلوق فنا ہونے والی ہے، صرف اللہ کی ذات کو بقا حاصل ہے۔ ۵۔ وہ باعث الخلق ہے۔ یعنی قیامت کے دن عرش سے تحت الثریٰ تک کی ساری مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنے والا اور انھیں جزا و سزا دینے والا ہے۔ ۶۔ وہ بار ہے۔ یعنی عرش سے تحت الثریٰ تک ساری مخلوقات پر احسان کرنے والا اور ان پر مہربان ہے۔

س کے معنی:- حرف س کے پانچ معنی ہیں:- ۱۔ سمیع، یعنی اللہ تعالےٰ اپنی ساری مخلوقات کی بات سنتا ہے۔ کوئی شے ایسی نہیں جس کی بات نہ سنتا ہو، اور سب کو جانتا ہے۔ یعنی اس آیت کا مفہوم (کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کے بھید اور ان کی سرگوشیوں کو نہیں سنتے) ۲۔ وہ سید ہے، یعنی اس کی سرداری انتہا تک پہنچی ہوئی ہے۔ عرش سے تحت الثریٰ تک اور اسے کسی شے کی کوئی پروا نہیں۔ ۳۔ سریع الحساب ہے۔ یعنی جلد حساب لینے والا ہے۔ ۴۔ سلام ہے۔ یعنی اپنی ساری مخلوق کو اس نے امن اور سلامتی دے رکھی ہے، اور آزادی بخشی ہے۔ ۵۔ ساتر ہے، یعنی اپنے بندوں کی خطاؤں کو چھپانے والا، گناہ بخشنے والا اور ان کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

م کے معنی:- م کے بارہ معنی ہیں:- ۱۔ اللہ تعالےٰ ساری مخلوقات کا بادشاہ ہے، سب عیوب اور نقائص سے پاک ہے، مالکِ ملک اور بادشاہ ہے۔ عرش سے تحت الثریٰ تک، سب پر احسان اور مہربانی کرنے والا ہے۔ سب سے بزرگ ہے۔ عرش سے فرش تک اپنے تمام بندوں کو امن و امان سے رکھتا ہے۔ سب کا نگہبان ہے۔ سب کے حالات جانتا ہے۔ سب پر قادر ہے۔ بااقتدار بادشاہ ہے۔ ساری مخلوق کی نگہبانی کرتا ہے۔ سب سے واقف ہے۔ اپنے سب دوستوں کی عزت کرتا ہے۔ بنی آدم کو اس نے عزت دی۔ سب کو انعام دیتا ہے۔ بنی آدم پر ساری ظاہری اور باطنی نعمتیں اس نے ختم کر دی ہیں۔ بندوں پر ہر طرح سے احسان کرنے والا ہے۔ ایجاد کرنے والا اور مصورِ حقیقی ہے۔

اہل حقیقت نے بسم اللہ کا مقصد یہ بیان کیا ہے کہ کام شروع کرنے سے قبل بسم اللہ پڑھنی چاہیئے۔ اس سے قول اور فعل میں

---

[1] حضرت ابو بکر وراقؒ کے مشہور اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ شیخ احمد خضرویہؒ کے اصحاب میں سے تھے۔ مؤدب الاولیا آپ کا لقب تھا۔ بلخ ہی میں عمر گزاری۔ ریاضات و آداب کے موضوع پر آپ نے بعض کتابیں لکھیں۔

برکت پیدا ہوگی، جیسا کہ خدائے تعالیٰ نے اپنے پاک کلام کے شروع میں اسے رکھا ہے۔

مختلف توجیہات:- اس نام کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ خلیل بن احمد اور عرب کے بعض افراد کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام یہی ہے" اور اسی کے لیے خصوص موضوع ہے، کسی اور کا وصف اس میں شامل نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کیا تو سمجھتا ہے کہ اللہ کا کوئی ہم نام بھی ہے۔ مطلب یہ کہ اس نام کے سوا اور سب نام خدا کے ناموں میں مشترک ہیں۔ اور دراصل وہ نام اور صفات اللہ ہی کے ہیں، مگر مجازاً دوسروں کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ بسم اللہ نام خاص اللہ ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس کے معنی خداوندی ہیں اور جو دوسری صفتیں ہیں، وہ سب اسی نام کے تحت آجاتی ہیں۔

اللہ کے لفظ میں سے "الف" حذف کردیں تو "للہ" باقی رہ جاتا ہے۔ پھر "ل" بھی حذف کردیں تو "لہ" باقی رہ جاتا ہے دوسرا "لام" بھی حذف کردیں تو "ہو" رہ جاتا ہے۔

بسم اللہ کا اشتقاق:- اس لفظ کے اشتقاق میں اور بھی چند روایات ہیں۔ مثلاً نضر بن شمیل کہتے ہیں کہ یہ نام "تالہ" سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں عبادت کرنا۔ الہ کے معنی ہیں پرستش کیا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ نام الہ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں تکیہ کرنا۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ کا لفظ الھنہ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں زاری کرنا۔ یعنی مخلوق اپنے پروردگار سے زاری کرکے اپنی حاجتوں کے پورا کرنے کی درخواست کرتی ہے۔ پھر خدا ان کی ضرورتیں پوری کردیتا ہے۔ انھیں پناہ دیتا ہے۔ اسی لیے اس کا نام الٰہ ہے، جس طرح امام اسے کہتے ہیں جس کے پیچھے نماز پڑھی جائے چنانچہ سب لوگ اپنے نفع کی غرض اور نقصان کے ڈر سے اس کی بارگاہ میں رجوع کرتے ہیں۔

حضرت ابو عمر بن علاؑ کہتے ہیں کہ یہ نام الہت فی الشئے سے مشتق ہے۔ یعنی آدمی اپنے کام میں حیران ہوتا ہے، تو اس نام کو یاد کرنے پر اس کا کام درست ہو جاتا ہے۔ مقصد یہ کہ انسان اللہ تعالیٰ کی صفات اور کمالات کو جاننے کے سلسلے میں عاجز اور حیران ہے۔ اس لیے اللہ کا نام "حیرت دلانے والا" ہوا۔ یہ اسی طرح ہے جیسے مکتوب کو کتاب کہتے ہیں۔ اور حساب کیے گئے یعنی محسوب کو حساب کہتے ہیں۔

مبرد کا کہنا ہے کہ قولِ عرب کے مطابق اللہ کا لفظ الہت الی فلان سے مشتق ہے۔ یعنی "میں نے اس کی طرف آرام پکڑا"۔ گویا ساری مخلوق کو اس کی یاد سے تسکین و آرام ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "خبردار رہو! اللہ کی یاد سے دل آرام پاتے ہیں"۔

بعض اس کی وجہ "ولہ" بیان کرتے ہیں۔ یعنی کسی عزیز کی گمشدگی پر عقل کا زائل ہو جانا۔ اسی طرح اللہ کی محبت میں لوگ فریفتہ اور دیوانے ہو رہے ہیں، اس کی یاد سے خوشحال ہو رہے ہیں۔

بعض اس نام کے معنی "پوشیدہ ہونا" بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ جو چیز نظر آنے کے بعد یا سمجھ جانے کے بعد نظروں سے اوجھل ہو جانے اسے اہلِ عرب "لاھا" کہتے ہیں۔ مثلاً لاھت العساد من تلو ھالوھا (جب کہ نئی بیاہی ہوئی عورت پردہ میں چلی جاتی ہے) اسی طرح اگرچہ خدا کی ربوبیت نشانیوں اور دلائل سے ظاہر ہے، مگر اس کی کنہہ اور کیفیت پوشیدہ ہے۔

بعض اس نام کے معنی "برتر اور بلند ہونے والا" بیان کرتے ہیں۔ لاہ یعنی "بلند ہوا" محاورہ ہے۔ سورج کو بھی اس لیے الاہ کہتے ہیں۔ بعض نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ "ممونہ کے بغیر پیدائش پر قادر ہونا"۔ اس کے معنی "سردار" بھی بیان کیے جاتے ہیں۔ یعنی ملک کا والی

رحمٰن اور رحیم کے متعلق بعض کا کہنا ہے کہ یہ خدا کی دو صفتیں ہیں۔ بعض اس کے معنی عقوبت کا ترک کرنا اور رحمٰن اور رحیم: "خطاکار کو معاف کرنا" بیان کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس شخص کے ساتھ بھلائی کرنا جو اس کے قابل نہ ہو۔ یہ دونوں اسم فعل کی صفتیں ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ دونوں اسموں میں فرق ہے۔ رحمان مبالغہ کے لیے ہے، یعنی اس کی رحمت نے ہر خاص و عام شے کو گھیر رکھا ہے۔ اور رحیم کا لفظ خاص ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ "رحمٰن" خدا کی ایک ایسی صفت ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مومن، کافر، نیک اور بد سب کے ساتھ یکساں سلوک کرتا ہے۔ اپنی ساری مخلوقات پر مہربان ہے۔ اسی نے اسے پیدا کیا۔ وہی اسے روزی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ہر شے تک میری رحمت پہنچتی ہے"۔ مومنوں پر تو خاص طور سے مہربان ہے۔ اس نے انھیں دنیا میں بھی سیدھی راہ دکھائی اور آخرت میں بھی بہشت اور اپنے دیدار سے انھیں نوازے گا۔ فرمایا "اللہ مومنوں پر ہمیشہ مہربان ہے"۔ لہٰذا "رحمٰن" کا لفظ خاص ہے۔ اس کے معنی عام ہیں" اور لفظ رحیم عام ہے" مگر اس کے معنی خاص ہیں۔ یعنی رحمٰن کا لفظ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مخصوص ہے۔ اس کے سوا کسی اور کا نام نہیں رکھا جا سکتا اور اس کی عام حیثیت یہ ہے کہ ساری مخلوق کو پیدا کرتا، اسے رزق دیتا اور نفع یا نقصان پہنچاتا ہے۔

رحیم کا لفظ عام اسی طرح ہے کہ سب کے لیے بولا جاتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے، کہ فلاں شخص رحیم ہے۔ یہ لفظ خاص اس لحاظ سے ہے کہ خاص توجہ، لطف اور توفیق کی جانب رجوع دلاتا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں الفاظ معنوں کے لحاظ سے ایک دوسرے سے زیادہ باریک ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اہلِ دنیا کے ساتھ مہربانی کرنے والے کو رحمٰن کہتے ہیں اور رحیم اُسے کہتے ہیں جو اہلِ آخرت کے ساتھ مہربانی کرنے والا ہو۔ ایک دعا میں ہے "یا رحمٰن دنیا یا رحیم آخرت"۔

ضحاک کا کہنا ہے کہ اہلِ آسمان پر مہربانی کرنے والے کو رحمٰن کہتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں آسمان پر جگہ دی۔ ان کی گردنوں میں عبادت گزاری کا طوق ڈال دیا اور آفات سے بچایا۔ ہر قسم کی لذتوں لذیذ کھانوں اور مشروبات سے انھیں بے نیاز کر دیا۔ رحیم کے معنی ہیں اہلِ دنیا پر مہربانی کرنے والا۔ یعنی خدا نے اہلِ دنیا کی ہدایت کے لیے پیغمبر اور کتابیں بھیجیں۔

عکرمہ کا کہنا ہے کہ رحمان کے معنی ہیں ایک رحمت کرنے والا اور رحیم کہتے ہیں سو رحمتیں کرنے والے کو۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں، آنحضرت صلعم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں جن میں سے صرف ایک کو زمین پر اتارا، جو ساری مخلوقات میں تقسیم کی گئی۔ لوگوں کا ایک دوسرے کے ساتھ شفقت اور نرمی سے پیش آنا۔ اسی ایک رحمت کا نتیجہ ہے۔ باقی ننانوے رحمتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے مخصوص فرمالیں۔ جو قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحمت فرمائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ زمین پر نازل کی گئی ایک رحمت کو بھی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنی ننانوے رحمتوں میں شامل کرے گا۔ پوری سو رحمتوں سے اپنے بندوں کو نوازے گا۔ فرمایا رحمٰن وہ ہے کہ اس سے سوال کیا جائے تو اسے پورا کردے اور رحیم

وہ ہے کہ اس سے سوال نہ کیا جائے تو وہ غضب میں آجائے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے ہی یہ روایت بھی ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا اگر کوئی شخص اللہ تعالےٰ سے کبھی کوئی سوال نہ کرے تو اس سے اللہ تعالےٰ ناراض ہوجاتا ہے۔ اسی طرح ایک شاعر نے بھی کہا ہے کہ اگر تو اللہ سے سوال نہ کرے۔ تو وہ تجھ سے ناراض ہوجائے انسانوں سے سوال کیا جائے تو اللہ ناراض ہوجاتا ہے۔

رحمٰن کے معنی ہیں، اللہ تعالےٰ ہر حال میں مہربان ہے۔ ہر نعمت عطا فرماتا ہے۔ رحیم کے معنی ہیں بلاؤں سے محفوظ رکھنے والا رحمٰن کے معنی ہیں دوزخ کی آگ سے نجات دینے والا۔ جیسا کہ اس نے خود فرمایا "تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے اور اس آگ سے (ہم نے) تمھیں بچایا"

رحیم کے معنی ہیں بہشت میں داخل کرنے والا، جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "تم امن اور سلامتی کے ساتھ بہشت میں داخل ہوجاؤ" اللہ تعالےٰ لوگوں کے نفس پر رحم کرنے میں رحمٰن ہے اور ان کے دلوں پر رحم کرنے میں رحیم ہے۔ اپنے بندوں سے غم اور سختی کو دور کرنے میں رحمان ہے اور ان کے گناہ بخشنے میں رحیم ہے۔ سیدھی راہ دکھائی اس لیے رحمان ہے۔ گناہوں سے بچا کر عبادت کی توفیق بخشی، اسی لیے رحیم ہے۔

گناہ خواہ کبیرہ ہی ہوں انھیں بخشنے میں رحمان ہے اور عبادت خواہ پاک صاف نہ ہو اسے قبول کرنے میں رحیم ہے۔ بندوں کو ان کی معاشی ضروریات عطا کرنے میں رحمٰن ہے اور ان کے آخرت کے معاملات میں رحیم ہے۔

رحمٰن وہ ہے "جو نقصان اور برائی کو دور کرنے پر قادر ہو۔ اور رحیم وہ ہے "جو سب کو روزی دیتا ہے" مگر خود کسی کی روزی کا حاجت مند نہیں۔ بے شک اللہ ہی رزق دینے والا، صاحب قوت اور مضبوط ہے، جو لوگ اس کے منکر ہیں ان کے لیے رحمان ہے اور جو اسے واحد جانے اس پر رحم کرنے والا ہے۔ نعمت کے کفر کرنے والے پر رحمٰن ہے اور شکر نعمت ادا کرنے والے پر رحیم ہے۔ جو اس کا شریک ٹھہرائے گا اس کے حق میں رحمان ہے اور جو اس کی توحید کا قائل ہو اس کے حق میں رحیم ہے۔

بسم اللہ کے فائدے:- اللہ تعالےٰ سے معافی چاہنے کے لیے "مسلمانوں کو بسم اللہ پڑھنی چاہیئے۔ یہ وہ فائدہ ہے جو صرف زبان سے بسم اللہ کہنے یا ان الفاظ کو سننے سے حاصل ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالےٰ اسے سنائے گا تو پھر زیادہ لطف اور فضل و کرم ہوگا۔ اللہ تعالےٰ خود ہی اس کا ساتھی ہوگا۔ اور بلا واسطہ جب لذت ملے گی، دنیا کا کوئی غم و فکر باقی نہ ہوگا۔ پھر اس خوشی کی کوئی حد نہ ہوگی۔ اس دنیا میں جہاں دھوکہ بازی اور شیطانیت کا دور دورہ ہے۔ بسم اللہ کے سننے سے کیا لطف ملتا ہے، سو اس دنیا میں اس کا سننا کتنا پُر لطف ہوگا۔ پھر اللہ تعالےٰ کے حضور میں اس کے سننے کی تو کیا ہی بات ہے۔ یہ لذت تو صرف خبر کی ہے۔ نظر کی کتنی بڑی لذت ہوگی۔ مجاہدہ کی لذت تو یہ ہے جو بیان ہوئی۔ مشاہدہ کی لذت کا کیا کہنا۔ بیان کی لذت اس قدر ہے تو دیدارِ خداوندی کی لذت تو کہیں زیادہ ہوگی۔ جب غائبانہ یہ لطف ملتا ہے تو اللہ کے حضور میں اور اس کے دیدار سے کیا کیا لطف حاصل ہوں گے۔

بسم اللہ کے مزید معنی اور تشریح:- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے معنی اور اس کی تشریح یہ ہے "کہ میں اس اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں" جس کی ذات اور صفات میں کسی کو دخل نہیں، شروع کرتا ہوں اس اللہ کے نام سے

جس کا کوئی شریک نہیں، جو اولاد سے پاک ہے جو نورالانور ہے۔ تمام نور اسی سے ظاہر ہوئے، جس نے لوگوں کو بزرگی عطا کی۔ جس نے ساری مخلوقات کو اپنی قدرتِ کاملہ سے پیدا کیا۔ سب کے دل اور آنکھوں کو روشنی عطا فرمائی، جو نیک لوگوں کے دلوں میں رات کے وقت ہدایت کا نور پیدا کرتا ہے۔ جو اپنے بھیدوں سے اپنے دوستوں کو واقف کرتا ہے اور ان کے دلوں کو اپنے انوار میں لپیٹ دیتا ہے۔ اس نے انھیں اپنی رحمت کے بھیدوں کا خزانہ بنایا ہے۔ ان سے خوف اور خطروں کو دور کر دیا ہے۔ غیروں کی غلامی سے انھیں بچا لیا ہے۔ ان کے دلوں سے غلامی کے بوجھ اور زنجیروں کے قفل دور کر دیئے ہیں۔ کیوں کہ اس کی ذات نیکی اور فضل کے اوصاف رکھتی ہے، وہ توبہ کرنے والوں کے گناہ بخش دیتا ہے۔ "بسم اللہ" اس ذات کا نام ہے، جس نے دریا جاری کیے، درخت اُگائے اور ان کو پروان چڑھایا، جس نے شہروں کو اپنے بندوں سے آباد کیا۔ ان بندوں سے جو اطاعت اور فرمانبرداری کرنے والے ہیں، ان بندوں کے ذریعہ شہروں کو اس طرح مضبوط کیا جس طرح پہاڑوں کے ذریعہ سے مضبوط کر کے اس کے ساکنوں کے لیے اسے گہوارہ بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ کے یہ برگزیدہ بندے چالیس ہیں، جنھیں ابدال کہتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کو پاک ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ نہ کسی کو اس کا شریک اور نہ ہمسر ٹھہراتے ہیں۔ ابدالوں کا گروہ دنیا کا حاکم ہے قیامت کے دن یہ گروہ بندگانِ خدا کی سفارش اور شفاعت کرے گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اپنی مخلوق پر رحمت کے لیے ایک خاص مصلحت کے تحت پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کے لیے "بسم اللہ" ایک بڑا ذخیرہ ہے۔ اہلِ قوت کے لیے عزت اور عاجزوں کے لیے سہارا ہے۔ اللہ کے دوستوں کے لیے نور اور اس کے مشتاقوں کے لیے سرور ہے۔ روحوں کی راحت اور جسموں کے لیے سب بلاؤں سے نجات کا باعث۔ تمام کام اس کی برکت سے سرانجام پاتے ہیں۔ بسم اللہ عارفوں کے سر کا تاج اور واصلینِ حق کے لیے چمکتا چراغ ہے۔ خدا کے عاشقوں کو غیر سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

بسم اللہ اس ذات پاک کا نام ہے، جس نے دوزخ کی آگ کو اپنے دشمنوں کے لیے انتظار کی جگہ بنایا اور اس کا نام ہے جس نے اپنے دوستوں کے لیے جنت کا وعدہ کیا ہے۔ اس خدا کا نام ہے جس کے نام شمار نہیں کیے جا سکتے "جو بے انتہا مدت تک رہنے والا ہے، جو کسی سہارے کے بغیر از خود قائم ہوا۔

ہر سورت کے لیے بسم اللہ ایک دروازہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی یاد سے خالی خلوت خانے آباد اور معمور ہو جاتے ہیں۔ یہ اس ذات کا نام ہے "جس کی عبادت کرتے اور جس کی نماز پڑھتے ہیں، جس کی طرف سب لوگ نیک گمان رکھتے ہیں، جس نے آنکھوں کو بیداری عطا کی اور سب چیزوں کو پیدا ہونے کا حکم دیا، اور وہ پیدا ہو گئیں۔ جو ہاتھ لگانے سے پاک ہے، جو سب سے بے پروا ہے۔ جو اندازہ اور قیاس سے بلند ہے۔

بسم اللہ ایک ایک حرف کر کے کہنا چاہیئے تاکہ ہزار گن ثواب ملے۔ اللہ تعالیٰ سارے گناہ معاف کر دے۔ جو شخص زبان سے بسم اللہ کہے دنیا اس پر گواہ بن جاتی ہے۔ اگر دل سے پڑھے تو آخرت بھی گواہ بن جاتی ہے۔ جو شخص پوشیدہ طور پر اسے پڑھتا ہے خدا اس کا گواہ بن جاتا ہے۔ اس میں وہ حلاوت ہے کہ پڑھنے والے کا منہ میٹھا ہو جاتا ہے۔ اس کے کہنے سے دل

میں کوئی غم باقی نہیں رہتا۔ سب نعمتیں اس کلمہ پر ختم ہوگئیں۔ جلال اور جمال دونوں اس کلمہ میں اکٹھے ہیں۔ جو بسم اللہ کا قول ہے وہ جلال در جلال ہے اور جو رحمان الرحیم ہے"۔ "یہ جمال در جمال ہے۔ سبحان اللہ! جمال اور جلال کے ڈھیر جمع ہوگئے۔ باقی رہی صورت اور زندگی کی بات تو اس کے متعلق لکھا ہے کہ جلال کا مشاہدہ کرنے والا ہلاک ہوجاتا ہے اور جمال کا مشاہدہ کرنے والے کو تازہ زندگی عطا ہوتی ہے۔

بسم اللہ ایک ایسا کلمہ ہے، جو قدرت اور رحمت کے درمیان جامع ہے۔ یعنی ان دونوں کو جمع کرتا ہے۔ قدرت نے اطاعت کرنے والے فرمانبردار بندوں کو جمع کیا اور رحمت نے گنہگاروں پر رحم کردیا۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بسم اللہ پڑھو، جو ایسا کرتا ہے وہ میری اطاعت اور میری حضوری میں داخل ہوجاتا ہے۔ اس اطاعت کے سبب اسے معائنہ کی نعمت مل جاتی ہے اور جسے معائنہ نصیب ہوگیا وہ سب سے بے نیاز ہوگیا۔ اس نے ناقابلِ بیان نعمت پالی۔ اسرارِ الٰہی سے اس کا دل بھر گیا۔ جو شخص اپنے محبوب کا وصال حاصل کرے وہ بڑے مزے میں ہو جاتا ہے۔ اس کی اشک باری اور اضطراب دور ہوجاتا ہے اور یہ ظاہر ہی ہے کہ جو شخص اللہ کے جمال کو دیکھ لے اسے اس بات کی ضرورت نہیں رہتی کہ کوئی اسے اس کی خبر دے۔ جو اس کی بارگاہ میں داخل ہوجاتا ہے ساری عمر کے لیے حسرت و یاس اس کے قریب نہیں پھٹکتے۔ جو شخص اپنے رفیق کا قرب حاصل کرلیتا ہے وہ فراق کے درد سے نجات پالیتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوجانے سے ہجر کی آفت کا صدمہ باقی نہیں رہتا۔ جو دیدار کی دولت حاصل کرلیتا ہے، اس کی خوابیدہ قسمت جاگ اٹھتی ہے، بدبختی دور ہوجاتی ہے۔

"بسم اللہ" کے حروف ا۔ حرف "ب" سے "باری" مراد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سب کا خالق ہے۔ س سے ستار مراد ہے یعنی گناہوں کو بخشنے والا۔ م سے "منان" مراد ہے۔ یعنی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہی بخشنے والا ہے۔ بعض نے حرف "ب" سے یہ مراد لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے۔ "س" سے یہ مراد ہے کہ وہ آوازوں کا سننے والا اور م سے مراد یہ ہے کہ وہ تمام دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تم محتاجوں کو کھانا کھلاؤ، اس لیے کہ میں تمھیں روزی دیتا ہوں۔ پیاسوں کو پانی پلاؤ، کیوں کہ میں تمھیں پانی پلاتا ہوں اور میری ہی طرف توجہ رکھو۔ کیونکہ میں ہی باقی رہنے والا ہوں۔

بعض نے کہا ہے کہ حرف "ب" سے توبہ کرنے والوں کی آہ و بکا مراد ہے۔ س میں عابدوں کے سجدوں اور ان کی تسبیح کا اشارہ ہے۔ "م" میں گناہ گاروں کی معذرت کا مقصد پنہاں ہے۔

بعض کا کہنا ہے کہ اللہ کے معنی ہیں بلاؤں کا دور کرنے والا۔ رحمٰن کے معنی ہیں عطیے بخشنے والا اور رحیم سے مراد ہے گناہوں کا بخشنے والا۔ لفظ "اللہ" عارفوں کے لیے ہے۔ رحمٰن عابدوں کے لیے اور رحیم گناہگاروں کے لیے۔ اللہ وہ ہے جس نے تمام مخلوق کو پیدا کیا، وہ احسن الخالقین ہے۔ اور رحمٰن وہ ہے جس نے تمھیں روزی دی۔ وہ تمام رزق دینے والوں میں سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ رحیم وہ ہے جو تمھیں بخشتا ہے اور اللہ تمام بخشنے والوں سے بہتر ہے۔ فرمایا "اس نے اپنے بندوں پر ساری نعمتیں پوری کردیں"۔ اسی لیے اس کا نام اللہ ہے۔ اور اپنے جود و کرم کے باعث رحمٰن اور رحیم ہے۔ اللہ نے

ہمیں اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا کیا۔ رحمٰن اس لیے ہے کہ ہمیں قبر سے نکالے گا اور رحیم اس لیے کہ اس نے ہمیں کفر کی ظلمتوں سے نکال کر اسلام کا نورانی راستہ دکھایا۔

رحمتِ الٰہی:- اللہ تعالےٰ کی رحمت جن لوگوں پر نازل ہوتی ہے" وہ شیطان کی مخالفت کرتے ہیں گناہوں سے بچتے ہیں دوزخ کی آگ سے خوف کھاتے ہیں، خدا کے بندوں پر احسان کرتے، ہمیشہ اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے اور بسم اللہ پڑھتے ہیں۔ خدا پر بھروسا کرتے ہیں۔ دل سے اس کی بارگاہ میں رجوع کرتے ہیں۔ دنیا کو چھوڑ کر آخرت کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ تکلیف پر صبر کرتے اور آرام و راحت میں شکر ادا کرتے ہیں۔

جو شخص" بتوں کی پرستش اور شیطان کی اطاعت سے بچتا ہے، دنیا میں وہ قوت لایموت پر قناعت کرتا ہے ہمیشہ رہنے والے خدا کے ذکر میں" مصروف رہتا ہے۔ اور بسم اللہ پڑھتا ہے، اسے ہمیشہ خوشی اور مسرت نصیب ہوگی۔

توبہ

اللہ تعالےٰ کا قول:- اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے" اے مومنو! توبہ کرو تاکہ نجات پاؤ۔ خدائے تعالےٰ نے اپنی مخلوق سے یہ خطاب کیا ہے۔ عربی میں توبہ کے معنی ہیں" بازگشت"۔ یعنی جب ہم کہتے ہیں کہ فلاں شخص نے توبہ کی۔ تو مراد یہ ہوتی کہ وہ اس کام سے باز آگیا۔ شرع میں توبہ کے معنی ہیں برے کاموں سے باز آکر نیک کاموں کی طرف توجہ دینا۔ گناہ کے بارے میں یہ جان لینا کہ وہ اللہ تعالےٰ اور بہشت سے دور کر دیتے ہیں، اور یہ بھی جان لینا کہ گناہوں کا ترک کرنا" اللہ تعالےٰ کے قرب اور بہشت میں داخلے کا موجب ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:" تم میری طرف رجوع کرو، نفسانی ہوا اور شہوت پرستی سے باز آجاؤ، ایسا کرنے سے تم آخرت میں مجھ سے اپنا مقصد پا سکو گے اور آئندہ کی زندگی ہمیشہ آرام و راحت سے بسر کرو گے۔

اپنے بندوں سے اللہ تعالےٰ بالخصوص خطاب کرتا ہے" کہ اے ایمان دار لوگو! تم اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرو اور توبہ کرو۔ خدا تمھارے گناہ بخش دے گا۔ تمھیں ایسی بہشت میں داخل کرے گا جس کے درختوں کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

توبہ نصوح سے مراد یہ ہے کہ خاص اللہ کے لیے ہو۔ اس میں کسی اور شے کی آمیزش نہ ہو۔ یعنی ایسی توبہ جس میں ذاتی غرض نہ پائی جائے۔ صرف اللہ تعالےٰ کے لیے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ گناہ کی خواہش ہو اور ظاہر میں فریب ہو۔ اپنے نفس کو نافرمانی اور گناہ کرنے کی جرأت نہ دلاؤ۔ اگر گناہ کو ترک کرے تو صرف اللہ کی رضا کے لیے ایسا کرے، جیسا کہ گناہ کو اختیار کرتے وقت اسے اپنے نفس کی خاطر اختیار کیا تھا۔ اب اسے ترک کرے تو صرف خدا کے لیے ترک کرے، تاکہ اس کا خاتمہ نیکی پر ہو اور توبہ آخر تک سلامت رہے۔

قرآن میں توبہ کا ذکر:- تمام امت پر واجب ہے" کہ سب گناہوں سے توبہ کرے۔ توبہ کرنے والوں کا ذکر اللہ تعالےٰ نے کئی مقامات پر کیا ہے۔ ایک جگہ فرمایا" خدا توبہ کرنے والے اور پاک لوگوں کو دوست رکھتا ہے"۔

ایک اور جگہ فرمایا۔ اللہ تعالےٰ انھیں اس لیے دوست رکھتا ہے کہ انھوں نے گناہ سے توبہ کی۔ کیوں کہ یہ گناہ انھیں خدا

سے دُور رکھتے تھے۔" پھر فرمایا "ان لوگوں کو خوشخبری دو جو توبہ کرنے والے، عبادت گزار، اللہ کی حمد وثنا کرنے والے، رکوع اور سجدہ کرنے والے ہیں۔ شرع کے مطابق حکم کرتے اور برائیوں سے روکتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کے حدود کا لحاظ رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کو خوشخبری دو جو مومن ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے معلوم نام کا ذکر کیا ہے" جس سے مراد توبہ کرنے والے ہیں۔ پھر ان کی صفتیں بیان کی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس میں یہ صفتیں ہوں وہ گناہ سے تائب کہلائے گا۔ ایسا شخص اس قابل ہے کہ اسے ایمان کی خوشخبری دی جائے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا، مومنوں کو بشارت دو!

کبیرہ گناہ

گناہ دو قسم کے ہیں: صغیرہ (چھوٹے) اور کبیرہ (بڑے)۔ ان دونوں اقسام کے ہر گناہ سے توبہ کرنا لازم ہے۔

گناہ کبیرہ: کبیرہ گناہوں کے بارے میں" علما کا اختلاف ہے۔ ان کی تعداد چار، سات، نو یا گیارہ بیان کی جاتی ہے" سات کی تعداد کے بارے میں ابن عباسؓ نے فرمایا، یہ سات گناہ ستر گناہوں کے برابر ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے جن باتوں سے منع کیا ہے دراصل وہ سارے ہی کبیرہ گناہ ہیں۔ بعض کا بیان ہے کہ کبیرہ گناہوں کی تعداد کسی کو معلوم نہیں۔ یہ تعداد پوشیدہ ہے، جیسا کہ شب قدر اور جمعہ میں ایک ساعت پوشیدہ ہے، جس میں ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ کبیرہ گناہ بھی اسی طرح پردہ میں ہیں تاکہ آدمی ان کی تلاش میں کوشش کرے اور ہر حال میں خوفِ خدا شامل حال رہے اور آدمی چھوٹے بڑے تمام گناہوں سے پرہیز کریں۔

بعض نے کہا ہے" کہ کبیرہ گناہ وہ ہیں، جن کی سزا نارِ جہنم ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ وہ ہیں، جن پر دنیا میں حد واجب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان گناہوں کو اللہ ہی جانتا ہے۔ بعض نے ان کی تعداد سترہ بیان کی ہے، جن میں سے چار کا تعلق دل سے ہے یعنی خدا کے ساتھ غیر کو شریک ٹھہرانا، ہمیشہ گناہ کرتے رہنا۔ خدا کی رحمت سے ناامید ہو جانا عذابِ الٰہی سے بے خوف ہو جانا۔

چار وہ ہیں جو زبان سے تعلق رکھتے ہیں، یعنی جھوٹی گواہی دینا، پرہیزگار اور نیک عورت پر زنا کی تہمت لگانا۔ جھوٹی قسم کھانا دجھوٹی قسم وہ ہے جو جھوٹ کو سچ بنانے یا اس کے ذریعہ کسی مسلمان کا حق باطل کرنے یا ناحق کسی کا مال چھیننے کے لیے کھائی جائے، چوتھا جادو ہے۔

تین اور کبیرہ گناہ ہیں، جن کا تعلق پیٹ سے ہے۔ شراب پینا یا دوسری مست کرنے والی چیزیں کھانا، یتیم کا مال ظلم سے حاصل کرنا۔ سود کھانا۔

دو کبیرہ گناہ شرمگاہ سے تعلق رکھتے ہیں: زنا[1] اور لواطت[2]

دو کبیرہ گناہ ہاتھوں سے تعلق رکھتے ہیں:۔ ناحق خون[1] کرنا۔ چوری[2] کرنا۔

ایک کا تعلق پاؤں سے ہے، اور وہ یہ ہے کہ کافروں کے ساتھ جنگ کرتے وقت ایسی حالت میں بھاگ جائے کہ ایک

مسلمان دو کافروں کے مقابلہ سے، دس مسلمان بیس کافروں کے مقابلہ سے اور سو، دو سو کے مقابلہ سے بھاگیں۔

ایک کبیرہ گناہ کا تعلق تمام جسم سے ہے۔ یعنی ماں باپ کی نافرمانی۔ اس طرح کہ اگر ماں باپ قسم کھائیں تو اس پر لعنتیں نہ کرے۔ اگر وہ گالی دیں تو انھیں مار پیٹ نہ کرے۔ اگر کوئی شے طلب کریں تو دینے سے انکار کرے۔ بھوک کی حالت میں کھانا مانگیں تو انھیں نہ دیا جائے۔

صغیرہ گناہ اور اس سے توبہ کرنا

صغیرہ گناہ کی تفصیل:- صغیرہ گناہ اَن گنت ہیں، جن کی تخصیص نہیں کی جاسکتی۔ تاہم شرع اور نورِ باطن کی مدد سے ان کی تشریح کی جاتی ہے۔

شرع اور شارع کا اصل مقصد یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلایا جائے اور گناہوں سے روکا جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ظاہری اور باطنی سب گناہوں کو چھوڑ دو"

بعض صغیرہ گناہ یہ ہیں:- خوب صورت مرد یا عورت یا بے ریش لڑکے کی طرف (نظرِ بد سے) دیکھنا، ان کے بوسے لینا، ان کے ساتھ سونا (خواہ مباشرت کا ارادہ نہ ہو)۔ مسلمان بھائی کو گالی دینا (چاہے اس گالی میں زنا کی بات نہ ہو) مسلمان بھائی کو مارنا۔ غیبت کرنا۔ سخن چینی کرنا۔ جھوٹ بولنا۔ ان کے علاوہ اور کئی گناہ ہیں، جن کا بیان بہت طویل ہے۔

کبیرہ گناہوں سے توبہ کرنے والے کے صغیرہ گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جن کبیرہ گناہوں سے منع کیا گیا ہے، ان سے توبہ کرو تو ہم تمھارے سب گناہ معاف کر دیں گے"

اپنے نفس کو صغیرہ و کبیرہ دونوں گناہوں سے پاک رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ایک شاعر کا قول ہے کہ تقویٰ اسی کا نام ہے کہ سب صغیرہ و کبیرہ گناہ چھوڑ دیے جائیں۔ گناہوں سے اس طرح اجتناب کیا جائے جیسے کوئی شخص خاردار راستے چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے۔ چھوٹے گناہوں کو حقیر نہ جانو اس لیے کہ چھوٹے چھوٹے کنکر ہی جمع ہو کر پہاڑ بن جاتے ہیں۔

سبق آموز مثال:- انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا اپنے اصحاب کے ساتھ جنگل میں اُترے، جس میں دور تک کوئی شے نظر نہ آتی تھی۔ آنحضرتؐ نے اصحاب سے فرمایا کہ لکڑیاں چُن کر لاؤ۔ انھوں نے عرض کیا یہاں تو کوئی شے نظر نہیں آتی۔ آپؐ نے فرمایا جو شے نظر آئے اسے حقیر نہ جانو، اٹھا کر لے آؤ۔ چنانچہ سب لوگ لکڑیوں کی تلاش میں نکل گئے اور جہاں کہیں چھوٹی موٹی لکڑی نظر آگئی، اسے اٹھا لیا۔ یہاں تک کہ سب کے جمع کرنے پر لکڑیوں کا انبار لگ گیا۔ تب آنحضرتؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ دیکھا حقیر چیزیں جمع ہو کر کتنی عظیم بن جاتی ہیں۔ اسی طرح کبیرہ اور صغیرہ گناہ مل کر اسے بھی انبار کی شکل دے دیتے ہیں۔

گناہ کی ماہیت:- کہا گیا ہے "کہ بعض گناہ ایسے ہیں جنھیں آدمی چھوٹا خیال کرتا ہے، مگر خدا کے نزدیک وہ بڑے ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ آدمی انھیں بڑا خیال کرے تو اللہ کے نزدیک وہ چھوٹے ہو جاتے ہیں۔ کیوں کہ اس کا ایمان کامل ہوتا ہے اور معرفت زیادہ ہوتی ہے جیسا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا مومن اپنے گناہوں کو پہاڑ کے مانند جانتا ہے جو اس کے سر پر ہو اور اسے ڈر ہوتا

ہے کہ کہیں سر پر گر نہ جائے۔ اس کے برعکس منافق اپنے گناہوں کو ایسا جانتا ہے جیسے ناک پر مکھی بیٹھی ہو کہ جب چاہے گا اسے اڑا دے گا۔

بعض علما کے خیال میں ہے کہ آدمی اگر یہ کہے کہ جو گناہ میں کرتا ہوں، شاید اس کے مانند کوئی اور صغیرہ گناہ ہوگا (یہ گناہ نہیں) تو اس کا یہ کہنا بہ ذاتِ خود بہت بڑا گناہ ہے، جس سے اس کے ایمان میں فرق آجاتا ہے۔ اس کی معرفت کم ہو جاتی ہے۔ اور عقل میں بھی کمی ثابت ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے جلال کو نہیں جانتا۔ اگر وہ اپنے رب کے جلال سے واقف ہوتا تو اپنے چھوٹے گناہ کو بھی بڑا جانتا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے پیغمبر پر وحی نازل فرمائی کہ ہدیہ کی قلت کو نہ دیکھ یعنی اسے حقیر نہ سمجھ بلکہ اسے بھیجنے والے کی عظمت کی طرف دھیان کر۔

کسی گناہ کو چھوٹا نہ جان، بلکہ اللہ تعالےٰ کے جلال کا خیال کر اور چھوٹے گناہ کو بھی بڑا جان۔ ہر وہ بات جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف ہو اسے بڑا گناہ ہی جان۔

توبہ کی اہمیت:- بعض صحابہ نے اپنے تابعین سے کہا ہے کہ بعض عمل جو تمھاری نظر میں بال سے بھی زیادہ باریک ہیں ہم انھیں رسولِ خدا کے زمانہ میں ہلاک کیا کرتے تھے۔ یہ اس لیے ہے کہ صحابہ کرام کو رسولِ خدا اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل تھا، اسی لیے اگر ایک عالم چھوٹا گناہ کرے تو اُسے بڑا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر کوئی جاہل اس گناہ کو کرے تو اسے حقیر سمجھا جاتا ہے اور اس سے درگزر کیا جاتا ہے۔ مگر عالم سے اس کی بزرگی اور معرفت کے باعث درگزر نہیں کیا جا سکتا۔ سو ہر شخص کو توبہ کرنی چاہیئے، کیوں کہ کوئی شخص گناہ سے خالی نہیں۔ اگر کوئی شخص اعضا کے ذریعہ سے گناہ کرنے سے بچ جاتا ہے تو اس کے دل سے ضرور گناہ سرزد ہو ہی جاتا ہے۔ اگر اس سے بھی بچ جائے تو شیطانی وسوسہ سے نہیں بچ سکتا۔ کیونکہ شیطان ہر وقت آدمی کے ساتھ لگا ہے جو اسے خدا سے غافل کرتا اور وسوسہ ڈالتا ہے۔ اگر آدمی شیطان کے وسوسوں سے بھی بچ جائے تو اللہ تعالےٰ کی صفات اور اس کے افعال کو جاننے میں اس سے غفلت یا تصور ہو ہی جاتا ہے۔ سب مومنوں کے حالات اور مقامات پر اس کا دارومدار ہے۔ پس ہر حالت کے لیے عبادتیں اور گناہ، حدود اور شرائط ہیں، جنھیں نگاہ رکھنا اطاعت ہے اور ان کا ترک کرنا گناہ۔ ایسا کرنے والا توبہ کا محتاج ہوتا ہے۔

توبہ، توبہ میں فرق:- توبہ، یہ ہے کہ اختیار کیے ہوئے ٹیڑھے اور غلط راستے سے اس سیدھے راستے کی طرف رجوع کرے جس کے متعلق شرع نے بتایا ہے۔ اس مقام پر کھڑا ہونے کی اجازت دی گئی ہے۔ اس منزل میں اترے جو اُترنے کے لیے مقرر ہوئی ہے۔ سو کوئی آدمی ایسا نہیں جو توبہ کا محتاج نہ ہو۔ البتہ اس کی مقدار میں فرق ہے۔

عام لوگوں کی توبہ گناہوں سے ہوتی ہے۔ خواص کی توبہ غفلت سے ہوتی ہے اور جو خاص الخاص ہیں ان کی توبہ اس مقصد کے لیے ہوتی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور طرف ان کے دل مائل نہ ہوں۔ جیسا کہ ذوالنون مصریؒ[1] نے فرمایا کہ عام لوگوں کی توبہ تو

---

[1] ذوالنون مصریؒ مشہور اولیاء میں گزرے ہیں۔ سالک راہ تھے۔ اسرار و رموز میں آپ کی نگاہ بہت دقیق تھی۔ لوگ آپ کے کاموں پر تعجب ہوا کرتے تھے علائق دنیا سے الگ تھلگ رہا کرتے تھے۔

گناہ سے ہوتی ہے۔ خواص کی غفلت سے ہوتی ہے۔ اور ابوالحسن نوریؒ فرماتے ہیں کہ توبہ یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے سے منہ پھیر لے۔ لغزشوں سے توبہ کرنے والے ہیں ——— غفلتوں سے توبہ کرنے والے میں بڑا فرق ہے۔ اسی طرح ان میں بھی بڑا فرق ہے کہ جو نیکیوں کے دیکھنے سے توبہ کرتا ہے اور جو خدا کے سوا غیر سے دل لگانے اور اس کے ساتھ آرام پکڑنے سے توبہ کرتا ہے۔ پس پیغمبرانِ عظام بھی توبہ کرنے سے کبھی غافل نہ ہوئے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا: "میرے دل پر زنگ آجایا کرتا ہے اور میں ستر مرتبہ اللہ تعالیٰ سے آمرزش کی درخواست کرتا ہوں"۔

حضرت آدمؑ کی مثال:- جب حضرت آدمؑ نے ممنوع درخت کا پھل کھا لیا۔ تو آپ کے بدن سے بہشتی لباس اتر گیا اور آپ برہنہ ہو گئے۔ مگر سر پہ تاج اور کلغی باقی رہ گئی۔ تب آپ کو شرم آئی کہ یہ دونوں بھی نہ چلے جائیں۔ اس وقت جبرئیل آئے اور پیشانی سے تمغہ اور سر سے تاج بھی اتار لیا۔ حکم ہوا کہ تم اور حوّا دونوں میرے قرب سے دور ہو جاؤ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو ہماری نافرمانی کرے وہ ہماری ہمسائیگی کے قابل نہیں۔

اور جب یہاں تک نوبت پہنچی تو حضرت آدمؑ نے حضرت حوّا کی طرف شرم کی نگاہ سے دیکھا" اور فرمایا ہمارے گناہ کی یہ پہلی سزا ہے کہ ہم اپنے حبیب کی ہمسائیگی سے الگ کر دیئے گئے۔ عیش، بادشاہی، فضل اور عزت، ستھری، امن والی اور اللہ کے قرب کی جگہ سے نکالے گئے۔ اب ہم محتاج ہیں، کہ توبہ، عاجزی اور زاری کریں اور رب العزت کی بارگاہ میں اپنی خواری کا اظہار کریں۔

اگر کوئی شخص توبہ سے بے پروا، شمن اور شیطان کے وسوسوں سے محفوظ ہو سکتا، اپنے مکان کی پاکیزگی، اپنے شرف، اللہ کے قرب اور اپنے مرتبہ پر فخر کر سکتا تو وہ حضرت آدمؑ ہی تھے، مگر جب وہ توبہ کرنے پر مجبور تھے اور انھوں نے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "آدم نے اپنے رب سے چند کلمے سیکھ لیے، اور وہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ اس لیے اللہ نے ان پر مہربانی کی اور ان کی توبہ کو قبول کر لیا"۔ تو پھر دوسرے لوگ توبہ کرنے سے کیوں کر بے پروا ہو سکتے ہیں۔

امام حسن بن علیؓ سے روایت ہے کہ جب آدمؑ کی توبہ قبول کی گئی، تو سب فرشتوں نے انھیں مبارک باد دی۔ حضرت جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل بھی حضرت آدمؑ کے پاس آئے اور کہا تمھاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں خدا نے تمھاری توبہ قبول کر لی ہے۔ تب حضرت آدمؑ نے فرمایا، اے جبرئیل! اگر مجھ سے باز پرس ہوئی تو میرا کیا ٹھکانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ اے آدمؑ تو نے اپنی اولاد کے لیے رنج اور مشقت میراث میں چھوڑا ہے اور اسی طرح توبہ کو بھی میراث بنا دیا ہے۔ پس جو کوئی توبہ کر کے میری طرف رجوع کرے گا، میں اس کی توبہ قبول کروں گا، اور اس کے گناہ بخش دوں گا۔ گناہ سے توبہ کرنے والوں کو بہشت میں اکٹھا کروں گا۔ انھیں ہنسی خوشی کی حالت میں قبروں سے نکالوں گا، ان کی دعا قبول ہوگی۔

حضرت نوحؑ کی مثال:- حضرت نوحؑ کے ساتھ بھی ایسے ہی گزری۔ لوگوں نے انھیں جھٹلایا، جس پر انھوں نے دعا مانگی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ مشرق اور اہلِ مغرب کو فنا کر دیا۔ حضرت نوحؑ کو آدم ثانی کہا جاتا ہے، اس لیے کہ طوفان میں ساری دنیا غرق ہونے کے بعد پھر حضرت نوحؑ ہی کی اولاد سے دنیا آباد ہوئی۔ جو لوگ کشتی نوحؑ میں سوار تھے کہا جاتا تھا کہ ان لوگوں سے کوئی اولاد نہ ہوئی، صرف حضرت نوحؑ ہی کے اولاد ہوئی۔ ان کے تین فرزند تھے، سام، حام اور یافث۔ طوفان

کے بعد دنیا کی آبادی انہی سے پھیلی۔

اس بلند مرتبہ کے باوجود حضرت نوحؑ نے اللہ تعالےٰ سے دعا مانگی۔

رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ اَسْئَلَکَ مَا لَیْسَ لِیْ بِہٖ عِلْمٌ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَتَرْحَمْنِیْٓ اَکُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ۔

اے اللہ! میں تیرے ہاں امن کی درخواست کرتا ہوں، اس بات کے پوچھنے سے جس کا مجھے علم نہ ہو۔ اگر تو مجھ پر رحمت نہ کرے گا تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

حضرت ابراہیمؑ کی مثال: حضرت ابراہیمؑ اتنے جلیل المرتبت ہوتے ہوئے بھی توبہ سے بے نیاز نہ ہو سکے۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ نے انھیں اپنی دوستی سے نوازا تھا۔ اپنی ملاقات کے لیے چُنا تھا۔ وہ تمام پیغمبروں کے باپ تھے۔ جیسا کہ ایک روایت ہے کہ اللہ نے ان سے اور ان کی اولاد میں سے چار ہزار پیغمبر پیدا کیے۔ انھیں نبوت اور رسالت سے سرفراز فرمایا، جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "ہم نے اس کی اولاد کو باقی رکھا" اور ان کو اس قدر فضیلت دی کہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰؐ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسےٰؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ وغیرہم سب حضرت ابراہیمؑ ہی کی اولاد سے تھے۔ مگر ان تمام فضیلتوں کے باوجود آپ نے اللہ تعالےٰ کی درگاہ میں اپنی مسکینی اور احتیاج کو ظاہر فرمایا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "جس اللہ نے مجھے پیدا کیا اور مجھے سیدھا راستہ دکھایا وہی میرے کھانے پینے کی خبر لیتا ہے اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو اپنی قدرت سے مجھے شفا دیتا ہے۔ وہ مجھے مارے گا پھر زندہ کرے گا۔ میں اس کی رحمت سے امید کرتا ہوں کہ وہ میرے گناہ معاف کریگا ....."

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی گفتگو بھی اللہ تعالےٰ نے بیان فرمائی:

وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔

ہمیں عبادت کی جگہ دکھا، ہماری توبہ قبول کر، کیونکہ تو ہی توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

حضرت موسیٰؑ بھی توبہ سے مبرّا نہ تھے۔ حالانکہ آپ کا رتبہ بھی بہت بلند تھا اور قبولیت کا درجہ رکھتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے انھیں اپنے ساتھ کلام کرنے، دوستی رکھنے اور پیغمبری کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ اور انھیں ید بیضا، عصا، نو نشانیوں اور بیابان میں عطا کی گئی چیزیں، جیسے نور کا ستون اور رات کے وقت روشنی کا نمودار ہونا، آسمان سے ترنجبین اور مرغ وغیرہ کا نازل ہونا جو من و سلویٰ سے بیان ہوا ہے۔ اور ان کے علاوہ اور بھی کئی معجزے عطا ہوئے۔ جو اس سے پہلے کسی پیغمبر کو عطا نہ ہوئے تھے۔ مگر ان تمام باتوں کے باوجود آپ نے فرمایا "یا اللہ! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے ہمیں اپنی رحمت سے ڈھانپ لے تو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ ۷:۱۵۱

حضرت داؤدؑ کی مثال: حضرت داؤدؑ بھی توبہ سے مستثنیٰ نہ رہے۔ آپ کے مرتبے کا یہ عالم تھا کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو عظیم الشان ملک کی بادشاہت عطا فرمائی تھی۔ آپ کے تنتیس ہزار پاسبان تھے جب آپ زبور تلاوت فرماتے تو پرندے صف باندھ کر آپ کے سر پر کھڑے رہتے۔ چلتا پانی رک جاتا، جن اور انسان بھی آپ کے گرد صف باندھے کھڑے رہتے۔ درندے بھی آواز دینے سے رُک جاتے، پہاڑ بھی آپ کے ساتھ تسبیح کرتے

لوہا آپ کے ہاتھ میں نرم ہو جاتا۔ جس سے آپ روزی کماتے اور یہ سب باتیں آپ کی عظمت اور فضیلت کے لیے تھیں، مگر ان اوصاف اور اعزاز کے باوجود آپ چالیس دن تک خدا کے حضور سجدہ میں روتے رہے۔ اتنے آنسو بہے کہ آنسوؤں کی تری سے گھاس اُگ آئی۔ تب اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا۔ اور ان کی توبہ قبول کر لی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میں نے ان کے قصور معاف فرمائے اور اسے ہماری بارگاہ میں قرب کا درجہ حاصل ہے اور اس کی بازگشت اچھی ہے"۔

حضرت سلیمانؑ کی مثال:- حضرت داؤدؑ کے فرزند حضرت سلیمانؑ کو ایک عظیم الشان سلطنت عطا ہوئی۔ ہوا بھی آپ کی مطیع تھی اور صبح سے دوپہر تک آپ کی ہوا خوری کی مسافت ایک مہینے کا راستہ تھا۔ زوال کے بعد بھی اسی قدر ہوا خوری فرمایا کرتے تھے۔ آپ جیسی حکومت آپ کے بعد کسی کو نصیب نہ ہوئی، مگر اس شان کے باوجود آپ صرف ایک گناہ کے عوض عذاب اور عتاب میں گرفتار ہو گئے۔ اور گناہ یہ تھا کہ آپ کے محل میں چالیس روز تک ایک تصویر کی پوجا کی گئی، حالانکہ آپ کو اس کی اطلاع نہ تھی۔ عتاب کے باعث آپ چالیس روز تک سلطنت سے معزول کر دیے گئے۔ آپ بے سروسامانی کے عالم میں پھرا کیے۔ بھوک کے وقت کسی کے سامنے ہاتھ پھیلاتے اور اسے بتاتے کہ میں داؤدؑ کا بیٹا سلیمان ہوں۔ تو وہ آپ کے سر مبارک پر ضرب لگاتا اور مذاق کرتا کہ یہ بے سروسامان فقیر کہتا ہے کہ میں داؤدؑ کا بیٹا سلیمان ہوں۔ کوئی بھی آپ پر یقین نہ کرتا۔ ایک دفعہ آپ نے کسی کے دروازے پر سوال کیا۔ تو اس نے وہاں سے نکال دیا، بلکہ ایک عورت نے آپ کے منہ پر تھوک دیا۔ ایک روایت کے مطابق ایک عورت نے پیشاب کا برتن آپ پر الٹ دیا۔ غرض آپ نے اس عرصہ میں بڑی خواری اٹھائی۔ پھر جب اللہ نے چاہا ایک مچھلی کے پیٹ سے سلیمانی انگشتری آپ کو مل گئی جسے پہنتے ہی پرانی شان لوٹ آئی۔ پرندے آپ کے سر پر سایہ کرنے لگے۔ جن، انسان اور درندے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ جن لوگوں نے آپ پر سختی کی تھی، مارا پیٹا تھا یا مذاق اڑایا تھا۔ سب نے حاضر ہو کر معافی چاہی۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ لوگوں کے سلوک کا مجھے کوئی گلہ نہیں، نہ میں ان کو ملامت کرتا ہوں۔ کیوں کہ یہ سب کچھ میرے رب کی طرف سے ہوا ہے۔ اسی کا حکم تھا جس میں مجھے کوئی چارہ نہ تھا۔ غرض آپ کی توبہ قبول ہوئی، آپ کو پہلے سے بھی زیادہ بلند مرتبہ اور شان و شوکت نصیب ہوئی۔

مثالوں کا ماحصل اور سبق:- ان مثالوں کو سامنے رکھیں اور جان لیں کہ جب ان عظیم الشان بادشاہوں، سرداروں کی یہ حالت ہوئی" جو دنیا پر حکومت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں لوگوں کی ہدایت کے لیے مقرر کیا تھا، تو پھر اے مسکین تیرا اور تیرے غرور کا کیا حال ہوگا۔ حالانکہ تو غرور اور تکبر کے گھر میں ہے، تجھ پر شیطانوں کا غلبہ ہے، ہوس، خود غرضیوں اور نفس پرستیوں نے تجھے گھیر رکھا ہے۔ شیطان نے انھیں تیری نظر میں خوبصورت بنا رکھا ہے۔ روزہ، نماز، زکوٰۃ، حج کی ظاہری عبادتوں پر مغرور بنا بیٹھا ہے۔ اپنے ظاہری اعضا کو گناہوں سے باز رکھنے میں فخر محسوس کر رہا ہے، اور حال یہ ہے کہ باطنی عبادتوں سے تیرا باطن خالی ہے۔ پرہیزگاری، نرمی، تقوے، زہد، صبر، قضا پر راضی ہونا خدا کے احسان کا شکر ادا کرنا، نیک کرداری، نیک گمان کا ہونا، نیک خصلت اختیار کرنا، اچھی صحبت میں جانا، صدق، اخلاص وغیرہ جیسی اچھی باتوں سے تیرا سینہ بالکل خالی ہے ان کی بجائے بُری خصلتوں سے تیرا سینہ بھرا ہوا ہے۔ تیرے دل میں گناہوں کی جڑ پختہ ہو رہی ہے۔ شاخ در شاخ پھیل رہی ہے۔

جو چیزیں دنیا و آخرت میں ہلاکت کا باعث ہیں انھیں تو نے اختیار کر رکھا ہے۔ اور وہ یہ ہیں:- ناشکری، خدا کی تقدیر پر ناراضگی

اور اس کے حکم اور مقدرات پر اعتراض۔ حکم مطلق پر تہمت لگانا اور اس کے وعدوں کو جھوٹا سمجھنا ان پر شک کرکے دل میں میل حسد نفاق اور حق پوشی کو آباد کرنا، اپنے جاہ و جلال کی تعریف اور خوشامد سن کر خوش ہونا، چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جب اسے کہا جاتا ہے کہ خدا کا خوف کر تو عزت کا فخر اسے گناہوں کی طرف کھینچ لے جاتا ہے، اسے اس کہنے پر غصہ آتا ہے۔

احکام الٰہی کی تعمیل سے یہ چیزیں روکتی ہیں: ننگ و ناموس کا خیال۔ جاہ کی محبت، عداوت، بغض، بخل، طمع، لوگوں سے ڈرنا امرا کی تعظیم کرنا۔ فقرا کو حقیر جاننا۔ تکبر اور غرور، دنیا کی رغبت۔ دنیا کی عزت کا فخر کرنا۔ اگر کوئی اچھے کام کرتا ہے تو محض اس لیے کہ لوگ اس کی تعریف کریں، یعنی لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لیے۔ اور اگر کوئی حق بات کہے تو غرور سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ بے فائدہ اور بے ہودہ باتوں اور کاموں میں لگے رہتے ہیں۔ کہیں ہنسی مذاق ہو رہا ہے، کہیں دوسرے کے حال کی آزمائش کر رہے ہیں۔ مگر اپنی حالت سے بے خبر ہیں، حالانکہ عبادت کا مقصد یہ ہے کہ اپنی حالت کو درست کرو۔ اپنے نفس کو قابو میں رکھو، مگر یہ لوگ احکام الٰہی کی تعمیل میں غفلت کرتے ہیں، اور اہل دنیا کی عزت میں لگے رہتے ہیں۔ دین کے کاموں میں غفلت برتتے اور اپنے عملوں پر مغرور ہوتے ہیں۔ اپنے عیب سے چشم پوشی کرتے ہیں اور دوسروں کے عیب تلاش کرتے۔ اللہ کی نعمتوں کو بھلا دیتے ہیں۔ یہ نہیں کہتے کہ یہ نعمت ہمیں اللہ نے دی ہے، بلکہ کہتے ہیں کہ فلاں نے کمائی ہے یا فلاں شخص نے دی ہے۔ مگر یہ نعمت کے صرف ظاہری اسباب ہیں۔ یہ لوگ دنیا کی ظاہری باتوں پر تو نظر کرتے ہیں، مگر خدا کی مقرر کی ہوئی حدوں اور اصولوں پر نظر نہیں کرتے بے جا اور بے محل کام کرتے ہیں۔ خوشی میں مصروف ہیں اور خدا کے خوف سے غافل ہیں۔ یاد رکھو جن لوگوں کے دل میں خدا کا خوف نہیں، ان کے لیے بہت خرابی ہے۔ ان کے دلوں میں حکمت الٰہی کا نور بھی نہ رہے گا۔ یہ نور جس قدر زیادہ ہوتا ہے اسی قدر اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اس نور کو جس قدر سمجھے اور اس سے محبت رکھے اسی قدر لوگوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ ہمیشہ کے لیے نیک بختی اور رستگاری حاصل ہوتی ہے۔ پوری نعمت ملتی ہے۔ کیوں کہ جب ڈر کے باعث آدمی کو ذلت و خواری ملے اور وہ اس پر صبر کرے تو اسے نیک بختی ملتی ہے۔ وہ خدا کے دوستوں، اس کے برگزیدہ بندوں، خالص لوگوں، شہیدوں عالموں اور ان عارفوں میں شمار ہوتا ہے، جو تقدیر کو پہچانتے ہیں۔ وہ پیغمبروں اور ابدالوں کے گروہ میں شامل ہو جاتا ہے۔

تیرا یہ حال ہے کہ اگر تجھ سے اللہ کے دین میں مدد لینے کی ضرورت پڑے تو تو اس میں سستی کرے گا۔ دین کے مددگاروں سے تو مخالفت رکھتا ہے۔ ایسے لوگوں کا مخالف ہے، جو اللہ کی راہ پر قائم اور لوگوں کو عبادت کے لیے بلاتے ہیں۔ خدا کے بندوں کو خدا کے عذاب سے ڈراتے ہیں۔ خدا کی رحمت اور بہشت کا وعدہ دیتے ہیں۔ تمہارا یہ حال ہے کہ اپنے ہم جنسوں کے ساتھ ظاہر اور باطن میں دوستی اور موافقت رکھتے ہو، مگر ان لوگوں[1] سے تمہاری دشمنی ہے جو صالح، نیک، نیک کردار اور شکستہ دل ہیں۔

یاد رکھو رحمٰن کے دوست وہی ہیں "جو سختیاں اٹھاتے ہیں۔ فرمانبرداری اطاعت میں چست ہیں۔ اللہ کی نعمت پر شاکر ہیں" اور خلوص عقیدہ کی خلعت پہنتے ہیں، وہ اللہ کے خاص بندے ہیں۔ دنیا کی عزت اور دولت سے بالکل بے پروا ہیں۔ تبر کے

---

[1] ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جن کا ذکر اوپر کیا گیا یعنی صالح اور نیک بندے۔ ایسے لوگوں کے اخلاق و عادات کا ذکر آگے بھی آ رہا ہے

اس کی تنگی اور قیامت کے دن حساب کتاب اور تنہائی کے خوف سے بے نیاز ہیں، کیوں کہ یہ لوگ ہمیشہ بہشت میں رہیں گے اور ہر طرح کی نعمتوں سے ان کا وقت خوشحالی میں گزرے گا۔ بہشت کی سب لطیف چیزیں ان کی خواہش کے مطابق انھیں ملیں گی۔ ان سب طرح کے لوگوں سے تو مخالفت کر رہا ہے۔ دنیا کی راحت اور نعمت پر متکبر ہو رہا ہے اور اس بات سے غافل ہے کہ تجھ سے پہلے تیرے ہی جیسے ناز پروردہ سب دنیا سے رخصت ہو گئے۔ تم بھی انھیں کی طرح اس فانی دنیا سے رخصت ہو جاؤ گے۔ کیسے کیسے ذی مرتبہ اور جاہ جلال والے بادشاہ گزرے ہیں۔ جیسے فرعون، ہامان، قارون، شداد، عاد، قیصر و کسریٰ وغیرہ۔ یہ سب فنا ہو گئے۔ زمانے نے انھیں نہ چھوڑا، دنیا نے انہیں دام فریب میں پھنسا لیا۔ شیطان نے انھیں اللہ تعالیٰ سے غافل کر دیا تھا، ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا۔ وہ اپنے لیے سامانِ راحت جمع کرنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ اچانک قضا آگئی، دم بھر میں آنکھیں بند کر کے چل بسے۔ ان کی سلطنتیں تباہ ہو گئیں۔ مال خزانہ جاتا رہا۔ آرام کرنے کے لیے نرم اور ملائم بستر سب چھن گئے۔ جن گھروں کو انھوں نے مضبوط قلعے سمجھ رکھا تھا، ان سے نکال دیئے گئے۔ ملک، دولت اور عزت جس پر وہ متکبر ہو رہے تھے، ان کے عوض میں ذلت و خواری پائی۔ اور جو امارت ان کے سپرد کی گئی تھی اس کے بارے میں جوابدہی ہوگی۔ اور جن جن چیزوں سے منکر تھے وہ سب اللہ کی طرف سے انھیں مل گئیں، یعنی عذاب۔ ان کے اعمالِ بد کی انھیں خبر ہو گئی۔ اس دنیائے فانی میں جو کچھ انھوں نے کمایا تھا۔ اس پر دنیا میں لڑتے جھگڑتے رہے، ایک دوسرے کا حق چھینا، نتیجہ یہ ہوا کہ حاکمِ ازلی کے ہاں تنگی اور سختی کے ساتھ گرفتار کر کے لائے گئے۔ جیسا کہ دنیا میں یہ لوگ دوسروں کو ناحق قید کرتے تھے۔ انھیں مصیبت میں ڈال کر بڑے بڑے عذاب دیتے تھے۔ اسی طرح ان کو بھی عذاب دیا گیا۔ اللہ نے انھیں دوزخ میں ڈالا۔ ان کے ہاتھ پاؤں دوزخ میں جلائے گردنوں میں آگ کے طوق ڈالے۔ پاؤں میں آگ کی زنجیریں، جوتیوں کے ہار پہنائے گئے۔ ان کا منہ کالا کیا گیا۔ زقوم اور ضریع کو ان کی خوراک بنایا جو ایک قسم کے بہت کڑوے کانٹے ہیں۔ پینے کے لیے انھیں گرم پانی دیا۔ جب دوبارہ پیاس لگی تو انھیں دوزخیوں کے زخموں کی پیپ دی گئی۔ غرض جو لوگ گزر چکے ہیں کیا ان کے حالات تیرے لیے نصیحت اور عبرت کا باعث نہیں یقیناً ہیں۔ ابھی وہ لوگ دولت اور ملک کے مالک تھے وہ ابھی ان سے باہر نکال دیئے گئے۔ وطن سے جلاوطن ہو گئے۔ ہاں کچھ یادگاریں ضرور چھوڑ گئے اور بعض کو تو یادگاریں چھوڑنی بھی نصیب نہ ہوئیں۔

جنھوں نے اللہ کے بندوں پر ظلم کیا، اپنے محلوں میں بیٹھ کر بے چارے غریبوں کا منہ توڑا، ان کا سر توڑا، ان کی پیٹھ توڑی غریبوں اور مسکینوں کی آنکھیں جو ستم رسیدہ تھیں، ان کے ظلم سے خون روئیں۔ بہت سے نیک کردار امیر ان کے ظلم سے فقیر ہو کر ذلیل ہوئے۔ بہت سی بدعتیں اور بری رسمیں انھوں نے جاری کیں۔ بہت سے عقلمند اور دانا لوگوں کے دل توڑ کر ان کو غصہ دلایا۔ آخر ان کے حق میں خدا پرست اور صاحب دل لوگوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، ان کے غم آلودہ دلوں پر خدا نے رحم کیا اور انھیں ان کے ظلم سے بچانا چاہا، چنانچہ ان کی دعا قبول ہوئی۔ مقرب فرشتوں نے بھی ان مظلوموں کے بارے میں خدا کی جناب میں عرض کیا۔ اور وہاں انصاف کے سوا کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ اس لیے اللہ نے ان کے دلوں کو دیکھا، کیونکہ وہ دلوں کے حالات خوب جانتا ہے۔ ان کے ظاہر اور باطن کو خوب جانتا ہے۔ اس لیے اس نے فرشتوں سے کہا، کہ میں ان ستم رسیدہ لوگوں کی ضرور مدد کروں گا، خواہ دیر سے ہی کروں۔ ان ظالم اور نافرمان لوگوں کو بیخ سے اکھاڑ دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے

ان سب ظالموں کو برباد کر دیا۔ تم دیکھتے نہیں کہ ان میں سے کوئی باقی رہ گیا یا نہیں۔ کسی قوم کو پانی میں غرق کیا، کسی کو زمین میں دھنسایا۔ کسی پر پتھر برسا کر ہلاک کیا۔ کسی قوم کی صورتیں مسخ کر دیں۔ ایک قوم کے لوگوں کے دل پتھر کی طرح سخت ہو گئے۔ چنانچہ خدا نے بھی ان کے دلوں پر کفر اور شرک کی مہر لگا دی۔ ان کے دلوں کو زنگ آلود کر کے تاریک کر دیا۔ انھیں خطرناک اور آتشیں سرائے میں پھینک دیا، جہاں ہر وقت ان کے بدن پکتے رہتے ہیں اور پک کر گھل جاتے ہیں۔ جب پہلا چمڑا اس طرح برباد ہو جاتا ہے تو پھر انھیں نئی جلد نصیب ہوتی ہے تاکہ دوسرا عذاب بھی پہلے عذاب کی طرح محسوس کریں۔ غرض اسی طرح یہ لوگ ہمیشہ کے لیے دوزخ کی آگ میں تکلیف پا رہے ہیں۔ اس میں جل اور گھل رہے ہیں۔ ان کا کھانا گلوگیر ہوتا ہے۔ دردناک عذاب ہمیشہ کے لیے انھیں ملتا رہے گا جب تک آسمان اور زمین موجود ہیں۔ اسی طرح عذاب میں رہیں گے۔ نہ مریں گے نہ عذاب سے چھوٹیں گے۔ سو ان کی ہلاکت اور ان کے عذاب کے ایام کی کوئی حد مقرر نہیں۔ ایسی تنگی میں گزار رہے ہیں کہ کوئی نالہ یا نوحہ انھیں تسکین نہیں دے سکتا۔ ہمیشہ جانکنی کی حالت میں زندگی بسر کریں گے۔ ان کی سب امیدیں ختم ہو گئیں، آوازیں بند ہو گئیں، کلیجے منہ کو آ گئے، چیخ کے باعث گلے بیٹھ گئے، زبانیں گنگ ہو گئیں۔ ان کے نام ہمیشہ یہ فرمان الٰہی نازل ہو رہا ہے کہ چپ چاپ دوزخ کے غار میں چلے جاؤ۔

اے غریب بھائیو! خدا کی پناہ مانگو، اور ان بدکاروں کے سے کام نہ کرو۔ ان کا راستہ اختیار نہ کرو، نہ ان کی پیروی کرو، ایسا نہ ہو کہ تم توبہ کیے بغیر مر جاؤ اور غفلت اور تکبر کے باعث پکڑے جاؤ۔ مناسب یہی ہے کہ پل صراط سے گزرنے اور نجات پانے کا بندوبست کر لو۔ راستے کا توشہ جمع کر لو، ورنہ تمھیں بھی ان ظالموں، بے ایمانوں اور بدکاروں کا سا عذاب بھگتنا ہوگا۔

باب ۱۵

توبہ کی شرطیں، گناہوں کا کفارہ !

توبہ کی شرطیں

تین شرطیں :- توبہ کی شرطیں تین ہیں :- اول یہ کہ احکام خداوندی کے خلاف کیے ہوئے، افعال پر انسان شرمندہ ہو جیسا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا، کہ پشیمانی (ندامت خود) توبہ ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ آدمی کا دل نرم پڑ جاتا ہے آنسو نکل آتے ہیں۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ توبہ کرنے والے لوگوں کی صحبت اختیار کرو، اس لیے کہ ان کے دل نرم ہوتے ہیں۔

دوئم یہ کہ ہر حالت اور ہر ساعت میں گناہوں کو ترک کر دے۔

سوئم یہ کہ سابقہ گناہوں کی طرف دوبارہ رجوع نہ کرے۔

شرطوں کی تفصیل :- ان شرطوں کا ثبوت ابو بکر واسطی کے بیان میں موجود ہے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ خالص توبہ کی علامت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا توبہ کرنے والے کے ظاہر اور باطن میں گناہ کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔ خالص توبہ کرنے والے کو اس بات کی پروا نہیں ہوتی کہ رات اور دن کیوں کر گزرے گا گناہ سے نادم ہونے سے دل میں کسک پیدا ہوتی ہے، کہ جو گناہ کیے گئے ہیں ان کی طرف پھر رجوع نہ کرے۔ سابقہ گناہوں کا علم ہی ندامت کا باعث ہوتا ہے۔ انسان اور معبود حقیقی کے درمیان اور دنیا کی خوشی اور آخرت کی سلامتی کے درمیان گناہ ایک قسم کا پردہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ بندہ اپنے گناہوں کے باعث رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ زنا سے فقیری اور محتاجی پیدا ہوتی ہے۔ بعض عارفوں کا کہنا ہے کہ اگر تو اپنی زندگی میں تغیر دیکھے اور رزق میں تنگی اور پریشانی محسوس کرے، تو سمجھ لے کہ تو نے اپنے مالک کے کسی حکم کو ترک کر دیا ہے۔ اور نفس امارہ کی اطاعت کی ہے۔ جب لوگ تجھ پر زبان درازی اور دست درازی کریں، تیرے جان و مال اور اہل و عیال مرض ہلاکت میں گرفتار ہو جائیں، تو جان لے کہ تو نے اللہ کے کسی منع کیے ہوئے کام کو کیا ہے۔ کسی کے حقوق چھینے ہیں، اس کی مقررہ حدود سے آگے قدم بڑھایا، آداب طریقت کو بھلا دیا ہے۔ جب غم و اندوہ اور سختی میں گرفتار ہو تو جان لے، کہ تو نے تقدیر الٰہی اور قضا و قدر پر اعتراض کیا ہے اور اس کے وعدہ کے خلاف ہوا ہے۔ تو نے خدا کے کاموں میں لوگوں کو شریک کیا ہے۔ خدا پر اعتبار نہیں کیا۔ اللہ کی رضا پر راضی نہیں ہوا۔ تیرے اور مخلوق کے درمیان اللہ نے جو تقدیر مقرر کر رکھی ہے تو اسے نہیں مانتا۔ سو جب تائب ان باتوں میں غور کرے گا تو اس کے باعث دل میں ندامت اور شرمندگی پیدا ہوگی، دل کے دردناک ہونے کی کرامت کہتے ہیں۔ جب آدمی کو محسوس ہو کہ اس کی مطلوب اور مرغوب شے اس سے جاتی رہی، تو اس کے دل میں حسرت اور افسوس پیدا ہوتا ہے۔ گریہ وزاری کرتا اور روتا ہے، جو دل کے درد سے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ ارادہ کرتا ہے کہ جن کاموں کے باعث مجھ پر مصیبت

آئی ہے۔ اور جو زہر قاتل، درندے، جلانے والی آگ اور کاٹنے والی تلوار سے بھی زیادہ ضرر رساں ہیں۔ ان کاموں کو ہرگز نہ کرو۔

جس طرح مومن ایک ہی سوراخ سے دوبارہ نہیں کاٹا جاتا۔ اسی طرح وہ دوبارہ ایسے گناہوں سے بچتا ہے، جو ضرر دینے والے اور ہلاک کرنے والے ہیں۔ گناہوں میں مکمل ہلاکت ہے اور عبادت اور طاعت میں کھلی بقا اور ہمیشہ کی سلامتی، دنیا اور آخرت کی نیک بختی۔

کیا ہی اچھا ہوتا اگر خداوند کریم گناہوں کو پیدا ہی نہ کرتا اور وہ نہ ہوتے، بہت سی نفسانی خواہشوں کی لذت لحظہ بھر کے لیے ہوتی ہے، گمان سے طویل غم اور بُری بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ لمبی عمریں کم ہو جاتی ہیں۔ ان نفسانی خواہشوں کے باعث بہت سے لوگ آگ میں جل کر ہلاک ہوتے ہیں۔

قصد وہ ارادہ ہے جو ندامت کے باعث گناہوں کو ترک کرنے کے لیے دل میں پیدا ہوتا ہے، پھر وہ شخص

نماز کے بارے میں: اس کے تدارک میں لگ جاتا ہے۔ اس ارادے کا تعلق زمانۂ حال سے ہے اور ہر حرام کام جس میں انسان آلودہ ہوتا ہے، اس کے ترک کرنے کا باعث "ارادہ" ہی ہے۔ زمانہ مستقبل سے، ارادہ کا یہ تعلق ہے کہ انسان اپنے فرائض کو ہمیشہ ادا کرتا ہے اور نیک کاموں کی طرح اپنی توجہ کو مبذول رکھتا ہے تاکہ گذشتہ زمانے کے قصوروں کا معاوضہ ہو جائے اور اللہ اور اس کے رسول کی ہمیشہ فرمانبرداری کرتا ہے۔ مرتے دم تک نافرمانی اور عذاب کے خطرے سے محفوظ رہتا ہے۔ گزشتہ زمانے کی نسبت اس کے ارادہ کی صحت کی شرائط یہ ہیں کہ سابقہ عمر کی طرف غور کرے۔ اندازہ لگائے کہ سن بلوغ سے توبہ کرنے کے زمانے تک کتنے سال اور مہینے گذرے ہیں، کتنے دن، کتنی ساعتیں اور کتنے سانس گزرے ہیں، اس کے بعد اپنی عبادات کو دیکھے کہ کون کون سے گناہ اس نے کیے، ترک شدہ عبادت اگر نماز ہے تو دیکھے کہ کیا اس نے نماز بالکل پڑھی ہی نہیں؟ اگر پڑھی ہے تو کیا اس کے ارکان اور شرائط کو پورا کیا ہے۔ مثلاً وضو کے بغیر پڑھی ہے یا ناقص اور غسل والے وضو سے پڑھی ہے یا وضو کے شرائط میں سے کوئی شرط رہ گئی ہے۔ جیسے سنت یا کوئی واجب ترک ہو جائے، کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، منہ دھونا، وضو کے اعضا میں سے کسی کا نہ دھونا ناپاک کپڑا یا ریشمی کپڑا پہن کر نماز پڑھنا یا ایسے کپڑے یا زمین پر نماز پڑھنا جو غصب کیا گیا ہو۔ پس جو نمازیں اس حالت میں پڑھی ہوں یا ترک کی ہوں، ان سب کو قضا کرے (بلوغ سے توبہ کے وقت تک)

فرض نمازوں کا قضا کرنا شروع کرے، اور نماز حاضر کا وقت تنگ ہونے تک پڑھتا رہے۔ پھر نماز حاضر ادا کرے۔ فوت شدہ نمازیں اسی طرح ادا کرے۔ یہاں تک کہ آخری نماز پڑھ لے۔ اگر جماعت ہونے لگے تو اسے جماعت کے ساتھ پڑھے، نیت قضا ہی کی کرے پھر حسب عادت نماز پڑھتا رہے۔ یہاں تک کہ جو نماز امام کے ساتھ پڑھی ہے، اس کا وقت تنگ ہونے لگے، تب اسے اکیلا ہی پڑھ لے (قضا کی ترتیب میں خلل نہ آنے دے) اگر موجودہ وقت کی نیت کر کے امام کے پیچھے پڑھی ہے تو پھر دوسری دفعہ اس وقت کی نماز پڑھنا ضروری نہیں، تاہم پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

جن لوگوں کے دین میں کوئی فساد واقع ہو گیا ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں خبر دی ہے اور فرمایا ہے: "دوسرے لوگ وہ ہیں جو اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں اور نیک عملوں میں انھوں نے بُرے عمل ملا دیئے ہیں۔ قریب ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرے" ان لوگوں پر اگر ایمان غالب ہوتا ہے۔ تو اس صورت میں وہ نیک کام کرتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، نماز ادا کرتے ہیں۔ بجائے

اور حرام سے جو شرعاً منع ہیں باز رہتے ہیں۔ اپنے دین میں بھی پوری احتیاط کرتے ہیں، ان پر کبھی بدبختی غالب آجاتی ہے، شیطان انھیں بہکاتا ہے تو وہ اپنی نماز میں خرابی پیدا کرنے لگتے ہیں۔ شرائط، ارکان، اور واجبات کی ادائیگی میں سستی دکھاتے ہیں یعنی بعض ادا کر دیے، بعض چھوڑ دیے۔ ایک دن نماز پڑھی پھر کئی دن تک نہ پڑھی یا دن رات میں ایک دو نمازیں پڑھ لیں باقی چھوڑ دیں۔ ایسے لوگوں کو اس باب میں بہت غور و فکر کرنا چاہیے۔

اگر اسے یقین ہو کہ جو نمازیں اس نے ادا کی ہیں، وہ شرعی احکام کے مطابق صحیح ادا کی ہیں تو ان کی قضا ضروری نہیں۔ باقی کو قضا پڑھے۔ اگر کوئی اذیت کو پسند کرے اور اپنے نفس پر مہربانی کرنا چاہے تو وہ سب نمازوں کی قضا سلسلہ وار پڑھ لے۔ اس احتیاط سے سابقہ تقصیروں اور گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص کو قیامت کے دن بڑے درجے ملیں گے بہشت میں داخل ہوگا (بشرطیکہ توبہ، اسلام اور سنت پر وفات پائے)

جو شخص فرض نمازوں کی قضا سے فارغ ہو جائے اور خدا اسے لمبی عمر دے اور ایک مدت تک اسے مہلت مل جائے اسے اپنی خدمت کی توفیق دے۔ اپنی عبادت کے لیے اسے پسند کرے۔ اسے اس پر قائم کرے۔ اپنے پیاروں کی جماعت میں اسے شامل کرے۔ گمراہی اور شیطان کی موافقت سے اسے بچائے، نفسانی خواہشوں اور ان کی لذت سے محفوظ رکھے، وہ دنیا کو چھوڑ کر عاقبت کی طرف توجہ کرے تو اسے چاہیئے کہ مؤکدہ سنتوں کی قضا کرے۔ فرائض کے ضمن میں جو باتیں بیان ہوئی ہیں، ان سب کا لحاظ رکھے، پھر ان کے بعد تہجد اور رات کی نماز پڑھنی شروع کرے پھر وہ وظیفے پڑھے جن کا بیان ہم کتاب کے آخر میں کریں گے۔

روزے کے بارے میں:- اگر سفر یا بیماری کے باعث روزے نہ رکھے گئے ہوں یا رات کے وقت سہواً یا جان بوجھ کر نیت نہ کی ہو تو ان سب روزوں کی قضا کرے۔ اگر شبہ ہو تو اچھی طرح فکر کرے جن کے ترک کا گمان غالب ہو انھیں قضا کرے باقی چھوڑ دے۔ اگر زیادہ محتاط ہونا چاہے، تو سب کو قضا کرے، یہ اور زیادہ بہتر ہے۔

سن بلوغ سے توبہ کے وقت تک کی مدت دس سال ہو تو قضا کے روزے دس ماہ رکھے، اگر یہ مدت بارہ سال ہو تو ایک سال روزے قضا کرے، یعنی ہر سال کے لیے ایک مہینہ جو رمضان کا مہینہ ہے۔

زکوٰۃ کے بارے میں:- زکوٰۃ کے بارے میں ایسا کرے کہ مالک بننے کے وقت سے سارے مال کا حساب لگائے (بالغ عاقل ہونے کے زمانے سے شمار نہ کرے) کیوں کہ ہمارے نزدیک لڑکے اور دیوانہ پر بھی زکوٰۃ واجب ہے[1]۔ اس حساب کے بعد نصاب کے مطابق زکوٰۃ الگ کرے[2]۔ پھر اسے حقداروں یعنی مسکینوں، فقیروں پر بانٹ دے۔ اگر بعض سالوں کی زکوٰۃ دے چکا ہے اور بعض کی نہیں دی تو صرف ان سالوں کی زکوٰۃ ادا کرے جن کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔ نماز اور روزہ کے ضمن میں جو طریقہ بیان کیا گیا ہے، اسی طرح سلسلہ وار زکوٰۃ قضا کرے۔

حج کے بارے میں:- اگر کسی پر حج فرض تھا، مگر غفلت اور سستی کے باعث اسے ادا نہیں کیا، یا محتاج ہو گیا تھا اور پھر دولت

---

[1] سابقہ اوراق میں زکوٰۃ کے بیان میں اس کی تفصیل آچکی ہے۔ [2] زکوٰۃ کا نصاب سابقہ ابواب میں ہو چکا ہے

مند ہو گیا ہے اور حج اس پر فرض ہوتا ہے تو ان دونوں صورتوں میں حج کرنا واجب ہے۔ حج کا ارادہ بھی کرے اور اگر اس کے پاس حج کے مصارف کے لیے کافی مال نہیں مگر بدن میں اس کی قوت ہے تو محتاجی اور مفلسی کی حالت میں بھی اسے حج کے لیے نکلنا چاہیئے۔ مال نہیں تو کسبِ حلال کرے، جب کافی روپیہ فراہم ہو جائے تو حج ادا کرے۔ اگر کسب کرنے کی طاقت نہیں، تو مسلمانوں سے سوال کرے اگر وہ صدقہ اور زکوٰۃ اسے دے دیں۔ اور اس سے حج ہو سکتا ہو تو کرے۔ ہمارے نزدیک زکوٰۃ اور صدقے کے مال سے حج کرنا جائز ہے، کیوں کہ یہ بھی آٹھ مصرفوں میں سے ایک ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، خدا کے راستے میں صدقے ہیں۔ اگر کوئی حج کے بغیر مر گیا تو گناہ گار مرا۔ کیوں کہ اس نے حج کی ادائیگی میں کوتاہی کی۔

ہمارے نزدیک یہ کہ ہے کہ اگر کسی کو توشے اور راستے کا خرچ میسّر آجائے، تو اس پر فوراً حج کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص توشے اور سواری پر قدرت رکھتا ہو اور اس کے باوجود حج کیے بغیر مر جائے تو اس کا مرنا یہودی اور نصرانی کے مرنے کے برابر ہے، یا ایسے ہی کسی دوسرے شخص کے مرنے کے برابر جو اسلام کے سوا کسی اور دین میں ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ اگر وہ بغیر حج کیے مر جائے تو وہ یہودی دین میں مرے یا نصرانی دین میں، دونوں برابر ہیں۔ یہ احکام اس لیے ہیں کہ انسان حج کا حکم بجا لائے اور اس میں غفلت کرنے سے ڈرے۔

توبہ کرنے والے پر کفارے اور نذریں واجب الادا ہوں، تو چاہیئے کہ انھیں ادا کرے (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے) پھر اپنے گناہوں کا محاسبہ کرے کہ بالغ ہونے سے اس وقت تک میں نے اپنے کانوں، اپنی زبان، اپنے ہاتھوں، آنکھوں، پاؤں اور بدن کے دوسرے اعضا سے کون کون سے گناہ کیے ہیں۔ جس قدر گناہ اس کے ذہن میں آجائیں۔ ان کی مکمل فہرست اپنے نفس کے سامنے کھولے، یہاں تک کہ اپنے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بخوبی واقف ہو جائے، جو لوگ ان گناہوں میں اس کے ساتھ شریک رہے، ان کو بھی یاد کرے۔ گناہ کے مقام کو بھی یاد کرے، جہاں لوگوں سے چھپ کر کوئی کام کیا ہو۔ ان گھڑی کو بھی یاد کرے اور سوچے کہ اس کا یہ خیال تھا "میں لوگوں سے چھپ کر گناہ کرتا ہوں، مگر ایسی ہستی کی آنکھیں دیکھ رہی تھیں، جو کبھی نہیں سوتیں۔ وہ فرشتے کبھی نہیں سوتے جو لوگوں کی نیکی اور بدی کا حال دیکھتے ہیں۔ پھر انھیں اس کے اعمال نامہ میں لکھ لیتے ہیں۔ ان سے کوئی عمل اور کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ کوئی ایسا آدمی نہیں جس کے ساتھ ایک نگہبان مقرر نہ ہو۔ ہر ایک کے ساتھ ایک نگہبان مقرر ہے، مگر آدمی اس سے غافل ہوتا ہے کہ خدا نے اس پر دو نگہبان مقرر کر رکھے ہیں، جو سب کچھ دیکھتے ہیں۔ ایک آگے ہوتا ہے دوسرا پیچھے۔ یہ دونوں اللہ کے حکم کے مطابق اس آدمی کے سانس بھی شمار کرتے رہتے ہیں، مگر آدمی اس سے غافل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ظاہر اور باطن کے سب بھید جانتا ہے۔

انسان کو لازم ہے کہ اپنے سب گناہوں کی طرف دھیان دے اور غور کرے کہ میں نے جو گناہ کیے ہیں وہ صرف خدا سے تعلق رکھتے ہیں یا خدا اور اس کی مخلوق دونوں سے۔ اگر وہ صرف اللہ ہی سے تعلق رکھتے ہیں بندوں سے متعلق نہیں جیسے زنا، شراب خوری، راگ سننا، نامحرم کو دیکھنا، نجاست کی حالت میں مسجد جانا، قرآن کو بے وضو چھونا، بدعت کا معتقد ہونا، تو اس صورت میں ندامت اور افسوس کرنا چاہیے۔ خدا کے سامنے عذر خواہی کرے، توبہ کرے، اپنے گناہوں اور ان کی مدت کو شمار کر کے ان کے

عوض میں اب نیکی کرے۔ ہر گناہ کے بدلے میں اس کی حیثیت کے مطابق نیکی کرے، کیوں کہ خدا فرماتا ہے: "نیکیاں بدیوں کو دور کر دیتی ہیں"[1] اور آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ ہر جگہ خدا سے ڈر۔ ہر بدی کے بعد نیکی کر جو بدی کو دور کر دے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ ہر بدی کا کفارہ وہ نیکی ہے، جو اس کی جنس سے ہو۔ یعنی مشابہت میں اس کی نزدیکی اسی گناہ سے ہو نہ کسی اور گناہ سے۔

گناہوں کا کفّارہ

حقوق اللہ کے متعلق:- شراب پینے کا کفارہ یہ ہے، کہ اس کے عوض میں (مستحق لوگوں کو) حلال، پاکیزہ اور خوشگوار شربت پلائے۔ اگر گانا بجانا سنا ہو تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ قرآن، حدیث اور صالح لوگوں کی حکایتیں سنے۔ مسجد میں ناپاکی کی حالت میں داخل ہونے کا کفارہ یہ ہے کہ مسجد میں اعتکاف کرے اور وہاں خدا کی عبادت کرے۔ بے وضو قرآن کو چھوا ہو تو چاہیئے کہ قرآن مجید کی بے حد عزت و تکریم کرے، اس کی تلاوت کرے اور ہمیشہ پاک ہاتھوں سے اسے چھوئے، قرآن میں بیان کی گئی نصیحتوں پر عمل کرے، اپنے ہاتھ سے[2] قرآن لکھ کر اسے لوگوں کے پڑھنے کے لیے وقف کر دے۔

خدا تعالےٰ کے بندوں پر ظلم کرنے والا بھی خدا کا نافرمان اور گنہگار ہے، کیوں کہ ظلم کرنے سے بھی اللہ نے اسی طرح روکا ہے جس طرح زناکاری، شراب خوری یا سود کھانے سے۔ جو ظلم صرف اللہ تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا کفارہ یہ ہے کہ آدمی نادم ہو توبہ کرے آئندہ ان سے بچنے کا عہد کرے، اس کے عوض میں نیک کام کرے۔

اگر لوگوں پر ظلم کیا ہو تو پھر لوگوں پر احسان کرے، ان کے حق میں دعا کرے۔ اگر زبان یا مارنے سے کسی پر ظلم کیا ہو اور وہ شخص زندہ نہ ہو تو اس کے حق میں رحمت کی دعا مانگے، اس کی اولاد میں سے کوئی باقی ہو تو اس کے ساتھ نیک سلوک کرے۔

کسی کا مال چھین لینا اللہ کے حقوق میں مداخلت کے برابر ہے۔ اس کا کفارہ صدقہ ہے (حلال مال سے) غیبت، چغلی یا عیب جوئی کی ہو تو کفارہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے اوصاف بیان کرے۔ بشرطیکہ یہ لوگ اہل اسلام سے ہوں، اور فرقہ سنت و جماعت سے تعلق رکھتے ہوں۔ تعریف اور ستائش کی باتیں ایسی ہوں، جن کا اسے علم ہو (یعنی وہ صحیح ہوں) ایسی باتوں کو ان افراد کے عزیزوں، مجلسوں اور مجمعوں میں بیان کرے۔

کسی کو قتل کرنا، اللہ تعالےٰ کے حقوق میں سے ہے۔ اس کا کفارہ یہ ہے کہ غلام کو آزاد کرے، کیوں کہ غلام کا آزاد ہو کر نا گویا اسے

---

[1] اس بارے میں گیارھویں باب کے حاشیہ میں ہم نے توضیح کر دی ہے۔

[2] اس کا مطلب یہ نہیں کہ برائی کے بعد نیکی کر لی جائے تو کفارہ چوکسا ادا ہو جاتا ہے اس لیے کفارہ کی نیت سے کوئی برائی کر لی جائے۔ اسلام میں اعمال کے بارے میں اس قسم کا کوئی دستور موجود نہیں۔ کفارہ سے مراد اصل سچی توبہ اور پھر سابقہ گناہوں کا کفارہ ادا کرنا ہے جو ایک قسم کا عہد ہے کہ پھر ایسا نہیں کرے گا۔

[3] حضرت عثمان رضؓ کے زمانہ میں چھاپہ کی مشین ایجاد نہ ہوئی تھی، اس لیے کتابیں ہاتھ سے لکھی جاتی تھیں۔

زندہ کرنا ہے۔ یعنی جس طرح مردہ دوبارہ زندہ نہیں ہوتا، اسی طرح مملوک یا خریدے گئے کو بھی اپنی جان پر قدرت حاصل نہیں ہوتی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک غلام کی مثال بیان فرمائی ہے کہ وہ کسی چیز پر قادر نہیں۔ اس کی سب چیزیں اس کے مالک کے قبضہ اور اسی کی قدرت میں ہوتی ہیں۔ مملوک کا تصرّف، ان کی نقل و حرکت، اس کا آرام سب کچھ اس کے مالک کے اختیار میں ہوتا ہے۔ ایسے شخص کو جو کوئی آزاد کرتا ہے وہ گویا اسے نئی زندگی بخش دیتا ہے۔ قاتل دراصل ایسے شخص کو دنیا سے معدوم کرتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔ اس لیے اس کے قتل سے یہ مراد لی جائے گی، کہ قاتل نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں خلل ڈالا اور اللہ کا گناہ کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اسے حکم دیتا ہے کہ میری عبادت کرنے والوں میں جس بندے کی کمی واقع ہوگئی ہے، اس کے عوض میں کسی کو قائم مقام بنایا جائے تاکہ وہ میری عبادت کرے۔ اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ ایسے شخص کو آزاد کرے جو مقتول کے مقابل ہو اور خدا کی عبادت کرے۔

حقوق العباد کے متعلق:- اوپر جن باتوں کا بیان ہوا، وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کے کفارہ کے متعلق ہیں۔ بندوں کے حق میں جو مظالم یا گناہ کیے جاتے ہیں وہ یہ ہیں:۔ آدمی کا قتل، لوگوں کے مال اور آبرو میں بے جا تصرف کرنا، لوگوں پر ظلم کرکے ان کا دل دکھانا (اتفاقیہ یا جان بوجھ کر) انسان کو قتل کرنے کا کفارہ یہ ہے کہ قاتل کے رشتہ دار یا ولی مقتول کے وارثوں کو خون بہا ادا کریں یا سلطان کے بیت المال سے خون بہا ادا کیا جائے۔ جب تک خون بہا ادا نہ ہو، قاتل اس قتل کی ذمہ داری سے بری نہیں ہوسکتا۔ خون بہا قاتل کی طرف سے ادا ہو یا بادشاہ وقت کے خزانہ سے۔ اگر قاتل کے رشتہ داروں میں خون بہا ادا کرنے والا نہ ہو، سلطانی بیت المال بھی خالی ہو تو خون بہا ساقط ہوجاتا ہے۔ اگر مقتول کا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو اور قاتل خون بہا ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہو تو اس صورت میں قاتل کو ایک بندہ آزاد کرنا ہوگا۔ اگرچہ نفلی طور پر دیت ادا کرے تو یہ بہتر ہے۔ کیوں کہ ہمارے نزدیک قاتل پر دیت واجب نہیں، مگر عاقلہ پر واجب ہے۔ اس لیے قاتل دیت کو ادا کرنے کا ذمہ دار نہیں۔ صحیح قول یہی ہے۔

بعض کہتے ہیں، کہ اگر قاتل کے پاس مال موجود ہو تو اس پر دیت واجب ہے۔ مگر قاتل کا عاقلہ نہ ہو۔ یہ امام شافعیؒ کا مذہب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام شافعی کے نزدیک دیت ادا کرنا پہلے قاتل پر واجب ہے۔ اس کے بعد اس کے رشتہ دار احسان اور تاوان کے طور پر اس میں شریک ہوتے ہیں" تاکہ آپس میں امداد کے طور پر یہ رسم جاری رہے۔ اس حالت میں عاقلہ ذمہ دار نہیں رہتی ہے۔ اور قاتل پر خون بہا ادا کرنا واجب ہوجاتا ہے۔ یہ واجب ہونا اس لیے ہے کہ وہ گناہ سے سبکدوش ہونے کے لیے تاوان کرنا چاہتا ہے۔ اور انسانوں کے حقوق سے خلاصی پانے کا آرزومند ہے۔

جان بوجھ کر کسی کو قتل کیا جائے، تو صرف قصاص سے ہی قاتل کی خلاصی ہوسکتی ہے۔ اس کے سوا دوسری کوئی صورت نہیں۔ اگر انسان کو قتل کیا جائے، تو اس کی بازپرس قاتل کے وارثوں سے ہوتی ہے۔ اگر کوئی اور ایذا پہنچائی ہے (قتل نہیں کیا) تو اس صورت میں ایذا پہنچانے والا ہی جواب دہ ہوگا۔ اگر مظلوم شخص کا وارث قاتل کا قصور معاف کردے اور قصاص سے دست بردار ہوجائے تو قصاص ساقط ہوجاتا ہے۔ اگر وارث مال لے کر معافی دینا چاہے، تو قصاص کے عوض میں مال کا خرچ کرنا جائز بیان کیا جاتا ہے۔ تائب کو چاہیئے کہ آئندہ ایسے گناہوں سے باز رہے۔ اگر کوئی شخص قتل ہوجائے اور قاتل کو یہ علم نہ ہو کہ وہ قتل ہوگیا، بلکہ بعد میں پتہ چلے کہ وہ اس کے ہاتھوں مارا گیا، تو مقتول کے ولی کے پاس جاکر اقرار کرے اور اپنے آپ کو اس کے حوالے

کرے۔ تب ولی کو اختیار ہے کہ اسے معاف کر دے، قتل کر دے یا خون بہالے کر چھوڑ دے۔ قاتل کو اپنا جرم چھپانا نہیں چاہیئے، کیوں کہ یہ گناہ صرف توبہ ہی سے ساقط نہیں ہوتا اگر قاتل نے کسی جماعت کو متعدد جگہوں میں اور مختلف اوقات میں قتل کیا اور مقتولوں کی تعداد یاد نہ ہو، نہ ہی ان کے وارثوں کا پتہ ہو تو کفارہ یہ ہے کہ سچے دل سے توبہ کرے، نیک کام شروع کر دے۔ اللہ کی حدود کو نگاہ میں رکھے۔ ان سے تجاوز نہ کرے، نفس کشی کرے، یعنی اپنی جان کو عذاب دے۔ اگر کوئی اس پر ظلم کرے یا عذاب دے تو اسے معاف کر دے، اور غلام کو آزاد کر دے۔ اپنے مال سے صدقہ دے۔ دن رات کثرت سے نوافل پڑھے تاکہ اس کے نیک اعمال مقتولوں کے جرائم کے برابر ہو جائیں۔ ایسا کرے گا تو اللہ تعالےٰ اسے بخش دے گا، بہشت عطا فرمائے گا، کیوں کہ اس کی ذات نے سب چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے اور سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

اگر قاتل مقتولوں کو نہ جانتا ہو، نہ ہی ان کے وارثوں سے واقف ہو تو پھر یہ کہنے کا کچھ فائدہ نہیں کہ میں نے لوگوں کو قتل کیا ہے، ان کو زخمی کیا ہے یا رہزنی کی ہے، کیوں کہ جب ان کے حقداروں کو جانتا ہی نہیں ہے کہ کفارہ ادا کرے، یا وہ اسے معاف کر دیں، تو پھر ذکر کرنے سے کوئی فائدہ نہیں، البتہ اسی طرح عمل کرے جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔

زنا کرنے، شراب پینے، چوری کرنے، ڈاکہ زنی کرنے۔ اور جس کی چوری کی ہے یا جس پر ڈاکہ ڈالا ہے، انھیں نہیں جانتا یا عورت کے ساتھ غلط راستے سے مباشرت کرے، جس پر اللہ تعالےٰ کی حد اور تعزیر عائد ہوتی ہے، پھر ان گناہوں سے توبہ کی صحت کے لیے یہ لازم نہیں کہ یہ باتیں لوگوں سے بیان کر کے اپنی رسوائی کرے۔ پردہ دری کے باعث بادشاہ یا حاکم کی جانب سے اپنے اوپر حد جاری کرائے، بلکہ چاہیئے کہ ساری چیزیں اللہ کے سپرد کر کے ان پر پردہ ڈال دے۔ اللہ ہی کی بارگاہ میں اس گناہ سے توبہ کرے، جسے یہ خود یا اس کا اللہ جانتا ہے اور مجاہدہ کرے یعنی بہت زیادہ عبادت کرے۔ دن کو روزہ رکھے، مباحات سے بہت کم فائدہ اٹھائے، لذیذ چیزوں کو بہت کم استعمال میں لائے۔ رات کو کھڑے ہو کر عبادت کرے اور کثرت سے قرآن پڑھے، تسبیح و تہلیل کرے، پرہیزگاری اختیار کرے وغیرہ وغیرہ۔

آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ جو اس قسم کی بے حیائی کے کام کرے، اُسے چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کے پردہ سے چھپائے اور اپنے گناہ ہمارے سامنے ظاہر نہ کرتا پھرے۔ اس لیے کہ جو ایسی باتیں ہمارے پاس بیان کرتا ہے تو ہمیں لازم ہے کہ اس پر اللہ کی حدود قائم کریں، یعنی سزا دیں، لہٰذا اگر کوئی ہمارے حکم کے خلاف کرے اور حاکم کے پاس اقبال کرے تو حاکم کو چاہیئے کہ اس پر حد قائم کرے۔ ایسی صورت میں اس شخص کی توبہ درست ہو کر اللہ تعالےٰ کے ہاں قبول ہو جاتی ہے۔ مجرم اپنے گناہ کے ذمہ سے باہر آ کر اس کی آلایش سے پاک ہو جاتا ہے۔

اگر کوئی زبردستی کسی کا مال چھین لے، چوری کرے یا ڈاکہ ڈالے، امانت میں خیانت کرے، مکر و فریب کرے مثلاً بیع و شرا میں کسی عیب دار چیز کا عیب چھپا دے، مزدور کو کم اجرت دے، یا بالکل نہ دے، ان تمام صورتوں میں غور و فکر کرے کہ میں نے کس زمانہ میں کس قدر ایسے کام کیے ہیں۔ اس کی ابتدا بلوغ سے نہیں بلکہ خطا کے سرزد ہونے کے زمانہ سے خواہ وہ بالغ ہونے کے زمانہ میں ہو یا اس سے قبل، یا اس کا مال اس کے ولی کے مال میں غلط ملط ہو گیا ہو، ولی نے سستی کی وجہ سے اسے اپنے مال سے

سے جدا نہ کیا۔ ان دونوں صورتوں میں بلوغ کے بعد توبہ کرے۔ خیانت کے وقت سے توبہ کے دن تک ہر تقصیر اور گناہ کا کفارہ احتیاط سے ادا کرے۔ موت سے پہلے اسے سرانجام دے لے۔ ایسا نہ ہو کہ غفلت میں رہے اور اچانک موت آجائے، توبہ اور حساب کے بغیر مر جائے، پھر کچھ ثواب حاصل نہ ہو۔ اعمال نامہ پاک نہ ہو سکے، گناہوں سے آلودہ رہے، پھر قیامت کے دن خدا کے سامنے پیش ہونے پر اس سے پوچھا جائے تو جواب نہ دے سکے۔ ندامت کے سوا کچھ حاصل نہ ہو۔ تب وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہے گا، مگر راضی نہ کر سکے گا اس لیے کہ اس کا کوئی عذر قبول نہ ہوگا۔ وہ مہلت طلب کرے گا مگر نہ دی جائے گی۔ شفاعت چاہے گا، مگر اس کی شفاعت کرنی بھی قبول نہ کرے گا۔ اسے جواب دیا جائے گا کہ زندگی بھر تو نے گناہ کیے، عزور کیا، نفسانی خواہشوں کے درپے رہا ہے۔ نفسِ امارہ اور شیطانی خواہشوں کی پیروی کرتا رہا ہے۔ اپنے رب کی اطاعت سے روگردانی کی۔ اس کے فرمان کے خلاف کرنے میں خوب چستی دکھائی۔ لہٰذا ایسے اعمال کے باعث تیری عذرخواہی کیسے قبول ہو سکے گی؟ قیامت کے دن اسی وجہ سے حساب لمبا ہو جائے گا۔ ہلاکت کے خوف سے خوب روئے گا۔ ناامیدی اس کی ہمت کو توڑ دے گی۔ وہ سخت شرمندگی اور خجالت میں سرنگوں رہے گا۔ سب نیکیاں چھن جائیں گی برائی دگنی کر دی جائے گی۔ جب اس کا نفع فاسد ہو جائے گا اور بالکل تہی دستی رہ جائے گی تو اس پر غضبِ الٰہی نازل ہوگا۔ ہر معاملہ میں سختی ہوگی۔ دوزخ کے فرشتے آموجود ہوں گے۔ اسے پکڑ کر دوزخ میں لے جانے کے لیے آگے کر لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جو عذاب مقرر کیا، اس کی طرف اسے دھکیل کر لے جائیں گے۔ اور وہ اپنے آپ کو ہلاکت کے سپرد کر دے گا۔ دوزخ کے عذاب میں قارون، فرعون اور ہامان کے ہم پلہ ہوگا۔ نوبت یہاں تک اس لیے پہنچے گی کہ ظلم معاف نہیں ہوتا، کیوں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جب بندہ کو اللہ کے سامنے حاضر کریں گے اور پہاڑ کے برابر اس کی نیکیاں ہوں گی اگر وہ نیکیاں اس کے لیے سلامت ہیں اور وہ بہشتیوں میں سے ہو تب بھی وہ لوگ آجائیں گے جن پر اس نے ظلم کیا ہوگا۔ کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کا مال چھینا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا۔ جس قدر اس کی نیکیاں ہوں گی، وہ سب ان گناہوں کے عوض میں دے دی جائیں گی۔ اس کے پاس ایک نیکی بھی باقی نہ رہے گی۔ اس وقت فرشتے اللہ کی جناب میں عرض کریں گے، اے اللہ! اس کے پاس تو اب کوئی نیکی باقی نہیں رہی، بلکہ ابھی بہت سے اپنا حق طلب کرنے والے باقی ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جتنے داد خواہ باقی ہیں ان کی برائیاں لے کر اس کی بدیوں میں اضافہ کر دو، اور اسے دوزخ میں پھینک دو۔ چنانچہ وہ شخص دوسروں کے گناہ کے بدلے میں ہلاک ہوگا۔ اس طرح مظلوم ظالم کی نیکی سے بروزِ قیامت فائدہ اٹھائے گا۔ کیوں کہ ظالم کی نیکیاں تاوان کے طور پر مظلوم کے حق میں چلی جائیں گی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا، اعمال ناموں کے تین دفتر ہیں۔ ایک دفتر تو ایسا ہے کہ اسے خدائے تعالیٰ بخش دے گا۔ دوسرا وہ ہے جسے نہیں بخشے گا۔ اور تیسرا وہ ہے جس کی کوئی شے نہ چھوڑے گا۔ پہلا دفتر جسے خدا بخش دے گا، وہ ہے جس میں بندہ کے اپنی جان پر کیے ہوئے ظلم درج ہوتے ہیں، وہ اس کے اور خدا کے درمیان ہوتا ہے۔

دوسرا دفتر جسے نہیں بخشے گا وہ مشرکوں کا ہے۔ اور جو غیروں کو خدا کا شریک بناتے ہیں۔ ان کے بارے میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے اللہ کے ساتھ دوسرے کو شریک ٹھہرایا، خدا نے بہشت کو اس پر حرام کر دیا اور اس کی جگہ دوزخ میں مقرر کر دی۔

تیسرا دفتر جس کی کوئی چیز نہ چھوڑی جائے گی۔ وہ بندوں کے باہمی مظالم ہیں، جو ایک دوسرے پر کرتے ہیں۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا، تمھیں معلوم ہے میری امت میں قیامت کے دن کون مفلس ہوگا؟ صحابہؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ ہم اسے مفلس کہتے ہیں، جس کے پاس نقدی یا سامان وغیرہ نہ ہو۔ آنحضرت صلعم نے جواب دیا، میری امت میں قیامت کے دن وہ شخص مفلس ہوگا جو نماز اور روزہ کے ساتھ حاضر ہو، مگر اس کے باوجود اس نے کسی کو زنا کرانے کی گالی دی ہوگی یا کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون کیا ہوگا یا کسی کو مارا ہوگا۔ ایسے شخص کی نیکیاں دوسرے شخص یعنی مظلوم کو دی جائیں گی۔ جب اس طرح اس کی ساری نیکیاں تقسیم ہو جائیں گی، تو جس قدر مطالبہ باقی ہوگا اس کے عوض مظلوموں کی بدیاں اس پر اور بڑھا دی جائیں گی۔ پھر اسے دوزخ کی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اس لیے گنہگاروں کو توبہ کرنی واجب ہے کہ جہاں تک ہو سکے اس میں جلدی سے کام لیں۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جو لوگ توبہ کرنے میں دیر کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں ابھی بہت وقت ہے، توبہ کر لیں گے وہ ہلاک ہوں گے۔

ابن عباسؓ اس کلام (بل یرید الانسان لیفجر امامہ) کی تفسیر میں فرماتے ہیں "کہ آدمی گناہ تو کرتا جاتا ہے، اور توبہ میں تاخیر کرتا رہتا ہے، اور کہتا ہے کہ عنقریب توبہ کروں گا، مگر وہ اسی گناہ کی حالت میں توبہ کیے بغیر مر جاتا ہے۔

لقمان حکیم نے اپنے لڑکے سے فرمایا کہ اے میرے لڑکے توبہ کرنے میں کل کے دن کی بھی تاخیر نہ کر، کیوں کہ موت قریب ہے اور اچانک آئے گی، تو غفلت میں پڑا رہ جائے گا۔

پس ہر شخص کو توبہ کرنی چاہیئے، صبح ہو یا شام، کسی وقت بھی توبہ کو چھوڑنا نہ چاہیئے۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں "کہ جو شخص صبح کے وقت توبہ نہ کرے اور اسے رات آجائے تو وہ شخص ظالم ہے۔ توبہ دو طرح کی ہے۔ ایک بندوں کے حق میں، اور یہ وہی ہے جو اوپر بیان ہوئی۔ دوسری توبہ تیرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے۔ یہ توبہ زبان سے اور دل کی پشیمانی اور اس نیت سے پوری ہوتی ہے کہ میں پھر کبھی گناہ اختیار نہ کروں گا، جیسا کہ تفصیل اوپر آچکی۔ توبہ کرنے والا یہ کوشش کرے کہ میں پھر کبھی ظلم نہ کروں گا۔ جہاں تک ہو کثرت سے نیکی کرے تاکہ قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ قصاص کے لیے نیکیاں اور برائیاں تولنے کے لیے میزانِ عدل میں رکھے، تو اس کی نیکیاں اتنی ہوں کہ مظالم کے برابر ہو جائیں، ان سے کم نہ رہیں۔ ایسا نہ کرے گا تو دوسروں کی بدیاں بھی اس کی گردن پر رکھ دی جائیں گی۔ وہ ہلاکت میں پڑے گا۔ اس سے چھٹکارا پانے کے لیے یہ ہونا چاہیئے کہ اپنی ساری عمر نیکیوں میں بسر کر دے۔

اگر مظالم کی مدت نیکیوں کے زمانہ سے بڑھ گئی، تو ظاہر ہے کہ کیا حال ہوگا۔ موت ہر وقت آدمی کی گھات میں لگی ہے۔ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ امید کے حاصل ہونے خالص عمل کرنے، نیت کی صفائی اور حلال لقمہ ملنے سے قبل ہی آدمی کو موت آجاتی ہے۔ اس لیے جہاں تک ہو توبہ کرنے میں بے حد جلدی کرے۔ جتنے مظالم کیے ہوں ان سب کو یاد کرے۔ جن کے ساتھ ظلم ہوا ان سب کے نام بھی لکھ لے۔ دنیا میں جہاں

کہیں ہو پھر کہ ان کی تلاش کرے۔ ان سے معافی مانگ کر اپنے گناہ معاف کرائے یا ان کا کفارہ دے۔ اگر وہ نہ ہیں تو ان کے وارثوں کو تلاش کرکے ان کو یہ حقوق ادا کرے۔ ان سب امور کے باوجود اللہ کے عذاب سے ڈرے، اس کی رحمت کی امید رکھے، توبہ کرتا رہے خدا کی مرضی کے خلاف جو بات نظر آئے، اس سے دور رہے۔ خدا کی اطاعت میں ہر وقت مستعد رہے۔ اگر اس حال میں موت آئے تو اس کا اجر اللہ پر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۔

جو شخص خدا اور خدا کے رسول کی طرف جانے کے ارادہ سے گھر سے نکلے پھر اس حالت میں اسے موت آجائے تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں متفق علیہ حدیث میں آیا ہے، کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ تم سے قبل جو لوگ گزرے ہیں، ان میں سے ایک شخص نے ننانوے آدمی مار ڈالے، پھر لوگوں سے پوچھا میں اس جرم کو دور کرنے کے لیے کیا کروں۔ لوگوں نے اسے ایک صحرا نشین (راہب) کا پتہ بتایا کہ اس کے پاس جاؤ۔ چنانچہ وہ اس کے پاس گیا اور کہا میں نے ننانوے آدمی قتل کیے ہیں کوئی طریقہ بتاؤ کہ میری توبہ قبول ہو جائے۔ راہب نے جواب دیا کہ ایسا کوئی طریقہ نہیں۔ تب اس آدمی نے راہب کو بھی قتل کر دیا اور سو کی تعداد پوری کر دی۔

ازاں بعد دوبارہ لوگوں کے پاس گیا اور کہا میں نے سو آدمیوں کو قتل کیا ہے، کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ لوگوں نے اسے ایک اور عالم کا پتہ بتایا چنانچہ وہ اس کے پاس گیا۔ عالم نے کہا ہاں تمہاری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ تم فلاں جگہ جاؤ وہاں اس طرح کے لوگ رہتے ہیں وہ ہمیشہ خدا کی عبادت میں لگے رہتے ہیں، تم بھی ان کے ساتھ مل کر عبادت کرو اور اس طرف مت آؤ۔ چنانچہ وہ شخص اس مقام کی جانب روانہ ہوا۔ ابھی نصف راستہ طے کیا تھا کہ اسے موت نے آلیا۔ اب فرشتوں کا آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ رحمت کے فرشتے اس آدمی کو نیک قرار دیتے اور عذاب کے فرشتے کہتے کہ اس نے کوئی نیکی نہیں کی۔ تب ایک اور فرشتہ انسان کی صورت میں ادھر آنکلا۔ ان فرشتوں نے اسے اپنا حکم مقرر کیا۔ اور سارا واقعہ بیان کیا۔ اس فرشتے نے کہا کہ تم دونوں جانب زمین کی پیمائش کرو جس طرف کی مسافت کم ہے اس طرف کے فرشتے اس کی روح قبض کریں۔ چنانچہ پیمائش کی گئی تو معلوم ہوا کہ توبہ کی نیت سے جس طرف کو جا رہا تھا اس طرف کا فاصلہ دوسری طرف سے کم ہے۔ چنانچہ رحمت کے فرشتوں نے اس کی روح قبض کی۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ نیک لوگوں کے شہر کی جانب ایک بالشت کم تھا لہٰذا وہ نیک لوگوں میں شمار ہوا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے ایک قاصلہ کی طرف وحی نازل فرمائی کہ تو دور ہو جا اور دوسرے کو حکم دیا کہ تو قریب ہو جا۔ پھر حکم دیا کہ ماپو۔ جب ماپا گیا تو صالح لوگوں کی جانب ایک بالشت زمین قریب نکلی۔ چنانچہ اس کی بخشش ہو گئی۔

ان روایات سے ظاہر ہے کہ توبہ کی نیت کرنا اور اسے پورا کرنے کی کوشش کرنا کس قدر فائدہ مند ہے۔ جب تک

نیکیوں کا پلہ بھاری نہ ہو نجات ناممکن ہے چاہے وہ ایک ذرہ کے برابر ہو۔ لہذا توبہ کرنے والے کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ کثرت کے ساتھ نیکیاں کرے۔ بہت نفل پڑھے تاکہ قیامت کے دن ان کے ذریعہ ان لوگوں کو راضی کرے جو اس سے ناراض ہوں گے۔ چاہیئے کہ فرائض کو کامل کرے جیسا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا مسلمانو! تم کثرت سے نفل پڑھا کرو۔ تاکہ وہ فرائض کو کامل کردیں۔ اسی طرح ایک اور روایت میں آیا ہے، کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ تم اپنا صحیح اور پختہ عہد باندھو کہ جن گناہوں سے ہم نے توبہ کی ہے ان کی طرف پھر کبھی رجوع نہ کریں گے اور ایسے گناہ پھر کبھی نہ کریں گے۔ اس اقرار پر ہمیشہ قائم رہو، خدا سے مدد مانگو اور نیک بننے کے لیے بھی اس سے مدد مانگو۔

گوشہ نشینی، خاموشی، کم کھانا، کم سونا، حرام سے پرہیز، شبہہ کی چیزوں سے اجتناب۔ ان ساری باتوں کو ملحوظ رکھے۔ اگر اپنی کمائی یا میراث میں ایسا مال آگیا ہو جس میں شبہہ ہو تو اسے حلال سرمایہ سے الگ کردے۔ اس مشتبہہ یا حرام مال کو ہرگز استعمال میں نہ لائے، اس لیے کہ حرام تمام گناہوں کا سر ہے۔ حلال کھانا، پرہیزگاری اختیار کرنا اور لقمہ کو پاک و صاف رکھنا دین کی جڑ ہے۔ کیوں کہ نیکی اور بدی کے سرزد ہونے کا باعث لقمہ ہی ہے۔ حلال لقمہ نیکی پیدا کرتا ہے اور حرام لقمہ بدی کو پیدا کرتا ہے۔ نیکی اور بدی کی بُو کھانے ہی جیسی ہوتی ہے۔ دیگ میں کھانا پک جانے پر آپ ہی اپنی خوشبو ظاہر کردیتا ہے، اور لوگوں کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس دیگ میں نمک کھانا ہے۔

آدمی کو چاہیئے کہ علماء اور فقہا کی ہم نشینی اختیار کرے، ان کی صحبت میں رہ کر دین کی باتیں سیکھے، ان سے فائدہ اٹھائے خدا کی راہ پر چلنا سیکھے۔ ان لوگوں کے ادب اور قیام و سجدہ پر غور کرے اور ان کے مطابق خود بھی عمل کرے۔ راہِ خدا پر چلنے کے جن طریقوں کا اسے علم نہیں وہ ان عالموں سے سیکھے۔ سالکانِ طریقت کا راستہ نامعلوم راستہ ہے۔ ہدایت کے بغیر اس راہ پر کوئی شخص ایک قدم بھی نہیں رکھ سکتا۔ اس پر چلنے اور سیدھی راہ پانے کے لیے مرشد کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ ہدایت کرنے والا ہو، اور ایسی کشش رکھتا ہو جو انسان کو اللہ کی طرف کھینچے۔ تائب شخص کو مجاہدہ کرنے، اخلاص اور راستی اختیار کرنے کے راستے بتائے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ جو لوگ خدا کی راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم انھیں اپنی راہ دکھاتے ہیں۔

ہادی مطلق صرف اللہ تعالےٰ ہی ہے۔ اور جو شخص صدق دل سے اس باب میں کوشش کرتا ہے، خدا اسے اپنے فضل سے کبھی محروم نہیں رکھتا۔ کیوں کہ نہ وہ اپنے وعدہ کے خلاف کرتا ہے نہ بندوں پر ظلم کرتا ہے۔ وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان اور رحیم ہے۔ اپنی مخلوق پر بڑا احسان اور نرمی کرنے والا ہے۔ جو لوگ اس کی طرف رجوع کرتے ہیں انھیں توفیق بخشتا ہے۔ جو اس کی جانب رخ کرتے ہیں انھیں بڑی مہربانی سے بلاتا اور ان کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اور ان سے خوش ہوتا ہے۔ توبہ کرنے والے کو دیکھ کر اسی طرح خوش ہوتا ہے جس طرح دور دراز سفر سے واپس آنے والے بیٹے کو اس کی ماں دیکھ کر خوش ہوتی ہے۔

آنحضرت صلعم فرماتے ہیں" کہ اللہ تعالےٰ بندہ کی توبہ سے اس طرح خوش ہوتا ہے، جیسے وہ آدمی خوش ہوتا ہے، جو کسی خطرناک

جنگل میں سفر کر رہا ہو اور اس کا جانور جس پر اس کا سامان خوراک کپڑے وغیرہ ہوں وہ گم ہو جائے وہ اس کی تلاش میں حیران و سرگردان مارا مارا پھرے اور اس کی تلاش میں اس کی جان لبوں پر آجائے پھر وہ فیصلہ کرے کہ جہاں میرا جانور گم ہوا ہے میں بھی اسی جگہ مر جاؤں چنانچہ وہ جانور کے گم ہونے کے مقام کی طرف اسی ارادہ سے روانہ ہو جب وہاں پہنچے تو نیند آجائے اور وہ سو جائے آنکھ کھلنے پر دیکھے کہ وہی جانور اس کے سارے سامان سمیت اس کے سامنے کھڑا ہے (اس موقعہ پر جو خوشی ہوتی ہے وہ ظاہر ہی ہے)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرتؐ کی حدیث بیان فرمائی کہ گناہ کرنے کے بعد بندہ اٹھ کر وضو کرے، دو رکعت نماز پڑھے اور اللہ سے اپنے گناہوں کی توبہ کرے اور یہ توبہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے موافق ہو تو خدا اسے بخش دے گا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر کوئی شخص بُرے عمل کرے اور اپنی جان پر ظلم کرے پھر خدا سے آمرزش چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے آپ پر مہربان اور بخشنے والا پائے گا"

چھینے ہوئے موجودہ مال کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کے مالک کو پہچانتا ہے، تو اس کے حوالہ کر دے یا اس کے وارثوں کو دے دے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اگر نہ مالک کو پہچانتا ہے نہ وارث ہی ملتے ہیں تو مال کو صدقہ کر دے۔ اگر حلال میں حرام شامل ہو جائے یا غصب کیا ہوا مال میراث کے مال میں مل جائے تو حساب کر کے حرام کو حلال سے الگ کر کے صدقہ کر دے۔ حلال مال جو باقی رہ جائے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے۔

غیبت کا کفارہ لوگوں کی بے عزتی کرنے سے مراد ہے "کسی کو گالیاں دینا۔ اس گناہ کا اثر دل پر ہوتا ہے۔ غیبت بھی اس ضمن میں آتی ہے۔ غیبت یہ ہے کہ وہ بات کہی جائے جو کسی کے سامنے کہنے سے اسے بُری لگے۔

غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ غیبت میں جو بات کہی ہے وہ اس کے سامنے کہہ دی جائے پھر اس سے معافی مانگے اگر بہت سے لوگوں کی غیبت کی ہے تو سب کے پاس باری باری جائے اور بات بیان کر کے ان سے معافی مانگے۔ اگر ان میں سے کوئی شخص مر چکا ہے تو اس کے لیے بہت سی نیکیاں کرے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ غیبت کی بات آدمی کے منہ پر جا کر اسی صورت میں کہے کہ اگر اسے اس کا پتہ چل گیا ہو، لیکن اگر اسے پتہ نہیں چلا کہ کیا غیبت کی گئی ہے تو پھر خواہ مخواہ اس کے پاس جا کر اسے بتانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ ان سے معافی ضرور مانگے۔ اس لیے کہ جب بھی ان کو اپنی غیبت کا پتہ چلے گا وہ دل میں رنجیدہ ہوں گے۔ یہ بھی چاہیئے کہ جن لوگوں کے سامنے دوسروں کی غیبت بیان کی جائے ان کے پاس دوبارہ جائے اور اپنے آپ کو خود جھٹلائے اور جن کی غیبت کی ہے ان کی تعریف کرے۔

غیبت کرنے والے پر یہ لازم نہیں کہ جن لوگوں کی غیبت کی ہے، ان کو غیبت میں کہی گئی ساری باتیں جا کر بتائے اس لیے کہ جب وہ سن لے گا کہ اس پر اتنا زیادہ ظلم ہوا ہے تو وہ بخش دینے پر راضی نہ ہوگا۔ بلکہ وہ اس کے بدلہ کو قیامت کے دن تک ملتوی رکھے گا تاکہ اس روز اس کی نیکیاں لینے کا حق دار ٹھہرے۔ وہ سوچے گا کہ میں اس لائق ہو جاؤں کہ اپنے گناہوں کا بوجھ اس پر ڈال کر خود سبک دوش ہو جاؤں۔ اگر اس کے گناہ ایسے ہوں گے کہ اس کی لونڈی یا بیوی کے ساتھ برائی کی ہوگی یا کوئی اور ایسا کام کیا ہوگا جس سے اس شخص کی بے عزتی ہوتی ہوگی تو ان باتوں کو سن کر اسے

اور زیادہ رنج ہوگا اس لیے مناسب یہ ہے کہ انھیں بیان نہ کیا جائے۔ اگر بیان کرنا ہی پڑے تو اشارہ کنایہ سے بات کرے اس سے معافی مانگے، گو اس طرح مبہم بات کرنے کا گناہ اس کی گردن پر ضرور باقی رہے گا۔ ایسے گناہ کو بہت سی نیکیاں کر کے اپنی گردن سے اتارے۔ غیبت کی تمام باتیں مظلوم کے سامنے بیان کرنے میں جان کا بھی خطرہ ہو سکتا ہے، اس لیے اس کے معاوضہ کا اچھا طریقہ یہ ہے کہ مظلوم کے سامنے اپنے گناہ نہایت نرمی کے ساتھ بیان کرے اور کوشش کرے اس سے دوستی پیدا کرے تاکہ وہ مہربان ہو جائے۔ اس کے دل کو اپنی طرف مائل کرے، اس کی خدمت گزاری میں کوئی دقیقہ سعی باقی نہ چھوڑے، کیوں کہ آدمی احسان کرنے والے کا غلام بن جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کی بدی کے باعث اس سے نفرت کر جائے تو اس کے احسان کے باعث دوبارہ اس پر مہربان ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جب دیکھے کہ وہ مجھ پر مہربان ہو گیا ہے تو پھر اپنی کیفیت اس سے بیان کر دے۔ اگر دیکھے کہ ایسا کرنے سے بھی وہ مہربان نہیں ہوتا تو پھر نہایت کثرت سے نیکیاں کرے تاکہ قیامت کے دن یہی نیکیاں اس کے کفارہ کا باعث بن جائیں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ بات لازمی ہے کہ گناہ کے معاوضہ میں دوسروں کو نیکیاں دی جائیں۔ اگر کوئی شخص نیکیاں لینے سے انکار کر دے تو قیامت میں جو مال اس سے ضائع ہو گیا وہی مال دیا جائے گا اور وہ مال لینے سے انکار کرے اور گناہ بھی معاف نہ کرے" تو جس طرح ایسے مال کو حاکم اپنے بیت المال میں جمع کرنے کا حکم دے دیتا ہے، خواہ مالک ایسا کرنا چاہے یا نہ کرنا چاہے، احکم الحاکمین بھی اسی طرح حکم دے گا۔ بے شک وہ سب سے زیادہ عادل ہے۔

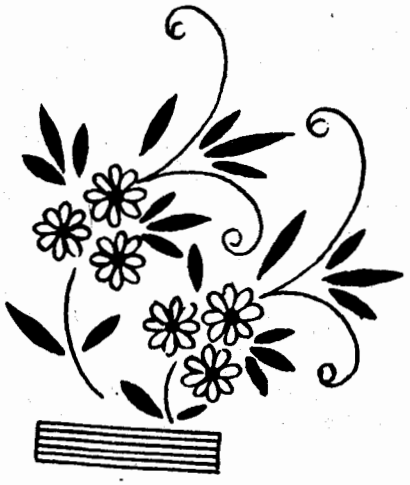

باب ۱۷

پرہیزگاری۔ پرہیزگاری کی تکمیل۔ بعض گناہ اور ان سے توبہ، توبہ کی احادیث اور آثار۔

پرہیزگاری

پرہیزگاری کا راستہ:۔ جب کسی شخص کو اطمینان ہو جائے کہ لوگوں پر جو مظالم اس نے کیے ہیں ان کی بازپرس سے اس نے رہائی حاصل کر لی[1] ہے تو گویا اس نے پرہیزگاری کا راستہ اختیار کر لیا۔ یہی خاص حالت کا راستہ ہے۔ پرہیزگاری ہی دنیا اور آخرت میں خدا کے عذاب سے نجات پانے کا بڑا ذریعہ ہے۔ قیامت کے روز اس کے طفیل اس کے حساب میں تخفیف ہو گی کیوں کہ اس روز خلاف شریعت کیے گئے معاملات اور بندوں کے حقوق کے بارے میں حساب کتاب ہو گا۔ اور جو آدمی دنیا ہی میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہتا ہے۔ لوگوں سے اپنے حقوق لیتا اور ان کے حقوق ادا کرتا رہتا ہے یعنی قیامت کے حساب سے دنیا ہی میں ڈرتا رہتا ہے تو پھر قیامت میں اس سے کیا حساب لیا جا سکتا ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ "قیامت کے دن پرہیزگاروں کا حساب کرنے سے اللہ تعالیٰ شرماتا ہے"۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا قبل اس کے کہ تم سے حساب مانگا جائے تم خود اپنی جانوں کا حساب کرو اور اس سے قبل کہ تمھارے اعمال تولے جائیں تم خود اپنے اعمال کو وزن کر لو۔ آپؐ نے فرمایا کہ مسلمان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ غیر ضروری باتوں کو چھوڑ دے۔ اس حدیث میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ہر معاملہ میں صرف ضروری باتیں اختیار کرے غیر ضروری کو ترک کر دے۔ ان کے شرعی احاطہ سے باہر قدم نہ رکھے۔ شریعت کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے۔ اس کے خلاف کے قریب تک نہ جائے۔

حرام اور حلال کی تمیز:۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا جو چیز تجھے شک میں ڈالے اس کی طرف نہ جا! اور جو شک میں نہ ڈالے اسے اختیار کر! آپؐ نے فرمایا مومن توقف کرنے والا اور سوچنے والا ہوتا ہے۔ اور منافق بے پروائی سے سب کچھ نگل جاتا ہے۔ فرمایا تم نماز میں ایسے مشغول ہو جاؤ کہ کمان کی طرح خمیدہ بنو اور اس قدر روزے رکھو کہ تمھارا جسم اودے کی طرح لاغر ہو جائے۔ کافی پرہیزگار نہ بنو گے تو کچھ فائدہ نہ ہو گا۔

ایک جگہ فرمایا۔ مومن تفتیش کرنے والا ہوتا ہے۔ فرمایا جو شخص اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ اس کا کھانا پینا کہاں سے آتا ہے تو ایسے شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ بھی پروا نہیں کرتا کہ اسے دوزخ میں کس دروازے سے داخل کرتا ہے۔

---

[1] یعنی کفارہ ادا کرنے کے بعد یا جیسی بھی صورت تھی۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا لوگو! تم میں سے ہرگز کوئی نہیں مرتا جب تک وہ اپنی روزی پوری نہ کرلے۔ اس لیے روزی حاصل کرنے کے لیے جلدی نہ کرو! بلکہ خدا سے ڈرو اور روزی کی تلاش میں نیکی اختیار کرو۔ حلال کو لے لو اور حرام کو چھوڑ دو۔

ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا، حرام مال کمانے والا اگر اس میں سے صدقہ دیتا ہے تو اس کا کچھ اجر نہیں، اور اس میں سے جو کچھ خرچ کرتا ہے اس میں بھی کوئی برکت نہیں۔ جو مال وہ اپنے بعد چھوڑ جاتا ہے وہ آخرت میں اسے دوزخ میں لے جاتا ہے۔

آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ بدی کو دور نہیں کرتا۔ مگر نیکی کے ذریعہ سے۔ عمران بن حصینؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا خدا کا ارشاد ہے کہ "اے بندے جو چیز میں نے تجھ پر فرض کی ہے اسے ادا کر اس طرح تو عابدوں میں سے زیادہ عابد ہوگا۔ اور جس سے میں نے منع کیا ہے اس سے باز رہ، اس طرح تو پرہیزگاروں میں سب سے زیادہ پرہیزگار سمجھا جائے گا۔ جو رزق تجھے دیا گیا ہے اس پر قانع رہ، اس طرح تو سب سے بے نیاز ہو جائے گا۔

رسول اللہ صلعم نے ابوہریرہؓ سے فرمایا، پرہیزگاری اختیار کر تاکہ تو بڑے عابدوں میں سے ہو جائے۔ حسنؒ بصری فرماتے ہیں، ایک مثقال پرہیزگاری ہزار مثقال نماز اور روزے سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پر وحی نازل فرمائی کہ کوئی شخص میرے اتنا قریب نہیں جتنا کہ پرہیزگار۔ آپ نے فرمایا چاندی کے ایک درم کا چھٹا حصہ خیرات کرنا خدا کے نزدیک چھ سو مقدس حج سے بہتر ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ خیرات ستر مقبول حج سے بہتر ہے۔

ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن خدا کے ہم نشینوں میں وہ لوگ ہوں گے جو اہل تقوےٰ اور اہل زہد ہوں گے ابن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ حرام کے ایک پیسہ کو چھوڑ دینا حرام کے سو پیسوں کو خیرات کرنے سے بہتر ہے۔ ابن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں ملک شام میں حدیث لکھا کرتا تھا۔ میرا قلم ٹوٹ گیا تو میں نے کسی سے عاریۃً مانگ لیا۔ لکھنے کے بعد قلم اس کو واپس دینا بھول گیا۔ مرو واپس آیا تو قلم کو قلمدان میں دیکھا۔ دیکھتے ہی ارادہ کیا کہ شام واپس جا کر قلم اس کے مالک کو دے دوں۔

مشتبہات:۔ نعمان بن بشیرؓ روایت کرتے ہیں" کہ میں نے آنحضرتؐ کو یہ فرماتے سنا کہ حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے۔ ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جنھیں بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ پس جس نے مشتبہ سے پرہیز کیا وہ اپنے دین کو پاک رکھتا اور اپنی آبرو کو بچاتا ہے۔ جو مشتبہ چیزوں سے پرہیز نہیں کرتا وہ حرام میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ جیسے چرواہا جو کسی کھیت کے قریب بکریاں چراتا ہے اور خطرہ ہوتا ہے کہ عنقریب وہ بکریاں کھیت میں جا گھسیں گی۔ ہر بادشاہ کے لیے ایک چراگاہ ہوتی ہے، اسی طرح حرام بھی اللہ کے لیے ایک چراگاہ ہے اور تم خبردار رہو کہ انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ایسا ہے کہ اگر وہ نیک ہوتا ہے تو سارا بدن نیک ہوتا ہے۔ اگر وہ بُرا ہو تو سارا بدن بُرا ہو جاتا ہے۔ خبردار رہو کہ وہ ٹکڑا دل ہے۔

پرہیزگاری کی مفصل تشریح:۔ ابوموسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ ہر شے کی ایک حد ہوتی ہے اور اسلام کی حدیں پرہیزگاری تواضع

صبر اور شکر ہیں۔ پرہیزگاری سب کاموں کی بنیاد ہے۔ صبر دوزخ سے نجات کا باعث ہے۔ شکر بجالانا جنت میں داخل ہونے کا موجب ہے۔ خواجہ حسن بصریؒ نے مکہ میں ایک لڑکے کو دیکھا جو حضرت علیؓ بن ابی طالب کی اولاد سے تھا۔ وہ کعبہ کی دیواروں سے ٹیکیہ لگائے لوگوں کا وعظ سن رہا تھا، آپ اس کے سامنے کھڑے ہوگئے اور پوچھا دین کا دارومدار کس پر ہے؟ اس نے کہا پرہیزگاری پر۔ پھر پوچھا آفت کیا ہے؟ اس نے کہا طمع۔ حسن بصریؒ یہ جواب سن کر بہت متعجب ہوئے۔

ابراہیم ادہمؒ فرماتے ہیں، ہر پرہیزگاری دو طرح کی ہے۔ ایک وہ جو فرض ہے اور دوسری وہ جو ڈر کی وجہ سے ہو۔ گناہوں سے بچنے کا نام فرض پرہیزگاری ہے۔ اور ڈر کی پرہیزگاری یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے محارم کی شبہ والی چیزوں سے بچا رہے۔

عام لوگوں کو حرام اور شبہہ دونوں قسم کی باتوں سے بچنا چاہیئے۔ یعنی اس معاملے میں پرہیزگاری اختیار کریں، جس سے خلقِ خدا کو رنج پہنچے یا ان سے شرعی مطالبہ عائد ہوتا ہے۔ خاص لوگوں کی پرہیزگاری میں ایسی باتیں شامل ہیں، جن میں نفسانی لذت کی خواہش پوری ہوتی ہو۔ خاص الخاص لوگوں کی پرہیزگاری میں ہر وہ چیز شامل ہے جس میں ان کے ارادہ اور رویہ کو دخل ہو۔ عام پرہیزگاری دنیا کو ترک کرنے کا نام ہے۔ اور پرہیزگاری خاص ترک خیال، بہت اعلیٰ الخاص پرہیزگاری ہر چیز کا ترک جو سوا خدا ہے، جو ساری دنیا کا خالق ہے۔

یحییٰ بن معاذ رازی فرماتے ہیں، پرہیزگاری دو طرح کی ہے۔ ایک ظاہری ہے اور وہ یہ ہے کہ تیرا ہلنا جلنا محض اللہ کے لیے ہو، دوسری پرہیزگاری باطنی ہے۔ یعنی تیرے دل میں اللہ کے سوا کسی اور کے لیے جگہ نہ ہو۔ یحییٰ فرماتے ہیں جو آدمی پرہیزگاری کی طرف سب سے زیادہ باریکی سے نظر نہیں کرتا اسے کوئی شے حاصل نہیں ہوتی۔ بزرگی بھی اسے نہیں ملتی۔ جو پرہیزگاری کی طرف سب سے زیادہ باریکی سے نظر کرتا ہے۔ قیامت کے دن اس کا مرتبہ بلند ہوتا ہے۔ فرمایا سونے چاندی کے بارے میں پرہیزگاری اختیار کرنے کی نسبت گفتگو میں پرہیزگاری اختیار کرنا زیادہ ارفع ہے۔ سرداری کی حالت میں سونے اور چاندی سے پرہیز کرنے کی نسبت زہد تقوےٰ اختیار کرنا زیادہ افضل ہے، کیوں کہ ان دونوں چیزوں (سونا اور چاندی) کو سرداری حاصل کرنے میں خرچ کر دیتا ہے۔

ابو سلیمان دارانی کا کہنا ہے، کہ زہد پرہیزگاری کی ابتدا ہے، جیسے قناعت رضائے الٰہی کی انتہا ہے۔ ابو عثمان کہتے ہیں کہ پرہیزگار کا ثواب حساب کا ہلکا ہوتا ہے۔ یحییٰ بن معاذ رازی فرماتے ہیں کہ پرہیزگاری یہ ہے کہ تاویلوں کے بغیر علم پر قائم رہے۔ اور ابن عطاء فرماتے ہیں کہ اگر زاہد میں پرہیزگاری بھی ساتھ نہ ہو تو ایسا شخص ظاہراً حرام کھاتا ہے۔ یونس بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ہر شبہہ سے باز رہنا اور ہر لحظہ اپنے نفس کے ساتھ حساب کرتے رہنا پرہیزگاری ہے۔

سفیان ثوریؒ کا قول ہے، کہ میں نے اس سے زیادہ آسان پرہیزگاری نہیں دیکھی کہ جو چیز تیرے دل میں کھٹکے اسے چھوڑ دے آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں خلش پیدا کرے، اور لوگوں پر اس کے ظاہر ہونے کو مکروہ خیال کرے۔ اور یہ اس صورت میں ہے کہ تیرا سینہ اس طرف سے صاف نہ ہو یعنی اس کے بارے میں تیرے دل میں کوئی مخلل رہے۔

اسی طرح رسول اللہؐ نے فرمایا۔ گناہ دلوں میں ایک خراش ہے۔ یعنی اگر کوئی چیز تیرے دل میں خراش پیدا کرے یا اسے

بے چین کرے تو اس چیز سے بچ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا دل کی خواہش سے اپنے آپ کو دور رکھو۔ کیوں کہ یہ گناہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس چیز کو چھوڑ دے جو تجھے شبہہ میں ڈالے اور جس میں شبہہ نہ ہو وہ اختیار کر۔

معروف کرخیؒ فرماتے ہیں۔ کہ جس طرح مذمت کرنے سے اپنے آپ کو بچاتا ہے، اسی طرح کسی کی تعریف سے بھی اپنی زبان کو محفوظ رکھے۔

ایک مثال:- بشر بن حارث کا قول ہے کہ سب سے سخت عمل تین ہیں۔ قلت کی حالت میں بخشش کرنا، تنہائی میں پرہیزگار رہنا، جس سے ڈر اور امید ہو اس کے سامنے سچ بولنا۔ روایت ہے کہ بشر بن حارث حافی کی ہمشیرہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا، میں اپنے کوٹھے پر سوت کاتا کرتی ہوں۔ اس وقت ایک شخص کی روشنی کا عکس مجھ پر پڑتا ہے۔ کہا اس روشنی میں مجھے سوت کاتنا جائز ہے یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا تو کون ہے۔ وہ کہنے لگی میں بشر بن حافی کی بہن ہوں۔ یہ سن کر امام صاحب رو دیے۔ فرمایا پرہیزگاری کا ظہور تمھارے ہی گھر سے ہوتا ہے۔ اس روشنی میں تم سوت نہ کاتا کرو۔

دوسری مثال:- علی عطارؒ فرماتے ہیں، میں بصرے کی گلیوں میں دیکھا کہ بوڑھے لوگ بیٹھے ہیں اور لڑکے کھیل رہے ہیں میں نے لڑکوں سے پوچھا ان بوڑھوں کے سامنے تمھیں کھیلتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ وہ کہنے لگے، ان سے شرم کیا آئے ان میں پرہیزگاری کم ہے، اس لیے ہمیں ان کا خوف بھی نہیں۔

تیسری مثال:- کہا گیا ہے کہ مالک بن دینارؒ چالیس سال تک بصرہ میں رہے، مگر جواز کے طور پر وہاں کے درخت کا کوئی میوہ یا خرما تک کھانا نصیب نہ ہوا۔ یہاں تک کہ وفات پا گئے۔ جب خرما کا موسم گزر جاتا تو آپ لوگوں سے فرماتے اے لوگو! خرما نہ کھانے سے میرا پیٹ گھٹ نہیں گیا، نہ ہی ان کے کھانے سے تمھارا پیٹ بڑھا ہے۔

چوتھی مثال:- ابراہیم ادہمؒ سے کسی نے آب زم زم نہ پینے کی وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا۔ میرے پاس ڈول نہیں، اگر ڈول میرے پاس ہوتا تو میں ضرور یہ پانی پیتا۔

پانچویں مثال:- روایت ہے کہ جب حارث محاسبی کسی ایسے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے جس میں شبہہ ہوتا تو آپ کی انگلیوں کی رگیں کھنچ جایا کرتی تھیں۔ ان میں رعشہ نمودار ہو جاتا۔ تب آپ جان لیتے کہ یہ کھانا حلال نہیں۔

مزید مثالیں:- کہتے ہیں جب بشر حافی کے سامنے طبہہ کی کوئی چیز رکھی جاتی تو آپ کے ہاتھ ہی اس کی جانب نہ اٹھتے تھے اور کہا جاتا ہے کہ جن دنوں بایزید بسطامیؒ والدہ کے پیٹ میں تھے، ان دنوں ان کی والدہ کے سامنے اگر شبہہ کی کوئی چیز آجاتی اور وہ کھانے کے لیے ہاتھ بڑھانے لگتیں تو کھانا ان کے سامنے سے چلا جاتا اور وہ اس تک نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ آپ کے خاندان میں ایسے افراد بھی تھے کہ ان کو مشتبہ کھانے سے بدبو آیا کرتی تھی۔ چنانچہ وہ جان لیتے تھے، کہ یہ شبہہ کا مال ہے اور اسے چھوڑ دیتے تھے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اگر مشتبہ کھانے کا کوئی لقمہ ان کے منہ میں چلا بھی جاتا تو ان سے وہ چبایا نہیں جاتا تھا۔ وہ ریت کی طرح بن جاتا تھا۔

یہ ان لوگوں کا حال ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے مہربانی اور شفقت فرمائی تھی، اور یہ اس لیے کہ وہ ان مکروہ چیزوں سے محفوظ رہیں۔ جب انھوں نے ارادہ کیا کہ اپنے نوالوں کو پاکیزہ بنائیں، صرف حلال ہی کھائیں، حرام اور مشتبہ چیزوں سے بچیں تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی مدد فرمائی۔ حرام اور مشتبہ چیزوں کے استعمال سے انھیں بچا لیا۔ انھیں حرام اور حلال کو پہچاننے کی قدرت دی۔ بیچنے والے سے بھی تحقیق کر کے خریدیں۔ کسب اور معیشت میں بھی حلال روزی کمائیں۔ اس کی اصل حقیقت کا ان کو علم ہو۔ ان کے لیے مشتبہ چیزوں میں خاص نشانی مقرر کر دی تاکہ اسے دیکھیں تو اس کی طرف ہاتھ نہ بڑھائیں اور جب یہ علامت نہ دیکھیں تو اسے کھالیں۔

یہی نشانی ان پیشواؤں اور بزرگوں کو بھی عطا ہوئی جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مہربانی کی۔ اللہ کی مہربانی اور رحمتیں ان کے شاملِ حال رہی۔

حلال کیا ہے؟ جس چیز میں دوسری مخلوق کا کوئی خاص حق نہ ہو، نہ ہی شریعت کے رد سے اس بارے میں کوئی باز پرس یا مطالبہ ہوتا ہو تو ایسی چیز عام مسلمانوں کے لیے حلال ہے۔ سہل بن عبداللہ تستری سے حلال کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا حلال وہ چیز ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ پائی جائے۔ پھر فرمایا صاف حلال وہ ہے جس کے استعمال سے اللہ تعالیٰ کو بھول نہ جائے۔ چنانچہ حلال چیز خود بخود حلال نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے حلال ہے۔ اگر خود بخود حلال ہونے سے کوئی شے حلال ہوتی تو مردہ کا کھانا کسی کے حق میں حلال نہ ہوتا۔ نہ ہی اس مال کا کھانا حلال ہوتا جو دار و غہ نے حرام مال سے خرید کر واپس کیا ہو۔ یعنی اس نے بیچنے والے سے حرام کے عوض میں حلال مال لیا ہو۔ پھر اسے واپس کر کے اپنے دام لے لیے ہوں۔

مومن اور پرہیزگار کو ایسا کھانا جائز نہیں، جس میں ناقص بیع و شرا ہوتی ہو، جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ اگر مسلمان ایسے کھانے پر اتفاق کریں تو اسے کھانا روا ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ حلال اور حرام آدمی کی اپنی تجویز سے نہیں بلکہ وہ ہے جس پر شرع نے حکم کیا۔ عین حلال کھانا پیغمبروں کے لیے ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک شخص کو یہ دعا مانگتے سنا کہ۔ اے اللہ مجھے حلال مطلق روزی عطا فرما۔ آنحضرت صلعم نے اس سے فرمایا ایسی روزی خاص پیغمبروں کے لیے ہے تو اللہ سے ایسی روزی مانگ جس کے باعث تو عذاب سے بچا رہے شریعت میں ہے کہ اگر کافر ذمی، یہودی، نصرانی، مجوسی، سور، شراب وغیرہ جیسی حرام چیزیں بیچنا چاہیں تو انھیں اس کی اجازت دے دینی چاہیئے۔ ہاں قیمت کا دسواں حصہ وصول کرنا مقرر کر لیا جائے۔

عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ان لوگوں کو یہ چیزیں بیچنے کی اجازت دے دو اور ان کی قیمت کا دسواں حصہ ان سے لے لو۔ یہ دسواں حصہ کس مصرف میں لایا جاتا ہے؟ کیا اس سے مسلمان فائدہ نہیں اٹھاتے؟ ضرور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حرام اور حلال کا تعلق آدمی کی ذات سے نہیں۔ یعنی انسان نے خود انھیں حرام اور حلال قرار نہیں دیا۔ اگر ان کا تعلق آدمی کی ذات سے ہوتا تو شراب اور سور حرام ہیں، ان کی فروخت کا دسواں حصہ بھی حرام ہوتا۔ مگر اس کے حلال ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا عقد اور بیع دست بہ دست ظہور میں آتی ہے۔ کیوں کہ فرمایا ہے حلال اور حرام کے درمیان ہاتھوں کا فرق ہے۔ پس ہر شخص شریعت کے مطابق ہے۔ شریعت کا چراغ ہاتھ میں تھامے رکھے۔ شریعت کے مطابق لین دین کرے اپنی

طرف سے کوئی کمی بیشی نہ کرے تو وہ عین شریعت کے مطابق ہے۔ شریعت نے اسے جس چیز کے لیے اجازت دی تھی وہ اس نے لے لی اور جس کی اجازت نہ دی وہ اس نے نہیں لی۔ وہ اپنی خورد و نوش میں جو تصرف کرتا ہے شریعت کے مطابق ہی کرتا ہے اور انسان کو نہیں چاہیئے کہ وہ حلال مطلق یا اس حلال کو جسے اس کی طبیعت چاہے، طلب کرے، کیوں کہ اسے معلوم نہیں کہ وہ اسے مل بھی سکے گی یا نہیں۔ اگر اللہ چاہے تو تب ہی مل سکے گی۔ وہ چاہے تو اپنے فضل و کرم سے اپنے دوستوں اور برگزیدوں کو عطا کرے، اس کے لیے یہ کچھ مشکل نہیں۔

تین قسم کے لوگ! کھانے کے لحاظ سے لوگ تین قسم پر مشتمل ہیں۔ پرہیزگار، ولی اور عارف۔

پرہیزگار لوگ اس قسم کا حلال کھانا کھاتے ہیں جس میں مخلوق کا کوئی حق نہیں ہے[1]۔ اس لیے ان میں شریعت کی طرف سے کوئی مطالبہ ہے۔

ولی کا کھانا ایسا ہے کہ وہ نہ صرف نفسِ امارہ کی خواہش سے بالکل بے واسطہ ہوتا ہے، بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔

عارفوں یا ابدالوں کے کھانے کو وہ خود ہی بہتر جانتے ہیں۔ ان کا کھانا ان کی اپنی خواہش سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، بلکہ صرف تقدیر الٰہی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہمیشہ ان کے شاملِ حال رہتا ہے۔ وہی انھیں روزی دیتا ہے اور ان کی رہنمائی کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی عام قدرت اور مشیت سے (جو نافذ ہو چکی ہوتی ہے) ان کے لیے ہر شے مہیا کرتا ہے اور اپنی نعمتوں سے سرفراز کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل میں اس طرح پرورش پاتے ہیں جس طرح شیر خوار بچہ ماں کی آغوش میں۔ جب اسے ایک درجے کی سند مل جاتی ہے تو پھر دوسرے درجے کی ملتی ہے، اسی طرح درجہ بہ درجہ سند ملتی رہتی ہے۔ اگر ایک درجہ میں ناکام ہو جائے تو اگلے درجہ کی سند نہیں مل سکتی اور امتحان میں ناکام ہونے پر اسے نکال دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ان لوگوں نے بھی اللہ کی بارگاہ سے درجہ بہ درجہ سندیں حاصل کی ہوتی ہیں۔

شیخ اور مرید کا کھانا: پرہیزگار کا کھانا، اس کے اپنے حق میں مشتبہ ہوتا ہے، اس لیے کہ اس نے قصد اور ارادہ نہیں کیا ہوتا۔ جیسا کہ فرمایا گیا "مقربین کی برائیاں بھی نیکوں کی نیکیوں کے برابر ہوتی ہیں"۔ پس مرید کے لیے شیخ کا کھانا مباح ہے۔ اور شیخ کے لیے مرید کا کھانا حرام ہے۔ کیوں کہ شیخ کو دل کی صفائی اور مرتبہ کی بلندی حاصل ہوتی ہے، وہ اللہ کے قرب میں ہوتا ہے۔

پہلا واقعہ: مذکور ہے کہ ایک شخص کرایہ کے مکان میں رہتا تھا۔ وہ ایک رقعہ لکھنے کے بعد سیاہی کو گھر کی دیوار سے لگا کر خشک کرنے لگا، اچانک خیال آیا کہ مکان تو کرایہ کا ہے۔ پھر دل میں کہا کہ کوئی ہرج نہیں۔ چنانچہ کاغذ کو دیوار سے لگا کر

---

[1] مقصد یہ کہ وہ کھانا ان کا پورا پورا حق ہوتا ہے۔ جائز ذریعہ اور اپنی محنت سے کمایا ہوتا ہے۔ کسی سے چھینا نہیں ہوتا۔ اس لیے مخلوق میں سے کسی کا اس کھانے پر حق نہیں ہوتا۔ سوائے کھانے والے کے۔

خشک کر لیا۔ اس کے بعد غیب سے آواز آئی کہ تم نے مٹی کو خفیف سمجھا۔ جلد ہی تمھیں اس کی قدر و قیمت معلوم ہو جائے گی۔
جاڑے کے موسم میں لوگوں نے عتبہ[1] کو دیکھا کہ بدن سے پسینہ جاری ہے۔ اس سے پوچھا گیا تو بولا میں نے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کی ہے۔ میں نے اپنے مہمان کے لیے مٹی کا ایک ڈھیلا اس دیوار سے اکھیڑ لیا تھا جس سے اس نے اپنے ہاتھ صاف کیے، حالانکہ میں نے دیوار کے مالک سے اجازت نہیں مانگی تھی۔

متفرق واقعات:- روایت ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے ایک مرتبہ ایک دکاندار کے پاس اپنا تھال گرو رکھا۔ جب آپ اسے چھڑانے کے لیے گیے تو دکاندار نے آپ کے سامنے تھال رکھ دیئے اور کہا ان میں سے اپنا تھال پہچان لیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو اپنا تھال نہیں پہچانتا۔ درم اور تھال دونوں تو ہی رکھ لے۔ تب دکاندار کہنے لگا، آپ کا تھال یہ ہے۔ میں تو آپ کو آزمانا چاہتا تھا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ میں اب تھال نہیں لیتا۔ یہ کہہ کر آپ چلے گیئے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت رابعہ عدویہؒ کی قمیض پھٹی ہوئی تھی۔ انھوں نے بادشاہی مشعل کی روشنی میں اسے سی لیا۔ جس سے کچھ عرصہ کے لیے حضرت رابعہ کے دل کی حالت عجیب ہو گئی۔ آپ کو مشعل کی روشنی میں قمیص کا سینا یاد آگیا۔ اس خیال کے آتے ہی آپ نے قمیص کو دوبارہ پھاڑ دیا جس سے آپ کی حالت درست ہو گئی۔ کھویا ہوا دل واپس مل گیا۔

ایک بزرگ نے سفیان ثوریؒ کو خواب میں دیکھا کہ آپ دو پروں کے ساتھ بہشت میں اڑتے پھر رہے ہیں۔ پوچھا یہ مرتبہ کیسے ملا۔ آپ نے جواب دیا پرہیزگاری کے باعث۔

حسان بن ابی سنانؒ کے بارے میں کہا جاتا ہے "کہ آپ ساٹھ سال تک نہ روٹ کے بل سوئے نہ ہی اچھا کھانا کھایا، نہ ہی ٹھنڈا پانی پیا۔ کسی نے آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالےٰ نے آپ سے کیسا سلوک کیا۔ فرمایا بہت اچھا سلوک کیا، مگر بہشت میں میرا جانا بند ہے، اس لیے کہ دنیا میں میں نے عاریتاً[2] ایک سوئی لی تھی جو بعد میں واپس نہ کی۔

عبدالرحمٰن بن زیدؒ ایک غلام تھا جس نے کئی سال تک آپ کی خدمت کی، چالیس سال تک عبادت کرتا رہا۔ اس سے قبل غلہ ماپا کرتا تھا۔ کسی نے اس کے مرنے کے بعد اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا تیرے ساتھ کیا سلوک ہوا؟ کہنے لگا سلوک تو اچھا ہے مگر میرے لیے بہشت میں جانا منع ہے، اس لئے کہ گرو[3] کے چالیس پیمانے میرے ذمے نکالے گئے ہیں۔ اسی باعث مجھے بہشت میں جانے سے روک دیا گیا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ ایک قبر پر تشریف لے گئے اور مردے کو آواز دی۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ سے مردہ زندہ ہو گیا۔ حضرت عیسےٰؑ نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا میں حمّال تھا۔ اور لوگوں کا سامان اٹھا کر لے جایا کرتا تھا۔ ایک روز کسی کی لکڑیاں

---

[1] یہ واقعہ غالباً اوپر کے پہلے واقعہ سے تعلق رکھتا ہے، مگر ناموں کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ روایت کہش کی زبانی بیان کی گئی ہے اور دوسرے واقعہ کے متعلق "عتبہ" نام آیا ہے، شاید یہ کتابت کی غلطی ہے۔

[2] یعنی غلہ ماپتے وقت غلہ کے ساتھ مٹی بھی پیمانہ میں سمیٹ لیا کرتا تھا۔ اور یہ مٹی مقدار میں چالیس پیمانے ہوئی ہے۔ ہمارے تاجر طبقہ کو اس سے عبرت حاصل کرنا چاہیئے۔

اٹھا کر لے جا رہا تھا۔ ان میں سے ایک غلاف میں نے توڑ لیا۔ مرنے کے بعد آج تک اسی غلاف کے مطالبہ میں گرفتار ہوں۔

پرہیزگاری کی تکمیل

تکمیل کی دس چیزیں:- پرہیزگاری کی تکمیل اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انسان دس خصوصیات اپنے میں پیدا نہ کرے۔

۱۔ زبان کو غیبت سے بچائے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا — ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔

۲۔ بدگمانی سے بچے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ — بہت بدگمانیوں سے بچو، اس لیے کہ بعض بدگمانی گناہ ہے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا: "بُرے گمان سے دُور رہو، کیوں کہ بُرا گمان ایک طرح کا جھوٹ ہے۔

۳۔ ہنسی مذاق اور ٹھٹھا کرنے سے پرہیز کرو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ۔ — ایک گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے۔

۴۔ حرام کی طرف نہ دیکھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ — اے پیغمبر! مومنوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہیں ممنوعات سے بند رکھیں۔

۵۔ زبان سے حق بات کہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا — جب بات کرو تو انصاف کرو۔

۶۔ اللہ کا احسان مانے۔ اپنے نفس پر بھروسا نہ کرے، نہ اسے اچھا جانے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ۔ — اللہ تعالیٰ تجھ پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تجھے ایمان کا راستہ دکھایا۔

۷۔ اپنے مال کو مستحق افراد پر خرچ کرے، نہ کہ ان لوگوں پر جو اس کے مستحق نہیں، یا جو باطل کام ہیں۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کی تعریف میں فرماتا ہے

وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا — وہ لوگ خرچ کرنے والے ہیں، نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل کرتے ہیں۔

یعنی گناہوں میں خرچ نہیں کرتے اور اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرنے میں سستی نہیں کرتے۔

۸۔ بڑے اور بلند مرتبے حاصل کرنے کی خواہش نہ کرے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا

آخرت کا گھر (بہشت) ہم ان لوگوں کو دیتے ہیں جو دنیا میں بڑے بڑے مرتبوں کی خواہش نہیں کرتے اور نہ فساد کرتے ہیں۔

۹۔ پانچوں وقت کی نماز ادا کرے، رکوع اور سجود اچھی طرح بجالائے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ۔

تم نمازوں کو نگاہ میں رکھو، خاص کر درمیانی نماز یعنی نماز عصر کو، اور اللہ کے تابعدار بنو۔

۱۰۔ سنتِ رسولؐ کی پیروی کرے اور مسلمانوں کے ساتھ شامل رہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ۔

اور یقیناً یہ میری سیدھی راہ ہے۔ تم اس پر (سنت پر) چلو، دوسری راہیں مت اختیار کرو۔ اگر دوسرے راستوں میں داخل ہوگے تو اللہ کے سیدھے راستے سے بہک جاؤ گے۔

بعض گناہ اور ان سے توبہ کرنا!

گناہوں سے بچنا:۔ اگر کوئی شخص یہ خیال کرے "کہ وہ سب گناہوں سے نہیں بچ سکتا تو جتنے گناہوں سے بچ سکتا ہے اتنوں سے بچے۔ خواہ وہ تھوڑے ہی ہوں" اور جہاں تک ہو سکے بڑے گناہوں سے توبہ کرے، اس لیے کہ گناہ کبیرہ اللہ کے ہاں زیادہ قابلِ گرفت ہیں۔ ان سے اللہ کا غصہ اور غضب بھڑک اٹھتا ہے۔ چھوٹے گناہ بڑے گناہوں کی نسبت کم درجہ کے ہوتے ہیں۔ اور اللہ کے نزدیک ان کی بخشش میں زیادہ آسانی ہوتی ہے۔ کبیرہ گناہ سے توبہ کرنا بھی کچھ مشکل نہیں۔ کبیرہ گناہ کو ترک کر دینے سے ایمان، یقین اور دل میں قوت پیدا ہوتی ہے، نورِ ہدایت سے دل روشن ہو جاتا ہے اور اللہ تعالےٰ کی طرف توجہ کرنے کے لیے سینے کو کشادگی عطا ہوتی ہے۔ پھر صغیرہ گناہ خود بخود چھوٹ جاتے ہیں۔ گناہوں کی باریکیوں، ان کے حال اور مقام سے واقفیت حاصل ہو جاتی ہے۔ شرک سے بھی آگاہ ہو جاتا ہے، پھر اسے ایسا مقام نصیب ہوتا ہے، جہاں وہ صرف وہی کام کرنے لگ جاتا ہے۔ جو کرنے چاہئیں اور ممنوع کاموں سے دور رہتا ہے۔ جو شخص اس سیدھی راہ پر لگ جاتا ہے، اس کا ذائقہ چکھ لیتا ہے۔ کاملینِ حق کی صحبت اختیار کر کے اس میں ثابت قدمی اختیار کرتا ہے۔ وہ ایسی تمام باتوں کو اچھی طرح جان لیتا ہے۔

مشکل اور آسان:۔ پس آدمی کو چاہیئے کہ شروع ہی میں ایسا طریقہ اختیار کرے جو آسان ہو، ایسا طریقہ اختیار نہ کرے جو مشکل ہو۔ کیوں کہ تم اس لیے بھیجے گئے ہو کہ کاموں کو آسان کرو۔ اس لیے نہیں بھیجے گئے کہ کاموں میں ایسی مشکلات پیدا کرو کہ لوگوں کو ان سے نفرت ہو جائے۔ یہ حکم دین ہے۔ اس میں نرمی کے ساتھ چلو، جس نے نرمی کو ترک کیا وہ سیدھی راہ سے بہک گیا، پھر کوئی اس کا رہبر نہیں۔

آدمی کی کمزوریاں:۔ جو شخص بعض کبیرہ گناہوں سے توبہ کرے اور بعض سے نہ کرے یعنی جنہیں خدا کے نزدیک زیادہ بڑے گناہ اور سخت عذاب کا موجب سمجھتا ہے ان سے توبہ کرے۔ جیسے قتلِ انسان، لوٹنا، انسانوں پر ظلم کرنا ان گناہوں کے

بارے میں جانتا ہو کہ یہ بندوں کے گناہ ہیں اور بخشے نہیں جائیں گے۔ شراب سے توبہ کرے مگر زنا سے توبہ نہ کرے، اس خیال سے کہ شراب سب برائیوں کی کنجی ہے اور اس سے عقل زائل ہو جاتی ہے تو سارے گناہ سرزد ہونے لگتے ہیں۔ گناہ کرنے والے کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔ زنا کی تہمت لگانا، گالی دینا، خدا سے کفر کرنا، زنا، قتل، کسی کا مال چھین لینا۔ غرض شراب سب گناہوں کی کان، ان کی جڑ اور ماں ہے۔ اسی طرح کوئی شخص صغیرہ گناہوں سے توبہ کرے اور کبیرہ گناہ کرتا جائے، یا غیبت کرنے اور حرام کی طرف نظر کرنے سے توبہ کرے، مگر شراب دلیری سے پیے۔ اس کا عادی ہو اور اس سے محبت کرے، لوگوں کو یوں دھوکہ دے کہ میں تو اسے دوا کے طور پر پیتا ہوں اور دوا کے استعمال کے لیے اجازت ہے۔ تو ایسے شخص کو شیطان گمراہ کر دیتا ہے۔

شیطان شراب کو اس کی نگاہ میں اچھی چیز بنا دیتا ہے۔ کہتا ہے کہ یہ مفید چیز ہے، اس کے پینے سے سرور آتا ہے۔ غم دور ہو کر خوشی میسر آتی ہے۔ آدمی تندرست اور توانا رہتا ہے۔ تو یہ سب باتیں شیطان کا فریب ہے۔ شیطان نے ایسے لوگوں کو شبہہ میں ڈال رکھا ہے۔ وہ اس کے نقصان سے واقف اور گمراہ ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ وہ ہلاکت کا کام کر رہے ہیں۔ شراب پینے سے دنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہیں رہتی۔ دین اور دنیا دونوں برباد ہو جاتے ہیں۔ اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ شراب نوشی سے عقل جاتی رہتی ہے جس پر دین اور دنیا کے سارے کاموں کا دارومدار ہے۔

پہلے بتا چکے ہیں کہ گناہوں سے توبہ ضرور کرنی چاہیے، اس لیے کہ ہر مسلمان سے کسی نہ کسی وقت اللہ کی نافرمانی ہو ہی جاتی ہے۔ کوئی اس سے مبرا نہیں، جس قدر کوئی شخص اللہ سے زیادہ قریب یا دور ہوگا اسی کے مطابق اس سے اطاعت یا گناہ سرزد ہوں گے جو لوگ خدا کے قرب اور اس کے حضور میں ہوتے ہیں ان کو صغیرہ اور کبیرہ گناہ کے فرق کا علم ہوتا رہتا ہے۔ جب کوئی ایک فاسق کہتا ہے کہ جب شیطان مجھ پر غالب آکر مجھے بعض گناہوں کی ترغیب دیتا ہے، تو میں کسی طرح نہیں چاہتا کہ اپنے نفس کے گھوڑے کی باگ ڈھیلی کر دوں اور اپنی اس نفسانی خواہش کو جلد پورا کر لوں۔ بلکہ میں کوشش کرتا ہوں کہ آسان گناہوں کو تو پہلے چھوڑ دوں پھر نفس کو دوسرے گناہ ترک کرنے پر آمادہ کروں، اس مقصد سے میں اپنے نفس پر قہر و غضب کرتا اور شیطان سے لڑتا ہوں اور اللہ سے امید کرتا ہوں کہ وہ چوں کہ میرے حال کو دیکھ رہا ہے۔ اس لیے وہ میری مدد کرے۔ بعض گناہوں کے کرنے سے میں اللہ کے غضب سے ڈرتا ہوں، چنانچہ ان گناہوں کو ترک کر دیتا ہوں۔ اگر نفس اور شیطان آسانی سے نہ مانیں تو میں ان کے ساتھ لڑتا ہوں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ عاجزوں اور بے کسوں کا مددگار ہے۔ اس لیے امید ہے کہ وہ مجھے بھی توفیق دے، میرے اور میرے باقی گناہوں کے درمیان پردہ کر دے اور میں ان سے بچ جاؤں۔

عبادت اور گناہ:- جو طریقہ ہم نے بیان کیا ہے" اگر اس پر عمل نہ کیا جائے تو گنہگار شخص کی نماز، اس کا روزہ، حج، زکوٰۃ اور دوسری تمام عبادات نادرست ہیں۔ اسے کہا جائے کہ تو گناہ گار ہے اور تیرے گناہ تجھے اللہ کی اطاعت سے خارج کرنے کا موجب ہیں۔ تیری اطاعت اللہ کے ہاں قبول نہیں۔ کیوں کہ یہ غیر اللہ کی عبادات ہیں۔ اگر تو کہتا ہے کہ یہ عبادات اللہ ہی کے لیے ہیں تو تو گناہوں کو ترک کر۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر کوئی شخص گناہوں کو نہ چھوڑے، بلکہ صرف نماز پڑھنے سے ہی اللہ کا قرب چاہے تو محال ہے۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کسی نے دو آدمیوں کو دو دینار قرض دینے ہوں، انھیں ادا کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہو پھر وہ ایک کو تو ادا کر دے اور دوسرے کے متعلق یہ کہہ دے کہ میں اسے جانتا ہی

نہیں، حالانکہ وہ اسے جانتا ہو۔ چنانچہ وہ ایک کے قرض سے تو بری ہوگیا، مگر دوسرے کے قرض سے بری نہیں ہو سکتا۔ اس کے بارے میں پکڑا جائے گا۔

یہی حال اس آدمی کا ہے جو بعض امور میں اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور بعض میں نہیں کرتا، بلکہ ان سے روگردانی اور سرکشی اختیار کرتا ہے۔ ایسا شخص اللہ کا نافرمان اور گنہگار ہے۔ اس کا ایمان ناقص ہے۔ اس لیے کہ اللہ کی اطاعت میں اس کا فرمانبردار ہے، مگر گناہ کرنے میں خدا کا مخالف ہے۔ یہ ان لوگوں کی عادت ہے جو دین میں آمیزش کرتے ہیں ان کی حالت کبھی ایسی ہو جاتی ہے کہ اپنی نفسانی خواہشات کو چھوڑ کر الگ ہو جاتے ہیں۔ تمام گناہ ترک کر دیتے ہیں، مگر یہ سب کچھ اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

ہماری پرہیزگاری بھی اللہ ہی کے اختیار میں ہے ہمارے اختیار میں نہیں۔ جس نے توبہ کر لی، اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے گا۔ اور وہ یقیناً ایسے شخص کو اپنی رحمت اور اپنے فضل سے نوازے گا۔

توبہ کی احادیث اور آثار

مختلف احادیث و روایات: حضرت جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں" کہ جمعہ کے روز آں حضرت صلعم نے خطبہ میں فرمایا۔ اے لوگو! مرنے سے قبل توبہ کر لو، اور نیک کاموں کی طرف جلدی کرو! سعادت مند بنو۔ اپنے اور اپنے رب کے درمیان قرب حاصل کرو۔ صدقہ دو، اس سے تمھاری روزی میں برکت ہوگی۔ لوگوں کو نیک کاموں کی نصیحت کیا کرو۔ تاکہ اللہ کی پناہ میں رہو۔ برے کاموں سے لوگوں کو منع کیا کرو۔ تاکہ اللہ تعالیٰ تمھاری مدد کرے۔ آنحضرتؐ اکثر زبان مبارک سے فرمایا کرتے تھے،

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ — اے اللہ! مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما، تو ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ جب شیطان کو بہشت سے نکال کر، زمین کی طرف پھینکا گیا، تو کہنے لگا، خداوندا! تیرے جلال اور تیری عزت کی قسم جب تک آدمی کے جسم میں جان رہے گی، میں اسے گمراہ کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا۔ مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم جب تک آدمی کی آخر جان کنی کی حالت ہوگی، میں برابر اس کی توبہ قبول کرتا رہوں گا۔

محمد بن عبداللہؓ بھی فرماتے ہیں کہ میں صحابہ کے ساتھ مدینہ میں بیٹھا تھا۔ ان میں سے ایک نے کہا میں نے آنحضرتؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص اپنی موت سے نصف دن قبل توبہ کر لے" اس کی توبہ قبول ہوگی۔ دوسرے نے کہا جو غرغرہ (جانکنی یا نزع کے وقت کو کہتے ہیں اسے پہلے توبہ کر لے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔

حضرت محمد بن مطرفؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ آدم کی اولاد پر میری رحمت ہے کہ گناہ کرتا ہے" پھر مجھ سے بخشش مانگتا ہے۔ میں اسے معاف کر دیتا ہوں۔ پھر گناہ کرتا ہے، پھر مجھ سے بخشش مانگتا ہے، پھر میں اسے معاف کر دیتا ہوں۔ نہ وہ

گناہ ترک کرتا ہے نہ میری رحمت سے مایوس ہوتا ہے۔ پس تم گواہ رہو، میں نے اسے بخش دیا۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی

وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ ۔ اور اپنے پروردگار سے بخشش چاہو اور توبہ کرو۔

تو آنحضرت صلعم روزانہ سو مرتبہ بخشش مانگا کرتے تھے، اے اللہ! ہم تجھ سے بخشش چاہتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا، میں نے گناہ کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا خدا سے بخشش چاہو۔ اس نے کہا میں گناہ سے توبہ کر لیتا ہوں مگر پھر گناہ سرزد ہو جاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا جب تو گناہ کرے تو توبہ بھی ضرور کر، حتیٰ کہ شیطان لعین ہی گھاٹے میں رہے۔ اس نے پھر عرض کیا مجھ پر گناہوں کا بہت بڑا بوجھ ہے۔ آپؐ نے فرمایا تیرے گناہوں کے مقابلہ میں اللہ تعالےٰ کی بخشش بہت ہی بڑھی ہوئی ہے۔

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں اگر تو توبہ نہیں کرتا تو اللہ کی رحمت کی توقع بھی نہ کر، کیوں کہ تو نے اس کے غضب کا کوئی ڈر محسوس نہیں کیا اور جن نیک اعمال سے اس کی رضامندی حاصل ہوتی ہے، انھیں ترک کر دیا۔ اپنی بے ہودہ امیدوں میں مغرور ہو گیا۔ اور غافل رہا۔ خدا کا حکم آنے پر تو نے اسے نہ سنا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے،

وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۔ بے ہودہ امیدوں نے تمھیں فریب دیا، آخر تم کو خدا کا حکم پہنچا پھر تمھیں شیطان نے دھوکہ دیا۔

فرمایا۔

وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ۔ جس نے توبہ کی، ایمان لایا، نیک کام کیے اور سیدھی راہ اختیار کی میں اسے بخش دیتا ہوں۔

فرمایا۔

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۔ ہر چیز کو میری رحمت نے ڈھانپ لیا ہے، جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری نشانیوں پر ایمان لاتے ہیں ہم ان کا نام اپنے یہاں لکھ لیتے ہیں۔

پس جو آدمی توبہ اور پرہیزگاری اختیار نہیں کرتا، پھر اللہ کی رحمت اور بہشت کی امید رکھے تو وہ بے وقوف اور احمق ہے۔ اس کا ایسا کرنا سراسر غرور ہے۔ کیوں کہ خدا کی رحمت اور بہشت کے لیے توبہ اور پرہیزگاری کی شرط ہے۔ اگر کوئی توبہ اور تقوےٰ اختیار کرتا ہے تو وہ اللہ کی رحمت اور بہشت کا حقدار بن جاتا ہے)

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ مومن اپنے گناہوں کو پہاڑ کے برابر سمجھتا ہے، اور ڈرتا ہے، کہیں میرے سر پر نہ آگرے، اور فاجر اپنے گناہوں کو مکھی کے مانند خیال کرتا ہے، جو ناک پر بیٹھی ہو کہ اشارے سے اسے اڑا دیا جا سکتا ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، آدمی گناہ کرتا ہے اور وہ گناہ اسے بہشت میں لے جاتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! گناہ کیوں کر بہشت میں لے جاتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا گناہ اس کی نگاہوں کے سامنے رہتا ہے جس سے اسے ندامت

اور شرمندگی محسوس ہوتی رہتی ہے۔ وہ اللہ سے بخشش مانگتا رہتا ہے۔ بالآخر وہ گناہ اسے بہشت میں لے جانے کا موجب بن جاتا ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ نئی نیکی پرانے گناہ کو اس قدر جلد زائل کر دیتی ہے، کہ میں نے ایسی کوئی اور شے نہیں دیکھی نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ ان لوگوں کے لیے نصیحت ہے جو برائیوں کو دور کرنا چاہیں اور اللہ تعالےٰ کو یاد کرنے کی خواہش رکھیں۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ گناہ کرنے والے کے دل میں ایک سیاہ داغ پڑ جاتا ہے۔ جب وہ توبہ کرتا ہے، گناہ کو چھوڑ دیتا ہے اور بخشش مانگتا ہے تو وہ سیاہی اس کے دل سے دور ہو جاتی ہے۔ اگر توبہ نہیں کرتا، گناہ سے باز نہیں آتا، بخشش کا طلب گار نہیں ہوتا تو اس کے گناہ پر اور گناہ چڑھ جاتا ہے اور اس کے دل کی سیاہی پر اور سیاہی جم جاتی ہے۔ اس کا دل اندھا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ مر جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۔ ایسا نہیں ہے، بلکہ جو کام وہ کرتے تھے ان کاموں کے باعث ان کے دلوں پر زنگ آگیا ہے۔"

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ توبہ کرنے اور مغفرت مانگنے کی نسبت گناہ کو چھوڑ دینا زیادہ آسان ہے۔ اس لیے آدمی کو چاہیئے کہ موت کی فرصت کو غنیمت جانے یعنی مرنے سے قبل توبہ کر لے۔

حضرت حسنؒ نے فرمایا۔ آدم بن زیاد کہتے تھے کہ تم میں سے ہر ایک کو یہی سمجھنا چاہیئے کہ موت اس کے پاس حاضر ہو گئی ہے اور اس نے خدا سے التجا کی ہے کہ اے اللہ موت کو واپس کر دے۔ اگر اللہ تعالےٰ اس کی موت کو روک دے تو اسے چاہیئے کہ وہ خدا کی عبادت کرے۔

کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت داؤدؑ پر وحی بھیجی کہ "اے داؤد تم ڈرتے رہو! ایسا نہ ہو کہ غافل ہو جاؤ، اور میں تمہیں پکڑ لوں۔ یعنی تم کو اس دنیا سے اٹھا لوں اور پھر کسی حجت اور دلیل کے بغیر میرے پاس آجاؤ۔

ایک دفعہ ایک صالح شخص (خلیفہ) عبدالملک بن مروان کے پاس آیا۔ عبدالملک نے اس سے نصیحت چاہی۔ اس صالح شخص نے پوچھا، اگر تمہیں موت آجائے، تو اس کا کچھ سامان تمہارے پاس موجود ہے یا نہیں؟ اس نے جواب دیا۔ میرے پاس کوئی سامان نہیں۔ اس نے پھر پوچھا کہ اگر تیری یہ حالت بدل دی جائے تو کیا تو خوش رہ سکے گا۔ اس نے کہا۔ نہیں۔ اس نے پوچھا۔ مرنے کے بعد آرام اور خوشی سے رہنے کے لیے کوئی مکان تمہارے پاس ہے یا نہیں۔ خلیفہ نے جواب دیا نہیں۔ تب صالح مرد نے کہا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں موت آجائے اور تم غفلت میں رہو۔ اس نے جواب دیا میں یہ نہیں چاہتا۔ تب بزرگ نے کہا کہ میں نے بھی ایسا کوئی دانا نہیں دیکھا جو ان باتوں پر راضی ہو جو اوپر بیان کی گئی ہیں۔

آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ پشیمانی، توبہ ہے۔ فرمایا گناہ کرنے کے بعد کوئی شخص اس پر نادم اور پشیمان ہو تو یہ ندامت گناہ کا کفارہ ہے۔ حسنؒ فرماتے ہیں، توبہ کے چار ستون ہیں، ۱۔ زبان سے استغفار پڑھنا۔ ۲۔ دل میں پشیمان ہونا گناہ پر ۳۔ اعضا کو گناہوں سے بچائے رکھنا۔ ۴۔ دل میں یہ نیت رکھنا کہ پھر ایسا گناہ نہیں کروں گا۔

حسنؒ کا ارشاد ہے کہ خالص توبہ یہ ہے کہ جس گناہ سے توبہ کی جائے اسے دوبارہ نہ کرے۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے، جیسے اس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ اگر کوئی شخص گناہ کے بعد خدا سے بخشش مانگے اور دوبارہ اس گناہ کو کرے تو وہ خدا تعالےٰ سے مذاق کرتا ہے۔

جو شخص گناہ سے توبہ کرے، پھر گناہ کرے، پھر توبہ کرے، تین بار ایسا کرنے کے بعد چوتھی مرتبہ پھر گناہ کرے تو اس کا یہ گناہ "کبیرہ گناہ" لکھا جائے گا۔[1]

فضیل بن عیاضؒ کہتے ہیں کہ تو اپنے نفس کو نصیحت کر، دوسروں کو نصیحت نہ کر۔ کیوں کہ اگر لوگ تیری وصیت کو پورا نہ کریں گے تو تو انھیں الزام نہ دے سکے گا۔ کیوں کہ تو نے زندگی میں اپنے نفس کو بھلائے رکھا اور کوئی وصیت نہ کی۔ ایک شاعر کہتا ہے "کہ دنیا تھوڑے سے فائدہ کی جگہ ہے اس سے فائدہ اٹھالے۔ یہ دنیا چند روزہ ہے، اسے قیام نہیں۔ جس چیز کا تو مالک ہے جیتے جی اسے آگے بھیجدے۔ ہر کوئی امیر شخص کی پیروی اور فرمانبرداری کرتا ہے۔ تو اس سے دھوکہ نہ کھا کہ میں وصیت کرتا چلا ہوں، کیوں کہ اگر وصیت پوری نہ ہوئی تو سب کچھ ضائع ہوا۔

ایک اور شاعر کہتا ہے کہ اگر تو دوسرے کو کسی شے کے چھوڑنے کی نصیحت کرتا ہے تو پہلے اسے ترک کرنے کے بارے میں خود اپنے نفس پر قادر ہو لے۔ جو کچھ آج بوئے گا، کل وہی کاٹے گا جس قسم کا درخت آج لگائے گا، حساب کے دن اسی کا میوہ کھائے گا۔

ابی امامہ باہلی سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ دائیں بازو کا فرشتہ بائیں بازو کے فرشتے کا حاکم ہے۔ جب آدمی ایک نیکی کرتا ہے تو داہنے بازو کا فرشتہ دس نیکیاں لکھ لیتا ہے۔ جب بندہ برائی کرتا ہے" اور بائیں بازو کا فرشتہ اسے لکھنے لگتا ہے تو داہنے بازو کا فرشتہ اسے کہتا ہے کہ ذرا ٹھہر جا۔ چنانچہ وہ ٹھہر جاتا ہے اور چھ یا سات ساعت دن تک لکھنے سے رُکا رہتا ہے۔ اس اثنا میں اگر آدمی اس گناہ کی بخشش مانگ لے تو اسے معاف کر دیا جاتا ہے اور اس کے حساب میں وہ گناہ نہیں لکھا جاتا۔ اگر بخشش نہ مانگے تو اس کے حساب میں صرف ایک ہی بدی لکھی جاتی ہے۔

ایک اور روایت میں آیا ہے" جب تک بندہ دوسرا گناہ نہ کرے اس کا پہلا گناہ نہیں لکھا جاتا۔ جب اس کے پانچ گناہ جمع ہو جاتے ہیں اور وہ ایک نیکی کرتا ہے تو اس کی پانچ نیکیاں ان پانچ گناہوں کے مقابلہ میں لکھ لی جاتی ہیں، اس وقت شیطان افسوس سے کہتا ہے کہ میں ابن آدم پر کس طرح غالب آسکتا ہوں، اس کی صرف ایک نیکی میری ساری محنت کو برباد کر دیتی ہے۔

یونسؒ نے حسنؒ سے اور انھوں نے آنحضرتؐ سے روایت کی ہے کہ ہر آدمی پر دو فرشتے مقرر ہیں۔ دائیں طرف کا فرشتہ بائیں طرف کے فرشتے پر حاکم ہے۔ جب کوئی آدمی برائی کرتا ہے تو بائیں طرف کا فرشتہ داہنی طرف کے فرشتے سے پوچھتا ہے کہ کیا میں لکھ لوں؟ وہ کہتا ہے ابھی ٹھہر جا! یہاں تک کہ وہ پانچ گناہ کرے۔ جب آدمی پانچ گناہ کر لیتا ہے تو بائیں طرف کا فرشتہ

---

[1] خواہ وہ گناہ چھوٹے گناہوں میں شمار ہوتا ہو۔ اس لیے کہ بار بار توبہ کو توڑنے سے اس اصل گناہ پر اور گناہوں کی تہہ چڑھتی گئی، یہاں تک کہ وہ کبیرہ گناہ شمار ہو گیا۔

پوچھتا ہے کہ کیا میں لکھوں۔ نیکیوں کا فرشتہ اس سے کہتا ہے کہ ابھی ٹھہر جا۔ یہ شخص ایک نیکی کرے۔ جب وہ ایک نیکی کر لیتا ہے تو دائیں ہاتھ کا فرشتہ بائیں ہاتھ کے فرشتے سے کہتا ہے" کہ ہمیں خبر دی گئی ہے کہ ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہوتی ہے۔ اس لیے پانچ نیکیوں سے تو پانچ بدیاں دور ہوگئیں، باقی پانچ نیکیاں اس کے حساب میں لکھ دی جائیں۔ فرمایا اس وقت شیطان چلاتا ہے کہ میں بھلا ابنِ آدمؑ کو کب پہنچ سکتا ہوں۔

یہ حدیثیں اللہ تعالےٰ کے ارشاد کے حسبِ حال ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی۔ — جس نے توبہ کی، ایمان لایا اور نیک کام کیے، اس نے راہ پائی اور میں اسے بخشنے والا ہوں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں" کہ یہ آیت حضرت آدمؑ کی پیدائش سے چار ہزار سال قبل عرش کے ارد گرد لکھی تھی، یعنی" جو شخص توبہ کرتا ہے، ایمان لاتا ہے اور نیکی کرتا ہے میں اسے بخشنے والا ہوں۔ کیوں کہ وہ آدمی ہدایت پا لیتا ہے"۔

یہ حدیث اللہ تعالےٰ کے اس قول کے مطابق ہے۔

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰی لِلذّٰكِرِیْنَ۔ — نیکیاں بدیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ نصیحت قبول کرنے والوں کے لیے یہ نصیحت کافی ہے۔

ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا:" جب آدمی توبہ کرتا ہے اور خدا اسے قبول کر لیتا ہے تو توبہ سے پہلے اس نے جو بدیاں کی تھیں، اللہ تعالےٰ ان سب کو آدمی کی نگہبانی کرنے والے فرشتوں کے ذہن سے بھلا دیتا ہے جن اعضا سے آدمی نے گناہ کیے تھے، وہ بھی فرشتوں کو بھول جاتے ہیں جس جگہ بیٹھ کر گناہ کیا تھا۔ وہ جگہ بھی انھیں بھول جاتی ہے۔ آسمان میں جس جگہ وہ گناہ درج کیا گیا تھا، وہ جگہ بھی فراموش کرا دی جاتی ہے۔ قیامت کے دن اس بندے کے خلاف شہادت دینے والا کوئی گواہ بھی نہ ہوگا۔

روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے، جس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اگر کوئی شخص ستر مرتبہ گناہ کرے اور توبہ کرے تو وہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں جو شخص یہ کہے کہ

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ۔ — میں اللہ تعالےٰ سے بخشش مانگتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ اور قائم ہے اور اس کی طرف رجوع کر کے توبہ کرتا ہوں۔

تو اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں، خواہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ کی طرح بے شمار کیوں نہ ہوں۔

ابنِ مسعودؓ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن انسان اپنے نامۂ اعمال کے پہلے حصہ میں گناہ دیکھے گا، آخری حصہ میں نیکیاں جب دوبارہ لوٹا کر دیکھے گا تو سب کی سب نیکیاں ہوں گی۔ یہ بات اس توبہ کرنے والے کے حق میں ہے" جس کے دل سے توبہ اور اس کی قبولیت لکھی ہوگی۔

بعض کہتے ہیں کہ جب آدمی گناہوں سے توبہ کرتا ہے، تو اس کے تمام گزشتہ گناہ نیکیاں ہی ہو جاتی ہیں۔ اس لیے ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن بہت سے لوگ کہیں گے، کہ کاش ہمارے گناہ بہت ہوتے، کیوں کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ میں جن بندوں کے حق میں چاہوں گا ان کی بدیوں کو نیکیوں سے بدل دوں گا۔

حسن بصریؒ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اگر تم سے کسی نے اس قدر گناہ کیے ہوں کہ زمین اور آسمان کا درمیان سب اس کے گناہوں سے بھر جائے، پھر وہ توبہ کرے، تو اللہ تعالےٰ اپنی رحمت سے ان گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ اسی لیے حدیث میں بھی آیا ہے کہ اے ابنِ آدم! اگر تو زمین کی وسعت کے برابر گناہ کر کے میرے پاس آئے تو پھر بھی میں تجھ پر اپنی بخشش فرماؤں گا۔

باب ۱۱

انقلاب لانے والی توبہ: تائب اور توبہ کی شناخت۔ پیرانِ طریقت اور توبہ، تقوے کے متعلق بزرگانِ دین کے ارشادات۔ باب کا ماحصل

انقلاب لانے والی توبہ

بعض واقعات:۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں کوفہ کے نزدیک ایک مقام سے گزرا۔ میں نے دیکھا کہ ایک گھر میں کئی فاسق شراب پی رہے ہیں اور زاذان نام کا ایک گویا بربط بجا رہا تھا اور بہت عمدہ آواز میں گا رہا تھا۔ کہتے ہیں میں نے آواز سن کر کہا۔ کیا ہی اچھی آواز ہے، کاش اس آواز سے قرآن پڑھا جاتا۔

عبداللہ بن مسعودؓ اپنے سر پر چادر اوڑھ کر چلے گئے۔ زاذان نے آپ کے الفاظ سن لیے تھے۔ اس نے لوگوں سے پوچھا، یہ کون تھا؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ آنحضرتؐ کے صحابی عبداللہ بن مسعودؓ تھے۔ پھر پوچھا اس نے کیا کہا تھا؟ لوگوں نے جواب دیا، وہ کہتے تھے کہ کتنی اچھی آواز ہے، کاش اس آواز سے قرآن پڑھا جاتا۔

یہ سن کر زاذان کے دل میں ہیبت پیدا ہوئی۔ اٹھ کھڑا ہوا، بربط کو زمین پر مار کر توڑ دیا، پھر دوڑا ہوا عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس گیا، اپنی گردن میں پگڑی ڈال لی اور ان کے قدموں پر گر کر رونے لگا۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے اسے گلے لگا لیا، اور خود بھی رونے لگے۔ پھر عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا، "میں کیوں اسے اپنا دوست نہ بناؤں۔ اس کے بعد زاذان انھیں کی خدمت میں رہنے لگا۔ قرآن سیکھا، دوسرے علوم بھی حاصل کیے، اور ایسا کمال ہاتھ آیا، کہ وقت کا امام ہو گیا۔ بہت سی حدیثوں میں زاذان نے عبداللہ بن مسعود اور سلمان فارسی سے روایت کی ہے۔

ایک عابد اور فاحشہ کا واقعہ:۔ بنی اسرائیل کی کتب میں آیا ہے کہ ایک گانے والی عورت نہایت خوب صورت اور بدکار تھی۔ وہ ایک تخت پر ہمیشہ ناچتی رہتی تھی۔ اور اس کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔ جو بھی ادھر سے گزرتا اس کی نگاہ اس پر پڑتی، اور وہ اس پر فریفتہ ہو جاتا۔ چنانچہ وہ کم از کم دس دینار لیے بغیر اس شخص کو پاس نہ آنے دیتی تھی۔

ایک دن ایک اسرائیلی عابد وہاں سے گزرا۔ اس کی نظر اس پر جا پڑی اور وہ بھی فریفتہ ہو گیا۔ چنانچہ وہ آہیں بھرتا پھرتا تھا۔ اپنے نفس سے بہت جنگ کی، آخر اس کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ خدا کی بارگاہ میں دعا کرے، کہ یہ خیال اس کے دل سے نکل جائے، مگر اس عورت نے اس کے دل پر ایسا گہرا اثر ڈالا تھا کہ زائل نہ ہو سکا۔ چنانچہ اس نے سوچا، کہ اپنا سارا مال و اسباب فروخت کر کے اس سے جو وصول ہو اس کے ذریعہ اس عورت تک رسائی حاصل کرے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔

جب روپیہ لے کر اس کے پاس حاضر ہوا۔ تو عورت نے کہا کہ میری مطلوبہ رقم میرے وکیل کے پاس جمع کرا دو۔ اور فلاں وقت آجاؤ! چنانچہ اس نے روپیہ جمع کرا دیا۔ اور وقت مقررہ پر اس کے پاس آیا۔

وہ عورت اس وقت بناؤ سنگھار کر کے تخت پر بیٹھی تھی۔ عابد بھی اس کے پاس تخت پر بیٹھ گیا اور اس کے ساتھ دل لگی کرنے لگا۔ اچانک اللہ تعالیٰ کی رحمت اس پر نازل ہوئی اور اس کی پہلی اطاعت اور عبادت کے عوض خدا نے اسے اس بدی سے بچا لیا۔ وہ اس طرح کہ عابد کے دل میں خیال آیا، اگرچہ میں لوگوں سے پوشیدہ ہوں مگر خدا تو مجھے دیکھتا ہے۔ اگر میں نے حرام کاری کی تو میرے تمام اچھے اعمال غارت ہو جائیں گے۔

اس خیال کے آتے ہی خوف الٰہی سے اس کا چہرہ فق ہو گیا۔ عورت نے معلوم کر لیا۔ پوچھا تجھے کس کا خوف ہے؟ اس نے جواب دیا، میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ مجھے اجازت دے کہ میں یہاں سے فوراً چلا جاؤں۔ عورت نے کہا تجھ پر افسوس ہے کہ کتنے لوگ تو اس بات کی خواہش کرتے ہیں جو تجھے حاصل ہوئی اور تو اس سے منہ موڑتا ہے، آخر کیوں؟ عابد نے جواب دیا۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، جو مال میں نے تیرے وکیل کو دے دیا ہے وہ تجھ پر حلال ہے (تیرا ہو گیا) اور میں جاتا ہوں۔ عورت نے کہا، معلوم ہوتا ہے، تو نے اس کا ذائقہ کبھی نہیں چکھا۔ اس نے جواب دیا، ہاں، نہیں چکھا۔ عورت نے پوچھا۔ تم کہاں رہتے ہو، اور تمہارا نام کیا ہے۔ اس نے اپنا نام اور پتہ بتایا۔ تب عورت نے اسے جانے کی اجازت دے دی، اور عابد اپنی حالت پر روتا اور افسوس کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

خدا کی قدرت کہ اس عابد کے سبب سے اس عورت کے دل میں خوف الٰہی غلبہ پانے لگا۔ وہ دل میں کہنے لگی کہ اس شخص نے پہلی مرتبہ برائی کا ارادہ ہی کیا تھا کہ خدا کے خوف سے ڈرنے لگا، اور ایک میں ہوں کہ اتنی مدت سے برائی کر رہی ہوں، اور ابھی تک خدا سے نہیں ڈری۔ مجھے تو اس عابد سے کہیں زیادہ ڈرنا چاہیئے۔

اس خیال کے آتے ہی اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی۔ پھٹے پرانے میلے کچیلے کپڑے پہن لیے۔ لوگوں کو اپنے پاس آنے سے روک دیا۔ پھر جہاں تک ہو سکا، اللہ کی عبادت میں لگی رہی۔ کچھ مدت بعد اسے خیال آیا کہ اگر میں اس عابد کے پاس جاؤں تو شاید وہ مجھ سے نکاح کرے اور میں اس کی خدمت میں رہ کر دین کی باتیں سیکھوں اور خدا کی راہ میں وہ میری مدد کرے۔ چنانچہ وہ اپنا مال اور خادم ساتھ لے کر پتہ پوچھتی ہوئی عابد کے گاؤں میں پہنچی۔ لوگوں نے عابد کو بتایا کہ کوئی عورت تمہیں ملنے آئی ہے۔ عابد باہر آیا۔ عورت نے عابد کو پہچان لیا پھر اپنے چہرے سے نقاب اٹھائی تاکہ عابد بھی اسے پہچان لے۔ چنانچہ اس نے بھی پہچان لیا اور اسے پرانا واقعہ یاد آ گیا۔ جس کے ساتھ ہی اس کی چیخ نکل گئی اور اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

عورت کہنے لگی میں تو اس کی تلاش میں ماری ماری بڑی مشکل سے یہاں پہنچی تھی۔ اور اس نے مجھے دیکھتے ہی جان دے دی۔ پھر اس نے پوچھا عابد کے خاندان میں کوئی ہے جو مجھ سے نکاح کرے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس کا ایک مفلس بھائی ہے جس کے پاس کچھ نہیں۔ عورت نے کہا اس کی پرواہ نہیں۔ زندگی گزارنے کے لیے میرے پاس مال موجود ہے۔ چنانچہ اس نے اس کے بھائی سے نکاح کر لیا۔

اس صالح شخص کے یہاں اس عورت سے سات بیٹے پیدا ہوئے، جو سب کے سب بنی اسرائیل کے پیغمبر ہوئے۔

دیکھ لیجئے! سچائی، عبادت اور نیک نیتی میں کیسی برکت ہے۔ عبداللہ بن مسعود راست گو اور نیک نیت تھے۔

نتیجہ:- جس کے باعث اللہ تعالےٰ نے زاذان کو بھی ہدایت بخشی۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ بھاری صحبت سے بدکار کو اسی صورت میں فائدہ ہوگا کہ تم خود صالح اور نیک ہو۔ جب تک تیرے اپنے دل میں خدا کا خوف نہ ہوگا تو خدا کے خاص بندوں میں شامل نہ ہو سکے گا۔ اپنے کاموں اور اپنی حرکتوں میں تصنع سے کام نہ لے۔ ہر لحظہ اللہ تعالےٰ کو واحد جان اور اس پر اپنا سچا اور پختہ اعتقاد رکھ۔ خدا کی اطاعت کر ایسا کرنے سے وہ تجھے دین پر مضبوط اور مستحکم رہنے میں مدد دے گا۔ وہ تجھے نفس امارہ، شیطان جن و بشر اور تمام گناہوں اور بدعتوں کی برائیوں سے محفوظ رکھے گا۔ غیر مشروع چیزیں جو مشروع چیزوں میں شامل ہو کر رائج ہو جاتی ہیں، تیرے سبب سے ان کا تدارک ہوگا۔ جیسا کہ اس زمانے میں بھی ان کا رواج ہو رہا ہے۔ اگر کوئی شخص لوگوں کو برائیوں کے کرنے سے روکتا ہے تو لوگ اس کو آزار دینے کے درپے ہو جاتے ہیں اور اس کے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں، اس کے خلاف فتنہ کھڑا کرتے ہیں۔ گالیاں دیتے ہیں، زنا کی تہمت لگاتے ہیں۔ اسے مارتے ہیں، کپڑے پھاڑ دیتے ہیں یہ سب کچھ اس لیے کرتے ہیں کہ ان میں سچائی کم ہوتی ہے۔ اور ان کا ایمان بھی ناقص ہوتا ہے۔ ان پر ہوا و ہوس کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں لوگوں میں یہ ساری برائیاں موجود ہیں، حالانکہ ان کا فرض تھا کہ وہ انھیں دور کرتے ان لوگوں کے اپنے مشاغل بہت ہیں، دوسروں کو برے کاموں سے منع کرتے ہیں مگر اپنا حال یہ ہے کہ فرض عین کو چھوڑ رکھا ہے اور فرض کفایہ کی جانب دوڑ رہے ہیں۔ کرنے والے مفید کام چھوڑ رکھے ہیں اور نہ کرنے والے غیر مفید کام کرتے ہیں۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا "آدمی کے اسلام کی خوبی اس میں ہے کہ وہ بے ہودہ کام چھوڑ دے" جو شخص برائیوں کو دور کرنا چاہتا ہو اسے چاہیئے کہ پہلے اپنے آپ کو ملامت کرے، ظاہری اور باطنی گناہوں سے اپنے آپ کو پاک کرے۔ جب دیکھے کہ اس کی اپنی ذات ان برائیوں سے پاک ہو گئی ہے تو پھر دوسروں کی جانب توجہ کرے۔ انھیں نہی عن المنکر کرے۔ اس صورت میں نامشروع چیزیں اس کے اشارہ سے اس طرح دور ہو جائیں گی، جیسے عبداللہ بن مسعودؓ کے سبب سے ایک گویے نے اپنا گانا چھوڑ دیا۔ بنی اسرائیل کے عابد کے سچے ارادہ کو بھی دیکھو۔ اس کی سچی عبادت اور اطاعت کے بدلہ میں اللہ تعالےٰ نے اسے زنا سے بچا کر گناہ کبیرہ سے محفوظ کر لیا۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے حضرت یوسف کو غلط فعل سے بچا لیا اور ان کے لیے فرمایا کہ یہ میرے خاص بندوں میں سے ہیں۔ عابد نے خلوت اور جلوت میں جو نیکیاں کی تھیں اور سچے دل سے جو اطاعت کی تھی وہ اس کے اور بدکار عورت کے درمیان حائل ہو گئی اور اسے برائی سے بچا لیا۔ وہ بدکار عورت جو مدت تک بدکاری میں مبتلا رہی تھی، وہ بھی اپنے ارادہ کی سچائی اور پختگی کے باعث فسق و فجور سے نکل آئی۔ عابد کے مفلس بھائی تک پہنچی اور اس کے سبب سے اس شخص کا افلاس بھی دور ہو گیا۔ اللہ تعالےٰ نے اسے نیک بخت عورت بنا دیا۔ خدا کی شان دیکھو کہ اللہ تعالےٰ نے اس عورت کو ایسی فضیلت عطا کی کہ اسے سات پیغمبروں کی ماں بننے کا شرف حاصل ہوا۔ اس مفلس اور قلاش آدمی (اس کے شوہر) کو ایسی جگہ سے روزی عطا کی جہاں سے روزی ملنے کا اسے وہم تک نہ تھا۔ پس ثابت ہوا کہ سب نیکیاں اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری ہی کے باعث حاصل ہوتی ہیں اور اس کی نافرمانی تمام برائیوں کا باعث بنتی

ہے۔ اللہ کرے دنیا سے نافرمانی کا بیج دور ہو جائے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہوں تو ہمارا وجود بھی دنیا میں باقی نہ رہے

تائب اور توبہ کی شناخت

توبہ کرنے والے کی پہچان چار باتوں سے ہوتی ہے :-

تائب کی شناخت :- ۱۔ اپنی زبان کو قابو میں رکھے، یعنی بیہودہ گوئی، غیبت، چغلی، اور جھوٹ سے اپنے آپ کو بچائے

۲۔ کسی کے بارے میں دشمنی یا حسد اپنے دل میں نہ رکھے۔

۳۔ بُرے آدمیوں سے الگ رہے، تاکہ وہ اسے اس کے ارادہ (نیک ارادہ) سے منحرف کرنے کا باعث نہ بنیں۔ اس کی نیت میں فتور لانے کا باعث نہ بنیں۔ جن امور سے توبہ مستحکم ہوتی اور ہمیشہ قائم رہتی ہے، انھیں ہمیشہ اختیار کرے۔ کیوں کہ اس کے سوا توبہ قبول نہیں ہوتی۔ جن باتوں سے توبہ کامل ہوتی ہے ان کو دل میں زیادہ جگہ دے۔ مثلاً خوف اور امید۔ یہ چیزیں نیت کو مضبوط بناتی ہیں۔ آدمی توبہ پر ثابت قدم رہتا ہے قبیح افعال سرزد نہیں ہوتے۔ منہیات سے بچے اور نفس امارہ کے بدلگام گھوڑے کی باگ کو کھینچے رکھے (اُسے ڈھیلا نہ چھوڑے) اور نفس کی خواہشات کی پیروی نہ کرے۔

۴۔ توبہ کرنے والا ہر وقت موت کے لیے تیار رہے۔ اپنے گناہوں پر نادم ہوتا رہے۔ خدا کی فرمانبرداری کرتا رہے۔

قبولیت توبہ کی شناخت :- بزرگوں کا کہنا ہے کہ ان چار چیزوں سے پتہ چل جاتا ہے کہ توبہ قبول ہو گئی ہے :-

۱۔ فاسق اور گناہ گار لوگوں سے الگ رہے۔ ان سے مطلق نہ ڈرے اور نیک لوگوں سے میل جول رکھے۔

۲۔ ہر طرح کے گناہوں سے بچے اور عبادت کرے۔

۳۔ دنیا کی خوشی اس کے دل سے مٹ جائے اور آخرت کا غم دل میں گھر کرلے۔

۴۔ رزق کی تلاش اور معاش کی فکر سے آزاد رہے اور اللہ کی عبادت میں لگا رہے۔ کیوں کہ رزق کو پہنچانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

جس شخص میں یہ علامتیں پائی جائیں اس کی توبہ قبول ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ہی لوگوں کے حق میں فرماتا ہے "اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے"

تائب کے بارے میں لوگوں کا فرض :- ایسے شخص کے بارے میں دوسرے لوگوں پر چار باتیں واجب ہو جاتی ہیں :-

۱۔ ایسے آدمی (جس کی توبہ قبول کی گئی ہو) کو دوست رکھیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہے۔

۲۔ اس کے حق میں دعا کریں، کہ وہ اپنی توبہ پر برقرار رہے۔

۳۔ جو گناہ وہ توبہ کرنے سے پہلے کر چکا ہے، اس کے بارے میں اسے شرمندگی نہ دلائیں، کیوں کہ آنحضرت نے فرمایا۔

جو شخص کسی کو فحش عیب لگاتا ہے وہ اس کے گناہ کو تو دور کرتا ہے، مگر اللہ تعالےٰ خود اسے اس گناہ میں شریک کر دیتا ہے، جس کے باعث ذلیل و خوار ہوگا۔ کیوں کہ مومن جان بوجھ کر گناہ کرنے کا ارادہ نہیں کرتا۔ نہ ہی جان بوجھ کر گناہ کرتا ہے، نہ ہی وہ اپنے مذہب کے رُو سے گناہ کے جائز ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ گناہ بہت خوب صورت دکھائی دیتا ہے۔ جس میں شہوت کی زیادتی اور تندی ہوتی ہے۔ اس سے اس کا شوق بڑھتا ہے، غفلت اور دھوکے میں مبتلا ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "کفر اور نافرمانی کو (میں نے) تمھارے لیے مکروہ چیز بنایا ہے"۔ اللہ تعالےٰ نے اس بات کی بھی خبر دے دی ہے کہ نافرمانی مسلمانوں کی دشمن ہے۔ لہٰذا جو مسلمان توبہ کر کے خدا کی طرف رجوع کرے۔ لوگوں کے لیے روا نہیں کہ اس پر سابقہ گناہوں کا الزام لگاتے رہیں، بلکہ ایسے شخص کے حق میں دعا کرنا چاہیئے کہ خدا اسے توبہ پر ثابت قدم رکھے، اسے توفیق دے، کہ یہ گناہوں سے محفوظ رہے۔

۴۔ ایسے شخص کو اپنا ساتھی بنا کر اس سے اچھی باتیں کریں۔ اس کی مدد کریں، اس کی عزت کریں، کیوں کہ خدا اسے چار باتوں میں عزت عطا کرتا ہے۔ اول یہ کہ اس کے گناہ اس طرح دُور کر دیتا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ دوم یہ کہ خود اسے دوست رکھتا ہے۔ سوم یہ کہ شیطان اس پر غالب نہیں آتا اور وہ اس کے شر سے بچا رہتا ہے۔ چہارم یہ کہ اللہ تعالےٰ اسے آخرت کے خوف سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور موت سے پہلے دنیا ہی میں یہ باتیں اسے میسّر آجاتی ہیں، کیوں کہ ان کے بارے میں خدا فرماتا ہے "ان لوگوں پر فرشتے اُترتے ہیں، ان سے کہتے ہیں کہ تم مت ڈرو، اور کوئی غم نہ کرو۔ تمھیں بہشت کی خوش خبری ہو، کہ اسی کا تم لوگوں سے وعدہ کیا گیا ہے۔

پیرانِ طریقت اور توبہ

تین طرح کی توبہ ابو وفاق کہتے ہیں کہ توبہ تین قسم کی ہوتی ہے۔ گناہ سے پھرنا، خدا کی طرف رجوع کرنا، یعنی توبہ اس کا آغاز ہے، توجہ کرنا اس کا درمیان ہے اور رجوع کرنا اس کا آخر۔ جو شخص خدا اور اس کے عذاب سے ڈرتا ہے، اور اس کی وجہ سے گناہ نہیں کرتا وہ تائب ہوتا ہے۔ اور جو عذاب کے خوف اور ثواب کے لالچ سے توبہ کرتا ہے وہ صاحبِ انابت ہوتا ہے۔ اور جو صرف خدا کا حکم بجا لانے کی نیت سے توبہ کرتا ہے، نہ خدا کے عذاب کے ڈر سے ایسا کرتا ہے تو ایسا شخص صاحبِ اوبت ہوتا ہے۔

بزرگوں نے کہا ہے کہ توبہ کرنا مومن کی صفت ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا۔ سب کے سب اللہ سے توبہ کرو۔

رجوع کرنا مقرب اولیا کی صفت ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبٍ لایا متوجہ ہونے والا دل

اوبت، پیغمبروں اور رسولوں کی صفت ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ اچھا بندہ تھا بے شک وہ رجوع کرنے والا تھا۔

مختلف بیانات وواقعات:- حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ توبہ کے تین معنی ہیں۔ توبہ یہ ہے کہ اول اپنے گناہ پر پشیمان ہو، جن گناہوں سے خدا نے دور رہنے کا حکم دیا ہے انھیں ترک کردے اور ان سے دور رہنے کی نیت کرے۔ تیسرے یہ کہ جو ظلم کرچکا ہے ان کا کفارہ دینے کی کوشش کرے۔

سہل بن عبداللہ تستریؒ کہتے ہیں کہ گناہ کا جلد ترک کر دینا توبہ ہے۔ جنیدؒ کہتے ہیں کہ میں نے حارث کو یہ کہتے سنا کہ میں نے کبھی نہیں کہا اے اللہ میں تجھ سے توبہ کی درخواست کرتا ہوں بلکہ یہ کہا کرتا ہوں کہ اے اللہ، مجھ میں توبہ کی آرزو پیدا کر۔

جنیدؒ کہتے ہیں کہ میں ایک روز سری سقطیؒ کے پاس آیا، ان کا رنگ فق تھا۔ میں نے وجہ پوچھی۔ فرمایا میرے پاس ایک شخص آیا، اس نے توبہ کے بارے میں سوال کیا۔ میں نے کہا توبہ یہ ہے کہ اپنے گناہ کو نہ بھولے۔ اس نے اعتراض کیا کہنے لگا توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہ کو بھول جائے۔ میں نے کہا تم درست کہتے ہو۔ اس نے جواب دیا درست ہونے کی کیا دلیل ہے۔ میں نے کہا جب آدمی رنج سے نکل کر راحت میں آئے تو پھر رنج اور تکلیف کی حالت کو یاد کرنا ظلم کے برابر ہے۔ یہ سن کر وہ خاموش ہوگیا۔

سہل بن عبداللہ کہتے ہیں کہ توبہ یہ ہے کہ اپنے گناہوں کو نہ بھولے۔ جنیدؒ سے پوچھا گیا توبہ کیا ہے انھوں نے جواب دیا، یہ کہ تو اپنے گناہوں کو بھول جائے۔ ابو نصر سراج کہتے ہیں کہ سہلؒ تو اپنے قول میں مریدوں کے حال کی جانب اشارہ کرتے ہیں کہ وہ کبھی اپنے نامے کی کوشش کرتے ہیں اور کبھی اپنے نقصان سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ جنیدؒ اپنے قول میں ان لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو محقق ہیں کیوں کہ یہ اپنے گناہوں کو یاد بھی نہیں کرتے۔ اس لیے کہ ان کے دلوں پر اللہ کی عظمت کا غلبہ رہتا ہے اور وہ ہمیشہ اسے یاد کرتے رہتے ہیں۔

ابو نصر سراجؒ کہتے ہیں کہ جنیدؒ کا قول ابو نصر کے قول جیسا ہے۔ توبہ کے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ توبہ یہ ہے کہ توبہ سے بھی توبہ کرے۔ یعنی توبہ کی یاد بھی دل میں نہ آئے۔ ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں، عام لوگوں کی توبہ گناہوں سے ہوتی ہے۔ خاص کی توبہ غفلت سے ہوتی ہے۔ ابوالحسن نوری کہتے ہیں توبہ یہ ہے کہ تو خدا کے سوا ہر شے سے ہٹ جائے۔

عبداللہ بن محمد بن علیؒ فرماتے ہیں کہ توبہ کرنے والے تین طرح کے ہیں۔ ایک گناہ سے توبہ کرنے والے، اور دوسرے غفلت سے توبہ کرنے والے۔ تیسرے نیکیوں کے دیکھنے سے توبہ کرنے والے۔ ان تینوں کی توبہ میں فرق ہے۔

ابوبکر واسطی کہتے ہیں، خالص توبہ یہ ہے، کہ صاحب توبہ پر ظاہر اور باطن میں گناہ کا کوئی نشان باقی نہ رہے۔ خالص توبہ کرنے والے کو کوئی خوف نہیں ہوتا کہ دن کیسے گزرا اور رات کس طرح بسر ہوئی۔

یحییٰ بن معاذؒ اپنی مناجات میں فرماتے ہیں اے اللہ! میں یہ نہیں کہتا کہ توبہ کی اور تیری طرف رجوع ہوا کیوں کہ میں اپنی حالت

سے واقف ہوں۔ میں گناہوں کو ترک کرنے کا خود ضامن نہیں بنتا۔ اس لیے کہ اپنی کمزوری سے واقف ہوں، البتہ اس امید پر کہ پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا، یہ کہتا ہوں کہ میں دوبارہ گناہ نہ کروں گا۔

ذوالنون مصریؒ کہتے ہیں کہ وہ جھوٹے ہیں جو دل سے گناہ کی بیخ اکھاڑے بغیر توبہ کرتے ہیں۔ فرمایا توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ فراخی کے باوجود زمین تجھ پر تنگ ہو جائے۔ تیرے لیے آرام کی جگہ کہیں نہ رہے۔ حتیٰ کہ تیرا نفس بھی تجھ پر تنگ ہو جائے جیسا کہ خدا فرماتا ہے" باوجود فراخ ہونے کے زمین ان پر تنگ ہوئی، ان کا نفس بھی ان پر تنگ ہوا، اور انھوں نے جان لیا کہ خدا کے عذاب سے پناہ کی جگہ کہیں نہیں، اگر ہے تو صرف اسی کی طرف۔ اس لیے اللہ نے ان کے حال پر رحم کیا اور انھوں نے توبہ کی۔

حضرت ابن عطاؒ فرماتے ہیں، توبہ دو طرح پر ہے: ایک تو انابت کی توبہ ہے، اور دوسری نجابت کی۔ انابت کی توبہ یہ ہے کہ بندہ اللہ کے عذاب سے ڈر کر توبہ کرے۔ نجابت یہ ہے کہ خدا کی عنایات سے شرمندہ ہو اور توبہ کرے۔

حضرت یحییٰ بن معاذؒ رازی فرماتے ہیں، توبہ کے بعد ایک گناہ کرنا ان ستر گناہوں سے بڑا ہے جو توبہ سے پہلے کیے گئے ہوں۔

حضرت ابوعمر انطاکیؒ فرماتے ہیں کہ علی بن عیسیٰ وزیر ایک عظیم لشکر میں سوار تھے۔ غریب لوگوں نے پوچھا یہ کون ہے۔ راستہ میں ایک عورت کھڑی تھی، اس نے کہا تم کب تک یہ پوچھتے جاؤ گے کہ یہ کون ہے۔ یہ خدا کا ایک بندہ ہے جو خدا کی نظر سے گر گیا ہے۔ اس نے اسے اس حالت میں مبتلا کر دیا ہے جس میں تم اسے دیکھ رہے ہو۔ علی بن عیسیٰ نے بھی عورت کی گفتگو سن لی اور گھر واپس جا کر وزارت سے استعفیٰ دے دیا۔ پھر مکہ میں جا کر مجاور بن گیا۔

تقویٰ کے متعلق" بزرگانِ دین کے ارشادات!

اللہ تعالیٰ کے ارشادات:- خدا کے نزدیک تم میں زیادہ بزرگ وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ تقویٰ کے معنوں میں علماء کا اختلاف ہے۔ متقی کی حقیقت میں آں حضرت صلعم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول بیان فرمایا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ۔

تحقیق اللہ تعالیٰ تمھیں عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے اور فرماتا ہے اپنے اقربا کو دو اور تمھیں سرکشی، بے حیائی اور نامعقولیت کی باتوں سے منع کرتا ہے، اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کر لو۔"

بزرگانِ کرام کے ارشادات:- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ پرہیزگار وہ ہے جو شرک، کبیرہ گناہوں اور بے حیائیوں سے بچے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ پرہیزگاری اسے کہتے ہیں کہ اپنے آپ کو کسی سے بہتر نہ جانے۔ حسنؒ

فرماتے ہیں کہ آدمی جسے بھی دیکھے یہی کہے کہ یہ مجھ سے بہتر ہے۔

حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک مرتبہ کعب احبارؒ سے پوچھا، پرہیزگاری کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا۔ کیا تم خاردار راستے سے کبھی گزرے ہو؟ انھوں نے جواب دیا، ہاں۔ کعب نے پوچھا کس طرح گزرے؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کپڑوں کے پھٹنے کے خوف سے دامن بچا کر گزرا۔ کعبؒ نے فرمایا پرہیزگاری کا بھی یہی حال ہے، جیسے ایک شاعر نے بیان کیا کہ چھوٹے بڑے سب گناہوں کو چھوڑ دو، یہی پرہیزگاری ہے، جس طرح کانٹے دار راستے میں چلنے والا ڈر کر چلتا ہے اسی طرح تو بھی دنیا میں ہر چیز سے ڈرتا رہ۔ چھوٹے گناہ کو حقیر نہ خیال کر، کیوں کہ پہاڑ سنگریزوں ہی سے بنے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ دن کا روزہ اور رات کا قیام پھر ان میں کچھ خلط ملط کرنا پرہیزگاری نہیں، بلکہ پرہیزگاری یہ ہے کہ جن چیزوں کو اللہ نے حرام کیا ہے انھیں ترک کر دے اور جنھیں فرض کیا ہے ان کو بجا لائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ جو کچھ عنایت فرمائے وہ نیکی ہی نیکی ہے۔

حضرت طلق بن حبیبؒ سے لوگوں نے کہا ہمیں تقوے کے بارے میں مفصل بتائیں۔ انھوں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عمل کرنا تقوے ہے، اس حال میں کہ خدا سے ثواب کے امیدوار اور دل میں شرم ہو۔

بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا۔ پرہیزگاری ہے اور یہ پرہیز اس وقت ہو سکتا ہے، جب خدا کے خوف کے باعث آدمی کے دل میں نور پیدا ہو جائے۔

حضرت بکر بن عبیداللہ فرماتے ہیں، جب تک آدمی کا کھانا حرام اور شبہہ سے اور اس کا غصہ افراط و تفریط سے پاک نہ ہو وہ پرہیزگار بن ہی نہیں سکتا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں، کہ جس طرح محرم کو زمین حرم میں لگام دے دی جاتی ہے، اسی طرح پرہیزگار شخص کے منہ میں بھی دنیا میں لگام دے دی جاتی ہے

شہر بن مشبہ کا کہنا ہے کہ جو شخص ایسے کام کو جس میں کوئی خطرہ نہ ہو، اس ڈر سے ترک کر دے کہ کہیں وہ خطرہ میں نہ پڑ جائے، وہ پرہیزگار ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ اور فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ پرہیزگار وہ ہے، جو لوگوں کی ذات کے لیے اسی بات کو پسند کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ کامل متقی وہ ہے کہ جس چیز کو اپنے لیے عزیز رکھتا ہے، دوسروں کے لیے اُسے اور زیادہ عزیز جانے۔ آپ نے فرمایا تمھیں معلوم ہے میرے استاد سری سقطیؒ کو کیا صورت پیش آئی؟ ان کے ایک دوست نے انھیں سلام کیا۔ انھوں نے تیوری چڑھا کر رنجیدگی سے سلام کا جواب دیا۔ آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا، تو جواب دیا کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو سلام کا جواب دے تو ان کے درمیان سو رحمتیں تقسیم کی جاتی ہیں، جو کشادہ پیشانی سے سلام کرتا ہے اسے نوّے رحمتیں دی جاتی ہیں اور جو بدمزاجی سے سلام کرتا ہے اس کو دس ملتی ہیں۔ میں نے چاہا کہ نوّے رحمتیں اس شخص کو ملیں، اس لیے ناخوش ہو کر سلام کا جواب دیا۔

حضرت محمد بن علی ترمذیؒ فرماتے ہیں پرہیزگار وہ ہے جس کا کوئی دشمن نہ ہو۔ سری سقطیؒ فرماتے ہیں۔ اپنے نفس سے

دشمنی رکھنے والا پرہیزگار ہے۔ شبلیؒ فرماتے ہیں متقی وہ ہے جو اللہ کے سوا کسی شے سے نہ ڈرے۔ ایک راست گو کا کہنا ہے اے لوگو! خبردار ہو جاؤ اللہ کے سوا جو کچھ باطل ہے۔ محمد بن حنیفؒ کا کہنا ہے کہ پرہیزگاری یہ ہے کہ خدا سے دور کرنے والی چیزوں سے کنارا کیا جائے۔ قاسم بن قاسمؒ کہتے ہیں کہ پرہیزگاری یہ ہے کہ آدمی آداب شریعت کی نگہبانی کرے، اوریؒ کا کہنا ہے کہ دنیا اور اس کی آفات سے پرہیز کرنے کا نام پرہیزگاری ہے۔

حضرت ابو یزیدؒ فرماتے ہیں کہ پرہیزگاری یہ ہے کہ آدمی اپنے قول، فعل اور اعتقاد میں شبہ سے بچے۔ بات کرے تو خدا کے لیے، خاموش رہے تو خدا کے لیے، ذکر کرے تو خدا کے لیے۔ فضیلؒ فرماتے ہیں کہ آدمی اس وقت تک پرہیزگار نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دشمن اس سے اتنا بے خوف نہ ہو جائے جتنا اس کا دوست اس سے امن میں رہ کر بے خوف ہے۔ سہلؒ فرماتے ہیں، پرہیزگار وہ ہے، جو دگناہ کر سکے نہ نیکی۔ مگر جو کچھ کرے اللہ ہی کی مدد سے کرے۔ فرمایا پرہیزگاری یہ ہے کہ خدا نے جس جگہ جانے سے منع کیا ہے وہاں نہ جائے۔ اور جہاں جانے یا کھڑا ہونے کا حکم دیا ہے وہاں سے غیر حاضر نہ ہو۔ فرمایا آنحضرت صلعم کی سنت کی پیروی کرنے میں ہی پرہیزگاری ہے۔ فرمایا پرہیزگاری یہ ہے کہ تیرا دل کبھی غافل نہ ہو۔ آرزوؤں سے تیرا نفس پاک ہو۔ تو اپنے حلق کو لذتوں سے بچائے۔ اعضا کو برے کاموں سے روکے۔ ایسا کرے تو امید ہے تجھے آسمانوں اور زمین کے رب کا دیدار نصیب ہو۔

ابوالقاسمؒ فرماتے ہیں، کہ خوش خلقی کا نام تقوے ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ پرہیزگاری تین چیزوں سے پہچانی جاتی ہے۔ جو شے نہ ملے اس لیے اللہ پر بھروسا کرنا۔ جو مل جائے اس پر راضی ہونا اور جو شے ضائع ہو جائے اس پر صبر کرنا، اور کہا گیا ہے کہ ہوا و ہوس کی پیروی نہ کرنے والا پرہیزگار ہے۔

مالک نے وہب بن کیسان سے روایت کی ہے کہ مدینہ کے بعض فقہا نے زبیر کے فرزند عبداللہ کو لکھا کہ اہل تقوے جن علامتوں سے پہچانے جاتے ہیں وہ یہ ہیں کہ مصیبت نازل ہونے پر صبر کرتے ہیں۔ خدا کی رضا پر راضی ہوتے ہیں۔ نعمت ملنے پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، قرآن کے احکام کی پیروی کرتے ہیں۔

میمون بن مہرانؒ کا ارشاد ہے کہ آدمی اس وقت تک پرہیزگار نہیں بن سکتا جب تک وہ اپنے نفس کا سخت حساب نہ کرے۔ نفس کا حساب ایسا ہی سخت ہونا چاہیئے، جیسے بادشاہ ظالم سے حساب لیتا ہے یا بخیل آدمی اپنے شریک سے۔

ابوتراب کا کہنا ہے کہ تقوے سے پہلے پانچ گھاٹیاں ہیں، جنھیں طے کیے بغیر آدمی تقوے تک نہیں پہنچ سکتا۔ وہ گھاٹیاں یہ ہیں، نعمت پر سختی اور مصیبت کا قبول کرنا۔ بہت پر تھوڑے کا قبول کرنا۔ عشرت و راحت پر ذلت و خواری کا قبول کرنا۔ آسودگی پر رنج و غم کا قبول کرنا۔ زندگی پر موت کو قبول کرنا۔

بعض بزرگوں کا قول ہے کہ آدمی تقوے کے کہاں پر اس صفت کے بغیر نہیں پہنچتا۔ یعنی جو چیز اس کے دل میں بھری ہے اسے اگر ایک تھال میں رکھ کر سارے بازار میں پھرایا جائے تب بھی وہ شخص اس سے شرمندگی محسوس نہ کرے۔ یعنی اس کا ظاہر اور باطن یکساں ہو۔ فرمایا پرہیزگاری یہ ہے کہ تو اپنے دل کو خدا کے لیے اسی طرح آراستہ کرے جس طرح لوگوں کو دکھانے

کے لیے اپنے ظاہر کو آراستہ کرتا ہے۔

حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں "کہ آدمی چاہتا ہے" کہ اسے اس کی مرادیں مل جائیں، مگر خدا جس قدر چاہتا ہے دیتا ہے۔ آدمی کہتا ہے کہ میرا نائدہ ہے، میرا مال ہے اور خوفِ خدا اس چیز سے بہتر نہیں جو اسے ملی۔

حضرت مجاہد نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کی ہے "کہ کسی شخص نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا۔ کہ مجھے کوئی وصیت فرمائیں۔ آپ نے جواب دیا۔ خدا سے ڈرتا رہ کہ وہ تمام نیکیوں کا مجموعہ ہے۔ جہاد اپنے اوپر لازم کرلے کہ یہ اسلام کی رہبانیت ہے۔ خدا کو یاد کرتا رہ! وہ اس لیے کہ یہ تیرے لیے نور ہے۔

ابی ہرمز نافع بن ہرمز فرماتے ہیں" میں نے انصار کو یہ کہتے سُنا کہ اے اللہ کے رسولؐ! آلِ محمدؐ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہر پرہیزگار۔

پس تمام نیکیوں کا مجموعہ پرہیزگاری ہے اور پرہیزگاری کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کرکے اس کے عذاب سے بچے۔ مثلاً کہتے ہیں کہ فلاں آدمی ڈھال کے ذریعہ سے بچ گیا۔

اصل تقوےٰ یہ ہے کہ پہلے شرک سے بچے، پھر برائیوں اور گناہوں سے بچے، پھر شبہات سے محفوظ رہے، اس کے بعد تمام فضول باتوں کو چھوڑ دے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اتقوا اللہ حق تقاتہ (ڈرو اللہ سے جو ڈرنے کا حق ہے) اس کی تفسیر میں کہا جاتا ہے کہ پرہیزگاری یہ ہے کہ خدا کی فرمانبرداری اختیار کی جائے، نافرمانی سے بچا جائے، خدا کو بھلایا نہ جائے، بلکہ اسے یاد کیا جائے، اس کا شکر ادا کیا جائے، اس کی نعمتوں سے انکار نہ کیا جائے۔

حضرت سہل بن عبداللہؒ کہتے ہیں خدا کے سوا کوئی مدد دینے والا ہے نہ راستہ دکھانے والا، مگر خدا کا رسولؐ۔ پرہیزگاری کے سوا کوئی توشہ نہیں۔ صبر کے بغیر کوئی کام نہیں۔

کتانی کا کہنا ہے کہ دنیا آزمائش اور تکلیف میں تقسیم کی گئی ہے اور بہشت پرہیزگاری میں تقسیم کی گئی ہے۔ جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان پرہیزگاری اور فکر کو کام میں نہیں لاتا اسے کشف و مجاہدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

نصرآبادی کا کہنا ہے کہ خدا کے سوا ہر شے سے علیحدہ رہنا تقوےٰ ہے۔

سہلؒ کہتے ہیں" کہ جو شخص اپنے تقوےٰ کو درست کرنا چاہے، وہ سارے گناہ چھوڑ دے۔ نصرآبادی کا کہنا ہے کہ اپنے اوپر تقوےٰ کو لازم کر لینے والا اس بات کا خواہش مند ہوتا ہے کہ دنیا کو چھوڑ دے، کیوں کہ خدا فرماتا ہے کہ پرہیزگار لوگوں کے لیے مکان آخرت بہتر ہے۔

بعض بزرگوں کا کہنا ہے، کہ جس کی پرہیزگاری کامل ہو جائے اللہ تعالےٰ اس پر دنیا سے روگردان ہونے کو آسان کر دیتا ہے۔

ابو عبداللہ رودباریؒ فرماتے ہیں، اللہ تعالےٰ سے روکنے والی چیزوں کو چھوڑ دینا پرہیزگاری کہلاتا ہے۔

ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ پرہیزگار وہ ہے جو خلاف شرع باتوں سے اپنے ظاہر کو آلودہ نہیں کرتا، وہی ان باتوں کو اختیار کرتا ہے جو دل کو خدا سے غافل بنا دیں، بلکہ وہ دل سے اللہ تعالےٰ پر شاکر رہتا ہے۔

حضرت ابن عطیہؒ فرماتے ہیں، کہ پرہیزگار شخص کا ظاہر اور باطن ہے۔ ظاہر یہ ہے" کہ شرعی حدود کو نگاہ میں رکھے، اور باطن سے

مرادیت اور اخلاص ہے۔ ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کے دل میں پرہیزگاری کی خواہش ہو اور جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خوش ہوتے ہوں ان کے ساتھ زندگی بسر کرنے میں فائدہ ہے۔ حضرت ابوحفص فرماتے ہیں کہ حلال محض میں تقوے ہے اس کے بغیر نہیں۔ ابوالحسن زنجانیؒ فرماتے ہیں کہ جس کا سرمایہ پرہیزگاری ہو اس کے فائدے اور اس کی تعریف بیان نہیں ہو سکتی۔ واسطی فرماتے ہیں تقوے یہ ہے کہ آدمی اپنے تقوے سے دھوکہ میں نہ پڑے۔ یعنی تقوے کا خیال بھی دل میں نہ لائے۔

روایت ہے کہ ابن سیرینؒ نے چالیس مشکے گھی خریدا۔ ان کے غلام نے ایک مشکے میں سے چوہا نکالا۔ ابن سیرین نے پوچھا تو نے کس مشکے سے چوہا نکالا؟ غلام نے کہا میں اس مشکے کو پہچان نہیں سکتا۔ ابن سیرین نے تمام مشکوں کا گھی پھینک دیا۔ کہا جاتا ہے کہ ابن سیرین اپنے قرض داروں کے درخت کے سایہ میں بھی نہ بیٹھتے تھے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اگر آدمی اپنے قرض کا کچھ بھی فائدہ اٹھائے تو وہ سود ہے۔

بایزید بسطامیؒ نے ایک جنگل میں ایک ساتھی کے ساتھ کپڑے دھوئے۔ ساتھی نے کہا کہ انھیں انگور کی دیوار پر پھیلا دو۔ آپ نے جواب دیا میں دوسرے کی دیوار میں میخ نہیں گاڑ سکتا۔ اس نے کہا درخت پر پھیلا دیں۔ آپ نے جواب دیا۔ کپڑے کے بوجھ سے درخت کی شاخیں ٹوٹ جائیں گی۔ دوست نے کہا گھاس پر پھیلا دو۔ آپ نے فرمایا یہ چوپایوں کا چارہ ہے، میں اسے کیوں ڈھانپوں۔ پھر آپ نے اپنی پیٹھ پر کرتا ڈال لیا اور کھڑے رہے۔ جب ایک طرف خشک ہو گئی، تو اسے الٹ کر پھر اپنی پیٹھ پر ڈال کر دھوپ میں کھڑے ہو گئے۔ اس طرح کپڑا خشک کیا۔

ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات بیت المقدس میں ایک پتھر کے پاس سو گیا۔ کچھ رات گزری تھی کہ دو فرشتے نازل ہوئے۔ ایک نے پوچھا یہ کون ہے؟ دوسرے نے جواب دیا ابراہیم بن ادہم ہے۔ جس کا ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے کم کر دیا ہے۔ فرشتے نے پوچھا۔ کیوں۔ تو دوسرے نے جواب دیا۔ اس نے بصرہ میں ایک بنیے سے کھجوریں خریدی تھیں۔ تو بنیے کی ایک کھجور اس کی کھجوروں میں گر گئی تھی۔

ابراہیم ادہمؒ فرماتے ہیں میں نے یہ بات سن لی۔ چنانچہ بیدار ہوتے ہی میں بصرہ پہنچا۔ اس بنیے سے کھجوریں خریدیں اور اپنی ایک کھجور اس کی کھجوروں میں ڈال کر بیت المقدس واپس آ گیا اور اسی جگہ سو گیا۔ تھوڑی دیر بعد دو فرشتے آئے۔ ان میں سے ایک نے پوچھا۔ یہ کون ہے؟ دوسرے نے جواب دیا، یہ ابراہیم بن ادہم ہے۔ یہ وہی شخص ہے جس نے ایک چیز اس کی اصل جگہ پر رکھ دی اور اس کے عوض میں اللہ نے اس کے مرتبہ کو پھر بلند کر دیا۔

بعض بزرگوں نے فرمایا۔ پرہیزگاری کئی طرح کی ہے۔ ایک تو عام پرہیزگاری ہے، اور وہ یہ ہے، کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ سمجھا جائے۔ دوسری پرہیزگاری خاص لوگوں کی ہے۔ یعنی نفس کی ہوا اور ہوس سے جو گناہ سرزد ہوتے ہیں ان کو چھوڑ دیا جائے نفس امارہ کی مخالفت کی جائے۔ خاص الخاص لوگوں کا تقوے یہ ہے کہ وہ چیزوں کی خواہش تک کو ترک کر دیتے ہیں۔ عبادتوں سے تجرد فی النوافل کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اسباب پر بھروسا نہیں کرتے۔ خدا کے سوا نہ کسی سے دل لگاتے ہیں نہ کسی طرف مائل ہوتے ہیں۔ ایک خاص حال اور مقام کو لازم نہیں پکڑتے۔ کیوں کہ اس کا مطلب بھی غیر اللہ سے دل لگانا ہی ہوتا ہے۔ یہ لوگ فرائض میں اللہ کی فرماں برداری کرتے ہیں۔

پیغمبروں کا تقوے!- پیغمبروں کا تقوے اللہ کی جانب سے ایک غیبی راز ہے۔ کیوں کہ یہ ایک الہام ہے، جو اللہ کی طرف سے انھیں ہوتا ہے۔ انھیں نہ کرنے والے کاموں سے منع کیا جاتا ہے۔ انھیں توفیق دی جاتی ہے۔ ادب سکھایا جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ انھیں خوشی دیتا ہے۔ ان کی بیماری کا علاج کرتا ہے۔ ان سے باتیں کرتا ہے۔ ان کی رہنمائی کرتا ہے۔ ان پر فضل کرتا ہے۔ انھیں مبارک باد دیتا ہے، انھیں آگاہ کرتا ہے، بینائی عطا کرتا ہے۔ عام لوگوں کی عقل ان باتوں کو سمجھ نہیں سکتی۔ یہ تمام انسانوں سے الگ ہیں۔ فرشتوں سے بھی جدا ہیں، مگر جو احکام اور امور ظاہر میں امت کے عام مومنوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں مخلوق کے ساتھ شریک ہیں مگر ظاہری امور کے علاوہ دوسری باتوں میں لوگوں سے الگ ہیں۔ باطنی تقوے میں کبھی کبھی تھوڑی سی چاشنی بزرگ، ابدال، پاک اور ولی لوگوں کو بھی عطا ہو جاتی ہے۔ جسے بیان کرنا بہت دقیق اور مشکل ہے۔ زبان اور قلم سے اس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ ظاہر کی چیزیں نہیں، کان تک بھی اس کی باطنی بات کی آہٹ نہیں سن سکتے۔ ہماری قوتِ حس بھی اسے محسوس کرنے سے عاجز ہے۔ البتہ پیغمبروں کی زبان سے کبھی کبھی کوئی بات نکل جاتی ہے۔ جو سنی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالےٰ انھیں بڑی نرمی سے آگاہ کرتا رہتا ہے۔ کیوں کہ اس بارے میں پردہ پوشی ضروری کرنی پڑتی ہے۔ چنانچہ یہ لوگ ہوشیار رہتے ہیں اور راز کو ظاہر نہیں کرتے۔ اگر پردہ کے اندر کسی مقام میں بیٹھ کر کوئی ایسی ویسی بات کہہ بھی دیتے ہیں تو بعد میں اللہ تعالےٰ سے اس کی آمرزش کی درخواست کر لیتے ہیں۔ اپنی بات کے معنی بھی اور نکال لیتے ہیں۔ جو لوگوں کے فہم کے مطابق بھی ہوتے ہیں۔ غرض پیغمبروں کے راز کی باتیں نہایت دقیق اور باریک ہوتی ہیں جنھیں اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے۔

باب کا ماحصل

پرہیزگاری کی راہ!- جو شخص پرہیزگاری کا راستہ اختیار کرنا چاہے اسے لازم ہے کہ پہلے اپنے آپ کو بندوں پر ظلم کرنے سے پاک رکھے بندوں کے حقوق ادا کرے۔ پھر صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بچے۔ پھر دل کے گناہوں کو چھوڑنے کی کوشش میں لگ جائے، کیونکہ یہی سب امور گناہوں کی اصل اور جڑ ہیں۔ اعضا سے تعلق رکھنے والے گناہ اسی (دل کے گناہ یا گندے خیالات) سے پیدا ہوتے ہیں، جیسے ریا، نفاق، خود پسندی، برائی، حرص، طمع، لوگوں سے ڈرنا، لوگوں سے امید رکھنا، مرتبہ اور سرداری کی خواہش کرنا۔ اپنے ہم جنسوں پر زیادتی کرنا وغیرہ، جن کا بیان بہت طویل ہے۔ جب تک نفس امارہ کی مخالفت نہ کی جائے۔ ان برائیوں پر غلبہ حاصل نہیں ہوتا۔ اور جب تک اپنے ارادوں کو ترک نہ کرے، خدا کے ساتھ کسی چیز کو اختیار نہ کرے۔ نہ اس کے سوا کسی کو پسند کرے۔ خدا کی مشیت میں اپنی تدبیر کو دخل نہ دے۔ کسی جہت یا سبب کو اپنا ذریعہ خیال نہ کرے۔ خدا کی تخلیق میں کوئی اعتراض نہ کرے بلکہ اپنے تمام کام اللہ کے سپرد کر کے تسلیم و رضا اختیار کرے۔ اپنے آپ کو عاجز اور حقیر خیال کرے۔ قدرت کے ہاتھوں میں اپنی ہستی کو اس طرح جانے جیسے شیر خوار بچہ ماں یا دایہ کی گود میں ہوتا ہے یا جس طرح مردہ شو کے اختیار میں مردہ ہوتا ہے، مردہ کو کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ اس کے اختیارات چھن چکے ہوتے ہیں۔ وہ اپنا کوئی ارادہ پورا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔

نجات کا راستہ!- غرض آدمی کی نجات اسی طرح ہو سکتی ہے، جس طرح اوپر بیان کیا گیا۔ اگر یہ پوچھا جائے کہ اس کا راستہ کونسا ہے تو جواب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ہاں سچے دل سے پناہ چاہے۔ اسی سے محبت کرے، اس کی فرمانبرداری کرے

جن چیزوں سے اس نے منع کیا ہے ان سے باز رہے، اپنے آپ کو اس قضا کے سپرد کر دے۔ اللہ تعالیٰ کے حدود کو نگاہ میں رکھے ہمیشہ اپنی حیثیت کو مدنظر رکھے۔

نجات کے بارے میں بزرگوں نے مختلف اقوال بیان کیے ہیں، جنیدؒ فرماتے ہیں جب تک آدمی خلوص، ارادے، نیک نیتی سے اللہ کے ہاں پناہ نہ چاہے اور التجا نہ کرے اسے نجات نہیں مل سکتی۔ تین آدمیوں کا ذکر آگے آتا ہے، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کشادگی کے باوجود زمین ان پر تنگ ہو گئی۔ ان کا نفس بھی ان پر تنگ ہو گیا اور انھیں یقین ہو گیا کہ خدا کے سوا انھیں کوئی پناہ دینے والا نہیں۔

ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہیں کہ سچائی اور پرہیزگاری کے سوا نجات نہیں مل سکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جن لوگوں نے اپنی نجات کے لیے پرہیزگاری اختیار کی، خدا انھیں نجات عطا کرے گا۔ جریری کا کہنا ہے کہ جس نے نجات حاصل کی۔ اس نے اپنے وعدہ کو پورا کرنے سے ہی حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جو لوگ خدا سے اپنا وعدہ وفا کرتے ہیں، اور اسے توڑتے نہیں (الخ)

عطاؒ فرماتے ہیں کہ جس نے بھی نجات پائی، حیا اختیار کرنے سے پائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ جس نے نجات پائی اس نے خدا کے حکم سے پائی۔ اور اس سابقہ قضا و قدر سے جس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے پہلے ہی سے نیکی لکھ رکھی ہے"

حسن بصریؒ فرماتے ہیں، کسی نے نجات نہیں پائی، مگر اس شخص نے جس نے دنیا اور اہل دنیا سے منہ موڑ لیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "دنیا کی زندگی کچھ نہیں مگر کھیل اور بازی"۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ دنیا کی محبت سب گناہوں کی جڑ ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں۔ ان کو یہ تقرب ان فرائض کے ادا کرنے سے حاصل ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کیے ہیں۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا ہے، اس کی جانب نہیں دیکھا۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔ کہ نہ دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ دنیا کو برا جانتا ہے، اس لیے اس کی طرف رحمت کی نظر سے نہیں دیکھتا۔ سو یہ دنیا خدا اور بندے کے درمیان ایک ایسا پردہ ہے جس سے کھرے اور کھوٹے میں تمیز کی جاتی ہے۔ جن لوگوں پر دنیا کا ذرا بھی اثر باقی ہو، یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مناجات میں انھیں ذرا بھی لذت حاصل ہو، اس لیے کہ یہ دنیا اللہ تعالیٰ کی ضد ہے، یعنی جسے خدا دوست رکھتا ہے، دنیا اس کی دشمن ہے۔

باب ۱۸

عذاب و ثواب اور آخرت ۔ بہشت

دوزخ اور اہلِ دوزخ

عذاب و ثواب اور آخرت

اعمال :- اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عذاب سے ڈرا کر اور ثواب کا وعدہ دے کر اپنی توحید اور عبادت کی طرف توجہ دلائی ہے ۔ لوگوں پر حجت قائم کرنے اور ان کے عذر دور کرنے کے لیے ان کو ڈرایا، دھمکایا اور خوفزدہ کیا ہے ۔ فرمایا ۔

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۔

ہم نے پیغمبروں کو بھیجا جو لوگوں کو بہشت کی خوشخبری دیتے اور دوزخ سے ڈراتے ہیں پیغمبروں کو اس لیے بھیجا کہ حجت پوری ہو جائے اور لوگوں کے لیے عذر کی گنجائش نہ رہے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ۔

اگر ہم پیغمبر بھیجنے سے قبل ان لوگوں کو عذاب میں مبتلا کر دیتے تو یہ کہتے، اے اللہ! تو نے ہمارے پاس کوئی پیغمبر نہ بھیجا کہ ہم اس کی پیروی کرتے، اور ذلیل و رسوا ہونے سے قبل تیری نشانیوں کو دیکھ کر تیری راہوں پر چلتے ۔

ایک اور جگہ فرمایا ۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا

جب تک ہم پیغمبر مبعوث نہ کر لیں عذاب نہیں دیتے ۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

اے لوگو! تمھارے پاس تمھارے رب کی نصیحت آئی اور جو کچھ تمھارے سینوں میں ہے اس کے لیے شفا نازل ہوئی سیدھی راہ اور رحمت ان کے لیے جو مومن ہیں ۔

خوف دلانے اور ڈرانے کے بارے میں فرمایا ۔

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ

اللہ تمھیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے، اور وہ اپنے بندوں

بالعباد۔

پر مہربان ہے۔

فرمایا۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ۔

جان لو جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے اللہ اسے خوب جانتا ہے پس تم اس سے ڈرو۔

فرمایا۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔

بے شک اللہ ہر شے کا جاننے والا ہے۔

فرمایا۔

وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ۔

اے عقلمندو! مجھ سے ڈرتے رہو۔

نیز یہ ارشاد ہوا۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔

تم اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ جو کچھ جس نے کمایا، اس کا اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اور کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔

فرمایا۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ

اس دن سے ڈرو جس میں کوئی کسی کو کچھ فائدہ نہ دے سکیگا نہ ہی کوئی عوض اور بدلہ قبول کیا جائے گا۔ نہ ہی اس کی شفاعت کوئی فائدہ دے گی۔

فرمایا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ۔

اے لوگو! اپنے اللہ سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جب باپ اپنے بیٹے کو نجات نہ دلا سکے گا اور نہ بیٹا باپ کو، خدا کا وعدہ سچا ہے۔ پس دنیا کی زندگی سے دھوکہ نہ کھاؤ، نہ ہی خدا سے دور کرنے والے کے دھوکہ میں آؤ۔

فرمایا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ۔

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، کیوں کہ قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔

فرمایا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۔

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا۔ پھر اس (آدمؑ) سے اس کی بیوی پیدا کی، پھر ان دونوں سے مرد اور عورتیں پیدا کرکے پھیلا دیں۔ خدا سے ڈرو۔ جس کے نام سے مانگتے ہو، قطع رحمی سے ڈرو۔ خدا تم پر نگہبان ہے (تمھارے سارے حالات دیکھتا ہے۔

فرمایا:-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا۔

اے مسلمانو! اللہ کے عذاب سے ڈرو اور پختہ بات کہو،

فرمایا:-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔

اے ایماندار لوگو خدا سے ڈرو اور ہر شخص اس چیز کو دیکھے جو اس نے کل کے لیے بھیجی ہے۔ خدا کے عذاب سے ڈرو کیونکہ جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس سے واقف ہے

فرمایا:-

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔

خدا کے عذاب سے ڈرو، اللہ بہت سخت عذاب کرنے والا ہے۔

فرمایا:-

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔

اے مسلمانو! اپنی جانوں کو اور اپنے اہل کو اس آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

فرمایا:-

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ۔

کیا تمھارا خیال ہے کہ ہم نے تمھیں بے فائدہ پیدا کیا۔ اور تم ہماری طرف نہ لوٹو گے۔

فرمایا:-

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى

کیا آدمی گمان کرتا ہے کہ وہ یونہی بیکار چھوڑ دیا جائے گا۔

فرمایا:-

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ اَوَاَمِنَ

کیا بستی والوں کو اس بات کا ڈر نہیں کہ رات کے وقت ان پر ہمارا عذاب آئے اور وہ سوتے ہوں یا اس بات سے

اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۔	بے خوف ہو گئے ہوں کہ چاشت کے وقت ان پر ہمارا عذاب آئے اور وہ کھیل میں لگے ہوں ۔

اے مسکین! ان آیتوں کا تیرے پاس کیا جواب ہے؟ ان پر تو نے کس حد تک عمل کیا ہے؟ کیا تو اپنے نفس کی ہوا اور پلید شہوتوں سے باز رہا ہے؟ جو دنیا اور آخرت میں تجھے ہلاک کرنے کا باعث ہیں اور تجھے ذلت اور بدبختی میں ڈالنے والی ہیں ۔ اس گھر کی آگ تجھے جلائے گی ۔ اس جگہ کے سانپ، بچھو اور کنکھجورے تجھے کاٹیں گے ۔ وہاں کے کیڑے تجھے کھائیں گے ۔ فرشتے اور نگہبان تجھے ماریں گے اور آئندہ دن نیا عذاب دیں گے ۔ تو اس میں فرعون، قارون[1]، ہامان[2] اور شیطان کا ساتھی ہوگا ۔

اللہ تعالیٰ ترغیب یوں دلاتا ہے کہ :-

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۔	جو شخص خدا سے ڈرتا ہے، خدا اس کے لیے نکلنے کی جگہ بنا دیتا ہے اور غیر متوقع جگہ سے اسے رزق پہنچا دیتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کی برائیاں دور کر دیتا ہے، اور اسے ثواب عطا فرماتا ہے ۔

فرمایا :-

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ ۔	اے انسان! تجھے کس شے نے دھوکہ دیا؟ تیرا پروردگار وہ اللہ کریم ہے جس نے تجھے پیدا کیا، تیرے صحیح اور مکمل اعضا بنائے ۔

فرمایا :-

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ	جو لوگ ایمان لائے ہیں ۔ کیا ان کے لیے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ڈر اور عاجزی سے اللہ تعالیٰ کو یاد کریں ۔

اللہ تعالیٰ نے تجھے رغبت دلائی ہے کہ اس کی رحمت اور اس کے فضل کا طلب گار بن جائے ۔ اچھے رزق، آرام اور سکون دل کی درخواست کرے ۔ اس مقصد کے لیے تقویٰ اختیار کرو ۔ اس پر ہمیشہ قائم رہو ۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے روشن راستے پر چلنے کی ہدایت کی ہے ۔ واضح دلیلیں دی ہیں ۔ اس کے بعد وہ اس بات کا ضامن ہوا ہے کہ تیرے گناہ بخش دے گا اور تجھے بڑا اجر دے گا "جو شخص خدا سے ڈرتا ہے اللہ اس کے گناہ بخش دیتا ہے اور بڑا اجر عطا فرماتا ہے" اس کے بعد اللہ تعالیٰ تجھے خبردار کرتا ہے، خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے، اپنی راہ بتاتا ہے تاکہ تم سیدھی راہ پر چلو ۔ تمہارے کان بھی کھول دیتا ہے تاکہ تم اس کی بات کو سنو ۔ فرماتا ہے ۔

---

[1] قارون بہت دولت مند شخص تھا ۔ حضرت موسیٰ کے زمانے میں گزرا، اور دولت کے غرور و تکبر کے باعث تباہ ہو گیا ۔

[2] فرعون کے وزیر یا مشیر کا نام ہامان تھا ۔

مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ — اپنے پروردگار سے جس نے تجھے پیدا کیا، اور کامل انسان بنایا، کس نے تم کو مغرور کر دیا۔

اپنے لطف و کرم سے تیرے لیے اپنی تعریف بھی کر دی تاکہ تو اس کے حکم اور اس کی بارگاہ سے منہ نہ موڑے۔ اس کے قرب سے نہ جائے اور اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرے۔ اس نے تجھے بتایا کہ ہم نے تجھے پیدا کیا، تو کچھ بھی نہ تھا، ہم نے تجھے زندہ کیا حالانکہ تیرا کوئی پتہ نہ تھا۔ تو مفلس اور کنگال تھا تجھے مالدار بنایا۔ تو نادان اور کمزور تھا تجھے توانا کیا اور بینائی بخشی تاکہ اپنی مصلحت کو جان سکے۔ تو نادان تھا، ہم نے تجھے دانائی عطا کی، اور گمراہی کے بعد سیدھا راستہ تجھے دکھایا۔ پس تو کیوں غافل ہے اور اس کی عام اور بے حساب رحمت سے کیوں بخشش طلب نہیں کرتا۔ کون سی چیز تجھے اللہ کی اطاعت کرنے سے روکتی ہے؟

دنیا میں اسی کو بزرگی ملتی ہے، اور اس کا انجام بخیر ہوتا ہے، اور اسی کو بلند درجہ ملتا ہے جو دنیا کی عارضی زندگی پر راضی نہ ہو، کیوں کہ اعلیٰ اور عمدہ چیزیں حقیر اور ذلیل چیزوں سے نہیں بدلی جاتیں۔ جو شخص دنیا، دنیاداروں اور دنیا کی ظاہری زیب و زینت کو ترجیح دیتا ہے، پیغمبروں، صدیقوں اور شہیدوں کی رفاقت کو پسند نہیں کرتا وہ ہمیشہ گھاٹے میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "کیا تم آخرت کی زندگی سے دنیا کی زندگی کو زیادہ پسند کرتے ہو" فرمایا

فَاَمَّا مَنْ طَغٰی وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی — جو شخص نافرمانی کرتا ہے، دنیا کی زندگی اختیار کرتا ہے اس کی جگہ دوزخ ہے۔

بہشت[1]

ثواب و عذاب:- یاد رکھو! دوزخ میں جانے کا سبب کفر ہے۔ عذاب کی کمی بیشی اور دوزخ کے درجوں کی زیادتی کا دارومدار بُرے اعمال اور بُرے اخلاق پر ہے۔ بہشت میں جانے کا ذریعہ ایمان ہے۔ بہشت کی نعمتوں کی عمدگی اور اس کے درجات کی زیادتی کا دارومدار اچھے اعمال اور اچھے اخلاق پر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بہشت کو پیدا کیا اور اس میں رہنے والوں کے اجر و ثواب کے لیے اس میں طرح طرح کی نعمتیں پیدا کر دیں۔ دوزخ کو پیدا کر کے عذاب سے بھر دیا، تاکہ اس میں رہنے والے سزا پا سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہی دنیا کو پیدا کیا اور اس میں طرح طرح کی آفتیں اور نعمتیں پیدا کیں، تاکہ اہلِ دنیا کو آزمائے، انسان کی خلقت بھی اسی نے پیدا کی۔ بہشت اور دوزخ بھی اسی نے بنائے، مگر یہ ابھی تک پوشیدہ ہیں۔ کسی انسان نے انھیں نہیں دیکھا۔ دنیا کی نعمتیں اور زحمتیں آخرت کی نعمتوں اور زحمتوں کا ادنیٰ نمونہ ہیں، جنھیں ہر کوئی دیکھتا اور چکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسی دنیا میں انسانوں میں بادشاہ پیدا کیے جو دوسرے لوگوں پر حکومت کرتے ہیں۔ ان کے ڈر اور خوف سے

---

[1] اہلِ بہشت کا مفصل ذکر اگلے باب میں آئے گا۔

لوگ تھرتھراتے ہیں، وہ رعایا کے جان و مال پر حکومت کرتے ہیں۔ یہ سب باتیں اللہ تعالےٰ کی تدبیر، اس کی حکمت اور اس کی بادشاہی کا نمونہ ہیں۔ ان سب باتوں کی خبر قرآن میں دے دی گئی ہے اور اللہ تعالےٰ نے دونوں جہانوں کی تعریف بھی بیان کر دی ہے۔ اپنے ملک، اپنی قدرت، تدبیر، احسان اور اپنے کاریگروں کے اوصاف بیان فرما دیئے ہیں۔ انھیں مثالیں دے کر سمجھایا ہے۔ مثلاً فرمایا:۔

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ ۔ — لوگوں کے لیے ہم مثالیں بیان کرتے ہیں جنھیں صرف عالم اور دانا سمجھ سکتے ہیں۔

پس جو لوگ خدا کو جانتے اور اس پر ایمان رکھتے ہیں وہی اس کی مثالوں کو سمجھتے ہیں۔ مثال اسے کہتے ہیں کہ جو چیز تم نے نہیں دیکھی اس کی مانند کوئی اور شے تمھیں دکھا دی جائے تاکہ اس ان دیکھی شے کی حقیقت کا علم ہو سکے، تمھارا دل اسے جان سکے جیسے ملکوت، اور دونوں جہان کی خبریں، دونوں جہان کے شہنشاہ کی خبریں۔ پس دنیا کی تمام نعمتیں اور لذتیں بہشت اور اس کی لذتوں کا نمونہ ہیں۔ ان نعمتوں کے علاوہ بہشت میں ایک اور ایسی چیز ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے۔ نہ ہی دل میں اس کے متعلق خیال گزر سکتا ہے۔ اگر اس نعمت عظمیٰ کا نام بھی لیا جائے تو کچھ فائدہ نہیں، کیوں کہ نام لینے سے بھی وہ کسی کی سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ نہ کسی نے اسے دیکھا ہے نہ اس کی کوئی مثال اور نمونہ موجود ہے۔

بہشت کی نعمتیں:۔ بہشت کے سو درجے ہیں، ان میں سے تین کی تعریف یہ بیان کی گئی ہیں۔ ایک درجہ سونے کا ہے، دوسرا چاندی کا اور تیسرا نور کا۔ اس سے زیادہ کا علم نہیں، اور نہ انسان کی عقل اسے جان سکتی ہے۔ اسی طرح سختی اور عذاب کی جو چیزیں دنیا میں ہیں وہ آخرت کے عذاب کا نمونہ ہیں۔ اس کے علاوہ کئی اور عذاب بھی ہیں جنھیں سمجھنے سے عقل عاجز ہے۔ یہ سب عذاب اللہ کے غضب سے نازل ہوتے ہیں اور بہشت کی لذتیں اور نعمتیں اللہ کی رحمت کے باعث ملتی ہیں۔ جو لوگ دنیا کی مباح چیزیں کھاتے ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، انھیں بہشت میں ایسی چیزیں کھلائی جائیں گی، جن کے سامنے دنیا کی چیزیں بے حقیقت ہیں۔ اور جو لوگ ایسی چیزیں دنیا میں کھاتے ہیں جو مباح نہیں۔ وہ اپنے آپ کو بہشت سے محروم رکھتے ہیں۔ جو لوگ بہشت کے درجوں اور اس کی نعمتوں کو جھٹلاتے ہیں ان پر بہشت اور اس کی چیزیں حرام ہیں۔ اہلِ بہشت کے لیے بہشت میں عروسیں ہیں، دیبے ہیں، مہمانیاں ہیں اور عروسیں دعوت کے لیے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو بہشت کی طرف اس لیے بلایا ہے کہ ان کے جسموں کو از سرِ نو ہمیشہ کے لیے تر و تازگی عطا فرما دے ابدی زندگی بخشش فرمائے۔

بہشتیوں کی بیویوں کے لیے دیبے کی دعوتیں ہیں۔ آپس کی زیارتوں اور ملاقاتوں کے لیے ان کی مہمانیاں ہیں تاکہ وہ آپس میں باتیں کریں۔ وہاں کے آرام و آسایش کی جگہ کا لطف اٹھائیں۔ طوبےٰ کے درخت کے نیچے جمع ہو کر اس کے سایہ میں آرام کریں، اس لیے کہ وہاں پیغمبروں کی زیارت ہوگی اور بہت خوشی حاصل ہوگی۔ وہاں فرشتوں کی مجلس بھی ہوگی۔ اہلِ بہشت کے لیے وہاں بازار ہوں گے، تاکہ ان میں سیر و تفریح کریں۔ اوقاتِ نماز میں انھیں اللہ کی جانب سے

عمدہ اور پسندیدہ چیزیں ہدیہ کے طور پر ملیں گی۔ ہر جگہ کھانے پینے کے میوے موجود ہوں گے۔ اللہ انھیں رزق دے گا جس کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ کوئی رکاوٹ نہ ہوگی بلکہ اس میں ترقی اور فراخی ہی ہوتی جائے گی، کیوں کہ وہ ماکولات اور مشروبات میں زیادہ پہلے دیکھ چکے ہوں گے، اس لیے پہلے مزہ کو بھول جائیں گے۔

بہشتیوں کے لیے تماشا گاہ بھی ہوگی۔ وہ حوض کوثر کی سیر کریں گے۔ وہاں آرام کے لیے خیمے ہوں گے جن کے کنارے موتی لگے ہوں گے۔ ہر خیمہ ساٹھ میل چوڑا ہوگا۔ موتی جیسی اس کی چھت ہوگی جس کا دروازہ نہیں ہوگا۔ اس میں لونڈیاں ہوں گی۔ جنھیں کسی فرشتہ، بہشتی خادم یا حور نے بھی نہیں دیکھا ہوگا۔ ان کے لیے خوب صورت اور نیک بیبیاں ہوں گی۔ ان کی خوب صورتی کی تعریف خود اللہ نے بیان فرمائی ہے۔ اس لیے کسی اور کی مجال نہیں کہ ان کی تعریف کر سکے۔ فرمایا حوروں کو خیموں میں محفوظ رکھا گیا ہے۔ یہ رحمان کی برگزیدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں نیک اور خوب صورت بنایا ہے۔ انھیں ابرِ رحمت سے پیدا کیا ہے۔ جب رحمت کا بادل برستا ہے تو یہ خوب صورت حوریں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کے نور کا تعلق عرش سے ہے۔ ان کے خیمے موتیوں سے بنائے گئے ہیں، ان کی پیدائش کے وقت سے انھیں کسی نے نہیں دیکھا۔ اپنے خیموں میں محفوظ ہیں اور اپنے شوہروں کے اختیار کے ساتھ پابند کی گئی ہیں۔ ان کے شوہر انھیں دیکھ سکیں گے۔ بہشتی اپنی بیویوں کے ساتھ عالی شان محلات میں خوش رہیں گے اور اس وقت تک رہیں، جب تک اللہ چاہے۔ پھر اللہ تعالیٰ انھیں اس سے بھی اعلیٰ درجہ دے گا اور اپنی رحمت سے نوازے گا۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کریں گے۔ پکارنے والا بہشت میں پکارے گا کہ اے بہشت والو! تمھارے لیے خوشی کا دن ہے، اس میں خوش خرم رہو، خوب آرائش کرو اور نہایت خوشی کے ساتھ سبزہ زاروں میں تفریح کرو۔

جب باہر نکلیں گے تو ان کے لیے نہایت تیز رفتار گھوڑے موجود ہوں گے۔ وہ باہر نکل کر ان پر سوار ہو جائیں گے یہ گھوڑے مروارید اور یاقوت سے مرصع ہوں گے۔ یہ ان پر سوار ہو کر میدانوں اور باغوں کی سیر کو جائیں گے۔ یہ میدان نہر کوثر کے کنارے ہوں گے۔ جب جی بھر کر سیر و تماشا کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی رہنمائی فرمائے گا، پھر اپنے ایوانوں میں جانے کا حکم ہوگا جو انھیں انعام میں دیے گئے ہیں۔ یہ لوگ اپنے خیموں کے باہر کھڑے ہو جائیں گے۔ اندر جانے کا راستہ نظر نہیں آئے گا۔ تب ان کی آنکھوں کے سامنے خیموں کو چاک کر کے راستہ بنایا جائے گا۔ یہ اس لیے کہ اس مومن کو معلوم ہو جائے کہ جو بی بی اس کے اندر رہتی ہے کسی کو بھی اس کے حال کا علم نہیں۔ کسی نے اسے آنکھوں سے دیکھا تک نہیں۔ تب اسے معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے حوروں کا جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۔

تمھاری بیویاں خیموں کے اندر محفوظ رکھی گئی ہیں نہ کسی نے انھیں دیکھا ہے نہ چھوا ہے۔

اس کے بعد وہ بہشتی اپنی حسین بی بی کے ساتھ تخت پر بیٹھے گا جو ایوانوں میں بچھائے گئے ہوں گے۔ وہاں ان کے سامنے شادی کی دعوت کا کھانا لایا جائے گا، جسے نہایت شوق سے کھائیں گے۔ اللہ کے فضل و کرم سے شرابِ طہور پئیں گے۔ نہایت تازہ اور لذیذ میووں سے لطف اٹھائیں گے۔ اللہ کی طرف سے انھیں نئے نئے تحفے ملیں گے۔ ان کے

بدن مرصع زیورات اور لباس سے آراستہ ہوں گے۔ جب خوب آراستہ ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں نازنین عروسوں کی طرف متوجہ کرے گا، وہ عیش و آرام کریں گے۔ اس خوشی سے فارغ ہو کر ان جلسوں میں شرکت کریں گے جو باغوں اور نہروں کے کنارے قائم ہوں گے۔ وہاں نہایت قیمتی فرش بچھے ہوں گے۔ یہ لوگ اپنے سبز رفرفوں پر سوار ہوں گے ان رفرفوں پر تکیے لگے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مُتَّكِـِٔيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ۔ سبز رفرف اور ریشمی خوبصورت بستروں پر تکیے لگانے والے ہوں گے۔

سو جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے خوب صورت بنایا اس کی خوبصورتی کا کیا ٹھکانا ہے۔

رفرف ایسی شے ہے، کہ آدمی اس پر بیٹھے تو وہ لچک جاتی ہے اور نیچے اوپر حرکت کرتی ہے۔ بہشتی لوگ اپنی بیویوں کے ہمراہ اس پر بیٹھ کر جھولا جھولیں گے، لطف اٹھائیں گے۔ جب رفرف پر سوار ہوں گے تو حضرت اسرافیل بھی گانے لگیں گے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسرافیل سے زیادہ خوش گلو کسی کو پیدا نہیں کیا۔ جب وہ گانے لگتے ہیں تو سات آسمانوں کے رہنے والے نماز اور تسبیح و تہلیل چھوڑ کر ان کا گانا سننے میں محو ہو جاتے ہیں۔ جب اللہ کے ولی بھی رفرفوں پر سوار ہو جاتے ہیں تو اسرافیل نہایت عمدہ آواز سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل گاتے ہیں۔ بہشت کے تمام درخت بھی گانا سنتے ہیں۔ ایسا کوئی دروازہ یا پردہ خالی نہیں رہتا جو آپ کے گانے سے وجد میں نہ آجائے۔ ہر حلقہ اور دروازہ سے رنگا رنگ آوازیں سنائی دیں گی۔ اور اس بہشت میں سونے اور چاندی کے جتنے بھی باغ ہوں گے ان میں سے بھی کوئی ایسا نہ ہوگا جس سے سرود کا نغمہ نہ نکلے۔ بہشت کے جنگلوں سے بانسری کی گوناگوں آوازیں نکلیں گی۔ حوروں کے دل فریب نغمے الگ سنائی دیں گے۔ پرندے راگ گا کر لطف کو اور بڑھائیں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ بھی فرشتوں کو وحی کے ذریعہ حکم دے گا "کہ میرے بندوں سے کہہ دو! تم نے دنیا میں شیطان کے راگ سے اپنے کانوں کو بند رکھا، یہ گانا اسی کے عوض میں ہے۔ اس کے بعد فرشتے خوش الحانی اور روحانی آواز سے حکم الٰہی کے مطابق جواب دیں گے اور ان کی ساری آوازیں ایک ہی آواز میں مل کر بڑی آواز بن جائے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے داؤدؑ! میرے عرش کے سایہ کے پاس کھڑا ہو اور میری عظمت اور جلالت کا راگ گا۔ حضرت داؤدؑ عرش کے پائے کے پاس حاضر ہوں گے، بڑی عمدہ آواز سے حمد گائیں گے۔ آواز ایسی ہوگی کہ باقی تمام آوازیں اس کے سامنے ماند پڑ جائیں گی۔ اس آواز کے باعث راگ کی لذت دوبالا ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" وہ باغ بناؤ سنگار کر دیے جائیں گے۔

حضرت یحییٰ بن کثیرؒ کہتے ہیں کہ جب اہل بہشت لذات اور سرود سے لطف اٹھا رہے ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان پر بہشت عدن کا ایک دروازہ کھل جائے گا اور وہاں سے روحانی لوگوں کی آوازیں آنے لگیں گی۔ اہل بہشت کے تمام درجوں تک باغ عدن کے پھولوں کی خوشبو پھیل کر اہل بہشت کے دل و دماغ کو معطر کرے گی۔ جاں فزا نسیم آئے گی، جس سے عنبر کی لپٹیں آ رہی ہوں گی۔ ایک نور کا شعلہ اٹھے گا جس سے سارا باغ اور اس کی نہریں روشن ہو

ہو جائیں گی، عرش سے فرش تک سب نور ہی نور نظر آئے گا۔ اس ذوق و شوق کے لوگوں کو اوپر سے اللہ تعالیٰ کی آواز آئے گی، السلام علیکم! اے اللہ کے عاشقو، اور دوستو، ولیو اور برگزیدہ لوگو اے بہشت کے رہنے والو، تم نے اس تماشا گاہ کو کیسا پایا؟ یہ دن میرے ان دشمنوں کے دن کے بدلے میں ہے جو نوروز مناتے تھے۔ انھوں نے دنیا کا ایک دن مقرر کیا تاکہ دنیوی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں، اپنی بدبختی کے باعث وہ تاریکی میں پھنس گئے اور آج کے دن کی لذت سے محروم رہے۔ دنیا کی خواہش اور تجارت سے انھیں نقصان پہنچا۔ انھوں نے صبر نہ کیا۔ اگر صبر کرتے تو آج وہ بھی اس نعمت عظمیٰ سے فائدہ اٹھاتے۔ ان لوگوں نے فرماں برداری اور اطاعت کرنے والے لوگوں کے خلاف کام کیے۔ اس لیے آج اپنے کیے کی سزا پائیں گے۔ وہ دنیا کی نعمتوں اور نفسانی خواہشات کی طرف راغب ہوئے۔ اس لیے جو چیز انھوں نے دنیا میں طلب کی تھی وہ منقطع ہو گئی اور اس کے بدلے خواری نصیب ہوئی۔ جنھوں نے صبر کیا، عبادت کی انھیں بہشت ملا۔ بہشت کا حریری لباس ملا۔ جنت کی تماشا گاہیں نصیب ہوئیں اور آخر اللہ نے انھیں اپنا سلام بھیجا اور فرمایا، کہ یہ دن تمھارا نوروز ہے۔ میری زیارت کا دن ہے۔ میرا بہشتِ عدن تمھارے لیے زیارت اور تماشا کی جگہ ہے۔ چونکہ تم نے ہمیشہ میری اطاعت اور بندگی کی۔ اس لیے میں نے دنیا میں ایک عرصے تک تمھاری حفاظت اور نگرانی کی ہے۔ جو لوگ مغرور اور سرکش تھے، لہو و لعب میں مصروف رہے اور گناہ کیے وہ آج حیران اور پریشان ہو رہے ہیں۔ یہ متمرد اور سرکش انسان آپس میں ظلم کر کے خوش ہوتے تھے، مگر تم لوگوں نے میری عزت اور بزرگی کا پاس کیا، میری حدوں کا خیال رکھا، میرے عہد کی رعایت کی اور میرے خوف سے ڈرے۔

اہلِ جنت کو دکھانے کے لیے دوزخ کا بھی ایک دروازہ کھولا جائے گا جس سے بھڑکتے ہوئے شعلے نکلیں گے اور دھواں اٹھے گا۔ اہل دوزخ کے نام و فریاد کی آوازیں سنائی دیں گی۔ بہشتی لوگ اپنی اپنی جگہوں سے دوزخیوں کا یہ حال دیکھیں گے، وہ اپنی حالت پر تو خوش ہوں گے، لیکن جب ان لوگوں کو اس حال میں دیکھیں گے کہ انسان کی گردنوں میں طوق پڑے ہوں گے، سیاہ بختی میں گرفتار ہوں گے تو اور بھی خوش ہوں گے۔ کہیں گے اچھا ہوا ہم نے اللہ کی فرمانبرداری کی۔

جب دوزخی لوگ، اہل بہشت کی اچھی حالت پر نظر کریں گے، تو حسرت کے ساتھ اپنے دل میں جلیں گے، وہ چاہیں گے کہ بہشتی ان کی دادرسی کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جنتی لوگ اپنے کیے پر خوش ہیں، ان کی بیبیاں درختوں کے سائے میں آرام کریں گی۔ تکیہ لگائے بیٹھی ہوں گی۔ بہشت کے میوے اور دوسری نعمتیں جو وہ چاہیں گے، موجود ہوں گی۔ ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر سلام ہے۔ اے گناہ گارو! آج کے دن ان سے جدا ہو جاؤ۔ اے انسان! کیا اس نے تجھ سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، کیوں کہ وہ تمھارا ظاہر دشمن ہے۔ تم میری عبادت کرنا، کیوں کہ یہی سیدھی راہ ہے۔

پس دوزخ کی آگ بھڑک اٹھے گی اور کافروں کی جماعت الگ ہو جائے گی۔ ان کی نالہ و فریاد بند ہو جائے گی۔ انھیں دوزخ کے جزیروں میں ڈال دیا جائے گا۔ جب وہ ان جزیروں میں جائیں گے، تو کھجور کے تنوں کے مانند ڈنگ رکھنے والے بچھو انھیں ڈس ڈس کر کاٹیں گے۔ پھر آگ کا سیلاب ان پر چڑھ آئے گا۔ یہ خدا کا غضب ہو گا جو ان کافروں کو بہالے جائے گا، اور آگ کے دریاؤں میں غرق کر دے گا۔ اللہ کی طرف سے ایک پکارنے والا کہے گا کہ یہ وہ دن ہے جس کے متعلق تم میرے ساتھ جنگ

کیا کرتے تھے۔ میری نعمتوں سے سرکشی اختیار کر کے دنیا میں خوش ہوتے تھے۔ آج ہم نے اپنے فرمانبردار بندوں کے لیے جو نعمتیں تیار کی ہیں تم دنیا کی نعمتوں کا ان سے مقابلہ کرتے تھے یہ نعمتیں اب تمھیں نہیں ملیں گی۔ جو کچھ تم نے دنیا میں پسند کیا، اس کا مزا چکھو! جو اہلِ بہشت ہیں اور تم سے الگ کر دیئے گئے ہیں، وہ دلیوں کے کھانوں کا مزا پائیں گے۔ طرح طرح کے میووں اور تازہ کھانوں میں مصروف ہوں گے، جو انھیں ہدیہ کے طور پر دیئے گئے ہیں۔ حسین و دوشیزائیں ان کی ہم صحبت ہوں گی۔ ان کے بیٹھنے کے لیے تخت ہے اور رنگ رنگ کا گانا، جسے وہ سن رہے ہیں۔ ان لوگوں پر میرا سلام ہے اور میں ان کے ساتھ لطف و کرم اور مہربانی سے پیش آتا ہوں۔ ان کی نعمتیں روز بروز بڑھاتا رہتا ہوں، تاکہ وہ میری اس عظیم نعمت سے خوشحال رہیں اور زیادہ سے زیادہ لذت اٹھائیں۔

اے اہلِ بہشت! تمھارا یہ دن میرے دشمنوں کے اس دن کے عوض ہے، جس میں وہ ایک دوسرے کو خوشخبری دیتے اور خوش ہوتے تھے۔ اپنے بادشاہوں کو ہدیہ دیتے تھے۔ اور وہ اس ہدیہ کو قبول کرتے تھے۔ وہ لوگ آج محروم ہوئے اور تم بہرہ ور ہو گئے۔

ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ مجھے اچھی آواز سے رغبت ہے۔ کیا بہشت میں اچھی آوازیں ہوں گی؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں ہوں گی۔ جس خدائے پاک کے قبضہ میں میری جان ہے، اس کی قسم کہ اللہ تعالےٰ بہشت کے درختوں کے پاس وحی بھیجکر انھیں حکم دے گا، کہ تم میرے بندوں کو راگ اور گانا سناؤ، کیوں کہ وہ دنیا میں میری عبادت میں بہت مصروف رہے، سرنگی اور سرود سے الگ رہے۔ چنانچہ بہشت کے درخت ایسی سریلی آوازوں سے اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا گائیں گے کہ خلقت نے اس سے پہلے کبھی نہ سنا ہو گا۔

ابی قلابہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرتؐ سے پوچھا، کیا بہشت میں رات بھی ہو گی۔ آپؐ نے فرمایا، تمھیں کس بات نے یہ سوال پوچھنے پر مجبور کیا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، ان کے لیے صبح و شام بہشت میں رزق ہو گا۔ میں نے سمجھا کہ صبح اور شام کے اوقات کے درمیان رات ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ بہشت میں رات نہ ہو گی مگر وہ ایک روشنی اور نور ہے، اس سے صبح و شام کا وقت معلوم ہو گا اور دنیا میں جن اوقات میں وہ لوگ نمازیں پڑھتے تھے ان اوقات میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے انھیں تازہ بتازہ ہدیے دیئے جائیں گے۔ فرشتے ان پر سلام بھیجیں گے۔

ماحصل: پس جو شخص چاہتا ہے کہ اسے ہمیشہ کے لیے یہ لذت عطا ہو، اسے چاہیئے کہ پرہیزگاری کے حدود کو نہ توڑے، انھیں محفوظ رکھے۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں پرہیزگاری کی یہ شرطیں بیان کر دی ہیں۔ فرمایا:۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ

یہ نیکی نہیں ہے، کہ تم مشرق اور مغرب کی جانب منہ پھیرو، نیکی اس شخص کی ہے جو اللہ تعالےٰ پر، قیامت کے دن پر، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لایا، اور اپنے مال کو اللہ تعالےٰ کی محبت میں غریبوں، یتیموں، مسافروں، سائلوں اور غلاموں کو آزاد کرنے میں صرف کرے۔

وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔

کرے، زکوٰۃ دے اور عہد کر کے اسے پورا بھی کرے۔ تکلیفوں اور مصیبتوں میں صبر کرے، خدا سے ڈرے ایسے ہی لوگ صادق اور پرہیزگار ہیں۔ اسلام کی حدوں کو قائم رکھنا اور اسلام کے ارکان بجا لانا ان پر لازم ہے۔

حضرت حذیفہؓ اللہ تعالےٰ کے اس قول کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً۔

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔

اسلام کے آٹھ حصے ہیں: نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، عمرہ، جہاد، امر بالمعروف، نہی عن المنکر۔

جو ان حصوں میں سے کوئی حصہ نہیں پاتا وہ سخت نقصان پاتا ہے۔

حضرت عاصم احول، انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں" آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اسلام ایک مضبوط درخت کی مانند ہے۔ اس کی جڑ اللہ پر ایمان لانا ہے۔ پانچ وقت کی نمازیں اس درخت کی شاخیں ہیں۔ رمضان کے روزے اس درخت کا پوست ہیں۔ حج اور عمرہ اس کا چُنا ہوا میوہ۔ وضو اور غسلِ جنابت اس درخت کے لیے پانی کے مانند ہیں۔ ماں باپ کی فرمانبرداری اور پیوندِ رحم اس درخت کی چھوٹی چھوٹی شاخیں ہیں۔ خدا کی حرام کی ہوئی چیزیں اس درخت کے پتے ہیں۔ نیک اعمال اس درخت کا میوہ اور اللہ تعالےٰ کا ذکر اس درخت کا رگ و ریشہ ہے۔ آنحضرت کا ارشاد ہے کہ جس طرح سبز پتوں کے بغیر درخت خوب صورت نظر نہیں آتا، اسی طرح گناہ سے اجتناب اور نیکی پر عمل کرنے کے بغیر اسلام کو بھی زینت حاصل نہیں ہو سکتی۔

دوزخ اور اہلِ دوزخ

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں" آنحضرتؐ نے فرمایا۔ قیامت کے روز جب ساری مخلوق ایک میدان میں جمع ہوگی ان پر ایک تاریکی چھائے گی۔ ایسی تاریکی جس میں کوئی آدمی دوسرے کو نہ دیکھ سکے گا۔ تمام مخلوق اس تاریکی میں سر و قد کھڑی ہوگی۔ مخلوق اور اللہ تعالےٰ کے درمیان ستر برس کی راہ کا فاصلہ ہوگا۔ اس تاریکی میں اللہ تعالےٰ اچانک اپنے فرشتوں پر جلوہ ڈالے گا جس سے تاریکی دور ہو کر میدانِ حشر اللہ کے نور سے روشن ہو جائے گا۔ ہر جگہ اللہ کا نور پھیل جائے گا۔ اس وقت فرشتے عرش کے گرد طواف کرتے اور اللہ کی تسبیح بیان کرنے میں مصروف ہوں گے۔ اللہ کی تمام مخلوق صف باندھے کھڑی ہوگی۔ ہر امت کے لوگ اپنی اپنی جگہ ادب سے کھڑے ہوں گے۔ اسی جگہ ان کے اعمال نامے ان کے سامنے کیے جائیں گے۔ میزانِ عدل بھی حاضر کیا جائے گا۔ ایک فرشتہ اس ترازو کو پکڑ کر کبھی نیچے کرے گا کبھی اوپر۔

بہشت کا دیدار:۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اس دوران میں اچانک بہشت کا پردہ اٹھا دیا جائے گا، اور وہ میدانِ حشر کے قریب آ

جائے گا، وہاں مسلمانوں کو بہشت کی ہوا کستوری کی طرح معطر کر دے گی۔ اس وقت بہشت اور اہلِ بہشت کے درمیان پانچ سو برس کے راستے کا فاصلہ ہوگا۔

دوزخ کی کیفیت:- اس کے بعد دوزخ کا پردہ اٹھایا جائے گا، جس میں سے ہوا اور سخت دھواں نکل کر پھیل جائے گا۔ گناہ گار اس کی بدبو محسوس کریں گے، حالانکہ ان کے اور دوزخ کے درمیان پانچ سو برس کی راہ کا فاصلہ ہوگا۔ پھر دوزخ کو ایک بڑی زنجیر سے کھینچ کر لایا جائے گا۔ انیس فرشتے دوزخ کے نگہبان ہوں گے۔ ہر نگہبان فرشتے کے ساتھ ستر ہزار مددگار فرشتے ہوں گے۔ ہر نگہبان فرشتہ اپنے مددگاروں سمیت دوزخ کو کھینچ لا رہا ہوگا۔ کچھ نگہبان دوزخ کے دائیں بائیں چلتے ہوں گے۔ ہر فرشتے کے ہاتھ میں قمچی ہوگی۔ جب فرشتہ دوزخ کو آواز دے گا تو وہ رواں ہوگی دھڑک اٹھے گی، نیچے اوپر سانس لے گی۔ اس کی آواز گدھے جیسی ہوگی۔ اس کا پیٹ قطعی سیاہ ہوگا، جس میں سے دھواں نکلے گا۔ شعلے اٹھیں گے، وہ اہلِ دوزخ پر اپنی غضب ناکی کا اظہار کر رہی ہوگی۔ اس حالت میں اسے حشر کے میدان میں لائیں گے وہ لوگوں کی طرف دیکھے گی اور ایسا معلوم ہوگا، جیسے اہلِ محشر پر حملہ کر رہی ہے اور انھیں ہڑپ کر لینا چاہتی ہے۔ نگہبان اسے ایسا کرنے سے روکیں گے اور اس کی زنجیریں کھینچکر اسے باز رکھیں گے، کیوں کہ اگر اسے چھوڑ دیں تو مومن اور کافر سب کو چٹ کر جائے۔ جب دوزخ دیکھے گی کہ مجھے حملہ کرنے سے روک دیا گیا ہے تو غصہ سے جوش میں آئے گی۔ جوش و غضب سے پھٹتی ہوئی معلوم ہوگی۔ پھر شور کرے گی، دانت پیسے گی۔ دانت پیسنے کی آواز سن کر لوگ خوف کے مارے کانپنے لگیں گے۔ ان کے دل بے قابو ہو جائیں گے۔ عقل جاتی رہے گی۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا آجائے گا۔ ان کے دل حلق تک آجائیں گے۔

دوزخ کی تعریف:- آں حضرت صلعم نے فرمایا "اس وقت دوزخ اللہ تعالےٰ سے درخواست کرے گی کہ مجھے سجدہ کی اجازت دی جائے۔ اللہ تعالےٰ اجازت دے دے گا۔ وہ سجدہ کرے گی۔ اور جب تک اللہ چاہے گا سجدہ میں پڑی رہے گی۔ پھر اسے سر اٹھانے کا حکم ہوگا، وہ سر اٹھائے گی اور کہے گی "میں اس اللہ کی تعریف کرتی ہوں، جس نے مجھے اس لیے بنایا کہ میرے ذریعہ سے اپنے نافرمانوں سے بدلے اور مجھ سے بدلا لینے والی کوئی شے پیدا نہیں فرمائی۔ پھر نہایت سلیس زبان سے کہے گی کہ سب تعریف اللہ ہی کے لائق ہے۔ یہ الفاظ بلند آواز سے ادا کرے گی۔ پھر بہت زیادہ شور مچائے گی۔ اس وقت جس قدر مقرب فرشتے، پیغمبر، رسول اور دوسرے لوگ وہاں کھڑے ہوں گے۔ سب خوف کے مارے زانو کے بل گر پڑیں گے۔

دوزخ دوسری مرتبہ فریاد کرے گی، جسے سن کر سب کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگیں گے۔ یہاں تک کہ لوگوں کی آنکھوں میں آنسو کا کوئی قطرہ باقی نہ رہے گا۔ پھر تیسری مرتبہ فریاد کرے گی۔ پھر ایک انسان یا جن جس کے عمل بہتر پیغمبروں کے عمل کے برابر ہوں گے۔ وہ بھی یہی خیال کرے گا کہ دوزخ نے مجھے گھیر لیا اب میں اس سے نہ بچ سکوں گا۔ پھر چوتھی مرتبہ فریاد کرے گی۔ اس دفعہ خوف کے مارے سب خاموش ہو جائیں گے، بول نہ سکیں گے۔ حضرت جبرئیلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ اور حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ عرش کو تھامے ہوں گے اور خوف کے مارے نَفْسِیْ نَفْسِیْ (میرا نفس، میرا نفس) پکار رہے ہوں

گے۔

اس کے بعد آں حضرتؐ نے فرمایا" کہ دوزخ چنگاریاں اگلنے لگے گی۔ ان چنگاریوں کی تعداد آسمان کے ستاروں کے برابر ہوگی۔ ہر چنگاری مغرب کی جانب سے اٹھتے ہوئے بادل کے برابر ہوگی۔ لوگوں کے سروں پر ان چنگاریوں کی بوچھاڑ ہوگی۔

دوزخ کی ماہیت:- پھر دوزخ پر پلصراط بچھا دیا جائے گا۔ اس طرح کے سات پل بنائے جائیں گے۔ ہر پل کے درمیان ستر سال کی مسافت کی دوری ہوگی۔ بعض کہتے ہیں کہ پل صراط کے سات طبقے ہیں۔ پہلے سے دوسرے طبقے تک پانصد سال کے راستہ کی چوڑائی ہے۔ اور تمام طبقوں کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے۔ ساتواں طبقہ نہایت فراخ اور سخت ہے۔ نہایت گہرا ہے۔ اس میں بہت سے گڑھے ہیں۔ اس میں طرح طرح کے عذاب ہیں۔ اس میں آگ کی چنگاریاں بھی دوسرے طبقوں سے زیادہ بڑی ہیں۔ ہر قریبی طبقہ دائیں بائیں بلندی میں آسمان کی طرف تین کوس کے فاصلے تک بلند ہے۔ ہر طبقہ اپنی حدت، چنگاریوں کی کثرت اور طرح طرح کے عذابوں کے لحاظ سے اوپر کے طبقہ سے ستر حصہ بڑھ کر ہے۔ ہر طبقہ میں دریا، ندیاں، پہاڑ اور درخت ہیں۔ ہر پہاڑ ستر ہزار برس کے راستے کے برابر اونچا ہے۔ ہر طبقہ میں ستر پہاڑ ہیں۔ ہر پہاڑ میں ستر دوسے ہیں۔ ہر دوسے میں ستر ہزار تھوہر کے درخت ہیں۔ ہر درخت سے ستر ہزار شاخیں نکلی ہیں۔ ہر شاخ پر ستر ہزار سانپ اور بچھو ہیں۔ ہر سانپ تین کوس کی مسافت کے برابر لمبا ہے۔ ہر بچھو اونٹ کے برابر ہوگا۔ ہر درخت پر ستر ہزار میوے ہیں، میووں کا ہر دانہ شیطان کا ایک سر ہے۔ ہر میوے میں ستر ہزار کیڑے بھرے ہیں، ہر کیڑا ایک تیر پرتابی کے برابر ہے۔ بعض میووں میں کانٹے ہیں۔

آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ دوزخ کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے میں ستر جنگل ہیں، ہر جنگل کی لمبائی ستر سال کا راستہ ہے۔ ہر جنگل میں ستر ہزار شاخیں ہیں، ہر شاخ میں ستر ہزار گڑھے ہیں، ہر گڑھے میں ستر ہزار شگاف ہیں، ہر شگاف کی لمبائی ستر ہزار برس کا راستہ ہے۔ ہر شگاف میں دراڑیں ہیں، ہر دراڑ میں ستر ہزار خونخوار اژدھے ہیں۔ ہر اژدھا کے منہ میں ستر ہزار بچھو ہیں، ہر بچھو کی پیٹھ میں ستر ہزار مہرے ہیں، ہر مہرے میں زہر بھرا ہے جو پہاڑ کے برابر ہے۔ ہر کافر اور منافق کو اس زہر کا مزا چکھنا ہوگا۔

لوگوں کی کیفیت:- آنحضرتؐ نے فرمایا" جب لوگ زانو کے بل گرے ہوں گے، اور دوزخ مست اونٹ کی طرح، بے تاب ہو کر ان پر حملہ کرنے کو ہوگی تو پکارنے والا پکارے گا اور پیغمبر، صدیق، شہید اور صالح اٹھ کھڑے ہوں گے۔ پھر ساری مخلوق حاضر کی جائے گی اور جس جس نے مظالم کیے ہوں گے، ان کو ان کا بدلہ دیا جائے گا۔ دوسری مرتبہ پھر لوگوں کو پیش کیا جائے گا۔ اس مرتبہ روحیں اور جسم آپس میں تکرار کریں گے۔ جسم روحوں پر غلبہ پالیں گے پھر تیسری مرتبہ پیش کیے جائیں گے۔ ان کے اعمال نامے از خود اڑ کر ان کے ہاتھوں میں پہنچ جائیں گے۔ بعض کو دائیں ہاتھ بعض کو بائیں میں اور بعض کو پیٹھ کے پیچھے سے ملیں گے۔

اچھے لوگ:- جنھیں دائیں ہاتھ میں ملے گا انھیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک نور عطا ہوگا۔ فرشتے انھیں بزرگی کی مبارکباد

دیں گے اور اس بزرگی کے باوصف یہ لوگ پلصراط سے خوش خوش گزر جائیں گے۔ جب بہشت کے دروازے پر پہنچیں گے تو دربان تعظیم بجالائیں گے۔ بہشتی لباس، تیز رفتار گھوڑے اور مرصع زیوران کو پیش کریں گے۔ پھر جدا ہو کر اپنے اپنے گھروں میں چلے جائیں گے۔ اپنے اپنے علاقوں میں خوشیاں منائیں گے۔ وہاں اپنی بیویوں کے پاس جائیں گے۔ وہاں ایسی چیزیں دیکھیں گے جو پہلے کبھی نہ دیکھی ہوں گی اور ان کی تعریف بیان کرنے سے عاجز ہوں گے۔ ایسی چیزیں دیکھیں گے جو خواب وخیال میں بھی نہ آئی ہوں گی۔ غرض وہاں بہشتی کھانے کھائیں گے۔ لباس اور خوب صورت زیور سے زینت پائیں گے۔ اپنی بیویوں سے بغل گیر ہوں گے۔ اس مدت تک جو اللہ تعالےٰ نے ان کے لیے مقرر کی ہے۔ عیش وطرب کے مزے اٹھائیں گے۔ اللہ کی حمد بیان کریں گے۔ اور اس کا شکر ادا کریں گے، جس نے ہمیشہ کے لیے ان کا رنج وغم دور کر کے امن میں رکھا اور ان کا حساب ان پر آسان کر دیا۔

انھیں اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کرنے کی توفیق دی گئی، کیوں کہ اللہ نے ہی انھیں سیدھی راہ دکھائی اور یہ نعمت عطا فرمائی۔ اگر وہ انھیں سیدھی راہ نہ دکھاتا تو یہ لوگ کبھی منزل مقصود تک نہ پہنچتے۔ چنانچہ ان کی آنکھوں کو اس سبب سے ٹھنڈک نصیب ہوگی کہ وہ دنیا سے اپنے ساتھ نیک توشہ لائے، اللہ تعالےٰ پر ایمان لائے، اس پر یقین کیا۔ اس کے خوف اور عذاب کو سچا جان کر اس کی طرف رجوع کیا، اس کی اطاعت کی، چنانچہ اس وقت نجات پانے والے نجات پا گئے اور کافر ہلاک ہوئے۔

بُرے لوگ:- جن لوگوں کو بائیں ہاتھ میں اعمال نامے ملے یا پشت کی طرف سے دیے گئے، ان کے چہرے کالے اور آنکھیں نیلی ہوں گی۔ ان کے سینوں پر داغ دیئے جائیں گے۔ ان کے جسم پھول کر کھال پھدم آجائے گا۔ وہ ہلاکت چاہیں گے۔ جب اپنے اعمال ناموں اور ان میں لکھے ہوئے گناہوں کو دیکھیں گے، تو جان لیں گے، کہ جس قدر کبیرہ یا صغیرہ گناہ انھوں نے کیے وہ سب کے سب اس میں درج ہیں۔ کوئی گناہ ایسا نہیں جو درج ہونے سے رہ گیا ہو۔ ان کے دل سیاہ ہو جائیں گے، ان کا خوف اور غم بڑھ جائے گا۔ سرنگوں ہو جائیں گے، آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی۔ گردنیں نیچی ہوں گی اور دزدیدہ نظروں سے دوزخ کی طرف دیکھیں گے۔ آگ کی طرف سے آنکھیں ہٹائیں گے نہیں، اس لیے کہ وہ خوف ناک حادثہ سے دوچار ہونے والے ہوں گے۔ آگ کی طرف ان کی ٹکٹکی بندھی ہوگی۔ یہ حادثہ ان لوگوں کے دم کو روکنے والا، ڈرانے اور خوار کرنے والا ہوگا۔ وہ بے حد غم کریں گے، خون کے آنسو روئیں گے، اس وقت اللہ تعالےٰ کا بندہ ہونے کا اقرار کریں گے۔ اپنے گناہوں کا بھی اقرار کریں گے، وہ بدبختی، غم، عذاب اور آگ میں گرفتار ہوں گے۔

آں حضرتؐ نے فرمایا، اس وقت یہ لوگ اللہ تعالےٰ کے حضور زانو کے بل کھڑے ہو کر اپنے گناہوں کا

عذاب کی کیفیت:- خیال کریں گے، ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی، انھیں کچھ سجھائی نہ دے گا۔ دلوں میں خوف وہراس ہوگا۔ کانپتے ہوں گے، خوف کے مارے زبان بند ہو جائے گی، آپس کے تعلقات بھی منقطع ہو چکے ہوں گے، کوئی رشتہ دار کسی کی پروانہ کرے گا۔ نہ کسی سے کچھ پوچھے گا مصیبت اور اندوہ میں مبتلا ہوں گے۔ اس وقت وہ دنیا میں واپس جانے کی خواہش کریں گے، مگر کوئی جواب نہ پائیں گے۔ جس بات کو دنیا میں جھوٹ اور غلط جانتے تھے اس پر اب یقین آجائے گا۔ پیاس ایسی لگے گی کہ سیر نہ ہو سکیں گے اور بھوک بھی ایسی ہوگی کہ پیٹ نہیں بھرے گا۔ بدن ننگا ہوگا، غرض بے حد بدحال ہوں گے۔ کوئی یار مددگار

(حاشیہ ص۳۱۱ پر دیکھیے)

نہ ہوگا۔ خوشی سے محروم ہو کر غم و اندوہ میں گم ہو جائیں گے اپنی جانوں میں انھیں گھاٹا ہوگا۔ اہل و عیال میں نقصان زدہ ہوں گے۔ مال اور کسب میں نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا، جب لوگوں پر یہ کیفیت طاری ہوگی تو اللہ تعالےٰ دوزخ کے نگہبان فرشتوں کو حکم دے گا کہ دوزخ سے باہر آؤ، اپنے ہتھیار یعنی طوق، زنجیر اور کوڑے لے آؤ۔ فرشتے پہلے ہی سے دوزخ کے کنارے پر اللہ کے حکم کے منتظر کھڑے ہوں گے۔ جب یہ بدبخت لوگ ان فرشتوں، ان زنجیروں اور ان کپڑوں کو دیکھیں گے تو پشیمانی اور حسرت کے باعث اپنے ہاتھوں اور انگلیوں کو دانتوں سے کاٹیں گے اور اپنی ہلاکت کے لیے واویلا کریں گے۔ آنسو جاری ہوں گے ہاتھ پاؤں لرزتے ہوں گے۔ انھیں کسی بھلائی کی امید نہ رہے گی۔ تب اللہ تعالےٰ حکم دے گا کہ ان دوزخیوں کو پکڑ کر ان کی گردنوں میں طوق ڈال کر سخت زنجیروں سے جکڑ کر دوزخ میں دھکیل دیا جائے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا، جب اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو دوزخ میں ڈالنا چاہے گا تو فرشتوں کو حکم دے گا، کہ ان مردودوں کو پکڑ لو۔ چنانچہ ستر فرشتے دوڑ کر انھیں پکڑ لیں گے۔ مضبوط زنجیروں سے انھیں جکڑ دیا جائے گا۔ ان کی گردنوں میں بھاری طوق ہوں گے۔ نتھنوں میں زنجیریں ڈالی جائیں گی۔ انھیں پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹ گھسیٹ کر جمع کریں گے۔ پشت کی طرف ہو کر ان کے پاؤں کھینچیں گے اور صدمہ سے ان کی پیٹھ ٹوٹ جائے گی۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا، اس عذاب سے ان کی آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ گردن میں ورم آجائے گا، گردن کا گوشت جل جائے گا۔ لوگوں کا گوشت کٹ کٹ کر گرے گا۔ گردن میں آگ کے جو طوق پڑے ہوں گے، ان کی گرمی سے ان کے دماغ پکنے لگیں گے۔ مغز پگھل کر پھوٹ نکلے گا اور بہہ کر پاؤں تک جا پہنچے گا۔ ان کا چمڑا گل کر گر جائے گا۔ بدن پر نیل پڑ جائیں گے۔ بدن پک جائے گا۔ بدن سے پیپ جاری ہوگی۔ آتشیں طوق کے باعث ان کی گردن کنھوں سے کانوں تک بھر جائے گی۔ کان جل جائیں گے۔ ہونٹ کٹ جائیں گے، اس قدر شور مچائیں گے کہ ان کے دانت منہ سے باہر آجائیں گے۔ طوقوں سے آتشیں شعلے نکلتے ہوں گے۔ ان کی گرمی ان کی رگوں، ان کے پٹھوں اور خود میں پیوست ہو جائے گی۔ یہ طوق جوف[1] دار ہوں گے۔ اور ان کے جوف میں بھی آگ دھک رہی ہوگی۔ اس کی تپش دلوں کے اندر جا گھسے گی، جس سے دل کی کھال جل کر غائب ہو جائے گی۔ گرمی سے ان کا دم گھٹے گا۔ آوازیں بند ہو جائیں گی، بدن کا پوست فنا ہو جائے گا۔

جب یہ حالت ہوگی تو دوزخ کے فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ انھیں دوزخ کے کپڑے پہناؤ۔ فرشتے دوزخی کپڑے لے کر حاضر ہوں گے اور انھیں پہنا دیں گے۔ ان کپڑوں کا رنگ سیاہ اور ان سے بدبو آتی ہوگی۔ بہت سخت اور کرخت کپڑے ہوں گے، ان میں اس درجہ کی گرمی ہوگی کہ اگر پہاڑ پر رکھ دیئے جائیں تو پہاڑ گل رہ جائے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ دوزخ

(حاشیہ ۳۱۰ سے) مقصد یہ کہ ان کو کتنا ہی پانی پلایا جائے اور کتنی ہی خوراک کھلائی جائے گی، ان کی پیاس اور بھوک نہیں مٹے گی۔

[1] جوف بمعنی پیٹ یعنی طوق اندر سے خالی ہوگا۔ جس میں آگ بھری ہوگی۔

کے خزانچی کو حکم ہوگا کہ ان لوگوں کو اپنے اپنے رہنے کی جگہ پہنچا دو۔ پھر ان کے لیے زنجیریں لائی جائیں گی۔ جو پہلے سے زیادہ لمبی اور موٹی ہوں گی۔ ہر فرشتہ ایک ایک زنجیر سے ایک ایک گروہ کے آدمیوں کو مضبوط جکڑے گا۔ زنجیر کے دوسرے سرے کو ہر فرشتہ اپنی گردن میں لپیٹ کر دوزخی لوگوں کی طرف پیٹھ کرے گا۔ پھر دوزخ کی طرف منہ کر کے ان کو گھسیٹتا لے جائے گا۔ دوزخی اپنی شامت کے سبب اس کے پیچھے منہ کے بل گھسٹتے چلے جائیں گے۔ ہر گروہ کے پیچھے ستر ہزار فرشتے ہوں گے جن کے ہاتھ میں لوہے کی قمچیاں ہوں گی۔ ان قمچیوں سے دوزخیوں کو مارتے ہوئے دوزخ کے دروازے تک لے جائیں گے۔ وہاں پہنچ کر انھیں کھڑا کر کے کہیں گے یہ وہی آگ ہے جسے دنیا میں تم جھٹلاتے تھے۔ اب بتاؤ کہ کیا یہ جادو ہے؟ اسے دیکھتے ہو یا نہیں؟ اب اس کے اندر جا کر اپنے کیے کی سزا پاؤ، خواہ اس مصیبت میں صبر کرو خواہ نہ کرو بہرحال اپنے کیے کی سزا بھگتنا ہوگی۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ ان لوگوں کو دوزخ کے دروازے پر کھڑا کرنے کے بعد دروازے کھول دیئے جائیں گے، پردہ اٹھا دیا جائے گا۔ دوزخ جوش میں آئے گی، اس کے شعلے بلند ہوں گے۔ سخت دھواں اٹھے گا۔ شعلوں سے چنگاریاں نکلیں گی، جن کی تعداد آسمان کے ستاروں کے برابر ہوگی۔ یہ شعلے آگ برساتے آسمان پر اتنا اونچا اٹھیں گے جس قدر سال کی راہ کا فاصلہ ہوتا ہے۔ پھر وہاں سے لوٹ کر ان بدبختوں کے سروں پر بوچھاڑ کی صورت میں آپڑیں گے جس سے ان کے سر کے بال جل کر کھوپریاں نکل آئیں گی (ان کے صدمہ سے ان کے سر ٹوٹ جائیں گے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ پھر دوزخ ان لوگوں کو بلند آواز سے پکارے گی "اے اہل دوزخ اب تم میری طرف آؤ۔ اے اہل دوزخ! اب تم میری طرف آؤ! میں اللہ تعالےٰ کی عزت کی قسم کھا کر کہتی ہوں، کہ تم سے ضرور بدلا لوں گی" پھر کہے گی "میں پروردگار کی حمد و ثنا کرتی ہوں، جس نے مجھے اس قدر غضب ناک بنایا اور اپنے دشمنوں سے بدلا لینے کا ذریعہ ٹھہرایا۔ اے میرے اللہ! میری گرمی زیادہ کر دے۔ گرمی پر اور گرمی بڑھا دے، میری تپش اور قوت میں اور زیادہ اضافہ کر دے" آنحضرتؐ نے فرمایا پھر اس دوزخ سے فرشتے نکلیں گے اور ان لوگوں کو گروہ در گروہ پکڑ کر منہ کے بل دوزخ میں پھینکیں گے اور وہ سر کے بل دوزخ کی گہرائی میں جا گریں گے۔ ان کے سر دوزخ کے پہاڑوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں گے اور یہ لوگ ستر سال کے راستہ کی دوری پر جا گریں گے۔ اس دوران میں ستر مرتبہ ان کا پوست بدلا جائے گا (تاکہ بار بار عذاب محسوس کریں)

دوزخ کے پہاڑوں پر انھیں کھانے کے لیے پہلا لقمہ جو ملے گا، وہ کانٹے دار، سخت کڑوی اور نہایت گرم تھوہر ہوگی۔ یہ اس لقمہ کو چباتے ہی ہوں گے، کہ عذاب کے فرشتے آپہنچیں گے، ان کے ہاتھ میں لوہے کی قمچیاں ہوں گی، جن سے وہ اتنے ہی انھیں مارنے لگیں گے۔ ان کی ضرب سے ان کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی۔ پھر انھیں پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے سر کے بل دوزخ میں پھینک دیں گے اور ستر سال کے راستے کے برابر فاصلہ تک دوزخ کی گہرائی میں چلے جائیں گے، اور جلتے جاتے پھر ان پہاڑوں کے دروں میں جا پہنچیں گے۔

اس دوران میں پھر ستر مرتبہ ان کا پوست بدلا جائے گا، زقوم کا لقمہ ابھی تک ان کے منہ میں ہی ہوگا، اسے نگل نہ

سکیں گے، لقمہ اور دل دونوں ان کے گلے میں جمع ہو جائیں گے جس سے ان کا دم بھی بند ہو جائے گا۔ وہ شور کریں گے، پانی مانگیں گے۔ پہاڑوں کے دروں میں ندیاں اور نہریں جاری ہیں ان کا پانی دوزخ میں پڑتا ہے۔ اس حالت میں یہ سب لوگ ان ندیوں کی طرف جائیں گے، پیاس کے سبب ندیوں میں منہ کے بل گر جائیں گے، ان سے پانی پئیں گے، مگر وہ اس قدر گرم ہوگا کہ ان کے منہ کا پوست پگھل کر ان ندیوں میں گر جائے گا۔ وہ اس پانی کو پی نہ سکیں گے۔ ان نہروں پر یہ حالت ہوگی تو وہاں سے بھاگنا چاہیں گے، مگر فوراً ہی دوزخ کے فرشتے آجائیں گے۔ گو یہ لوگ پہلے ہی منہ کے بل گرے ہوں گے تاہم دوزخ کے فرشتے آتے ہی انھیں مارنا شروع کر دیں گے، مار مار کر ہڈیاں چور کر دیں گے، پھر پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹیں گے اور باہر لا کر دوزخ میں ڈال دیں گے، پھر یہ لوگ اوندھے منہ ایک سو چالیس برس کی راہ تک اُتشیں شعلوں اور ان کے سخت دھوئیں میں عذاب بھگتتے رہیں گے۔ دوزخ کے نالوں میں اترنے سے قبل ہر شخص کا پوست ستر دفعہ بدلا جائے گا۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا، دوزخ کی یہ ندیاں چشموں میں جا ملتی ہیں، ان سے پینے کے لیے پانی ملے گا ہجو اس قدر گرم ہوگا کہ پینے سے پیٹ جل جائے گا۔ اللہ تعالےٰ سات مرتبہ دوزخیوں کے چمڑے بدلے گا۔ جب یہ پانی دوزخیوں کی انتڑیوں میں جائے گا تو انھیں کاٹ ڈالے گا۔ وہ اس کی گرمی میں گل کر پاخانہ کے مقام سے بہہ کر باہر آجائیں گی۔ جو پانی اندر رہ جائے گا وہ ان کی رگوں میں سرایت کر جائے گا۔ ان کا گوشت جلا دے گا۔ ہڈیوں کو توڑ کر پگھلا دے گا۔ اس اثنا میں دوزخ کے فرشتے آجائیں گے، وہ دوزخیوں کے منہ سر اور پیٹھ پر قمچیاں ماریں گے۔ ہر قمچی کی تین سو ساٹھ شاخیں ہوں گی۔ جب سر پر ماریں گے تو کھوپریاں اکھڑ جائیں گی۔ پیٹھ پر مار مار کر اسے توڑ دیں گے۔ پھر منہ کے بل گھسیٹ کر آگ میں لے جائیں گے۔ دوزخ کے عین درمیان تک پہنچا دیں گے۔ ان کی جلد سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے۔ کانوں اور نتھنوں سے بھی آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے۔ ان کی ہڈیوں میں شگاف پڑ جائیں گے، بدن زخمی ہو جائے گا۔ ان کے زخموں سے پیپ بہتی ہوگی۔ آنکھیں باہر نکل کر رخساروں پر لٹکتی ہوں گی۔ ان کے جھوٹے خداؤں اور شیطانوں کے ساتھ انھیں تنگ مکان میں بند کر دیا جائے گا۔ جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔ اور جن سے فریاد رسی چاہتے تھے (جب ان پر عذاب کی اس قدر سختی ہوگی) تو دعا مانگیں گے کہ اللہ تو ہمیں ہلاک کر دے۔ اس وقت حکم ہوگا کہ ان کا مال لاؤ اور دوزخ کی آگ میں اسے گرم کرو، چنانچہ مال لا کر گرم کیا جائے گا۔ اس سے ان کی پیشانی اور پہلوؤں پر داغ دیئے جائیں گے۔ پھر یہی گرم کیا ہوا مال ان کی پیٹھ پر رکھا جائے گا جو پیٹھ کو توڑ کر پیٹ میں سے ہوتا ہوا دوسری طرف نکل جائے گا۔

یہ دوزخی شیطانوں کے ساتھی ہوں گے۔ ان کے گناہوں کے پتھر جو پہاڑ جیسے ہوں گے ان پر رکھ دیئے جائیں گے تاکہ سخت عذاب اٹھائیں، اور ان کے جسم میں عذاب برداشت کرنے کی گنجائش زیادہ ہو۔ ان کی قد و قامت بھی بڑھ جائے گی۔ ہر آدمی کی لمبائی ایک ماہ کا راستہ ہوگی اور چوڑائی پانچ روز کا راستہ، موٹائی تین روز کی مسافت کے برابر ہوگی۔ ان میں سے ہر ایک کا سر اقراع کے برابر ہوگا جو شام کی سرحد کے قریب ایک پہاڑ ہے۔

ہر دوزخی کے منہ میں بتیس دانت ہوں گے۔ بعض سر میں سے باہر نکلے ہوں گے، بعض ڈاڑھی کے نیچے سے۔ اس کی ناک ایک ٹیلے کے برابر ہوگی۔ بال صنوبر کے درخت کے برابر موٹے اور لمبے ہوں گے۔ وہ دنیا کے جنگلوں کے برابر گھنے ہوں گے۔ ہر دوزخی

کا اوپر کا ہونٹ اوپر چڑھا ہوگا اور نچلا ہونٹ نوے گز نیچے لٹک رہا ہوگا۔ ہاتھوں کی لمبائی دس روز کی راہ کے برابر ہوگی۔ موٹائی ایک دن کی مسافت کے برابر۔ اس کی ران درمیان پہاڑ کے برابر ہوگی۔ چمڑا چالیس گز موٹا ہوگا۔ یہ وہاں کے گز ہوں گے۔ پنڈلی کی لمبائی پانچ رات کی مسافت کے برابر ہوگی۔ موٹائی ایک دن کی مسافت کے برابر آنکھ کا ڈھیلا کوہ حرا کے برابر ہوگا۔ (حرا مکہ میں ایک پہاڑ ہے)

دوزخیوں کے سروں پر پگھلا ہوا تانبا ڈالا جائے گا جس سے آتشیں شعلے نکلتے ہوں گے۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ اس اللہ کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر دوزخی کو جن زنجیروں میں جکڑا اور کھینچا جاتا ہے، وہ اس نے پہن رکھی ہوں، گردن میں طوق پڑے ہوں، پاؤں میں بیڑیاں، اس حالت میں وہ باہر آجائے اور مخلوق اسے دیکھے تو دیکھتے ہی بے قابو ہو کر بھاگ جائے اور ایسی جگہ جا چھپے جہاں سے وہ نظر نہ آسکے۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا، دوزخ کی گرمی، اس کے غم و غصہ اور اس کے عذابوں سے ان لوگوں کا گوشت سیاہ ہو جائے گا ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی، دماغ جوش مارتا ہوگا، بھیجا پگھل کر جسم پر بہتا ہوگا، جہاں سے گزرے گا اس جگہ کو جلا دے گا۔ ان کا ہر جوڑ الگ ہو کر اس سے پیپ بہتی ہوگی۔ بدن میں کیڑے پڑ جائیں گے، وہ جسم کو کھا کر گدھے کے برابر موٹے ہو جائیں گے۔ ان کیڑوں کے ناخن عقاب اور گدھوں جیسے ہوں گے، جو ان لوگوں کے گوشت اور پوست میں پیوست ہو جائیں گے۔ اٹھیں کاٹیں گے۔ اس کے صدمے سے وہ شور و غل مچائیں گے۔ وہ کیڑے خوف زدہ وحشی جانور کی طرح دوڑتے ہوں گے۔ دوزخیوں کا خون پئیں گے اور انھیں کا گوشت کھائیں گے، کیوں کہ اس کے سوا ان کی اور کوئی غذا نہ ہوگی۔

اس کے بعد ان لوگوں کو فرشتے پکڑ لیں گے، آگ کے انگاروں اور پتھروں پر انھیں منہ کے بل گھسٹیں گے۔ یہ انگارے نہایت تیز اور تیر کی طرح نوک دار ہوں گے، فرشتے انھیں گھسیٹتے ہوئے دریا کی طرف لے جائیں گے۔ یہ دریا ستر سال کی مسافت کے برابر لمبا ہوگا۔ دریا تک پہنچتے پہنچتے ان کا ہر جوڑ جدا ہو جائے گا۔ اس غرض سے، کہ وہ روزانہ زیادہ سے زیادہ عذاب اٹھائیں گے، ان کے چمڑے کو ستر دفعہ بدلا جائے گا۔ جب انھیں دوزخ کے دریا کے نگہبانوں کے پاس لے جائیں گے تو وہ فوراً انھیں اس میں ڈال دیں گے۔ پاؤں سے گھسیٹتے ہوئے آگ کے دریا میں پھینک دیں گے۔ یہ دریا اتنا گہرا ہے کہ اس کی تہ کو ناپا نہیں جا سکتا۔ اس کی گہرائی کا علم اس کو ہے جس نے اسے پیدا کیا۔ تورات میں آیا ہے کہ دنیا کا دریا دوزخ کے دریا کے سامنے ایک چھوٹے چشمہ کے برابر ہے، جو اکثر دریاؤں کے کنارے جاری رہتا ہے۔ جب دوزخی اس دریا میں ڈالے جائیں گے، اس کے عذاب کو چکھیں گے تو بعض دوزخی دوسروں سے کہیں گے کہ اس سے قبل ہم نے جو عذاب چکھا تھا وہ اس عذاب کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا، اس دریا میں ان لوگوں کو ایک مرتبہ غوطہ دیا جائے گا، پھر نکال کر جلتے ہوئے ستر کلاح کی دوری پر پھینک دیا جائے گا۔ ہر کلاح سورج کے نکلنے اور غروب ہونے کے راستہ کی دوری کے برابر ہے۔ پھر فرشتے اسے قمچیاں مارتے ہوئے دریا میں پھینک دیں گے وہ اس قدر نیچے تک غوطہ کھائے گا، جس قدر ستر سال کے راستے کی دوری ہوتی ہے۔ وہ

اسی آتشیں دریا میں سے کھائیں گے۔ ایک سو چالیس سال کے بعد پانی کے اوپر ابھریں گے۔ اُن میں سے کوئی شخص ذرا دم لینا چاہے گا تو فرشتے دوڑ کر آ پہنچیں گے اور پھر اسے قمچیوں سے ماریں گے۔ اس پر مستزاد یہ ہوگا، کہ سر اٹھائیں گے، تو ستر ہزار قمچیاں سر پر پڑیں گی، پھر دریا میں غرق کر دیئے جائیں گے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ جب تک اللہ تعالےٰ چاہے گا، اس دریا میں انھیں رکھے گا۔ دریا کے نہنگ ان کا گوشت پوست کھائیں گے، صرف روحیں باقی رہ جائیں گی، جو کئی برس تک موج مارتی ہوئی لہروں پر بہتی رہیں گی۔ پھر یہ دریا انھیں خشک کنارے پر پھینک دے گا۔ اس کنارے پر ستر ہزار غار ہیں اور ہر غار میں ستر ہزار دراڑیں ہیں۔ ہر دراڑ میں ستر سال کی راہ کا فاصلہ ہے، ہر دراڑ میں ستر ہزار اژدہا ہوں گے۔ ہر اژدہا کی لمبائی ستر گز ہوگی، ہر اژدہا کے سر میں ستر بھڑیں بھری ہوں گی، ہر بھڑ میں زہر کا ایک تودا بھرا ہوگا، ہر اژدہا کے منہ میں ہزار بچھو ہوں گے، ہر بچھو کی پیٹھ پر ستر مہرے ہیں، ہر مہرے کی پیٹھ میں زہر کا تودہ ہے۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ اس دریا میں سے روحیں نکل کر ان غاروں کی طرف آتی ہیں، جہاں انھیں نئے سرے سے جسم اور پوست اور آہنی زیور دیا جاتا ہے، پھر یہ سانپ اور بچھو ان لوگوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ہر شخص کو ستر ہزار سانپ اور ستر ہزار بچھو چمٹ جاتے ہیں، وہ ان دوزخیوں کو کاٹتے ہیں اور وہ اسے برداشت کرتے ہیں، وہ گھٹنوں تک آجاتے ہیں، پھر رفتہ رفتہ گلے کی ہنسلی تک آجاتے ہیں۔ پھر گردن کی ہڈی تک جا پہنچتے ہیں۔ پھر ناک کے سوراخوں میں پہنچ جاتے ہیں، ہونٹ زبان کانوں سے چمٹ جاتے ہیں۔ اس وقت یہ لوگ آہ وزاری کرتے ہیں، مگر دوزخ کی طرف جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ وہ دوزخ کی طرف بھاگتے ہیں، اور اوندھے سیدھے دوزخ میں جا گرتے ہیں، جہاں سانپ ان کا گوشت کھاتے اور خون پیتے ہیں۔ بچھو کے کاٹنے سے انھیں عذاب پہنچتا ہے۔ ان کے زہر سے ان کا گوشت گل کر گر جاتا ہے اور جوڑ الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ اس زہر کا اثر دوزخ کی آگ پر بھی ہوتا ہے اور وہ ستر سال تک ان کو جلا نہیں سکتی، اس کے بعد ستر سال تک جلاتی رہتی ہے۔ جب پہلا چمڑا جل جاتا ہے تو اسے نئے چمڑے سے بدل دیا جاتا ہے۔

کھانا مانگنے پر فرشتے دوزخیوں کے لیے کھانا لے کر آتے ہیں، جو ضریع کہلاتا ہے۔ یہ لوہے سے زیادہ خشک اور سخت ہوتا ہے، اسے چبا کر نگل نہیں سکتے، مجبوراً اگل دیتے ہیں۔ بھوک کی شدت سے اپنے ہاتھ کاٹتے ہیں۔ پہلے انگلیاں کھا لیتے ہیں، پھر ہتھیلیاں چٹ کر جاتے ہیں" اور آگے کھاتے کھاتے کہنیوں تک بازو کھا جاتے ہیں، پھر کندھوں تک صفایا کر جاتے ہیں، صرف سر اور کندھے باقی رہ جاتے ہیں، چنانچہ کندھے کے آس پاس جہاں تک منہ پہنچتا ہے کھا جاتے ہیں۔

پھر دوزخ کے فرشتے انھیں پکڑ لیتے ہیں اور پیلیوں کی طرف سے زقوم کے درخت کے آہنی کانٹوں میں لٹکا دیتے ہیں۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ اس درخت کی ہر شاخ میں ستر ہزار دوزخی لٹکائے جائیں گے۔ گو ان کا بہت زیادہ گوشت ہوگا۔ پھر بھی شاخیں نہ جھکیں گی۔ جب وہ اس طرح سر کے بل لٹکے ہوں گے ان کے نیچے دوزخ کی آگ بھڑکائی جائے گی اور دوزخ کی آگ کی گرمی ان کے منہ میں ستر سال تک پہنچتی رہے گی، جس سے ان کا سارا جسم گل جائے گا اور نیچے آگ کے شعلے

بھڑکائے جائیں گے۔ آگ ان کے پاخانہ کے راستے گزر کر دلوں تک جا پہنچے گی۔ ان کے ناک کے سوراخ، منہ اور کانوں سے ستر سال تک آگ کے شعلے نکلتے رہیں گے، ان کی ہڈیاں اور گوشت سب کچھ جل جائے گا، صرف روحیں باقی رہ جائیں گی، انھیں چھوڑ دیا جائے گا، پوست اور ہڈیاں نئے سرے سے درست کر دی جائیں گی، پھر انھیں آنکھوں کے بل لٹائیں گے اور ہمیشہ اسی طرح عذاب پائیں گے، یہاں تک کہ کوئی دوسرا جوڑ یا عضو باقی نہ رہے گا، جس کے بل ستر سال تک انھیں لٹکایا نہ جائے گا۔ اسی طرح سر کے ہر بال کے بل لٹکائے جائیں گے۔ پھر ان کے ہر جوڑ میں موت آئے گی مگر وہ نہ مریں گے پھر انھیں اور سخت عذاب دیا جائے گا۔

جب، ایسے تمام عذاب بھگت چکیں گے، تو فرشتے آکر ہر دوزخی کو زنجیر سے باندھ کر منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے اس کے ٹھہرنے کی جگہ لے جائیں گے۔ آں حضرتؐ کا ارشاد ہے کہ ان کے اعمال کے مطابق دوزخ میں ان کے لیے گھر بنائے گئے ہیں۔ بعض کو ایک ماہ کے راستہ کی لمبائی کے برابر گھر دیئے جائیں گے۔ ان کی چوڑائی اس آگ کے برابر ہوگی جو ان کے لیے جلائی گئی۔ اس گھر میں صرف گھر کا مالک (وہ خود ہی) رہتا ہے اور کوئی اس کے پاس نہیں جاتا۔ بعض کو ایسے گھر دیئے جائیں گے جن کی لمبائی اور چوڑائی انیس راتوں کی مسافت کے برابر ہوگی۔ ان کے مکانوں کے درجے گھٹتے اور تنگ ہوتے جاتے ہیں۔ ایک دوزخی کو ایک دن کے راستہ کے برابر لمبا چوڑا گھر بھی ملتا ہے اور اسے اس گھر کی کشادگی کے برابر عذاب بھی۔ بعض کو چت گرا کر اور بعض کو بٹھا کر عذاب دیا جاتا ہے۔ بعض زانو کے بل کر اور بعض کھڑے ہو کر عذاب پاتے ہیں، بعض کو الٹا اور پیٹ کے بل اوندھا کر کے عذاب دیا جاتا ہے۔

اہل دوزخ پر عذاب کی شدت سے ان کے سب گھر تنگ ہو جاتے ہیں اور نیزے کی نوک سے زیادہ تیز ہوتے ہیں۔ بعض کے ٹخنوں بعض کی رانوں اور بعض کی کمر تک آگ ہوگی۔ بعض کی ناف تک پہنچی ہوگی۔ بعض گلے کی ہنسلی تک آگ میں ڈوبے ہوں گے، بعض آگ میں بالکل غرق ہی ہو گئے ہوں گے۔

جب یہ آگ جوش میں آئے گی اور انھیں چکر دے گی، تو اپنی تہہ میں ایک ماہ کی مسافت کے برابر نیچے لے جائے گی۔ دوزخی لوگ اپنے گھروں میں پہنچ کر اپنے عزیزوں سے بھی ملتے ہیں، زار زار روتے ہیں، یہاں تک کہ آنکھوں میں آنسو خشک ہو جاتے ہیں، ان کی جگہ خون نکلنے لگتا ہے اور اتنا نکلتا ہے کہ ان میں کشتیاں تیر سکتی ہیں۔

دوزخیوں کی فریادیں:- آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ دوزخی ایک دن دوزخ کی تہہ میں اکٹھے ہوں گے، اس دن اللہ کی طرف سے ایک پکارنے والا ان سے کہے گا کہ اکٹھے ہو جاؤ۔ سب لوگ اس کی آواز کو سنیں گے۔ آواز دینے والے کا نام حشر ہے۔ یہ لوگ دوزخ میں جمع ہو جائیں گے، نگہبان ان کے ساتھ رہیں گے۔ یہ لوگ آپس میں مشورہ کریں گے۔ ان میں جو کمزور ہوں گے وہ مغرور اور متکبر دوزخیوں سے کہیں گے کہ دنیا میں ہم تمھارے تابع تھے، کیا تم اللہ سے اس عذاب میں کوئی کمی کرا سکتے ہو؟ مغرور دوزخی جواب دیں گے کہ ہم اپنے اپنے حال میں گرفتار ہیں، خدا نے اپنے بندوں کے لیے جو حکم دیا تھا وہ ہم تھا۔

اس کے بعد مغرور دوزخی ان عاجزوں سے کہیں گے، تم ہم سے مدد چاہتے ہو، تمھیں خوشی نصیب نہ ہو۔ اس کے جواب

میں کمزور کہیں گے کہ تمھیں بھی خوشی نصیب نہ ہو اس لیے کہ تمھاری ہی وجہ سے ہم اس عذاب میں مبتلا ہوئے۔ پھر کمزور لوگ دعا مانگیں گے کہ اے اللہ! جن لوگوں کی وجہ سے ہم اس عذاب میں مبتلا ہوئے، ان کا عذاب دگنا کر دے۔ اس پر وہ لوگ جواب دیں گے کہ اگر خدا ہمیں سیدھا راستہ دکھا دیتا تو ہم تمھیں بھی اس راہ پر چلاتے۔ ضعیف لوگ جواب دیں گے تم جھوٹ کہتے ہو۔ تم نے ہمارے ساتھ مکر اور فریب سے کام لیا۔ تم نے ہمیں بھی خدا کے ساتھ کفر اور شرک کرنے کو کہا۔ اس لیے ہم تم سے بھی بیزار ہیں اور تمھاری اس بات سے بھی جس کی طرف تم دنیا میں ہمیں بلاتے تھے۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ اس کے بعد دوزخی لوگ اپنے نزدیکی شیطانوں سے مخاطب ہوں گے، انھیں ملامت کریں گے کہ تم نے ہمیں گمراہ کر کے اس عذاب میں ڈالا۔ شیطان بلند آواز سے کہیں گے، اے اہل دوزخ، خدا نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا۔ تمھیں اپنی طرف بلایا تھا، مگر تم نے اس کے وعدے کو جھوٹ سمجھا اور اس کی طرف رجوع نہ ہوئے۔ میں نے جو وعدہ کیا تھا وہ جھوٹا تھا۔ میرے اختیار میں اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ تمھیں باطل کی طرف بلاؤں، چنانچہ تم نے میرا حکم مان لیا۔ اب مجھے ملامت کرنے کی بجائے اپنے آپ کو ملامت کرو۔ تم میرے اور میں تمھارا فریادرس نہیں۔ میں آج تمھیں کافر کہوں گا، تم نے اللہ کو چھوڑ کر میری عبادت کی۔

اس کے بعد پکارنے والا کہے گا کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہو، سو یہ ضعیف دوزخی بھی کہیں گے کہ مغرور اور متکبر دوزخیوں پر لعنت ہو۔ مغرور اور متکبر دوزخی ان ضعیفوں کو لعنت، ملامت کریں گے اور شیطانوں سے کہیں گے کیا ہی اچھا ہوتا اگر تمھارے اور ہمارے درمیان مشرق اور مغرب کے برابر دوری ہوتی۔ تمھاری نزدیکی آج ہمارے لیے برائی کا باعث بنی۔ دنیا میں بھی تم ہمارے بُرے نائب تھے۔

اس کے بعد دوزخی ایک دوسرے سے کہیں گے آؤ دوزخ کے خزانچیوں کے پاس جائیں تاکہ وہ اللہ کے ہاں ہماری سفارش کریں اور ایک ہی دن کا عذاب ہمیں معاف کر دیا جائے۔ آں حضرت صلعم نے فرمایا، انھیں ہر حالت میں عذاب دیا جائے گا۔ دوزخ کے خزانچی ستر سال کے بعد انھیں جواب دیں گے۔ ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمھارے پاس پیغمبر نہیں بھیجے گئے تھے؟ وہ کہیں گے ہاں بھیجے گئے تھے۔ پھر وہ جواب دیں گے ہم کچھ نہیں کر سکتے، خدا سے دعا کرو۔ کافروں کی دعا گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔ جب دوزخ کے خزانچی کچھ نہ کریں گے تو وہ ان کے سردار کے پاس جائیں گے، جو دوزخ کا مالک ہے۔ اس سے کہیں گے کہ ہمارے لیے اللہ کے ہاں دعا کرو کہ وہ ہمیں موت دے دے۔ دوزخ کا مالک جواب دینے میں اتنی تاخیر کرے گا جتنا دنیا کو قیام ہے اور جواب اگر دے گا تو صرف یہ کہ تم بہت مدت تک یہاں (دوزخ میں) رہو گے اور تمھیں موت نہ آئے گی۔

جب دوزخ کے مالک سے بھی مایوس ہو جائیں گے، تو خدا سے دعا کریں گے کہ اے اللہ! ہمیں دوزخ سے نکال لے! ہم پھر کبھی خلاف نہ کریں گے، تیری نافرمانی نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ستر سال تک انھیں کچھ جواب نہ دے گا۔ اس کے بعد اس طرح جواب دے گا جیسے کتوں کو دھتکارتے ہیں، کہ دور ہو جاؤ، میرے ساتھ کلام نہ کرو۔

جب وہ جان لیں گے کہ خدا بھی ان سے کلام نہیں کرتا تو ایک دوسرے سے کہیں گے ہم خواہ روئیں خواہ صبر کریں، خلاصی

نہ ہوگی، نہ کوئی سفارش کرے گا، نہ کوئی غم خواری کرے گا۔ اگر اس عذاب سے رہائی مل جاتی تو ہم ہمیشہ ایمان پر ثابت قدم رہتے، مگر افسوس ہے کہ رہائی کی کوئی صورت نہیں۔

پھر فرشتے انھیں پکڑ کر اپنے مکان پر لے جائیں گے، وہاں پہنچیں گے تو حالت یہ ہوگی کہ ان کے پاؤں لرزتے ہوں گے اور ہر طرف عذاب ہی عذاب نظر آئے گا۔ اللہ کی رحمت سے مایوس ہوں گے اور سخت غم واندوہ میں مبتلا ہوں گے۔ بڑی ذلت اور رسوائی کا شکار ہوں گے، جو وقت دنیا میں کھو چکے تھے اس پر پچھتائیں گے۔ جن لوگوں نے ان کی پیروی کی تھی ان کے گناہوں کا بھی بوجھ اٹھانے کے لیے اپنی گردنیں جھکا دیں گے، کیوں کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔ ان کے عذاب میں کوئی کمی نہ کی جائے گی۔ ان کے عذابوں کی تعداد زمین کے ذرات اور دریا کے قطروں سے بھی زیادہ ہے۔ ان کے نگہبان ہر وقت ان پر حکم چلاتے رہیں گے۔ وہ بہت سختی سے بات کرتے ہیں۔ ان کے جسم بڑے اور وہ دیو ہیکل ہیں۔ ان کے منہ سے بجلی جیسی چمک نکلتی ہے اور آنکھیں انگاروں کی طرح دہکتی ہیں۔ آگ کی طرح سرخ رنگ ہیں، دانت لمبے اور ہونٹوں سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ بیل کے سینگوں جیسے ناخن رکھتے ہیں۔ ہاتھوں میں جلتی ہوئی قمچیاں ہوں گی جسے اگر پہاڑ پر ماریں تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ یہ نگہبان گناہ گاروں کے سروں پر یہ قمچیاں ماریں گے، جس کے صدمہ سے وہ خون کے آنسو روئیں گے۔ دوزخی لوگ فرشتوں کو بلائیں گے، مگر وہ کچھ جواب نہ دیں گے، یہ روئیں گے، مگر فرشتے ان پر ترس نہ کھائیں گے۔ یہ لوگ ٹھنڈا پانی مانگیں گے، تو وہ پگھلے ہوئے تانبے کا گرم پانی دیں گے، جس سے ان کا منہ جھلس جائے گا۔

آں حضرتؐ نے فرمایا اہل دوزخ پر روزانہ ابر چھاتا ہے جس میں آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی بجلیاں ہوتی ہیں، اس میں کڑک ایسی ہوتی ہے کہ اس سے پیٹھ ٹوٹ جاتی ہے۔ اس قدر تاریکی چھا جاتی ہے کہ وہ دوزخ کے نگہبان دکھائی نہیں دیتے۔ یہ ابر ان پر چھا جاتا ہے، تو اس وقت سخت اور رلانے والی آواز کے ساتھ ان سے پوچھا جاتا ہے کیا تم چاہتے ہو کہ یہ ابر تم پر برسایا جائے؟ وہ کہتے ہیں ہاں! کیوں کہ ہم ٹھنڈا پانی پینا چاہتے ہیں۔ تب ابر ان پر برسے گا مگر پانی کی بجائے پتھر برسائے گا جو ان کے سروں کو توڑ دیں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد پتھروں کی بجائے گرم پانی، کوئلہ، لوہا اور کانٹے برستے ہیں، اس کے بعد سانپ، بچھو، کیڑے مکوڑے اور گرم پانی کی بوچھاڑ ہونے لگتی ہے۔

حضور صلعم نے فرمایا "یہ سبب دوزخ کے دریا تپش سے جوش مارتے ہیں، تو غضب ناک موجیں اٹھتی ہیں جو دوزخ کے پہاڑوں، گڑھوں اور دوزخ کے مکینوں کو غرق کر دیتی ہیں۔ آں حضرت صلعم نے فرمایا کہ دوزخ میں گنہگار لوگ یا جو کچھ بھی ہیں، دوزخ ان پر غضب ناک ہوتی ہے اور لمبی لمبی سانسیں لے کر ان کو نگل جاتی ہے۔ دوزخ یہ چیزیں انھیں پیش کرتی ہے۔ آگ کے شعلے، دھواں، گرم ہوا، گرم پانی، حرارت، سوزش، سختی، کیوں کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ان پر عذاب نازل ہوتا ہے۔

ہم اللہ تعالےٰ سے بُرے اعمال، دوزخ اور اہل دوزخ سے پناہ چاہتے ہیں۔ اے ہمارے رب! ہمیں دوزخ کے حوضوں کے قریب تک نہ لے جا، نہ دوزخ کے طوق پہنا نہ دوزخ کے کپڑے۔ نہ کھانے کے لیے زقوم دے نہ گرم پانی، نہ ہم پر دوزخ کے نگہبان مقرر کر، نہ ہی دوزخ کی آگ جو ہماری خوراک بنا۔ ہمیں اپنے فضل وکرم سے صحیح سلامت پل صراط سے گزار۔ دوزخ کے شعلوں

اور فراروں سے ہمیں بچا۔ اس کے دھوئیں اور عذاب کی سختی سے محفوظ رکھ۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا "دوزخ کا اگر ایک چھوٹا سا دروازہ ہی مغرب کی طرف کھول دیا جائے تو اس کی گرمی اس قدر ہو گی کہ مشرق کی طرف کے پہاڑ بھی جل جائیں گے اور اس طرح بہنے لگیں گے جیسے تانبا آگ سے پگھل کر بہنے لگتا ہے۔ اگر دوزخ کی ایک چنگاری اٹھ کر مغرب میں جا گرے تو جو لوگ مشرق میں ہیں، ان کے دماغ بھی گرمی سے پک جائیں اور ان کا بھیجا پھوٹ کر بدن پر بہنے لگے۔ دوزخیوں کے لیے کم سے کم عذاب یہ ہو گا" کہ انھیں آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی۔ جس کی گرمی سے ان کے دماغ جوش مارنے لگیں گے۔ دوزخ کے قریب رہنے والوں کو دوزخ کے پتھروں پر ڈالا جاتا ہے۔ یہ پتھر اس قدر گرم ہوتے ہیں کہ دوزخی تڑپنے لگتے ہیں جیسے بھاڑ کے اندر دانہ تڑپتا ہے۔ اس حالت میں ایک پتھر سے ٹھوکر کر دوسرے پتھر پر جا گرتے ہیں۔ اسی طرح سب اہل دوزخ کو اپنے اپنے اعمال کے مطابق عذاب دیا جاتا ہے۔

زانی اور زانیہ کی سزا:- ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے بُرے اعمال کی معافی چاہتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا، جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت نہیں کرتے، انھیں دوزخ میں انھیں شرم گاہوں کے بل لٹکا یا جائے گا اور دنیا کے قیام کے عرصہ تک لٹکے رہیں گے۔ ان کے جسم گل سڑ کر بہہ جائیں گے، صرف روح باقی رہے گی، اسے نیا چمڑا اور ہڈیاں دی جائیں گی۔ اور پھر پہلے کی طرح عذاب ملنا شروع ہو جائے گا۔ جتنی مدت وہ دنیا میں رہے اتنی مدت تک ستر ہزار فرشتے انھیں مارتے چلے جائیں گے۔ ان کا جسم، چمڑا اور ہڈیاں گل جائیں گی، صرف روح باقی رہے گی۔ زانی اور زانیہ کا یہی حال ہو گا۔

چوری کی سزا:- چوری کرنے والوں کا ایک ایک جوڑ کاٹ دیا جائے گا۔ جب وہ تکلیف اور عذاب اٹھا کر سب جوڑ کٹوا چکیں گے تو انھیں پھر سے درست کر دیا جائے گا۔ پھر کاٹنا شروع کریں گے، اور پہلے کی طرح عذاب پائیں گے۔ اس کے علاوہ ہر چور کے پاس ستر ہزار فرشتے آئیں گے، ان کے ہاتھ میں بڑے بڑے چھرے ہوں گے، جن سے اسے عذاب دیں گے۔

جھوٹی گواہی کی سزا:- جھوٹی گواہی دینے والوں کو زبان کے بل لٹکا یا جائے گا۔ ہر شخص کو ستر ہزار فرشتے کوڑوں سے ماریں گے یہاں تک کہ ان کے بدن پگھل جائیں گے، صرف روح باقی رہ جائے گی۔

مشرکوں کی سزا:- جو لوگ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں، انھیں دوزخ کے غاروں میں بند کر دیا جائے گا۔ ان غاروں میں بڑے بڑے سانپ اور بچھو ہوں گے، اور یہ غاریں آگ کی چنگاریوں، شعلوں اور دھوئیں سے بھری ہوں گی ان سب چیزوں کا عذاب اٹھائیں گے۔ ہر ساعت میں ان کا گوشت پوست ستر دفعہ بدلا جائے گا۔

ظالموں کی سزا:- جابروں، ظالموں اور مغروروں کو آگ کے صندوقوں میں ڈال کر قفل لگا دیا جائے گا۔ یہ صندوق دوزخ کے سب سے نچلے درجہ میں پھینک دیئے جائیں گے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا، ان لوگوں میں سے ہر ایک کو ہر ساعت میں نت نئے قسم کے نئے نئے عذاب دیئے جائیں۔ ان کے منہ کی نئی جلدیں روزانہ ہزار مرتبہ تبدیل ہوں گی۔

جو لوگ مال غنیمت میں سے چوری کرتے ہیں، فرشتے اس چوری کی گئی چیز کو دوزخ کے دریا میں ڈال دیں گے پھر

چوروں کو حکم ہوگا کہ جو چیز تم نے چرائی تھی اسے نکال لاؤ۔ حکم دیا جائے گا دریا میں غوطہ لگاؤ اور اسے نکالو۔ اس دریا کی گہرائی کا اس کے سوا کسی کو علم نہیں، جس نے اس آگ کے سمندر کو پیدا کیا۔ اس کے بعد آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ یہ لوگ دریا میں غوطہ لگائیں گے اور جب تک اللہ کا حکم ہوگا اندر گھسے رہیں گے۔ جب وزادیوم لینے کے لیے سر باہر نکالیں گے، تو فوراً ہر شخص کے سر پر ہزار ہزار فرشتے پہنچ جائیں گے جو لوہے کی گرزوں سے انھیں مارنا شروع کر دیں گے۔ اور یہ عذاب ہمیشہ کے لیے ہوگا۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا، کہ خدائے تعالےٰ کا ارشاد ہے "کہ اہلِ دوزخ چند حقبہ تک دوزخ میں رہیں گے۔ یہ نہیں معلوم چند حقبہ کتنی مدت ہوتی ہے۔ اتنا معلوم ہے کہ حقبہ اسی ہزار سال کا ہوتا ہے۔ اور ایک سال تین سو ساٹھ دن کا۔ ایک دن اس دنیا کے ہزار دن کے برابر ہوگا۔ پس ہلاکت ہے اہلِ دوزخ کے لیے اور ان مونہوں کے لیے جو سورج کی گرمی پر صبر نہیں کرتے۔ جو لوگ درد سر کے لیے سر میں صندل لگاتے تھے۔ دوزخ کا جلتا اور اُبلتا ہوا پانی ان کے سروں پر ڈالا جائے گا۔ جو آنکھیں دنیا میں تھوڑا سا درد بھی برداشت نہ کر سکتی تھیں" وہ بھی ہلاکت خیز درد اٹھائیں گی۔ ہلاکت ہے، ان کانوں کے لیے جو دنیا میں بے ہودہ قصے سنتے تھے اور ان سے لطف اٹھاتے تھے۔ ان کے کانوں کے سوراخوں سے آگ کے شعلے نکلیں گے، ہلاکت ہے ان ناکوں کے سوراخوں کے لیے جو مردار کی بُو سے نفرت کرتے تھے۔ وہ تھوڑی سی اذیت بھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اب ان کے ناک میں آگ بھری ہوگی۔ ہلاکت ہے ان گردنوں کے لیے جو ذرا سا بوجھ برداشت نہ کر سکتی تھیں۔ اب ان میں بھاری زنجیریں پڑی ہوں گی۔ ہلاکت ہے ان چمڑوں کے لیے جو ذرا سا سخت اور کرخت کپڑا پہننا گوارا نہ کر سکتے تھے۔ اب انھیں دوزخ کے سخت اور درشت کپڑے پہنائے جائیں گے جو دوزخ کی آگ سے بنے ہوں گے۔ ان سے بدبو آئے گی اور شعلے نکلیں گے۔ ہلاکت ہے ان پیٹوں کے لیے جو ذرا سا درد گوارا نہ کر سکتے تھے۔ اب ان میں جوش مارتے ہوئے پانی کے ساتھ گرم زقوم اترے گی جو ان کی انتڑیاں کاٹ کر انھیں گلا دے گی۔ ہلاکت ہے ان کے پاؤں کے لیے جو ایک قدم چلنا پسند نہ کرتے تھے، اب انھیں آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے پس ان کے لیے ہلاکت ہی ہلاکت ہے اور وہ طرح طرح کے عذاب پائیں گے۔

یا اللہ! ہمیں اپنے فضل و کرم کے طفیل اہلِ دوزخ میں شامل نہ کرنا۔

باب ۱۹

بہشت[1] اور اہلِ بہشت کا مفصل بیان

اہلِ بہشت

پُلصراط سے گزرنا:- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا، دوزخ پر سات پُل ہیں۔ ہر پُل کے درمیان ستر برس کی مسافت جتنا فاصلہ ہے، اور ہر پُل تلوار کی دھار جیسا تیز ہے[2]۔ اس کے اوپر گزرنے والے گروہوں میں پہلا گروہ آنکھ جھپکتے ہی گزر جائے گا۔ دوسرا گروہ اس طرح گزرے گا جس طرح بجلی اچک لے جاتی ہے۔ تیسرا گروہ تیز ہوا کی طرح گزر جائے گا۔ چوتھا گروہ پرندوں کی سی تیزی کے ساتھ گزر جائے گا۔ پانچواں گروہ پیدل چلنے والے کی طرح گزر جائے گا۔ ان سب کے بعد، آخر میں ایک گروہ باقی رہ جائے گا۔ جب انھیں گزرنے کے لیے کہا جائے گا تو اپنا پاؤں پلصراط پر رکھیں گے، مگر پاؤں لرزنے لگے گا۔ چنانچہ وہ گھٹنوں کے بل چلنے لگیں گے اور دوزخ کی آگ کی چنگاریاں ان کے پاؤں اور پوست تک پہنچیں گی۔ تب یہ لوگ پیٹ کے بل گھسٹتے چلیں گے، لڑکھڑائیں گے، ڈگمگائیں گے، پھر ہاتھوں سے پل کے ساتھ لپٹ جائیں گے۔ آگ بھی ان سے لپٹ جائے گی۔ تب آگ سے چھٹکارا پانے کے لیے وہ پیٹ کے بل ہی گھسٹنے لگیں گے۔ یہاں تک کہ دوزخ کو عبور کر لیں گے۔ عبور کرنے کے بعد پلٹ کر دوزخ کی طرف نگاہ دوڑائیں گے، اور کہیں گے جس اللہ نے ہمیں اس (دوزخ) سے پار کرایا ہے وہ پاک ہے۔ بے شک اس نے اپنے لطف و کرم سے ہمارے حال پر مہربانی فرمائی ہے۔ آج تک اوّل سے آخر تک اس نے میرے سوا اور کسی پر یہ فضل نہیں کیا۔ مجھے اپنے فضل سے پلصراط کے پیشتر رہائی دلائی۔

پل صراط عبور کر لینے کے بعد:- اس کے بعد ایک فرشتہ آکر اس کا ہاتھ پکڑے گا اور بہشت کے سامنے ایک حوض پر لے جائے گا اور کہے گا، اس میں غسل کرو اور اپنے بدن کو خوب مل کر صاف کرو، اس کا پانی بھی پی لے۔ چنانچہ وہ اس پر عمل کرے گا۔ بعد ازاں بہشت کی ہوا چلے گی جس سے اس کا رنگ روپ بدل کر چمکنے لگے گا۔

اس کے بعد فرشتے اس آدمی کو دوزخ کے دروازے پر لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں، کہ جب تک اللہ کا حکم نہ ہو اسی جگہ کھڑا رہ۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اس شخص کو اہل دوزخ کی آوازیں کتوں کی آواز کی طرح سنائی دیں گی، جنھیں سن کر وہ رونے لگے گا۔ اور عرض کرے گا "اے اللہ! اہل دوزخ کی طرف سے میرا رخ پھیر دے، یہی میری درخواست ہے۔ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ پھر وہی فرشتہ دوبارہ آئے گا اور اس کا منہ بہشت کی طرف پھیر دے گا۔

---

[1] بہشت کا کچھ حال پچھلے باب میں بیان ہو چکا ہے۔

[2] مقصد یہ کہ پل کی چوڑائی تلوار کی دھار کے برابر نحیف ہے۔

جنت میں داخلے کے مراحل:- آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ اس کے کھڑا ہونے کی جگہ اور بہشت کے درمیان ایک قدم کا فاصلہ ہوگا۔ وہ بہشت کی وسعت کو دیکھ لے گا۔ وہاں اسے اس کے دوست نظر آئیں گے ان کے اس کے درمیان چالیس برس کی مسافت کا فاصلہ ہوگا، مگر پرندوں کے اڑنے کی مسافت (تیز اڑنے والے پرندے) یہ شخص عرض کرے گا، اے اللہ! تو نے مجھ پر بڑا احسان فرمایا کہ مجھے دوزخ سے نجات دی اور اس کی جانب سے میرا منہ پھیر کر بہشت کی جانب کر دیا اور میرے اور بہشت کے درمیان ایک ہی قدم کا فاصلہ ہے۔ اے اللہ، اپنی عزت کے صدقہ مجھے بہشت میں داخل فرما، میں اس کے سوا تجھ سے اور کچھ نہیں چاہتا، کہ میرے[1] اہل دوزخ کے درمیان بہشت کو پردہ بنا دے تاکہ نہ میں دوزخیوں کی آواز سنوں نہ انھیں دیکھوں۔

پھر وہی فرشتہ اس کے پاس آکر کہے گا۔ تو جھوٹا آدمی ہے، تو نے پہلے کہا تھا کہ میں اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا وہ شخص کہے گا، مجھے اللہ تعالےٰ کی بزرگی کی قسم میں اس کے سوا کچھ نہ مانگوں گا۔

پھر فرشتہ ہاتھ سے پکڑ کر جنت کے اندر پہنچا دے گا۔ اور خود اللہ تعالےٰ کے حضور میں چلا جائے گا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ وہ شخص دائیں بائیں دیکھے گا۔ اس کے سامنے ایک سال کی مسافت کا فاصلہ ہوگا۔ میوہ دار درختوں کے سوا اسے کچھ نہ دکھائی دے گا۔ اس کے اور درختوں کے درمیان بھی ایک ہی قدم کا فاصلہ ہوگا۔ غور کرنے پر اسے معلوم ہوگا، کہ درختوں کی جڑیں سونے کی ہیں اور شاخیں چاندی کی۔ درختوں کے پتے خوب صورت زیوروں جیسے ہوں گے۔ ان کا میوہ مکھن سے زیادہ نرم، شہد سے زیادہ میٹھا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوگا۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا، وہ شخص یہ سب چیزیں دیکھ کر حیران رہ جائے گا، اور عرض کرے گا، یا اللہ! تو نے مجھے دوزخ سے نکال کر بہشت میں داخل کیا، مجھ پر بڑے احسان فرمائے۔ میرے اور درخت کے درمیان ایک ہی قدم کا فاصلہ ہے، مجھے اس تک پہنچا دے۔ اس کے سوا میں کچھ نہیں چاہتا۔

فرشتہ پھر آکر کہے گا۔ تو جھوٹا ہے۔ تو نے کہا تھا میں اب اور کچھ نہ مانگوں گا، اب تو اس کے خلاف کر کے زیادہ کیوں مانگتا ہے، تجھے اپنی قسم توڑتے شرم محسوس نہیں ہوئی۔ پھر فرشتہ اسے ایک اونچے مکان میں لے جائے گا، جو سراسر موتیوں کا نظر آئے گا، اس کا فاصلہ ایک سال کی مسافت کے برابر ہوگا۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ وہ شخص اس مکان (محل) کو دیکھے گا، تو دوسری تمام چیزوں کو خیال و خواب سمجھنے لگے گا، اور اس کے شوق میں بے قرار ہو جائے گا۔ عرض کرے گا، اے اللہ! میں اس کے سوا اور کچھ نہیں مانگتا کہ مجھے اس محل میں داخل کر دے۔ پھر ایک فرشتہ حاضر ہوگا اور کہے گا تو اپنی بات پر قائم نہیں رہتا، تو نے وعدہ کیا تھا کہ اب اور کچھ نہ مانگے گا۔ یہ فرشتہ اسے زیادہ ملامت نہ کرے گا، اس لیے کہ فرشتے کو یہ معلوم ہوگا کہ آدمی کا دل اس کے اختیار میں نہیں۔ ان عجائبات کو دیکھ کر وہ بے قابو ہوا جا رہا ہے۔

---

[1] یعنی اس کے اور بہشت کے درمیان۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ فرشتہ اس سے کہے گا' یہ محل تیری ہی ملکیت ہے' تب وہ شخص خیال کرے گا کہ یہ سب خواب و خیال تو نہیں! چنانچہ خاموش رہے گا' اور کچھ نہ بولے گا' اس وقت فرشتہ اس سے پوچھے گا کیا اپنے رب سے کچھ اور مانگنا ہے؟ وہ جواب دے گا میں نے اپنے رب کی قسمیں کھائیں۔ زیادہ مانگنے سے ڈر اور شرم محسوس ہوتی ہے۔ تب اللہ تعالےٰ پوچھے گا کیا تو راضی ہو گیا؟ دنیا کے پیدا کرنے اور نسبت کرنے تک میں اس سے دس گنا زیادہ انعام تجھے دوں گا۔

جنت میں داخلہ:- بندہ عرض کرے گا "اے اللہ تو مجھ سے مذاق کرتا ہے' تو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے" اللہ تعالےٰ جواب دے گا مجھے ہر شے پر قدرت حاصل ہے' جو چاہتے ہو مجھ سے مانگو۔ وہ عرض کرے گا تے اللہ! مجھے آدمیوں میں پہنچا دے" تب اسے ہاتھ سے پکڑ کر جنت میں پہنچایا جائے' وہاں وہ ایسی چیزیں دیکھے گا' جو اس سے قبل نہ دیکھی ہوں گی' نہ سنی ہوں گی۔ دیکھتے ہی سجدہ میں گر جائے گا اور عرض کرے گا' اے اللہ! تو نے مجھے روشنی عطا فرمائی۔ فرشتہ کہے گا۔ اب اپنا سر اٹھا یہ تیرے ہی رہنے کی جگہ ہے اور تیری جگہوں میں سب سے ادنےٰ درجہ کی جگہ ہے۔ پھر وہ بندہ کہے گا کہ اگر اللہ تعالےٰ میری آنکھوں کی حفاظت نہ کرتا تو اس محل کو دیکھ کر میری آنکھیں خیرہ ہو جاتیں۔ تب وہ محل میں داخل ہو گا۔ اور داخل ہوتے ہی ایک ایسے شخص کو دیکھے گا' جس کا منہ اور لباس دیکھتے ہی چمک رہ جائے گا سوچے گا یہ فرشتہ ہے۔ وہ شخص اس کے پاس آ کر کہے گا۔ تجھ پر اللہ کی سلامتی اور برکت[2] ہو۔ اس محل میں تیرے داخل ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ تب وہ بندہ اس شخص کے سلام کا جواب دے گا' اور پوچھے گا تو کون ہے؟ وہ کہے گا میں اس جگہ تیرا محافظ ہوں۔ میری طرح ایک ہزار اور بھی تیرے محافظ ہوں گے۔ یہ سب تیرے محل کے نگہبان ہیں۔ ہر محل میں تیرے لیے ایک ہزار خدمت گار موجود ہیں' اور ہر ایک میں ایک حسین حور تیری بیوی کے طور پر رہتی ہے۔ اب تو اپنے دوسرے محل میں داخل ہو گا۔ چنانچہ فوراً ہی ایک اور عالی شان محل میں اسے داخل کر دیا جائے گا۔ یہ محل سفید مروارید سے بنا ہو گا' جس میں ستر کمرے ہوں گے۔ اور ہر کمرے کے ستر دروازے ہوں گے' ہر دروازے میں مروارید کا ایک قبہ کھڑا ہو گا۔ یہ ان میں داخل ہو کر ان کی سیر کرے گا۔ اس سے قبل اس محل کو کسی دوسرے شخص نے نہ کھولا ہو گا۔ اس جگہ اسے سرخ جواہر کی ستر گز لمبی بارہ دری دکھائی دے گی۔ اس میں ستر دروازے ہوں گے۔ سرخ جواہر کے کمرے میں ہر دروازے سے ایک راستہ جاتا ہو گا۔ ہر کمرے میں ستر ہی دروازے ہوں گے' ہر کمرہ سرخ رنگ کے ایک ہی جیسے جواہر سے بنا ہو گا۔ ہر کمرے میں دلھن کی طرح سجی سجائی اس کی بیویاں تخت پر بیٹھی ہوں گی۔ اور وہ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس پری پیکر کو دیکھے گا' جو اسے سلام کرے گی' یہ سلام کا جواب دے گا اور مبہوت کھڑا رہ جائے گا۔ عورت کہے گی وقت آ گیا ہے کہ تو میری زیارت کر کے میری صحبت سے دل خوش کرے' کیوں کہ میں تیری بیوی ہوں۔

---

[1] یعنی بندہ کو اپنے رب کی بخشش کا یقین نہ آئے گا۔ اس لیے کہ وہ اپنے آپ کو اس کا مستحق نہ سمجھتا ہو گا۔

[2] یعنی وہ شخص نئے آنے والے کو سلام کرے گا۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ جب وہ شخص اس عورت کو صاف اور پاکیزہ دیکھے گا، تو اسے اس کے چہرے میں اپنا چہرہ اسی طرح نظر آئے گا جس طرح آئینہ میں نظر آتا ہے۔ وہ عورت ستر بہشتی لباس زیب تن کیے ہوگی۔ ہر لباس اپنے رنگ اور خوبصورتی کے لحاظ سے الگ ہوگا۔ یہ لباس اس قدر نفیس اور نورانی ہوں گے کہ عورت کی ہڈیوں کے اندر کا گودا تک ان میں صاف نظر آئے گا۔ اس کی نظر اس میں ایسے پیوست ہو جائے گی کہ دیکھتا ہی رہے گا، کیوں کہ اس کے ہر جلوے میں ہزار ہزار ناز و کرشمہ ہوں گے۔ ہر حور کی یہی کیفیت ہوگی۔ پس بہشتی لوگوں کی بیویاں یہی حوریں ہوں گی اور یہاں کے شوہر ہوں گے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اس محل کے تین سو ساٹھ دروازے ہیں، ہر دروازہ کے اوپر مروارید کے تین سو ساٹھ محل بنے ہیں، یہ مروارید، یاقوت، لعل اور ہیرے، ہر قسم کے جواہر سے ہوں گے۔ بہشتی اس محل میں رہ کر مزے لوٹیں گے۔ محل سے باہر نکلیں گے تب بھی اپنے ہی ملک کی سیر کریں گے۔ جہاں تک ان کی نگاہ کام کرے گی اپنا ہی ملک نظر آئے گا، کیوں کہ یہ محل سو برس کے راستہ کے برابر دراز ہوگا۔ ہر محل کے دروازے پر پہنچتے وقت ان کے پاس فرشتے آتے اور سلام عرض کرتے ہیں۔ ہر فرشتہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک ایک تحفہ لا کر انھیں دیتا ہے۔ ہر تحفہ دوسرے تحفہ سے الگ ہوگا۔ فرشتے روز اول آخر وقت میں بھی تحفے اور ہدیے لے کر آئیں گے" اور سلام کہیں گے۔

آں حضرت صلعم کی اس حدیث کی تصدیق اللہ تعالےٰ کے کلام سے ہوتی ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے: "ہر دروازہ سے فرشتے آئیں گے، اور کہیں گے تم نے جو کچھ (دنیا میں) کیا تھا، اس کے عوض میں تم پر سلام ہو اور آخر میں نیک بدلہ ہے"۔ پھر فرمایا: "ان کے لیے صبح و شام ان کا رزق موجود ہے"۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ اہل بہشت نے اس شخص کا نام "مسکین" رکھا ہے، اس لیے کہ اس کے مکان کی نسبت ان کے مکانات بہت اچھے ہوں گے حالانکہ اسّی ہزار خدمت گار اس کی خدمت کے لیے ہر وقت موجود ہوں گے۔ یہ صرف کھانا کھلانے والے ہوں گے۔ جب اسے کھانے کی حاجت ہوگی تو کھانا سرخ یاقوت کے خوانچوں میں اس کے سامنے لایا جائے گا، ہر خوان یاقوت، زر، مروارید اور زمرد سے بنا ہوگا۔ اس کے پائے بھی مروارید کے ہوں گے، وہ بیس کوس کے فاصلہ کے برابر لمبا ہوگا۔ خوانچوں میں ستر قسم کے مختلف کھانے ہوں گے، جب وہ کھانے لگے گا تو اسّی خدمت گار اس کے سامنے کھڑے رہیں گے ہر ایک کے ہاتھ میں کھانے اور پینے کا ایک پیالہ ہوگا۔ ہر پیالے میں کھانے یا پینے کی شے کی شیرینی اور لذت دوسرے سے جدا ہوگی۔ رنگ اور صورت میں بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے، جب کھانا اس کے سامنے سے اٹھایا جائے گا تو ہر خدمت گار کو بھی کھانے میں سے حصہ ملے گا۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ جن لوگوں کے درجے اس سے بلند ہوں گے وہ اس کی زیارت کے لیے آئیں گے۔ یہ ان کی زیارت کے لیے نہ جائے گا۔ اعلیٰ درجہ کے بہشتیوں میں سے ہر ایک کے لیے آٹھ لاکھ خدمت گار ہوں گے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک کھانے کا اور ایک پینے کا پیالہ ہوگا۔ یہ سب مختلف قسم کے ہوں گے۔ جب کھانا اٹھایا جائے گا تو خدمت گاروں کو بھی حصہ ملے گا۔ ہر ایک کے لیے ستر حوریں اور دو آدم زاد عورتیں ہوں گی ہر بیوی کے لیے سرخ یاقوت سے بڑا قبہ اور منقش

محل ہوگا، ہر محل میں ستر ہزار دروازے ہوں گے۔ ہر دروازے میں موتیوں کا ایک قبہ ہوگا۔ ایسی کوئی عورت نہ ہوگی جس کے ستر ہزار لباس نہ ہوں۔ ہر لباس ستر ہزار رنگ کا ہوگا جو ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے۔ ہر بیوی کے لیے ستر ہزار لونڈیاں ہوں گی، جو اس کی خدمت میں حاضر رہیں گی۔ ستر ہزار لونڈیاں اس کی مجلس میں رہا کریں گی۔ ان میں سے کوئی خدمت گار ایسا نہ ہوگا جو اپنے کام یا اپنی خدمت سے غافل ہو۔

ہر نبی کے پاس کھانا لایا جائے گا، تو اس کے سامنے ستر ہزار لونڈیاں دونوں ہاتھوں میں کھانے اور پینے کا ایک ایک پیالہ لیے کھڑی رہیں گی۔ اور وہ سب کھانے ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ ان میں اگر کوئی شخص کسی ایسے شخص سے ملاقات کی خواہش کرے گا جس سے دنیا میں خدا کے لیے دوستی رہی ہو، تو اللہ تعالےٰ اس کی خواہش کے مطابق فرشتوں کو حکم دے گا، کہ میرے اس بندے کو اس کے بھائی (دوست) کے پاس لے جاؤ۔ چنانچہ وہ ایک اونٹ پر لایا جائے گا جس پر نور کے بندوں کا پالان رکھا ہوگا۔ فرشتہ اس کے پاس آکر سلام کرے گا۔ وہ سلام کا جواب دے گا۔ تب فرشتہ اس سے کہے گا آیئے اور اس اونٹ پر سوار ہو کر اپنے بھائی کی ملاقات کے لیے تشریف لے چلیئے۔ چنانچہ وہ اونٹ پر سوار ہو کر ایک کوس کا فاصلہ طے کر لیتا ہے۔ اپنے بھائی کے پاس پہنچ کر اسے سلام کرے گا۔ وہ سلام کا جواب دے کر مرحبا کہے گا۔ وہ پوچھے گا "اے بھائی! تم اب تک کہاں تھے؟ مجھے ڈر تھا خدا جانے تمہارا کیا حال ہوا ہو۔" تب وہ دونوں گلے ملیں گے اور کہیں گے اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے جس نے ہم دونوں کو ایک ہی جگہ جمع کر دیا۔ پھر وہ نہایت عمدہ آواز سے اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا بیان کرے گا۔ اس وقت اللہ تعالےٰ فرمائے گا، اے میرے بندو! یہ عمل کا وقت نہیں بلکہ صرف دعا کا وقت ہے، جو مانگنا ہے مانگو میں تمہیں دوں گا۔ وہ جواب میں عرض کریں گے، اے اللہ! ہم دونوں بھائیوں کو اسی درجہ میں اکٹھا رکھ! اللہ تعالےٰ ان کی دعا قبول فرمائے گا اور وہیں ان کے رہنے کا بندوبست کر دے گا۔ یہ جگہ مروارید کا خیمہ ہوگی۔ ان کے علاوہ ان کی بیویوں کے لیے بھی ایک جگہ ہوگی، وہاں وہ رہ کر خوب کھائیں پئیں گے اور ایک دوسرے سے فائدہ اٹھائیں گے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا، جب آدمی ایک نوالہ منہ میں ڈالے گا اور اس دوران میں دوسرے کھانے کی طرف اس کا دھیان جائے گا، تو اس کھانے کا لطف بھی منہ میں رکھے ہوئے نوالے میں آجائے گا۔

آں حضرت صلعم سے سوال کیا گیا، یا رسول اللہ! (صلعم) بہشت کی زمین کس چیز کی بنی ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اسے سفید رنگ کے نرم پتھر اور چاندی سے ہموار کیا گیا ہے۔ اس کی خاک کستوری کی ہے، اس کے پشتے زعفران کے بنائے گئے ہیں، دیواریں مروارید، یاقوت، سونے اور چاندی سے بنی ہیں۔ اور وہ اس قدر صاف اور نورانی ہیں کہ باہر سے اندر کی طرف دیکھا جاتا ہے، اور اندر سے باہر کی طرف۔

بہشت کے سب محلوں کا یہی حال ہے کہ اندر سے باہر کی چیزیں اور باہر سے اندر کی چیزیں نظر آجائیں گی۔ بہشت میں کوئی بھی ایسا شخص نہ ہوگا، جو ازار نہ پہنے اور ایک چادر نہ اوڑھے، یہ لباس نہ تراشا ہوا ہوگا اور نہ سلا ہوا۔ ہر بہشتی کے سر پر مروارید کا ایک تاج ہوگا جس میں موتی اور یاقوت کی ایک جھالر لٹکتی ہوگی۔ بہشتی لباس کے اوپر ایک تنگ کوٹ ہوگا جس پر ریشم

کا ایک اور کوٹ ہوگا، ان میں نفیس صدریاں لگی ہوں گی۔ وہ مسند پر تکیہ لگا کر بیٹھیں گے ان کا استر دیبا کا ہوگا۔ ابرا بھی خوب صورت اور نقش و نگار سے آراستہ ہوگا۔ وہ تخت پر بیٹھیں گے، جو فرش پر بچھے ہوں گے۔ یہ تخت بھی سرخ یاقوت سے بنے ہوں گے۔ ان کے پایے مروارید کے ہوں گے۔ ہر تخت پر ایک ہزار فرش ستر ستر رنگ کے ہوں گے۔ وہ سب ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے۔ ہر تخت کے سامنے ایک ایک بچھونے بچھے ہوں گے، ہر بچھونا ستر مختلف رنگوں کا ہوگا۔ ہر تخت کے دائیں جانب صندل کی ستر ہزار کرسیاں رکھی ہوں گی۔ اسی طرح بائیں جانب بھی ستر ہزار کرسیاں ہوں گی۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ بہشت کے سب لوگ خواہ وہ کسی درجہ کے ہوں، لمبائی میں حضرت آدم کے قد یعنی ساٹھ گز کے برابر ہوں گے۔ سب لوگ جوان اور بے ریش ہوں گے۔ آنکھیں اور سر کے بال سیاہ ہوں گے۔ سب کی عمریں ایک ہی تعداد کی ہوں گی۔ جب سب ساز و سامان انھیں مہیا کر دیا جائے گا، تو ایک پکارنے والا پکارے گا، جس کی آواز سب سنیں گے، وہ کہے گا، اب تم لوگ اپنے اپنے گھروں میں خوش و خرم رہو۔ سب جواب دیں گے "اللہ تعالےٰ نے ہمیں بھی اچھی اور بزرگوں کی جگہ پر اتارا ہے۔ ہم یہاں خوش ہیں اور دوسری جگہ نہیں جانا چاہتے، اور نہ ہی اس کے بدلہ میں کوئی اور شے چاہتے ہیں۔ پھر کہیں گے، اے اللہ پکارنے والے نے جو کچھ کہا ہم نے سن لیا، اب ہماری آرزو ہے، کہ تیرا نورانی چہرہ دیکھیں، کیونکہ تیرے چہرے کی زیارت سب سے بڑا ثواب ہے۔

اہل جنت اور دیدار الٰہی؟ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ بہشت میں اجلاس کرے گا اور بندوں کو شرف ملاقات بخشے گا۔ اس بہشت یا مقام کا نام دار السلام ہے۔ اللہ تعالےٰ اسے حکم دے گا۔ کہ اپنے کو خود سنوار۔ میرے بندوں کی زیارت کے لیے خود کو تیار کر لو۔ چنانچہ وہ تعمیل کرے گی، اور بن سنور کر تیار ہو جائے گی۔ تب اللہ تعالےٰ فرشتوں کو حکم دے گا، کہ میرے بندوں کو میری زیارت کے لیے لے آؤ۔ تب فرشتے بلند آواز سے پکاریں گے، اے خدا کے دوستو اور محبو بو! آؤ اور اللہ کی زیارت کرو! وہ لوگ اونٹوں اور گھوڑوں پر سوار ہو کر پشتوں کے سائے میں آ کھڑے ہوں گے۔ یہ پشتے یاقوت سفید کستوری اور زرد زعفران کے بنے ہوں گے۔ بہشتی لوگ دروازے پر آ کر سر جھکا کر سلام کریں گے، اور اندر آنے کی اجازت مانگیں گے۔ اجازت ملنے پر اندر جائیں گے۔ جوں ہی اندر جانے کا ارادہ کریں گے عرش کے نیچے سے باد بہاری چلے گی۔ اس ہوا کو مثیرہ کہتے ہیں۔ یہ ہوا کستوری اور زعفران کے تودوں کو جڑ سے اٹھالے گی اور انھیں لے کر بہشتیوں کے گریبانوں میں جا داخل ہو جائے گی۔ اس وقت بہشتی لوگ اپنے رب کے عرش اور کرسی کی طرف اٹھیں گے جہاں انھیں چمکتا ہوا نور نظر آئے گا۔ یہ نور اللہ تعالےٰ کی تجلّی کے بغیر ہوگا[1]۔ پھر بہشتی لوگ عرض کریں گے کہ اے اللہ! تو پاک ہے، فرشتوں اور روحوں کا پروردگار ہے۔ سب بزرگی اور ستائش تیرے ہی لیے ہے۔ ہماری آنکھوں کو قوت عطا فرما اور اپنا دیدار دکھا۔

---

[1] یعنی اللہ تعالےٰ اپنے نور خاص کی جھلک نہ دے گا، بلکہ اس کی ذاتی تجلی کا ایک ادنےٰ نمونہ ہوگا۔ کیوں کہ اس کی تجلی کے سامنے تو کوئی ٹھہر نہیں سکتا۔ حضرت موسیٰ اسی تجلی سے غش کھا گئے تھے۔

تب اللہ تعالےٰ حکم دے گا کہ نور کے پردے اٹھا دیئے جائیں، چنانچہ یکے بعد دیگرے پردے اٹھنے لگیں گے۔ اسی طرح ستر پردے اٹھیں گے، ہر پردہ پہلے پردے سے نور میں ستر گنا زیادہ ہوگا۔ آخری پردہ اٹھنے پر اللہ تعالےٰ کا جلوہ نظر آئے گا۔ جوں ہی جلوے کا عکس پڑے گا، سب لوگ سجدہ میں گر جائیں گے۔ اور جب تک اللہ چاہے گا، سجدہ میں رہیں گے۔ سجدہ کی حالت میں عرض کریں گے کہ اے اللہ! سب ستایش اور تسبیح تیرے ہی لیے ہے۔ تو نے ہمیں دوزخ سے بچا کر بہشت میں داخل کیا۔ کیا ہی عمدہ گھر ہے، ہم اس سے بالکل خوش ہیں۔ اے اللہ ہم راضی ہیں تو بھی ہم سے راضی ہو جا۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا۔ میں تم سے راضی ہوا۔ یہ تمھارے کام کرنے کا وقت نہیں، بلکہ تازہ نعمتیں حاصل کرنے کا وقت ہے کچھ مانگنا چاہتے ہو تو مانگو، میں تمھیں اور زیادہ عطا کروں گا۔

بہشتی لوگ زبان سے کچھ نہ کہیں گے، مگر دل میں کہیں گے، کہ جو نعمتیں ہمیں دی گئی ہیں، یہ ہمیشہ ہمارے پاس رہیں۔ تب اللہ تعالےٰ ارشاد فرمائے گا[1] یہ نعمتیں ہمیشہ کے لیے دی گئی ہیں، بلکہ میں ان میں اضافہ کروں گا۔ یہ سن کر لوگ ہنستے ہوئے سر اٹھائیں گے، مگر نورِ خداوندی کے سامنے ان کی آنکھیں نہ اٹھ سکیں گی۔ نور ان کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کرے گا۔

اس جگہ کا نام اللہ تعالےٰ کے عرش کا مشرقی قبہ رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان لوگوں سے فرمائے گا، اے میرے بندو، میرے ہمسایو، میرے برگزیدہ لوگو، میرے دوستو، میرے دلیو، میری تمام مخلوق سے بہتر لوگو، میرے فرمانبردارو! تمھارے لیے مژدہ ہو۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا، اللہ تعالےٰ کے عرش کے آگے نور کے منبر رکھے ہوں گے، جن کے قریب نور کی کرسیاں ہوں گی۔ ان کرسیوں کے قریب فرش بچھے ہونگے جن پر گاؤ تکیے رکھے ہوں گے، آگے مسندیں ہوں گی۔ اللہ تعالےٰ اپنے انبیاءؑ کو ان پر بیٹھنے کا حکم دے گا۔ چنانچہ رسول بڑھیں گے اور ان منبروں پر بیٹھ جائیں گے۔ ان کے بعد باقی تمام پیغمبر بھی اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ جائیں گے۔ پھر نیک لوگ آگے بڑھ کر فرش پر بیٹھ جائیں گے۔ ان کے سامنے نور کے خوانچے لا کر رکھے جائیں گے، ہر خوانچہ پر ستر رنگ کے دسترخوان ہوں گے۔ ان دسترخوانوں میں مروارید اور یاقوت جڑے ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ خدمت گاروں کو حکم دے گا کہ مہمانوں کو کھانا کھلایا جائے۔ چنانچہ ستر ہزار رکاب ان دسترخوانوں پر لا کر رکھ دیئے جائیں گے۔ ہر رکاب میں ستر رنگ کا کھانا ہوگا۔ اللہ تعالےٰ کا حکم ملنے پر مہمان کھانا شروع کر دیں گے۔ جب تک خدا چاہے گا کھاتے رہیں گے۔ وہ آپس میں کہیں گے، کہ دنیا میں جو کچھ ہم کھاتے تھے، اس کھانے کے سامنے اس کی تو کچھ حقیقت نہیں۔

تب اللہ تعالےٰ کا حکم ہوگا۔ کہ میرے بندوں کو شراب پلاؤ (ظاہر ہے کہ انھیں جو شراب پلائی جائے گی "یہ شراب طہور" ہوگا) وہ اسے پی کر کہیں گے کہ ہماری دنیا کی شراب تو اس شراب کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ تب اللہ تعالےٰ کی طرف سے حکم ہوگا

---

[1] کیوں کہ خدا دلوں کے حال سے باخبر ہے۔

کہ میرے بندوں کو کھانا کھلا دیا گیا، شراب پلائی جا چکی اب انھیں بہشت کے میوے کھلائے جائیں۔ چنانچہ طرح طرح کے میرے ان کے پاس لائے جائیں گے۔ یہ انھیں مزے سے کھائیں گے اور آپس میں کہیں گے کہ دنیا میں جو میوے ہم کھاتے تھے ان کی تو کچھ حقیقت نہ تھی۔

تب حکم ہوگا۔ کہ انھیں بہشت کا لباس اور زیور پہنایا جائے۔ چنانچہ اس کی تعمیل ہوگی۔ یہ لوگ لباس کو دیکھ کر ایک دوسرے سے کہیں گے "کہ دنیا میں ہم جو لباس پہنتے تھے، اس لباس کے سامنے وہ لباس تو کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

جب یہ لوگ کرسیوں پر بیٹھے ہوں گے، اس وقت اللہ تعالےٰ کے عرش کے نیچے سے ان پر سرد ہوا چلے گی۔ ہوا کا نام مثیرہ ہے۔ یہ ہوا اپنے ساتھ مشک اور کافور اڑا کر لائے گی جو بہشتیوں کے کپڑوں، گریبانوں اور سروں کو چھوئے گا۔ پھر کھانے کے برتن جو ان کے سامنے (خالی) رکھے تھے اٹھا لیے جائیں گے۔ اللہ تعالےٰ ان سے کہے گا" اے میرے بندو! اور بھی کچھ مانگنا ہے، تو مانگ لو! میں تمھیں دوں گا۔ بلکہ جس قدر مانگو گے اس سے زیادہ ہی دوں گا۔ وہ جواب میں عرض کریں گے" اے اللہ! ہم صرف یہی چاہتے ہیں کہ تو ہم سے راضی رہے۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا، اے میرے بندو میں تم سے راضی ہوں۔ اور یہ تو تم جانتے ہی ہو، میں کھانے پینے جیسی انسانی صفات سے بے نیاز اور ان سے پاک ہوں۔ یہ سن کر وہ لوگ سجدہ میں گر جائیں گے، اللہ تعالےٰ کی تسبیح و تکبیر کریں گے۔ تب اللہ تعالےٰ فرمائے گا، اپنا سر اٹھاؤ، یہ عمل کا وقت نہیں یہ تو خوشی اور نعمت حاصل کرنے کا وقت ہے۔ چنانچہ وہ سر اٹھائیں گے۔ اللہ تعالےٰ کے نور کے پرتو سے ان کا چہرے چمک رہے ہوں گے۔ تب حکم ہوگا، اپنے اپنے مقام کو واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ اللہ کی بارگاہ سے باہر نکلیں گے۔ ان کے خدمتگار سواریاں لے کر وہاں کھڑے ہوں گے۔ ہر شخص اپنے اپنے اونٹ یا گھوڑے پر سوار ہو کر چل دے گا۔ ہر شخص کے ساتھ اسی طرح ستر ہزار غلام سوار ہوں گے۔ وہ اس شان و شوکت سے اپنے محل میں داخل ہوگا۔ تو اس کی بیوی اس کے استقبال کے لیے کھڑی ہوگی۔ وہ کہے گی، مرحبا! اس وقت تجھ پر نور برس رہا ہے۔ لباس بھی پُرتکلف پہن رکھا ہے۔ جس سے خوشبو آ رہی ہے۔ رنگ رنگ کے زیور بھی پہن رکھے ہیں۔ جب تم رخصت ہوئے تھے، اس وقت تمھارے پاس میں نے یہ ساز و سامان نہ دیکھا تھا۔

اس وقت ایک خوش آواز فرشتہ بلند آواز سے پکارے گا کہ" اے اہلِ بہشت! تم ہمیشہ اس میں اسی طرح رہو گے ہمیشہ تازہ بہ تازہ نعمتیں تمھیں دی جائیں گی"۔ ہر دروازہ سے فرشتے آ کر ان سے کہیں گے، جو رنج (دنیا میں) تم نے اٹھایا ہے، اس کے عوض میں اب تم پر سلامتی رہے گی۔ آخرت کی یہ سرائے کس قدر عمدہ ہے۔ تمھارے رب نے تم کو سلام کہا ہے۔ یہ فرشتے شربت، لباس اور زیور بھی لائیں گے۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ بہشت میں سو درجے ہوں گے۔ ہر دو درجوں کے درمیان ایک امیر ہوگا۔ اہلِ بہشت ان کی بزرگی اور فضیلت دیکھیں گے۔ بہشت میں زرد زعفران اور سفید مشک کے بہت سے پہاڑ ہوں گے۔ بہشتی لوگ کھائیں پئیں گے۔ مگر انھیں پاخانے کی حاجت نہ ہوگی۔ نہ پیشاب کی ضرورت ہوگی۔ نہ تھوکیں گے۔ نہ ان

کی ناک سے پانی بہے گا۔ نہ ان کے سر میں درد ہوگا اور نہ کبھی کوئی دوسری بیماری لاحق ہوگی۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ بہشت کے بلند مرتبہ یکم مرتبہ لوگ کھانا کھانے سے تھوڑی دیر کے لیے اپنی اپنی مسند پر تکیہ لگائیں گے دو دو ساعت کے لیے ایک دوسرے سے الگ ہوں گے۔ چار ساعت کے لیے اپنے رب کی بزرگی بیان کریں گے۔ دو ساعت تک ایک دوسرے کی ملاقات کریں گے۔

ادنےٰ بہشتی ا۔ بہشت میں دن رات بھی ہوں گے۔ رات کی تاریکی دنیا کے دن سے ستر حصے زیادہ روشن ہوگی۔ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ سب سے کم درجے کا جنتی وہ ہوگا جس کے گھر میں کرسیوں، فرش اور تکیوں کی اتنی تعداد ہوگی کہ اگر تمام انسان اور جن اس کے مہمان بنیں تو وہ ان پر بیٹھ سکیں گے۔ ان کے لیے کھانے، شربت اور خدمت گار ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ اسے اتنے زیادہ مہمانوں کے آنے سے اتنی تکلیف بھی نہ ہوگی جتنی ایک مہمان کے آنے سے ہو سکتی ہے۔

بہشت کے درخت ا۔ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ جنت کے درختوں کے تنے سونے کے ہوں گے۔ بعض درختوں کے تنے چاندی کے، بعض کے یاقوت اور بعض کے زمرد کے ہوں گے۔ ہر درخت کی شاخیں بھی تنوں جیسی ہی ہوں گی۔ ان درختوں کے پتے عمدہ کپڑے کے مانند ہوں گے۔ ان کا میوہ مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ شیریں ہوگا۔ ہر درخت پانچ سو برس کے فاصلے کے برابر لمبا ہوگا۔ ہر درخت کا تنہ ستر برس کی مسافت کے برابر موٹا ہوگا، جو شخص اس درخت کو دیکھے گا تا حدِ نظر اس کی شاخیں اور میوے نظر آئیں گے۔ ہر درخت میں ستر ہزار قسم کے میوے ہوں گے، جو نہایت لذیذ اور خوش رنگ ہوں گے۔ جب بہشتی کسی میوے کو کھانے کی خواہش کرے گا، تو میوہ خود ہی جھک کر اس کے پاس آجائے گا۔ حالانکہ وہ اس سے پانچ سو سال یا پچاس سال کی راہ سے کچھ کم فاصلے پر ہوگا۔ وہ اپنے ہاتھ سے میوے کو توڑنا چاہے گا تو توڑ سکے گا۔ اگر ہاتھ میوے تک نہ پہنچ سکے گا تو اپنا منہ کھول دے گا۔ میوہ خود بخود ٹوٹ کر اس کے منہ میں آجائے گا، اور ٹوٹے ہوئے میوہ کی جگہ اللہ تعالےٰ اس سے پھر دوسرا میوہ پیدا کر دے گا۔ اور جب وہ خوب سیر ہو کر کھا لے گا، تب وہ شاخ اپنی جگہ واپس چلی جائے گی۔

بعض درختوں میں میوے کی بجائے خوشے لٹکتے ہوں گے، جن میں حریر اور باریک ابریشم اور موٹے ابریشم اور قرمزی رنگ کا لباس رکھا ہوگا۔ بعض درختوں پر مشک کے نافے اور کافور کی تھیلیاں ہوں گی۔

دیدارِ الٰہی ا۔ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ اہل بہشت ہر جمعہ کو اللہ تعالےٰ کا دیدار کیا کریں گے۔ فرمایا جنت کا ایک تاج اگر آسمان کے ساتھ لٹکا دیا جائے تو اس کی روشنی آفتاب کی روشنی کو زائل کر دے۔ فرمایا بہشت میں نہریں ہوں گے، جن میں میٹھے پانی، دودھ، شراب (شراب طہور) اور شہد کی چار چار نہریں بہتی ہوں گی۔ جب بہشتی اس میں سے پی چکیں گے تو نہروں پر مشک کی مہر لگا دی جائے گی۔ ہر نہر میں بہشت کے چشموں کی ملاوٹ ہوگی۔ ان چشموں کے نام یہ ہیں:۔ زنجبیل، تسنیم کافور اور خاص الخاص چشمہ جس سے اللہ کے خاص بندے ہی پئیں گے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اگر اللہ تعالےٰ حکم دیتا کہ تم ایک دوسرے کے برتن سے پیو، تو وہ لوگ برتن کو منہ سے ہی لگائے رکھتے، پیالہ منہ سے جدا ہی نہ کرتے [1]

---

[1] یعنی اس قدر لذت محسوس کرتے کہ برتن کو منہ سے ہٹانا ہی نہ چاہتے۔

حضور صلعم کا ارشاد ہے کہ بہشت کے لوگ ایک دوسرے کی ملاقات کے لیے ایک ہزار برس یا اس سے بھی زیادہ کی مسافت طے کر کے جائیں گے اور واپس آنے پر اپنے مکانوں کو پہچان کر جلد ان میں داخل ہو جائیں گے۔ فرمایا۔ جب اہلِ بہشت اللہ تعالےٰ کی زیارت حاصل کر کے واپس آئیں گے تو اللہ تعالےٰ کی درگاہ سے انھیں ایک ایک انار ملے گا۔ ہر انار میں ستر دانے ہوں گے، ہر دانے میں ستر ہزار رنگ ہوں گے، جو سب ایک دوسرے سے جدا ہوں گے۔ خدا کی زیارت سے واپسی پر بہشت کے بازاروں کی سیر کرتے ہوئے وہ لوگ واپس آئیں گے۔ ان بازاروں میں خرید و فروخت نہ ہوگی۔ مگر اس میں یہ سامان دکھائی دے گا۔ زیور اور باریک لباس، موٹا ریشم اور منقش حریر، جن میں یاقوت اور مروارید کی جھالریں ہوں ہوں گی۔ اس کے علاوہ مرصع تاج ہوں گے۔ جو شخص جس چیز کی خواہش کرے گا، پائے گا۔ ان بازاروں میں کسی شے کی کمی نہ ہوگی۔ انسانوں کی شکلوں کی مانند خوب صورت تصویریں بھی یہاں ہوں گی۔ ان کے گلوبند میں لکھا ہوگا کہ جو شخص ان تصویروں میں سے کسی شکل پر اپنی شکل چاہتا ہے ویسی بنا دی جائے گی۔ چنانچہ جو جس صورت کی خواہش کرے گا، اللہ تعالےٰ اس کی ویسی صورت بنا دے گا۔ جب سیر کے بعد اپنے محلوں میں واپس آئیں گے، تو ان کے غلام صف بستہ کھڑے ہوں گے، اور مرحبا کہیں گے۔ ہر غلام اپنے مالک کی آمد کی خبر دوسرے غلام کو دے گا، یہاں تک کہ بہشتی کی بیوی کو بھی خبر مل جائے گی۔ اور وہ دروازے پر آ کر اس کا استقبال کرے گی۔ اسے سلام اور مرحبا کہے گی۔ دونوں معانقہ کریں گے۔ پھر اپنی نشست گاہ میں چلے جائیں گے۔

اس حضرت صلعم نے فرمایا۔ اگر بہشت کی عورتوں میں سے کوئی عورت نظر آ جائے، تو کوئی مقرب فرشتہ اور پیغمبر مرسل ایسا نہ ہوگا جو اس پر فریفتہ نہ ہو جائے۔ فرمایا، اہلِ بہشت کھانے کے بعد جو شراب پئیں گے وہ ایسی عمدہ ہوگی کہ اس سے عمدہ ہو ہی نہیں سکتی۔ اس کا نام طہور رواق ہے۔ اسے پینے سے ان کا کھانا سب ہضم ہو جائے گا۔ ان کے ڈکار سے کستوری کی خوشبو آئے گی۔ کھانے سے پیٹ میں کبھی درد نہ ہوگا۔ شراب پینے کے بعد دوبارہ کھانے کی ضرورت محسوس ہوگی۔ غرض ہمیشہ اسی طرح مزے سے کھاتے پیتے رہیں گے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ بہشت میں سفید یاقوت کے چار پائے بھی پیدا کیے گئے ہیں۔ فرمایا بہشت تین ہیں: ایک کا نام جنت ہے، دوسری کا نام عدن اور تیسری کا نام دارالسلام ہے۔ جنت، عدن سے ستر ارب حصے کم ہے۔ جنت کے تمام محل باہر سے سونے کے اور اندر سے زبرجد کے بنے ہیں۔ ان کے برج سرخ اور یاقوت سے بنے ہیں۔ ان کے بالاخانے موتیوں کی لڑیاں ہیں۔ بہشتی سات سو برس تک اپنی بیوی سے خلوت میں فائدہ اٹھائے گا، یہاں تک کہ اس کی دوسری بیوی محل سے آواز دے گی کہ اب میری باری ہے، میرے پاس آئیں۔ وہ مرد پوچھے گا تو کون ہے؟ وہ جواب دے گی "میں وہی ہوں جس کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے یہ کوئی نہیں جانتا، ان کے لیے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک سے کون سی شے پوشیدہ رکھی گئی ہے۔

یہ سن کر وہ اس بیوی کے پاس آ جائے گا۔ سات سو برس تک اس کے پاس رہ کر کھائے پیئے گا۔ اور اس کی صحبت سے فائدہ اٹھائے گا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بہشت میں ایک درخت ایسا ہے کہ کوئی سوار اس کے سایہ میں سات سو برس

تک چلتا رہے تو سایہ ختم نہ ہوگا۔ اس درخت کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ درخت کی ہر شاخ میں بہت سے شہر آباد ہیں۔ ہر شہر دس ہزار کوس میں پھیلا ہوا ہے۔ ہر دو شہروں میں مشرق سے مغرب تک کے برابر فاصلہ ہے۔ محلوں میں سلسبیل کی نہریں ہیں۔ درخت کا پتا اتنا بڑا ہے کہ اس کے سایہ میں بہت بڑا گروہ رہ سکتا ہے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا "جب بہشتی اپنی بیوی کے پاس جائے گا، تو وہ اس سے کہے گی "خدا کی قسم بہشت میں مجھے تجھ سے زیادہ کوئی شے عزیز نہیں" وہ مرد بھی اس سے یہی کہے گا۔ آں حضرت صلعم نے فرمایا، بہشت میں ایسی ایسی چیزیں ہیں کہ ان کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ نہ لوگوں کے دل ان کی کیفیت کا احساس کر سکتے ہیں، نہ کانوں نے کبھی ان کا حال سنا ہے۔ وہاں ایسی چیزیں ہیں، جو مخلوقات نے کبھی دیکھی تک نہیں۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ جو لوگ صرف اللہ کے لیے آپس میں دوستی کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ انھیں "عدن" کے بالاخانہ پر لے جائے گا جو سرخ یاقوت کا بنا ہوا ہے۔ اس کی موٹائی ستر ہزار برس کا راستہ ہوگی۔ اس بالاخانہ پر ستر ہزار گھر ہوں گے۔ ہر گھر میں ایک محل ہوگا۔ یہ اہل بہشت کے گھروں کے اوپر ہوگا۔ ان گھروں کے دروازوں پر نور سے لکھا ہوگا کہ یہ ان لوگوں کے گھر ہیں جو صرف اللہ کی خاطر ایک دوسرے کے دوست تھے۔

ایسے لوگ جب اپنے محلوں سے سیر کے لیے نکلیں گے، تو بہشت کے محلوں میں رہنے والے ان سے نور حاصل کریں گے۔ اور ان کے نور سے اس طرح روشن ہوں گے، جس طرح آفتاب سے دنیا کے لوگ روشن ہوتے ہیں، ان کے چہروں کو دیکھ کر اہل بہشت آپس میں کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں، جو دنیا میں صرف اللہ کے لیے آپس میں دوستی رکھتے تھے۔ پھر ان کا چہرہ اچانک چودھویں کے چاند کی طرح منور ہو جائے گا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا اہل بہشت اپنے خدمت گاروں کے مقابلہ میں اس قدر حسین و جمیل ہوں گے جیسے چودھویں کا چاند ہوتا ہے۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ بہشتی عورتیں کھانا کھانے کے بعد سریلی آواز سے گائیں گی۔ وہ کہیں گی ہم ہمیشہ بہشت میں رہیں گی، ہمیں کبھی موت نہ آئے گی، نہ کوئی ڈر اور خوف ہوگا۔ ہر طرح سے امن میں ہوں گی۔ ہم خوش ہیں، ہمیں کبھی غصہ نہ آئے گا، جوان رہیں گی۔ کبھی بڑھاپا نہ آئے گا۔ ہمیں جو لباس دیا گیا ہے یہ ہمیشہ پہنا کریں گی۔ کبھی برہنہ نہ ہوں گی۔ ہم خوبصورت ہیں اور بزرگ قوم کی بیبیاں ہیں۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ بہشتی پرندوں کے ستر ستر ہزار پر ہوں گے۔ ہر پر کا رنگ الگ الگ ہوگا۔ ہر پرندہ میل لمبا اور چوڑا ہوگا۔ بہشتی خواہش کریں گے تو پرندہ خود ہی ان کے پاس ان کے پیالہ میں آجائے گا۔ اپنے آپ کو جھاڑے گا جس سے ستر رنگ کے پکے اور بھنے ہوئے کھانے ان پیالوں میں بھر جائیں گے۔ وہ شیرینی میں شہد سے میٹھے، مکھن سے نرم اور دہی سے بھی زیادہ سفید اور شفاف ہوں گے۔ بہشتی کھا کر سیر ہو جائے گا تو پرندہ پھڑپھڑاتا ہوا پھر اڑ جائے گا۔ اس کا ایک پر بھی کم نہ ہوگا۔ بہشت کے یہ پرندے اور چوپائے بہشت کے محلوں کے آس پاس چریں گے۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ ہر بہشتی کو سونے کی ایک انگوٹھی ملے گی جسے وہ ہمیشہ پہنے رکھے گا۔ انگوٹھی میں مروارید، یاقوت اور موتی جڑے ہوں گے۔ یہ انگوٹھیاں اس وقت دی جائیں گی جب وہ دارالسلام میں اللہ تعالےٰ کے دیدار کے لیے جائیں گے۔

جب یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوں گے" تو وہاں انھیں کھانے پینے کی نعمتیں ملیں گی، اور خوب فائدہ اٹھائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ حکم دے گا، کہ اے داؤدؑ[1] اپنی عمدہ آواز سے میری بزرگی بیان کرو، پس وہ اتنی عمدہ آواز سے اللہ کی ثنا بیان کریں گے" کہ بہشت کی ہر شے مبہوت رہ جائے گی۔ ہر کوئی بڑے ذوق شوق سے اسے سنے گا، پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عمدہ لباس اور زیور سے نوازے گا۔ اور وہ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں گے۔

ہر اہل بہشت کے لیے طوبیٰ نام ایک عمدہ درخت ہوگا۔ جب عمدہ اور نفیس کپڑے پہننے کی خواہش ہوگی تو اس درخت کے قریب جائیں گے۔ درخت کے غلاف ہٹائیں گے، تو ان میں چھ مختلف خانے ہوں گے، ہر خانے میں مختلف رنگ کے کپڑے رکھے ہوں گے، ہر لباس کی وضع قطع الگ ہوگی، جس لباس کو پسند کرے گا پہن لے گا۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ بہشتی عورتوں کے گلو بند میں لکھا ہوگا۔ اے بہشتی! میں تیری محبوبہ ہوں اور تو میرا محبوب ہے" میں تیری خدمت کے لیے وقف ہوں، اور تو میری صحبت میں رہے گا۔ میرے دل میں کوئی آلایش اور کدورت نہیں۔

جب مرد اپنی بیوی کے سینہ کی طرف نظر کرے گا، تو اس میں اس کے جگر کی سیاہی کو ہڈیوں اور گوشت کے پیچھے سے دیکھے گا۔ گویا عورت کا جگر مرد کے لیے اور مرد کا جگر عورت کے لیے آئینہ ہوگا۔ ان کے بدن میں ان کا جگر اسے دکھائی دے گا جیسے سفید یاقوت میں دھاگہ نظر آتا ہے۔ ان کی سفیدی مرجان کی سفیدی کے مانند اور یاقوت کی طرح شفاف ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ دیکھنے والوں کو ایسا دکھائی دیتا ہے کہ بہشت کی حوریں یاقوت اور مرجان ہیں۔

آں حضرت صلعم کا ارشاد ہے، کہ اہل بہشت اونٹوں اور گھوڑوں پر سوار ہوں گے، اور یہ جانور اتنے تیز رفتار ہوں گے، کہ جہاں تک نظر کام کرے گی، وہاں تک ان کا ایک قدم اٹھے گا۔ ان کے سُم بھی موتی اور یاقوت کے بنے ہوں گے۔ ان کی جسامت ستر کوس کے فاصلے کے برابر ہوگی۔ ان کی مہاریں اور باگیں مروارید اور زبرجد سے بنی ہوں گی۔

بہشت کے بارے میں آیات اور احادیث:۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ"

فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا۔

خدا نے انھیں اس دن کی برائی سے نگاہ میں رکھا، اور ان کے لیے خوشی اور تازگی لایا۔ (الم)۔

نگاہ میں رکھنے کا مطلب یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز انھیں حساب کی سختی اور دوزخ کے ڈر سے بچائے گا۔

قیامت کے دن انہیں فرشتے دوزخ کو کھینچکر میدانِ قیامت میں لائیں گے۔ ہر نگہبان فرشتے کے ساتھ مزید ستر ہزار فرشتے اس کی مدد کے لیے ہوں گے، جو نہایت سخت اور درشت ہوں گے۔ ان کے بڑے بڑے دانت آگے کو نکلے ہوں گے۔ آنکھیں انگاروں کی طرح چمکتی ہوں گی اور چہروں کا رنگ آگ کے شعلوں کی طرح سرخ ہوگا۔ نتھنوں سے دھواں

---

[1] حضرت داؤدؑ خدا کے جلیل القدر پیغمبر گزرے ہیں۔ ان کی خوش آوازی مضرب المثل ہے "لحن داؤدی" آپ ہی سے منسوب ہے۔

اور شعلے نکلتے ہوں گے۔ اللہ کا حکم بجا لانے کے لیے ہر وقت مستعد ہوں گے۔ دوزخ کے نگہبان فرشتے اپنے مددگاروں سمیت زنجیروں کے ساتھ دوزخ گھسیٹتے ہوئے لائیں گے۔ کبھی دائیں طرف گھسیٹیں گے کبھی بائیں طرف۔ کبھی لوہے کا گرز ہاتھ میں لے کر دوزخ کی پشت پر جا کھڑے ہوں گے اور اُسے اور دہکائیں گے۔ دوزخ چل پڑے گی۔ غضب اور غصہ کے مارے دوزخ پھنکارے گی۔ اس موقعہ پر اس سے سخت دھواں اور بلند شعلے نکلیں گے۔ سخت آواز سے چلائے گی۔ اس طرح سے لاکر، بہشت اور لوگوں کے درمیان رکھ دیا جائے گا۔

دوزخ، اہلِ محشر کی طرف دیکھ کر ان پر حملہ کرنے لگنے لگے گی۔ تین دفعہ ایسا ہی کرے گی، مگر ہر بار اس کے نگہبان اسے روک دیں گے۔ اگر وہ نہ روکیں، تو وہ مومن و کافر سب کو چٹ کر جائے۔ جب اُسے روکا جائے گا تو سخت غضب میں آئے گی، اس طرح جوش مارے گی گویا پھٹنے لگی ہے، سانس لے گی، دانت پیسے گی۔ اس کی یہ آواز سب لوگ سنیں گے، جس سے ان کے دل لرز جائیں گے۔ حواس جاتے رہیں گے، آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی، کلیجے منہ کو آئیں گے دوبارہ سانس لے گی تو جتنے فرشتے، انبیاء اور دوسرے لوگ وہاں موجود ہوں گے سب خوف کے مارے گھٹنوں کے بل گر جائیں گے۔ پھر سانس لے گی، تو لوگوں کے آنسو نکل آئیں گے اور اس قدر روئیں گے کہ آنکھیں خشک ہو جائیں گی۔ پھر سانس لے گی تو جتنے انسان یا جن وہاں ہوں گے خواہ ان کے اعمال بہتر انبیاء کے اعمال کے برابر ہوں خوف کے مارے سب لوگوں کی زبان بند ہو جائے گی، جبرئیل، میکائیل اور حضرت ابراہیمؑ بھاگ کر عرشِ الٰہی کے پایے سے چمٹ جائیں گے، اور نفسی نفسی پکاریں گے۔ اس کے سوا ان کی زبان پر کوئی لفظ نہ ہوگا۔

اس کے بعد دوزخ بڑے بڑے انگارے اگلے گی، جن کی تعداد آسمان کے ستاروں کے برابر ہوگی۔ ہر انگارہ اتنا بڑا ہوگا جتنا مغرب سے اٹھنے والا ابر محیط۔ یہ انگارہ شہاب ثاقب کی طرح لوگوں کے سروں پر چکر لگاتا ہوا گزر جائے گا۔

یہ ہے وہ برائی، جس سے اللہ تعالےٰ قیامت کے دن ان لوگوں کو بچائے گا جو اپنی نذروں کو پورا کرتے اور اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ جب وہ خدا کے حق کو نگاہ میں رکھتے ہیں، تو خدا بھی (ان کے حق کو نگاہ میں رکھے گا) اہلِ توحید، اہلِ ایمان اور اہلِ بہشت کو اس دن کی برائی سے محفوظ رکھے گا۔ اپنی رحمت سے ان کو عذاب سے نگاہ میں رکھے گا۔ ان کا حساب ان پر آسان کرے گا۔ جنت میں داخل کر کے ہمیشہ اس میں رکھے گا۔ اور کافروں، مشرکوں اور بُت پرستوں کو بڑا شدید عذاب ہوگا۔

ان لوگوں کی برائی پر برائی بڑھتی جائے گی۔ خوف پر خوف اور عذاب پر عذاب بڑھتا جائے گا۔ دوزخ میں ڈالے جائیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

مومن کے بارے میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

جب مومن قبر سے اٹھے گا۔

لہ اوپر اللہ تعالےٰ کا جو ارشاد درج کیا گیا ہے، یہ اسی کی تفسیر ہے۔

وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ان کے سامنے تازگی اور خوشی ہے۔

یہ تازگی ان کے چہروں کو عطا ہوگی اور خوشی دلوں میں بھری جائے گی۔ یعنی "جب مومن شخص قیامت کے روز قبر سے اٹھے گا تو اپنے سامنے ایک شخص کو دیکھے گا۔ جس کا چہرہ آفتاب کی طرح چمکتا ہوگا۔ پیشانی خنداں ہوگی، وہ پاک نفس ہوگا، سفید لباس زیب تن کر رکھا ہوگا۔ سر پر تاج ہوگا، وہ خود اس کے قریب آکر سلام کرے گا۔ یہ شخص جواب دے گا اور پوچھے گا، اے بندے تو کون ہے، کیا تو فرشتہ ہے؟ وہ جواب دے گا میں نہ فرشتہ ہوں نہ بندہ۔ تب وہ سوال کرے گا کیا تو نبی ہے؟ وہ کہے گا میں نبی بھی نہیں۔ وہ پوچھے گا کیا تو خدا کے مقبولوں میں سے ہے، وہ کہے گا نہیں۔ تب پوچھے گا کہ آخر تو ہے کون؟ وہ جواب دے گا میں تیرا نیک عمل ہوں اور تجھے بہشت میں لے جانے کے لیے آیا ہوں۔ اور اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ تجھے دوزخ کے عذاب سے نجات پانے کی خوشخبری دوں۔ یہ شخص پوچھے گا، جس بات کی تو خوشخبری دیتا ہے کیا تجھے اس کا علم ہے۔ وہ کہے گا "ہاں مجھے علم ہے۔ پھر اس کے "نیک اعمال" (جو آدمی کی شکل میں موجود ہوں گے) اس سے کہیں گے تو مجھ پر سوار ہو جا! وہ جواب دے گا تیرے جیسے بزرگ شخص پر سوار ہونا مجھے زیب نہیں دیتا وہ جواب دے گا، میں بہت مدت تک دنیا میں تجھ پر سوار رہا ہوں اور اب اللہ کی مرضی سے کہتا ہوں کہ تو مجھ پر سوار ہو جا۔ تب وہ بندہ اس پر سوار ہو جائے گا۔ نیک عمل کہیں گے تو فکر نہ کر میں تجھے بہشت میں لے جاتا ہوں۔ یہ سن کر وہ بندہ بہت خوش ہوگا، خوشی سے اس کا چہرہ چمکنے لگے گا۔ دل میں بھی خوشی بھر جائے گی۔ اور یہ خوشی اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اسے نصیب ہوگی۔

جب کافر قبر سے اٹھے گا:- جب کافر اپنی قبر سے اٹھے گا، تو اسے ایک ایسا شخص سامنے نظر آئے گا، جو نہایت بد صورت ہوگا۔ اس کی آنکھیں نیلی ہوں گی، چہرہ نہایت سیاہ ہوگا، ایسا سیاہ کہ تاریک رات میں قبر کی تاریکی سے بھی زیادہ سیاہ ہوگا۔ اس کا لباس بھی سیاہ ہوگا۔ وہ زمین پر گرتا ہوگا بجلی کی طرح کڑکے گا۔ اس سے گندے مردار کی طرح بو آئے گی۔ کافر اس سے پوچھے گا تو کون ہے اور نفرت سے اپنا منہ پھیرے گا۔ وہ کہے گا اے خدا کے دشمن کہاں جاتا ہے میری طرف آ۔ تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں۔

کافر کہے گا خدا تجھے ہلاک کرے تو شیطان ہے۔ وہ کہے گا "میں شیطان نہیں، بلکہ تیرا برا عمل ہوں۔ وہ کہے گا، تو مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ وہ جواب دے گا میں تیرے اوپر سوار ہونا چاہتا ہوں، وہ کہے گا مجھے چھوڑ دے! کیا تو مجھے لوگوں کے سامنے رسوا کرنا چاہتا ہے؟ وہ کہے گا میں ضرور تجھ پر سواری کروں گا۔ اس لیے کہ تو ایک مدت تک دنیا میں مجھ پر سوار رہا۔ اب آج میری باری ہے، میں تجھ پر سوار ہوں گا۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ بالآخر وہ آدمی اس کافر پر سوار ہو جائے گا۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کے قول کی تفسیر۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" اور کافر اپنے اپنے گناہ اپنی اپنی پیٹھ پر اٹھائیں گے، لوگو خبردار ہو جاؤ۔ جس چیز کو کافر اپنی پیٹھ پر اٹھائیں گے، وہ بہت، بری چیز ہے"۔ اپنے دوستوں کے بارے میں اللہ جل شانہٗ نے فرمایا "ان لوگوں کو خوشخبری دینے کے بعد ہم نے انھیں رہنے کے لیے بہشت اور پہننے کے لیے ابریشم دیا۔ یہ اس بات کا عوض ہے کہ انھوں نے مصیبت پر صبر کیا حکم الٰہی بجا

لائے، منع کی گئی چیزوں سے باز رہے، قضاو قدر کے سامنے سرخم کیا؛ جب انھیں بہشت میں لے جائیں گے تو وہاں بہت نعمتیں ملیں گی۔ ان میں سے ابریشم پہنیں گے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ بہشت میں یہ لوگ تختوں پر تکیے لگا کر بیٹھیں گے، ان پر پردے پڑے ہوں گے یعنی بہشت میں نہ سورج کی تپش ہے نہ جاڑے کی سردی۔ بہشت میں گرمی اور سردی نہ ہوگی۔ دوسری جگہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: "ان پر درخت کے سایے نزدیک ہونے والے ہیں۔

اہلِ بہشت جب میوہ کھانا چاہیں گے تو خواہ کھڑے ہوں خواہ بیٹھے اور خواہ لیٹے۔ غرض کسی بھی حالت میں ہوں، وہ کھا سکیں گے، کیوں کہ ان کی خواہش پر میوہ دار ٹہنیاں خود جھک کر ان کے پاس آجائیں گی، پھر جیسے ان کا جی چاہے گا، توڑ کر کھائیں گے، کھا چکیں گے تو درخت پھر اپنی جگہ واپس ہو جائے گا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان کی شاخیں جو جھک جانے کے لائق ہوں گی جھک جائیں گی" اور فرمایا۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِآنِيَةٍ مِنْ فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ۔ ان پر چاندی کے برتن اور آبخورے لے کر پھریں گے۔

یہ آبخورے مدوّر شکل کے ہیں، انھیں پکڑنے کے لیے کسی دستے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور فرمایا: "یہ کوزے شیشہ کے ہیں، لیکن اصل میں چاندی کے ہیں"۔ مطلب یہ کہ دنیا کے شیشے تو خاک سے بنتے ہیں، مگر جنت کے شیشے چاندی سے بنائے گئے ہیں۔ وہ کوزہ کے اندازہ کے مطابق بنائے گئے ہیں، یعنی آبخورے کا جتنا اندازہ ہوتا ہے اسی قدر جس طرح کمہار برتن کو اس کے اندازہ کے مطابق بناتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا فرمان بھی یہی ہے "کہ کوزوں کو اندازہ کے مطابق بنایا گیا ہے۔ جب پانی پیتے ہیں، تو کوزے میں باقی نہیں رہتا، نہ زیادہ پینے کی ضرورت ہی ہوتی ہے۔ گویا کوزے بالکل ضرورت اور حاجت کے مطابق بنے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا ان لوگوں کو بہشت میں شراب پلائی جائے گی۔

بہشتی لوگ ان برتنوں میں جو شراب پیتے ہیں" وہ دنیا کی شراب جیسی نہیں ہوتی، نہ ہی دنیا کے گلاسوں جیسے وہاں کے گلاس ہیں۔ فرمایا۔

كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا بہشت کی شراب سونٹھ سے ترکیب دی گئی ہے۔

یعنی اس میں سونٹھ بھی ملی ہوئی ہے۔ فرمایا بہشت میں ایک دریا بہتا ہے۔

عَيْنًا فِيهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيلًا جس کا نام سلسبیل ہے۔

یہ دریا بہشت عدن سے ہو کر سب[1] بہشتوں میں جاتا ہے، اور تمام اہلِ بہشت کو اپنی نعمتوں سے سیراب کرتا ہے۔

---

[1] بہشت تین قسم کے ہیں جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

پھر فرمایا۔

وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ — اُن کے اوپر ہمیشہ لڑکے پھرتے رہیں گے۔

لڑکوں سے مراد یہ ہے کہ وہاں پھرنے والے کبھی بوڑھے نہ ہوں گے، نہ ہی بالغ ہوں گے، بلکہ ایسے غلام ہوں گے، جو ہمیشہ خوبصورت رہیں گے۔ فرمایا۔

اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا۔ — جو تو انھیں دیکھے گا تو اپنے دل میں خیال کرے گا کہ یہ موتی بکھرے ہوئے اور بیشمار ہیں۔ جب تو بہشت کو دیکھے گا تو وہ جگہ تجھے ایک بڑا ملک اور وہاں عظمت کی بھری ہوئی ایک کثیر جگہ نظر آئے گی۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ ہر بہشتی کے لیے ایک بڑا محل ہوگا، جس کے اندر ستر اور محل ہوں گے۔ ہر محل میں ستر ستر گھر ہوں گے۔ ہر گھر مروارید سے بنا ہوگا۔ وہ آسمان کی طرف ایک فرسنگ اونچا ہوگا۔ اس کا عرض میلوں تک پھیلا ہوگا۔ اس میں سونے کے بنے ہوئے چار ہزار دروازے ہوں گے۔ اس کے اندر مروارید کی شاخوں اور یاقوت کا بنا ہوا ایک تخت ہوگا۔ اس کے ارد گرد سونے کی چار ہزار کرسیاں ہوں گی، جن کے پائے سرخ یاقوت سے بنے ہوں گے۔ تخت پر ستر مختلف رنگوں کے بچھونے ہوں گے۔ بہشتی بائیں جانب تکیہ لگا کر بیٹھے گا۔ اس نے دیبا کے ستر پیراہن اوڑھے ہوں گے۔ جو اسے خوب زیب دیتے ہوں گے۔ ان کے کپڑوں کا ابریشم سفید رنگ کا ہوگا۔ اس کی پیشانی پر زمرد اور یاقوت سے مرصع ایک تمغہ لٹکا ہوگا۔ جس میں طرح طرح کے جواہرات اور مروارید لگے ہوں گے۔ سر پہ زریں تاج ہوگا جس کے ستر گوشے ہوں گے، ہر گوشہ میں ایک مروارید ہوگا۔ مشرق سے مغرب تک جس قدر چیزیں ہیں ان کی قیمت کے برابر ایک مروارید کی قیمت ہوگی۔ بہشتی کے ہاتھ میں سونے چاندی اور مروارید کے کنگن ہوں گے۔ ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں میں سونے چاندی کی انگوٹھیاں ہوں گی، جن میں رنگ رنگ کے نگینے جڑے ہوں گے۔ دس ہزار غلام اس کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ جو نہ جوان ہوں گے نہ بوڑھے۔ اس کے سامنے سرخ یاقوت کا خوان رکھا جائے گا۔ جو کئی کوس لمبا ہوگا۔ ہر دسترخوان پر سونے چاندی کے ستر ہزار برتن ہوں گے۔ ہر برتن میں ستر قسم کا کھانا رکھا ہوگا۔ بہشتی لقمہ لے گا اور اس وقت اگر کسی اور کھانے کی خواہش اس کے دل میں پیدا ہوگی تو جو لقمہ منہ میں ہوگا، اس کی اسی کھانے جیسی لذت بن جائے گی۔ آگے پیچھے جو غلام کھڑے ہوں گے، ان کے ہاتھوں میں سونے چاندی کے گلاس ہوں گے۔ کچھ برتنوں میں میٹھا پانی اور شراب ہوگی۔ ان میں سے ہر شخص چالیس آدمیوں کی خوراک کے برابر کھانا کھائے گا۔ کھانے سے سیر ہو جائیں گے جو جس شربت کی خواہش کریں گے وہ حاضر کیا جائے گا اور سیر ہو کر پئیں گے۔ کھانے کے بعد ڈکار لیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان پر خواہشوں کے ہزار دروازے کھول دے گا۔ وہ اس قدر پانی پئیں گے کہ عرق عرق ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ خواہش کے مزید ایک ہزار دروازے ان پر کھول دے گا اور پھر کھانے پینے میں مصروف ہو جائیں گے۔

اونٹ کے برابر بڑے خوش الحان پرندے بھی ان کے سامنے قطار باندھ کر کھڑے ہوں گے اور دنیا کے تمام قسم کے سروں

سے زیادہ خوش الحانی سے گائیں گے۔ ہر پرندہ راگ سے یہی کہے گا "اے اللہ کے دوست میں حاضر ہوں۔ میں بہشت کی فلاں فلاں جگہ پر چرتا رہا ہوں اور فلاں فلاں جگہ سے پانی پیا ہے۔ یہ لوگ پرندوں کی آوازوں کی طرف کان لگائیں گے۔ اور ان کی طرف دیکھیں گے۔ اگر کسی خوش الحان پرندے کے بارے میں ان کے دل میں خواہش پیدا ہوگی تو اللہ تعالیٰ اسکی خواہش سے آگاہ ہو جائے گا، اس لیے وہ پرندہ فوراً اس کے خوان میں آگرے گا۔ گرتے ہی کچھ خشک اور کچھ بریاں گوشت بن جائے گا۔ برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہوگا۔ بہشتی اسے کھا کر خوب سیر ہو جائے گا۔ تب وہ پرندہ جیسا پہلے تھا ویسا ہی بن کر اڑ جائے گا۔ اور جس دروازہ سے آیا تھا اسی دروازہ سے اپنی جگہ واپس چلا جائے گا۔

جب بہشتی اپنے تخت پر بیٹھے گا تو اس کی بیوی بھی سامنے بیٹھے گی۔ بیوی کے چہرہ کی سفیدی اور صفائی ایسی ہوگی کہ بہشتی کو اپنا چہرہ اس کے چہرے میں نظر آئے گا۔ تب اس کے وصال کی خواہش پیدا ہوگی۔ مگر رعب حسن اور شرم کے باعث چپ رہے گا۔ مگر اس کی بیوی بہت عقل مند ہوگی۔ سمجھ جائے گی، فوراً اس کے گلے سے لپٹ جائے گی اور ناز و ادا سے کہے گی "میں تیرے ہی لیے ہوں پھر شرم کیسی! چنانچہ بہشتی اپنی بیوی کے قریب جائے گا۔ دونوں وصال سے مسرور اور بے خود ہو جائیں گے[1]

اسی محل میں اسی جیسی حسین و جمیل مزید آٹھ سو عورتیں ہوں گی، ہر عورت کے سامنے ستر خدمت گار اور لونڈیاں حاضر ہوں گی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ ان لونڈیوں یا خدمت گاروں میں سے کوئی ایک بھی اگر زمین پر آجائے تو اس کے حسن و جمال سے لوگوں کی یہ حالت ہو کہ اسے لینے کے لئے آپس میں لڑ لڑ کر فنا ہو جائیں۔ حوریں کی زلفیں ایسی نورانی ہیں کہ اگر وہ اپنی زلفیں دنیا پر کھول دے تو ان کی روشنی سورج کی روشنی کو ماند کر دے۔

آں حضرت صلعم سے سوال کیا گیا کہ بہشت کے خادم اور مخدوم میں کیا فرق ہے؟ حضورؐ نے فرمایا۔ وہاں کے خادم اور مخدوم میں وہی فرق ہے جو چودھویں رات کے چاند اور ستاروں میں ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ جب بہشتی اپنے تخت پر جلوہ گر ہوگا تو اللہ تعالےٰ ایک فرشتے کو ستر لباس دے کر اس کے پاس بھیجے گا۔ یہ حلّے مختلف رنگوں کے بے حد نرم و نازک ہوں گے فرشتہ اس محل کے دروازے پر آئے گا اور دربان سے اندر جانے کی اجازت طلب کرے گا۔ اور کہے گا، کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے اس مکان کے مکین کے پاس بھیجا ہے۔ دربان جواب دے گا کہ میں تو مکین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ میرے آگے ایک اور دربان ہے، میں اسے اطلاع دے دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ دوسرے دربان سے کہے گا۔ اسی طرح درجہ بہ درجہ ستر دربانوں کو اطلاع ہو کر آخر میں مکین کو خبر ملے گی اور دربان کہے گا، کہ اے اللہ کے دوست! خدا کا ایلچی دروازے پر کھڑا ہے۔ چنانچہ فرشتے کو اندر آنے کی اجازت دے دی جائے گی۔ وہ حاضر ہو کر خدا کی طرف سے سلام عرض کرے گا اور کہے گا کہ اللہ تم سے راضی ہے۔

اگر اللہ نے اہلِ بہشت کے لیے ہمیشہ کی زندگی نہ لکھی ہوتی، تو انھیں یہ شادی مرگ ہو جاتی۔ خدائے تعالےٰ کا

---

[1] یہاں ترجمہ کرتے وقت بعض باتوں کا مفہوم لے لیا گیا ہے۔

ارشاد ہے، کہ اللہ کی خوشنودی بہت بڑی بات ہے اور عظیم نعمت ہے۔ فرمایا اے محمدؐ! جب تو یہ جگہ دیکھے گا تو تجھے بڑی بڑی نعمتیں اور بڑے ملک دکھائی دیں گے۔ خدا کا ایلچی خدا کے حکم سے ہی جنت میں داخل ہوگا۔ فرمایا اہل بہشت کے کپڑے سندس سبز اور استبرق کے ہیں، جن سے پارچہ دیبا مراد ہے۔ نیچے سفید حریر کا چست جامہ ہوگا۔ اور اوپر استبرق سبز کا کپڑا۔ اہل بہشت کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ ایک اور آیت میں آیا ہے کہ "بہشت میں سونے اور مروارید کے کنگن پہنائے جائیں گے"۔ یہ کنگن تین قسم کے ہوں گے۔ فرمایا، ان کے پروردگار نے انھیں شراب پلائی ہے۔ وہ پاک شراب یہ ہے کہ بہشت کے دروازے پر ایک درخت ہے جس کے تنے سے دو چشمے جاری ہیں۔ جب مومن پل صراط کو عبور کر کے ان چشموں کی طرف آئے گا تو ایک چشمے میں داخل ہو کر غسل کرے گا، اس پانی سے کستوری سے بھی بہتر خوشبو آتی ہوگی۔ مومن کا قد حضرت آدمؑ کے قد کے برابر ہوگا جو ستر گز تھا۔ بہشت کے مرد اور وہاں کی عورتوں کا قد ایک ہی جیسا ہوگا۔ ان کی عمر حضرت عیسیٰؑ کی عمر کے مطابق ہوگی۔ یعنی سب تینتیس برس کے جوان ہوں گے۔ مرد اور عورتیں حسن و جمال میں بھی ایک سے ہوں گے۔ یعنی حضرت یعقوبؑ کے فرزند حضرت یوسفؑ جیسے۔

پھر وہ بہشتی، دوسرے چشمہ پر آکر اس سے پانی پیئے گا، جس کی تاثیر سے اس کے دل کا کھوٹ، حسد، غم و اندوہ سب دور ہو جائے گا۔ اور چشمہ سے باہر آنے پر اس کا دل اس طرح پاک و صاف ہوگا، جیسے حضرت ایوبؑ کا دل تھا۔ ان کی زبان اس حضرت صلعم کی زبان ہوگی، یعنی عربی زبان۔

جب وہاں سے بہشت کے دروازے پر پہنچیں گے، تو بہشت کے نگہبان انھیں خوش خبری دیں گے کہ تم ہمیشہ خوش رہو۔ وہ جواب میں کہیں گے، ہاں ٹھیک ہے۔ پھر نگہبان کہیں گے، اب بہشت کے اندر آجاؤ اور ہمیشہ اسی میں رہو۔ جب وہ اندر قدم رکھیں گے تو فرشتے ان کے ساتھ ہوں گے۔ یہ وہی فرشتے ہوں گے جو دنیا میں بھی ان کے ساتھ رہتے تھے یعنی کراماً کاتبین۔

پھر ایک فرشتہ سواری کا ایک جانور لے کر، سامنے آئے گا۔ یہ جانور سبز یاقوت کا ہوگا اور اس کی باگ سرخ یاقوت سے بنی ہوگی۔ اوپر ایک پالان رکھا ہوگا، جس کے آگے پیچھے مروارید اور یاقوت کی جھالر لٹکتی ہوگی۔ دونوں پہلوؤں پر سونے چاندی کا منقش کام ہوگا۔ فرشتے کے پاس ستر بہشتی حلّے ہوں گے جو اسے پہنائے جائیں گے۔ سر پر مرصع تاج رکھا جائے گا۔ ہر بہشتی کے ساتھ دس ہزار زریں کمر غلام ہوں گے۔ فرشتہ بہشتی سے کہے گا "اے اللہ کے دوست اس پر سوار ہو جا! یہ سواری تیرے ہی لیے ہے، بلکہ جنت میں اور بھی بہت سی سواریاں تیرے لیے موجود ہیں"۔ بہشتی سوار ہو جائے گا۔ وہ جانور اتنا تیز رفتار ہوگا۔ کہ انتہائے نظر تک اس کا ایک قدم اٹھے گا۔ وہ فرشتے جو دنیا میں بہشتی کے ساتھ تھے وہ اب بھی ساتھ ہوں گے۔ غرض اس شان سے وہ اپنے محل میں جائے گا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

كَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُوْرًا — میں نے تمھارے عملوں کے لیے جو کچھ بیان کیا ہے وہی تمھارے لیے بہتر ہے۔

تمھارے کام قابلِ تعریف تھے، چنانچہ اللہ نے تمھارے کاموں کی تعریف کی اور تمھیں بہشت عطا فرمایا۔

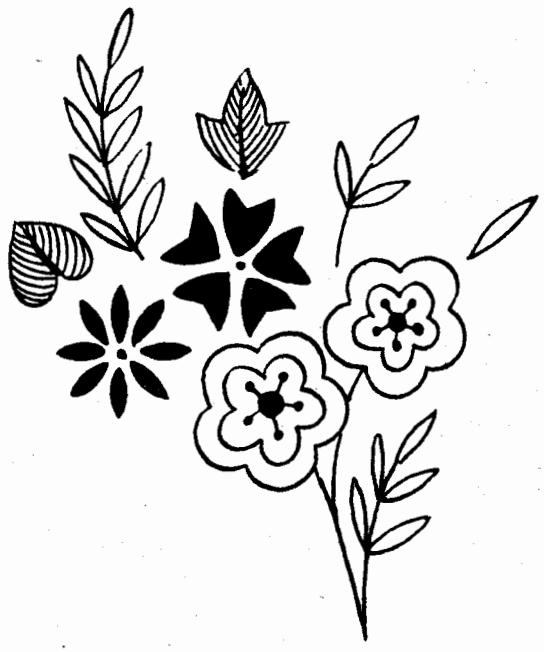

باب ۲۰

چار بزرگ مہینے

رجب اور اس میں عبادات

چار بزرگ مہینے

چار بزرگ مہینے :- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۔

کتاب الٰہی میں سال کے مہینوں کی تعداد بارہ ہے اور جس وقت اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اسی وقت سے چار مہینوں کو حرام (حرمت اور بزرگی والا) بنایا ہے۔

اس آیت کی شان نزول یہ ہے، کہ فتح مکہ سے قبل ایک مرتبہ مسلمانوں نے مکہ کا رخ کیا، وہ دل میں ڈرتے تھے، کہ ایسا نہ ہو حرمت کے مہینوں میں کافروں سے جنگ کرنی پڑ جائے۔ اس وقت اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ جس دن اللہ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا تو اپنی کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں مہینوں کی تعداد بارہ مقرر کی۔ جن میں ماہ حرام چار ہیں، رجب ذی قعدہ۔ ذی الحجہ اور محرم۔ ان میں رجب کا مہینہ الگ ہے، باقی تین ایک ساتھ آتے ہیں۔ یہ دین صاف سیدھا اور پکا ہے۔ لہٰذا ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو، کیوں کہ خدائے تعالیٰ نے ان چاروں مہینوں کو حرمت کے مہینے بیان فرمایا ہے۔ چونکہ ان کی حرمت اور بزرگی مسلّم ہے، اس لیے ان میں ظلم کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے، اگرچہ ظلم کرنا کسی بھی مہینہ میں منع ہے، مگر ان مہینوں میں تو اس کی خاص طور سے ممانعت ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اپنی نمازوں کی نگہبانی کرو خصوصاً درمیانی نماز کی "اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جس درمیانی نماز کو بالخصوص بیان فرمایا ہے وہ عصر کی نماز ہے۔ اگرچہ "نگاہ رکھنے" کا سب پر اطلاق ہوتا ہے مگر وسط کی نماز کو خصوصیت اور تقدم بخشا۔ اسی طرح ان چار مہینوں میں ظلم کی مخالفت کی۔

مشرکین عرب میں سے کسی کو بھی ان مہینوں میں قتل نہ کرو! ہاں اگر وہ تمھیں قتل کریں تو تم بھی انھیں قتل کر سکتے ہو۔ ابو یزید فرماتے ہیں "ظلم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ دی جائے۔ وہ کام کیے جائیں جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے "کہ کسی چیز کا بے محل جگہ پر رکھنا ظلم ہے، یعنی جو شخص ایک کا حق دوسرے کو دے دیتا ہے وہ ظلم کرتا ہے۔ غرض یہ دونوں روایتیں آپس میں مشابہت رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "تم مشرکوں کو مارو، یعنی

تم کے سب کافروں کو جیسے وہ تمھیں مارتے ہیں" یعنی اگر وہ لوگ حرمت کے مہینے میں تمھیں ماریں، تو تم بھی انھیں مار سکتے ہو۔ اور جان لو! کہ پرہیزگار لوگوں کی اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے۔ صاحبان تفسیر نے الفاظ "دِیْنُ الْقَیِّمِ" کے معنوں میں اختلاف کیا ہے۔ مقاتل کا کہنا ہے" کہ دینِ حق ہی دین قیم ہے۔ دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ سچا دین، دین اسلام ہی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دین قیم وہ دین ہے جو کجی سے دور ہو اور بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس دین کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے وہی "دین قیم" ہے۔

لفظ "رجب" کی وجہ تسمیہ: رجب اسمائے مشتقہ میں سے ہے، اور ترجیب (یعنی تعظیم) لحاظ سے مشتق ہے۔ اہل عرب کا ایک محاورہ ہے۔ "رَجَبْتُ هٰذَا الشَّهْرَ" کسی مہینے کو بزرگی دی جائے تو اس کے لیے یہ محاورہ بولا جاتا۔ حباب بن منذر بن جموح بھی یہی کہتے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ جب آں حضرت صلعم نے وفات پائی، اس وقت صحابہ کرام بنی ساعدہ کے خیمہ میں اکٹھے ہوئے اور امیر مقرر کرنے کے بارے میں، مہاجرین و انصار میں اختلاف ہوا۔ یہ دونوں گروہ کہتے تھے، کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے (یہ مشہور واقعہ ہے) اس پر حباب کو غصہ آگیا۔ انھوں نے تلوار سونت لی، اور کہا میں اس قبیلے کی وہ لکڑی ہوں، جس سے پیٹھ کھجلائی جاتی ہے، اور اپنے قبیلے کی وہ پاکیزہ کھجور ہوں، جسے ستون سے کھڑا کیا جاتا ہے۔ یعنی میں اپنی قوم میں عظمت کا مالک ان کا حاکم ہوں۔

اس روایت میں خدیق کا لفظ آیا ہے، جو خدق کی تصغیر ہے اور خدق ایسی کھجور کو کہا جاتا ہے، جس کے گر پڑنے کے خوف سے اس کے نیچے سہارا کھڑا کر دیا جائے تاکہ وہ گرنے نہ پائے۔ اور رجبہ اس بنا کا نام ہے جو خرما کے آس پاس بنائی جاتی ہے اور "حُبِّنَ یُلْهَا الْجُلُّ" میں جذیل، جذل کی تصغیر ہے۔ جذل خرما کے درخت کو کہتے ہیں۔ جس سے خارشی اونٹ کھجلاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں جذل وہ لکڑی ہے جو اونٹوں کے باندھنے کی جگہ کھڑی کر دی جاتی ہے۔ تاکہ اونٹ اس سے اپنا بدن کھجا سکیں۔

ابوزید یحییٰ بن زیاد" فراء سے روایت کرتے ہیں کہ رجب نام اس لیے پڑا کہ ان دنوں اہل عرب خرما کے آس پاس ایک مددگار کھڑی کر دیتے تھے جو درخت کو سہارا دیتی تھی، اور آندھی کے باعث خوشوں کو ٹوٹنے سے بچاتی تھی۔ چنانچہ وہ کہا کرتے تھے" رَجَبْتُ النَّخْلَةَ تَرْجِیْبًا"

بعض کہتے ہیں کہ خرما کے درخت کے آس پاس کانٹے گاڑ دیے جاتے تھے، تاکہ لوگ اسے توڑ نہ سکیں اور خرما محفوظ رہے۔ یہ باڑ ترجیب کہلاتی ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ جب زیادہ بوجھ سے شاخ جھک جاتی ہے تو اسے سہارا دینے کے لیے نیچے ایک ستون کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ یہی ترجیب ہے۔ بعض اس لفظ کو اہل عرب کے اس قول سے اخذ کیا ہوا بتاتے ہیں" رجبتہ شیئاً" یعنی میں نے اسے ڈرایا۔

بعض کا کہنا ہے کہ آمادہ ہونے اور سامان تیار کرنے کو "ترجیب" کہا جاتا ہے، کیوں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا، رجب کے مہینہ میں ماہِ شعبان کے لیے بہت سی نیکیاں تیار کی جاتی ہیں۔

بعض کہتے ہیں، کہ ذکرِ الٰہی کے تکرار اور اللہ کی بزرگی بیان کرنے کو ترجیب کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ ماہ رجب میں فرشتے بار بار

اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ "رجب" کے لفظ میں "ب" کی بجائے بعض "م" پڑھتے ہیں، یعنی "رجم" جس کے معنی ہیں ہنکانا۔ اس مہینے میں شیطان اور اس کے لشکر کو ہنکا دیا جاتا ہے تاکہ مسلمانوں کو تکلیف نہ پہنچائیں

رجب میں تین حرف ہیں، ر، ج، ب۔ ر، سے مراد اللہ کی رحمت۔ ج، سے مراد ہے جود، یعنی اللہ کی بخشش۔ اور ب، سے برّ یعنی اللہ تعالیٰ کی نیکی مراد ہے۔ پس اس ماہ کے اول سے آخر تک، بندوں پر اللہ کی تین بخششیں نازل ہوتی ہیں۔ ایک رحمت" جس میں عذاب کو دخل نہیں، دوسرے بخشش، جس میں بخل کو کچھ دخل نہیں۔ تیسرے نیکی جس میں ظلم کا نشان تک نہیں۔

رجب کے علاوہ اس ماہ کے اور بھی کئی نام ہیں۔ یعنی مضر، مضل الاسنۃ، شہر اللہ الاصم، شہر اللہ الاصب، شہر المطہر، شہر السابق، شہر الفرد۔

ماہِ رجب کے مضر نام:-

مضر نام کی وجہ یہ ہے کہ ایک روایت میں ہے، رسول اللہ صلعم نے اپنے بعض خطبوں میں فرمایا" زمانہ اپنی اس روش پر واپس آگیا ہے، جس روش پر پہلے دن تھا اس دن جب اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا کیے اور سال بارہ ماہ میں تقسیم ہوا) ان میں سے چار مہینوں میں ظلم کرنا حرام ہے۔ حرمت کے تین مہینے پے در پے ہیں۔ یعنی ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم۔ چوتھا مہینہ رجب ان سے الگ ہے۔ جو جمادی (الثانی) اور شعبان کے درمیان ہے۔ یہ مضر ہے، اس کی تخصیص نسی کے باطل کرنے کے لیے ہوتی ہے جسے جاہلیت کے زمانے میں کیا جاتا ہے۔ نسی یہ ہے" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (نسی کفر میں زیادتی کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ کافر لوگ اس سے گمراہ ہوتے ہیں)۔ زمانہ جاہلیت میں جب کبھی عرب لوگ منیٰ سے باہر آنا چاہتے تو بنی فقان میں سے ایک شخص کھڑا ہوتا جسے نعیم کے نام سے پکارا جاتا تھا، وہ اپنی قوم کا سردار ہوا کرتا تھا، وہ اٹھ کر کہتا کہ میں اپنی قوم میں مقبول ہوں، مجھ میں کوئی عیب نہیں، نہ ہی کوئی شخص میرے حکم سے انکار کر سکتا ہے۔ اہلِ عرب یہ سن کر جواب دیتے کہ ہاں تم سچ کہتے ہو۔ پھر اس سے درخواست کرتے کہ ماہ محرم کی حرمت بدل کر ماہ صفر میں مقرر کر دو اور محرم کا مہینہ ہم پر حلال کر دو۔ ان کی یہ خواہش اس لیے ہوتی تھی کہ پے در پے تین مہینے حرمت کے آجانے پر وہ لوٹ مار نہ کر سکتے تھے۔ اس لیے چاہتے تھے کہ بیچ میں لوٹ مار کے لیے گنجائش نکل آئے۔ کیوں کہ لوٹ مار پر ہی وہ زندگی بسر کرتے تھے۔ چنانچہ ماہِ محرم کو ماہِ صفر میں بدل دیتے تھے۔ پھر سارا سال لوٹ مار کرتے رہتے تھے۔ نَسَاءَ اللّٰہُ فِیْ اَجَلِہٖ کا اِنْسَاءَ اللّٰہِ اَجَلَہٗ کے یہی معنی ہیں۔

آں حضرت صلعم نے ماہِ رجب کو دو صفتوں سے متصف فرمایا ہے۔ ایک صفت رجب مضر ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ قبیلہ مضر کے لوگ رجب کے مہینہ کی حد سے زیادہ عزت اور احترام کیا کرتے تھے۔ دوسری صفت یہ کہ آں حضرت صلعم نے اس ماہ کو جمادی اور شعبان میں مقید کر دیا، تاکہ اسے آگے پیچھے نہ کیا جا سکے، جس طرح محرم کو صفر کے ساتھ ہٹا کر بدل دیتے تھے۔ چنانچہ رجب کی خاص قید لگا دی گئی، اور اس کی حرمت کو اور زیادہ مستحکم کر دیا گیا۔

بعض کا کہنا ہے کہ ماہِ رجب کو مضر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان ایام میں بعض کافروں نے ایک قبیلہ کے لیے ہلاکت کی بددعا کی تھی، چنانچہ وہ لوگ ہلاک کر دیے گئے۔ کہا جاتا ہے" کہ اس مہینے میں ظالموں کے حق میں دعا کرے" تو وہ قبول ہوتی ہے۔ چنانچہ زمانہ جاہلیت میں اہلِ عرب کا دستور تھا کہ وہ ظالموں کے حق میں بددعا کرنے کے لیے اس مہینے کا انتظار کیا کرتے تھے۔ جب یہ

مہینہ آتا تو دعا مانگتے اور وہ قبول ہو جاتی ۔

مفضل الاسنہ اس لیے کہتے ہیں کہ رجب کا مہینہ آنے پر اہل عرب اپنے تیروں کو ترکش میں رکھ لیتے ہیں، تلواریں میان میں ڈال دیتے ہیں اور نیزے بھی کونے میں کھڑا کر دیتے ہیں۔ یہ سب باتیں رجب کے احترام میں کی جاتیں۔ تیر کو پیکان سے الگ کرتے وقت "لصلت السہم والسنۃ" کہتے تھے "شھر اللہ الاصم" اس لیے کہتے تھے کہ ایک روایت میں آیا ہے، جب رجب کا مہینہ آتا تو حضرت عثمان بن عفانؓ جمعہ کے خطبہ میں فرمایا کرتے تھے، اے لوگو! آگاہ رہو، یہ خدا کا مہینہ ہے، اس میں زکوٰۃ دو۔ قرض دار اپنا قرض ادا کرے۔ اگر کسی پر کسی کا قرض باقی ہو اور وہ اسے معاف کر سکے، تو کر دے۔

ابن انباریؒ فرماتے ہیں کہ اس مہینہ کا نام اصم اس لیے رکھا گیا کہ اہل عرب ہمیشہ آپس میں لڑتے رہتے تھے، لیکن رجب کے مہینہ میں ہتھیار رکھ دیتے، تیر سے پیکان نکال لیتے۔ اس مہینہ میں نہ کہیں ہتھیاروں کی آواز سنائی دیتی نہ نیزوں کی چمک نظر آتی۔ اگر کسی نے اپنے باپ کا بدلہ لینا ہوتا اور دشمن اس مہینہ میں سامنے آتا تو مہینہ کا احترام کرتے ہوئے وہ اس سے انجان بن جاتا اور یوں ظاہر کرتا جیسے اس نے اسے دیکھا ہی نہیں۔

بعض نے اصم نام کی وجہ یہ بیان کی ہے، کہ اس ماہ میں کسی پر خدا کا قہر و غضب نازل نہیں ہوا۔ سابقہ امتوں پر اللہ تعالیٰ کا جو عذاب آتا رہا وہ دوسرے مہینوں میں آیا۔ رجب کے مہینہ میں کسی پر عذاب نہیں آیا۔ نوحؑ کو اللہ تعالیٰ نے اسی مہینہ میں کشتی میں سوار کرایا، اور یہ کشتی حضرت نوحؑ اور ان کے ساتھیوں کو چھ ماہ تک پانی میں لیے پھری۔

ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ رجب اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے۔ اس ماہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی کشتی پانی میں چلائی حضرت نوحؑ نے اس میں خود بھی روزے رکھے اور ساتھیوں کو بھی روزے رکھنے کی تاکید فرمائی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب کو طوفان سے نجات دلائی اور مشرکوں اور دین کے دشمنوں سے زمین کو پاک کر دیا۔ ابراہیم نخعیؒ کا کہنا ہے کہ یہ آں حضرت صلعم کا ارشاد ہے اور اس حدیث کی خبر ہمیں ہبۃ اللہ سے ملی ہے۔ انھوں نے ابی حازم سے روایت کی ہے، وہ سہل بن سعد سے اور وہ آنحضرت صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ مسلمانو! خبردار رہو! رجب کا مہینہ ان مہینوں میں سے ہے جو حرام کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس ماہ میں حضرت نوحؑ کو کشتی پر سوار کرایا۔ اس میں انھوں نے خود روزے رکھے اور اپنے ساتھیوں کو روزے رکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انھیں طوفان سے نجات دی اور کافروں کو غرق کر کے زمین کو پاک کر دیا۔

اس مہینے کا نام اصم یعنی بہرہ اس لیے رکھا گیا کہ وہ تمھارے ظلم و ستم سے بہرا ہے، اور اے مومن! یہ تیری بزرگی کو سننے والا ہے۔ پس اللہ نے اس مہینے کو ظلم اور ایسی دوسری لغزشوں سے بہرہ کر دیا ہے تاکہ وہ قیامت کے دن تیری ایسی گواہی نہ دے سکے اور تیرے ان نیک اعمال کا گواہ بنے جو اس مہینے میں تو نے کیے ہیں۔

اس کو رجب اس لیے بھی کہتے ہیں، کہ اس ماہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت نازل فرماتا ہے۔

رجب کے روزے:- ثواب بخشتا ہے اور ایسے انعام و اکرام سے نوازتا ہے، جو انسان نے پہلے نہ سنے ہیں اور نہ دیکھے ہیں۔

امام بیہقیؒ اپنے اسناد میں اعمشؒ سے ان ساری باتوں کی خبر دیتے ہیں وہ ابراہیم سے آپ علقمہ سے، آپ ابوسعید خدریؓ سے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا، جب اللہ تعالےٰ نے زمین و آسمان پیدا کیے تو اپنی کتاب میں مہینوں کی تعداد بارہ مقرر فرمائی، ان میں چار حرمت والے مہینے ہیں۔ رجب اللہ تعالےٰ کا مہینہ ہے۔ تین پے در پے مہینے یہ ہیں۔ ذی قعدہ، ذی الحج، محرم۔ آں حضرت صلعم نے فرمایا، شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا۔ چنانچہ رجب کے مہینے میں ایک روزہ رکھنے والا بھی اگر خدا سے آخرت کا طلب گار ہو تو اللہ تعالےٰ کی رضا مندی حاصل کر لیتا ہے اور بہشت کو پالیتا ہے۔

جو شخص رجب کے مہینہ میں دو روزے رکھے، اسے دوہرا ثواب ملے گا۔ ہر حصہ وزن میں دنیا کے پہاڑوں کے برابر ہے۔ اور جو شخص اس مہینہ میں تین روزے رکھے گا، اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک خندق حائل کر دی جائے گی جس کی چوڑائی ایک سال کے راستے کے برابر ہوگی۔

جو شخص ماہِ رجب میں چار روزے رکھے گا، وہ دیوانگی، برص، جذام اور فتنہ دجّال سے محفوظ رہے گا۔ پانچ روزے رکھنے والے کو عذابِ قبر سے نجات ملے گی۔ چھ روزے رکھنے والا جب قبر سے نکلے گا تو اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح دمکتا ہوگا۔ سات روزے رکھنے والے پر دوزخ کے ساتوں دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ یعنی ایک روزے کی برکت سے ایک دروازہ بند ہوگا۔ رجب کے آٹھ روزے رکھنے والے پر جنت کے آٹھ دروازے کھول دیے جائیں۔ یعنی ہر روزے کے عوض ایک دروازہ کھولا جائے گا۔

نو روزے رکھنے والا اپنی قبر سے اشھد ان لّا الٰہ الّا اللہ کہتا ہوا اٹھے گا، اور اس کا منہ بہشت کی طرف ہوگا۔ دس روزے رکھنے والے کے لیے اللہ تعالےٰ پل صراط پر ہر کوس کے فاصلے پر ایک ایک فرش بنا دے گا۔ چنانچہ وہ پل صراط سے گزرتے وقت اس فرش پر آرام کرے گا۔ گیارہ روزے رکھنے والا قیامت کے دن سب سے بہتر ہوگا۔ اللہ تعالےٰ اسے دو حلّے پہنائے گا، (قیامت کے دن) ہر حلّہ ساری دنیا سے بہتر ہوگا۔ بارہ روزے رکھنے والے کو خداوند عالم وہ خلعت فاخرہ عنایت فرمائے گا۔ کہ جس کی قیمت دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے "سب سے افضل و بیش قیمت ہوگا۔

تیرہ روزے رکھنے والا قیامت کے دن عرش کے سایہ کے نیچے ہوگا۔ اس کے سامنے ایک خوان لایا جائے گا اور وہ مزے سے اس میں سے کھائے گا حالانکہ اس وقت دوسرے لوگ سختی میں مبتلا ہوں گے

چودہ روزے رکھنے والے کو اللہ تعالےٰ ایسی شے عنایت فرمائے گا جو اس نے نہ کبھی دیکھی اور نہ کبھی سنی ہوگی، نہ ہی اس کے متعلق اس کے دل میں کبھی خیال آیا ہوگا۔ جو پندرہ روزے رکھے گا اسے قیامت کے دن ہر آفت سے امن میں رکھا جائے گا۔ سولہ روزے رکھنے والا اللہ تعالےٰ کی سب سے پہلے زیارت کرنے والوں میں سے ہوگا۔ اور اللہ کی مبارک گفتگو سنے گا۔ سترہ روزے رکھنے والے کے لیے پل صراط پر ہر میل کے فاصلے پر ایک آرام گاہ ہوگی، گزرتے وقت اس جگہ آرام کرے گا۔ جو شخص اٹھارہ روزے رکھے گا۔ اس کے لیے حضرت ابراہیمؑ کے قبہ کے سامنے ایک قبہ ہوگا۔ جو انیس روزے رکھے گا۔ اسے بہشت میں حضرت آدمؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی نشست گاہ کے سامنے ایک محل دیا جائے گا۔ جب یہ شخص وہاں پہنچے گا

تو وہ اسے سلام کہیں گے۔ اور یہ انھیں سلام کہے گا۔ بیس روزے رکھنے والے کو ایک شخص پکار کر کہے گا اے بندے اس سے قبل تو نے جو کچھ کیا ہے، وہ معاف ہے اب ہمیشہ نیک کام کرتا رہ۔

ماہِ رجب کو مطہر اس لیے کہتے ہیں" کہ وہ گناہوں اور خطاؤں سے پاک ہو جاتا ہے۔ امام ہبتہ اللہ بن مبارک سقطی نے حسن بن احمد بن عبداللہ تستری سے، انھوں نے ہارون بن عشیرہ سے، آپ نے اپنے والد سے اور آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کی ہے، کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا، رجب کا مہینہ بہت مقدس مہینہ ہے۔ اس ماہ میں جو شخص ایک روزہ رکھتا ہے اللہ تعالےٰ اسے ایک ہزار سال کے روزوں کے برابر ثواب عطا کرتا ہے۔ جو دو روزے رکھتا ہے، اس کے اعمال نامہ میں دو ہزار سال کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔ تین روزے رکھنے والے کو تین ہزار سال کے روزوں کا ثواب ملتا ہے۔ سات روزے رکھنے والے پر دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ آٹھ روزے رکھنے والے پر جنت کے آٹھ دروازے کھول دیئے جائیں گے، جس دروازے سے چاہے گا داخل ہوگا۔ پندرہ روزے رکھنے والے کی سب برائیاں نیکیوں سے بدل دی جاتی ہیں، آسمان سے ندا آتی ہے، اللہ تعالےٰ نے تجھے بخش دیا، اب نئے سرے سے نیک عمل کر۔ اس سے زیادہ روزے رکھنے والے کو اور زیادہ اجر ملتا ہے۔

امام ہبتہ اللہ بن مبارک اپنے اسناد میں یونس سے اور وہ حسنؓ سے روایت کرتے ہیں" آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ رجب کے مہینہ میں ایک روزہ رکھنے والے کا روزہ تیس سال کے روزوں کے برابر ہے۔ اور شیخ ہبتہ اللہ حسن بن احمد بن عبداللہ مقری سے اور وہ علا بن کثیر سے اور وہ مکحول سے روایت کرتے ہیں کہ کسی نے ابو درداءؓ سے پوچھا رجب کے ماہ میں روزے رکھنے کیسے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا، زمانۂ جاہلیت میں جاہلوں نے بھی اس مہینہ کو بزرگی کا مہینہ قرار دیا تھا۔ پھر اسلام نے بھی اسے فضیلت دی، جو شخص اللہ کی رضا کے لیے خلوص کے ساتھ اس ماہ میں ایک روزہ ہی رکھ لے، تو وہ روزہ اس آدمی کے بارے میں اللہ کے غضب کو کم کرنے کا موجب ہوتا ہے۔ اس پر دوزخ کا ایک دروازہ بند کر دیا جاتا ہے، اسے ایک روزے کا اس قدر ثواب ملتا ہے کہ ساری دنیا کا سونا بھی اسے دے دیا جائے، تب بھی وہ اس ثواب کے برابر نہیں ہوتا۔ بلکہ دنیا کی تمام چیزوں کو ملا کر بھی اس ثواب کے برابر نہیں قرار دیا جا سکتا۔ روزہ رکھنے والا رات کے وقت دس دعائیں بھی مانگے، تو قبول ہوتی ہیں۔ اگر دعائیں نہ مانگے، تو اس کے لیے عاقبت میں یہ دعائیں ذخیرہ ہوتی ہیں، جو دو روزے رکھے اسے ان دس صدیقوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔ جو ساری زندگی نیکی اور پاکیزگی میں بسر کرتے ہیں، جس طرح صدیقوں کی اپنے گروہ میں شفاعت قبول کی جاتی ہے اور صدیقوں ہی کے ساتھ اسے بھی جنت میں داخل کیا جاتا ہے، انھیں کے ساتھ وہاں رہے گا۔

جو ماہِ رجب میں تین روزے رکھے، اسے بھی پہلے شخص کے برابر ثواب ملتا ہے۔ جب وہ شخص روزہ افطار کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، میرے اس بندے کا حق مجھ پر واجب ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ یہ شخص مجھے دوست رکھتا ہے۔ اے فرشتو! تم بھی گواہ رہنا کہ میں نے اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے۔

جو شخص اس ماہ میں چار روزے رکھے اسے بھی تین روزے رکھنے والوں کی طرح ثواب ملتا ہے، اور ان صاحب

دلوں کا ثواب ملتا ہے، جو بہت سی توبہ کرتے ہیں، اور جتنے رست گار ہوتے ہیں، ان سب سے پہلے اسے اعمال نامہ دیا جاتا ہے۔ جو شخص ماہِ رجب کے پانچ روزے رکھتا ہے حشر کے دن اس کا چہرہ چودھویں کے چاند جیسا روشن ہوگا۔ اور اس کے حق میں عالج[1] کی ریت کے برابر نیکیاں لکھی جائیں گی۔ بہشت میں داخل ہونے پر اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا، جو مانگنا ہے مانگ لے۔ چھ روزے رکھنے والے کو بھی یہی ثواب ملے گا۔ اس کے علاوہ قیامت کے دن اُسے ایک نُور عنایت ہوگا اور وہ امن پائے گا۔ حساب کے بغیر پلصراط سے گزر جائے گا۔ دنیا میں والدین کی فرمانبرداری اختیار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر اپنی خاص توجّہ فرمائے گا۔ جو سات روزے رکھے گا اُسے بھی پہلے روزے دار جیسا ثواب ملے گا۔ علاوہ ازیں اس پر دوزخ کے سات دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ اور جنت اس پر واجب کر دی جائے گی۔ اسے اجازت دی جائے گی کہ بہشت میں جہاں بھی رہنا چاہے مزے سے رہے۔ رجب کے آٹھ روزے رکھنے والے کو بھی یہی ثواب ملے گا۔ زائد یہ ملے گا کہ اس پر بہشت کے آٹھ دروازے کھول دیئے جائیں گے، کہ جس دروازہ سے چاہے، اس میں داخل ہو۔ رجب کے نو روزے رکھنے والے کو بھی یہی ثواب ملے گا۔ علاوہ ازیں اس کا اعمال نامہ علیّین میں لے جایا جائے گا۔ ان لوگوں میں اس کا حشر ہوگا جو امن پانے والے ہوں گے۔ قبر سے اٹھے گا، تو اس کی صورت نورانی ہوگی۔ اس کے نور سے دوسرے لوگوں کو بھی نور ملے گا۔ دیکھنے والے کہیں گے کہ یہ تو اللہ کا کوئی برگزیدہ پیغمبر ہے۔ اسے اونٹ پر چڑھائے گا کہ حساب کتاب کے بغیر جنت جائے گا۔ جو شخص رجب کے دس روزے رکھے گا، اسے خدا کی مکمل رضا حاصل ہوگی۔ اس کی خاص طور پر تعریف کی جائے گی۔ اور دوسروں سے دس گنا زیادہ اجر ملے گا۔ اس گروہ کے لوگوں میں شمار ہوگا، جس کی برائیوں کو نیکیوں سے بدلا جائے گا۔ خدا کے مقربین میں شامل ہوگا، جو اللہ کے راستے میں انصاف سے کام لیتے ہیں۔ ان لوگوں کے مانند ہوگا۔ جو ہزار سال تک اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اس حالت میں کہ وہ روزہ دار ہوں، نماز ادا کرنے والے ہوں اور صابر ہوں۔

جو رجب کے مہینہ میں بیس روزے رکھتا ہے، اسے پہلے شخص سے بیس حصہ زیادہ ثواب ملتا ہے اور جو لوگ ابراہیمؑ کے قبہ میں ہیں ان کے برابر ثواب ملتا ہے۔ کبیرہ گناہوں کے بارے میں اس کی اس قدر لوگوں کے حق میں شفاعت قبول ہوگی جس قدر بنی ربیعہ اور مضر کے قبائل کی تعداد ہے۔ رجب کے تیس روزے رکھنے والے کو پہلے شخص سے تیس گنے زیادہ ثواب ملتا ہے۔ اور آسمان سے ایک پکارنے والا پکار کر کہتا ہے کہ اے خدا کے دوست تجھے خوش خبری ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے بڑی بزرگی عطا کی، اور تجھے عظمت بخشی۔ آں حضرت صلعم فرماتے ہیں کہ یہ بزرگی اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔ اور اس شخص کو یہ دیدار پیغمبروں، صدیقوں اور شہیدوں کے ہمراہ نصیب ہوگا۔ یہ اچھے ساتھی ہیں۔ جب قیامت کے روز پردے اٹھائے جائیں گے اس روز اللہ تعالیٰ تمہیں بڑا ثواب عطا فرمائے گا۔ جان نکلنے کے وقت جب فرشتہ ایسے شخص کے پاس حاضر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے بہشت کے حوض سے شربت پلایا جاتا ہے، تاکہ اس کی جان آسانی سے

---

[1] عالج ایک ریگستانی مقام کا نام ہے۔

نکل جائے۔ پھر جب قبر میں جاتا ہے تو وہاں بھی خوش وخرم رہتا ہے۔ میدانِ قیامت میں بھی اسے سیرابی نصیب ہوتی ہے پھر یہ شخص پیغمبر کے حوض پر آتا ہے۔

جب قبر سے نکلتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اسے رخصت کرنے جائیں گے۔ ان کے ہمراہ مروارید، یاقوت اور جواہر زیورات کے اونٹ ہوں گے۔ ساتھ بیش قیمت فاخرہ لباس ہوں گے۔ یہ فرشتے آتے ہی کہیں گے، اے خدا کے دوست! جلد اپنے رب کی طرف چل۔ اس رب کی طرف جس کے لیے تو تمام دن پیاسا رہتا رہا جس کے لیے تو نے اپنے جسم کو کمزور کر لیا۔ جنت عدن کے رستگاروں کے پہلے گروہ میں یہ بھی شامل ہوگا۔ یہ بہت بڑی بزرگی ہے۔ آں حضرت صلعم نے فرمایا، اگر یہ شخص روزہ کی حالت میں مقدور کے مطابق صدقہ بھی دے گا تو وہ دور ہے، وہ دور ہے، وہ دور ہے (یہ الفاظ آپ نے تین مرتبہ فرمائے) فرمایا اگر ساری دنیا کے لوگ اس شخص کے اجر اور ثواب کا اندازہ لگانے لگیں تو اس ثواب کا دسواں حصہ بھی شمار نہ کر سکیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص ماہ رجب کو خدا کا مہینہ جان کر اور یہ سمجھ کر کہ یہ اصم ہے، کسی مسلمان کی حاجت روائی کر دے تو اس کے عوض میں خدا اسے بہشت میں ایک محل عطا کرے گا جو حد نظر تک لمبا ہوگا۔ پس اے مسلمانو! ماہ رجب کی حرمت کرو، اور اس کی تعظیم بجا لاؤ، تاکہ اللہ تعالےٰ تم پر اپنا فضل و کرم کر دے۔

حضرت عقبہ بن سلامہ بن قیسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا، اگر کوئی شخص رجب کے مہینہ میں صدقہ دے، تو اللہ تعالےٰ اسے دوزخ کی آگ سے اس قدر دور رکھے گا جیسے کوّے کا بچہ اپنے گھونسلے سے اڑ کر دور چلا جاتا ہے۔ پھر عمر بھر اڑتا ہی رہتا ہے، یہاں تک اڑتے اڑتے بوڑھا ہو جاتا ہے۔ پھر اسی حالت میں مر جاتا ہے۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ کوّا پانچسو برس کی عمر کا ہوتا ہے۔

ماہ رجب کو سابق اس لیے کہتے ہیں، کہ حرمت والے مہینوں میں یہ سب سے پہلے آتا ہے، اور اسے "فرد" اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اپنے بھائیوں یعنی حرمت والے مہینوں سے الگ رہتا ہے۔ نور بن یزید روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا۔ مسلمانو! خبردار رہو، زمانہ اپنی اصلی حالت پر پھر لوٹ آیا ہے جس روز اللہ تعالےٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا، اس دن بارہ مہینے مقرر کیے، ان میں چار مہینے حرمت والے ہیں۔ تین پے در پے بنائے ہیں اور وہ یہ ہیں، ذی قعدہ، ذی الحج، محرم اور رجب اکیلا یعنی الگ ہے، جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان آتا ہے۔

حرمت کے مہینوں کی خصوصیات: عکرمہ بن عباسؓ سے روایت ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ رجب کا مہینہ اللہ تعالےٰ کا مہینہ ہے۔ شعبان میرا مہینہ ہے، رمضان میری اُمت کا مہینہ ہے۔

موسےٰ بن عمران سے روایت ہے کہ میں نے انس بن مالکؓ کو فرماتے سُنا، کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا، بہشت میں ایک نہر ہے جس کا نام رجب ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ اگر کوئی شخص رجب میں ایک

ہی روزہ رکھے تو قیامت کے دن اسے اس نہر سے پانی پلایا جائے گا۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ بہشت میں ایک محل ہے جس میں صرف وہی لوگ داخل ہوں گے جو رجب کے مہینہ میں روزے رکھتے ہیں۔ ان کے سوا اور کوئی اس میں داخل نہ ہوگا۔

ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ رمضان کے علاوہ کسی مہینہ میں روزے نہ رکھو مگر رجب اور شعبان کے مہینوں میں رکھ لیے جائیں۔ انسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا جو شخص حرمت کے مہینوں میں جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کے دن روزہ رکھے، اللہ تعالےٰ اس کا نام دفتر میں لکھ دینے کا حکم صادر فرماتے ہیں۔ نوبرس کی عبادت کا ثواب بھی اس کے نام لکھ دیا جاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا رجب کا مہینہ برائیوں کو ترک کرنے کے لیے ہے۔ شعبان کا مہینہ اس لیے ہے کہ اس میں نیک کام کیے جائیں، عہد وفا کیا جائے اور رمضان کا مہینہ صدق ارادت اور باطنی صفائی کے لیے ہے۔ رجب توبہ کرنے کے لیے، شعبان محبت کے لیے اور رمضان قربت حاصل کرنے کے لیے۔ رجب حرمت کے لیے ہے۔ اور شعبان عبادت کے لیے۔ رمضان نعمت حاصل کرنے کے لیے، اور رجب عبادت کے لیے، شعبان زیادہ کوشش کرنے کے لیے اور رمضان زیادتی حاصل کرنے کے لیے۔ رجب میں نیکیاں دگنی ہوتی ہیں اور شعبان میں برائیاں دور ہوتی ہیں۔ رمضان میں اللہ تعالےٰ کی کرامات کا ظہور رہتا ہے۔ اور ماہ رجب نیکی میں آگے بڑھنے والوں کا مہینہ ہے۔ شعبان نیکی میں متوسط چلنے والوں کا مہینہ ہے، اور رمضان گنہگاروں کی بخشش کے لیے ہے

ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں، رجب کا مہینہ برائیاں ترک کرنے کے لیے اور شعبان عبادت کرنے کے لیے ہے، رمضان خدا کی کرامتیں دیکھنے کے لیے ہے۔ پس جو شخص آفات (برائیوں) کو نہیں چھوڑتا اور بندگی و اطاعت اختیار نہیں کرتا، کرامتوں کا منتظر نہیں رہتا وہ بے ہودہ کام کرنیوالوں میں سے ہے۔

ذوالنون مصریؒ نے فرمایا "رجب کا مہینہ کھیتی بونے کے لیے ہے۔ شعبان میں اس کھیت کو پانی دیا جاتا ہے۔ رمضان میں اس کھیت کو کاٹ لیا جاتا ہے اور جو شخص کاٹنے والا وہی چیز کاٹتا ہے، جو اس نے بوئی ہو، اس لیے آدمی جو کچھ کرتا ہے، اسی کا اجر اسے دیا جاتا ہے۔ جو شخص اپنی کھیتی کو ضائع کرتا ہے اور کھیت کاٹنے کے وقت پشیمانی اٹھاتا ہے، اس کا انجام برا ہوتا ہے۔

بعض نیک لوگوں کا کہنا ہے کہ سال ایک درخت کی مانند ہے، اور رجب کا مہینہ اس کے پتے نکالنے کا زمانہ ہے۔ ماہ شعبان میں درخت میں پھل آتا ہے اور رمضان اس کا میوہ توڑنے کا زمانہ ہے۔ ماہ رجب کو اللہ تعالےٰ نے اپنی بخشش کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔ شعبان شفاعت کے لیے مخصوص ہے۔ رمضان میں یہ خصوصیت ہے کہ اس ماہ میں نیکیاں دوچند کر دی جاتی ہیں۔ شب قدر کو اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمت نازل کرنے کے لیے مخصوص کر دیا ہے عرفہ کا دن دین کے کامل ہونے کے لیے مخصوص ہے، جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ — آج کے دن ہم نے تمہارے دین کو کامل کر دیا۔

جمعہ کا دن عاجزوں کی دعائیں قبول کرنے کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔ عید کے دن مومنوں کو دوزخ کے عذاب سے

مبارک دن ا۔

نجات دلانے کے لیے مخصوص ہے۔ مازنی نے حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا، ماہ رجب میں روزے رکھو۔ اس ماہ کے روزے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں توبہ ہے۔ حضرت سلیمان فارسی روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا جو شخص رجب میں ایک ہی روزہ رکھے تو گویا اس نے ایک ہزار سال کے روزے رکھے۔ ماہ رجب میں صدقہ دینا ہزار دینار کے صدقہ کے برابر ہے۔ ایسے شخص کے بدن کے ہر بال کے عوض ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔ اس کا مرتبہ ہزار درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔ اس کی ہزار برائیاں دور کر دی جاتی ہیں۔ ہر دن کے روزے اور ہر صدقے کے عوض ہزار حج اور ہزار عمرہ کا ثواب اسے ملتا ہے۔ اس کے لیے بہشت میں ایک گھر بنا دیا جاتا ہے۔ ہر گھر میں ہزار محل اور ہر محل میں ہزار کمرے ہوتے ہیں، ہر کمرے میں ہزار خیمے اور ہر خیمہ میں ہزار حوریں ہوتی ہیں۔ جن کا حسن اور روشنی سورج سے ہزار مرتبہ زیادہ ہے۔

ماہ رجب میں پہلے دن روزہ رکھنے اور پہلی رات اللہ کی عبادت کرنے میں بہت ہی ثواب ہے۔ شیخ ہبۃ اللہ سقطیؒ اپنے اسناد میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا رجب کا مہینہ آنے پر آنحضرت صلعم فرمایا کرتے تھے، اے اللہ! رجب اور شعبان میں ہم پر برکت نازل فرما اور ہمیں رمضان تک پہنچا۔ شیخ ہبۃ اللہ نے اپنے اسناد میں میمون بن مہران سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ میمون نے ابی ذرؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا، رجب کا سب سے پہلا روزہ رکھنا ایسا ہے گویا اس نے سارے ماہ کے روزے رکھ لیے۔ سات روزے رکھنے والے پر دوزخ کے سات دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ جو آٹھ روزے رکھے، اس پر جنت کے آٹھ دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ دس روزے رکھنے والے کی برائیاں نیکیوں سے بدل دی جاتی ہیں۔ جو اٹھارہ روزے رکھے اسے آسمان سے ایک پکارنے والا پکار کر کہے گا کہ اللہ نے تیرے سب گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ اب آئندہ نیک کام کر۔

ہبۃ اللہؒ نے سلامہ بن قیس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا، جو شخص رجب کا پہلا روزہ رکھے، اس کے ساٹھ برس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ جو پندرہ روزے رکھے، قیامت کے دن اس کو حساب میں آسانی رہے گی۔ اور جو تیس روزے رکھے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میں اس بندے سے خوش ہو گیا، اور اسے کبھی عذاب نہ دوں گا۔

ایک روایت میں ہے کہ ارطات[1] کا بیٹا حجاج بصرے کا حاکم تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسے ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ سال بھر میں چار راتوں کا خاص خیال رکھنا تم پر واجب ہے۔ ان راتوں میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ وہ راتیں یہ ہیں، رجب کی پہلی رات، شعبان کی درمیانی رات، رمضان کی ستائیسویں رات اور عید الفطر کی رات۔ خالد بن معدان سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا سال میں پانچ راتیں ایسی ہیں جو ہمیشہ ان

---

[1] بعض کہتے ہیں کہ یہ خط ارطات کے بیٹے عدی کو لکھا گیا تھا۔

میں جاگ کر اللہ کی حمد و ثنا بیان کرے تو اللہ تعالیٰ اسے بہشت میں داخل کرے گا۔ رجب میں پہلی رات جاگے اور دن میں روزہ رکھے۔ دونوں عیدوں کی راتوں میں قیام کرے، مگر دنوں میں روزہ نہ رکھے۔ شعبان کی درمیانی رات جاگے اور دن میں روزہ رکھے۔ عاشورے کی رات جاگے اور دن میں روزہ رکھے۔

شب بیداری کی چودہ راتیں:۔ تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ حسب ذیل چودہ راتوں میں شب بیداری کرنا چاہیئے۔

۱۔ محرم کی پہلی رات
۲۔ شبِ عاشورہ
۳۔ رجب کی پہلی رات
۴۔ شبِ ۱۵ رجب
۵۔ رجب کی ستائیسویں رات
۶۔ ۱۵ شعبان کی رات
۷۔ شبِ عرفہ
۸۔۹۔ عیدین کی دونوں راتیں۔
۱۰۔ ماہ رمضان المبارک کی پہلی شب
۱۱ تا ۱۴۔ آخری عشرہ کی طاق راتیں، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹۔

سال کے مخصوص سترہ دن:۔ اسی طرح اس امر پر علماء کا اتفاق ہے کہ ان سترہ دنوں میں عبادت کرنا بہت ثواب کا باعث ہے۔ یوم عرفہ۔ روزِ عاشورہ، ۱۵ شعبان، ہر جمعہ، عید الفطر، عید الضحیٰ، ذی الحج کے دس معلومہ دن، یوم تشریق، ذی الحج کی گیارہ، بارہ اور تیرہ تاریخ۔ ان سب ایام میں جمعہ اور رمضان کے سب مہینہ کے متعلق زیادہ تاکید کی گئی ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے، آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ جمعہ کا دن خیر و عافیت سے گزر جائے تو باقی تمام دن بھی سلامتی سے گزر جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر رمضان کا مہینہ عافیت سے گزر جائے تو دوسرے مہینے بھی سلامتی سے گزر جاتے ہیں۔ ان دنوں کے بہتر دن یہ ہیں ۱۔ دوشنبہ، پنجشنبہ۔ ان دو ایام میں لوگوں کے اعمال اللہ کے حضور میں پیش کیے جاتے ہیں۔

رجب کی پہلی رات نماز سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔

ماہِ رجب کی دعا:۔ اِلٰهِیْ تَعَرَّضَ لَكَ فِیْ هٰذِهِ اللَّیْلَةِ الْمُتَعَرِّضُوْنَ وَقَصَدَكَ الْقَاصِدُوْنَ وَاَهَلَّ فَضْلَكَ وَمَعْرُوْفَكَ الطَّالِبُوْنَ وَلَكَ فِیْ هٰذِهِ اللَّیْلَةِ نَفَحَاتٌ وَجَوَائِزُ وَعَطَایَا وَمَوَاهِبُ تَمُنُّ بِهَا عَلٰی مَنْ تَشَاءُ مِنْ عِبَادِكَ وَتَمْنَعُهَا مِمَّنْ لَمْ تَسْبِقْ لَهُ الْعِنَایَةُ مِنْكَ وَهَا اَنَا عَبْدُكَ الْفَقِیْرُ اِلَیْكَ الْمُؤَمِّلُ فَضْلَكَ وَمَعْرُوْفَكَ فَاِنَّ

یا اللہ! جو لوگ تیری بارگاہ میں پیش ہونے والے تھے وہ آج کی رات حاضر ہیں، قصد کرنے والوں نے، امیدواروں نے تیری حضوری چاہی انھوں نے تیری بخشش طلب کی، تیرے احسان کی امید رکھی۔ تو اس رات میں دعا قبول فرماتا ہے، جس پر چاہے احسان کرتا ہے۔ جو تیری عنایت سے محروم رہا وہ تیری رحمت سے دور ہو گیا۔ مگر میں تیرا بندہ تیرے فضل اور تیری رحمت کا امیدوار ہوں۔ اے میرے اللہ! تو نے اپنے بندے پر اپنا فضل و کرم کیا۔ بخشش

كُنْتَ يَا مَوْلَايَ تَفَضَّلْتَ فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ عَلٰى اَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ وَجُدْتَ عَلَيْهِ بِعَائِدَةٍ مِنْ عَطْفِكَ فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَجُدْ عَلَيَّ بِطَوْلِكَ وَمَعْرُوْفِكَ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

فرمائی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی درود اور رحمت بھیج! مجھ پر بھی اپنی بخشش کر، تو جہان کے لوگوں کا پروردگار ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا معمول تھا کہ سال کی چار راتوں میں اپنے آپ کو بہت مصروفِ عبادت رکھتے تھے۔ ماہِ رجب کی پہلی رات، دونوں عیدوں کی دونوں راتیں اور شعبان کی درمیانی رات۔ اس رات میں آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ مَصَابِيْحِ الْحِكْمَةِ وَمَوَالِي النِّعْمَةِ وَمَعَادِنِ الْعِصْمَةِ وَاَعْصِمْنِيْ بِهِمْ مِنْ كُلِّ سُوْءٍ وَلَا تَاْخُذْنِيْ عَلٰى غِرَّةٍ وَلَا عَلٰى غَفْلَةٍ وَلَا تَجْعَلْ عَوَاقِبَ اَمْرِيْ حَسْرَةً وَّنَدَامَةً وَاَرْضَ عَنِّيْ فَاِنَّ مَغْفِرَتَكَ لِلظّٰلِمِيْنَ وَاَنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا لَا يَضُرُّكَ وَاَعْطِنِيْ مَا يَنْفَعُنِيْ فَاِنَّكَ اَلْوَسِيْعَةُ رَحْمَةً الْبَدِيْعَةُ حِكْمَةً فَاَعْطِنِي السَّعَةَ وَالدَّعَةَ وَلَا مِنْ وَالصِّحَّةَ وَالشُّكْرَ وَالْمُعَافَاةَ وَالتَّقْوٰى وَالصَّبْرَ وَالصِّدْقَ وَعَلَيْكَ وَعَلٰى اَوْلِيَآئِكَ اَعْطِنِي الْيُسْرَ مَعَ الْعُسْرِ وَالْاَمْنَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْكَ اَهْلِيْ وَوَلَدِيْ وَاِخْوَانِيْ فِيْكَ وَمَنْ وَلَدَنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔

یا اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر درود اور رحمت نازل فرما، یہ لوگ حکمت کے چراغ ہیں، نعمت کے مالک ہیں، پاکی کی کان ہیں۔ مجھے بھی ان کے ساتھ ہر بدی سے نگاہ میں رکھ اور غرور و غفلت کے سبب مجھے گرفتار نہ کر، انجام کار مجھے پشیمانی اور افسوس نہ دے۔ مجھ سے راضی ہو، تیری بخشش ظالموں کے لیے مخصوص ہے۔ میں بھی ظالموں ہی کے گروہ سے ہوں۔ اے اللہ! مجھے وہ چیز عطا کر جو تجھے ایذا نہیں دیتی اور وہ چیز بخش جو مجھے فائدہ دے تیری رحمت وسیع ہے، تیری حکمت بدیع ہے۔ مجھے راحت اور کشادگی عطا فرما۔ امن اور تندرستی بخش، اپنی نعمت پر شکر کرنے کی توفیق عطا فرما، عاقبت پرہیزگاری اور صبر عنایت کر، اپنے اور اپنے دوستوں کے نزدیک مجھے راستی اور لطف عنایت فرما۔ سختی کے بعد آسانی دے، میرے اہل، میرے فرزندوں اور میرے بھائیوں پر جو تیری راہ پر چلنے والے ہیں۔ اور مسلمانوں کے فرزندوں اور لڑکیوں پر، مسلمان مردوں اور عورتوں پر اپنی رحمت کو عام کر دے، اور سب کو اپنی رحمت میں شامل فرما!

رجب اور اس میں عبادت

ماہِ رجب کی نماز:- امام شیخ ہبۃ اللہ بن مبارک سقطی، محمد بن احمد صابی سے، وہ علی بن صفار سے، وہ سعد بن نضر بن منصور بزاز سے، وہ سفیان بن عیینہ سے، وہ اعمش سے، وہ طارق بن شہاب سے اور وہ سلمان رضؓ سے روایت کرتے ہیں، آنحضرت صلعم نے ماہ رجب کا چاند دیکھ کر فرمایا، اگر کوئی مومن یا مومنہ ماہِ رجب میں تیس رکعت نماز ادا کرے، ہر رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ، تین دفعہ قل ہو اللہ اور تین بار قل یا ایہا الکافرون۔ الخ پڑھے تو اللہ تعالےٰ اس کے تمام گناہ معاف کردے گا۔ اور اسے مہینہ بھر کے روزے رکھنے کے برابر ثواب عطا کرے گا۔ اس کا نام آئندہ سال کی نمازیں ادا کرنے والوں میں لکھ لیا جائے گا۔ اس کے اعمال نامہ میں روزانہ اس قدر ثواب لکھا جاتا رہے گا، جس قدر بدر کے شہیدوں میں سے ایک شہید کو ثواب ملا۔ ہر روزے کے عوض میں اسے ایک سال کی عبادت کا ثواب عطا فرمائے گا۔ اس کے ایک ہزار درجے بڑھائے جائیں گے۔ جو کوئی سارا ماہ روزے رکھے اور سارا ماہ نماز ادا کرتا رہے، اسے دوزخ کے عذاب سے نجات ملے گی، اس کے حق میں بہشت واجب ہو جائے گا، اسے اللہ تعالےٰ کی حضوری کا شرف حاصل ہوگا۔ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ جس ثواب کا میں نے ذکر کیا ہے، اس کے متعلق جبرئیلؑ نے مجھے اطلاع دی ہے۔ انھوں نے فرمایا۔ اے اللہ کے رسول! مشرک یا منافق اور تمھارے درمیان ایک علامت سے فرق ظاہر ہوگا۔ وہ فرق نماز ہے جو تو پڑھتا ہے اور منافق نہیں پڑھتے۔ سلمان نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں یہ نماز کیسے اور کس وقت پڑھوں؟ فرمایا۔ مہینہ کے اول میں دس رکعت، ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، تین دفعہ قل ہو اللہ اور تین دفعہ قل یا ایہا الکافرون۔ پھر جب سلام پھیرے تو دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھو!

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یگانہ ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ سب ملک اسی کا ہے، اسی کے لیے حمد ہے، وہی زندہ کرتا ہے، اور وہی مارتا ہے۔ خود ہمیشہ زندہ ہے۔ اسے کبھی موت نہیں آتی۔ نیکی اس کے ہاتھ میں ہے، وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اے اللہ! تو بڑا ہی قادر ہے، جسے چاہے دیتا ہے اور جسے تو عطا کرتا ہے کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ اور جسے تو روک دے اسے کوئی دینے والا نہیں۔ تیری مرضی کے علاوہ کوئی شخص کوشش کرے تو وہ لاحاصل ہے۔

یہ دعا پڑھنے کے بعد دونوں ہاتھ منہ پر پھیر لے۔ اس ماہ کے درمیان دس رکعتیں پڑھے، ہر رکعت میں ایک دفعہ

سورۂ فاتحہ تین دفعہ سورۂ اخلاص اور سورہ کافرون پڑھے۔ سلام پھیرنے کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھے:۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اِلٰھًا وَّاحِدًا اَحَدًا، صَمَدًا۔ فَرْدًا وَّتْرًا لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّ لَا وَلَدًا۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ تمام ملک اسی کا ہے، اسی کے لیے حمد ہے، وہی سب کو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے وہ خود ہمیشہ سے ہے اسے کبھی موت نہ آئے گی۔ سب نیکیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں وہ ہر چیز پر قادر ہے، وہ اپنی صفت میں یکتا ہے۔ اس کا کوئی نظیر نہیں، وہ یکتا ہے، نہ اس کی کوئی بیوی ہے اور نہ کوئی اولاد۔

دعا کے بعد دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے۔ مہینہ کے آخر میں بھی دس رکعتیں پڑھے۔ ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، تین دفعہ قل ہو اللہ اور تین دفعہ قل یا ایہا الکفرون پڑھے۔ سلام پھیرنے کے بعد پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ۔ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اسی کے لیے ہے، حمد کے لائق وہی ہے، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، اسی کے ہاتھ میں ہر نیکی ہے۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، ان کی پاک آل پر درود ہو، اور اللہ کی مدد کے سوا کسی کو قوت حاصل نہیں ہوتی۔

اس دعا کے بعد اپنی حاجت خدا سے طلب کر، تیری دعا قبول کی جائے گی۔ تیرے اور دوزخ کے درمیان اللہ تعالےٰ ستر خندقیں بنا دے گا۔ ہر خندق زمین اور آسمان کے فاصلہ کے برابر چوڑی ہو گی۔ ہر رکعت کے عوض میں تجھے ہزار ہزار رکعت کا ثواب ملے گا۔ دوزخ کی آگ سے آزادی نصیب ہو گی۔ پلصراط سے آسانی کے ساتھ گزر جائے گا۔

حضرت سلیمانؓ کہتے ہیں کہ جب آں حضرت صلعم یہ سب باتیں بیان فرما چکے، تو میں سجدہ میں گر کر رونے لگا۔ اور میں نے آنحضرت صلعم کی زبانِ مبارک سے ثواب کی کثرت سنی تو اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا۔ کتاب العمل بالسنۃ میں بھی یہ روایت بیان کی گئی ہے۔

شیخ ہبۃ اللہ سقطی نے قاضی ابوالفضل جعفر بن یحییٰ بن کمال کی سے آپ نے عبداللہ حسین بن عبدالکریم بن محمد جزری سے، آپ نے ابوالحسن علی بن عبداللہ بن جہضم ہمدانی سے آپ نے ابوالحسن علی بن محمد بن سعید السعدی بصری سے آپ نے اپنے والد سے، آپ نے عبداللہ صفائی کے بیٹے سے، آپ نے حمید الطویل سے اور آپ نے

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے، آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ ماہِ رجب اللہ تعالےٰ کا مہینہ ہے۔ شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔" لوگوں نے "خدا کے مہینہ" کا مطلب پوچھا۔ آپ نے فرمایا یہ مہینہ اللہ تعالےٰ کی رحمت کے لیے مخصوص ہے۔ اس میں لڑائی جھگڑا حرام ہے۔ اس مہینہ میں اللہ تعالےٰ انبیائے کرام کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اپنے دوستوں کو ان کے دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھتا ہے اور جو کوئی اس ماہ میں روزے رکھے، اللہ تعالےٰ پہ اس شخص کے بارے میں تین باتیں واجب ہو جاتی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ آئندہ کے لیے اسے گناہوں سے بچاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ قیامت کے دن اسے پیاس سے محفوظ رکھتا ہے۔

یہ سن کر ایک ضعیف شخص نے اُٹھ کر کہا" یارسول اللہ! میں پورے مہینہ روزے رکھنے سے معذور ہوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، پہلے دن کا روزہ رکھ لو! پھر ایک روزہ درمیان میں اور ایک آخری دن رکھ لے اس سے تجھے وہی ثواب حاصل ہوگا جو دوسرے لوگوں کو سارے مہینے کے روزوں سے ملتا ہے۔ کیونکہ ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہوتی ہے۔

مگر یاد رکھو رجب کے پہلے جمعہ کی رات کو غافل نہ ہو جا، کیوں کہ فرشتوں نے بالاتفاق اس رات کا نام لیلۃ الرغائب رکھا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تین حصے رات گزر جانے پر آسمان و زمین کے تمام فرشتے کعبہ کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر اللہ تعالےٰ ان سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے، اے میرے فرشتو! جس چیز کی خواہش ہو مانگو، وہ عرض کرتے ہیں ہماری درخواست یہ ہے، کہ ماہِ رجب میں جو لوگ روزہ رکھتے ہیں ان سب کو بخش دے۔ اللہ تعالےٰ جواب دیتا ہے، میں نے انھیں بخش دیا۔

رسول اللہ نے فرمایا جو شخص رجب کے پہلے پنجشنبہ میں روزہ رکھتا ہے، مغرب اور عشا کے درمیان نماز پڑھتا ہے۔ یعنی جمعہ کی رات میں بارہ رکعت ادا کرے۔ ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ، تین دفعہ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر اور بارہ دفعہ قل ہو اللہ پڑھے۔ پھر دونوں رکعتوں کے درمیان فرق کرنے کے لیے سلام پھیرے، پھر ستر بار مجھ پر درود بھیجے اور کہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ	اے اللہ! محمد نبی امی اور اس کی آل پر درود اور سلام بھیج۔

پھر ایک سجدہ کرے اور اس میں ستر مرتبہ یہ کہے کہ

سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَالرُّوْحِ	اور فرشتوں اور روحوں کا پروردگار بہت پاک اور بزرگ ہے۔

پھر ستر دفعہ سر اٹھا کر یہ کہے:۔

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ	اے اللہ مجھے بخش دے، مجھ پر رحم کر اور میرے گناہوں کو

فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْاَعْظَمُ۔ معاف کر، کیوں کہ تو غالب اور بزرگ ہے۔

پھر دوبارہ سجدہ کرے اور جو پہلے سجدہ میں کہا تھا دوبارہ زبان سے ادا کرے۔ پھر سجدہ ہی میں اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرے" تو اس کی حاجت پوری کر دی جاتی ہے۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ اس اللہ کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے" ایسا کوئی مرد یا عورت نہیں جو اس طرح نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ اس کے گناہ نہ بخش دے، خواہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ، ریگستان کے ذروں اور پہاڑوں، بارش کے قطروں اور درخت کے پتوں کے برابر ہوں۔ قیامت کے روز اس کے خاندان میں سے سات سو افراد کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ اس نماز کا ثواب پہلی رات ہی اس کی قبر میں پہنچ جائے گا، اور خندہ پیشانی سے اس سے کہے گا اے میرے دوست! تجھے خوش خبری ہو، کہ تو نے ہر سختی سے نجات پائی۔ وہ شخص پوچھے گا۔ تو کون ہے؟ میں نے تجھ جیسا خوب صورت شخص آج تک نہیں دیکھا۔ نہ تیرے جیسی شیریں گفتگو کبھی سنی ہے۔ نہ ایسی خوشبو ہی کبھی سونگھی جو تجھ سے آ رہی ہے" وہ جواب دے گا، میں تیری اس نماز کا ثواب ہوں، جو تو نے فلاں فلاں رات، فلاں مہینے اور فلاں سال میں ادا کی تھی۔ چنانچہ میں آج کی رات تیری خواہش پوری کرنے کے لیے تیرے پاس آیا ہوں، تاکہ تیری تنہائی میں تیرا غم خوار بنوں، اور تیری وحشت دور کروں۔ جس روز صور پھونکا جائے گا، اس روز (قیامت کے دن) میں تیرے سر پر سایا کروں گا۔ پس تجھے خوشخبری ہو کہ تیرا مالک تیری نیکی کو بھی ضائع نہ کرے گا۔

شیخ ہبۃ اللہ سقطیؒ نے حافظ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت خطیب سے، انھوں نے عبداللہ بن علی بن محمد بن البنیر سے، انھوں نے علی بن عمر حافظ سے، انھوں نے ابو بکر نصر حیشون بن موسےٰ خلال سے، انھوں نے علی بن سعید دیلمی سے، انھوں نے ضمرہ بن ربیعہ قرشی سے، انھوں نے ابن شوذب سے، انھوں نے شہر بن حوشب سے، اور انھوں نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے، آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ جو شخص رجب کی ستائیسویں تاریخ کو روزہ رکھے، اسے ساٹھ ماہ کے روزوں کا ثواب ملتا ہے، کیوں کہ یہ پہلا دن ہے، جس روز حضرت جبرئیلؑ آنحضرت صلعم کے پاس نبوت کا پیغام لے کر آئے۔

ہبۃ اللہ نے اپنے اسناد میں حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ رجب کی ستائیسویں تاریخ کو عبداللہ بن عباسؓ اعتکاف کی حالت میں صبح کر دیا کرتے تھے۔ اور ظہر تک نماز ادا کرتے تھے۔ ظہر ادا کرنے کے بعد تھوڑی دیر کے لیے نفل پڑھتے، پھر چار رکعت نماز پڑھتے، ہر رکعت میں ایک دفعہ الحمد، ایک دفعہ معوذتین، تین دفعہ انا انزلناہ اور پچاس دفعہ قل ہو اللہ احد پڑھا کرتے تھے۔ عصر تک دعا مانگتے رہتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ پیغمبر بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

حضرت ہبۃ اللہؒ نے اپنی اسناد میں ابی سلمیٰ سے آپ نے ابو ہریرہؓ سے آپ نے سلمان فارسیؓ سے روایت کی ہے، آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ ماہِ رجب میں ایک رات اور ایک دن ایسا آتا ہے کہ اگر اس روز

کوئی روزہ رکھے اور رات کو نماز میں قیام کرے تو اسے سو برس تک روزہ رکھنے والے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ اور سو برس تک ہر رات قیام کرنے والے کے برابر اجر دیا جاتا ہے۔ یہ رات ماہ رجب کی آخری تین راتوں میں سے ایک ہے۔ اور یہ وہ دن ہے جس میں آنحضرت صلعم کو نبوت عطا فرمائی گئی تھی۔

باب ۲۱

روزے کے آداب۔ دعا اور اس کا اثر۔ شعبان اور رمضان

اللہ تعالیٰ کا بہترین انتخاب، شبِ برات اور شبِ قدر

روزہ کے آداب

بنیادی آداب ۱۔ روزہ دار کو چاہیئے کہ خوفِ خدا سے اپنے روزے کی حفاظت عمل میں لائے۔ یعنی گناہوں سے بچے۔ شیخ ہبۃ اللہ نے حسن بن احمد بن عبداللہ فقیر حنبلی سے، انھوں نے محمد بن احمد حافظ سے، انھوں نے حسن بن جعفر واعظ سے، انھوں نے احمد بن عیسیٰ سقطی سے، انھوں نے ابن اسحٰق ملقب بہ احسام سے۔ انھوں نے اسحاق بن زرین راسبی سے، انھوں نے اسمٰعیل بن یحییٰ سے، انھوں نے مسعود بن کدام سے، انھوں نے عطیہ سے اور انھوں نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے۔ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ رجب کا مہینہ حرام مہینوں میں سے ہے۔ اس مہینے کے دن چھٹے آسمان پر لکھے ہوئے ہیں، جو شخص رجب میں ایک روزہ رکھے اور پرہیزگاری سے اسے پورا کرے تو وہ روزہ اور وہ دن دونوں اس بندے کے حق میں اللہ سے بخشش طلب کرتے ہیں کہ اے اللہ اسے بخش دے۔ اگر روزہ پرہیزگاری سے پورا نہ کیا جائے تو پھر اس کے حق میں بخشش طلب نہیں کرتے، بلکہ اس شخص سے کہتے ہیں کہ تو نے اپنے آپ سے دھوکا کیا۔

اعرج نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ روزہ آدمی کے لیے ڈھال کی مانند ہے تم میں سے جو شخص روزہ رکھے وہ روزے کے دوران کوئی جاہلانہ حرکت نہ کرے۔ اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا اسے گالی دے، تو جواب میں صرف یہ کہے کہ میں روزہ سے ہوں۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا۔ جو شخص برائی نہیں چھوڑتا اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانے پینے کو ترک کرنے کی حاجت نہیں۔

حسن نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ آدمی کے لیے روزہ ایک ڈھال ہے، جس کے ذریعہ سے وہ دوزخ کی آگ سے بچ سکتا ہے، مگر ڈھال اس وقت تک ہی جب تک وہ اسے پھاڑ نہ دے۔ لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ ڈھال کیسے پھٹ جاتی ہے۔ آپ نے جواب دیا غیبت اور جھوٹ سے۔

ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں، آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ روزہ کھانے پینے کو ترک کرنے کا نام نہیں بلکہ فحش اور لغو باتوں کو ترک کرنے کا نام ہے۔

شیخ ابونصر اپنے والد شیخ ابو علی بن احمد بن عبداللہ بن بنا سے، وہ محمد حافظ سے، وہ عبداللہ سے، وہ جعفر بن محمد حمال سے وہ سعید بن عقبہ سے، وہ منہبہ بن خلف سے، وہ بقیہ سے، وہ محمد بن حجاج سے، وہ خاقان سے اور وہ انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ روزہ اور وضو پانچ چیزوں سے ٹوٹتا ہے۔ جھوٹ چغلی، غیبت، شہوت کی نظر سے دیکھنے سے اور جھوٹی قسم کھانے سے۔

ابونصر اپنے والد سے اور آپ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص لوگوں کا گوشت کھا کر دن گزارے تو اسے روزہ دار نہیں کہا جا سکتا۔ ابونصر اپنے والد سے اور وہ حذیفہ بن یمان سے روایت کرتے ہیں کہ اگر عورت کی پشت کے کپڑوں پر غور سے نظر کی جائے تو اس سے بھی روزہ باطل ہو جاتا ہے۔

ابونصر اپنی اسناد میں سلیمان بن موسےٰ سے راوی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ نے فرمایا۔ جب کوئی شخص روزہ رکھے تو اپنے کانوں کو بے ہودہ باتیں سننے سے بچائے اور اپنی آنکھوں کو بری جگہ نظر ڈالنے سے محفوظ رکھے۔ اپنی زبان کو جھوٹ اور حرام سے بچائے، اپنے پڑوسیوں کو ایذا نہ دے۔ بردباری اور نیکی اختیار کرے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اکثر روزہ دار ایسے ہیں جنھیں روزہ رکھنے سے صرف بھوک اور پیاس ہی محسوس ہوتی ہے۔ اس کے سوا انھیں کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ نہ ہی ان باتوں کا کچھ ثواب ملتا ہے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ ایک شخص ایسا ہے جس کے نام سے عرش کانپ اٹھتا ہے اور اس پر اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو صرف لوگوں کی خوشنودی کے لیے روزے رکھتا ہے۔ اللہ کی رضا کا طالب نہیں ہوتا۔ بلکہ نماز اور روزے سے صرف لوگوں کی خوشنودی چاہتا ہے۔ یعنی دنیا حاصل کرنے کا خواہشمند ہوتا ہے۔

رسولِ خدا صلعم نے فرمایا، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ میں تمھارا اچھا ساتھی ہوں، اگر کوئی شخص اپنے عمل میں میرے سوا کسی اور کو شریک کرے گا تو اس کا وہ عمل اس دوسرے شخص کے لیے ہوگا۔ میں اسے قبول نہیں کروں گا۔ میں صرف اسی چیز کو قبول کروں گا۔ جو صرف میرے ہی لیے ہو۔ اے فرزندِ آدم! میں قسمت تقسیم کرنے والوں میں بہتر تقسیم کرنے والا ہوں۔ جو عمل تو نے دوسرے کے لیے کیا اُسے دیکھ لے اس کا اجر تجھے وہی دے گا۔

آں حضرت صلعم اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ لِسَانِیْ مِنَ الْکَذِبِ وَ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ وَ عَمَلِیْ مِنَ الرِّیَآءِ وَ بَصَرِیْ مِنَ الْخِیَانَۃِ فَاِنَّکَ تَعْلَمُ خَآئِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَ مَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ۔

اے میرے پروردگار! میری زبان کو جھوٹ سے پاک رکھ، میرے دل کو نفاق سے بچا، میرے عمل کو ریاکاری اور خیانت سے پاک رکھ، کیونکہ تو آنکھوں کی خیانت اور ان باتوں کو جو سینوں میں پوشیدہ ہیں، جانتا ہے۔

پس روزہ دار کو چاہیئے، کہ ادب اختیار کرے، اور ریا سے بچے۔ اس کے روزے اور دوسری عبادات کو دوسرے لوگ ہرگز نہ دیکھیں۔

شیخ ابونصر اپنے والد سے، وہ ابوالفراش سے، اور وہ عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے

فرمایا، حضرت نوحؑ نے ساری عمر روزے رکھے، مگر عید الفطر اور عید الاضحےٰ کے دنوں میں آپ روزے نہیں رکھتے تھے حضرت داؤدؑ نے بھی اپنی نصف عمر روزے رکھے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ ہر ماہ میں تین دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ گویا اس حساب سے انھوں نے تمام عمر روزے رکھے اور تمام عمر افطار بھی کیا۔

شیخ ابو نصر اپنی اسناد میں اپنے والد محمد بن منکدر سے" اور آپ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بدو آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے اپنے روزہ کی کیفیت سنائیں۔ یہ سن کر آنحضرتؐ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے یہ حال دیکھ کر اس شخص کو ڈانٹا اور ایسی بات کرنے سے منع فرمایا۔ جب آنحضرت صلعم کا غصہ فرو ہو گیا، تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ! اگر کوئی شخص سال بھر روزے رکھے تو اس کا کیا حال ہو گا؟ آپ نے جواب دیا۔ ایسے شخص نے نہ روزہ رکھا اور نہ اسے افطار کیا۔ حضرت عمر نے عرض کیا اگر کوئی شخص ہر مہینہ میں تین دن روزے رکھے تو؟ آپ نے فرمایا۔ ایسے شخص کو یوں سمجھو گویا اس نے تمام عمر روزے رکھے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ اگر کوئی دوشنبہ اور پنجشنبہ کے روزے رکھے تو؟ آپ نے فرمایا پنجشنبہ کے دن لوگوں کے اعمالنامے آسمان پر لے جائے جاتے ہیں اور دوشنبہ وہ دن ہے، جس دن خداوند کریم نے مجھے پیدا کیا۔ اور اس دن مجھ پر وحی نازل ہوئی تھی۔

روزہ افطار کرتے وقت یہ دعا پڑھنا چاہیئے:۔

روزہ افطار کرنا:۔ بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ سُبْحٰنَکَ وَبِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں یا اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا، اور تیرے ہی عطا کردہ رزق سے افطار کرتا ہوں۔ تو پاک ہے میں تیری تعریف کرتا ہوں، اے اللہ! تو یہ میری عبادت قبول کر! کیوں کہ تو سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ افطار کرتے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ۔

یا اللہ! میں تجھ سے تیری رحمت کی درخواست کرتا ہوں جو ہر شے پر محیط ہے۔ تو مجھے بخش دے۔

ابی عالیہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں" کہ روزہ افطار کرتے وقت جو شخص یہ کہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَلٰی فَقَھَرَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ نَظَرَ فَخَیَّرَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ مَلَکَ فَقَدَّرَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ یُحْیِی الْمَوْتٰی۔

اس خدا کے لیے تعریف ہے جو بزرگ اور غالب ہے، احمد اسی کے لیے ہے جو دیکھتا ہے اور نیکی کی توفیق دیتا ہے، اس خدا کے لیے حمد ہے جو مالک اور قادر ہے میں اسی کی حمد کرتا ہوں جو مردہ مخلوق کو پھر زندہ کرے گا۔

لے کیوں کہ ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہوتی ہے، اس لیے مہینہ میں تین روزے تیس روزوں کے ثواب کے برابر ہوئے۔

تو ایسے آدمی کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور وہ اس طرح پاک وصاف ہو جاتا ہے گویا ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ مصعب بن سعیدؒ نے عبداللہ بن زبیر سے اور انھوں نے سعد بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم جب کسی صحابی کے یہاں روزہ افطار فرماتے تھے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّآئِمُوْنَ وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ۔	روزہ داروں نے تمہارے پاس روزہ افطار کیا، نیکوکاروں نے تمہارا کھانا کھایا اور فرشتوں نے تم پر اللہ کی رحمت بھیجی۔

دعا اور اس کے اثرات

دعا اور اس کا اثر: آں حضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ ماہِ رجب میں دعا کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اگر کوئی اس مہینہ میں گناہ کرے تو اسے دگنا عذاب ملے گا۔ امام ہبۃ اللہ قاضی ہناد بن ابراہیم نسفی سے، وہ عبدالقاہر بن عمر جزری سے، وہ ہبۃ اللہ سے، وہ محمد بن فرحان سے، وہ احمد بن حسین بن سعید سے، وہ ابراہیم بن فراش سے، وہ عمر بن سمرہ سے، وہ موسیٰ بن عباس سے، وہ اصبغ سے، وہ بنانہ سے اور آپ حسینؓ بن علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ ہم طواف کر رہے تھے کہ آواز آئی اے اللہ! جو تاریکیوں میں عاجزوں کی دعا قبول کرتا ہے، غم، بلا اور بیماریوں کو دور کرتا ہے۔ تیرے مہمانوں نے خانہ کعبہ اور حرم کے قریب رات بسر کی ہے اور دعا کر رہے ہیں۔ یا اللہ! تیری آنکھ نہیں سوتی۔ اے اللہ! میری خطا اور میرے گناہ معاف کر دے۔ سب لوگ تیرے ہی فضل وکرم کی طرف آنکھ لگائے ہیں۔ اگر تو نے ان پر رحم نہ فرمایا تو کون ان پر رحم کرے گا۔ حضرت امام حسینؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد (حضرت علیؓ) نے فرمایا "اے حسین! کیا تو اس گنہگار کی گریہ وزاری سن رہا ہے؟ جو اپنے گناہوں پر رو رہا ہے اور اپنے رب کے سامنے اپنے نفس پر عتاب کر رہا ہے، جاؤ اسے تلاش کرو۔" چنانچہ میں نے اس کی تلاش کی تو دیکھا کہ ایک نیک خصلت اور پاک شخص تھا جس کے کپڑوں سے خوشبو آ رہی تھی۔ میں نے غور سے دیکھا تو اس کی داہنی جانب خشک تھی[1]۔ میں نے اس سے کہا کہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کے پاس چل۔ وہ گھسٹتا ہوا امیرالمومنین کے پاس آیا انھوں نے اس سے اس کا حال پوچھا۔ اس نے جواب دیا جو شخص عذاب میں گرفتار ہو، اپنے اہل وعیال کے حقوق تک ادا نہ کر سکتا ہو، اس کا حال کیا ہو سکتا ہے۔

آپ نے اس کا نام پوچھا، اس نے منازل بن لاحق نام بتایا۔ آپ نے حال پوچھا۔ وہ کہنے لگا، میں عرب میں لہو ولعب میں شہرت رکھتا تھا اور میدانِ عرب میں ہر طرف بے کھٹکے گھوڑا دوڑاتا پھرتا تھا۔ اور غفلت میں اس قدر کھویا ہوا تھا کہ جو چاہتا تھا کرتا تھا، توبہ کر کے اس پر ثابت قدم نہیں رہتا تھا۔ رجب اور شعبان کے مہینوں میں بھی ہمیشہ گناہ کیا کرتا تھا۔

---

[1] یعنی اس کا دایاں حصہ شل ہو چکا تھا۔

میرا والد بہت نرم دل اور مہربان تھا، وہ ہمیشہ مجھے خوفِ خدا دلایا کرتا تھا اور برائیوں سے منع کیا کرتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا، اے بیٹے! اللہ کی گرفت بہت سخت ہے۔ وہ سخت عذاب دیتا ہے، بہت سے لوگ تیرے ظلم سے نالاں ہیں، وہ خدا کی جناب میں فریاد کر رہے ہیں، مقرب فرشتے بھی تجھ سے نالاں ہیں۔ جن مہینوں میں جنگ اور ظلم کرنا خاص طور پر حرام ہے، ان مہینوں میں بھی تو باز نہیں آتا۔ غرض میرا والد مجھے ہمیشہ تنبیہہ کرتا اور میں اُسے مار کر تا تھا۔

آخر ایک دن میرے والد نے مجھ سے کہا، خدا کی قسم میں روزہ رکھوں گا، مگر افطار نہ کروں گا۔ نماز پڑھوں گا، اور سوؤں گا نہیں، چنانچہ ہفتہ بھر اس نے روزے رکھے پھر ایک ابلق سرخ اور سفید اونٹ پر سوار ہو کر حجِ اکبر کے دن مکہ معظمہ چلا گیا۔ جاتے وقت مجھ سے کہا میں خانہ کعبہ کو جاتا ہوں، وہاں سے مدد چاہوں گا۔ چنانچہ مکہ میں آتے ہی وہ پردوں سے لپٹ گئے۔ اور میرے حق میں بد دعا کی۔ اس نے کہا، یا اللہ! حاجی دُور دُور سے حج کرنے آتے ہیں، وہ تجھ سے مہربانی اور لطف کی توقع کرتے ہیں، تو بے نیاز ہے۔ میرا بیٹا منازل میری نافرمانی کرتا ہے۔ لہذا تو اسے اس نافرمانی کی سزا دے۔ اس کے پہلو کو شل کر دے۔ پھر کہنے لگا اے اللہ نہ تو نے کسی کو جنا ہے نہ کسی نے تجھے جنا ہے تو میری دعا قبول کر۔

اس کے بعد وہ شخص کہنے لگا، خدا کی قسم ابھی میرے باپ کی دعا مکمل نہ ہوئی تھی کہ میرا دایاں بازو شل ہو گیا اور میں سوکھی لکڑی کی طرح ہو گیا۔ میں حرم کے ایک گوشے میں گر گیا اور وہیں پڑا رہا۔ لوگ صبح و شام میرے پاس سے گزرتے اور کہتے یہ وہی شخص ہے جس کے حق میں اس کے باپ کی دعا قبول ہوئی۔

حضرت علیؑ نے اس شخص سے پوچھا کہ جب تیری یہ حالت ہو گئی تو تیرے باپ نے تیرے ساتھ کیا کیا؟ اس نے جواب دیا امیر المومنین! میں نے اپنے باپ سے کہا کہ جس جگہ آپ نے میرے لیے بد دعا کی تھی، اسی جگہ پھر جا کر میرے حق میں دعا کریں۔ انھوں نے میری درخواست قبول کر لی۔ اور وہاں جانے کا ارادہ کیا۔ وہ اونٹنی پر سوار ہو کر چلے۔ راستے میں وادی اراک سے گزر ہوا، وہاں ایک درخت پر ایک پرندہ بیٹھا تھا، وہ اونٹنی ڈر کر بھاگی، میرے والد اونٹنی سے گر گئے اور گرتے ہی مر گئے۔"

تب حضرت علیؑ نے اس سے فرمایا۔ کہ میں نے آں حضرت صلعم سے ایک دعا سُنی ہے، اُسے پڑھنے والا کبھی غمگین نہیں ہوتا۔ تم بھی یہ دعا پڑھو۔ چنانچہ اس شخص نے وہ دعا پڑھی جس کی برکت سے دوسرے ہی دن اس کی بیماری دُور ہو اور ایسا ہو گیا گویا اسے کوئی بیماری تھی ہی نہیں۔

حضرت امام حسنؑ فرماتے ہیں، جب وہ آیا تو میں نے اس شخص سے پوچھا، تو نے کس طرح دعا پڑھی؟ وہ کہنے لگا، میں نے دعا پڑھی تو میری آنکھوں کو آرام آ گیا۔ مزید دو مرتبہ پڑھی تو غیب سے آواز آئی، اے شخص! تیرے لیے اللہ کافی ہے، کیونکہ تو نے اسم اعظم پڑھ کر دعا مانگی۔ اور جب کوئی اس طرح دعا پڑھتا ہے، تو اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے، اور جو کچھ وہ مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دیتا ہے۔ اس کے بعد مجھے نیند آ گئی اور میں سو گیا۔ پھر میں نے خواب میں رسولِ خداؐ کو دیکھا، اور وہی دعا آپ کے سامنے پڑھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ میرے چچا کے بیٹے علیؑ نے سچ کہا ہے، کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا وہ

اسم ہے جسے پڑھنے کے بعد دعا مانگی جائے تو وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ اس لیے دوبارہ مجھ پر نیند غالب آگئی اور میں نے پھر رسولِ خدا صلعم کو دیکھا۔ میں نے ان کی خدمت میں عرض کی، اے اللہ کے رسولؐ! میں آپ کی زبان مبارک سے یہ دعا سننا چاہتا ہوں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہہ۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ بِاَنَّکَ الْخَفِیَّۃِ وَبِاَنَّ مَنِ السَّمَاءُ بِقُدْرَتِہٖ مَبْنِیَّۃٌ وَبِاَنَّ مَنِ الْاَرْضُ بِعِزَّتِہٖ مَدْحِیَّۃٌ وَبِاَنَّ مَنِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِنُوْرِ جَلَالِہٖ مُشْرِقَۃٌ وَبِاَنَّ مُقْبِلًا عَلٰی کُلِّ نَفْسٍ مُّؤْمِنَۃٍ زَکِیَّۃٍ وَبِاَنَّ مُسْکِنَ رُعْبِ الْخَائِفِیْنَ وَاَھْلِ التَّقِیَّۃِ یَا مَنْ حَوَائِجُ الْخَلْقِ عِنْدَہٗ مَقْضِیَّۃٌ یَا مَنْ نَجَّا یُوْسُفَ مِنْ رِقِّ الْعُبُوْدِیَّۃِ یَا مَنْ لَیْسَ لَہٗ بَوَّابٌ یُّنَادِیْ وَلَا صَاحِبٌ یُّخْشٰی وَلَا وَزِیْرٌ یُّعْطٰی وَلَا غَیْرُہٗ رَبٌّ یُّدْعٰی وَلَا یَزْدَادُ عَلٰی کَثْرَۃِ الْحَوَائِجِ اِلَّا کَرَمًا وَّجُوْدًا وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَعْطِنِیْ سُؤْلِیْ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

یا اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تو تمام پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے۔ اپنی قدرت سے تو نے آسمان کو بلند کیا۔ اور اپنی عزت سے زمین کا فرش بچھایا۔ سورج اور چاند میں تیری ہی بندگی کے نور چمک رہے ہیں۔ ہر مومن اور پاک نفس کے آگے تو ہی آنے والا ہے۔ اے ڈرنے والوں کو امن میں رکھنے والے! یا اللہ! تیری درگاہ سے لوگوں کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ یوسف کو غلامی سے تو نے ہی نجات بخشی، تیری بارگاہ عالی کا کوئی دربان نہیں۔ ہر کسی کو اس میں داخل ہونے کی اجازت ہے تیرا کوئی حبیس و وزیر نہیں۔ نہ تیرے سوا کوئی اور پروردگار ہے کہ مخلوق اسے یاد کرے۔ تو ہی لوگوں کی حاجتوں پر اپنے کرم اور اپنی بخشش سے نظر آتا ہے یا اللہ! محمدؐ اور آپ کی آل پر درود ہو، میرا سوال پورا کردے۔ کیوں کہ تو ہر شے پر قادر ہے۔

جس کا بدن شل ہو گیا تھا، وہ کہتا ہے کہ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی، اور میں نے دیکھا کہ میری بیماری دور ہو گئی ہے اور میں بالکل تندرست ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا یہ دعا اپنے لیے لازمی سمجھو، کیونکہ یہ عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

حضرت عمر بن خطابؓ کے عہد کی ایک طویل روایت کا لب لباب یہ ہے، کہ کوئی عقلمند اپنے گناہوں، اپنے مظالم اور مظلوم کی بددعا کو حقیر یا ذلیل نہ جانے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ قیامت کے دن ظلم ہی تاریکی کا باعث ہوگا۔ آپ نے فرمایا جب کوئی شخص اللہ تعالےٰ کے سامنے (دعا کے لیے) ہاتھ اٹھاتا ہے، تو اللہ تعالےٰ کو اس بندے کی دعا کو رد کرتے ہوئے شرم آتی ہے، وہ اسے خالی ہاتھ نہیں لوٹانا چاہتا۔ چنانچہ وہ فوراً دنیا ہی میں اس کی حاجت پوری کر دیتا ہے، یا اسے قیامت کے لیے اٹھا رکھتا ہے۔ عربی کے ایک شعر کا مطلب یہ ہے۔ کہ اے فلاں شخص تو دعا کو سنتا ہے اور اسے حقیر خیال کرتا ہے۔ تجھے جلد خبر مل جائے گی کہ دعا نے کیا اثر دکھایا۔ رات کے تیر خطا نہیں جاتے

(حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیے)

ان کے لیے ایک وقت مقرر ہے اور وقت پر دعا کا پورا ہونا ضروری ہے۔

شعبان اور رمضان کے فضائل

شیخ ابو نصر محمد نے اپنے والد علی بن حسین سے، آپ نے ابوالحسن علی بن محمد بن عمر بن حفص بن جعفر مقری سے آپ نے ابوالفتح حافظ سے، انھوں نے ابوبکر محمد بن عبداللہ شافعی سے۔ آپ نے اسحاق بن حسن سے، انھوں نے عبداللہ بن سلمہ سے، آپ نے حضرت مالک بن انس رضؓ سے، انھوں نے ابونصر موسےٰ عمر بن عبداللہ سے، انھوں نے ابی مسلم بن عبدالرحمٰن سے اور انھوں نے حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کی ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ رسولِ خدا صلعم جب روزہ رکھا کرتے تھے تو مجھے یہ خیال ہوتا کہ اب آپ کبھی روزہ نہ چھوڑیں گے۔ اور ماہِ رمضان کے سوا کسی اور مہینہ میں میں نے آپ کو پورے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اور رمضان کے سوا ماہ شعبان میں آپ جس قدر روزے رکھتے تھے، اس سے زیادہ کسی اور مہینہ میں نہ رکھتے تھے۔ یہ صحیح حدیث ہے" جسے امام بخاری نے عبداللہ بن یوسف سے نقل کیا ہے، وہ ابونصر سے، وہ محمد سے، وہ ہشام بن عروہ سے اور وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلعم روزہ رکھتے تھے" اور ہم یہ خیال کرتے تھے" کہ آپ افطار نہیں کریں گے" افطار کرتے، حتیٰ کہ ہم کہتے آپ روزہ نہیں رکھیں گے۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلعم شعبان میں روزہ رکھنا زیادہ پسند کرتے تھے ایک مرتبہ میں نے اس کا سبب پوچھا، تو آپ نے جواب دیا، جن لوگوں کو اس سال مرنا ہوتا ہے، ان کے نام اسی ماہ میں لکھ لیے جاتے ہیں، اس لیے مجھے یہی پسند ہے کہ میرا نام بھی اس فہرست میں لکھ لیا جائے۔ اور اس وقت میں روزہ سے ہوں۔

ابونصر نے محمد سے، انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے عطا بن یسار سے، انھوں نے حضرت ام سلمہ سے روایت کی ہے۔ ام سلمہ رضؓ فرماتی ہیں رمضان کے بعد شعبان میں آنحضرت صلعم جس قدر روزے رکھتے تھے اتنے کسی اور مہینہ میں نہ رکھتے تھے اور جو اس سال میں مرتا ہے اس کا نام شعبان کے مہینہ میں زندوں کی فہرست سے نکال کر مردوں کی فہرست میں درج کر دیا جاتا ہے۔

ابونصر اپنے والد سے، وہ ثابت سے اور وہ حضرت انس رضؓ سے روایت کرتے ہیں، آنحضرت صلعم سے دریافت کیا گیا" کہ روزوں میں بہتر روزے کون سے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ شعبان کے روزے، رمضان کے روزوں کی تعظیم کے لیے۔

ابونصر نے اپنے والد معویہ بن صالح سے، انھوں نے عبداللہ بن قیس سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا۔ آں حضرت صلعم کے نزدیک شعبان کا مہینہ زیادہ بہتر ہے، کیوں کہ یہ رمضان مبارک کے قریب ہے۔ عبداللہ سے روایت ہے" آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ جو شخص شعبان کے آخری دو شنبہ کو روزہ رکھے، اللہ تعالےٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔ یعنی اس ماہ کا آخری

(حاشیہ صفحہ ۳۶۲ سے) مطلب یہ کہ رات کی دعا اثر دکھاتی ہے اور یہ اثر اپنے وقت پر ظاہر ہوتا ہے۔

دوشنبہ نہ کہ اس مہینہ کا آخری دن۔ اس لیے کہ رمضان سے ایک دو دن پہلے روزہ رکھنا منع ہے۔

انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اس مہینے کا نام شعبان اس لیے پڑا کہ اس میں بہت سی نیکیاں تقسیم کی جاتی ہیں۔ اور رمضان نام اس لیے پڑا کہ اس میں سارے گناہ جلا دیے جاتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ کا بہترین انتخاب

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

خدا کی بہترین تخلیقات اور بزرگ مہینے:۔ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ۔ اللہ جس شے کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس شے کو چاہے برگزیدہ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی پیدائش میں سے چار چیزیں چن لیں، پھر ان میں سے ایک کو منتخب کر لیا۔ سب فرشتوں میں چار کو بزرگ کیا۔ یعنی جبرئیل، اسرافیل، میکائیل اور عزرائیل۔ پھر ان چار میں سے ایک یعنی حضرت جبرئیل کو منتخب فرمایا، اور نبیوں میں حضرت ابراہیم، حضرت موسےٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو، چنانچہ ان میں سے حضرت محمدؐ کو منتخب کر لیا۔ صحابہ کرام میں سے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی کو چن لیا، پھر ان میں سے حضرت ابوبکرؓ کو برگزیدہ کیا۔ مسجدوں میں مسجد حرام، مسجد اقصےٰ، مسجد مدینہ شریف، مسجد طورِ سینا کو چنا گیا۔ پھر ان میں سے مسجد حرام کو برگزیدہ کیا گیا۔

سب دنوں میں سب سے بہتر عید الفطر، عید الضحےٰ، عرفہ اور عاشورہ کے دن ہیں، پھر ان میں سے عرفہ کو دوسرے دنوں پر ترجیح دی گئی۔ راتوں میں شبِ برات، شبِ قدر، شبِ جمعہ اور شبِ عید لپند فرمائیں۔ پھر ان میں سے شبِ قدر کو سب پر فضیلت دی۔ مکہ، مدینہ، بیت المقدس اور مساجد عشاء، چار مقامات کو بزرگی دی، پھر ان میں سے مکہ کو فضیلت بخشی۔ پہاڑوں میں چار پہاڑوں کو چن لیا، اُحد، سینا، وکام اور لبنان۔ ان چاروں میں طور سینا کو پسند کیا۔ دریاؤں میں ان چار کو فضیلت دی، جیحون، سیحون، فرات اور نیل۔ پھر ان میں فرات کو افضل قرار دیا۔ مہینوں میں رجب، شعبان، رمضان اور محرم کو بزرگی دی۔ پھر ان میں سے شعبان کو دوسرے مہینوں پر ترجیح دی اس سے پیغمبر کا مہینہ قرار دیا۔ یعنی جس طرح آنحضرت صلعم سب پیغمبروں سے افضل ہیں، اسی طرح یہ مہینے بھی دوسرے مہینوں سے افضل ہیں۔

ابوہریرہؓ فرماتے ہیں، کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا شعبان میرا مہینہ ہے۔ رجب اللہ کا مہینہ ہے۔ رمضان میری امت کا مہینہ ہے اور شعبان گناہ سے دور کرنے والا ہے۔ رمضان کا مہینہ آدمی کو پاک صاف کرتا ہے (گناہوں سے) آں حضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ شعبان رجب اور رمضان کے درمیان ایک ایسا مہینہ ہے جس کی بزرگی کا لوگوں کو علم نہیں۔ اس مہینہ میں لوگوں کے اعمال اللہ تعالےٰ کے پاس پہنچائے جاتے ہیں، لہٰذا میری خواہش ہے، کہ جب میرے اعمال لے جائیں جائیں، تو اس وقت میں روزے سے ہوں۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے، آنحضرت صلعم نے فرمایا، رجب دوسرے مہینوں پر وہی بزرگی رکھتا ہے جو قرآن

مجید کو دوسری تمام کتابوں پر ہے۔ اسی طرح شعبان کی بزرگی دوسرے مہینوں پر اسی طرح ہے جس طرح ہمارے تمام نبیوں پر بزرگی دی گئی ہے رمضان کی بزرگی باقی مہینوں پر ایسی ہے جیسی ساری مخلوقات پر اللہ تعالیٰ کی بزرگی۔

انس بن مالکؓ سے روایت ہے" آں حضرت صلعم کے بزرگ اصحاب شعبان کا چاند دیکھ کر قرآن کریم پڑھا کرتے تھے مسلمان اپنے مال سے زکوٰۃ بھی نکالا کرتے تھے۔ تاکہ غریب اور مسکین لوگ فائدہ اٹھا سکیں اور ماہِ رمضان کے روزے رکھنے کے لیے ان کا کوئی وسیلہ بن جائے۔ حاکم لوگ قیدیوں کو بلا کر ان میں سے جو حد جاری کرنے کے لیے لائق ہوتے تھے، ان پر حد جاری کرتے تھے، باقی قیدی رہا کر دیے جاتے تھے۔ کاروباری لوگ بھی اس ماہ میں اپنا قرض ادا کرتے تھے۔ اور دوسروں سے جو کچھ وصول کرنا ہوتا تھا" وہ وصول کر لیا کرتے تھے۔ ماہِ رمضان کا چاند نظر آنے پر لوگ غسل کرتے اور اعتکاف میں بیٹھا کرتے تھے۔

شعبان کے حروف:- "شعبان" کے پانچ حروف ہیں (ش، ع، ب، ا، ن)۔ ان میں سے ہر حرف ایک ایک بزرگی کی نشان دہی کرتا ہے ش، کا اشارہ شرف کی طرف ہے۔ ع، بلندی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ب، سے مراد (بر) نیکی ہے۔ الف، سے مراد الفت اور نون کا حرف" نور" کی جانب اشارہ کرتا ہے۔

آنحضرت صلعم پر درود بھیجنا:- اس مہینہ میں خدا کی طرف سے بندوں پر بڑی برکتیں نازل ہوتی ہیں، ان کو نعمتیں عطا کی جاتی ہیں، ان پر نیکیوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں، ان کی خطائیں معاف کی جاتی ہیں، گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب حضرت محمدؐ پر کثرت سے درود بھیجتا ہے۔ اس درود کے لیے یہ مہینہ مخصوص ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے اہل ایمان، تم بھی اس پر درود اور سلام بھیجو" اللہ تعالیٰ کے درود سے مراد اللہ کی رحمت ہے۔ فرشتوں کے درود سے مراد شفاعت اور استغفار ہے۔ مسلمانوں کے درود سے مراد ہے دعا، ثنا اور مجاہدہ۔

خدا کی طرف سے درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے" کہ اللہ تعالیٰ نیکی کی توفیق عطا کرے اور گناہوں سے بچائے۔ فرشتوں کے درود سے مراد ہے مدد اور نصرت۔ مسلمانوں کے درود سے مراد ہے پیروی کرنا اور حرمت کرنا۔

ابن عطا فرماتے ہیں" اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی پر درود بھیجنا اس کے وصال کا ہونا ہے۔ فرشتوں کی طرف سے دل کی نرمی ہے اور مسلمانوں سے فرمانبرداری اور محبت۔ اس کے علاوہ یہ بھی کہا جاتا ہے" کہ نبیؐ پر" اللہ تعالیٰ کے درود سے مراد آں حضرت کی حرمت اور بزرگی ہے۔ فرشتوں کے درود سے ان کی کرامت کا اظہار مراد ہے اور امت کے درود کا مطلب شفاعت کا طلب کرنا ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔

شعبان کی قدر و قیمت:- پس ہر عقلمند کو لازم ہے کہ اس مہینہ میں غفلت نہ کرے، اور ماہِ رمضان کے استقبال کے لیے اس ماہ میں تیاری کرے۔ اپنے گناہوں سے توبہ کرے۔ جو اعمال اس سے رہ گئے ہیں، ان کو پورا کرے۔ ماہِ شعبان میں اللہ کے حضور عاجزی و زاری کرے۔ سچے دل سے اس کی طرف رجوع کرے۔ اس ماہ کے مالک یعنی حضرت محمدؐ کے طفیل اللہ

تعالیٰ سے رحمت طلب کرے، تاکہ اس کا دل صاف ہو سکے۔ اور باطن کے امراض کے لیے دوا کا کام انجام دے۔ یہ کام ملتوی نہ کرے۔ (بلکہ اسی مہینہ میں انجام دے) کیوں کہ اصل میں تین ہی دن ہیں، ایک کل کا دن ہے جو گزر گیا، دوسرا موجودہ دن، جو کام کرنے کا دن ہے، اور تیسرا آئندہ کا دن جو امید کا دن ہے۔ اور آئندہ کے بارے میں کسی کو کچھ علم نہیں کہ زندہ بھی رہے گا یا نہیں۔

جو دن گزر چکا اس سے نصیحت اور عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ موجودہ دن کو غنیمت جاننا چاہیئے" اور آئندہ کا دن خطرے کا دن ہے۔ یعنی شاید وہ دن آئے یا نہ آئے۔ یہی حال ان تین مہینوں کا ہے۔ رجب گزر جاتا ہے اور رمضان کا انتظار ہوتا ہے۔ یہ کسی کو علم نہیں کہ اس ماہ کے آنے تک زندہ رہے گا یا نہیں۔ شعبان ان دونوں کے درمیان ہے۔ اس مہینہ کے آنے پر خدا کی عبادت و اطاعت غنیمت جانو۔

آنحضرت صلعم نے، عمر بن خطابؓ کو نصیحت فرمائی، کہ پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزیں غنیمت جانو۔ بڑھاپے سے قبل جوانی کو۔ بیماری سے پہلے تندرستی کو۔ فقیری سے قبل تونگری کو، مصروفیت سے پہلے فراغت کو اور موت سے پہلے زندگی کو۔

شبِ برات اور شبِ قدر

فضیلت:- خداوند کریم فرماتا ہے:-

حٰمٓ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ۔ 44:3

روشن کتاب کی قسم میں نے یہ کتاب برکت والی رات میں نازل فرمائی۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں حٰمٓ سے مراد" وہ چیزیں ہیں جن کا قیامت تک قائم رہنا مقرر ہو چکا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے روشن کتاب کی قسم کھائی۔ یعنی قرآنِ کریم کی۔ اور فرمایا ہم نے اس کو مبارک رات میں نازل کیا۔ یہ مبارک رات ماہِ شعبان کے وسط میں ہے۔ اور وہ شبِ برات ہے۔ اکثر لوگوں نے یہی لکھا ہے۔ عکرمہ فرماتے ہیں وہ رات "شبقدر" ہے۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں کو مبارک نام سے یاد کیا ہے۔ منجملہ ان کے قرآن کریم بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

نفظ "مبارک" کا اطلاق:-

هٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ۔

یہ ذکر مبارک ہے جو ہم نے بھیجا۔

یعنی قرآن کی برکتوں میں ایک برکت یہ بھی ہے" کہ جو شخص اسے پڑھے اور اس پر ایمان لائے وہ سیدھی راہ پالیتا ہے۔ دوزخ کی آگ سے بچ جاتا ہے۔ اس کی برکتیں اس کی اولاد تک کو حاصل ہو جاتی ہیں۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ جو شخص قرآن کو پڑھے اور دل میں اس کا خیال اچھی طرح بٹھائے" تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کے والدین کا عذاب بھی ہلکا کر دیتا ہے، خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔

سلہ قرآن پاک۔

پانی کو بھی اللہ تعالیٰ نے "مبارک" کہا ہے۔ فرماتا ہے:۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا ۔ ہم نے آسمان سے مبارک پانی اُتارا۔

پانی میں برکت یہ ہے کہ اس پر تمام چیزوں کی زندگی کا دارومدار ہے، جیسا کہ فرمایا:۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ 21 : 30 ہم نے سب چیزوں کو پانی سے زندہ کیا ہے۔ کیا تم ایمان نہیں لاتے۔

پانی کی دس لطافتیں بیان کی جاتی ہیں: رقت، نرمی، قوت، لطافت، صفائی، حرکت، طراوت، سردی، فروتنی اور زندگی۔ مسلمان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ لطافتیں پیدا کی ہیں: رقتِ قلب، نرمیِ خُلق، بندگی کی لطافت، نفس کی لطافت، عمل کی صفائی، نیکی کی طرف حرکت، آنکھوں میں تری، گناہوں کی سردی، لوگوں کے ساتھ فروتنی اور حق بات سن کر زندگی پانا۔

اللہ تعالیٰ نے "زیتون" کو بھی مبارک فرماتا ہے۔

مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ 24:35 مبارک درخت زیتون سے۔

یہ وہ پہلا درخت ہے "جس کا میوہ حضرت آدمؑ نے کھایا تھا، اور زمین کی طرف اتار دیئے گئے تھے۔ اس درخت میں روشنائی اور کھانا ہے" جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ وَّصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ۔ مبارک درخت زیتون کھانے والوں کے لیے یہ (درخت) کھانے کا کام دیتا ہے۔

بعض کا کہنا ہے کہ مبارک درخت سے مراد حضرت ابراہیم ہیں۔ بعض "قرآن" بتاتے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ ایمان کو مبارک درخت کہا گیا ہے۔

بعض کا کہنا ہے کہ مومن سے وہ نفس مراد ہے" جو اللہ کی یاد میں آرام پائے، نیکی کا حکم دے، اللہ کا حکم بجالائے اور منکر چیزوں سے باز رکھے۔ قضاء قدر پر خاکسار ہو، قسمت کے لکھے پر شکر کرے۔

حضرت عیسےٰ کو بھی اللہ تعالیٰ نے "مبارک" کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ حضرت عیسےٰ کا اپنا ارشاد ہے کہ "میں جس جگہ بھی ہوں اسی جگہ مبارک ہوں" حضرت عیسیٰؑ کی برکت یہ ہے کہ ان کی والدہ حضرت مریمؑ کے لیے ان کی دعا کی برکت سے سوکھے کھجور میں تروتازہ پھل پیدا کیا گیا۔ پانی کے چشمہ نے جوش مارا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَنَادٰهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا 19:24-26 اس درخت کے نیچے مریم کو آواز دی کہ غمگین نہ ہو، تیرے پروردگار نے اس درخت کے نیچے پانی کا چشمہ جاری کر دیا ہے۔ خرما کے درخت کو ہلا۔ تیرے لیے اس درخت سے پختہ کھجوریں گریں گی۔ سو تو انھیں کھا، اس چشمہ سے پانی پی اور آنکھوں کو ٹھنڈا کر۔

مادرزاد اندھوں کو حضرت عیسٰیؑ نے بینا کر دیا۔ آپ کی دعا سے کوڑھی کو شفا مل جاتی تھی۔ آپ نے مُردوں کو زندگی بخشی، علاوہ ازیں کئی اور معجزے آپ کو عطا ہوئے۔

اللہ تعالٰے نے کعبہ کو بھی "مبارک" نام سے یاد فرمایا۔ ارشاد ہوتا ہے "

کعبہ کی حرمت:- اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا 3:96 — لوگوں کی عبادت کے لیے جو پہلا گھر بنایا گیا وہ مکہ میں ایک مبارک گھر ہے۔

اس گھر کی ایک برکت یہ ہے کہ اگر آدمی گناہوں سے لدا ہوا ہو اور اس گھر میں داخل ہو تو واپس آتے وقت اس کا بوجھ ہلکا کر دیا جاتا ہے۔ یعنی اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے۔

وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا۔ 3:97 — جو شخص کعبہ میں آیا وہ امن میں آگیا۔

چنانچہ کعبہ میں جانے والا مسلمان اگر توبہ کر کے اللہ تعالٰے سے ثواب حاصل کرنے کی امید پر کعبہ میں جائے تو اللہ تعالٰے اسے سب بلاؤں سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور اپنے فضل و کرم سے اسے بخش دیتا ہے۔

فرمایا جو شخص اس گھر میں داخل ہو جائے اسے کوئی ایذا اور مصیبت نہ پہنچے گی۔ کعبہ کی حرمت کے باعث حرم میں درخت کاٹنا یا شکار کھیلنا حرام ہے۔ پس کعبہ کی حرمت اللہ تعالٰے کی حرمت جیسی ہے۔ مسجد کی حرمت بھی کعبہ ہی کی حرمت جیسی ہے۔ مکہ کی حرمت مسجد کی حرمت کی مانند ہے۔ حرم کی حرمت مکہ کی حرمت کے مانند ہے۔ جیسے فرمایا "کعبہ اہلِ مسجد کا قبلہ ہے"۔ مسجد مکہ والوں کا قبلہ ہے اور خاص مکہ اہل حرم کا قبلہ ہے اور حرم تمام اہلِ دنیا کا قبلہ ہے

مکہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے "کہ یہاں" لوگ اس کثرت سے ہوتے ہیں۔ کہ ایک دوسرے کے دھکے لگتے ہیں۔ مکہ اور بکہ دونوں مترادف الفاظ ہیں بائے موحدہ میم سے بدل جاتی ہے۔ جیسے کبد اور کمد "غم" کے معنوں میں آتا ہے۔ اور لازب اور لازم چپیدن کے معنوں میں آتا ہے (اس کا نام بکہ اس لیے بھی رکھا گیا ہے کہ ظالم اور جابر لوگوں کی گردنیں یہاں خم ہو جاتی ہیں۔ بکہ کے لغوی معنی گردنوں کا جھکنا ہے)۔

شب برات کی برکت:- شب برات کو بھی "مبارک" اس لیے کہا گیا کہ اس رات میں لوگوں پر رحمت و برکت اور اللہ کی بخشش نازل ہوتی ہے۔ ابو نصر اپنے والد سے، وہ محمد سے، وہ عبداللہ بن محمد سے، وہ اسمٰعیل بن عمر بجلی سے، وہ عمر بن موسٰے وجہی سے، وہ زید بن علی سے، وہ اپنے دادا سے، وہ حضرت علی بن ابی طالب سے اور وہ آں حضرت صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ شعبان کی درمیانی رات میں دنیا کے آسمانوں کی طرف حکم الٰہی آتا ہے اور اللہ تعالٰے ہر مسلمان کو بخش دیتا ہے، مگر مشرک، کینہ رکھنے والے، قطع رحمی کرنے والے اور زانیہ عورت کو نہیں بخشتا۔

شب برات میں آنحضرت صلعم کا طریق عمل:- حضرت ابو نصر اپنے باپ سے، وہ یحیٰی بن سعید سے، وہ عروہ سے اور آپ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا شعبان کی درمیانی رات میں آنحضرتؐ میری چادر سے نکلے اور خدا کی قسم وہ چادر نہ ابریشم کی تھی نہ ترکی، نہ کتان کی اور نہ خزکی اور نہ صوف

کی تھی پوچھا گیا یہ کس چیز کی تھی حضرت عائشہ نے جواب دیا، اس کا تانا بکری کے بالوں کا تھا اور بانا اونٹ کے بالوں کا میں نے اس وقت خیال کیا کہ آپ اپنی کسی اور بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ چنانچہ میں اٹھی اور آپ کو تلاش کرنے لگی۔ اچانک میرا ہاتھ خدا کے رسولؐ کے پاؤں پر جا لگا۔ آپ سجدہ میں تھے اور یہ دعا پڑھ رہے تھے۔

سَجَدَ لَكَ سَوَادِي وَجَنَانِي وَآمَنَ بِكَ فُؤَادِي أَبُوءُ لَكَ بِالنِّعَمِ وَأَعْتَرِفُ لَكَ بِالذَّنْبِ ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ أَعُوذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَأَعُوذُ بِرَحْمَتِكَ مِنْ نِقْمَتِكَ وَأَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ

اے اللہ! میرا جسم اور دل تجھے سجدہ کرتا ہے، میرا دل تجھ پر ایمان لایا اور میں تیری نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہوں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو مجھے بخش دے۔ تیرے سوا کوئی گناہوں کا بخشنے والا نہیں۔ میں تیرے عذاب سے بچنے کے لیے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ تیرے غضب سے بچنے کے لیے تیری رضامندی چاہتا ہوں۔ تیرے عذاب سے امن میں رہنے کے لیے تجھی سے درخواست کرتا ہوں تیری حمد و ثنا کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ تو نے آپ اپنی ثنا کی ہے اور تو ہی آپ اپنی ثنا کر سکتا ہے۔ اور کوئی نہیں کر سکتا۔

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ رسولِ خدا کبھی کھڑے ہوتے تھے کبھی بیٹھ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور اس سے آپؐ کے دونوں پاؤں متورم ہو گئے۔ میں ان پر پھونک مار کر کہتی، اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا آپ کے پہلے اور اگلے سب گناہ معاف نہیں ہو گئے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ سے ایسا نہیں کہا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ تجھے معلوم ہے کہ اس رات میں کیا ہے؟ میں نے پوچھا اس رات میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اس رات آئندہ سال کی پیدائش اور موتیں لکھی جاتی ہیں اور اس رات آئندہ سال کا رزق بھی تقسیم ہوتا ہے۔ اس رات بندوں کے اعمال آسمان کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔

میں نے سوال کیا یا رسول اللہؐ! کیا ایسا کوئی شخص نہیں جو اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں جا سکے؟ آپؐ نے جواب دیا ہاں اللہ کی رحمت کے بغیر کوئی شخص جنت میں نہیں جا سکتا۔ میں نے پھر عرض کیا، کیا آپ بھی نہیں جا سکتے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں میں بھی اس کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں جا سکتا۔ پھر آپ نے اپنے سر پر اپنے ہاتھ پھیرے اور انھیں منہ پر پھیرا۔

ابو نصر اپنے باپ سے، وہ محمد بن احمد حافظ سے، وہ عبد اللہ بن محمد سے، وہ ابو العباس ہروی سے، وہ ابراہیم بن محمد بن حسن سے، وہ ابو عامر دمشقی سے، وہ ولید بن مسلم سے، وہ ہشام بن عمار سے، وہ سلیمان بن مسلم وغیرہ سے، وہ مکحول سے اور وہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اے عائشہ! تو جانتی ہے کہ یہ کون سی رات ہے؟ میں نے عرض کیا

اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ شعبان کی درمیانی رات ہے۔ تمام اہلِ دنیا کے عمل اس رات آسمان کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔ اور اس رات اللہ تعالےٰ اتنے بندوں کو دوزخ کی آگ سے نجات بخشتا ہے جتنے بکریوں کے بال ہوتے ہیں۔ کیا تو مجھے آج کی رات اجازت دیتی ہے۔ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ۔ تب آنحضرت صلعم نے نماز پڑھی۔ ہلکا سا قیام فرمایا، سورہ فاتحہ اور ایک اور چھوٹی سی سورت پڑھی، پھر آدھی رات تک سر بہ سجدہ رہے۔ اس کے بعد کھڑے ہوئے اور پہلے کی طرح دوبارہ پہلی رکعت مختصر پڑھی۔ دوسری رکعت بھی مختصر پڑھی۔ پھر صبح تک سجدہ میں پڑے رہے۔ میں آپ کو دیکھتی رہی۔ آپ سجدہ میں ایسے مستغرق ہو گئے کہ مجھے خیال گزرا شاید اللہ تعالےٰ نے آپ کی روح ہی کو قبض کر لیا ہے۔ غرض آپ اتنی دیر تک سجدہ میں پڑے رہے کہ مجھ سے ضبط نہ ہو سکا، میں قریب گئی اور آپ کے پاؤں کے تلوؤں کو ملا۔ اس پر آپ نے قدرے جنبش کی۔ میں نے آپ کو سجدہ میں یہ کہتے ہوئے سنا: اے اللہ میں تیرے عذاب سے تیری عفو اور بخشش کی پناہ میں آتا ہوں۔ تیرے قہر سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں، تجھ سے تیرے ہاں ہی امن چاہتا ہوں، تیری ذات بزرگ ہے۔ تیری ثنا اور صفت بیان کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں۔ ایسی ثنا جو تو نے خود بیان فرمائی ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! رات کے وقت سجدہ میں آپ جو کچھ فرما رہے تھے وہ میں نے سن لیا۔ آپ کی زبان مبارک سے پہلے کبھی ایسی بات نہ سنی تھی۔ آپ نے جواب دیا میں نے جو کچھ کہا تجھے اس کا علم ہو گیا؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا جو کلمے میں نے کہے وہ تم بھی یاد کر لو اور دوسروں کو بھی سکھا دو۔ کیوں کہ جبرئیلؑ نے فرمایا تھا تم سجدہ میں یہ کلمے کہو۔

ابو نصر اپنے باپ سے، وہ عبداللہ بن محمد سے، وہ اسحاق بن احمد فارسی سے، وہ احمد بن صباح بن ابی شریح سے، وہ یزید بن ہارون سے، وہ حجاج بن ارطات سے، وہ یحییٰ بن ابی کثیر سے، وہ عروہ سے اور وہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ایک رات رسولِ خداؐ میرے پاس سے غائب ہو گئے۔ میں انھیں تلاش کرنے نکلی تو بقیع میں انھیں پا لیا۔ اس وقت آپ آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے مجھے دیکھتے ہی فرمایا اے عائشہ! کیا تجھے یہ خیال ہوا کہ خدا کا پیغمبر اور اس کا خدا تجھ پر ظلم کرے گا؟ میں نے عرض کیا میرا خیال تھا کہ آپ کسی دوسری بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالےٰ شعبان کی درمیانی رات میں دنیا کے آسمان کی طرف نگاہ کرتا ہے اور اس رات قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ تعداد میں لوگوں کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

شبِ برات میں اللہ کیا کرتا ہے؟ عکرمہ بن عباسؓ سے اللہ تعالےٰ کے قول "اور اس رات میں تمام مضبوط کام جدا کیے جاتے ہیں" کی تفسیر میں یہ کہا جاتا ہے کہ اس آیت میں جس رات کا ذکر آیا ہے وہ شعبان کی درمیانی رات ہے۔ اس رات اللہ تعالےٰ سال بھر کے کاموں کی تدبیر کرتا ہے۔ مرنے والے لوگ زندہ لوگوں سے الگ کر دیئے جاتے ہیں[1] جو لوگ حج بیت اللہ کرنے والے ہوتے ہیں ان کے نام بھی الگ کر دیئے جاتے ہیں۔ اس میں

[1] یعنی جن لوگوں نے اس سال مرنا ہوتا ہے، ان کے نام الگ کر دیئے جاتے ہیں، گویا ان کی فہرست اس رات میں تیار کر لی جاتی ہے۔

وزا کمی بیشی نہیں ہوتی۔

حکیم بن کیسان کا کہنا ہے کہ شعبان کی درمیانی رات میں اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر نگاہ کرتا ہے اور اس رات میں جسے پاک کرتا ہے وہ اگلے سال کی وہی رات آنے تک اسی طرح پاک رہتا ہے۔

عطار بن یسارؒ سے روایت ہے کہ شعبان کی درمیانی رات میں لوگوں کے سال بھر کے اعمال اللہ کے حضور میں پیش ہوتے ہیں اور ایک شخص سفر کے لیے نکلتا ہے، یا ایک شخص نکاح کرتا ہے، حالانکہ وہ زندوں کی جماعت سے نکال کر مردوں کی جماعت میں لکھ دیا جاتا ہے[1]

ابو نصر اپنے والد سے وہ مالک بن انسؓ سے، وہ ہشام بن عروہ سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں حضرت عائشہؓ نے فرمایا، میں نے آں حضرت صلعم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ چار راتیں ایسی ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ سب لوگوں پر نیکیوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ عید الضحیٰ، عید الفطر، وسط شعبان اور عرفہ کی رات۔ ان میں اللہ تعالیٰ لوگوں کی عمریں، ان کے رزق اور ان کے حج کے بارے میں احکام لکھ دیتا ہے۔

سعید نے ابراہیم بن ابی بخیح سے روایت کی ہے کہ پانچ راتیں ہیں، پانچویں رات جمعہ کی ہے۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا لشعبان کی درمیانی رات میں جبرئیلؑ میرے پاس تشریف لائے اور کہا اے محمدؐ! اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاؤ، کیوں کہ یہ برکت کی رات ہے۔ میں نے پوچھا اس میں کیسی برکت ہے؟ جبرئیل نے فرمایا اس رات اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے تین سو دروازے کھول دیتا ہے اور جو لوگ اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرتے، ان سب کو بخش دیتا ہے۔ ساحر، کاہن ہمیشہ شراب پینے والے، سود خوار اور زانی لوگوں کو اس وقت تک نہیں بخشتا جب تک وہ توبہ نہ کر لیں۔

بہشت کے دروازے اور فرشتوں کی پکار:۔ آں حضرت صلعم نے فرمایا رات کا چوتھائی حصہ گزرنے کے بعد جبرئیلؑ پھر آئے اور کہا اے محمدؐ! اپنا سر اٹھا۔ میں نے سر اٹھایا (آسمان کی طرف دیکھا) تو بہشت کے سب دروازوں کو کھلا ہوا پایا۔ پہلے دروازہ پر ایک فرشتہ کھڑا پکار رہا تھا کہ جو شخص اس رات میں رکوع کرتا ہے اسے خوش خبری ہو۔ دوسرے دروازے پر فرشتہ کہہ رہا تھا کہ جو شخص اس رات میں سجدہ کرتا ہے اسے خوشخبری ہو۔ تیسرے دروازے پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا جس نے اس رات میں دعا کی اسے خوشخبری ہو۔ چوتھے دروازے پر فرشتہ کہہ رہا تھا کہ جس نے اس رات میں ذکر کیا اسے خوشخبری ہو۔ پانچویں دروازے پر فرشتہ کہہ رہا تھا جس نے اس رات خدا کے خوف سے زاری کی ہو اسے خوشخبری ہو۔ چھٹے دروازے پر فرشتہ کہہ رہا تھا، اس رات میں تمام مسلمانوں کو خوشخبری ہو۔ ساتویں دروازے پر فرشتہ پکار رہا تھا کہ اگر کسی نے کوئی سوال کرنا ہے تو کرے، اس کا سوال پورا کیا جائے گا۔ آٹھویں دروازے پر فرشتہ کہہ رہا تھا، کوئی ہے، جو بخشش کی درخواست کرے، اس کی درخواست قبول کی جائے گی۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ دروازے کب تک کھلے رہیں گے۔ انھوں نے جواب دیا پہلی رات سے صبح کے ہونے تک کھلے رہیں گے۔ پھر فرمایا اے محمدؐ! اللہ تعالیٰ اس رات میں دوزخ کی آگ سے اتنے بندوں کو نجات

[1] یعنی آدمی کا ارادہ کچھ ہوتا ہے۔ مگر اللہ کے ہاں اس کی موت لکھی ہوتی ہے۔

دیتا ہے جتنے قبیلہ کلب کی بکریوں کے بال ہیں۔

شبِ برات کی دو بیزاریاں: اس رات کو شبِ برات اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس رات میں دو بیزاریاں ہیں: ۱۔ بدبخت لوگ اللہ تعالیٰ سے بیزار ہوتے ہیں۔ ۲۔ اللہ کے دوست ذلت اور گمراہی سے بیزار ہوتے ہیں۔

روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ ماہِ شعبان کی درمیانی رات آنے پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات پر نظر ڈالتا ہے۔ مومنوں کو بخش دیتا اور کافروں کو ان کی حالت پر چھوڑ دیتا ہے۔ شر کینہ لوگوں کو بھی ان کی حالت پر چھوڑ دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ اپنی کینہ وری کو ترک نہ کر دیں۔

فرشتوں کی عیدیں: فرمایا جس طرح زمین پر مسلمانوں کی دو عیدیں ہیں، اسی طرح آسمان پر فرشتوں کی بھی دو عیدیں ہوتی ہیں۔ مسلمانوں کی عیدیں عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن ہوتی ہیں اور فرشتوں کی عیدیں شبِ برات اور شبِ قدر میں ہوتی ہیں۔ فرشتوں کی عیدیں رات میں اس لیے ہوتی ہیں کہ وہ سوتے نہیں، مسلمان چونکہ سوتے ہیں اس لیے ان کی عیدیں دن میں ہوتی ہیں۔

شبِ قدر کی پوشیدگی کی حکمت: فرمایا شب قدر کو ظاہر نہ کہنے اور شب قدر کو پوشیدہ رکھنے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت ہے کہ شب قدر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نازل ہونے، بخشش کے عطا ہونے اور دوزخ سے نجات حاصل کرنے کی رات ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے چھپا رکھا ہے تاکہ لوگ اس رات پر ہی تکیہ اور بھروسا نہ کر رکھیں۔

شبِ برات میں کیا ہوتا ہے؟ شب برات کو اس لیے ظاہر فرما دیا کہ یہ رات قضا اور حکم، قہر اور رضا، قبولیت اور قرب اور بُعد، سعادت اور شقاوت، کرامت اور پرہیزگاری کی رات ہے۔ اس رات میں کوئی شخص نیک بخت بنا دیا جاتا ہے اور کوئی مردود قرار پاتا ہے۔ ایک کو نیک کاموں کی جزا دے کر کامران کر دیا جاتا ہے اور دوسرے کو بُرے کاموں کے بدلہ میں خوار کر دیا جاتا ہے۔ ایک کو بزرگی دی جاتی ہے، دوسرے کو اس سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ ایک کو ابھر دیا جاتا ہے، دوسرے کو دھتکارا جاتا ہے۔ پس بہت سے لوگ تو بازار میں اپنے کاروبار میں لگے ہوتے ہیں اور اللہ کے ہاں ان کے کفن تیار ہو رہے ہوتے ہیں۔ بعض کی قبریں کھودی جا رہی ہوتی ہیں، مگر وہ دنیا میں خوشی میں لگے ہوتے ہیں۔ بہت سے لوگ مغرور اور ہنسی کھیل میں مصروف ہوتے ہیں حالانکہ وہ عنقریب ہلاک ہونے والے ہوتے ہیں۔ بہت سے شاندار محل اپنی تکمیل کو پہنچتے ہیں، حالانکہ ان کے مالک جلد ہی فنا ہو کر خاک میں مل جانے والے ہوتے ہیں۔ بہت لوگ ثواب کے امیدوار ہوتے ہیں، مگر ان کے لیے عذاب نازل کیا جاتا ہے۔ بہت لوگ خوشخبری کی توقع لگائے ہوتے ہیں حالانکہ انھیں نقصان پہنچتا ہے۔ بہت سے لوگ بہشت کے امیدوار ہوتے ہیں۔ حالانکہ انھیں دوزخ نصیب ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ وصل کی امید کر رہے ہوتے ہیں، حالانکہ ان کے لیے جدائی مقرر ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ بخشش کے امیدوار ہوتے ہیں حالانکہ آخر کار ان پر بلا نازل ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ بادشاہت حاصل کرنے پر یقین رکھتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے

نصیب میں ہلاکت لکھی ہوتی ہے۔

شب برات میں خواجہ حسن بصریؒ کی کیفیت:- روایت ہے کہ خواجہ حسن بصریؒ شعبان میں اپنے گھر سے نکلتے تھے تو ان کا چہرہ اس طرح نظر آتا تھا جیسے کوئی مردہ قبر سے نکل کر آیا ہے۔ لوگوں نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا، تو فرمایا خدا کی قسم میری مصیبت اس شخص کی مصیبت سے کسی طرح کم نہیں، جس کی کشتی ٹوٹ جائے (دریا میں) آپ نے فرمایا مجھے یقین ہے کہ میرے گناہوں کا مواخذہ ہوگا اور مجھے اپنی نیکیوں کے اجر کے بارے میں ڈر لگ رہا ہے[1] میں نہیں جانتا کہ میرے عمل قبول ہوں گے بھی یا نہیں۔

شعبان کی درمیانی رات کی نماز:- شعبان کی درمیانی رات میں سو رکعت نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ ہزار بار قل ہو اللہ پڑھا جائے، یعنی ہر رکعت میں دس دس مرتبہ۔ اس نماز کو "نماز خیر" کہتے ہیں۔ اس کی برکت وسیع ہے۔ اگلے زمانے کے نیک لوگ یہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کیا کرتے تھے۔ لوگ یہ نماز پڑھنے جمع ہو جایا کرتے تھے۔ اس نماز کی بہت سی فضیلتیں اور برکتیں ہیں۔ اس کا ثواب بھی بہت ہے۔

حضرت حسن بصریؒ رسولِ خدا کے تیس صحابہ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص اس رات میں نماز پڑھے، اللہ تعالیٰ اس پر ستر نگاہیں ڈالتا ہے اور ہر نظر میں اس شخص کی ستر حاجتیں پوری کرتا ہے۔ ان حاجتوں میں اس کی سب سے کمتر حاجت یہ ہوتی ہے کہ اس کی آمرزش ہو جاتی ہے۔ اس چودھویں رات میں اس نماز کا ادا کرنا مستحب ہے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اس نماز کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ فضیلت و بزرگی نصیب ہو اور ثواب ملے۔

---

[1] مراد یہ ہے کہ نیک جزا کے لیے جو نیکیاں کی ہیں خدا جانے ان کا اجر ملے یا نہ ملے۔ یعنی وہ قبول ہوں یا نہ ہوں۔

باب ۲۲

رمضان اور اس کے روزے

شبِ قدر اور نماز تراویح

ایک آیت کی تفسیر:- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۔

اے ایمان والو! تم پر رمضان کے روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے ان لوگوں پر فرض کیے گئے تھے جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم بچو۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں جب تم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد (اے لوگو جو ایمان لائے ہو) سنو تو اپنے کان اس طرف لگا دو، کیوں کہ اس ارشاد کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی حکم صادر فرماتا ہے، یا کسی کام کے کرنے کا حکم دیتا ہے یا کسی سے منع کیا جاتا ہے۔

حضرت جعفر صادقؒ فرماتے ہیں، ندا کی لذت عبادت کی سختی اور رنج کو دور کرتی ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا (یعنی اے لوگو جو ایمان لائے) ۔ اس آیت میں حرف 'یا' ندا ہے ایک دانا کے، اور لفظ اے منادی معلوم کا اسم ہے اور 'ہا' سے آگاہ اور خبردار کرنا مقصود ہے۔ یعنی بلانے والے سے باخبر ہو۔ اور لفظ کا اشارہ اس طرف ہے کہ سابقہ اور قدیمی صحبت کو جانے اور لفظ آمنوا میں وہ بھید ہے جو پکارنے والے اور پکارے گئے کے درمیان ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے دلی بھید سے واقف ہوتے ہیں جب ایک طرف کوئی رمز کی جاتی ہے تو دوسری طرف بھی جھٹ سمجھ میں آجاتی ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ میں "كُتِبَ" سے یہ مراد ہے کہ رمضان کے روزے تم پر فرض کیے گئے ہیں۔ صیام مصدر ہے، جیسے عرب کا یہ محاورہ ہے صُمْتُ صِيَامًا اور قُمْتُ قِيَامًا، یعنی روزہ رکھا میں نے روزہ رکھنا اور کھڑا ہوا میں کھڑا ہونا۔ لغت میں لفظ صیام کے معنی ہیں بند رہنا۔ جیسے بولا جاتا ہے: "صَامَتِ الرِّيحُ"۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب ہوا چلنے سے رک جائے۔ جب گھوڑا چلتے چلتے رک جائے تو کہتے ہیں صَامَتِ الْخَيْلُ۔ جب دن برابر ہو تو صَامَتِ النَّهَارُ کہتے ہیں۔ جب دوپہر کو آفتاب ساکت ہو، یعنی آسمان کے درمیان پہنچکر کھڑا ہو جائے تو اس وقت صَامَ قَائِمُ الظَّهِيرَةِ کہتے ہیں۔ جیسے ایک شاعر بھی اپنے شعر میں کہتا ہے۔ اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ سورج ٹھہر جاتا ہے اس وقت دن برابر ہوتا ہے اور جب نیچے اترتا ہے اس وقت سورج کی شاخیں ظاہر ہوتی ہیں۔

جب کوئی شخص کام کرنے سے بند ہو جائے تو صائم کہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے "خدا کے لیے میں نے صوم (چپ)

کی نذر مانی ہے "یعنی میں نے خاموشی اختیار کی۔ شرعاً صوم کے معنی ہیں کھانے پینے اور جماع سے بند یا باز رہنے کے اور گناہوں کو ترک کرنے کے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جو لوگ تم سے پہلے تھے جیسا کہ ان پر لکھا گیا ہے" یعنی جیسے پہلے نبیوں اور ان کی امتوں پر فرض کیا گیا ویسے ہی تجھ پر فرض کیا گیا۔ ان میں سب سے پہلے آدم علیہ السلام ہیں۔

ایام بیض اور عبدالملک بن ہارون بن عنزہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو یہ فرماتے سنا کہ میں ایک روز دوپہر کے وقت حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ حجرہ میں تشریف فرما تھے میں نے سلام عرض کیا آپؐ نے سلام کا جواب دینے کے بعد فرمایا اے علیؓ! جبرئیل تمھیں سلام کہتے ہیں۔ میں نے جواب دیا، آپؐ پر بھی اور ان پر بھی میرا سلام ہو۔ تب اس حضرت صلعم نے مجھے نزدیک بلایا۔ جب میں نزدیک گیا تو آپؐ نے فرمایا اس وقت جبرئیل میرے پاس موجود ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر تم ہر ماہ تین دن کے لیے روزہ رکھ لیا کرو تو پہلے روزہ کے بدلے میں دس ہزار سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ دوسرے روزہ کے بدلے میں تیس ہزار سال کے روزوں کا اور تیسرے میں ایک لاکھ سال کے روزوں کا۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلعم کیا یہ ثواب صرف میرے ہی لیے ہے یا دوسرے لوگوں کے لیے بھی۔ آپؐ نے فرمایا تمھارے لیے بھی اور تمھارے سوا جو ایسا کرے گا اس کے لیے بھی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون سے دن ہیں (جن میں میں روزہ رکھوں) فرمایا ایام بیض یعنی ہر ماہ کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو۔

عنزہ نے حضرت علیؓ سے پوچھا انھیں ایام بیض کیوں کہتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا، جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو جنت سے نکال کر زمین پر بھیج دیا تو سورج کی گرمی سے ان کا جسم جل گیا اور رنگ سیاہ پڑ گیا۔ تب جبرئیلؑ نے آکر ان سے پوچھا اے آدمؑ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا جسم سفید ہو جائے۔ آپ نے فرمایا ہاں! تب جبرئیل نے فرمایا ہر ماہ کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو روزہ رکھ لیا کرو۔ چنانچہ جب آدم نے پہلا روزہ رکھا ان کے جسم کا تیسرا حصہ سفید ہو گیا، دوسرا روزہ رکھا تو دو حصے بدن سفید ہو گیا۔ تیسرا روزہ رکھنے پر سارا بدن سفید ہو گیا۔ چنانچہ ان ایام کو ایام بیض کہا گیا[1]

پس اس حضرتؑ سے قبل جن پر روزے فرض کیے گئے، ان میں سے ایک حضرت آدمؑ ہیں۔

نصاریٰ کے روزے حسن بصریؒ اور مفسرین کی ایک جماعت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد (اَلَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ) کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان پہلوؤں سے مراد نصاریٰ کی قوم ہے، کیوں کہ ہمارا روزہ وقت اور قدر میں نصاریٰ کے روزہ سے ملتا جلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ پر بھی رمضان کے روزے فرض کیے اور انھیں یہ روزے رکھنا گراں معلوم ہوا، کیونکہ کبھی یہ روزے سردیوں میں آتے کبھی گرمیوں میں اور ان کی وجہ سے انھیں معاش اور کاروبار میں نقصان پہنچتا تھا چنانچہ اس قوم کے عالموں اور کاہنوں نے طے کیا کہ ایسے مہینے میں اپنے روزے مقرر کریں جو معتدل ہو۔ پس انھوں نے ربیع کا مہینہ روزوں کے لیے مخصوص کر لیا۔ ان پر دس روزے اور بڑھا دیئے، تاکہ وہ اس تبدیلی کا کفارہ ہوں۔ سو ان کے لیے چالیس روزے مقرر ہو گئے، پھر ان میں اور زیادتی کی گئی۔

---

[1] بیض، ابیض سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں سفید۔

ایک دفعہ نصاریٰ کے ایک بادشاہ کے منہ میں درد ہوا۔ اس نے منت مانی کہ اگر درد دور ہو جائے تو میں اپنے روزہ میں ایک ہفتہ کا اور اضافہ کر دوں گا۔ اسے افاقہ ہو گیا۔ چنانچہ اس نے ایک ہفتہ کا اضافہ کر لیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے قائم مقام بادشاہ نے حکم دیا کہ روزوں کو پچاس تک بڑھا دیا جائے۔ مجاہد بیان کرتے ہیں کہ اس بادشاہ کی رعیت میں وبا پھیلی اور وہ مرنے لگے، تب بادشاہ نے حکم دیا کہ جو روزے پہلے مقرر ہیں ان سے پہلے اور بعد دس دس اور بڑھا دیئے جائیں۔

شعبیؒ کا کہنا ہے کہ اگر میں سال بھر روزے رکھوں، تو جس روز مجھے شک پڑ جائے گا اس روز روزہ کھول لوں گا۔ بعض کا بیان ہے کہ شعبی کی مراد شعبان کے روزوں سے ہے اور بعض کہتے ہیں کہ رمضان کے روزے مراد ہیں۔ کیوں کہ نصاریٰ میں رمضان کے روزے رکھنے اسی طرح فرض تھے، جس طرح ہم پر فرض ہیں۔ بعد میں انھوں نے اپنے روزے کے لیے ربیع کا مہینہ مقرر کر دیا، کیوں کہ انھیں گرمی کے دنوں میں روزے رکھنے پڑتے تھے، جسے وہ برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اور اپنے روزہ کی تعداد تیس تک مقرر کر لی۔ جب اس طرح ایک قرن گزر گیا تو انھوں نے تیس کے اول و آخر ایک ایک روزہ اور بڑھا دیا پھر ہر قرن کے بعد روزوں میں اضافہ کرنا سنت قرار دیا گیا۔ اور ان کی تعداد بڑھتے بڑھتے پچاس تک جا پہنچی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جو لوگ تم سے پہلے تھے ان پر روزے لکھے گئے تاکہ تم ڈرو۔ یعنی کھانے پینے اور جماع

مہینہ اور دن ا۔ کرنے سے ڈرو۔ مفسرین کا یہ بھی کہنا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے رسولِ خدا اور تمام مسلمانوں پر عاشورہ کے دن اور ہر ماہ میں مزید تین دن روزے رکھنے فرض قرار دیئے۔ جب رسولِ خدا صلعم مدینہ میں تشریف لائے تو لوگ پہلے کی طرح روزے رکھا کرتے تھے۔ رمضان کے روزے جنگ بدر سے ایک ماہ اور کچھ روز قبل فرض کیے گئے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے "گنتی کے ایام" یعنی ماہ رمضان تیس دن کا ہے، یا انتیس دن کا۔

سعید بن عمرو بن سعید بن عاصؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا، آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ میں اور میری امت کے لوگ ناخواندہ ہیں، لکھنا پڑھنا اور حساب نہیں جانتے، یہ نہیں کہہ سکتے کہ مہینہ اتنا ہے اور اتنا اور اتنے پورے تیس دن ہوتے ہیں۔

مہینے کو "شہر" اس کی شہرت کے لیے بولا جاتا ہے۔ یہ شہرت ہی سے مشتق ہے۔ "شہر" سفیدی کو بھی کہتے ہیں۔ اسی لیے تلوار کو صیقل کرتے وقت اہلِ عرب "شھرت السیف" اور چاند چڑھنے کے وقت کو "شھر الھلال" کہتے ہیں۔

ماہ رمضان کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ رمضان اللہ تعالےٰ کے ناموں

"رمضان" نام کا مطلب ا۔ میں سے ایک نام ہے، اسی لیے اس ماہ کو "رمضان" کہا گیا، جیسے رجب کو "شہر الاصم" کہتے ہیں۔ عبداللہ اور جعفر صادقؒ اپنے بزرگوں سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا رمضان کا مہینہ اللہ تعالےٰ کا مہینہ ہے۔ انس بن مالک کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا رمضان کو صرف رمضان نہ کہو بلکہ جیسے خدا نے اس کی نسبت کی ہے اس طرح کہو یعنی "شہر رمضان"۔ اصمعی اس مہینے کے نام کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس مہینہ میں گرمی کے باعث اونٹ کے بچہ کے پاؤں گرم ہو جاتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ سورج کی گرمی سے پتھر گرم ہو جاتے ہیں، اس لیے اس ماہ کو رمضان کہا گیا۔ کیوں کہ رمضان "گرم پتھر" کو کہتے ہیں۔

فرمایا اس ماہ کو رمضان اس لیے کہا گیا کہ اس میں گناہ جل جاتے ہیں۔ آنحضرت صلعم کا ارشاد بھی یہی ہے، آپ نے فرمایا اس ماہ میں آخرت کی فکر اور نصیحت کی گرمی سے دل متاثر ہوتے ہیں، بالکل اسی طرح جیسے سورج کی گرمی سے ریگستان اور پتھر جل جاتے ہیں۔

خلیلؒ کا کہنا ہے کہ رمضان کا لفظ "رمض" سے مشتق ہے۔ رمض اس بارش کا نام ہے جو خریف کے موسم میں برستی ہے۔ چونکہ ماہ رمضان لوگوں کے دل اور جسم گناہ سے پاک کر دیتا ہے اس لیے اسے بھی رمضان کا نام دیا گیا۔

نزولِ قرآن:- اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے" شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ۔ 2:185 رمضان کا مہینہ جس میں قرآن نازل کیا گیا۔

عطیہ بن اسود فرماتے ہیں، ابن عباس سے اس کے معنی پوچھے گئے تو انھوں نے فرمایا۔ اس کے معنوں میں شک ہے، اس لیے کہ قرآن سب مہینوں میں نازل ہوا۔ ارشاد ہوتا ہے "ہم نے قرآن کو الگ الگ کر کے بھیجا تاکہ تو لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر اسے پڑھے" پھر فرمایا "کافروں نے کہا کہ قرآن ایک ہی بار کیوں نہ اتارا گیا" اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن دراصل لوحِ محفوظ سے رمضان کی شبِ قدر میں ایک ہی مرتبہ اتارا گیا پھر اسے دنیا کے آسمان (بیت العزت) میں رکھا گیا۔ بعد میں جبرئیلؑ تھوڑا تھوڑا لے کر تیئس سال میں آنحضرت صلعم پر اترے۔

تمام صحیفے اسی ماہ اتارے گئے:- اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "میں قرآن کے نزول کے اوقات کی قسم کھاتا ہوں"۔ داؤد بن ابی ہند کہتے ہیں، میں نے شعبی سے پوچھا کیا قرآن ماہ رمضان ہی میں اترا۔ مختلف برسوں میں آنحضرت صلعم پر نازل نہیں ہوا۔ وہ کہنے لگے کئی سالوں میں نازل ہوا، لیکن یہ بھی درست ہے کہ رسول اللہ پر جس قدر قرآن مجید اتر چکا ہوتا، جبرئیلؑ رمضان کے مہینے میں اسے دہرایا کرتے تھے اور جس قدر اللہ کو منظور ہوتا، اسی قدر آپ کو یاد رہتا، باقی بھول جاتا۔

شہاب بن طارق نے ابی ذر غفاریؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا حضرت ابراہیمؑ پر رمضان کی تین راتوں میں صحیفے نازل ہوئے۔ حضرت موسیٰؑ پر رمضان کی چھ راتوں میں تورات اتاری گئی۔ حضرت داؤدؑ پر رمضان کی اٹھارہ راتوں میں زبور اتاری گئی۔ اور رمضان کی تیرہ راتوں میں حضرت عیسےٰ پر انجیل اتری۔ رسولِ خدا پر رمضان کی چوبیس راتوں میں پورا قرآن نازل ہوا۔

قرآن کی صفات:- اللہ تعالےٰ قرآن مجید کی یہ صفت بیان فرماتے ہیں۔ یہ گمراہی سے نکال کر سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔ حلال اور حرام کو ظاہر کرنے والا ہے۔ شرع کے حدود اور صحیح احکام کو بیان کرنے والا ہے۔ حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے۔

رمضان کی برکتیں:- ابو نصر اپنے والد سے، وہ ابن فارسی سے، وہ ابو حامد احمد بن محمد بن جلودی نیشاپوری سے، وہ محمد بن اسحاق بن خزیمہ سے، وہ علی بن حجر سعدی سے، وہ یوسف بن زیاد سے، وہ ہمام بن یحییٰ سے، وہ علی بن زید

بن عبدعان سے، وہ سعید بن مسیّب سے اور وہ سلمانؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے شعبان کے آخری دن خطبہ میں فرمایا اے لوگو! بزرگ اور مبارک مہینہ قریب آگیا ہے۔ اس ماہ کی ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس ماہ کے روزے اللہ نے فرض کیے ہیں۔ اور نفل کے لیے رات کا قیام مستحب قرار دیا ہے۔ جس نے اس ماہ میں ایک نیکی کی یا کوئی فرض ادا کیا وہ اس شخص کی مانند ہوگا جس نے ماہ رمضان کے سوا ستر فرض ادا کیے۔ فرمایا یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے یہ ایک دوسرے سے اچھا سلوک کرنے کا مہینہ ہے جس سے رزق میں ترقی ہوتی ہے۔ اس ماہ میں کسی کا روزہ کھلوانا گناہوں کو معاف کرانے کا ذریعہ بن جاتا ہے اور دوزخ کی آگ سے نجات کا باعث اور اس کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

بعض صحابہ نے عرض کیا، یارسول اللہ! ہم تو دوسروں کے روزے کھلوانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ ثواب روزہ کھلوانے سے ملتا ہے، خواہ ایک کھجور، ایک گھونٹ پانی یا دودھ کے ایک چلو سے کھلوایا جائے۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کی ابتدا رحمت ہے، درمیان مغفرت ہے اور آخر میں دوزخ کے عذاب سے نجات۔ سو جو شخص اس ماہ میں اپنے غلام کا بوجھ ہلکا کردے گا وہ بخش دیا جائے گا اور دوزخ کی آگ سے محفوظ رہے گا۔

فرمایا اس ماہ میں چار خصلتیں زیادہ اختیار کرنی چاہئیں۔ دو خصلتیں تمہارے اللہ کو خوش اور راضی کرنے والی ہیں اور دو ایسی ہیں کہ ان کے بغیر تمہیں چارہ ہی نہیں۔ اول الذکر دو میں سے ایک لآ الٰہ الا اللہ ہے اور دوسری استغفار مؤخر الذکر دو میں سے ایک تو اللہ تعالےٰ سے بہشت کا مانگنا ہے اور دوسری دوزخ سے بچنے کے لیے اس کی پناہ میں آنا۔

فرمایا جو شخص اس ماہ میں روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھلائے گا اُسے قیامت کے دن اللہ تعالےٰ میرے حوض سے ایسا شربت پلائے گا جس کے پینے کے بعد اُسے کبھی پیاس محسوس نہ ہوگی۔

کلبی نے ابی الغدائے اور انھوں نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا رمضان کی پہلی رات میں آسمان اور بہشت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جو مہینہ کی آخری رات تک کھلے رہتے ہیں۔ جو مرد یا عورت ان راتوں میں نماز پڑھے اُسے ہر سجدہ کے عوض ایک ہزار سات سو نیکیاں عطا ہوتی ہیں۔ بہشت میں اس کے لیے سرخ یاقوت کا محل بنایا جاتا ہے۔ جس کے ستر ہزار دروازے ہوں گے۔ یہ سب دروازے سونے کے ہوں گے، جن میں سرخ یاقوت جڑے ہوں گے۔ جب مومن بندہ پہلے دن روزہ رکھتا ہے تو رمضان کے آخری دن تک اللہ تعالےٰ اس کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ دوسرے ماہِ رمضان کا کفارہ ہوتا ہے۔ جتنے روزے وہ رکھتا ہے، ہر روزے کے عوض بہشت میں اس کے لیے سونے کا ایک محل تیار کر دیا جاتا ہے، جس کے ہزار دروازے ہوں گے۔ ستر ہزار فرشتے صبح سے شام تک اس کے لیے بخشش کی دعا مانگتے ہیں۔

فرمایا دن رات میں جتنے سجدے وہ کرتا ہے، ہر سجدہ کے عوض بہشت میں ایک درخت عطا ہوگا۔ اس درخت کا سایہ اتنا وسیع ہوگا کہ ایک سوار سو برس تک اس میں چلا جائے تب بھی وہ ختم نہ ہو۔

ابو نصر اپنے والد سے، وہ اعرج سے، اور وہ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ماہ رمضان کی پہلی رات اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر لطف کی نظر کرتا ہے، اور جس بندے پر ایک دفعہ رحمت کی نظر ڈالے اسے کبھی عذاب

نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ روزانہ ایک کروڑ آدمیوں کو آگ سے آزادی بخشتا ہے۔

ابو نصر اپنے والد سے، وہ سہل سے، وہ اپنے والد سے اور وہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ رمضان آنے پر بہشت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سب شیطانوں کو مقید کر دیا جاتا ہے۔

نافع بن بردہ نے ابی مسعود غفاریؓ سے روایت کی ہے۔ کہ آں حضرت نے فرمایا۔ جو شخص رمضان میں ایک ہی روزہ رکھے، تو اس کے ساتھ ایک حور عین کا نکاح کر دیا جاتا ہے، اور یہ حوریں ان حوروں سے ہوں گی جو موتیوں کے خیموں میں پوشیدہ رکھی گئی ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں فرمایا ہے "خیموں میں حوریں پوشیدہ ہیں"۔ ہر حور پر ستر بہشتی حلے ہوں گے اور ہر حلے کا رنگ دوسرے سے الگ ہوگا۔ ان میں سے ستر ہی قسم کی خوشبوئیں آتی ہوں گی۔ وہاں مروارید اور یاقوت سے جڑاؤ تخت رکھے ہیں۔ ہر تخت پر ستر قسم کے بچھونے ہیں۔ ہر عورت کے لیے ستر ہزار خدمت گار ہیں جو اس کی خدمت میں مصروف ہوں گے حور کے شوہر کی خدمت کے لیے بھی ستر ہزار خدمت گار ہوں گے۔ ہر خدمت گار کے ہاتھ میں سونے کا ایک پیالہ ہوگا۔ جس میں اس طرح کا کھانا ہوگا، کہ اس کے ہر نوالے کا ذائقہ الگ ہوگا۔ حور کے شوہر کے لیے بھی سب اسی قسم کے سامان مہیا کیے جائیں گے۔ یہ سب اس روزہ کے عوض میں ملے گا جو اس نے ماہ رمضان میں رکھا۔ روزے کے علاوہ جو دوسرے نیک اعمال کرے گا، اس کا عوض الگ ملے گا۔

حضرت ابو نصر اپنے والد سے، وہ محمد بن احمد سے، وہ عبداللہ بن محمد سے، وہ ابو قاسم بن عبداللہ بن محمد سے، وہ حسن بن ابراہیم بن یسار سے، وہ ابراہیم بن محمد بن حارث سے، وہ سلمہ بن شبیب سے، وہ قاسم بن محمد سے، وہ حسام بن ولید سے، وہ حماد بن سلیمان دری سے، وہ حسن سے، وہ ضحاک بن مزاحم سے اور وہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ رمضان المبارک کی خاطر بہشت کو ایک سال سے دوسرے سال تک آراستہ کرتے ہیں۔ رمضان کی پہلی رات میں عرش کے نیچے سے "مثیرہ" نام ایک ہوا چلتی ہے، جس سے بہشت کے درختوں کے پتے اور دروازوں کے حلقے ہلنے لگتے ہیں۔ ان میں سے ایک ایسی عمدہ آواز آتی ہے جس سے بہتر آواز کسی نے نہیں سنی ہوتی۔ اس رات حوریں اپنے آپ کو زیور اور پوشاک سے آراستہ کر کے بہشت کے بالاخانوں پر کھڑی ہوتی ہیں اور کہتی ہیں کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی جناب میں ہمارے ساتھ نکاح کرنے کی درخواست کرے۔ پھر وہ حوریں رضوان سے پوچھتی ہیں یہ کون سی رات ہے؟ جواب ملتا ہے، یہ رمضان کی رات ہے۔ محمدؐ کی امت کے تمام روزہ داروں کے لیے اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ اس رات خود اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اے دربان! محمدؐ کی امت پر بہشت کے دروازے کھول دے! اور دوزخ کے دروازے بند کر دے۔ جبرئیلؑ کو حکم ملتا ہے کہ زمین پر اتر کر تمام سرکش شیطانوں کو زنجیروں سے جکڑ کر دریاؤں کے گڑھوں میں ڈال دو تاکہ میرے دوست (محمدؐ) کی امت کے روزہ داروں میں فساد نہ ڈال سکیں۔

ہر رات اللہ تعالیٰ تین مرتبہ پکارتا ہے، کہ کوئی سوال کرنے والا ہے، کہ میں اس کا سوال پورا کروں؟ کوئی توبہ کرنے والا ہے، کہ اس کی توبہ قبول کروں؟ کوئی بخشش چاہنے والا ہے کہ میں اسے بخش دوں؟ کون ایسے غنی کو قرض دے گا جو نادار نہیں۔

جو پورا ادا کرتا ہے اور ظلم نہیں کرتا۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا جو لوگ دوزخ میں آگ کی سزا پانے کے مستحق ہو جاتے ہیں، ماہ رمضان میں روزانہ افطار کے وقت ان لوگوں میں سے ایک کروڑ کو اللہ تعالےٰ معافی دیتا ہے۔ اس ماہ میں جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کو ہر ساعت میں ہزار ہا دوزخیوں کو بخش دیا جاتا ہے۔ ماہ رمضان کے آخری روز ہے میں اللہ تعالےٰ اتنے بندوں کو معاف کر دیتا ہے" جتنے رمضان کے دوسرے تمام دنوں میں آزاد اور معاف کیے گئے تھے۔

شب قدر میں جبرئیلؑ کو فرشتوں کے ایک گروہ کے ہمراہ زمین پر جانے کا حکم ہوتا ہے۔ اس گروہ کے ہاتھوں میں سبز جھنڈیاں ہوتی ہیں جنھیں وہ زمین پر اترتے ہی کعبہ پر گاڑ دیتے ہیں۔ جبرئیلؑ کے چھ سو بازو ہیں۔ قدر کی رات کو وہ ان بازوؤں کو پھیلاتے ہیں تو مشرق اور مغرب کو گھیر لیتے ہیں۔ اس وقت جبرئیلؑ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ رسولؐ اللہ کی امت پر پھیل جائیں۔ چنانچہ سب پھیل جاتے ہیں اور ہر شب بیدار اور نمازی کے پاس حاضر ہو جاتے ہیں، اُسے سلام کہتے، اور اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔ اس کی دعا پر یہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں، یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے۔

پھر جبرئیلؑ آواز دیتے ہیں کہ اے گروہِ اولیا! اب یہاں سے کوچ کرو۔ اس وقت وہ پوچھتے ہیں اے جبرئیل اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلعم کی امت کی کون کون سی حاجتیں پوری کی ہیں؟ وہ جواب دیتے ہیں اللہ تعالےٰ نے ان پر رحمت کی نظر کی ہے۔ ان کے گناہ معاف کر کے انھیں بخش دیا ہے، مگر چار آدمیوں کو نہیں بخشا۔ آں حضرتؐ نے فرمایا وہ چار آدمی یہ ہیں، ہمیشہ شراب پینے والا، اں باپ کی نافرمانی کرنے والا، سلسلہ رحم قطع کرنے والا اور مسلمانوں سے تعلق توڑنے والا۔

جب فطر کی رات آتی ہے جسے جائزہ بھی کہتے ہیں تو اس صبح کو اللہ تعالےٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ ہر شہر میں پھیل جاؤ۔ چنانچہ فرشتے زمین پر اُتر کر ہر راستہ پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور آواز دیتے ہیں جسے جنّ اور انسان کے سوا سب سنتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں "اے محمدؐ کی امت! اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرو، کیوں کہ وہ تمھیں بہت سی عنایات سے نوازتا ہے، وہ تمھارے گناہ بخشتا ہے"۔ جب لوگ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو اللہ تعالےٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے، اس مزدور کو کیا مزدوری دینا چاہیئے؟ جس نے اپنا کام پورا کر لیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں اے اللہ! اسے اس کے کام کی پوری مزدوری دی جائے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے" اے فرشتو! تم گواہ رہنا اس نے ماہِ رمضان کے جو روزے رکھے ہیں۔ راتوں کو کھڑے ہو کر عبادت کی ہے، اس پر میں بہت خوش ہوں اور اس کے گناہ معاف کرتا ہوں"۔ پھر فرمایا اے میرے بندو! تم کو کچھ اور بھی مانگنا ہے تو مانگ لو! مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم دنیا یا آخرت کے لیے جو کچھ تم مانگو گے دوں گا۔ جب تک تم مجھ سے ڈرتے رہو گے، میں تمھاری لغزشوں پر پردہ ڈالتا رہوں گا، اور تمھیں خوار اور رسوا نہیں کروں گا، تم بخشے ہوئے اپنے گھروں کو واپس جاؤ، تم مجھ سے اور میں تم سے راضی ہوا۔

اس کے بعد آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ فرشتے یہ باتیں سن کر بہت خوش ہوتے ہیں، اور اللہ تعالےٰ جو کچھ انعامات کرتا ہے" افطار کے وقت آں حضرتؐ کی امت کو اس کی خبر دیتے ہیں۔ ضحاک بن مزاحم نے بھی حضرت ابنِ عباسؓ سے ایسی ہی روایت کی ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا۔

ابونصر اپنے والد سے، وہ نافع سے، وہ ابن مسعودؓ غفاری سے روایت کرتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اگر لوگوں کو رمضان کی بزرگیوں کا علم ہوتا۔ تو سب لوگ خدا سے دعا کرتے کہ ہاے رمضان سارا سال رہے۔ قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ رمضان کی بزرگیاں بیان فرمایئے۔ ارشاد ہوا ماہِ رمضان کی آمد کے لیے ایک سال سے دوسرے سال تک جنت کو آراستہ کیا جاتا ہے۔ جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے" تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جو بہشت کے درختوں کے پتوں کو ہلاتی ہے۔ حوریں بھی اسے محسوس کرتی اور اللہ تعالےٰ سے دعا کرتی ہیں، کہ اے اللہ! اپنے بندوں میں سے ہمارے لیے جوڑے بنادے تاکہ ان کے دیکھنے سے ہماری آنکھیں روشن ہوں اور ہمارا حسن دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ چنانچہ رمضان کے روزے رکھنے والوں میں کوئی شخص ایسا باقی نہیں رہ جاتا جس کا نکاح ان حوروں میں سے ایک حور کے ساتھ نہ کر دیا جائے۔ ایسی حوریں جن کے چہرے چاند کی طرح چمکتے ہیں اور وہ موتیوں کے خیموں میں رہتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان حوروں کی صفت میں فرماتا ہے" بہشت میں حوریں ہیں جو خیموں میں نگاہ رکھی گئی ہیں۔ ہر حور نے ستر بہشتی لباس پہن رکھے ہیں، سب لباس رنگ میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ان کپڑوں میں سے کستوری کی خوشبو آتی ہے۔ ہر حور کے لیے ایک تخت ہے جو یاقوت اور مرواریدسے جڑا گیا ہے۔ اس تخت پر استبرق[1] کے ستر فرش بچھے ہیں۔ ان تختوں کے سامنے خوشنما فرش بچھے ہیں۔ ہر عورت کی خدمت کے لیے ستر ہزار خدمت گار ہیں، اور اس کے شوہر کے لیے ستر ہزار خدمت گار علیحدہ ہیں۔ ہر خدمت گار کے ہاتھ میں سونے کا ایک پیالہ ہے جس میں کھانا ہے، ایسا کھانا جس کے ہر لقمہ کا ذائقہ مختلف ہے۔ سونے کے دو کنگن بھی عنایت کیے جاتے ہیں، جو یاقوت سے مرصع ہیں۔ یہ سب ان لوگوں کے لیے ہیں جو رمضان کے روزے رکھتے ہیں۔ روزوں کے علاوہ جو نیکیاں وہ کریں گے ان کا اجر اس سے سوا ہوگا۔

حضرت قتادہ نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ رمضان کی پہلی رات آنے پر اللہ تعالےٰ رضوان کو آواز دیتا ہے، وہ جواب دیتا ہے میں خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ ارشاد ہوتا ہے محمدؐ کی امت کے لیے جنت کو صاف کر کے خوب آراستہ کر دو بہشت کے دروازے کھول دو! اور جب تک رمضان کے تمام دن نہ گزر جائیں، بہشت کا کوئی دروازہ بند نہ کریں۔ پھر دوزخ کے دربان کو آواز دی جاتی ہے" وہ بھی فوراً جواب دیتا ہے" میں فرمان بجا لانے کے لیے حاضر ہوں۔ تب حکم ہوتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے روزہ داروں پر دوزخ کے دروازے بند کر دو۔ جب تک رمضان نہ گزر جائے دوزخ کا کوئی دروازہ نہ کھولو۔

پھر جبرئیلؑ کو پکارا جاتا ہے، وہ جواب دیتے ہیں" میں حاضر ہوں"۔ حکم ہوتا ہے زمین پر جاؤ اور تمام سرکش شیطانوں کو مقید کر لو! تاکہ محمدؐ کی امت کے روزوں میں خلل نہ ڈالیں اور ان کے افطار کے اوقات میں کوئی گڑبڑ نہ کریں۔ پھر اللہ تعالےٰ طلوع آفتاب سے روزہ افطار کرنے کے وقت تک لوگوں کو دوزخ کی آگ سے نجات دیتا رہتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے حکم کو ہر آسمان

---

[1] استبرق ایک ریشمی کپڑے کا نام ہے۔

پر مشہور کرنے کے لیے ایک فرشتہ مقرر ہے۔ اس کا تاج اللہ تعالیٰ کے پنجے ہے اور اس کے پاؤں ساتوں آسمانوں کے نیچے ہیں۔ اس کا ایک پر مشرق کی انتہا پر ہے" اور دوسرا مغرب کی انتہا پر۔ یہ پر مرجان، مروارید، یاقوت اور جواہر سے مرصع ہیں۔

یہ فرشتہ پکار کر کہتا ہے کہ کوئی ایسا شخص ہے، جو گناہوں سے باز آکر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہو؟ اس کی توبہ قبول ہوگی۔ جو دعا کرے گا اس کی دعا قبول کی جائے گی۔ کوئی مظلوم مدد چاہتا ہے تو اس کی مدد کی جائے گی۔ بخشش چاہنے والے کی بخشش کی جائے گی۔ سوال کرنے والے کی حاجت پوری کی جائے گی۔

رمضان کے سارے مہینے میں اللہ تعالیٰ فرماتا رہتا ہے کہ اے میرے غلامو اور میری لونڈیو! تمھیں خوش خبری ہو تم صبر کرو، اور اس پر جمے رہو، جلدی تمھیں رنج و مصیبت سے نجات مل جائے گی۔ اور میں تمھیں اپنی رحمت کے قریب بلالوں گا۔

شب قدر میں حضرت جبرئیلؑ فرشتوں کے ایک گروہ کے ہمراہ زمین پر تشریف لاتے ہیں اور سب ان بندوں کے لیے جو خدا کی یاد میں مصروف ہوں دعا کرتے ہیں۔ انس بن مالکؓ سے روایت ہے" کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اگر اللہ تعالیٰ زمین اور آسمان کو طاقت گویائی بخش دے تو یہ اس بندے کو جو رمضان میں روزے رکھتا ہے بہشت کی خوشخبری سنانے لگیں۔

عبداللہ بن عونؓ سے روایت ہے" کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کو باتیں کرنے کی قدرت عطا فرمائے تو یہ رمضان میں روزے رکھنے والے کو بہشت کی خوشخبری سنادیں۔

عبداللہ بن عونؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا روزہ دار آدمی کا سوجانا بھی عبادت ہی ہے۔ اس کی خاموشی تسبیح ہے، اس کی دعا قبول کی جاتی ہے اور اس کے اعمال کا اسے دوگنا ثواب ملتا ہے۔ اعمش نے ابی خیثمہ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے فرمایا ایک رمضان دوسرے رمضان تک، ایک حج سے دوسرے حج تک، ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک، ایک نماز سے دوسری نماز تک آدمی کے ان افعال کے لیے کفارہ ہے جو اس سے سرزد ہوتے ہیں بشرطیکہ کبیرہ گناہ نہ کرے۔

عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں۔ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص ماہ رمضان میں ایمان کی حالت میں ثواب کی غرض سے روزہ رکھے، رات کے وقت قیام کرے، اللہ تعالیٰ ان کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردیتا ہے۔ آں حضرتؐ کا ارشاد ہے میری امت کا کوئی شخص ایک نیکی کرے تو اس کے بدلے میں دس سے لے کر سات سو تک مزید نیکیاں اس کے لیے بڑھادی جاتی ہیں۔ روزہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ خاص میرے لیے ہے۔ اس میں آدمی اپنی آرزوؤں اور خواہشوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ وہ میری خاطر کھانا پینا ترک کردیتا ہے، اس لیے میں اسے اپنی شان اور اپنی عظمت کے مطابق اجر دیتا ہوں۔ روزہ اس شخص کے لیے ڈھال ہے۔ روزہ دار کو دو راحتیں نصیب ہوتی ہیں۔ ایک راحت روزہ افطار کرتے وقت اور دوسری اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل کرتے وقت۔ ان دو فرحتوں کے برابر کوئی فرحت نہیں۔ ابوالبرکات سقطی یزید بن ہارون سے، اور وہ مسعود سے روایت کرتے ہیں، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا" جو آدمی ماہِ رمضان کی ایک رات میں

اپنے نفلوں میں سورہ "اِنَّا فَتَحْنَا" پڑھے وہ اس سال میں تمام آفات سے محفوظ رہتا ہے۔

لفظ "رمضان" کے حروف:- رمضان کے لفظ میں پانچ حروف ہیں، ہر حرف میں ایک اشارہ ہے: 'ر' میں پروردگار کی رضا مندی کی طرف، 'م' میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی طرف اشارہ ہے: 'ض' میں اشارہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا ضامن ہے: 'ا' سے خدا کی الفت مقصود ہے۔ اور 'ن' سے اللہ کا نور مراد ہے۔ یعنی رمضان کا مہینہ اللہ تعالیٰ کی رضا، اس کی محبت، اس کی ضمانت اور اس کی الفت اور اس کے نور، ان باتوں کا جامع ہے۔ یہ بہت بڑی بزرگی اور بخشش ہے اور یہ ان کے لئے ہے جو اللہ کے دوست اور نیک کردار ہیں۔

رمضان کی عظمت:- بعض کا کہنا ہے کہ رمضان کو دوسرے مہینوں سے وہی نسبت ہے۔ جو دل کو سینہ سے، نبی کو آدمیوں سے، حرم کو دوسرے شہروں سے۔ حرم میں دجال نہیں جائے گا۔ رمضان میں سرکش شیطان جکڑے جاتے ہیں۔ نبی گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے۔ ماہ رمضان روزہ داروں کا شفیع ہوگا۔

اس مہینے میں مومنوں کے دل معرفت اور ایمان کے نور سے منور ہو جاتے ہیں۔ قرآن پڑھنے کے نور سے ماہ رمضان کی آراستگی ہوتی ہے۔ افسوس ہے اس شخص پر جو اس ماہ میں نہ بخشا جائے۔ کیوں کہ اگر وہ اس مہینہ میں نہ بخشا گیا تو کب بخشا جائے گا۔ انسان کو لازم ہے کہ توبہ کا دروازہ بند ہونے اور موت کی سختی شروع ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کرے۔ اس کی درگاہ میں گریہ وزاری کرے۔ ایسا نہ ہو کہ توبہ کا دروازہ بند ہو جائے اور گریہ وزاری کا وقت گزر جائے۔

کس کے روزے قبول نہ ہوں گے؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا جب تک میری امت کے لوگ رمضان میں روزے رکھتے رہیں گے، ہرگز ذلیل وخوار نہ ہوں گے۔ کسی نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ! ذلت وخواری کس بات میں ہے۔ فرمایا۔ اس بات میں کہ کوئی شخص ماہِ رمضان میں بُرے کام کرے، شراب پیے، زنا کرے۔ ایسے کام کرنے والا اگر روزے رکھ بھی لے تو وہ قبول نہ ہوں گے، بلکہ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور آسمانوں کی ساری مخلوق آئندہ رمضان تک اس پر لعنت بھیجتی رہے گی۔ اگر وہ آئندہ رمضان کے آنے سے پہلے مرگیا۔ تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی۔ (جسے لے کر خدا کے حضور میں جائے)

مختلف اسرار:- کہا جاتا ہے کہ سب کے سردار حضرت آدم علیہ السلام ہیں" اور عرب کے سردار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ فارس کے سردار سلمانؓ ہیں۔ روم کے سردار صہیب ہیں۔ حبش کے سردار بلالؓ ہیں۔ شہروں کا سردار مکہ ہے۔ سب وادیوں کا سردار بیت المقدس کی وادی ہے۔ دنوں کا سردار جمعہ ہے۔ راتوں کی سردار شب قدر ہے۔ کتابوں کا سردار قرآن مجید ہے۔ سورۂ بقر کی سردار آیۃ الکرسی ہے۔ تمام پتھروں کا سردار حجرِ اسود ہے۔ تمام کنوؤں کا سردار زمزم کا کنواں ہے۔ سب عصاؤں کا سردار حضرت موسےٰ کا عصا ہے۔ مچھلیوں کی سردار وہ مچھلی ہے جس کے پیٹ میں حضرت یونس رہے۔ تمام اونٹنیوں کی سردار حضرت صالحؑ کی اونٹنی ہے۔ تمام گھوڑوں کا سردار "براق" ہے۔ تمام انگوٹھیوں کی سردار حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی ہے اور تمام مہینوں کا سردار ماہِ رمضان ہے۔

شبِ قدر کی عظمت:- شب قدر کی بزرگی میں اللہ تعالیٰ نے سورۂ "انا انزلناہ" نازل فرمائی جس میں قرآن کے نزول کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو لوح محفوظ سے اتار کر سفرہ کے فرشتوں کے پاس نازل کیا۔ سفرہ کے فرشتے وہ ہیں جو محرری اور خط و کتابت پر مامور ہیں۔ اس رات میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم پر صرف اسی قدر قرآن نازل فرمایا جس قدر اس سال میں بھیجنا مقصود تھا۔ قرآن کریم آپ پر جبرئیلؑ نازل فرمایا کرتے تھے۔ شب قدر تک تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرتے رہے۔ یہ صرف وہی حصہ ہوتا تھا جو بارگاہ الٰہی سے نازل ہو چکا تھا۔

انا انزلناہ فی لیلۃ القدر:- ابن عباسؓ اور دوسرے بزرگوں کا قول ہے "انا انزلناہ فی لیلۃ القدر" سے مراد جبرئیلؑ ہیں یعنی خداوند کریم کا ارشاد ہے کہ اس سورہ اور باقی سارے قرآن مجید کو ہم نے جبرئیلؑ کی معرفت شب قدر میں لکھنے والے فرشتوں کے پاس بھیجا۔ پھر ان کے ہاں سے تھوڑا تھوڑا کر کے رسول اللہ پر نازل ہوا۔ اور وقتاً فوقتاً تیئس برس میں تمام مہینوں میں دن رات نازل ہوتا رہا۔ "فی لیلۃ القدر" شب قدر کی بزرگی اور مرتبہ کے لیے فرمایا گیا کیوں کہ اس رات اللہ تعالیٰ ان تمام کاموں کا اندازہ کر لیتا ہے جو آئندہ سال ظہور میں آنے والے ہوتے ہیں۔

شبِ قدر کیا ہے؟ اس کے بعد فرمایا "اے محمدؐ! جانتے ہو شب قدر کیا ہے؟ اگر اس کے بارے میں اللہ تجھے نہ بتاتا تو تجھے کس طرح معلوم ہوتا کہ اس رات کی تعظیم اور قدر کی کیفیت کیا ہے۔ جس چیز کو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے "وما ادراک" سے تعبیر کیا ہے، اس کی اطلاع خود آں حضرت کو دے دی اور لفظ "ما یدریک" میں جو آیا ہے اس کی اطلاع آپ کو نہیں دی گئی۔ فرمایا اور تم کون سی چیز معلوم کرتے، ہو سکتا ہے قیامت قریب ہو، مگر اس رات کو نہ بتایا اور اس رات کو شب قدر سے تعبیر فرمایا، یعنی بزرگی اور قدر کی رات۔ اس رات کو مبارک کہا جاتا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ہم نے قرآن کو مبارک رات میں اتارا"۔ اس لیے کہ سال بھر میں جس قدر قرآن نازل ہونا ہوتا تھا، وہ اس رات میں ایک ہی مرتبہ الگ کر لیا جاتا تھا۔

پھر فرمایا "شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے"۔ یعنی اس رات میں جتنا عمل کیا جاتا ہے وہ ان ہزار مہینوں کے عمل سے بہتر ہے جن میں شب قدر نہیں آتی۔ کہا جاتا ہے کہ "خیر من الف شاھر" کے الفاظ سے صحابہ کرام جس قدر خوش ہوتے تھے کسی اور قول سے اتنا خوش نہ ہوتے تھے۔ ایک دن رسول اللہ نے صحابہ کرام سے بنی اسرائیل کے چار آدمیوں کا ذکر کیا کہ انھوں نے اسی سال تک اللہ کی عبادت کی۔ اس دوران میں ایک لحظہ کے لیے بھی اللہ کی نافرمانی نہ کی۔ آنحضرت صلعم نے ان چار پیغمبروں کا ذکر کیا۔ حضرت ایوبؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت حزقیلؑ اور حضرت یوشع بن نونؑ۔ صحابہ کرام آنحضرت کی زبان سے یہ بات سن کر بہت متعجب ہوئے اس وقت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور آں حضرت صلعم سے فرمایا کہ یا رسول اللہ! آپ کے صحابہؓ کو آپ کی بات سے تعجب ہے کہ ان اشخاص نے اسی برس تک اللہ کی عبادت کی اور اس اثنا میں ایک لحظہ کے لیے بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو نعمت عطا کی ہے وہ اس سے بھی بہتر ہے۔ چنانچہ جبرئیلؑ نے سورۃ "انا انزلناہ" پڑھی اور کہا جس بات پر آپؐ کے صحابہ نے تعجب کا اظہار کیا ہے۔ یہ سورۃ اس سے بھی بہتر ہے۔ آں حضرت صلعم یہ سن کر خوش ہو گئے۔

یحییٰ بن یحیم سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے اللہ کی راہ میں ایک ہزار ماہ تک ہتھیار باندھے رکھے اور علیحدہ نہ کیے۔ جب آں حضرتؐ نے صحابہ سے اس بات کا تذکرہ کیا تو وہ متعجب ہوئے تب اللہ تعالیٰ نے سورۃ

اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ" نازل فرمائی اور فرمایا تمہارے لیے یہ ان ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جن میں اس شخص نے میرے راہ میں ہتھیار باندھے رکھے اور انھیں ایک لحظہ کے لیے بھی نہ اتارا۔ کہا جاتا ہے، اس شخص کا نام شمعون عابد تھا جو بنی اسرائیل سے تھا۔ بعض اس کا نام شمسون بتاتے ہیں۔

تنزّل الملائکۃ والروح کی تفسیر:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ" اس سے مراد یہ ہے، کہ غروبِ آفتاب سے فجر کے طلوع تک فرشتے اور حضرت جبرئیلؑ نازل ہوتے رہتے ہیں۔ ضحاک نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے، کہ روح ایک بزرگ فرشتہ ہے، جس کی شکل انسان جیسی ہے۔ وہ عظیم الخلقت ہے۔ اس کی شان اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، مجھ سے روح کی بابت پوچھتے ہیں، روح ایک فرشتہ ہے جو قیامت کے روز فرشتوں کی صف کے بالمقابل اکیلا کھڑا ہوگا۔ یعنی وہ اکیلا سب کے برابر ہوگا۔

مقاتلؒ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ فرشتہ سب فرشتوں سے بہتر ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس فرشتے کا منہ آدمیوں جیسا ہے اور باقی تمام جسم فرشتوں جیسا۔ وہ مخلوقات میں سب سے بڑا ہے۔ فرشتوں کی صف بیں عرش کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ شبِ قدر میں سارے فرشتے ایک صف میں ہوتے ہیں اور وہ فرشتہ اکیلا ایک صف میں سما جاتا ہے۔ یہ رات سلامتی کی رات ہے۔ یہ فرشتے فجر تک کھڑے رہتے ہیں اس کے باوجود تھکتے نہیں۔

مطلع الفجر کی تفسیر:- "مَطْلَعِ الْفَجْرِ" لام کی کسرہ سے مصدر ہے، جس کے معنی ہیں "نکلنا"۔ اگر لام کو فتح سے پڑھا جائے، تو مراد "آفتاب کے نکلنے کی جگہ" ہوگی۔ بعض کہتے ہیں کہ سلام سے مراد ہے فرشتوں کا سلام ہو اہلِ زمین پر وارد ہوتا ہے۔ فرشتے یہ سلام رمضان کے آخری عشرہ میں بھیجتے ہیں۔

شبِ قدر کی تلاش:- شبِ قدر کو ماہِ رمضان کے آخری عشرہ میں ڈھونڈنا چاہیے، خصوصاً ستائیسویں رات میں۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں، کہ رمضان کی آخری دس راتیں برابر ہیں۔ کسی رات کو دوسری پر فضیلت نہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں، رمضان کی اکیسویں رات شب قدر ہے۔ بعض انتیسویں رات بتاتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت ابو بُریدہؓ سمی نے تیئسویں رات بتائی ہے۔ حضرت ابوذر اور حضرت امام حسنؓ نے پچیسویں رات بیان کی ہے۔

حضرت بلالؓ فرماتے ہیں، "آں حضرت نے فرمایا۔ شبِ قدر رمضان کی چوبیسویں رات ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اور ابی ابن کعبؓ نے ستائیسویں رات بتائی ہے اور دلیل یہ دی جاتی ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی اسناد میں ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ لوگوں کا دستور تھا کہ رمضان کے آخری دس دنوں میں آں حضرت صلعم کی خدمت میں اپنے اپنے خواب بیان فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا۔ جنھیں پے در پے جو یہ خواب آتے ہیں، یہ ستائیسویں رات واقع ہوئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا شبِ قدر ستائیسویں رات ہے۔

سات کے عدد کی تفسیر:- ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں، میں نے شبِ قدر معلوم کرنے کے لیے طاق اعداد میں غور کیا تو ساد کا عدد اس

کے لیے زیادہ موزون نظر آیا۔ جب سات کے عدد میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ آسمان بھی سات ہیں اور زمینیں بھی سات۔ سماتیں بھی سات ہیں اور دریا بھی سات۔ صفا اور مروہ کے درمیان بھی سات ہی مرتبہ سعی کی جاتی ہے۔ کعبہ کا طواف بھی سات ہی مرتبہ کرتے ہیں۔ سنگریزے بھی سات ہی مرتبہ پھینکے جاتے ہیں۔ آدمی کی تخلیق بھی سات اعضا سے ہوئی ہے۔ انسان کا رزق بھی سات دانے ہیں۔ آدمی کے چہرے میں بھی اللہ نے سات ہی سوراخ بنائے ہیں۔ یعنی دو کان، دو نتھنے، دو آنکھیں، ایک منہ۔ رحم کی حالتیں بھی سات ہیں۔ قرآن کی ترائتیں بھی سات ہیں۔ سجدہ بھی سات ہی اعضا سے کیا جاتا ہے۔ دوزخ کے دروازے بھی سات ہیں۔ دوزخ کے نام بھی سات ہیں۔ دوزخ کے طبقے بھی سات ہیں۔ اصحاب کہف بھی سات ہیں۔ عاد کی قوم بھی سات راتوں میں ہوا سے ہلاک ہوئی۔ یوسفؑ بھی سات برس جیل خانہ میں رہے۔ سورۂ یوسف میں جن گایوں کا ذکر آیا ہے[1] وہ بھی سات تھیں۔ قحط بھی سات سال رہا۔ سات ہی سال فراخی اور کشادگی رہی[2]۔ پانچ وقت کی نماز کی سترہ رکعتیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، حج کے بعد سات روزے رکھو۔ نسب کی رُو سے سات قسم کی عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے۔ سات عورتیں ہی سسرال میں حرام ہیں۔ آں حضرتؐ کا ارشاد ہے "کہ کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات دفعہ دھونا چاہیئے۔ پہلی دفعہ مٹی سے صاف کرے پھر پانی سے دھوئے۔

سورۂ انا انزلناہ میں سلام تک ستائیس حروف ہیں۔ حضرت ایوبؑ مصیبت میں سات برس تک گرفتار رہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں" جب آں حضرت صلعم نے مجھ سے نکاح کیا تو میں سات برس کی تھی۔ نکلتی ہوئی گرمیوں کے دن بھی سات ہی ہیں (تین دن ماہ شباط یعنی پھاگن کے اور چار دن آدر یعنی چیت کے پہلے) پس یہ سات دن گرمیوں کو کاٹ دیتے ہیں یعنی ختم کر دیتے ہیں۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ میری امت کے شہید بھی سات طرح کے ہیں۔ وہ جو خدا کی راہ میں مارے گئے، وہ جو طاعون کی بیماری سے مریں، جو سل کی بیماری سے مریں، جو پانی میں ڈوب کر مریں، جو آگ میں جل کر مریں، جو اسہال یا دستوں سے مریں، اور وہ عورت جو نفاس کی حالت میں مر جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قسم بھی سات چیزوں کی کھائی۔ آفتاب، چاشت کا وقت، چاند، دن، رات، آسمان، اور جس نے آسمان اور زمین کو بنایا (یہ کل سات ہوئے)

حضرت موسےٰؑ کا قد بھی سات گز لمبا تھا (یہ اس وقت کے گزوں کا حساب تھا[3]) حضرت موسیٰ کا عصا بھی سات گز لمبا تھا۔

اس بیان سے اندازہ ہوتا ہے" کہ اکثر چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے سات کے حساب سے بنایا ہے۔ اگر شب قدر دلچسپ نتیجہ ۔۔۔ رمضان کے آخری عشرہ میں ہے تو اوپر کے بیان سے یہ استدلال ہوتا ہے کہ وہ ستائیسویں تاریخ کو ہوگی۔

---

[1] فرعون کے خواب اور یوسفؑ کی بیان کردہ تعبیر کی طرف اشارہ ہے۔

[2] اس وقت کے گزوں کا صحیح اندازہ معلوم نہیں مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ گز ہمارے ان کے گز سے چھوٹے تھے۔

ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ" میں "ھی" کا لفظ ستائیس حروف کے بعد آتا ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر رمضان کی ستائیسویں تاریخ کو ہوتی ہے۔

شبِ قدر افضل ہے یا شبِ جمعہ؟ جمعہ کی رات بہتر ہے یا شب قدر؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔ شیخ ابو عبداللہ بن بطیعہ، شیخ ابوالحسن جزری اور ابوحفص عمر بن مکی کا کہنا ہے کہ شب قدر سے جمعہ افضل ہے۔ ابوالحسن تمیمی اس کے برعکس بتاتے ہیں، کیوں کہ شب قدر میں قرآن مجید نازل ہوا۔ شب قدر کے سوا دوسری راتوں میں جمعہ کی رات افضل ہے۔ اکثر علما کا قول ہے کہ جمعہ کی رات سے شب قدر بہتر ہے۔ ہمارے اصحاب اس قول کو اس لیے اختیار کرتے ہیں کہ قاضی امام ابویعلی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے "آں حضرتؐ نے فرمایا "جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بخش دیتا ہے اور اس رات کی یہ فضیلت آں حضرتؐ نے کسی اور رات کے بارے میں بیان نہیں کی۔ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اس رات اور اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو (اس رات اور اس دن سے مراد جمعہ کی رات اور دن ہے) جو چیز برگزیدہ ہوتی ہے" وہ سب سے بہتر ہوتی ہے۔ جمعہ کی رات دن کے تابع ہے۔ جمعہ کے دن کی فضیلت شب قدر کے دن سے زیادہ ہے۔ اس لیے جمعہ کی رات بھی بزرگی میں قدر کی رات سے بڑھی ہوئی ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا جس طرح جمعہ کے دن سورج بزرگی سے طلوع ہوتا ہے اس طرح اور کسی دن میں ظاہر نہیں ہوتا۔ خدا کو سب دنوں میں جمعہ پیارا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے "آں حضرتؐ نے فرمایا۔ سورج اور کسی دن میں اتنا بہتر طلوع یا غروب نہیں ہوتا جتنا جمعہ کے دن ہوتا ہے۔ اس روز ہر جانور اللہ تعالیٰ کے حضور میں عاجزی کرتا ہے مگر انسان اور جن ایسا نہیں کرتے۔

ابوہریرہؓ فرماتے ہیں "آں حضرتؐ نے فرمایا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر دن کو اپنی اصل حالت میں ظاہر کرے گا، مگر جمعہ کے دن کو خوب روشن کر کے ظاہر کرے گا۔ لوگ اس دن کے گرد اس طرح گھیرا ڈال لیں گے جس طرح شوہر کے ہاں جانے والی دلہن کے گرد گھیرا ڈالا جاتا ہے۔

جمعہ کا دن لوگوں کو روشنی بہم پہنچائے گا لوگ اس کی روشنی میں چلیں گے۔ اس دن موجود ہونے والے لوگوں کے رنگ برف کی طرح سفید ہوں گے۔ اس سے کستوری کی خوشبو آئے گی۔ یوں معلوم ہوگا جیسے یہ لوگ کافور کے پہاڑوں میں چل رہے ہیں۔ سب اہلِ محشر جن اور انسان انھیں دیکھ کر تعجب کریں گے، حتیٰ کہ وہ بہشت میں داخل ہو جائیں گے۔

اگر اللہ تعالیٰ کے قول لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ کے بارے میں پوچھا جائے، تو یہ جواب دیا جا سکتا ہے، کہ قدر کی رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جمعہ کی رات اس میں شامل نہیں۔ مفسرین نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر بیان کی ہے۔

بہشت میں بھی جمعہ کی رات ہے۔ اس رات اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے دیدار سے نوازے گا۔ جمعہ کی رات تو نظروں کو دکھائی دیتی ہے، مگر شب قدر دکھائی نہیں دیتی۔ اس کے متعلق قیاس ہی کیا جا سکتا ہے۔ بعض لوگ تمیمی وغیرہ کا یہ قول اختیار کرتے ہیں کہ جمعہ کی رات سے قدر کی رات بہتر ہے، اس لیے کہ خدا نے فرمایا "خیر من الف شھر" ہزار ماہ کے تراسی سال اور چار ماہ بنتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ رسولِ خدا صلعم کی امت کی عمریں رسول اللہ کے سامنے پیش کی گئیں۔ آپؐ نے ان عمروں میں کمی پائی چنانچہ اس کمی کو پورا کرنے اور لوگوں کی عمریں بڑھانے کے لیے انھیں شبِ قدر عنایت کی۔

مالک بن انسؓ سے روایت ہے "کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ میں نے پہلی امت کے لوگوں کی عمریں اور ان کے اعمال نامے ملاحظہ کیے۔ مجھے ان میں اپنی امت کی عمریں کم دکھائی دیں۔ میں نے محسوس کیا کہ عمر کی کمی کے باعث میری امت کے لوگ پہلے لوگوں کے برابر عمل نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے انھیں شب قدر عنایت کر دی، جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

مالک بن انسؓ کہتے ہیں کہ سعید بن مسیّب نے کہا ہے کہ جو شخص شب قدر میں عشا کی نماز میں حاضر ہو، وہ اس رات کا حصہ پا لیتا ہے۔ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص مغرب اور عشا کی نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کرے وہ شب قدر سے حصہ ضرور حاصل کر لیتا ہے اور نماز پڑھنے والا گویا قرآن کا چوتھائی حصہ پڑھ لیتا ہے۔ اور ماہِ رمضان کے آخر کی نماز عشا میں سورۂ قدر پڑھنا مستحب ہے۔

اگر یہ پوچھا جائے، کہ جمعہ کی رات کی طرح اللہ تعالےٰ نے شب قدر کے بارے میں بھی قطعی خبر کیوں نہیں دی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس لیے خبر نہیں دی گئی، کہ کوئی شخص اس رات پر بھروسا نہ کرے اور ایسا نہ کہے کہ میں نے اس رات میں جو عمل کر لیا وہ ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے مجھے بخش دیا ہے۔ مجھے درجہ عطا ہوگا، میں بہشت میں جاؤں گا۔ ایسا خیال اسے سُست نہ بنا دے اور وہ اللہ سے غافل نہ ہو جائے۔ ایسا کرنے سے دنیاوی امیدیں اس پر غلبہ پالیں گی اور اسے ہلاک کر دیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے لوگوں کو ان کی عمر کے بارے میں بھی بے خبر رکھا ہے۔ اگر ہر شخص کو اپنی عمر کا پتہ ہو جاتا تو وہ کہتا ابھی تو مرنے میں بہت دن پڑے ہیں، اس وقت تک دنیوی لطف اٹھا لیں موت کا وقت آئے گا تو توبہ کر لیں گے، خدا کی عبادت کر لیں گے اور نیکو کار بن کر مریں گے۔ عمر سے اس لیے بے خبر رکھا گیا کہ آدمی ہر وقت ڈرتا رہے اور نیک کام کرے، ہمیشہ توبہ کرے۔ جو شخص ایسا کرے اسے دنیا کی لذتیں حاصل ہوں گی اور آخرت میں بھی خدا کے عذاب سے چھوٹ جائے گا۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ لوگوں کی عبادت پر اللہ تعالےٰ نے اپنی رضامندی ظاہر کرنے کو، گناہوں پر اپنے غضب اور غصہ کے ظاہر کرنے کو، وسطی نماز کو دوسری نمازوں سے اپنے دوستوں کو عام لوگوں کی نظروں سے اور رمضان کے مہینے میں شبِ قدر کو۔

پانچ معزز راتیں:- اللہ تعالےٰ نے رسولِ خدا کو پانچ راتیں عنایت فرمائیں۔ پہلی معجزہ اور قدرت کی رات ہے۔ یعنی وہ رات جس میں شق القمر کا معجزہ ہوا۔ فرمایا "ساعت قریب آئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا"۔ اس رات حضرت موسیٰؑ کے عصا سے دریا دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔ جب آنحضرتؐ نے انگلی کا اشارہ کیا تو چاند دو حصے ہو گیا۔ آنحضرت صلعم کے تمام معجزوں میں شق القمر کا معجزہ سب سے بڑا ہے۔

دوسری رات وہ ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔ خدا فرماتا ہے "جب ہم تیری طرف جنّوں کو پھیرتے ہیں تو وہ قرآن

سنتے ہیں۔ "تیسری رات وہ ہے" جس میں قضا و قدر جاری ہوتی ہے۔ احکام صادر کیے جاتے ہیں۔ فرمایا "ہم نے قرآن کو مبارک رات میں اتارا اور ہم ڈرانے والے ہیں اس رات میں ہر مضبوط کام جدا ہوتا ہے۔"

چوتھی رات وہ ہے "جس میں اللہ تعالیٰ کی نزدیکی اور قرب حاصل ہوا یعنی شبِ معراج۔ فرمایا۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ — وہ ذات پاک ہے، جس نے اپنے بندے کو رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی۔

پانچویں رات درود اور سلام کی رات ہے۔ فرمایا "اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ"

ابن عباسؓ کا ارشاد ہے، شبِ قدر آنے پر جبرئیلؑ کو حکم ملتا ہے کہ زمین پر جاؤ، سدرۃ المنتہا کے رہنے والوں کو بھی ساتھ لے جاؤ، جو سات ہزار فرشتے ہیں، ان کے ہاتھ میں نور کے جھنڈے ہوتے ہیں۔ جبرئیلؑ ان فرشتوں کے ہمراہ زمین پر اترتے ہیں۔ جبرئیلؑ اپنا نیزہ زمین میں گاڑ دیتے ہیں، دوسرے فرشتے بھی اپنے نیزے ان چار مقامات میں گاڑ دیتے ہیں۔ ۱۔ خانہ کعبہ کے قریب۔ ۲۔ آنحضرت صلعم کی قبر مبارک کے قریب۔ ۳۔ بیت المقدس کے قریب اور ۴۔ مسجد طور سینا کے قریب۔

پھر جبرئیلؑ فرشتوں کو ادھر اُدھر پھیل جانے کا حکم دیتے ہیں، تب وہ ہر گھر، حجرے، مکان اور کشتی میں جہاں کوئی مومن مرد یا عورت ہو پہنچ جاتے ہیں۔ جس گھر میں کتا، سور، شراب، زانی یا زانیہ، یا تصویر ہو اس میں فرشتہ داخل نہیں ہوتا۔ یہ فرشتے اللہ کی حمد و ثنا میں مصروف ہوتے ہیں" اور آنحضرتؐ کی امت کے لیے بخشش کی دعا مانگتے ہیں۔ صبح ہونے پر سارے فرشتے آسمانوں پر واپس چلے جاتے ہیں۔ دنیا کے آسمان کے فرشتے ان کا استقبال کرتے ہیں، ان سے پوچھتے ہیں تم کہاں سے آئے اور خدا نے اپنے بندوں کی حاجتیں پوری کرنے کے لیے کیا کچھ کیا۔ جبرئیلؑ جواب دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نیکوں کو بخش دیا، بدکاروں کو بھی نیک لوگوں کی سفارش پر بخش دینے کا وعدہ کیا۔

آسمان کے فرشتے یہ سُنکر بہت خوش ہوتے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتے ہیں۔ آں حضرت صلعم کی امت ان کی شکر گزار ہوتی ہے۔ پھر وہ فرشتے دوسرے آسمان پر جاتے ہیں، جہاں اس آسمان کے فرشتے ان کا استقبال کرتے ہیں۔ اس طرح وہ ساتویں آسمان پر پہنچ جاتے ہیں، وہاں جبرئیل ان فرشتوں کو اپنے اپنے مقام پر واپس چلے جانے کی ہدایت کرتے ہیں۔ وہ سب چلے جاتے ہیں۔ سدرۃ المنتہیٰ کے فرشتے بھی اپنی جگہ واپس چلے جاتے ہیں۔ جب سب اپنے اپنے مقام پر چلے جاتے ہیں تو وہاں کے فرشتے ان سے پوچھتے ہیں تم کہاں گئے تھے؟ یہ انھیں وہی جواب دیتے ہیں جو پہلے آسمان والوں کو دیا تھا۔ وہ بھی یہ جواب سُن کر خوش ہوتے اور خدا کی تعریف بیان کرتے ہیں۔ ان کی خوشی کی آواز جنت الماویٰ، جنتِ عدن اور فردوس بریں تک پہنچتی ہے۔ خدا کا عرش بھی اسے سنتا ہے۔ اور خدا کا عرش اس نعمت کے بدلے جو آنحضرتؐ کی امت کو عطا کی گئی تسبیح و تہلیل پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حالانکہ جانتا ہے" تاہم وہ اپنے عرش سے دریافت کرتا ہے" تو نے کیا آواز دی۔ وہ جواب دیتا ہے، کہ اے اللہ! مجھے خبر ملی ہے کہ تو محمدؐ کی امت کے گنہگاروں کو قیامت کے دن بخش دے گا۔ اور اس امت کے گنہگاروں کے حق میں یہ لوگ جو شفاعت کریں گے، اسے تو قبول فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے عرش! تو نے سچ کہا۔ میرے پاس امت محمدؐ کے لیے بے شمار نعمت ہیں اور انھیں عطا کرنے کے لیے میرے پاس اس قدر چیزیں ہیں جنھیں نہ کسی نے دیکھا یا سُنا ہوگا، نہ

ہی ان کے متعلق دل میں خیال تک آیا ہوگا۔

آپؐ نے فرمایا۔ شبِ قدر میں جبرئیلؑ آسمان سے اُتر کر ہر مسلمان کو سلام کہتے ہیں"۔ اور اس سے مصافحہ کرتے ہیں، اس کی علامت یہ ہے کہ آدمی کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں، آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

روایت ہے کہ آں حضرت صلعم اپنی امت کے لیے بہت فکرمند رہا کرتے تھے۔ تو اللہ نے فرمایا "اے محمدؐ! فکر نہ کرو! میں تمہاری امت کو دنیا سے وقت تک نہ اٹھاؤں گا جب تک انھیں پیغمبروں کے درجے نہ عطا کر دوں گا اور سردار نہ بنا دوں پیغمبروں کے پاس تو فرشتے وحی اور پیغام لاتے تھے، اور تیری امت کے افراد پر ہر شب قدر میں فرشتے بھیجے جاتے ہیں۔

شب قدر کی علامت یہ ہے" کہ اس میں نہ سردی ہوتی ہے نہ گرمی۔ کہا جاتا ہے" کہ اس میں کتے کی آواز بھی سنائی نہیں دیتی۔ اس رات کی صبح کو آفتاب نکلتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے گویا اس میں ذرا سیاہی نہیں۔ وہ طشت دکھائی دیتا ہے۔ اس رات کی عجیب باتیں اہلِ دل، اہل اطاعت، اہلِ ولایت اور ان لوگوں پر ظاہر ہوتی ہیں جنھیں اللہ دکھانا چاہے۔ اور ہر شخص کو اس کے اندازے، اس کے حال اور اس کے مرتبے اور قربِ الٰہی کے مطابق دکھائی دیتی ہیں۔

نمازِ تراویح:- روایت ہے" کہ آں حضرت صلعم نے صرف ایک ہی مرتبہ تراویح کی نماز ادا کی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپؐ نے دو رات تراویح کی نماز ادا کی ہے، اور بعض تین رات بیان کرتے ہیں۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ نماز کے بعد آپ صحابہ کرام کے پاس تشریف نہ لائے، حالانکہ وہ آپ کے منتظر تھے۔ آں حضرتؐ نے فرمایا اگر میں اس وقت آجاتا تو تم لوگوں پر نماز تراویح فرض ہو جاتی۔

حضرت عمرؓ کے عہد میں رمضان کے تمام مہینے میں نمازِ تراویح پڑھی گئی، اس لیے یہ نماز انھیں سے منسوب ہوئی۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے" کہ آں حضرتؐ نے ماہِ رمضان میں مسجد میں نماز ادا کی۔ دوسرے لوگوں نے بھی آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ دوسرے روز اس کثرت سے لوگ نماز کے لیے جمع ہوئے کہ مسجد کے صحن میں نہ آسکے۔ مگر اس رات آں حضرتؐ نماز کے لیے نہ گئے۔ صبح کے وقت نماز کے لیے مسجد میں تشریف لے گئے اور صحابہ کرامؓ سے فرمایا" مجھے رات کے وقت تراویح کے لیے تمہارے جمع ہونے کا علم ہو گیا تھا۔ مگر میں اس لیے نہ آیا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے، اور تم اسے ادا کرنے سے عاجز نہ ہو جاؤ۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں آنحضرت صلعم رمضان کی رات میں قیام کرنے کی ترغیب ضرور دیا کرتے تھے، مگر اسے ہمیشہ قائم کرنے پر زور نہیں دیتے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے زمانۂ خلافت اور حضرت عمرؓ کے زمانہ کے ابتدائی دنوں تک یہی کیفیت رہی[1]۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے" کہ حضرت عمرؓ نے مجھ سے ایک حدیث سن کر نماز تراویح پڑھنی شروع کی۔ صحابہ کرام نے پوچھا وہ کون سی حدیث ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا، میں نے آں حضرتؐ کو یہ فرماتے سنا ہے" کہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے قریب "حظیرۃ القدس" نام ایک مقام ہے جو سراپا نور ہے، اس میں لاتعداد فرشتے ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے

[1] یعنی نماز تراویح پڑھی جاتی رہی۔

ہیں اور اس میں ذرا غفلت سے کام نہیں لیتے۔ رمضان کے مہینہ میں اللہ تعالیٰ سے زمین پر اترنے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ اجازت مل جاتی ہے چنانچہ وہ زمین پر اتر کر آدمیوں کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔ جس آدمی سے یہ فرشتے چھو جاتے ہیں وہ ہمیشہ کے لیے نیک بخت ہو جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب ایسا ہی ہے تو پھر یہ کام (تراویح کی نماز پڑھنا) زیادہ مناسب ہے۔ چنانچہ آپ نے نماز تراویح کے لیے لوگوں کو جمع کیا اور اسے سنت قرار دیا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں، کہ آپ ماہ رمضان کی پہلی رات میں گھر سے باہر نکلے تو لوگوں کو مسجدوں میں قرآن پڑھتے سنا تو آپؐ نے فرمایا عمر کی قبر کو اللہ تعالیٰ روشنی عطا کرے کہ انھوں نے خدا کی مسجدوں کو قرآن سے روشنی دی۔ حضرت عثمانؓ سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

ایک اور روایت میں ہے "کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ مسجدوں کے قریب سے گزرے، جن میں قندیلیں جل رہی تھیں، اور لوگ تراویح کی نماز ادا کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا جس طرح عمرؓ نے ہماری مسجدوں کو روشن کیا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو بھی روشن کرے۔

ایک روایت میں ہے" آں حضرت صلعم نے فرمایا، جو شخص اللہ کے گھر (مسجد) میں ایک قندیل روشن کرے، اس قندیل کے روشن رہنے تک فرشتے اس شخص کے لیے بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ اس پر درود بھیجتے ہیں۔ یہ فرشتے تعداد میں ستر ہزار ہیں۔

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے، کہ ہم نے آں حضرتؐ کے ساتھ نماز تراویح ادا کی۔ رمضان کی تیئسویں رات رسول اللہ اٹھے" اور ہمارے ساتھ نماز پڑھنے لگے۔ حتیٰ کہ رات کا تیسرا حصہ گزر گیا۔ چوبیسویں رات آپ نہ آئے البتہ پچیسویں رات تشریف لائے اور نماز پڑھائی، یہاں تک کہ نصف رات گزر گئی۔ پھر ہم نے عرض کیا کہ ہم اس رات میں نفل ادا کریں تو کیا یہ بہتر نہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ اس وقت تک کھڑا رہے جب تک وہ کھڑا رہے تو اسے ساری رات کے قیام کا ثواب ملتا ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں" کہ چھبیسویں رات میں آں حضرتؐ نے ہمیں نماز نہ پڑھائی، پھر ستائیسویں رات کو تشریف لائے، ہمیں اور اہل خانہ کو بلایا اور نماز ادا کی۔ ہم نماز میں اتنی دیر کھڑے رہے کہ ہمیں خیال گزرا، ہم سے سحری کا وقت جاتا رہا[1]۔

تراویح کی ابتداء: نماز تراویح جماعت کے ساتھ پڑھنی چاہیئے اور اس میں قرآن بلند آواز سے پڑھنا مستحب ہے۔ کیوں کہ آں حضرت صلعم نے ایسا ہی کیا تھا جس رات میں رمضان کا چاند نظر آئے اسی رات تراویح شروع کر دی

---

[1] یہاں عزت پاکؓ نے "فلاح" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یعنی ابوذر غفاری نے فرمایا ہم سے "فلاح" فوت ہو گیا۔ لوگوں نے پوچھا فلاح کیا ہے۔ آپ نے فرمایا سحری کا کھانا (جو رمضان میں آخر رات میں کھایا جاتا ہے)

جائے۔ کیوں کہ یہ رات رمضان میں شامل ہے۔ آں حضرتؐ نے تراویح کی نماز پہلی رات سے ہی پڑھی ہے۔

رکعتیں:۔ نماز تراویح کی بیس رکعتیں ہیں، ہر دوسری رکعت میں بیٹھ کر سلام پھیرے۔ ترویحے پانچ ہیں، ان میں سے ہر چار کو ترویحہ کہتے ہیں۔ چاہے تنہا پڑھے، چاہے امام کے ساتھ ہر دو رکعت میں نیت کرے کہے "میں دو رکعت نماز تراویح پڑھتا ہوں"۔

نمازِ تراویح کا طریقہ:۔ مستحب یہ ہے کہ رمضان کی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ علق پڑھے۔ سورۂ علق یہ ہے، "اقراء باسم ربک الذی خلق" پوری سورۃ تلاوت کرے۔ ہمارے امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک قرآن کی پہلی آیت یہی نازل ہوئی۔ دوسرے امام بھی یہی فرماتے ہیں۔

یہ سورت پڑھنے کے بعد سجدہ میں جائے، پھر اٹھ کر سورۂ بقر پڑھے۔ امام کے لیے سارا قرآن پڑھنا مستحب ہے، تاکہ سب لوگ اسے سنیں، اور جس جس مقام پر اوامر و نواہی، پند و نصائح اور زجر و توبیخ آئے وہاں ٹھہر ٹھہر کر پڑھے۔ تاکہ سننے والے اچھی طرح سمجھ سکیں۔

امام کو تنبیہ:۔ امام کے لیے قرآن کو اسی قدر (ٹھہر ٹھہر کر آہستہ سے) پڑھنا مستحب ہے، جس قدر آسانی سے سمجھ میں آسکے۔ اور سننے والوں کو گراں نہ گزرے، ان کی طبیعت پر بار نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ جماعت میں شامل ہونے کو برا سمجھنے لگیں (امام کے تیز تیز پڑھنے کے باعث)، کیونکہ جب نماز میں کھڑا ہونا بار ہو جائے تو اجر عظیم جاتا رہتا ہے اور اس کی ذمہ داری امام پر ہوتی ہے، یہ بڑا گناہ ہے، ایسا امام گنہگار رہے گا۔

معاذؓ نے ایک جماعت کو نماز پڑھائی" اور قرأت کو بہت طول دے دیا۔ ایک شخص نے تنگ آکر نماز توڑ دی اور جماعت سے الگ ہو کر اکیلے نماز ادا کی۔ آں حضرتؐ کی خدمت میں شکایت کی گئی۔ آپؐ نے معاذؓ سے فرمایا، معاذ! کیا فتنہ بپا کرو گے۔

مستحب یہ ہے کہ وتر کی نماز تراویح کے بعد پڑھی جائے۔ پہلی رکعت میں "سبح اسم ربک الاعلیٰ" اور دوسری میں سورۃ کافرون پڑھی جائے۔ اور تیسری میں سورۂ اخلاص، کیوں کہ رسولِ خدا ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

تراویح کے درمیان نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ دو مسجدوں میں تراویح پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ ایک روایت کے مطابق تراویح کے بعد جماعت کے ساتھ نفل ادا کرنا مکروہ ہے۔ یہ تعقیب ہے جو امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔ انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ وہ اسے مکروہ جانتے تھے۔ آپ کا دستور تھا کہ کچھ دیر کے لیے سو جاتے تھے۔ پھر کھڑے ہو کر جس قدر چاہتے تہجد کی نماز ادا کرتے۔ پھر سونے کے لیے چلے جاتے۔ رات کے اس اٹھنے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے یعنی "نفس کشی کے لیے رات کو اٹھنا بہت سخت ہے اور بہت مشکل بات ہے"۔

ایک اور روایت میں ہے "کہ اگر کوئی شخص تراویح کے بعد جماعت کے ساتھ نفل پڑھے تو جائز ہے، مگر اس میں دیر نہ کرے، کیونکہ حضرت عمرؓ سے روایت ہے "آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ جب تم سو جاتے ہو تو گویا تم آخر رات کی فضیلت کھو دیتے ہو اور جب تم جاگتے ہو تو مجھے بہت پیارا لگتا ہے۔

شبِ قدر اور رمضان کا آخر:۔ خداوند کریم فرماتا ہے کہ "شبِ قدر میں روح یعنی حضرت جبرائیلؑ اور فرشتے اترتے ہیں۔

فرشتے ستر ہزار ہوتے ہیں اور جبرئیلؑ ان کے سردار ہیں۔ جو لوگ بیٹھے ہوں، ان پر جبرئیلؑ اور جو سوئے ہوں ان پر دوسرے فرشتے سلام بھیجتے ہیں، مگر خدا تعالےٰ ان لوگوں کو سلام بھیجتا ہے جو کھڑے ہوتے ہیں (عبادت کے لیے) اللہ تعالےٰ ان مومن بندوں پر سلام بھیجتا ہے، جو اہلِ بہشت ہیں۔ فرمایا۔ پروردگار مہربان کی طرف سے سلام ہو" پس جب اللہ نے اہل بہشت پر سلام بھیجا ہے تو ضروری ہے کہ وہ ان پاک بندوں پر دنیا میں بھی سلام بھیجے۔ ایسے لوگوں پر جو اس کی عبادت اور اطاعت میں مصروف ہوں۔ یہ سلام صرف انھیں کو نصیب ہوتا ہے، جن کے لیے اللہ نے پہلے روز ہی نیکی اور سبقت لکھ دی ہے، جنھیں اللہ نے سعادت اور عنایت سے سرفراز کیا ہے۔ یہ لوگ اہل دنیا کی نظر میں تو فنا ہو گئے، مگر اللہ کی نظر میں باقی ہیں۔

شب قدر آنے پر کوئی ایسی جگہ باقی نہیں رہتی جہاں ایک نہ ایک فرشتہ موجود نہ ہو۔ کوئی فرشتہ کھڑا ہوتا ہے، کوئی سجدے میں دعا کر رہا ہے۔ غرض ہر مومن مرد اور عورت کے حق میں دعا کرتے ہیں۔

(گرجوں، یہودیوں کی پرستش کی جگہوں، آتشکدوں، بت خانوں اور ناپاک جگہوں میں فرشتے نہیں جاتے) رات بھر یہ فرشتے مومنوں کے حق میں دعائے خیر کرتے رہتے ہیں۔ جبرئیلؑ سب کو سلام پہنچاتے اور سب سے مصافحہ کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں" اگر تو اللہ کی اطاعت میں ہے، تو تجھ پر سلام ہے، تیری عبادت قبول ہوئی اور تجھ پر احسان کیا گیا اور اگر تو اطاعت سے باہر یعنی معصیت میں ہے تو اس صورت میں آمرزش کی دعا کے ساتھ تجھ پر سلام ہے۔ اگر تو سوتا ہے تو اللہ کی رضا کے ساتھ تجھ پر سلام ہے۔ اللہ تعالےٰ نے یہ سب کچھ اپنے ارشاد کے مطابق فرمایا ہے یعنی" ہر چیز سے سلام ہے۔

بعض کا قول ہے کہ فرشتے صرف اہل اطاعت یعنی نیک لوگوں پر ہی سلام بھیجتے ہیں، گنہگاروں پر نہیں۔ کیونکہ گنہگاروں میں بعض ظالم ہوتے۔ بعض حرام خور ہوتے ہیں۔ بعض چغلخور ہوتے ہیں، بعض یتیموں کا مال کھاتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر فرشتے سلام نہیں بھیجتے۔ آدمی کی بدبختی اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے کہ اس مہینے کو اپنے ہاتھ سے کھو دے جس کے اول رحمت ہے، درمیان میں مغفرت ہے اور آخر میں دوزخ سے نجات۔ ایسا شخص اللہ کے سلام سے بھی محروم رہتا ہے۔ رحمان سے دور ہو کر ان لوگوں سے جا ملتا ہے، جو اللہ کے نافرمان، سرکش اور شیطان کے ساتھی ہیں۔ دوزخ میں جانے والوں کے ساتھی ہیں۔ ایسے لوگ بہشت سے کوسوں دور ہیں۔ ایسا شخص اس بادشاہ ذی شان کی اطاعت سے دور ہو جاتا ہے جس کے ہاتھوں میں نفع اور نقصان پہنچانا ہے۔ فرمایا۔

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ — اور تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے، جسے چاہتا ذلیل کرتا ہے۔

3126

یاد رکھو! ماہِ رمضان ہی صفائی (باطنی صفائی مراد ہے) کا مہینہ ہے۔ اہلِ وفا کا مہینہ ہے۔ ان کا مہینہ ہے

نصیحت و عبرت:۔ جو اللہ کا ذکر کرنے والے، صبر کرنے والے اور سچے ہیں۔ اگر یہ مہینہ تیرے دل کی درستی نہ کرے گا، گناہوں سے نہ بچائے گا، اہلِ بدعت اور گنہگاروں سے محفوظ نہ رکھے گا تو پھر اور کون سی چیز تجھے ان باتوں سے بچائے گی۔ اس سے بہتر شے کون سی ہے جو تجھ پر اثر کرے گی۔ ایسی صورت میں تجھ سے کسی نیکی کی توقع نہیں کی جا سکتی اور نہ ہی تجھ سے کوئی بدبختی دور

رہتی نظر آتی ہے تیری نجات کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

اے مسکین اور غریب بھائیو! خوابِ غفلت سے جاگو، آنکھیں کھولو، سر اٹھاؤ۔ جو نعمت اور عظمت تم تک پہنچ گئی ہے، اس میں غور و فکر کرو، جو مہینے باقی رہ گئے ہیں ان میں توبہ و استغفار کرو۔ اللہ تعالیٰ سے جو بڑا کارساز ہے آمرزش چاہو، اس کی اطاعت کرو، عین ممکن ہے، تم بھی اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور رحمت پانے والوں میں شامل ہو سکو۔

ماہِ رمضان کو جو تمہارا اچھا دوست ہے، اسے آنسو بہاتے ہوئے رخصت کرو، اپنے نفس کی برائیوں پر دل سے جان سوز نالے نکالو، اونچی آواز سے روؤ، کیوں کہ اس بارے میں خبر ہے کہ آئندہ سال رمضان نصیب ہوگا یا نہیں۔ بہت سے روزے رکھنے والے ایسے ہیں کہ وہ پھر اس مہینے کو کبھی نہ دیکھیں گے۔ بہت سے قیام کرنے والے ایسے ہیں جنھیں دوبارہ قیام کا موقع نہ ملے گا۔ عمل کرنے والوں کو عمل کا بدلہ بعد میں ملتا ہے۔ لہٰذا کیا ہی بہتر ہوگا اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کی بارگاہ میں ہمارے روزے اور ہماری عبادت قبول ہو گئی یا اسے الٹا ہمارے منہ پر مار دیا گیا ہے۔ یعنی اسے مردود قرار دیا گیا ہے۔ کاش، ہمیں یہ معلوم ہو جاتا کہ فلاں خوش نصیب کے عمل قبول ہو گئے اور فلاں کے مردود ہو گئے تاکہ ہم ایک کو مبارکباد دے سکتے اور دوسرے کی تعزیت کر سکتے اور اس جیسے کام کرنے سے پرہیز کرتے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ ان کا روزہ محض بھوک اور پیاس کے سوا اور کچھ نہیں اور بہت سے قیام کرنے والے ایسے ہیں کہ ان کا قیام محض جاگنا ہے، اس کے سوا کچھ نہیں۔ یعنی انھیں کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔

اے ماہِ رمضان! تجھ پر سلام ہو۔ اے ماہ قیام! تجھ پر سلام ہو۔ اے ماہ ایمان! تجھ پر سلام ہو۔ اے ماہِ قرآن! تجھ پر سلام ہو۔ اے ماہِ انوار! تجھ پر سلام ہو۔ اے مغفرت اور آمرزش کے مہینے! تجھ پر سلام ہو۔ اے وہ مہینے جس میں بہشت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے نگہبانوں سے نجات ملتی ہے! تجھ پر سلام ہو۔ اے توبہ کرنے والوں کے مہینے! تجھ پر سلام ہو۔ اے عارفوں اور مجتہدوں کے مہینے، تجھ پر سلام ہو۔ اے امان کے مہینے، تجھ پر سلام ہو، کیوں کہ تو گنہگاروں کو گناہوں سے روکتا ہے، عابدوں اور پرہیزگاروں کا مونس و غمخوار ہے۔ روشن قندیلوں اور روشن چراغوں پر سلام ہو۔ بیدار آنکھوں اور بہنے والے آنسوؤں پر سلام ہو۔ تیرے محرابوں پر سلام ہو، آنسوؤں کے قطروں اور سوختہ دلوں کی آتشیں آہ پر سلام ہو۔

اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں شامل فرما! جن کی نمازیں اور جن کے روزے تو نے قبول کر لیے، جن کی برائیوں کو تو نے نیکیوں سے بدل دیا ہے اور اپنی رحمت کاملہ سے انھیں بہشت میں داخل کیا" اور ان کے درجے بڑھائے۔ آمین یا ارحم الراحمین!

باب ۲۳

صدقۂ فطر ـــــ عیدین ـــــ چار عیدیں

مومن اور کافر کی عید۔ دس راتیں

صدقۂ فطر

خداوند عالم کا ارشاد ہے۔

صدقۂ فطر:۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى — جو شخص پاک ہوا اور جس نے اپنے اللہ کو یاد کیا، نماز ادا کی اس نے نجات پائی۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد "قَدْ اَفْلَحَ" کی تفسیر دو طرح ہے۔ ایک یہ کہ فلاح سے مراد بہشت میں جانا اور آخرت میں آگ سے بچنا دنیا میں اس کی بلاؤں سے محفوظ رہنا ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ دنیا میں اللہ کی فرمانبرداری کے باعث نیک بختی حاصل ہوگی اور آخرت میں ہمیشہ کے لیے بہشت ملے گی۔

ارشاد ہوا ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ یعنی مومنوں کو سعادت اور رستگاری نصیب ہوئی۔ اسی طرح فرمایا۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى۔ (جو پاک ہوا اس نے نجات پائی) پاک ہونے سے مراد ہے زکوٰۃ دینا، اپنے ایمان کو بچانا گناہوں سے بچنا۔ ایسے لوگوں کے لیے نجات ہے، اور جو لوگ اپنے آپ کو پاک نہیں کرتے ان کے لیے نجات کی کوئی صورت نہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "گنہگار رستگار نہیں ہوتے، یعنی انھیں فلاح حاصل نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ کے قول "مَنْ تَزَكّٰى" کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں" پاک ہونے سے مراد شرک سے پاک ہونا ہے۔ یعنی جو ایمان کے سبب شرک سے پاک رہا۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص صالح ہو، نیک کام کرے اور ان میں ترقی کرتا جائے۔ ابو حفص کہتے ہیں کہ اس سے مراد تمام مال کی زکوٰۃ دینا ہے۔ قتادہ اور علما کہتے ہیں کہ اس سے صرف فطر کی زکوٰۃ مقصود ہے۔ دوسری زکوٰتیں اس میں شامل نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد "وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى" کے بارے میں بھی مفسرین کا اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ اس کے معنی ہیں آدمی خدا کو واحد جانے اور نماز پنجگانہ ادا کرتا رہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں، اس کے معنی ہیں پروردگار کا نام تکبیر سے یاد کرے اور عیدگاہ میں جاکر نماز ادا کرے۔ وکیع بن جراح اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں، کہ رمضان میں صدقۂ فطر دینا ایسا ہے، جیسے نماز میں سجدہ سہو ادا کرنا۔ آنحضرت صلعم نے روزہ داروں کے گناہوں سے پاک ہونے کے لیے صدقۂ

فطر فرض کیا۔

پس اگر کوئی شخص رمضان میں گناہ کرے تو یہ صدقہ اس کا بدل ہے۔ یعنی گناہ، لغو، فحش، جھوٹ، غیبت، سخن چینی، شبہ چیز کھانے پینے یا خوب صورت عورتوں کی طرف نظر کرنے سے جو نقصان یا گناہ ملتا ہے، یہ صدقہ اس کا بدلہ ہے۔ یہ صدقہ روزے کو کامل بناتا ہے۔ جس طرح توبہ اور استغفار گناہوں کی مصلح ہے، اسی طرح یہ صدقہ روزے کی اصلاح کرتا ہے، یا جس طرح نماز میں شیطان کے بہکانے سے نقص واقع ہوتا ہے اور سجدۂ سہو اس کی تلافی کرتا ہے، اور شیطان شرمندہ و خوار ہوتا ہے، کیونکہ وہی اس کا باعث ہوتا ہے۔ اسی طرح روزے میں شیطان کے بہکانے سے روزہ میں جو نقص پیدا ہوتا ہے، صدقۂ فطر اس کی تلافی کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور جملہ مسلمان بھائیوں کو شیطان کے مکر و فریب سے بچائے، دنیا کی آفتوں، اس کی بلاؤں اور شیطان کا شکار ہونے سے بچائے۔ اپنے احسان اور اپنی رحمت اور بخشش کی طرف پاکی اور صفائی کے ساتھ اس فانی دنیا سے اٹھائے جائے۔ آمین یارب العالمین۔

عیدین

عید کا نام "عید" اس لیے پڑا کہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نئے سرے سے خوشی اور مسرت بخشتا ہے۔ **نام کی وجہ:-** بعض اس نام کی وجہ یہ بتاتے ہیں، کہ اس روز اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر احسان فرماتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس روز بندے روتے اور گڑگڑاتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت اور بخشش نازل فرماتا ہے، اس لیے یہ دن "عید" کا دن کہلاتا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ اس دن بندے اپنی اصل پاکیزگی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ بعض اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں، کہ جب بندے خدا کی اطاعت اور عبادت سے فارغ ہوتے ہیں تو پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ یعنی فرض کی ادائیگی کے بعد سنت کی ادائیگی کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ رمضان کے روزے رکھ چکتے ہیں تو پھر شوال کے چھ روزوں کے لیے تیاری کرتے ہیں۔ بعض نے عید نام کی وجہ یہ بتائی ہے، کہ اس دن مومنوں سے کہا جاتا ہے، تمہارے گناہ معاف کیے گئے۔ اب تم اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس دن ثواب عطا ہوتا ہے، اعمال کی جزا ملتی ہے، انعام اور عطایا زیادہ ہوتے ہیں، غلام اور لونڈیوں کو آزاد کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے دوست اور نزدیک بندوں کی رونق بڑھاتا ہے، انھیں توبہ کی توفیق بخشتا ہے، وہ گناہ چھوڑ کر اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ معافی کے مستحق ہوتے ہیں اور چونکہ یہ سب باتیں خوشی و خرمی کی باتیں ہیں، اس لیے اس دن کو عید کا نام دیا گیا۔

وہب بن منبہؒ سے روایت ہے، آں حضرت صلعم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے بہشت کو عید الفطر کے دن پیدا کیا۔ **عید کا دن:-** طوبیٰ کا درخت بھی بہشت میں عید ہی کے دن لگایا گیا۔ جبرئیلؑ کو بھی وحی پہنچانے کے لیے عید ہی کے دن انتخاب کیا گیا۔ فرعون کے جادوگروں کو ہدایت کا نور عید ہی کے دن عطا ہوا۔

روایت ہے کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ جب لوگ عید الفطر کے دن نماز کے لیے عیدگاہ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر

توجہ فرماتا ہے اور کہتا ہے، اے میرے بندو! تم نے میرے ہی لیے روزہ رکھا، میرے ہی لیے نماز پڑھی، اب تم آمرزش کی خلعت لے کر جاؤ۔

عید کے دن نعمتِ الٰہی:- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ جن لوگوں نے عید فطر کی رات کو روزے رکھے ہوتے ہیں اللہ تعالےٰ انھیں تمام ضمنیں بخشتا اور پورا اجر دیتا ہے۔ عید کی صبح کو اللہ کے حکم سے فرشتے زمین پر اترتے ہیں، راستوں، عام مجمعوں، چراہوں اور بازاروں میں اونچی آواز سے جسے جن اور انسان کے سوا سب سنتے ہیں، پکار کر کہتے ہیں "اے محمدؐ کی امت اپنے رب کے نام پر نکلو، تمھاری کم قیمت چیزوں کے عوض میں وہ تمھیں بہت بڑی چیزیں دے گا۔ وہ کبیرہ گناہوں کا بخشنے والا ہے"۔

پس جب لوگ نماز کے لیے نکلتے اور نماز ادا کرتے ہیں، دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالےٰ ان کی حاجتیں پوری کر دیتا ہے۔ ان کا ہر سوال قبول کرتا ہے۔ ان کے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، وہ بخشے ہوئے واپس جاتے ہیں۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں، شبِ فطر کا نام شبِ جائزہ ہے۔ عید کی صبح کو اللہ تعالےٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ ہر جگہ پھیل جاؤ۔ چنانچہ سب فرشتے زمین پر اتر کر ہر گلی کوچے میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور پکار کر کہتے ہیں (ان کی آواز انسان اور جن کے سوا سب سنتے ہیں) اے امتِ رسولؐ! اپنے رب کی طرف نکلو، وہ تمھیں بہت کچھ عطا کرنا چاہتا ہے۔ تمھارے کبیرہ گناہ بخش دے گا۔ چنانچہ جب لوگ اپنے گھروں سے نماز کے لیے نکلتے ہیں تو اللہ تعالےٰ فرشتوں سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے، جس مزدور نے اپنا پورا کام کیا ہو اس کی مزدوری کیا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں، اے ہمارے پروردگار! ہمارے سردار، اور اے ہمارے مولا! اس مزدور کی مزدوری کا پورا اجر اسے عطا کر۔ تب باری تعالےٰ فرماتا ہے، اے فرشتو گواہ رہو، ان لوگوں نے روزے رکھے اور نمازیں پڑھیں ان کے عوض میں میں نے انھیں مغفرت عطا کی۔ پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! مجھ سے کچھ مانگو! مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم، تم سے جو بھی دنیا یا آخرت کے لیے کچھ مانگے گا اسے ضرور دوں گا۔ تمھارے عیب اور تمھاری لغزشیں ڈھانپ دوں گا۔ کیوں کہ تم ہمیشہ میرے حکم پر عمل کرتے رہے۔ جن لوگوں پر میری حدود واجب ہو گئیں میں ان میں تمھیں شامل کر کے ذلیل و خوار نہیں کروں گا۔ میں تمھیں بخشش کے ساتھ رخصت کرتا ہوں۔ تم نے مجھے راضی کیا اور میں نے تمھیں راضی کیا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ فرشتے یہ باتیں سن کر بہت خوش ہوتے ہیں اور امت کو اللہ تعالےٰ جو کچھ مرحمت فرماتا ہے، فرشتے ہر شخص کو اس کی خوشخبری سناتے ہیں۔

چار عیدیں

چار قوموں کی چار عیدیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ حضرت ابراہیمؑ کی قوم کی عید۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

قوم ابراہیمؑ کی عید:- فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ۔ پس ابراہیمؑ نے ستاروں کی طرف نظر کی اور کہا میں بیمار ہوں۔

اس روز یعنی عید کے دن ابراہیمؑ کی قوم عید گاہوں میں جانے کو تیار تھی حضرت ابراہیمؑ نے اس روز یہ بہانہ کر دیا کہ میں بیمار ہوں اور قوم کے ساتھ نہ گئے۔ نہ جانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ آپ کے دین میں نہ تھے۔ چنانچہ جب وہ چلے گئے تو ابراہیمؑ نے ایک کلہاڑا ہاتھ میں لیا اور بت خانے میں جا کر ان کے سب بت توڑ دیئے اور سب سے بڑے بت کی گردن پر کلہاڑا رکھ دیا۔

جب لوگ عید گاہوں سے واپس آئے تو بتوں کو ٹوٹا ہوا پایا۔ بڑے بت کے کندھے پر کلہاڑا رکھا تھا۔ انھوں نے حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا ہمارے بتوں کا یہ حال کس نے کیا؟ ابراہیمؑ نے جواب دیا۔ جس بت کے کندھے پر کلہاڑا ہے اس نے توڑے ہوں گے۔ انھوں نے کہا یہ کیوں کر توڑ سکتا ہے یہ تو بے جان ہے۔ ابراہیمؑ نے کہا جب اس بت میں اتنی بھی طاقت نہیں، تو پھر یہ تمھاری حاجات کس طرح پوری کرتا ہوگا؟ (جس طرح یہ بتوں کو توڑنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے، اسی طرح تمھیں بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔)

یہ جواب سن کر وہ لوگ خاموش ہو گئے اور خدا تعالےٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا۔[1] جب اہلِ قوم نے حقیقی اللہ کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کو خدا مانا تو اس بات سے حضرت ابراہیمؑ کو غیرت آئی اور انھوں نے غصے میں آکر بتوں کو توڑ ڈالا۔ ایسا کر کے انھوں نے اپنی جان کو بھی خطرے میں ڈال دیا۔ مگر یہ کام انھوں نے اللہ تعالےٰ کی دوستی کی خاطر کیا تھا۔ اس لیے اللہ نے بھی انھیں اپنی دوستی سے سرفراز فرمایا، ان کے ہاتھ سے مردہ جانوں کو زندگی بخشی، ان کی نسل سے پیغمبر اور رسول پیدا کیے۔ حتیٰ کہ انھیں

---

[1] اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا جواب سن کر وہ لوگ شرمندہ ہوئے، اپنے عقیدوں کے باطل ہونے کا احساس بھی کرنے لگے، لیکن حق بات کو قبول کرنے کا حوصلہ غالباً اس لیے نہ ہوا کہ مذہبی پیشواؤں اور پروہتوں کے متعلق ایک بے سروپا اور غلط وہم ان کے دلوں میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر ان کی مانے کے خلاف کچھ کیا تو دنیا و آخرت دونوں میں نامراد ٹھہریں گے۔ پروہت اور مذہبی پیشوا اپنے اقتدار سے دست برداری کے لیے تیار نہ تھے۔ چنانچہ مذہبی پیشواؤں کے دباؤ کے تحت اس واقعہ کے بعد حضرت ابراہیمؑ کے خلاف کھلم کھلا دشمنی اور عداوت کا اظہار ہونے لگا۔ پیشواؤں نے فیصلہ کیا کہ دیوتاؤں کی توہین کے جرم میں ابراہیمؑ کو سخت ترین سزا دی جائے، اور ان کی سرگرمیوں کا قلع قمع کرنے کے لیے انھیں جلتی آگ میں زندہ جلا دیا جائے ——— چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کو اذیت دے کر مارنے کے لیے ایک مخصوص جگہ بنائی گئی۔ جس میں بہت بڑے پیمانہ پر آگ روشن کی گئی۔ یہ آگ کئی روز تک جلتی رہی، یہاں تک کہ اس کی تپش سے چرند بھی دہکنے لگے۔ جس دن حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکا جا رہا تھا، اس دن اس جگہ لوگوں کے ٹھٹ لگ گئے۔ ہر شخص خوشی خوشی یہ تماشا دیکھنے آیا تھا۔ تمام بڑے بڑے سردار، کاہن، فوجی افسر، امرا اور خود نمرود (فرعونِ مصر) موقع پر حاضر تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کو ایک روز دار چلکے کے ساتھ آگ میں پھینک دیا گیا۔

حضرت ابراہیمؑ کو اس ہولناک آگ میں پھینک کر ساری قوم مطمئن ہو گئی کہ اس نے اپنے خداؤں کے دشمن کو ٹھکانے لگا دیا۔ لیکن جس خدائے واحد پر پختہ ایمان رکھتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ نے اعلائے کلمۃ الحق کیا تھا اور ظالم و جابر بادشاہ کے سامنے بھی حق بات کہنے سے دریغ نہ کیا تھا اپنے اس بندے اور عظیم الشان پیغمبر کا حامی و ناصر تھا۔ چنانچہ آگ حضرت ابراہیمؑ کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکی۔ خدائے پاک کا حکم ہوا اے آگ ابراہیمؑ پر ٹھنڈی ہو جا۔ یہ ٹھنڈک ایسی نہ تھی کہ سردی سے تکلیف ہوتی، بلکہ جسم و جان کے لیے نہایت خوشگوار تھی اور حضرت ابراہیمؑ آگ سے صحیح سلامت نکل آئے۔

("انوار الانبیاء" مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ہونے کا فخر دیا، جو تمام مخلوقات سے بہتر ہیں۔

دوسری عید قوم موسےٰ کی عید ہے۔ اللہ تعالےٰ ارشاد ہے۔

قوم موسےٰ کی عید: مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ۔ تمھارے وعدے کا وقت زینت کا دن ہے۔

اسے زینت کا دن اس لیے کہا گیا کہ اللہ تعالےٰ نے اس دن فرعون اور اس کی قوم کو ہلاک کیا تھا اور موسیٰ اور ان کی قوم کے لیے یہ واقعہ خوشی کا باعث تھا۔ اس لیے یہ عید کا دن ٹھہرایا گیا۔ فرعون اور اس کی قوم کے ساتھ بہت سے ساحر بھی نکلے تھے۔ بعض نے ان کی تعداد تہتر بتائی ہے۔ ان کے ساتھ سات سو عصا اور رسیاں تھیں۔ ان عصاؤں میں پارہ بھرا ہوا تھا۔ بہت سے لوگ نظارہ دیکھنے کے لیے آئے، حتیٰ کہ ایک بہت بڑا ہجوم ہو گیا۔ گرمی بہت تیز تھی۔ لوگ کھڑے یہ تماشا دیکھتے رہے۔ جب آفتاب کی حرارت نے شدت اختیار کی تو اس سے پارہ رواں ہوا اور اس کے نتیجے میں جادوگروں کی لاٹھیاں جو رسیوں میں لپٹی ہوئی تھیں، دوڑنے لگیں۔ لوگوں نے انھیں دیکھا تو سمجھے سانپ دوڑے جا رہے ہیں۔

حضرت موسےٰ نے جب اپنی قوم کو خوف زدہ دیکھا تو انھیں احساس ہوا کہ جادوگروں کی چالاکی کو میری قوم نے صحیح مان لیا ہے، ان کا ایمان ناقص ہو گیا ہے۔ آپ کو خدشہ ہوا کہ کہیں میرے ساتھی مرتد نہ ہو جائیں (میرا دین چھوڑ کر ان پر ایمان نہ لے آئیں) مگر آپ نے اپنے خدشے کو چھپایا۔ اس اثنا میں باری تعالےٰ نے موسےٰ کو حکم دیا کہ اپنا عصا زمین پر ڈال دو۔ حکم کے مطابق موسےٰ نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا۔ وہ زمین پر گرتے ہی اونٹ کے برابر ایک بڑا تند اور آتش فشاں اژدہا بن گیا۔ اس نے جادوگروں کے جادو پر بڑا خوفناک حملہ کیا۔ ان کی لاٹھیاں اور رسیاں جو کچھ سامنے آیا ان سب کو نگل گیا، مگر اس کا پیٹ نہ بھرا اور جیسا تھا ویسا ہی رہا۔ اس کا پیٹ ذرا نہ پھولا۔ نہ ہی اس کی حرکت میں کوئی فرق آیا۔

یہ دیکھ کر جادوگر ڈر گئے، اور موسےٰ کے خدا کے سامنے سجدے میں جھک گئے۔ ان جادوگروں کے سردار کا نام شمعون تھا۔ وہ سردار اپنے ساتھیوں سمیت حضرت موسےٰ کے ساتھ بڑی عاجزی سے پیش آیا اور عرض کیا ہم سب آپ پر اور ہارون پر ایمان لاتے ہیں۔

اس کے بعد اژدہا نے فرعون اور اس کے لشکر کا رخ کیا۔ وہ لوگ دیکھتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے، پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ ایسے بے ہنگم طریقہ سے بھاگے، کہ ان میں سے پچاس ہزار آدمی کچل کر ہی مر گئے۔ کتابوں میں یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔

تیسری عید حضرت عیسےٰ کی قوم کی عید ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

قوم عیسیٰ کی عید: اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا۔

اے پروردگار ہمارے اوپر آسمان سے ایک خوان بھیج جو اول سے آخر تک ہمارے لیے عید اور تیری نشانی ہو۔

اس درخواست کا سبب یہ تھا کہ عیسےٰ علیہ السلام کے حواریوں نے ان سے عرض کیا تھا کہ اگر ایسا ہو سکتا ہے تو آپ خدا سے درخواست کریں کہ وہ آسمان سے ہمارے لیے ایک خوان بھیجے۔ حضرت عیسےٰ نے جواب دیا، اگر تم ایمان پر قائم ہو تو فکر نہ کرو اور یہ بات نہ مانگو۔ اگر آسمان سے خوان نازل ہو گیا اور تم نے اسے جھوٹ جانا تو عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔

وہ کہنے لگے "ہمیں تو بھوک پریشان کر رہی ہے۔ ہم کھانا چاہتے ہیں تاکہ سکون ملے۔ اگر ہماری خواہش کی تصدیق ہو گئی یعنی خوان نازل ہو گیا، تو ہمارے دین میں اور پختگی آجائے گی، اور ہمیں پورا یقین ہو جائے گا کہ آپ سچے نبی اور رسول ہیں، ہم بنی اسرائیل کے پاس بھی جا کر گواہی دیں گے، کہ ہمیں خدا کی طرف سے ایسا خوان نصیب ہوا ہے۔

حواری:۔ حواری وہ لوگ تھے کہ جب حضرت عیسیٰؑ ان کے پاس تشریف لے گئے تو وہ ایمان لے آئے تھے۔ یہ لوگ بیت المقدس میں رہتے تھے اور کپڑے دھویا کرتے تھے۔ عبرانی زبان میں حواری "دھوبیوں" کو کہتے ہیں۔ یہ سب تعداد میں بارہ تھے۔ جب حضرت عیسیٰؑ ان کے پاس گئے اور کہا، تم میں ایسا کون ہے جو اللہ کے لیے میری مدد کرے، تاکہ میں گنہگاروں کو ہدایت کر سکوں۔ تو انھوں نے آپ سے تعاون کا اظہار کیا۔ چنانچہ آپ نے انھیں اسلام کی دعوت دی اللہ کی وحدت ان کے سامنے بیان کی۔ انھوں نے اللہ کی راہ میں مدد دینے کا عہد کر لیا۔ اور کپڑے دھونے کا کام چھوڑ کر عیسیٰؑ کے ساتھ ہو گئے، اور آپ کے ساتھ پھرتے رہتے۔ حضرت عیسیٰؑ سے جو معجزے سرزد ہوتے تھے، یہ لوگ انھیں دیکھتے رہتے تھے۔ بھوک لگتی تو کھانے کی خواہش ظاہر کرتے۔ حضرت عیسیٰؑ ہاتھ اٹھایا کرتے تھے، اور زمین سے دو دو روٹیاں اٹھا کر ہر ایک کو دے دیا کرتے تھے۔ اپنے لیے بھی اسی قدر رکھ لیتے تھے۔ جبرئیل ان کے ہمراہ رہا کرتے تھے، انھیں عجائبات دکھایا کرتے تھے، اور ان کی تائید اور مدد کرتے رہتے تھے۔

بنی اسرائیل کو بھی حضرت عیسیٰؑ عجائبات دکھایا کرتے تھے، مگر ان پر کچھ اثر نہ ہوتا تھا، وہ ان کی تصدیق نہیں کرتے تھے، نہ ہی ان پر یقین آتا تھا، بلکہ حضرت عیسیٰؑ سے اور زیادہ دور ہوتے جا رہے تھے۔

نزول مائدہ:۔ ایک روز حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ بنی اسرائیل کے پانچ ہزار آدمی تھے، ان سب نے معہ ان حواریوں کے آپ سے سوال کیا کہ ہم پر خوان اتاریں۔ حضرت عیسیٰؑ نے درگاہ الٰہی میں عرض کیا، اے اللہ! آسمان سے کھانے کا ایک خوان نازل فرما، تاکہ ہمارے اول اور آخر لوگوں کے لیے عید ہو۔ یعنی ہمارے زمانے کے لوگوں کے لیے عید ہو اور ان لوگوں کے لیے بھی جو لوگ ہمارے بعد آئیں اور اس خوان کا نزول ایک معجزہ ہو۔ اے اللہ! اپنے فضل و کرم سے روٹیوں کا خوان نازل فرما کیونکہ تو ہی سب سے بہتر روزی دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی روزی رساں نہیں۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَیْكُمْ فَمَنْ یَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ۔	میں جلد ہی تجھ پر "مائدہ" نازل کر رہا ہوں۔ اس کے نازل ہونے کے بعد بھی اگر تم سے کوئی کفرانِ نعمت کرے گا تو میں اسے شدید عذاب دوں گا۔ ایسا عذاب کہ دنیا میں اس جیسا کسی کو نہیں دیا گیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے روز بھنی ہوئی ایک ایک مچھلی اور ایک ایک تلی روٹی اور کھجور آسمان سے اتاری۔ بعض کہتے ہیں، کہ خوان میں بھنی ہوئی مچھلیاں رکھی تھیں، ایک جانب نمک اور دوسری جانب سرکہ تھا۔ خوان میں پانچ روٹیاں تھیں۔ اور ہر ایک میں زیتون کا پھل تھا۔ پانچ انار اور کھجوریں تھیں۔ آس پاس اور ترکاریاں بھی تھیں، گوشت نہ تھا، کیوں کہ

اس میں بدبو آتی ہے۔

بعض روایتیں ۱- بعض کہتے ہیں "کہ حضرت عیسیٰؑ ایک باغ میں ساتھیوں کے ہمراہ بیٹھے تھے، آپ نے ان سے دریافت کیا کیا تمھارے پاس کوئی شے (کھانے کے لیے) موجود ہے۔ شمعون دو چھوٹی چھوٹی بھنی ہوئی مچھلیاں اور پانچ روٹیاں لایا۔ ایک اور شخص سترہ لایا۔ حضرت عیسیٰؑ نے مچھلیوں کو کاٹا، روٹیاں توڑیں اور انھیں الگ الگ رکھا۔ پھر بدن کو پاک کرکے دو رکعت نماز ادا کی اور دعا مانگی۔ اس کے بعد سو گئے۔ بیدار ہونے پر کھانے کی ایک بڑی مقدار موجود پائی جو فوج کے تمام پیادوں اور سواروں کے لیے کافی تھا۔ آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کریں، مگر ساتھ نہ لے جائیں۔ آپ کے حکم کے مطابق لوگ حلقہ بنا کر بیٹھے، پانچ ہزار آدمی تھے، سب کھا کر سیر ہو گئے۔ بعض کا کہنا ہے۔ کہ ایک ہزار مرد تھے اور آٹھ سو ایسی عورتیں اور مرد تھے جو فقیر اور بھوکے تھے۔ سب کھا کر اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے، لیکن دیکھا کہ دسترخوان پر جتنا کھانا پہلے موجود تھا اتنا ہی اب بھی موجود ہے، یہ بھی سب نے دیکھا کہ اس کھانے کو آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ سب فقیر اس کھانے کے بعد غنی ہو گئے، پھر مرتے دم تک انھوں نے محتاجی کا منہ نہ دیکھا۔ اپاہج اور بیمار یہ کھانا کھانے کے بعد تندرست ہو گئے۔

مقاتلؒ کا بیان ہے" کہ حضرت عیسیٰؑ نے ان لوگوں سے کہا تھا، کہ کھانا اٹھا کر نہ لے جانا، مگر ان لوگوں نے چوبیں زنبیلیں کھانے سے بھر لیں۔ بہر حال وہ سب اس معجزے کے بعد ایمان لے آئے اور حضرت عیسیٰؑ کی رسالت کی تصدیق کی۔ پھر اپنی قوم میں رہتے تھے، قوم نے انھیں پھر اسلام سے منحرف کر دیا اور وہ کافر ہو گئے۔ نزولِ مائدہ سے منکر ہو گئے۔ اس کفرانِ نعمت کے سبب خدا نے ان پر عذاب نازل کیا، ان کی صورتیں مسخ کر دیں۔ یہ مشہور ہے کہ نیند کے دوران ان کی شکلیں سور بیسی بن گئیں۔ یہ سب کے سب مرد تھے، ان میں عورت یا لڑکا کوئی نہ تھا۔

اس واقعہ میں سبق یہ ہے کہ اتنے چھوٹے سے خوان سے اس قدر کثیر لوگ سیر ہو گئے، پھر بھی خوان میں سے کچھ کم نہ ہوا قابلِ غور بات یہ ہے کہ خدا کی رضا اور رحمت کا مائدہ کس قدر ہوگا۔ اس کی کوئی حد نہیں ہو سکتی۔ حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ خدائے تعالیٰ کے پاس سو رحمتیں ہیں۔ ان میں سے ایک رحمت اس نے اپنی مخلوق پر نازل کی، جس کے باعث لوگ ایک دوسرے سے مہربانی کرتے ہیں۔ ننانوے رحمتیں خدا کے اپنے پاس ہیں، جنھیں وہ قیامت کے روز اپنے بندوں کو مرحمت کرے گا۔

درمیانی راستہ[1] ایک روایت ہے، کہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ ایک فرش بچھائے گا، جس پر ابتدائے زمانہ سے آخر تک کے سارے گنہگار اکٹھے کیے جائیں گے، پھر بھی فرش پر جگہ خالی رہے گی۔ اس خالی جگہ کو ابلیس اپنا حصہ جانے گا، چنانچہ اس پر وہ اپنے ہاتھ پھیلا دے گا۔ پس ہر دانا شخص کو صرف خدا کی رحمت ہی پر تکیہ نہیں کرنا چاہیئے اور بخشش کی امید اس پر غلبہ پا جائے گی تو وہ ہلاک ہو جائے گا، بلکہ چاہیے کہ فرائض ادا کرے، نواہی سے باز رہے، پھر خدا پر توکل اور بھروسا کرے۔ اس کی

---

[1] مقصد یہ کہ خدا کی رحمت پر یہ بھروسا نہ کرنا چاہیئے کہ انسان نیک اعمال ہی نہ کرے اور یہ کہے خدا تو بالآخر گنہگاروں کو بخش ہی دے گا اس لیے میں بھی بخشا ہی جاؤں گا۔

درگاہ میں توبہ کرتا رہے، خدا سے ہمیشہ ڈرے اور اس قدر زیادہ خوف اور ڈر کا اظہار بھی نہ کرے، جو اسے رحمت الٰہی سے ناامیدی کرنا سکھا دے۔ نہ ہی اس قدر نڈر ہو کہ بدی کا احساس کم ہو جائے، بلکہ درمیانی راستہ اختیار کرے جیسا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کو اُمید اور خوف اس قدر رکھنا چاہیے، کہ انھیں دو پلڑوں میں رکھ کر تولا جائے تو دونوں برابر رہیں۔ خوف و رجا کو بھی اس طرح برابر رکھے، جس طرح پرندے اپنے دونوں بازوؤں کو برابر رکھتے ہیں۔ اگر پرندے کا بازو ایک ہی ہو، یا کسی بازو میں نقص ہو تو وہ اڑ نہیں سکتا۔

اُمّتِ محمدیہ کی عید: چوتھی عید حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی عید ہے، جس کا مفصل ذکر آچکا ہے۔

مومن اور کافر کی عید

دونوں کا فرق: مومن اور کافر ہر دو عید مناتے ہیں۔ مومن کی عید اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے، اور کافر کی عید شیطان کو راضی کرنا ہے۔ مومن عید گاہ میں جاتا ہے تو اس کے سر پر ہدایت کا تاج ہوتا ہے، اس کی نگاہوں میں عبرت اور فکر جلوہ گر ہوتی ہے۔ کانوں سے حق بات سنتا ہے، زبان سے خدا کی توحید بیان کرتا ہے۔ اس کے دل میں یقین اور معرفت کا نور ہوتا ہے۔ اس کے کندھوں پر اسلام کی چادر ہوتی ہے، کمر پر عبودیت اور بندگی کا کمر بند باندھتا ہے۔ مومن لوگ محرابوں اور جامع مسجدوں میں بیٹھتے ہیں۔ ان کا معبود وہی ہے جو دونوں جہانوں کا اور اس میں رہنے والی مخلوقات کا خدا ہے۔ مومن عاجزی اور انکساری کا خوگر ہوتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ اسے قبولیت کا شرف بخشتا ہے۔ اسے بہشت اور عزت والے گھر میں داخل کرتا ہے۔

اس کے برعکس کافر اپنی عید گاہ میں اس حالت میں جاتا ہے، کہ اس کے سر پر گمراہی اور نقصان کا تاج ہوتا ہے، اس کے کانوں پر غفلت اور پردہ کی مہریں لگی ہوتی ہیں، اس کی آنکھوں میں شہوت کی علامات پائی جاتی ہیں، ان کے منہ پر دُوری اور بدبختی کی مُہر لگی ہوتی ہے۔ ان کے بیٹھنے کی جگہ نصاریٰ کے عبادت خانے، یہودیوں کی عبادت گاہیں اور مجوسیوں کے آتش کدے ہیں۔ ان کے معبودان کے بت ہیں اور آخر انھیں دوزخ میں جانا ہوگا۔

عید کا مقصد یہ نہیں کہ عمدہ کپڑے پہن لیے جائیں، یا اچھی چیزیں کھائی جائیں، یا خوب صورت عورتوں کو گلے لگایا جائے۔ اور نفسانی یا شہوانی خواہشات سے فائدہ اٹھایا جائے، بلکہ عید یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی درگاہ میں اطاعت اور عبادات کے مظاہرے کیے جائیں، گناہوں سے توبہ کی جائے، تاکہ برائیاں نیکیوں سے بدل جائیں، اونچے درجے حاصل ہوں، خدا کے انعامات اور اس کی نعمتیں ملیں، سینہ کدورت اور کینہ سے خالی ہو کر نورِ ایمان سے منور ہو جائے، دل میں یقین محکم پیدا ہو، علاماتِ نور دکھائی دیں، زبان کی وساطت سے آدمی کا دل علوم کے دریا بہائے، ہر طرح کی فصاحت و بلاغت اور حکمت سے انسان کا سینہ آباد ہو۔

حضرت علیؓ کی عید: بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص عید کے دن حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دیکھا، کہ آپ سوکھی روٹی کھا رہے ہیں۔ اس نے عرض کیا آج عید ہے اور آپ سوکھی روٹی تناول فرما رہے ہیں؟ آپ نے

جواب دیا آج عید ان کی ہے جن کے روزے قبول ہوئے اور جن کی کوششیں بارآور ثابت ہوئیں، خدا نے ان کے گناہ بخش دیئے، مگر ہماری تو آج بھی وہی عید ہے جو کل ہوگی، یعنی جس دن آدمی گناہ نہ کرے، وہ اس کے لیے عید کا دن ہے۔

عبرت و بصیرت:- پس ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ (عید کے دن) ظاہری آرائش کا ہی پابند نہ بنے بلکہ اس روز عبرت حاصل کرے، آخرت کی فکر کرے اور عید کو قیامت کے دن کا نمونہ سمجھے۔ خوشی کو قیامت کا صور خیال کرے۔ عید کی رات کو جب آدمی اس خیال سے سو جائیں کہ صبح عید ہوگی اور ہم خوشیاں منائیں گے، تو اس نیند کی حالت کو دونوں نعمتوں کا درمیانی وقفہ سمجھے۔ جب عید کے دن لوگوں کو رنگا رنگ کپڑے اور دوسری اشیائے آرائش سے آراستہ ہو کر عیدگاہوں کو جاتا دیکھے تو یہ خیال کرے کہ ان میں حقیقی خوش وہی ہے جو اہلِ اطاعت میں سے ہے، جو اہلِ معصیت میں سے ہے، اُسے کوئی خوشی نہیں، بلکہ وہ ناخوش ہے۔ پرہیزگار شخص گھوڑے پر سوار خوش و خرم جا رہا ہے۔ اور جو گناہ گار اور مشرک ہے، اس پر خدا کی لعنت اور پھٹکار ہے۔ حشر کے دن ایسے لوگوں میں سے کسی کے پاؤں لڑکھڑا رہے ہوں گے، اور کوئی منہ کے بل اوندھا پڑا ہوگا۔ کوئی گھسٹتا جا رہا ہوگا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، جس دن پرہیزگاروں کو اپنی طرف اٹھاؤں گا، اس روز وہ اونٹوں پر سوار ہوں گے، اور گناہ گار لوگ بھوکے پیاسے دوزخ کی طرف جا رہے ہوں گے۔ زاہد، عابد اور ابدال بڑی راحت اور آرام سے ہوں گے۔ اپنے حقیقی بادشاہ اور محبوب کے پاس عرش کے سایہ میں کھڑے ہوں گے۔ بعض بیٹھے ہوں گے۔ انھوں نے بہشتی لباس اور زیور پہن رکھے ہوں گے، ان کے چہرے اطاعت کے نور سے چمک رہے ہوں گے۔ ان کے سامنے ہر طرح کے کھانوں اور میووں کے خوانچے رکھے ہوں گے۔ کئی قسم کی پینے کی چیزیں بھی انھیں دی جائیں گی۔

ان کے علاوہ، دوسرے لوگ میدانِ حشر میں کھڑے اپنا اپنا حساب دے رہے ہوں گے۔ حساب کے بعد خدا کے مقبول بندوں کو بہشت میں اپنے اپنے مقام پر جانے کا حکم ہوگا، جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، بہشتیوں کے لیے بہشت میں ان کی خواہش کے مطابق چیزیں ہوں گی، جن سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ ایسی چیزیں جنھیں دنیا میں کسی نے دیکھا ہوگا، نہ ان کا خیال تک دل میں آیا ہوگا۔ فرمایا "جو لوگ یہ کام کرتے ہیں" اس کا اجر دینے کے لیے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کی خاطر جو اشیاء پوشیدہ رکھی گئی ہیں، ان سے کوئی دل واقف نہیں۔"

دنیا کے حریص، دنیوی دولت اور عظمت کے خواہش مند گریہ وزاری اور رنج و غم میں مبتلا ہوں گے، وہ آخرت کی نعمت سے محروم رہیں گے۔ کیوں کہ یہ لوگ دنیا میں حرام و حلال اور مشتبہ، غرض ہر شے کھا گئے۔ حالانکہ انھیں ان میں فرق بتا دیا گیا تھا، اور یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ بہشت میں تمھارے لیے مکان اور محل بنائے گئے ہیں مگر وہ انھیں نصیب نہ ہوئے، اس لیے کہ انھوں نے خدا کا حق ادا نہ کیا، کافروں کے لیے ہلاکت ہی ہلاکت ہے، ان کے لیے طرح طرح کے عذاب اور قیدیں ہیں، ذلت اور خواری ہے، ہمیشہ کے لیے دوزخ میں قیام ہے۔ جب اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا کے جھنڈے نصب ہوتے ہیں، اس وقت مسلمان اصحاب کو حشر کے علم نظر آتے ہیں، اس وقت ایک پکارنے والا پکارے گا، کہ تمھارے نام خدا کا پروانہ آگیا ہے، اس کی دید کے لیے چلو۔ یہ لوگ جب خدا کی مخلوق کو کہیں جمع دیکھتے ہیں تو ان کی صفوں پر نظر ڈالنے سے انھیں محشر کی صفیں یاد آ جاتی ہیں، جب کہ لوگ جبار و قہار خدا کے حضور کھڑے ہوں گے، وہاں ان کے سب بھید ظاہر ہوں گے۔ جب یہ لوگ

عیدگاہوں سے واپس آکر اپنے اپنے گھروں، مسجدوں یا دکانوں میں جاتے ہیں اس وقت بھی انھیں حشر کا وہی نظارہ دکھائی دیتا ہے جب مخلوق اپنے حقیقی بادشاہ کے حضور میں لائی جائے گی۔ اپنے اعمال کی جزا و سزا پاکر دوزخ یا جنت میں جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "جب قیامت برپا ہوگی لوگ گروہ در گروہ ہو جائیں گے، ان میں سے بعض گروہ بہشت کی طرف جائیں گے اور بعض دوزخ کی طرف۔

دس راتیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

دس راتوں کی فضیلت وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ۔

قسم ہے صبح کی دس راتوں کی، جفت اور طاق کی اور اس رات کی جو گزر جاتی ہے۔ یہ قسمیں عقل مند لوگوں کے لیے ہیں۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ صبح اور رات کے وقت اور جفت اور طاق چیزوں میں فضیلت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول "وَالْفَجْرِ" کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں "فجر سے مراد صبح کی نماز ہے" اور جن دس راتوں کا ذکر آیا ہے، ان سے مراد ذی الحجہ کی دس راتیں ہیں۔ جفت خلق اللہ سے مراد ہے۔ طاق سے وہ ذات مراد ہے، جو وحدہٗ لاشریک ہے (یعنی اللہ) اور "گزری ہوئی رات کی قسم" میں داناؤں کی طرف اشارہ ہے جو عبرت پر دلالت کرتا ہے۔ اس قسم کا جواب یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ تیرا انتظار کرنے والا ہے۔

مختلف توجیہات:۔ مقاتل کہتے ہیں کہ فجر سے مراد نحر کے روز مزدلفہ کی صبح ہے، مذکورہ بالا دس راتیں وہ ہیں، جو عید الضحیٰ کے اوّل میں آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں دس راتیں اس لیے کہا کہ وہ نو دن اور دس راتیں ہیں۔ جفت سے مراد آدمؑ اور حواؑ ہیں، طاق سے اللہ تعالیٰ مراد ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ جس گزشتہ رات کی قسم کھائی گئی، وہ عید کی رات ہے۔ پس اس قول کے مطابق اللہ تعالیٰ نے نحر کی قسم کھائی اور ماہ ذی الحجہ کے دس دنوں کی قسم کھائی، آدمؑ اور حواؑ کی قسم کھائی، اپنی بزرگ ذات کی قسم کھائی، عید الضحیٰ کی رات کی قسم کھائی۔ پھر فرمایا کہ داناؤں کے لیے اس میں عبرت اور عذر کا مقام ہے۔ یعنی صاحبِ شعور لوگوں کے لیے یہ قسمیں کافی ہیں، کیونکہ ان کا رب ان کے انتظار میں ہے۔

بعض کا قول ہے، کہ فجر سے دن مراد ہے، کیوں کہ فجر دن کا اوّل ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں، کہ جس فجر کی خدا نے قسم کھائی ہے اس سے دن مراد ہے جو خاص نحر کا دن ہے۔ عکرمہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چشمے سے جاری پانی کی قسم کھائی زمین کی پیداوار کی قسم کھائی، میوہ دار درختوں کی قسم کھائی۔ بعض کہتے ہیں کہ آں حضرت صلعم کی انگلیوں سے جو پانی جاری ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم کھائی۔ حضرت صالح کی اونٹنی کی قسم کھائی جو پتھر کو پھاڑ کر اس میں سے نکل آئی تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اس پانی کی قسم کھائی جو حضرت موسیٰ کے عصا سے پھوٹ کر جاری ہوا تھا۔ وہ پانی جو پشیمانی اور توبہ کے

وقت گناہ گاروں کی آنکھوں سے جاری ہوتا ہے اللہ تعالےٰ نے قسم کھائی، اللہ تعالےٰ نے مومنوں کے دلوں کی معرفت کی قسم کھائی جیسا کہ فرمایا۔

أَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ — ہم نے مردہ کو ایمان اور معرفت کے نور سے زندہ کیا ہے۔

فرمایا۔

وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ — ان دس راتوں کی قسم۔

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے: اس حضرت صلعم نے فرمایا فجر اور دس راتوں سے مراد عید الضحےٰ کے دس دن ہیں۔ ابن زبیر اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ان سے مراد ذی الحجہ کے دس دن ہیں۔ ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ یہ رمضان کے مہینہ کے آخری دس دن ہیں۔ مجاہد کا بیان ہے کہ یہ دس دن حضرت موسےٰؑ کے عشرہ کے دن ہیں جو تیس دن سے زیادہ ہیں۔ محمد بن جریر طبری فرماتے ہیں کہ مذکورہ عشرہ محرم کا عشرہ ہے۔ شفع اور وتر کا جو قول مذکور ہے اس کے بارے میں قتادہ اور سدی یہی کہتے ہیں کہ شفع جفت کو کہتے ہیں، اور وتر سے مراد اللہ تعالےٰ ہے۔ بعض نے شفع اور وتر سے مراد آدم اور حوا لیا ہے۔ مقاتل بھی یہی کہتے ہیں کہ حضرت آدمؑ پہلے طاق تھے پھر حوا کی وجہ سے جفت ہو گئے۔ بعض اس سے نماز مقصود لیتے ہیں کیوں کہ بعض نمازیں جفت ہیں بعض طاق۔ ربیع بن انس اور ابوالعالیہ کا کہنا ہے کہ طاق اور جفت مغرب کی نماز ہے جس کی دو رکعتیں جفت ہیں اور ایک طاق۔

بعض کا کہنا ہے کہ جفت نحر کا دن ہے کیوں کہ وہ دسواں دن ہے، اور طاق عرفہ کا دن ہے، اس لیے یہ نواں دن ہے۔ بعض کہتے ہیں نحر کے بعد کے دو دن شفع ہیں، ان کے بعد تیسرا دن وتر ہے۔ اللہ تعالےٰ کا قول ہے، "اس رات کی قسم جو گزر جاتی ہے"۔ اس کے متعلق بعض کہتے ہیں کہ گزر جانے سے وہ وقت مراد ہے جب رات کی تاریکی بڑھ جاتی ہے۔ یہ خاص مزدلفہ کی رات ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ وہ وقت ہے جب اللہ کے بندے اس رات میں سیر کرتے ہیں، کیونکہ سرا کے معنی ہیں رات کا چلنا۔ "یہ قسمیں دانا لوگوں کے لیے ہیں" کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ، حسن اور ابورجا کا بیان ہے کہ ذی الحجہ سے ذی علم لوگ مراد ہیں۔ محمد بن کعبؒ کہتے ہیں کہ اس سے صاحبِ دین لوگ مراد ہیں، کیونکہ اس صفت میں خاص صاحبِ دین کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ اس جگہ لفظ هَلْ کے معنی تحقیق کے ہیں۔ اس آیت کے یہ معنی کیے جاتے ہیں کہ فجر کی قسم ہے اور دس راتوں کی قسم ہے اور فجر کے پروردگار کے حق کی قسم ہے، اور راتوں کے پروردگار کی قسم ہے۔ آخر تک یعنی ہر قسم کے پہلے رب کا لفظ مقدور ہے اور اکثر مقام پر ایسا ہی وارد ہوا جیسا کہ فرمایا۔

وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا — آفتاب اور چاشت کی قسم ہے

پھر فرمایا۔

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ — آسمان اور چلنے والے ستاروں کی قسم ہے۔

پھر فرمایا:۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ

برجوں والے آسمان کی قسم ہے۔

علاوہ ازیں اور چیزوں کا جو مالک ہے۔

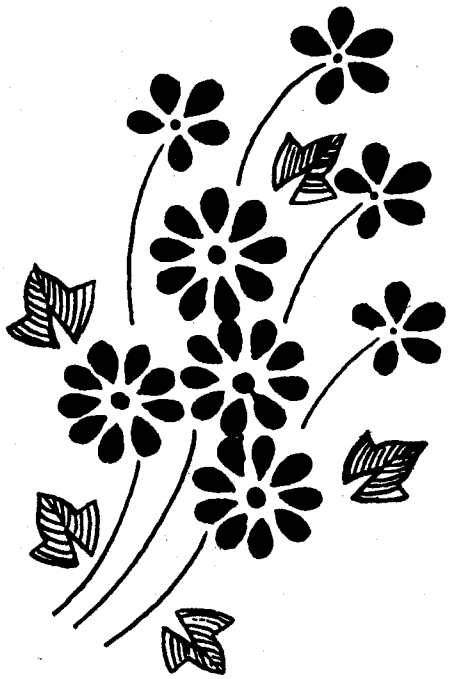

باب ۳۴

عشرۂ ذی الحج۔ پیغمبروں کی دس چیزیں۔ پلصراط کی آٹھ سیڑھیاں

حج کی ایک آیت۔ احرام باندھنا، لبیک کہنا، تروید اور عرفہ۔

عشرۂ ذی الحج

عشرۂ ذی الحج ۱۔ احادیث اور آثار سے جو کرامات ثابت ہوتی ہیں اور جو بزرگوں کی زبانی شرح ہے انھیں شیخ ابوالبرکات نے روایت کیا ہے، شیخ حافظ ابوبکر احمد بن علی ثابت خطیب نے احمد بن احمد ذرقو سے انھوں نے محمد بن عبداللہ شافعی سے، انھوں نے محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمان سے انھوں نے عمر بن عثمان سے انھوں نے ولید بن مبارک سے انھوں نے خالد سے انھوں نے خالد بن مکرم سے اور انھوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ذالحجہ کے عشرے میں توبہ کی، جسے اللہ تعالےٰ نے قبول فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو بھی اسی عشرہ میں اپنی دوستی سے نوازا۔ اسی عشرہ میں انھوں نے مہمانوں کی دعوت میں اپنا مال خرچ کیا۔ اسی عشرہ میں آگ میں ڈالے جانے پر رضامند ہوئے اپنے فرزند کی قربانی کے لیے بھی اسی عشرہ میں رضامند ہوئے چنانچہ ان کی ذات والا صفات پر توکل کا درجہ ختم ہوا۔ اس عشرہ میں حضرت ابراہیمؑ نے کعبہ کی بنیاد رکھی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "کہ ابراہیمؑ نے کعبہ کی بنیاد رکھی اور حضرت اسمٰعیلؑ نے اسے تعمیر کیا۔ حضرت موسےٰ کی دعا کو اللہ تعالےٰ نے اسی عشرہ میں قبولیت بخشی۔ حضرت داؤدؑ کو بھی اسی عشرے میں بخشش عطا کی گئی۔ مہابات کی رات بھی اسی عشرہ میں ہے۔

کہا جاتا ہے "کہ قرآن شریف پہلے پہل اسی عشرہ کی رات میں نازل ہونا شروع ہوا، اس وقت خدا کے محبوب نمازِ فجر کے لیے تیاری فرما رہے تھے۔ بیعتِ رضوان بھی اسی عشرہ میں ہوئی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "اے میرے محبوب! جس وقت کے نیچے تجھ سے بیعت کی گئی، وہ کیکر کا درخت تھا۔ یہ بیعت حدیبیہ کی صلح کے دن ہوئی۔ اس وقت رسولِ خداؐ کے چودہ سو ساتھی وہاں جمع تھے۔ بعض نے (ان کی) تعداد ڈیڑھ ہزار بیان کی ہے۔ ابوالسنان اسدی سب سے پہلے دست تھے جنھوں نے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ اونٹوں کو پانی پلانے کا دن بھی اسی عشرہ میں ہے۔ عرفہ، نحر اور حج اکبر کے دن بھی اسی عشرہ میں آتے ہیں۔

شیخ ابوالبرکات فضل بن محمد سے، وہ احمد علی حافظ سے اور وہ ابوسعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں "کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ ماہ رمضان سب مہینوں کا سردار ہے، باقی مہینوں میں ذوالحج کا مہینہ بزرگی اور حرمت کا مہینہ ہے۔ شیخ ابوالبرکات

فضل بن محمد قصّار اصفہانی سے، وہ ابو سعید حسن بن علی بن سہدان سے وہ ابو عاصم بن طال والیوب سے، وہ ابوزبیر سے اور وہ جابر سے روایت کرتے ہیں کہ دنیا کے تمام دنوں میں ذوالحجہ کے عشرے کے دن زیادہ بزرگ ہیں۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ایام جہاد کی بزرگی ان دنوں کے برابر ہے یا نہیں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں! البتہ اس شخص کی بزرگی کے برابر ہے جس نے اپنا مزہ مٹی سے آلودہ کیا۔

عشرۂ ذی الحجہ کی عبادات:۔ ابوالبرکات قاضی بن ابو مظفر نہاد ابراہیم بخاری نسفی سے اور وہ عطا بن ابی رباح سے راوی ہیں، میں نے حضرت عائشہؓ سے سنا۔ رسولِ خدا کے زمانہ میں ایک شخص کو سردے سے بہت رغبت تھی مگر ذوالحجہ کے مہینہ میں وہ روزہ روزہ رکھتا تھا۔ لوگوں نے اس کا ذکر آنحضرت صلعم سے کیا۔ آپ نے اسے طلب فرمایا اور پوچھا تمھیں کس چیز نے روزہ رکھنے کے لیے مجبور کیا ہے۔ اس نے عرض کیا میرے دل نے مجھ سے کہا کہ حج کرنے والے لوگوں کی دعا اور ثواب کے دن ہیں مجھے بھی ان میں شریک کر چنانچہ میں نے ان میں روزہ رکھنا بہتر خیال کیا۔ تب آنحضرت نے فرمایا تجھے ان روزوں کا ثواب ہر روز کے عدد کے برابر ملے گا۔ اس کے علاوہ ایک سو پچیس (125) غلام آزاد کرنے، سو (100) اونٹ قربان کرنے اور سو (100) گھوڑوں کی سواری کا مزید ثواب ملے گا۔ فرمایا تو دیکھ کے روزے رکھنے کا تجھے اتنا ثواب ملے گا جتنا ایک ہزار غلام آزاد کرنے کا۔ خدا کے راستہ میں ہزار اونٹ قربان کرنے اور ہزار گھوڑوں پر سوار ہونے کا ثواب ہے۔

عرفہ کے دن روزہ رکھنے کا ثواب، دو ہزار غلام آزاد کرنے اور دو ہزار اونٹ قربان کرنے اور دو ہزار گھوڑوں کی سواری کے برابر ملے گا۔ علاوہ ازیں اس سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد روزے رکھنے کا ثواب زائد ملے گا۔

مختلف روایات:۔ شیخ ابوالبرکات سعید بن جبیر سے اور وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کو ایام تشریق کے عمل اس قدر پسند ہیں کہ دوسرے کسی دن کے عمل اتنے پسند نہیں۔ صحابہؓ نے دریافت کیا رسول اللہ! کیا ان کا ثواب جہاد سے بھی زیادہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا، البتہ اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال قربان کر دے تو ان روزوں سے بڑھ کر ہے۔

شیخ ابوالبرکات ابی بکر بن احمد بن علی ثابت حافظ سے آپ جبیر بن خالد خثعمی سے اور آپ حفصہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے چار چیزوں کو کبھی ترک نہیں فرمایا: عشرۂ ذی الحجہ کے روزے، عاشورہ کے روزے، ہر ماہ کے تین روزے یعنی ایام بیض اور فجر کے فرائض سے قبل دو رکعت نماز۔

شیخ ابوالبرکات حمزہ بن میلے بن حسن وراق سے، وہ سعید بن شعیب سے آپ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا کہ کسی اور دن میں عبادت کرنے کا وہ ثواب نہیں جو ذوالحجہ کے پہلے دس دن کے روزوں کا ہے۔ اس عشرہ میں ایک روزہ رکھنے والے کو سال بھر کے روزوں کا ثواب ملتا ہے۔ ایک رات کے قیام کا سال بھر کے قیام کے برابر ثواب ملتا ہے۔

شیخ ابوالبرکات، حسن بصریؒ سے بحوالہ محمد بن منکدر، حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا۔ عشرۂ ذی الحجہ کا ایک روزہ رکھنے والے کو سال بھر کے روزوں کا ثواب ملتا ہے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں، آں حضرتؐ نے فرمایا

کرتے تھے ذی الحجہ کے مہینہ میں رات کو چراغ نہ بجایا کرو! آپؐ اپنے خادموں سے فرمایا کرتے تھے کہ سو جانا، بلکہ جاگتے رہنا چنانچہ عشرہ ذی الحجہ کے دنوں میں آپ عبادت کرنے میں بہت ہی خوشی محسوس کیا کرتے تھے۔

شیخ ابوالبرکات نے شریف ابو عبداللہ محمد بن علی بن یحییٰ مہدی سے بواسطہ ہشام بن عروہ "آپ کے والد" حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے، آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ جو شخص عشرہ ذی الحجہ میں کسی خاص دن میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور رات جاگے تو وہ ایسے ہیں جیسے وہ سال بھر حج ہی کرتا رہا۔ اسی طرح اسے سال بھر کے عمرے کا ثواب بھی ملے گا۔ ان دنوں میں ایک روزہ رکھنے والا ایسے ہے جیسے اس نے تمام عمر اللہ کی عبادت کی ہو۔

شیخ ابوالبرکات، محمد بن عبدالعزیز شاہ سے، وہ جعفر بن حسن سے، وہ اپنے والد محمد سے، ..... وہ اپنے والد علی بن حسین بن زین العابدین سے، وہ اپنے والد حضرت امام حسینؓ سے اور وہ اپنے پدر بزرگوار حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں" آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ذی الحجہ کا مہینہ آنے پر عبادت میں لگ جایا کرو کیوں کہ اس ماہ کے روزے خدا کے نزدیک بہت افضل ہیں اور جس طرح اس مہینہ کے دنوں کو بزرگی حاصل ہے اسی طرح اس ماہ کی راتوں کو بھی بزرگی حاصل ہے۔

ترکیب نماز:- اگر کوئی شخص عشرہ کی دس راتوں میں سے کسی ایک رات کے آخری حصہ میں چار رکعت نماز ادا کرے، ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، ایک بار معوذتین تین تین بار سورۂ اخلاص اور تین بار آیۃ الکرسی پڑھے، پھر نماز سے فارغ ہو کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور کہے:-

سُبْحٰنَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحٰنَ ذِی الْقُدْرَةِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحٰنَ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعِبَادِ وَالْبِلَادِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَكًا عَلٰی كُلِّ حَالٍ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِیْرًا رَبَّنَا جَلَّ جَلَالُهٗ وَقُدْرَتُهٗ بِكُلِّ مَكَانٍ

اللہ تعالیٰ پاک، بزرگ و صاحب جبروت اور صاحب قدرت ہے وہ مالک الملک ہے وہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ اسے موت نہیں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی پیدا کرتا ہے اور مارتا ہے۔ خدا سے موت نہیں وہ مومن اور مشرک دونوں کا پالنے والا ہے۔ سب حمد و ثنا اسی کے لیے کیونکہ وہ ہر طرح پاک اور مبارک ہے وہ بڑا بزرگ اور برتر ہے، ہر کون و مکان میں اس کی قدرت ہے، اس کا علم ہر جگہ محیط ہے۔

تو اس دعا کے پڑھنے کے بعد وہ جو چیز طلب کرے گا اللہ تعالیٰ عطا کرے گا، اور اس کا اجر دے گا۔ اس عبادت کے طفیل اللہ اسے حج بیت اللہ، رسول خداؐ کے روضے کی زیارت اور اللہ کے راستے میں جہاد کا ثواب عطا کرتا ہے، نیک کام کے لیے جو دعا کرے گا، وہ قبول ہوگی۔

نفلوں کا ثواب:- اگر اس عشرے میں ہر رات کو مذکورہ نفل ادا کرے، تو اللہ تعالیٰ اسے بہشت میں داخل کرے گا۔ اس کی تمام خطائیں معاف کر دے گا، بلکہ اسے کہا جاتا ہے کہ اب تم نئے سرے سے عمل کرو، اس لیے کہ تم بالکل کورے اور پاک صاف ہو گئے ہو۔

جو شخص عرفہ کے دن روزہ رکھ کر رات میں یہی نماز پڑھے تو جو نیک دعا مانگے گا قبول ہوگی۔ گناہوں کی معافی چاہے گا تو

معافی مل جائے گی۔ اس کے بعد خدائے تعالےٰ اپنے فرشتوں سے کہتا ہے، تم گواہ رہنا میں نے اس بندے کو بخش دیا۔ اور اسے بیت اللہ کے حج کرنے والوں میں شامل کر لیا۔ پھر اللہ تعالےٰ اس بندے کو جو کچھ مرحمت کرنا چاہتا ہے، فرشتے اس بندے کو اس بارے میں خوشخبری دیتے ہیں۔

پیغمبروں کے دس فرائض

حضرت آدم علیہ السلام کے فرائض:- دس باتیں پانچ پیغمبروں کے لیے ہیں، ایک بار حضرت آدم علیہ السلام سو رہے تھے، کہ ان کی بائیں پسلی سے خداوند عالم نے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا۔ پیدا ہونے پر آپ نے حضرت حوا کو اپنے پاس بیٹھا دیکھا تو پوچھا تم کس لیے ہو؟ انھوں نے جواب دیا۔ میں تمھارے ہی لیے ہوں۔ جب آدم نے پوچھا اے اللہ! اس کا مہر کیا ہے؟ ارشاد ہوا اس کا مہر یہ ہے کہ تم خاتم النبیین پر درود بھیجو۔

حضرت ابراہیمؑ کے فرائض:- دوسرے دس امور کا تعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے: "جب اللہ نے ابراہیمؑ کو چند حکموں سے آزمایا۔ تو انھوں نے اسے پورا کر دیا" یہ دس چیزیں دس سنتیں ہیں، پانچ کا تعلق سر سے ہے یعنی سر کے بالوں میں مانگ نکالنا، مونچھیں کترانا، مسواک کرنا، کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا۔ باقی پانچ چیزوں کا تعلق سارے جسم سے ہے۔ یعنی ناخن کٹوانا، زیر ناف بالوں کا صاف کرنا، بغلوں کے بال صاف کرنا، ختنہ کرانا (دونوں) انگلیوں کا خلال کرنا۔

حضرت ابراہیمؑ نے یہ سنتیں ادا کیں" تو اللہ تعالےٰ نے انھیں اپنی دوستی کا خلعت مرحمت فرمایا۔ ارشاد ہوتا ہے "اور اللہ نے ابراہیمؑ کو دوست بنایا۔"

حضرت شعیبؑ کی دس چیزیں:- دس امور حضرت شعیبؑ سے متعلق ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "تو نے دس سال پورے کیے تو تیری جانب سے احسان ہے۔" یہ اس قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے حضرت شعیب کی دس سال تک خدمت کی اور اس خدمت کا صلہ حضرت شعیبؑ کی لڑکی کا مہر قرار پایا۔ یہ لڑکی حضرت موسیٰ کے نکاح میں آئی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت شعیبؑ دس سال تک روتے رہے" یہاں تک کہ ان کی بینائی زائل ہو گئی۔ پھر اللہ تعالےٰ نے ان کی بینائی بحال کر دی اور وحی بھیجی کہ اے شعیب! اگر تو دوزخ کے خوف سے روتا رہا ہے تو اب اس سے بے خوف ہو جا اور اگر جنت کی خواہش میں روتا ہے تو ہم تجھے ضرور عنایت کریں گے۔ اگر تو میری رضا کے لیے رویا ہے تو میں تجھ سے راضی ہوں حضرت شعیبؑ نے جبرئیلؑ سے کہا، کہ میں نہ بہشت کی خواہش کے لیے رویا ہوں نہ دوزخ کے خوف سے۔ میرا رونا صرف محبوب حقیقی کے دیدار کے لیے تھا۔ تب آواز آئی، اے شعیب! تو حق کے لیے رویا، اس لیے اور بھی جتنا روسکتا ہے رو۔ اللہ تعالےٰ نے انھیں یہ صلہ دیا کہ موسےٰ جیسے بلند مرتبت پیغمبر نے دس سال تک ان کی خدمت کی۔ یہ مرتبہ صرف اس لیے ملا کہ انھوں نے اپنے پروردگار کی محبت میں گریہ وزاری کی چنانچہ اللہ تعالےٰ نے انھیں کرامات عطا فرمائیں۔ انھیں بلند درجہ دیا اور اپنا قرب بخشا۔ اپنے دیدار کی نعمت دی اور ایسی ایسی نعمتیں عطا فرمائیں جنھیں نہ آنکھیں دیکھ سکتی ہیں، نہ کان سن سکتے ہیں۔ نہ ہی کسی انسان کے دل میں ان کا خیال

آیا ہے۔

دس چیزوں کا تعلق حضرت موسٰے سے ہے۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے:

حضرت موسٰی کی دس چیزیں:- وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ۔ ہم نے موسٰے سے تیس راتوں کا وعدہ فرمایا اور دس اور بڑھا کر اپنے وعدے کو پورا کیا۔"

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالٰے نے حضرت موسٰی سے وعدہ فرمایا تھا میں تم سے کچھ باتیں کروں گا۔ پھر اللہ تعالٰے نے آپ پر تورات نازل فرمائی۔ پھر موسٰی نے تیس روزے رکھے۔ یہ ذی الحج کا مہینہ تھا۔ بعض کہتے ہیں یہ ذی قعدہ کا مہینہ تھا۔ حضرت موسٰے نے مناجات کا ارادہ کیا تو اپنے منہ میں زیتون کا ٹکڑا رکھ لیا تاکہ منہ سے بُو نہ آئے خوشبو آئے۔ اسی لیے اللہ تعالٰے فرماتا ہے، کہ روزہ دار کے منہ کی بُو میرے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بہتر ہے۔

یوم عاشورہ:- بعدازاں حضرت موسٰے کو حکم ملا۔ کہ ماہ محرم میں دس روزے رکھو! ان کا آخری روزہ عشرے کا ہے جسے یوم عاشورہ کہا گیا ہے۔ جو ذی قعدہ کے قائل ہیں، ان کے قول کے مطابق یہ روزے ذوالحج ہی میں آتے ہیں۔ پھر اللہ تعالٰے نے حضرت موسٰے کو اپنے پاس بلا کر اپنے قرب کا شرف بخشا۔ انھیں اپنی ہم کلامی سے عزت دی۔ ارشاد ہوتا ہے:"

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا جب موسٰے وقت مقررہ پر آیا۔

دس چیزیں آں حضرتؐ کے لیے مخصوص ہیں، اللہ تعالٰے فرماتا ہے۔

آنحضرت صلعم کی دس چیزیں:- وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ فجر کی قسم ہے اور دس راتوں کی قسم ہے۔

جو ذوالحجہ کا عشرہ ہے اور جس کا بیان پہلے آچکا ہے۔

عشرۂ ذی الحج کا ثواب:- فرمایا۔ کہ جو شخص عشرہ ذی الحجہ کی بزرگی کے باعث ان کی عزت کرے، اسے اللہ تعالٰے کی طرف سے دس اجر دیئے جاتے ہیں، اس کی عمر اور مال میں برکت ہوتی ہے۔ اس کے اہل، اللہ تعالٰی کی حفاظت میں آجاتے ہیں۔ اس کی برائیوں کا کفارہ ادا ہوتا ہے، نیکیاں دگنی کر دی جاتی ہیں۔ اس پر موت کی سختی آسان اور قبر روشن کر دی جاتی ہے۔ عاشورہ کے دن اس کی نیکیوں کے پلڑے کو بھاری کر دیا جاتا ہے۔ دوزخ سے نجات پاتا ہے، بہشت میں بڑے درجے حاصل ہوتے ہیں۔

عشرۂ ذی الحج میں صدقہ دینے یعنی غریبوں کو مال دے کر ان کی مدد کرنے کا مقصد یہ ہوگا، جیسے وہ سب انبیاءؑ اور رسولوں کو صدقہ دیتا ہے۔ ان ایام میں کوئی شخص کسی بیمار کی تیمارداری کرے تو گویا اس نے خدا کے مقبول دوستوں اور اولیاء اللہ کی بیمار پرسی کی۔ کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ جانا شہید کے جنازے کے ساتھ جانے کے برابر ہے، جو ان دنوں میں کسی محتاج کو کپڑا دے اسے بہشتی حلہ عنایت کیا جائے گا۔ جو کسی یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کرے، اللہ تعالٰے اسے اپنے عرش کے زیر سایہ جگہ دے گا۔ جو شخص کسی علمی اور دینی مجلس میں جائے، وہ گویا نبیوں اور رسولوں کی مجلس میں گیا۔

حضرت آدم کا واقعہ:- وہب بن منبہ فرماتے ہیں جب آدمؑ کو زمین پر اتارا گیا تو وہ اپنے گناہ پر چھ دن تک روتے رہے۔ ساتویں دن ان پر وحی بھیجی گئی (حضرت آدمؑ اس وقت سر جھکائے غمگین بیٹھے تھے) صاحب وحی نے کہا

اے آدم! اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، تو اس وقت مصیبت اور غم میں ہے۔ آپ نے جواب دیا میری مصیبت بڑی عظیم ہے، کیوں کہ میرے گناہوں نے مجھے گھیر لیا۔ سعادت حاصل ہونے کے بعد مجھے ذلت و خواری حاصل ہوئی۔ عالم جاودانی سے مجھے عالم فانی میں بھیج دیا گیا۔ ایسی حالت میں میں کیسے گریہ وزاری نہ کروں۔

صاحب وحی نے فرمایا۔ اے آدم! خدا فرماتا ہے، کیا میں نے تجھے اپنی ذات کے لیے پیدا نہیں کیا اور ساری مخلوق میں تجھے افضل اور برگزیدہ نہیں بنایا؟ تجھے سجدہ نہیں کرایا۔ تم یہ بھی جانتے ہو میری رحمت اور میری بزرگی بے انتہا ہے۔ تو نے میری نافرمانی کی اور عہد سے منحرف ہوگیا۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم اگر ساری زمین ایسے لوگوں سے بھری ہو جو دن رات میری عبادت کریں، لحظہ بھر کے لیے بھی میری یاد سے غافل نہ ہوں، پھر بھی اگر ان سے گناہ سرزد ہو جائے، تو میں انھیں گنہگاروں کا درجہ دوں گا۔

روایت ہے کہ جب آدمؑ نے اللہ تعالےٰ کے اس عتاب کی باتیں سنیں تو تین سال تک ہندوستان کے ایک پہاڑ پر گریہ وزاری کرتے رہے۔ حتیٰ کہ ان کے آنسوؤں سے پہاڑوں پر نہریں جاری ہوگئیں۔ ان آنسوؤں کے پانی سے ایسے درخت پیدا ہوئے جو خوشبودار تھے۔ پھر جبرئیلؑ نے آپ سے کہا اے آدمؑ! اب آپ خانہ کعبہ میں جائیں، وہ اللہ کا گھر ہے وہاں جاکر عشرہ ذی الحجہ کا انتظار کریں۔ عشرہ ذی الحجہ آجائے" تو اللہ کی جناب میں توبہ کریں۔ ممکن ہے آپ کی توبہ قبول ہو جائے اور خدائے تعالےٰ کو آپ کی عاجزی پر رحم آجائے۔

حضرت آدمؑ یہ خوشخبری سن کر خوش ہوئے اور فوراً خانہ کعبہ کی جانب چل دیے، جہاں آپ کا قدم پڑتا وہ جگہ آباد ہو جاتی تھی۔ آپ کے دونوں قدموں کے درمیان دو سو کوس کا فاصلہ تھا۔ آپ بڑی تیزی سے خانہ کعبہ پہنچ گئے۔ ہفتہ بھر خانہ کعبہ کا طواف کرتے اور روتے رہے یہاں تک کہ آنسوؤں کے پانی سے گھٹنوں تک پانی ہی پانی ہوگیا، جیسے سیلاب۔ آدمؑ نے کہا اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں تجھے پاکی سے یاد کرتا اور تیری ثنا بیان کرتا ہوں۔ میں نے بدی کرکے اپنی جان پر ظلم کیا، اب مجھے بخش دے کیوں کہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔ تو ہی بخشش اور رحم کرنے والا ہے۔

تب اللہ تعالےٰ نے حضرت آدمؑ کی طرف نظر کی اور فرمایا، اے آدمؑ! مجھے تیری ضعیفی پر رحم آگیا، تیری توبہ قبول کرلی گئی۔ میں نے تیرے گناہ معاف کر دیے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، کہ آدمؑ نے اپنے مالک اور خالق کے چند کلمات یاد کیے یعنی اللہ کی بارگاہ میں آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی۔

آدمؑ نے اسی عشرہ میں اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع اور توبہ کی۔ عشرے کی برکت سے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول کرلی گئی۔ اس سے نتیجہ:- معلوم ہوا کہ جو شخص نفسانی حرص و خواہش کی بنا پر اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کر بیٹھے اور نفس امارہ کی فرمانبرداری کرلی، وہ اگر عبادت میں مشغول ہو جائے تو اللہ تعالےٰ اس پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے، جس طرح اس نے آدمؑ پر رحمت نازل کی۔ اس کے تمام گناہ معاف کر دیے۔ ایسے شخص کی برائیاں بھی نیکیوں سے بدل دی جاتی ہیں۔

پل صراط کی آٹھ سیڑھیاں!

اللہ تعالیٰ کی قسم اور سیڑھیاں!۔ خدا تعالیٰ نے فجر، دس راتوں اور جفت اور طاق کی قسم کھائی ہے۔ اس رات کی قسم بھی کھائی ہے جو گزر جاتی ہے۔ "اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ" تک یعنی بلاشبہ تیرا پروردگار گھات میں ہے۔ دوزخ کے پل کی یہ آٹھ سیڑھیاں ہیں۔ جب آدمی پل صراط سے گزرتے وقت پہلی سیڑھی پر آئے گا تو اس کے ایمان کا وہاں حال پوچھا جائے گا۔ اگر وہ مومن ہوا تو نجات پائے گا۔ ورنہ دوزخ میں گر جائے گا۔ دوسری سیڑھی پر اس سے وضو اور نماز کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اگر اس کے سجدے اور رکوع مکمل ہوں گے تو نجات پائے گا۔ تیسری سیڑھی پر زکوٰۃ کے بارے میں دریافت کیا جائے گا۔ اگر زکوٰۃ دینے والا ہوگا، تو نجات پائے گا۔ چوتھی سیڑھی پر روزے کے بارے میں پوچھا جائے گا، اگر سب روزے رکھے ہوں گے تو نجات پائے گا۔ پانچویں سیڑھی پر حج اور عمرہ کے بارے میں پوچھا جائے گا، اگر یہ فرض ادا کیا ہوگا تو نجات پائے گا۔ چھٹی سیڑھی پر امانت اور دیانت کی بابت پوچھا جائے گا، اگر امانت دار اور دیانت دار ہوگا، تو نجات پائے گا۔ ساتویں سیڑھی پر دیکھا جائے گا کہ غیبت، جھوٹ یا سخن چینی سے بچتا رہا یا نہیں۔ اگر بچتا رہا تو نجات پائے گا ورنہ دوزخ میں گرا دیا جائے گا۔

حج کی ایک آیت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

سورۂ حج کی آیات اور ان کا مطلب!۔ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا — لوگوں کو حج کرنے کے لیے اعلان کر دو کہ وہ تیرے پاس پاپیادہ اور سوار ہو کر آئیں۔

یہ سورۂ حج کی آیت ہے جو قرآن کریم کی عجائب سورتوں میں سے ہے۔ اس میں بعض آیات مکی ہیں، بعض مدنی، بعض حضری ہیں، بعض لیلی اور بعض نہاری۔ اس میں ناسخ اور منسوخ دونوں قسم کی آیات ہیں۔ پانچ آیتیں لیلی ہیں، چھ سے نو تک نہاری۔ پندرہ سے انیس تک مدنی اور انتیس آیات کے بعد کی آیات ہیں۔ بیس آیات حضری اور باقی سفری ہیں۔ مدینہ کے قرب کی وجہ سے مدنی کہلاتی ہیں۔ اور سورۂ مدینہ کی طرف منسوب ہیں اور ناسخ۔ قولہ تعالیٰ۔ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ ..... الخ (جو لوگ مقاتلہ کرتے ہیں انھیں حکم ہوا) تین آیات۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ — اور ہم نے پہلے تجھ سے کوئی رسول اور پیغمبر نہیں بھیجا۔

مگر اس آیت کو منسوخ کر دیا گیا۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى — عنقریب میں تجھے پڑھا دوں گا اور تم اسے بھول نہ جاؤ گے

اللہ تعالیٰ کا دوسرا ارشاد یہ ہے۔

اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا — جس امر میں وہ اختلاف کرتے تھے کہ قیامت کے دن

كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ — اللہ تعالیٰ ان کے درمیان حکم کرے گا۔"

اور جب سیف کی آیت نازل ہوئی تو اس سے وہ منسوخ ہو گئی اور تمہیری آیت یہ ہے

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ — خدا کی راہ میں تم ایسی کوشش کرو، جیسا کوشش کرنے کا حق ہے۔

تو یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے منسوخ ہے، جس قدر تم میں طاقت ہے اسی قدر خدا کا خوف کرو۔" پھر ارشاد فرمایا "لوگوں کو حج کرنے کا حکم دو" یعنی اے ابراہیمؑ! اپنی اولاد اور ایمان دار آدمیوں کو حج کے لیے پکارو تاکہ وہ پیادہ اور سوار ہو کر تمہارے پاس آئیں، جو شخص ضعیف اور کمزور ہو گا، وہ دور دراز ممالک سے اونٹوں پر سوار ہو کر تمہارے پاس پہنچے گا۔ حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے "جب خانہ کعبہ کی عمارت سے فارغ ہوئے تو کہا یا اللہ! اس گھر کی خواہش کرنے والا کون ہے۔" اللہ تعالیٰ کی جناب سے حکم ہوا کہ لوگوں کو حج کرنے کی ہدایت کرو! چنانچہ یہ سن کر حضرت ابراہیمؑ فوراً بوقبیس پہاڑ پر چڑھ گئے اور صفا پہاڑی پر جو اس پہاڑ کی جڑ ہے کھڑے ہو گئے، پھر بلند آواز سے پکارا، اے لوگو! اللہ کا حکم مانو وہ تمہیں حج کرنے کا حکم دیتا ہے۔ یہ آواز ایک مومن مرد اور ایک مومن عورت نے سن لی، اور بھی سارے لوگوں نے یہ آواز سن لی، یہاں تک کہ مردوں کی پشت میں اور عورتوں کے رحم کے اندر رہنے والوں کے کانوں نے بھی اس آواز کو سن لیا۔ غرض حضرت ابراہیمؑ کی آواز سب نے سن لی۔ حج کے دن اس کا جواب یہ تلبیہ ہے اور آپ نے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے پکارا تھا جس پر سب نے لبیک کہا جس جس نے آپ کی یہ پکار سن لی ہے وہ حج کے بغیر دنیا سے نہیں جا سکتا۔

احرام اور لبیک وغیرہ

احرام کا ثواب:- مجاہد، ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار ہم رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر تھے، کہ یمن سے کچھ لوگ آئے، اور آں حضرت صلعم کی خدمت میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہم کو حج کی بزرگی اور فضیلت سے آگاہ فرمائیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص حج یا عمرہ کے ارادہ سے گھر سے نکلے تو ہر قدم پر اسے اتنی تعداد میں ثواب ملتا ہے جتنی تعداد میں ہوا سے درخت کے پتے گرتے ہیں، پھر جب وہ مدینہ میں آکر مجھے سلام کرتا ہے یا مجھ سے مصافحہ کرتا ہے، تو اس دن فرشتے بھی اس سے مصافحہ کرتے ہیں اور اسے سلام کہتے ہیں۔ جب وہ ملیفہ پر پہنچ کر غسل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے سب گناہوں سے پاک کر دیتا ہے جب وہ نئے کپڑے پہنتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے از سر نو نیکیاں عنایت کرتا ہے۔ جب وہ لبیک کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ میں نے تیری آواز سن لی اور تیری طرف توجہ کی۔ پھر جب وہ مکہ معظمہ میں داخل ہو کر طواف کرتا ہے، صفا اور مروہ کے درمیان دوڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بے حد نیکیاں عطا کرتا ہے۔ جب عرفات میں کھڑا ہو کر اونچی آواز سے اپنی حاجت بیان کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ (اس بندے کی عبودیت پر) فخر کرتا ہے اور سات آسمانوں کے رہنے والوں سے فرماتا ہے تم میرے بندوں کی طرف دیکھتے ہو جو دور دراز سے آتے ہیں، ان کے بال منتشر اور گرد آلود ہیں۔ یہ لوگ اپنا مال خرچ کر کے اور تکلیف اٹھا کر آئے ہیں، مجھے اپنے کرم اور جلال کی قسم ان میں سے جو لوگ نیک ہیں میں ان کی طفیل ان میں بدکاروں کو بھی بخش دوں گا، انھیں گناہوں سے اس طرح پاک صاف کر دوں گا گویا یہ ابھی پیدا ہوئے ہیں۔

جب یہ لوگ سنگریزے پھینکتے اور سر منڈا دیتے ہیں" پھر بیت اللہ کی زیارت کے لیے جاتے ہیں" تو عرش کے نیچے سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے۔ تم لوگ اب اپنے گھروں کو واپس جا سکتے ہو، میں نے تمہارے سب پچھلے گناہ معاف کر دیئے۔ اب آئندہ کے لیے نیک کام کرو!

ایک اعرابی کا واقعہ:- روایت ہے کہ ایک اعرابی نے آں حضرت صلعم کی خدمت میں عرض کیا میں حج کی نیت سے گھر سے نکلا، مگر افسوس یہ موقع ہاتھ سے جاتا رہا۔ حج قضا ہو گیا اور میں محروم رہا، اب کیا کروں؟ اگر میں حج کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں تو کیا مجھے ثواب ملے گا؟ آپؐ نے جواب دیا تم ابوقبیس پہاڑ کی جانب دیکھو، اگر یہ سارا سونا بن جائے اور تجھے مل جائے تو اس تمام سونے کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دو مگر اس کے باوجود تمہیں وہ ثواب نہیں مل سکتا جو حاجیوں کو مل سکتا ہے۔ اس کے بعد آں حضرتؐ نے فرمایا جب کوئی شخص حج پر جاتے وقت ساتھ لے جانے والی چیزوں کو اٹھاتا اور رکھتا ہے تو اس کی ہر نقل و حرکت پر اللہ تعالےٰ اسے دس نیکیاں عطا کرتا ہے اور اس کی دس برائیاں معاف کر دیتا ہے، اس کے دس درجے بلند کر دیئے جاتے ہیں۔

جب وہ سوار ہو کر نکلتا ہے" تو اس کی سواری کے ہر قدم پر بھی اسے وہی ثواب ملتا ہے، جو چیزوں کے اٹھائے رکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ جب کعبۃ اللہ کا طواف کرتا ہے تو تمام گناہوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ جب صفا اور مروہ میں دوڑتا ہے تو خدا تعالےٰ اس کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔ عرفات میں کھڑا ہونے سے بھی اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ شعر الحرام میں کھڑا ہونے سے بھی سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، جب سنگریزے مارنے کی سنت ادا کرتا ہے، تب بھی اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضورؐ نے ایک اعرابی سے پوچھا، کیا تو چاہتا ہے کہ حاجیوں کے درجہ تک پہنچ جائے۔ مطلب یہ تھا کہ تو حاجی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت علیؓ کی حدیث:- حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں، ایک دفعہ میں آں حضرت صلعم کے ہمراہ بیت الحرام کا طواف کر رہا تھا، اس اثنا میں میں نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ! یہ گھر کیسا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اے علی! خدا نے اس گھر کی بنیاد دنیا میں اس لیے رکھی ہے، کہ اس میں میری امت کے گناہوں کا کفارہ ہے، پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ حجر اسود کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ ایک جوہر ہے جب اسے بہشت سے لایا گیا تو اس کی روشنی آفتاب سے زیادہ چمک دار تھی مگر مشرکین کے چھونے سے اس کی وہ رنگت نہ رہی بلکہ یہ سیاہ ہو گیا۔

ایک روایت:- حضرت ابن ابی ملیکہ نے "عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ بیت الحرام پر اللہ تعالےٰ روزانہ ایک سو بیس رحمتیں نازل کرتا ہے، ساٹھ ان کے لئے ہیں جو اس گھر کا طواف کرتے ہیں اور چالیس ان کے لیے جو خانہ کعبہ کے قریب اعتکاف میں بیٹھتے ہیں اور بیس ان کو ملتی ہیں جو کعبہ کی طرف صرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں۔

حجر اسود:- زہری نے سعید بن مسیب سے، آپ نے عمر بن ابی سلمہ سے روایت کی ہے۔ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ خدا تعالےٰ کا ارشاد ہے، جس شخص کو میں نے تین سال تک تندرست رکھا اور اس کی عمر دراز کی پھر وہ خانہ کعبہ کی زیارت نہ کر سکے تو وہ

محروم ہے۔ ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں، میں نے حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت کے شروع میں ان کے ساتھ حج کیا آپ مسجد میں آئے اور حجرِ اسود کے سامنے کھڑے ہو گئے اور اس سے خطاب کیا کہ تو ہر صورت میں پتھر ہی ہے، نہ تجھ سے کسی کو فائدہ پہنچ سکتا ہے نہ نقصان، مگر چونکہ میں نے دیکھا تھا کہ رسول اللہ نے تجھے بوسہ دیا، اس لیے میں بھی تجھے چومتا ہوں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا اے امیر المومنین! ایسا نہ کہیں! یہ پتھر ضرر بھی دے سکتا ہے، اور نفع بھی مگر نفع نقصان سب اللہ کے اختیار میں ہے، اگر آپ قرآن مجید پڑھے ہوتے اور اس میں جو کچھ لکھا ہے اسے سمجھتے تو ہمارے سامنے ایسی بات نہ کہتے۔ حضرت عمر نے فرمایا اے ابو الحسن! آپ ہی فرمادیں، قرآن مجید میں اس کی کیا تعریف ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ جب اللہ تعالےٰ نے آدمؑ کی پیٹھ سے اولاد پیدا کی تو انھیں اپنی جانوں پر گواہ بنایا اور پوچھا۔ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں؟ جواب میں سب نے عرض کیا یا اللہ! تو ہی ہمارا خالق ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے اقرار کو لکھ لیا۔ پھر پتھر کو بلایا۔ اور دس صحیفے امانت کے طور پر پتھر کے پیٹ میں رکھ دیئے۔ یہ وہی پتھر اللہ کا امین ہے، تاکہ قیامت کے دن گواہی دے سکے، کہ اس نے یہ وعدہ سنا تھا یا نہیں۔

تب حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اے ابو الحسن! فی الواقع اللہ تعالےٰ نے تمہارے سینے کو اسرار و رموز کا خزینہ بنایا ہے۔

عمرہ کا ثواب:۔ حضرت ابو صالح نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ عمرہ کرنے والوں کی نیک دعا اللہ تعالےٰ قبول فرماتا ہے جو کچھ مانگتے ہیں، انھیں عطا ہوتا ہے، اگر گناہوں کی بخشش چاہیں تو مل جاتی ہے، مگر مجاہد کہتے ہیں، کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے اللہ! حاجیوں کو بخش دے اور جسے وہ چاہتے ہیں انھیں بھی بخش دے! چنانچہ حضرت حسن روایت کرتے ہیں کہ حاجیوں سے فرشتے ملاقات کرتے ہیں، جو حاجی اونٹ پر سوار ہوتے ہیں، انھیں سلام کرتے ہیں۔ جو خچروں یا گدھوں پر سوار ہوتے ہیں ان سے مصافحہ کرتے ہیں اور جو پیادہ ہوتے ہیں ان سے گلے ملتے ہیں۔

ضحاک فرماتے ہیں رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص جہاد کے ارادہ سے گھر سے نکلے مگر جنگ کرنے سے پہلے ہی اپنی سواری سے گر جائے، کوئی زہریلا جانور اسے کاٹ کھائے یا کسی اور بیماری سے مر جائے تو وہ شہید ہوتا ہے۔

کوئی مسلمان زیارتِ خانۂ کعبہ کے خیال سے گھر سے نکلے، مگر راستہ ہی میں مر جائے، تو خدا تعالےٰ اسے بہشت میں داخل کرے گا۔

مزید دو اثنیں:۔ ابو سفیان بن عیینہ ابی زناد سے، وہ عارف سے اور وہ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ اگر کوئی مسلمان بیت اللہ کا حج کرے، پھر گناہوں سے محفوظ رہے تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوتا ہے جیسے نوزائیدہ بچہ۔ پھر فرمایا ایک حج سے تین آدمی بہشت میں جاتے ہیں، حج کی وصیت کرنے والا، وصیت کو جاری رکھنے والا، تیسرا وہ جو اس وصیت کے مطابق حج کرتا ہے۔ جہاد کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔

علی بن عبد العزیزؒ سے روایت ہے کہ ایک بار مجھے ابو عبیدہ قاسم بن سلام کے ساتھ سفر میں شریک ہونے کا اتفاق ہوا۔ جب موقف کی طرف آیا تو جبلِ رحمت کی طرف پھر گیا۔ طہارت کرنے کے بعد پھر وہاں سے چلا، پھر خیال آیا میں اپنا خرچ پہاڑ کے پاس بھول آیا ہوں۔ جب زمین میں آیا تو ابو عبیدہ نے مجھ سے کہا۔ کہ میرے لیے کچھ مکھن اور کھجوریں خرید لاؤ۔

جب میں نے انھیں خریدنے کا ارادہ کیا تو خیال آیا کہ میں تو خرچ وہیں بھول آیا ہوں۔ چنانچہ پھر پہاڑ کی جانب روانہ ہوا، اور جب اس جگہ پہنچا جہاں میرا خرچ رکھا تھا تو خرچ وہیں پڑا مل گیا، میں نے اسے اٹھا لایا۔ واپسی پر اس وادی میں میں نے جنگلی سوروں اور بندروں کا ایک گروہ دیکھا، میں ان سے ڈرا مگر چلتا رہا۔ کسی جانور نے میری طرف نظر نہ کی، اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہے، جمع ہونے پر میں ابو عبیدہؓ کے پاس گیا اور ان سے سارا ماجرا کہہ دیا، بندروں اور سوروں کا سارا واقعہ سنایا۔ انھوں نے سن کر کہا، کہ یہ جانور جو تم نے دیکھے ہیں بنی آدم کے گناہ ہیں جنھیں انھوں نے چھوڑ دیا ہے۔

ترویہ اور عرفہ

ترویہ نام:- ترویہ اس دن کے نام کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ یہ ماہ ذی الحجہ کا آٹھواں دن ہے۔ اس روز لوگ مکہ سے نکل کر منیٰ جاتے ہیں اور آبِ زمزم سے سیر ہوتے ہیں، اس لیے اسے ترویہ کا نام دیا گیا ہے۔ ترویہ کا لفظی وزن تفعلہ ہے اہلِ عرب پانی پینے پلانے کو ارتواء کہتے ہیں۔

بعض کے نزدیک اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے، کہ حضرت ابراہیمؑ کو اس دن کی رات کو خواب آیا تھا، کہ وہ اپنے فرزند کو ذبح کر رہے ہیں۔ مگر صبح ہونے پر فکر ہوئی کہ یہ خواب شیطان نے ان کے دل میں نہ ڈالا ہو۔ وہ اسی فکر میں تھے، کہ عرفہ کا دن آگیا۔ اس دن اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ جو حکم تمھیں دیا گیا ہے اسے بجا لاؤ۔ یہ خواب شیطان کی طرف سے نہیں، بلکہ تمھارے دوست کی طرف سے ہے، چنانچہ اس دن کا نام عرفہ کا دن یعنی ترویہ رکھا گیا۔

احکامِ الٰہی:- اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ لوگوں کو حج کی دعوت دو۔ یہ دعوت چار قسم کی ہوا، ایک تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو دعوت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "خدا سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے"۔ اس کا مطلب یہ ہے، کہ تکلیف کی سرائے سے تشریف اور غیب کی سرائے کی طرف دعوت دیتا ہے۔ مشاہدے کی سرائے کی طرف اور فانی سرائے سے ہمیشہ کے لیے رہنے والی سرائے کی طرف۔ اللہ تعالیٰ اس سرائے سے بلاتا ہے، جس کے پہلے رونا ہے، درمیان میں رنج و غم اور آخر میں فنا ہے جس طرف بلاتا ہے، اس کے اول عطا ہے، درمیان رضا اور آخر میں اللہ کی لقاء

دوسری دعوت پیغمبرِ خدا کی ہے، جو دینِ اسلام کی طرف بلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔ لوگوں کو اپنے رب کے راہ کی طرف حکمت آمیز کلمات سے بلاؤ اور اس میں پسندیدہ حکمتیں ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا پیغمبر سیدھی راہ کی طرف دعوت دیتا ہے، جیسا کہ آپ نے فرمایا، میں تو ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہوں، مگر صرف ہدایت کے لیے ہمراہی کرنا میرے اختیار میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جسے دوست رکھتا ہے اُسے تو سیدھا راستہ نہیں دکھا سکتا۔۔۔۔ مگر اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

رسولِ خداؐ نے بارگاہِ رب العزت میں دعا کی۔ یا اللہ! میرے چچا ابو طالب کو ہدایت فرما، مگر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی یہ درخواست قبول نہ فرمائی۔ اور آپؐ کے چچا ہدایت نہ پا سکے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہی اُسے ہدایت نہ دکھانا چاہتا تھا چنانچہ

حضورؐ کی خواہش پوری نہ ہو سکی۔ اس وحشی کو جو حمزہؓ کا قاتل تھا اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی، کیوں کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا، وہ ہدایت کے قابل ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے رسولِ خدا سے فرمایا۔

يَآيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ ۔ اے میرے محبوب! (حضرت محمدؐ) تیرے ذمہ تو صرف یہی ہے کہ تو لوگوں کو دعوتِ اسلام دے۔

فرمایا۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۔ اے خدا کے رسول! جو کچھ تیرے پاس بھیجا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچا دے کیونکہ ہم نے تجھے گواہ بنا کر بھیجا ہے، تو ہی بہشت کی خوشخبری دینے والا ہے اور عذاب دوزخ سے ڈرانے والا ہے، اللہ کے حکم کے مطابق اسکی طرف بلانیوالا ہے اور چراغ روشن

اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ تو صرف شفاعت کرنے والا ہے، مگر اس کی قبولیت میرے اختیار میں ہے۔ فرمایا۔

يَهْدِىْ اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور سے سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

پھر فرمایا۔

وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا ۔ اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو سیدھی راہ دکھا دیتے۔

مگر تیری دعوت مؤذن کی طرح ہے جو لوگوں کو حکم کی بجا آوری کے لیے نماز کی طرف بلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا ۔ جو شخص اللہ کے راستے کی طرف بلاتا ہے تو بلانے میں سب سے کون اچھا ہے۔

مؤذن کا درجہ:۔ جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں "آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ جو لوگ آذان دیتے اور لبیک کہتے ہیں وہ آخرت میں اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو جو کچھ دنیا میں کہتے رہے، یعنی آذان اور لبیک، اس وقت یہی ان کی زبان سے جاری ہوگا۔ جہاں تک ان کی آواز پہنچے گی، وہاں تک ساری مخلوق ان کی شفاعت کرے گی۔ ہر درخت خواہ سوکھا یا ہرا ہو گا۔ اور ہر پتھر جو یہ آواز سنے گا گواہی دے گا (اس شخص کے لیے) فرمایا جو شخص جس مسجد میں اذان دیتا ہے اس مسجد میں جس قدر نمازی نماز پڑھنے آتے ہیں ان سب کے ثواب کے برابر اذان دینے والے کو ثواب ملے گا۔ اذان اور اقامت کے درمیان، مؤذن کی جو دلی خواہش ہو اللہ تعالیٰ اسے پورا کرتا ہے، یا اس عبادت کا اجر اسے دنیا ہی میں مل جاتا ہے یا اس کے عوض اس کی برائیاں دور ہو جاتی ہیں یا اس کا اجر آخرت میں مل جاتا ہے۔

جنت میں داخل ہونے کا عمل:۔ روایت ہے کہ ایک شخص نے آں حضرتؐ سے درخواست کی کہ مجھے بہشت میں داخل ہونے کا کوئی عمل بتا دیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ تو اپنی قوم کا مؤذن بن جا! تاکہ تیری وجہ سے تیری قوم کے لوگ نماز کے لیے جمع ہو جایا کریں۔ اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اگر کسی میں ایسا کرنے کی طاقت نہ ہو تو؟ آپؐ نے فرمایا، وہ اپنی قوم کا امام بن جائے تاکہ سب لوگ اس کے پیچھے نماز ادا کریں۔ اس نے عرض کیا اگر اس کی بھی

طاقت نہ ہو تو پھر کیا کرے۔ آپؐ نے فرمایا پھر جماعت کی اول صف میں کھڑا ہو۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ یہ آیت مؤذن کی شان ہی میں نازل ہوئی ہے۔ جو لوگوں کو نماز کی طرف بلاتا ہے، وہ نیک عمل کرتا ہے، گفتار کے لحاظ سے اس سے زیادہ نیک شخص اور کون ہو سکتا ہے؟ اس کا نیک عمل یہ ہے کہ وہ لوگوں کو نماز کے لیے بلاتا ہے، خود نماز اور اقامت کے درمیان نماز ادا کرتا ہے۔

ابو امامہ باہلیؓ سے روایت ہے، آں حضرتؐ نے فرمایا۔ مؤذن کی اذان جہاں تک جاتی ہے اس کے برابر اسے ثواب ملتا ہے اور جو لوگ اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، ان سب کے برابر ثواب بھی اسے حاصل ہوتا ہے۔ مگر ان لوگوں (نماز پڑھنے والوں) کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

بیماری کا ثواب:- سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے۔ آں حضرتؐ نے فرمایا بیمار جب تک اپنی بیماری میں مبتلا رہتا ہے۔ وہ اللہ کے یہاں مہمان ہوتا ہے، اسے روزانہ ستر ہزار شہیدوں کا ثواب ملتا ہے، اور جب اسے شفا مل جائے تو گویا اس کی تمام عمر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اور وہ ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اگر تقدیر الٰہی سے وفات پا جائے تو حساب کے بغیر جنت میں جائے گا۔

امام اور طالب علم:- آں حضرتؐ نے فرمایا۔ مؤذن لوگ اللہ تعالیٰ کے دربان ہیں، ہر نماز کے عوض انھیں ایک ہزار نبی کا ثواب ملتا ہے۔ امام اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں، انھیں ہر نماز کے بدلے ایک ہزار صدیقین کا ثواب ملتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے وکیل ہیں انھیں ہر حدیث کے عوض ایک ایک نور عطا ہوگا اور ایک ہزار سال کی عبادت کا ثواب حاصل ہوگا۔ طالب علم (مرد اور عورتیں) اللہ تعالیٰ کے خادم ہیں، اس خدمت کے صلے میں انھیں جنت عطا ہوگی۔ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ قیامت کے دن مؤذن کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی۔ پھر فرمایا اگر کوئی شخص نیک نیتی سے سات سال تک اذان کہتا رہے اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کی آگ سے آزاد کر دیتا ہے۔ فرمایا۔ اذان دینے والے کی آواز جتنی دور تک جائے گی اس کی دوری کے برابر اسے ثواب ملے گا۔ اس فاصلہ کے اندر جس قدر چیزیں ہوں گی وہ سب گواہی دیں گی کہ یہ صادق ہے۔

چوتھی دعوت وہ ہے جو حضرت ابراہیمؑ کو حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور لوگوں کو حج کرنے کا حکم دے"۔ اس کا مفصل ذکر پہلے آچکا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:-

عرفہ کا دن:- اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔

آج کے دن میں نے تمھارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔ تمھارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔

اس آیت کا نزول عرفات میں ہوا اور باقی مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ سورت کا نام مائدہ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے آج کے دن میں نے تمھارے دین کو مکمل کر دیا یعنی حلال و حرام کے سارے مسائل تم کو بتا دیئے۔ اپنی نعمت تم پر پوری

کردی۔ اب کافر اور مشرک تمہارے ساتھ جمع ہو کر عرفات میں نہیں جائیں گے۔ میں تمہارے دین اسلام سے راضی ہوں یعنی تمہارے دین اسلام کو میں نے پسند کیا۔

آیت کا مفہوم:- یہ آیت حجۃ الوداع یعنی عرفہ کے دن نازل ہوئی تھی، اس کے نزول کے اکاسی دن بعد رسولِ خدا دنیا سے تشریف لے گئے۔ یہ روایت عبداللہ بن عباسؓ نے نقل کی ہے۔ دوسرے مفسرین بھی یہی بیان کرتے ہیں۔ محمد بن کعبؒ پر توی لکھتے ہیں۔ کہ یہ آیت فتح مکہ کے دن نازل ہوئی۔ امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ "آج کا دن" اس دن کی طرف اشارہ ہے جس دن نبی اکرمؐ رسالت دے کر بھیجے گئے۔ بعض کہتے ہیں "کہ "الیوم" سے روزِ ازل مراد ہے" اور رضا کے لفظ سے ابد کی طرف اشارہ ہے۔ بعض فرماتے ہیں" دین دو چیزوں سے کامل ہوتا ہے۔ معرفتِ الٰہی اور اتباعِ سنتِ رسولؐ سے۔ بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ دین امن اور فارغ البالی میں مکمل ہوتا ہے، اس لیے کہ امن میں اللہ ضامن ہو جائے تو آدمی بے خوف ہو جاتا ہے اور عبادتِ الٰہی کے لیے اُسے فراغت مل جاتی ہے۔ بعض کہتے ہیں" کہ دین کا کمال اس میں ہے کہ آدمی گناہوں سے بیزار ہو کر ساری چیزوں کو ترک کر دے۔ صرف اللہ ہی کی طرف دھیان کرے، مگر بعض کا کہنا ہے کہ دین کا کمال حج اور عرفہ کے دن ہوا۔ اس لیے کہ پہلے تو سارے سال لوگ حج کیا کرتے تھے مگر بعد میں خدا نے حج کا ایک وقت مقرر کر دیا۔ مقررہ وقت کے بعد حج فرض کر دیا گیا۔ پھر یہ آیت نازل فرمائی۔

لفظ دین کی تفسیر:- دین کا لفظ کئی معنوں میں آیا ہے جیسے کئی بار قرآن میں فرمایا گیا۔ دین کا لفظ دنیا کے معنوں میں بھی ہے۔ فرمایا۔ یوسف بادشاہ کے دین میں اپنے بھائی کو نہیں پکڑ سکتے تھے" یعنی اس کی دنیا، عارف و سیرت میں دین کا لفظ حساب کے معنوں میں آیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے" دین القیم یعنی درست دین" صحیح حساب اور جزا کے معنوں میں بھی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اللہ تعالےٰ روزِ محشر عملوں کے مطابق بدلہ دے گا۔ یعنی اعمال کی جزا ملے گی۔ یہ لفظ حکم کے معنوں میں آیا ہے۔ فرمایا" خدا کے دین میں اس کے حکم پر لوگوں سے رعایت نہ کرو" دین کے معنی عید کے بھی ہیں۔ فرمایا ان لوگوں کو چھوڑ دے جو عید کے دن کو بازی اور بے ہودگی سمجھتے ہیں۔ دین کا لفظ زکوٰۃ اور نماز کے معنوں میں بھی آیا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے" وہ دین سچا دین ہے، اس لیے زکوٰۃ اور نماز اور قیامت کے معنوں میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" وہ دین کے دن کا مالک ہے" یعنی قیامت کے دن کا۔ تو دین سے مراد شریعت ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ — اے میرے محبوب! میں نے تمہارے دین کو آج تمہارے لیے مکمل کر دیا۔

صحیفوں کا نزول:- اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے" آج کے دن میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا" یہ بھی ثابت ہے کہ قرآن مجید کے سوا باقی تمام صحیفے خدا تعالےٰ نے ایک ہی دفعہ نازل فرمائے۔ قرآن مجید تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا۔

بعض کا خیال ہے، ان میں نزول کے سبب بہتر کون ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ شریعت بہتر ہے، اس لیے کہ جب اللہ تعالےٰ نے تورات کو ایک ہی بار نازل فرمایا تو اس کے احکام بنی اسرائیل نے مان لیے مگر اس پر عمل سے قاصر رہے، یعنی

تھوڑا عمل کیا، اوامر اور نواہی کے بارے میں جو احکام تھے ان پر عمل کرنا انھیں گراں گزرا، اس لیے انھوں نے کہا کہ ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی یعنی احکام سے روگردانی کی۔ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا۔

پہلا حکم:- مسلمانوں کے لیے سب سے پہلا حکم یہ نازل ہوا کہ "سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں، محمدؐ اس کے رسول ہیں"۔ جب مسلمانوں نے اس کلمے کا اقرار کر لیا تو انھیں بہشت میں داخل کرنے کے لیے ان کا ضامن بن گیا، کیونکہ انھوں نے یہ کلمہ سن کر اس کی اطاعت کی۔

دوسرے احکام:- اس کے بعد یہ حکم ہوا کہ سورج نکلنے سے پہلے دو رکعت فجر کی ادا کرو اور دو رکعت آفتاب غروب ہونے کے بعد۔ پھر پانچ وقت کی نماز ادا کرنے کا حکم ہوا، پھر زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم ہوا پھر عاشورہ کے روزے رکھنے کا حکم آیا، پھر فرمایا، ہر ماہ میں تین روزے رکھو! بعد میں رمضان کے روزے فرض ہوئے پھر جہاد کا حکم آیا اور ایسے ہی حج کے لیے حکم دیا گیا۔

آخری حکم:- جب اوامر و نواہی کے سب احکام سے فراغت ہو گئی تو رسول کریمؐ پر حجۃ الوداع کے دن جو جمعے اور عرفہ کا دن تھا، آیت نازل ہوئی کہ آج کے دن ہم نے تمھارے دین کو مکمل کر دیا، یعنی شریعت مکمل کر دی گئی۔

ایک روایت:- طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ ایک یہودی حضرت عمرؓ کے پاس آیا، اور کہا کہ جو آیت تم پڑھتے ہو، اگر یہ ہم پر نازل ہوتی، تو ہمیں یاد ہوتی کہ یہ فلاں دن نازل ہوئی۔ تو ہم اسے عید کا دن مقرر کر دیتے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا تم کس آیت کے بارے میں کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ....." حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ یہ آیت جس دن اور جس جگہ نازل ہوئی، اس کا مجھے اچھی طرح علم ہے، یہ بروز جمعہ عرفہ کے دن جب رسولِ خداؐ عرفات میں کھڑے تھے، نازل ہوئی۔ یہ دونوں دن خدا کی حمد و ثنا بیان کرنے کے لیے ہیں، ان میں ہر روز ہمارے لیے روزِ عید ہے۔ دنیا میں جب تک مسلمان باقی ہیں اس دن کو عید کا دن ہی مناتے رہیں گے۔

دوسری روایت:- ایک یہودی نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا، اگر یہ دن ہماری قوم میں ہوتا تو ہم عید مناتے۔ آپ نے جواب دیا، مسلمانوں کے لیے عرفہ کے دن جیسی اور کوئی عید نہیں۔ اس سے بڑھ کر دوسرا کوئی دن عید کے لیے تصور نہیں کیا جاتا۔

عرفہ کا لفظ:- عرفہ کے معنی کے متعلق علما میں اختلاف ہے۔ بعض ٹھہرا ہونے کے دن کو عرفہ کہتے ہیں، قیام کی جگہ کو عرفات کہتے ہیں۔ ضحاک کہتے ہیں کہ جب آدم کو زمین پر بھیجا گیا، تو ہندوستان کے علاقہ سراندیپ میں اترے۔ حوا ان سے الگ جدہ میں اتاری گئی۔ جب ایک دوسرے کی تلاش میں سرگرداں پھرتے رہے تو عرفہ کے دن عرفات کے مقامات پر ان کی ملاقات ہوئی اور ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ اس لیے اس مقام کا نام عرفات رکھا گیا اور اس دن کا نام عرفہ پڑا۔

حضرت عیسیٰ کا بیان:- ایک روایت میں ہے "آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ جب حضرت ابراہیمؑ فلسطین جانے لگے" تو سارہ نے آپ کو قسم دی کہ ہمارے پاس واپس آنے تک گھوڑے سے نہ اتریں۔ جب حضرت ابراہیمؑ واپس آئے تو گھوڑے پر سوار تھے۔ یعنی اسی طرح واپس آئے (گھوڑے سے اترے بغیر) اس کے ایک سال بعد سارہ نے آپ کو بلا کر

نہ جانے دیا، تو حضرت ابراہیمؑ نے ان سے کہا کہ مجھے باہر جانے کی اجازت دی جائے۔ جب آپ باہر نکلے تو پھرتے پھراتے مکہ کے پہاڑوں تک چلے گئے۔ ایک رات دوڑے جا رہے تھے ابھی ایک پہر رات باقی تھی کہ کوہِ عرفات میں پیغامِ الٰہی ملا۔ صبح ہونے پر آپ نے شہر اور راستوں کو خوب پہچان لیا۔ اس پہچاننے کے باعث اس مقام کا نام عرفات رکھا گیا۔

پھر ابراہیمؑ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا اے اللہ! چونکہ یہ شہر مجھے سب شہروں سے زیادہ عزیز ہے اس لیے اس شہر میں اپنا گھر بنا تاکہ لوگوں کے دل اس طرف مائل ہوں وہ دور دراز سے یہاں آئیں۔

عطاءؒ کا بیان:- عطاء فرماتے ہیں کہ جبرئیلؑ آپ کو عبادت کی جگہیں دکھاتے تھے، پھر پوچھتے تھے کیا آپ نے انھیں پہچان لیا۔ آپ جواب دیتے ہاں پہچان لیا۔ چنانچہ اس مقام کا نام عرفات رکھا گیا۔

سعیدؒ کی روایت:- سعید بن مسیبؒ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ کو حضرت ابراہیمؑ کے پاس بھیجا۔ دونوں نے مل کر حج کیا۔ جب عرفات کے مقام پر پہنچے تو جبرئیلؑ نے پوچھا، آپ نے اس مقام کو پہچان لیا؟ آپ نے جواب دیا ہاں پہچان لیا۔ کیونکہ یہ مقام آپ پہلے بھی دیکھ چکے تھے۔ چنانچہ اس کا نام عرفات رکھا گیا۔

ابو طفیل کی روایت:- ابو طفیل کہتے ہیں کہ حضرت عباسؓ نے فرمایا، ایک دفعہ جبرئیل حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئے۔ اور کہا یہ مکہ کی جگہ ہے، اس کے بعد لوگوں کے حاضر ہونے کا مقام بھی انھیں بتایا۔ پھر اس مقام کی ساری کیفیت بیان کرنے کے بعد جبرئیلؑ نے کہا آپ نے اس مقام کو پہچان لیا ہوگا، چنانچہ اس کا نام عرفات رکھا گیا۔

کنکریوں کا واقعہ:- سدی فرماتے ہیں، جب ابراہیمؑ نے لوگوں کو حج کی دعوت دی تو سب نے لبیک کہا، اور حج کے لیے دوڑے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ سب لوگ عرفات کی طرف جائیں اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے عرفات کی تعریف بیان کر دی۔ اس موقع پر حضرت ابراہیمؑ ایک درخت کے قریب پہنچے، اس جگہ کا نام جمرۂ عقبہ ہے۔ یہاں شیطان آپ کے سامنے آیا تو آپ نے سات کنکریاں اٹھا کر اسے ماریں۔ ہر کنکری پھینکتے وقت آپ نے تکبیر کہی۔ چنانچہ شیطان وہاں سے چلا گیا اور دوسرے جمرہ پر پہنچ گیا۔ وہاں بھی آپ نے تکبیر کہی تو شیطان بھاگ گیا۔ جب حضرت ابراہیمؑ وہاں سے پہلے جمرہ پر آئے، تو شیطان پھر وہاں موجود تھا، آپ نے پھر تکبیر پڑھ کر کنکریاں پھینکیں تو وہ غائب ہو گیا۔ جب شیطان نے محسوس کیا کہ میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو بھاگ گیا۔

مختلف نام:- حضرت ابراہیمؑ وہاں سے ذوالمجاز تشریف لے گئے۔ اس جگہ کو آپ نہ پہچانتے تھے۔ چنانچہ وہاں سے آگے بڑھے اور مقام عرفات میں پہنچے۔ اب آپ نے اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ صفات کے مطابق پایا، تو پہچان لیا، چنانچہ اسی دن اس کا نام عرفہ پڑا۔ رات کو دوسرے لوگ بھی وہاں جمع ہو گئے، تب اس کا نام مزدلفہ رکھا گیا۔ اس مقام کو جمع اس لیے کہتے ہیں کہ یہاں مغرب اور عشا کی نمازیں اکٹھی ادا کی جاتی ہیں۔ مشعر حرام نام اس لیے پڑا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے کہا کہ یہی مقامِ حرم کے برجوں میں سے ہے، یہاں کسی جاندار کو ایذا پہنچانا جائز نہیں

ابو صالح سے روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا، اس مقام کو تروید اور عرفہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ تروید کی رات کو حضرت

ابراہیمؑ کو خواب آیا تھا جس میں حکم ہوا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کریں۔ صبح کے وقت آپ نے اس بارے میں غور کیا کہ کیا اللہ کا حکم ہے یا شیطان کا وسوسہ۔ اس غور و فکر کے باعث اس کا نام تروید رکھا گیا۔

عرفہ کی رات آپ نے دوسری مرتبہ یہی خواب دیکھا۔ اب صبح ہونے پر آپ نے سمجھ لیا کہ یہ اللہ ہی کا حکم ہے چنانچہ اس دن کا نام عرفہ رکھا گیا۔ بعض اس نام کا باعث یہ بتاتے ہیں کہ جب لوگ اس مقام پر پہنچتے تھے تو وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کر رہے تھے، مگر اصل بات یہ ہے کہ جب حضرت آدمؑ کو حج کا حکم ہوا تو آپ عرفہ کے دن مقام عرفات میں جا کھڑے ہوئے اور درخواست کی "اے اللہ! میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔۔۔۔۔"

بعض کا قول ہے "کہ عرفات عرفہ سے لیا گیا ہے جو ایک قسم کی خوشبو کا نام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "بہشتیوں کے لیے بہشت کو خوشبودار بنایا ہے"۔ بعض اس مقام کو منیٰ کی ضد بتاتے ہیں۔ منیٰ کا نام منیٰ اس لیے رکھا گیا کہ وہاں خون گرایا جاتا تھا۔ وہاں گوبر اور خون جمع رہتا تھا، مگر عرفات اس طرح کی غلاظت سے پاک تھا، اس لیے اس مقام کو عرفات کہا گیا، جس دن لوگ یہاں کھڑے ہوتے ہیں اس دن کو عرفہ کہا گیا۔

بعض کہتے ہیں "کہ جب لوگ اس مقام پر پہنچتے ہیں تو ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں، اس لیے اس دن کو عرفہ کہا گیا۔

بعض ان دونوں ناموں کی اصلیت "صبر" بتاتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے "رَجُلٌ عَارِفٌ" یعنی صابر اور عاجز شخص۔ النفس عارفۃ جیکہ نفس صابر ہوتا ہے اور اس قول پر عمل کرنے والے ہیں کہ "ہم اس میں راضی ہیں جس میں تیری رضا ہے" چنانچہ یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ اس میں عاجزی اور انکساری پائی جاتی ہے۔ دعا پر صبر کرنا پڑتا ہے۔ ہر طرح کی مصیبتیں اور بلائیں برداشت کرنی پڑتی ہیں، حج کرنے والوں کو کئی سختیاں اٹھانی پڑتی ہیں[1]

---

[1] اگلے باب میں انہی موضوعات کی مزید تفصیلیں بیان ہوئی ہیں۔

باب ۲۵

یومِ عرفہ کے فضائل اور دعائیں

بعض متفرق دعائیں

فضائلِ عرفہ

عرفہ کا دن اور اللہ:- ہبۃ اللہ بن مبارک ابو علی حسن بن احمد سے، وہ علی محمد بن عبد اللہ معدل سے، وہ ابو علی بن صوات سے، وہ عبد اللہ بن محمد بن تاجیہ سے، وہ عمر بن حفص ابو عمر سے، وہ محمد بن مروان سے، وہ ہشام دستوائی سے، وہ ابو زبیر سے، وہ جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں" آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ عرفہ کا دن سب سے بہتر دن ہے۔ اس دن زمین والوں کی عبادت پر اللہ تعالےٰ فخر کرتا ہے اور آسمان والوں سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے "میرے بندوں کو دیکھو، ان کے بال اُلجھے اور پریشان ہیں، کتنی دور جگہوں سے آکر میرے حضور میں کھڑے ہیں اور میرے عذاب سے خوفزدہ ہیں"۔ دوزخ سے آزادی بخشنے میں کوئی دن عرفہ کے دن کی برابری نہیں کر سکتا۔

عرفہ کے دن خطبۂ رسول:- ہبۃ اللہ ابو محمد حسن بن احمد فارسی سے، وہ حسن مغربی سے اور وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے عرفہ کے دن خطبہ کے بعد فرمایا "اے لوگو! اونٹوں کو تیز چلانے سے کچھ فائدہ نہیں، نہ ہی گھوڑ دوڑ میں کوئی نیکی ہے، بلکہ نیکی یہ ہے کہ تم اچھی چال چلو، کمزور اور ضعیف لوگوں کی دیکھ بھال کرو۔ کسی مسلمان کو ناحق تکلیف نہ دو۔

مختلف احادیث:- نافع بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ عرفہ کے دن اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر نظر کرتا ہے، اگر کسی کے دل میں ذرہ برابر بھی نورِ ایمان ہو تو اسے بخشش سے محروم نہیں رکھتا۔ نافع فرماتے ہیں میں نے ابن عمر سے پوچھا کیا اس روز اللہ تعالےٰ سب بندوں کو بخش دیتا ہے یا صرف اہلِ عرفہ کو۔ آپ نے جواب دیا تمام لوگوں کو بخش دیتا ہے۔

ہبۃ اللہ نے مطاہر بن حجش سے، انھوں نے ابو زبیر سے اور انھوں نے جابرؓ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ عرفہ کے دن اللہ تعالےٰ دنیا کے آسمان کی طرف نظر کرتا ہے اور آسمان کے فرشتوں کے سامنے اپنے حاجیوں پر نظر کرتا ہے۔ فرماتا ہے میرے فرشتو! میرے بندوں کو دیکھو! ان کے بال پریشان اور گرد آلود ہیں مگر میری رحمت کی امید پر دُور دراز سے سفر کر کے میری بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں۔ میرے عذاب سے دہشت زدہ ہیں، اس لیے مجھ پر بھی واجب ہے کہ جو

لوگ میری زیارت کے لیے آئے ہیں میں بھی انھیں بزرگی عطا کروں، کیوں کہ میزبان پر اپنے مہمان کی عزت لازم ہے تم سب گواہ رہو کہ میں نے ان سب کو بخش دیا، ان کے لیے بہشت میں جگہ مقرر کر دی۔

فرشتے عرض کرتے ہیں" اے اللہ! ان میں فلاں فلاں آدمی متکبر ہیں، فلاں عورت متکبر ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے انھیں بھی بخش دیا۔

شیطان کے لیے سخت دن ا۔ یاد رکھو! دوزخ سے آزادی بخشنے میں عرفہ کا دن سب دنوں سے بڑھ کر ہے۔ امام ہبتہ اللہ نے طلحہ بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا، عرفہ کے دن سے بڑھ کر اور کوئی دن شیطان کے لیے زیادہ ذلت والا نہیں۔ اس دن وہ ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ یہی دن اسے کمزور اور لاغر بناتا ہے، یہ دن اسے غصہ اور شرمندگی سے دوچار کرتا ہے، کیونکہ اس روز خدا کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ بدر کے دن جو کچھ شیطان نے دیکھا وہ اس سے زیادہ تھا۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! بدر کے دن شیطان کے کیا دیکھا؟ آں حضرتؐ نے فرمایا بدر کے دن شیطان نے دیکھا کہ جبرئیلؑ فرشتوں کو بلا رہے تھے (مسلمانوں کی مدد کے لیے)

حضرت عکرمہ بن عباسؓ سے روایت ہے" آں حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ حج اکبر عرفہ کا دن ہے۔ یہ دن فخر کے قابل ہے، کیوں کہ اس روز اللہ تعالیٰ آسمان و دنیا کی طرف توجہ کرتا اور اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے، میرے بندوں کو دیکھو زمین پر میری عبادت کر رہے ہیں۔

دوزخ سے آزادی بخشنے میں عرفہ کا دن سب سے بڑھ کر ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں، آں حضرتؐ نے فرمایا۔ موعود کے دن سے قیامت کا دن مراد ہے اور شاہد سے مراد جمعہ کا دن ہے مشہود کے نام سے عرفہ کا دن مراد ہے۔

حضرت عطا نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ عرفہ کا دن اور لوگوں سے زیادہ حضرتؐ پر فخر کرتا ہے۔ ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا لوگو! خبردار رہنا تم سے جو کوئی عرفات سے واپس لوٹ جائے گا وہ سب سے بڑا مجرم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے نہیں بخشے گا۔

عرفہ کی صبح اور شام ا۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں" عرفہ کی شام کو اللہ تعالیٰ سب اہل مزدلفہ کو بخش دیتا ہے مگر کبیرہ گناہ معاف نہیں کیے جاتے۔ مزدلفہ کی صبح کو اللہ تعالیٰ سب آزاد دینے والوں اور اہل کبائر کو بھی بخش دیتا ہے۔

ایک واقعہ ا۔ ہبتہ اللہ بن مبارک ابوالفتح محمد بن احمد مطری سے جو باہر کے نام سے مشہور ہیں، وہ ابن علی بن احمد بن رقا سامری سے، وہ ابراہیم بن عبداللہ ہاشمی سے، وہ ابومصعب سے، وہ مالک بن انس و نافع سے اور وہ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آں حضرت صلعم عرفہ کی رات میں کھڑے رہے۔ چلنے لگے تو آپؐ نے فرمایا۔ خاموش رہو، چنانچہ سب لوگ چپ ہو گئے۔ تب آپ نے فرمایا اے لوگو! آج کے دن اللہ تعالیٰ نے تم پر بڑا احسان کیا ہے۔ یعنی تمھارے نیک آدمیوں کے طفیل تمھارے بدکار بھی بخش دیئے گئے جنھوں نے تمھیں تکلیف اور رنج پہنچایا انھیں تکلیف اور رنج پہنچایا گیا جنھیں اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ان کے

ثواب کا وہ عوض ضامن ہو گیا۔ اس کے بعد آں حضرتؐ نے انھیں چلنے کا حکم دیا، چنانچہ وہ چل دیے۔

اس دوران میں ایک اعرابی نے اٹھ کر آں حضرتؐ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ لی اور عرض کیا۔ جن لوگوں کی تعریف آپ نے بیان فرمائی ہے میں بھی ان میں شامل ہوں یعنی کیا مجھے بھی بخش دیا گیا۔ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ ہاں! تمھارے سابقہ گناہ بخش دیئے گئے، اب اونٹنی کی مہار چھوڑ دو اور نئے سرے سے نیک کام کرو۔

چند روایتیں: ہبۃ اللہ نے ابو علی حسن حباب سے، اور انھوں نے عباس بن مرداس سے روایت کی ہے کہ عرفہ کی رات آنحضرت صلعم نے اپنی امت کی بخشش کے لیے دعا فرمائی جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا۔ اور فرمایا۔ میں نے اپنے بندوں کی خطائیں معاف کر دیں، مگر جن لوگوں نے دوسروں پر ظلم کیا ہے انھیں میں نے نہیں بخشا۔ تب آں حضرتؐ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ تو اس پر بھی قادر ہے کہ جن لوگوں نے ظلم کیا یا جن پر ظلم ہوا ان کو زیادہ ثواب عطا فرما کر ظالم کو بھی بخش دے۔ حکم ہوا اس رات تیری یہ دعا قبول نہیں ہے۔ پھر جب عرفہ کا دن آیا تو آں حضرتؐ نے پھر یہی دعا مانگی جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میرے محبوب! میں نے ان ظالموں کو بھی بخش دیا۔

روایت ہے کہ یہ حکم نازل ہونے پر آں حضرت صلعم مسکرائے، صحابہ کرام نے اس مسکراہٹ کا سبب دریافت کیا۔ آپؐ نے فرمایا میں اللہ کے دشمن شیطان مردود پر ہنسا ہوں، کیوں کہ جب اسے پتہ چلا کہ میں نے اپنی امت کے لیے جو دعا مانگی ہے وہ قبول ہو گئی تو اس نے بڑا شور مچایا، واویلا کیا، اپنے سر پر خاک ڈالی۔

حضرت سعید ابن جبیرؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آں حضرتؐ عرفہ میں اس مقام پر کھڑے تھے جہاں کھڑے ہو کر بارگاہِ الٰہی میں دعا کی جاتی ہے اور لوگ اس جگہ اونچی آواز سے دعائیں مانگ رہے تھے۔ اس دوران میں جبرئیلؑ نازل ہوئے اور فرمایا۔ اے اللہ کے رسولؐ! آپ کو ساری مخلوق کا سرتاج سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہاں جس قدر لوگ میرے گھر کی زیارت کے لیے جمع ہوئے ہیں یہ سب میرے مہمان اور میں ان کا میزبان ہوں، اس لیے میزبان پر لازم ہے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔ لہٰذا میں نے ان سب کو بخش دیا۔ اس نے اپنے فرشتوں کو اس کا گواہ مقرر فرمایا ہے۔ جو لوگ جمعہ کے دن زیارت کے لیے آتے ہیں ان سے بھی یہی سلوک کیا جائے گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت ہے کہ عرفہ کی رات آں حضرت صلعم نے قیام فرمایا۔ پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! خوش رہو۔ یہ الفاظ آپ نے تین مرتبہ دہرائے پھر فرمایا، تم نے اللہ سے جس چیز کی خواہش کی تھی وہ تمھیں حاصل ہو گئی۔ منیٰ میں تمھارے خرچ کرنے والی چیزوں میں برکت دی گئی۔ اللہ کی راہ میں تم جو ایک درم خرچ کرو گے قیامت میں اس کے عوض ہزار درم کا ثواب دیا جائے گا۔ لوگوں نے یہ سن کر عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ سچ فرماتے ہیں!

جب یہ رات آتی ہے اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف توجہ کرتا ہے اور فرشتوں سے کہتا ہے تم زمین پر اتر جاؤ اور اس قدر تعداد میں اتر کر زمین پر ایک سوئی کے برابر جگہ خالی نہ رہے۔ اگر آسمان سے سوئی گرائی جائے تو وہ زمین پر نہ گرے۔ بلکہ تمھارے سروں پر ٹھہر جائے۔ پھر فرمایا اے فرشتو! تم میرے بندوں کی طرف دیکھو، ان کے بال پریشان اور گرد آلود ہو رہے ہیں۔ یہ لوگ شہر کے مختلف کونوں سے آئے ہیں، کیا تم نہیں سنتے؟ کہ یہ مجھ سے کسی چیز کا سوال کر رہے ہیں۔ فرشتے جواب دیتے ہیں، اے اللہ!

یہ سب تیری درگاہ میں مغفرت کے طالب ہیں۔

پھر اللہ فرماتا ہے "تم سب گواہ رہو میں نے انھیں بخش دیا۔ اس طرح تین دفعہ فرمایا۔ پھر فرمایا کہ اب تم اپنی جگہ سے نکلو اور ایسی جگہ اور ایسی حالت سے نکلو کہ تم سب بخشے گئے ہو۔

عرفہ کے دن روزہ، نماز اور دعا کے بارے میں جو احکام ہیں ان کے متعلق ہبتہ اللہ بن مبارک نے احمد بن محمد سے

عرفہ کا روزہ:- انھوں نے عبدالرحمٰن بن اسلم سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ جو شخص عرفہ کے دن روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اسکے ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

ہبتہ اللہ نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا عرفہ کے دن کا روزہ، روزہ دار کے لیے دو سال کا کفارہ بن جاتا ہے۔ یعنی ایک سال آئندہ اور ایک سال گزشتہ کے لیے۔

عرفہ کی نماز کا عوض:- ہبتہ اللہ شیخ ابوعلی بن حسن بن احمد بن عبداللہ مقری سے وہ ابوالفتح ہلال بن محمد بن جعفر طیار سے، وہ ابوالحسن علاء بن احمد حلوائی سے، وہ موسیٰ بن عمران ہاشمی سے وہ ابو یوسف بن موسیٰ بن عمر بن نافع سے وہ مسعود بن واصل سے، وہ منہاس بن فہم سے قتادہ سے وہ سعید بن مسیب سے اور وہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ جو شخص عرفہ کے دن ظہر اور عصر کے درمیان چار رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، پچاس بار سورۂ اخلاص پڑھے تو اس کے نامۂ اعمال میں ہزار در ہزار نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں، قرآن مجید کا ہر لفظ پڑھنے کے بدلے میں اسے بہشت میں ایک درجہ مل جاتا ہے۔ اس درجہ کی لمبائی پانچسو برس کی مسافت کے برابر ہوگی۔ قرآن مجید کے ہر حرف کے بدلے اسے ثواب ملے گا، ہر حرف کے بدلے ستر ہزار حوریں اس کے نکاح میں آئیں گی۔ ہر حور کے پاس موتی، یاقوت اور ستر ہزار خوانچے ہوں گے ہر خوان میں ستر ہزار قسم کے کھانے ہوں گے۔ یہ کھانے بریاں اور سبز پرند کے گوشت کے مشتمل ہوں گے جو برف کی طرح سفید اور شہد جیسا میٹھا ہوگا۔ اس میں سے کستوری کی خوشبو آئے گی، وہ گوشت نہ چھری سے کٹا ہوگا نہ آگ پر پکا ہوگا، ہر لقمہ میں اس کا مزا اول سے آخر تک ایک جیسا ہوگا۔

آپ نے فرمایا "یہ گوشت ہر ایک کے پیالے میں خود بہ خود آجائے گا۔ سبز پرندوں کے بازو سرخ یاقوت کے ہوں گے، چونچ سونے کی ہوگی۔ ہر جانور کے ستر ہزار بازو ہوں گے ایسے خوش الحان ہوں گے کہ ان جیسی آواز کبھی نہ سنی گئی ہوگی۔ یہ کہیں گے اہلِ عرفہ کو خوشی ہو۔ روایت ہے کہ جب ان پرندوں کی خواہش کی جائے گی تو یہ اسی وقت خود آکر پیالے میں گر جائیں گے اور پرندے کے بازو سے ستر قسم کے کھانے پیدا ہو کر باہر آجائیں گے۔ بہشتی بڑے مزے سے یہ کھانے کھائے گا۔ جب کھا لے گا تو پرندہ اپنے پر جھاڑ کر (زندہ ہو کر) پھر اڑ جائے گا۔

بیان کیا گیا ہے "کہ اہلِ عرفہ کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے، تو قرآن مجید کے ہر حرف کے عوض اہلِ قبر کو ایک جانور عطا ہوتا ہے اس کی چمک دمک اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ کعبہ کا طواف کرنے والے اسے اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں۔ بہشت کی طرف سے بھی اہلِ قبر پر ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے، یہ دیکھ کر اہلِ قبر کہتا ہے کہ یا اللہ، اب تو قیامت قائم کر دے۔ یہ درخواست وہ اس لیے کرتا ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہو رہا ہوتا ہے، وہ بہت سے ثواب کا طالب ہوتا ہے۔

ایک اور روایت:- ہبۃ اللہ بن مبارک نے حسنؒ سے انھوں نے حضرت علی علیہ السلام سے، انھوں نے عبداللہ بن مسعود سے، اور عبداللہ بن احمد ثابت بزاز سے اور ایوب سے، انھوں نے ابو یعلی ہاشم سے اور وہ محمد سے روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ جو شخص عرفہ کے دن دو رکعت نماز ادا کرے ہر رکعت میں تین بار سورۂ فاتحہ پڑھے بسم اللہ سے شروع کرکے آمین پر ختم کرے، تین بار سورۂ کافرون اور ایک بار سورۂ اخلاص مع بسم اللہ پڑھے۔ اس بارے میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ آگاہ رہو میں نے اس کے سارے گناہ بخش دیئے۔

پانچ دعائیں:- ہبۃ اللہ مبارک نے قاضی شریف ابوالحسن محمد بن علی بن مہندی اللہ سے روایت کی ہے انھوں نے ابوالفتح یوسف بن عمر سے انھوں نے مسروق بن خواص سے انھوں نے فضل بن عطیہ سے، انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے عبداللہ بن عمر انبشی سے انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے ہدیہ کے طور پر پانچ دعائیں عطا فرمائیں اور حکم دیا کہ عشرہ کے دنوں سے بڑھ کر اور کوئی عبادت نہیں۔ ان دعاؤں کے پڑھنے کا حکم دیا۔

پہلی دعا۔ پہلی دعا یہ ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

اللہ کے سوا کوئی نہ واحد ہے نہ کوئی سچا معبود، حمد اور بادشاہت اسی کے لیے ہے، وہی زندہ کرتا ہے، اور مارتا ہے، اسی کے ہاتھ میں ہر نیکی کا اندازہ ہے، وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

دوسری دعا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اِلٰهًا وَّاحِدًا صَمَدًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا۔

میں گواہی دیتا ہوں، خدائے برحق کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہ ہر چیز پر قادر ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہ بے نیاز ہے، واحد ہے، نہ اس کی کوئی بیوی ہے نہ بیٹا۔

تیسری دعا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

میں گواہی دیتا ہوں، اللہ ہی واحد اور سچا معبود ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، سب ملک اسی کا ہے، اسی کے لیے سب تعریف ہے۔ وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اسے ہرگز موت نہیں۔ نیکی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

چوتھی دعا۔ حَسْبِيَ اللّٰهُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ دَعٰى لَيْسَ وَرَاءَ اللّٰهِ الْمُنْتَهٰى۔

میرے لیے اللہ ہی کافی ہے جو شخص اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے۔ اللہ اس کی دعا سنتا ہے۔ اللہ کے سوا کسی کا کوئی اور ٹھکانا اور مقصود نہیں۔

پانچویں دعا۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا

اے اللہ تو ہی ساری تعریفوں کے لائق ہے، جیسا کہ

تَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ لَکَ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ وَ لَکَ یَا رَبِّ تُرَاثِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ مِنْ شَتَاتِ الْاَمْرِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا تَجْرِیْ بِہِ الرِّیْحُ ۔

تونے آپ اپنی تعریف فرمائی ہے ۔ ہماری ہر تعریف کے کرنے سے تو بہتر ہے ۔ اے اللہ! میری نماز، میری عبادت میری زندگی اور میری موت سب تیرے ہی لیے ہیں۔ میری میراث بھی خاص تیرے ہی لیے ہے ۔ اے مالک! ہر صورت میں تیری ہی بارگاہ عالی میں عذابِ قبر سے بچنے کی درخواست کرتا ہوں ۔ میرے کاموں کی پراگندگی سے مجھے بچا، جس چیز پر ہوا چلتی ہے میں اس کی بہتری کے لیے تیرے حضور میں دُعا کرتا ہوں کہ اس سے مجھے امن میں رکھ۔

دعاؤں کا نتیجہ: حضرت عیسیٰؑ سے ان کے حواریوں نے پوچھا۔ کہ ان دعاؤں کے پڑھنے سے کیا ثواب ملتا ہے ۔ آپ نے جواب دیا جو شخص ایک سو چار مرتبہ پہلی دعا پڑھے قیامت کے دن وہ نیکیوں میں تمام عابدوں سے بڑھ کر ہوگا۔ دوسری دعا پڑھنے والے کے نامہ اعمال میں ایک ہزار نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور اتنی ہی برائیاں دور کر دی جاتی ہیں۔ بہشت میں اس کے لیے دس ہزار درجے بلند کر دیئے جاتے ہیں ۔

جو شخص تیسری دعا پڑھے آسمان سے اس کے لیے ستر ہزار فرشتے اترآتے، اور اس کے لیے اللہ کی جناب میں رحمت کی درخواست کرتے ہیں ۔

جو شخص سو بار چوتھی دعا پڑھے فرشتہ اس دعا کو اٹھا کر اللہ تعالےٰ کے سامنے لے جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ اس شخص پر رحمت کی نظر کرتا ہے اور وہ کبھی بدبخت نہیں ہو سکتا ۔

پانچویں دعا کے متعلق حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا یہ میری دعا ہے اور اس کی خاصیت بتانے کی مجھے اجازت نہیں۔

امام ہبۃ اللہ بن مبارک نے حسن بن احمد بن عبداللہ مقری سے روایت کی ہے، کہ انھوں نے خلیفہ بن حیص سے، اور انھوں نے حضرت علی ابن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ آن حضرتؐ عرفہ کے دن کثرت سے یہ دعا پڑھا کرتے تھے اور دعا میں فرمایا کرتے تھے ۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا تَقُوْلُ وَخَیْرًا مِمَّا نَقُوْلُ لَکَ صَلٰوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ وَ لَکَ یَا رَبِّ تُرَاثِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ فِتْنَۃِ الصَّدْرِ وَ شَتَاتِ الْاَمْرِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ

اے اللہ! تونے اپنی شان میں جو تعریف بیان کی ہے یہ تیرے ہی لیے ہے میرے کہنے سے تو خود بہتر کہتا ہے ۔ اے اللہ! میری زندگی، موت اور عبادت سب تیرے ہی لیے ہیں، میری میراث بھی تیرے لیے ہے ۔ اے اللہ میں تجھ سے امن چاہتا ہوں مجھے قبر کے عذاب، سینہ کے فتنہ اور کام کی پراگندگی سے محفوظ رکھ جس چیز کے ساتھ ہوا چلتی ہے

مِنْ خَيْرِ مَا تَجْبِرِیْ بِهِ الرِّيَاحُ ۔ — میں تجھ سے بہتر چیز کی درخواست کرتا ہوں وہ چیز مجھے عطا فرما۔

بہتہ اللہ بن مبارک، موسیٰ بن عبیدہ سے اور وہ حضرت علی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا عرفہ کے دن میری دعا اور مجھ سے پہلے انبیاء کی دعا یہ ہوتی تھی۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَّفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَّفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَسَاوِسِ الصَّدْرِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا يَلِجُ فِي اللَّيْلِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَلِجُ فِي النَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَهُبُّ بِهِ الرِّيَاحُ وَمِنْ شَرِّ بَوَائِقِ الدَّهْرِ۔

اللہ کے سوا جو واحد ہے اور جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، نہ ہی اس کا کوئی شریک ہے، اسی کا ملک ہے، وہی تعریف اور حمد و ثنا کے لائق ہے۔ وہ ہر چیز پہ قادر ہے۔ اے اللہ! تو میرے دل میں نور عطا فرما، میرے کانوں اور میری آنکھوں کو نور سے مزین کر دے۔ اے اللہ میرا سینہ کھول دے، میرے کام آسان کر، میرے سینہ کو وسوسوں قبر کے فتنہ اور کام کی پراگندگی سے امن میں رکھ۔ مجھے رات اور دن کی شرارت سے بچا۔ ہوائی حادثوں اور ان کے شر اور بدی سے امن میں رکھ۔

ضحاکؓ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن لوگوں کے اجتماع کے بارے میں رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ یہ حج اکبر کا دن ہے، جو شخص اس روز یہاں نہ آئے گا اس کا حج نہ ہوگا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ یہ دن اللہ کی جناب میں سوال کرنے اور تہلیل و تکبیر اور لبیک کہنے کا ہے۔ جو شخص اس مقام پر پہنچ کر اللہ کی جناب میں دعا نہ مانگے وہ تمام نیکیوں سے محروم رہتا ہے۔ یاد رکھو جس سے تم مانگتے ہو وہ بڑا سخی ہے بخیل نہیں، علیم اور عالم ہے، وہ اپنے بندوں کی دعائیں رد نہیں کرتا۔ اگر کوئی مقیم اس روز روزہ رکھے تو اس کا ثواب اسی قدر ہے جیسے اس نے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد روزے رکھے ہیں۔

عرفہ میں آنحضرت صلعم کی دعا۔ عرفہ کی رات آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاص دعا پڑھا کرتے تھے۔ بہتہ اللہ بن مبارک قاضی ابوالقاسم عبدالرحمٰن علی بن حسن بن عبدالکریم عسکری سے، وہ علی بن محمد بن عبداللہ بن ابراہیم سے، وہ محمد بن احمد ابی شیبہ سے، وہ مسلم سے، وہ علی سے، وہ مسلم سے، وہ ابن ابی ندیک سے وہ ابراہیم بن فضل مخزومی سے، وہ سلیمان بن زید سے، وہ حرم حبیبان سے، وہ حضرت علیؓ ابن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا عرفہ کی رات جو دعا پڑھی جاتی ہے اس سے بہتر کوئی دعا نہیں۔ جو شخص عرفہ کی رات یہ دعا پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر سب سے پہلے نظر کرم کرتا ہے۔ آں حضرتؐ اسے پڑھنے کے لیے عرفہ میں قبلہ رو کھڑے ہو جایا کرتے تھے

دعا کے لیے دونوں ہاتھ پھیلا کر تین دفعہ لبیک کہتے۔ پھر سو بار یہ دہراتے کہ:۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

اللہ کے سوا کوئی واحد اور معبود نہیں، نہ ہی اس کا کوئی شریک ہے۔ تمام بادشاہت اسی کی ہے، تمام حمد اسی کے لیے ہے وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے، اسی کے ہاتھ میں نیکی ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ دعا آپ سو مرتبہ پڑھتے، اس کے بعد سو مرتبہ یہ دعا پڑھتے:۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا۔

اللہ کے حکم کے بغیر کسی چیز کو گردش نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں، کہ اللہ ہی ہر چیز پر قادر ہے۔ سب کچھ اللہ ہی کے احاطۂ علم میں ہے۔

اس دعا کے بعد آپ شیطان مردود سے پناہ مانگا کرتے تھے اور تین بار فرماتے۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

اس کے بعد تین بار سورۂ فاتحہ پڑھتے، ہر بار سورۂ فاتحہ بسم اللہ مکمل سے شروع کر کے آمین پر ختم کرتے۔ پھر سو بار سورۂ اخلاص تلاوت فرماتے۔ پھر فرماتے "اے اللہ! تو اپنے اُمّی نبی پر رحمت نازل فرما! اپنی برکات بھیج"۔ یہ سب کچھ پڑھ چکنے کے بعد آپ خدا کی بارگاہ میں اپنی خواہش کا اظہار فرماتے۔

آپؐ نے فرمایا۔ اس وقت اللہ اپنے فرشتوں سے کہتا ہے "میرے بندے کی طرف دیکھو۔ یہ بندہ کس قدر سچے ارادہ سے میرے گھر کی طرف منہ کیے ہوئے ہے۔ میرے لیے تکبیر اور لبیک کہہ رہا ہے۔ تسبیح پڑھ رہا ہے، مجھے واحد جانتا اور میری تہلیل بیان کرتا ہے۔ اے لوگو! یاد رکھو جن سورتوں کو میں زیادہ عزیز رکھتا ہوں، انھیں پڑھو! اور میرے رسول پر درود بھیجو! میں تمھیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان کے عمل قبول کر لیے اور ان کا اجر اپنے اوپر واجب کر لیا۔ ان کے تمام گناہ بخش دیئے۔ اور جو لوگ میرے محبوب کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں، اس کے ارشادات کی تعمیل کرتے ہیں، میں نے ان کا سوال قبول کر لیا۔

ایک اور دعا:۔ امام ہبۃ اللہ بن مبارک نے حسن بن احمد بن عبداللہ مقری سے، وہ حسین بن عمران موذنی سے، وہ ابوالقاسم نامی سے، وہ بو علی حسن بن علی سے، وہ احمد بن عمار سے، وہ محمد بن مہدی سے، وہ ابن جریج سے، وہ عطا سے اور وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت نے فرمایا یہاں ہر سال خشکی اور تری سے لوگ آکر جمع ہوتے ہیں۔ تری کے لوگوں سے حضرت خضر اور حضرت الیاس مراد ہیں۔ یہ ایک دوسرے کا سر مونڈتے ہیں اور ایک دوسرے سے یہ کہتے ہیں کہ یہ پڑھو۔

بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا يَاْتِيْ بِالْخَيْرِ اِلَّا اللّٰهُ بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا يَصْرِفُ السُّوْءَ اِلَّا اللّٰهُ بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَآءَ

بسم اللہ ماشاء اللہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نیکی نہیں دیتا، بسم اللہ خدا کے سوا کوئی بدی کو دور نہیں کر سکتا، بسم اللہ ماشاء اللہ، جس قدر بھی نعمت تمھارے پاس ہے وہ اللہ

اللّٰہُ وَمَا بِکُمْ مِنْ نِعْمَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ بِسْمِ اللّٰہِ مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

ہی دیتا ہے بسم اللہ، ماشاء اللہ، اللہ کے حکم کے بغیر کوئی چیز گردش نہیں کر سکتی نہ کسی کو اس بات کی طاقت ہے۔

ابن عباس نے فرمایا جو شخص یہ دعا پڑھے وہ پانی میں ڈوبنے، آگ لگنے اور چوری سے محفوظ رہتا ہے۔ رات کے آنے تک مکروہ چیزوں سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ جب یہ دعا رات کو پڑھے تو صبح تک اللہ تعالیٰ اسے اپنی حفاظت میں رکھتا ہے۔

فرشتے اور خضر عرفات میں:- ہبۃ اللہ حسن بن احمد ازہری سے، وہ ابو طالب بن عمران بکری سے، وہ اسماعیل سے، وہ عباس سے، وہ عبداللہ بن اسحاق عطا بن محمد بشیر قیسی سے، وہ عبداللہ بن حسن سے، وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے اور وہ حضرت علی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ عرفہ کے دن حضرت جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور خضر علیہ السلام عرفات میں جمع ہوتے ہیں، پھر جبرئیلؑ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ چاہتا ہے، وہی ہوتا ہے۔ اللہ کے حکم کے سوا کسی کو گردش کی طاقت نہیں اور میکائیل کہتے ہیں اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے، سب نیکیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں، اس کے بعد خضرؑ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے، سب نیکیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں، سوائے اس کے کوئی برائی کو دور نہیں کر سکتا۔ پھر سب چلے جاتے ہیں۔ سال گزر جانے کے بعد پھر عرفہ کے دن عرفات میں جمع ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب!

متفرق دعائیں

ابن جریجؒ کہتے ہیں کہ جب مسلمان موقف میں کھڑے ہوتے ہیں تو یہ دعا پڑھتے ہیں۔

دعائیں اور ان کا اثر:- رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اے ہمارے رب ہمیں دنیا اور آخرت کی نیکی عطا کر اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔

مجاہد نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا اس وقت سے رکن یمانی کے پاس ایک فرشتہ کھڑا آمین کہہ رہا ہے، تو اے لوگو! تم بھی سب کہو کہ

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اے رب ہمارے، ہمیں دنیا اور آخرت کی نیکی عطا کر، اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔

ایک روایت میں، حماد بن ثابت نے کہا ہے، کہ لوگوں نے انس بن مالکؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس پر کچھ اور زیادہ کر دیجئے آپ نے پھر یہی دعا کہی۔ لوگوں نے پھر عرض کیا کہ اس میں کچھ اضافہ کریں، آپ نے جواب دیا تم اس سے زیادہ کیا چاہتے ہو، تمہارے لیے میں نے دنیا اور آخرت میں بہتری کی دعا مانگی، اس سے بہتر دعا اور کیا ہو سکتی ہے۔ حضرت انسؓ نے فرمایا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اے رب ہمارے ہمیں دنیا اور آخرت کی نیکی عطا کر اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص اس دعا کے ساتھ خدا کو یاد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور اپنے فضل کا ایک حصہ اور زیادہ

اسے عطا کرتا ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے بعض لوگ یہ دعا کرتے ہیں، اے اللہ! ہمیں اونٹ، بکریاں، گائیں، لونڈیاں، سونا اور چاندی عطا کر، تو یہ لوگ دنیا کے خواہش مند ہوتے ہیں اور اپنے لیے دنیا کا مال ہی جمع کرتے ہیں اور دنیا کی مصیبت ہی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا مقصود ہی یہ ہوتا ہے، ایسے لوگوں کے بارے میں خدا فرماتا ہے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔

بعض لوگ یہ دعا کرتے ہیں۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔

اے رب ہمارے ہمیں دنیا اور آخرت کی نیکی عطا کر، اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔

مگر یہ دعا خدا کے مقبول بندوں اور پیغمبروں کی زبان سے نکلی ہے، مگر عالموں کا نیکیوں کے معنوں میں اختلاف ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں اے اللہ! ہمیں دنیا میں نیکی عطا فرما یعنی ہمیں صالح عورت عطا فرما اور آخرت میں ایسی ہی حور عطا کر۔ دوزخ سے محفوظ رکھنے سے مراد ہے بُری عورت سے محفوظ رکھ۔ حضرت حسن علیہ السلام فرماتے ہیں دنیا کی نیکی سے مراد علم و عبادت ہے اور آخرت کی نیکی سے مراد ہے بہشت۔

سدی احمد بن حبان نے کہا ہے کہ دنیا کی نیکی سے یہ چیزیں مراد ہیں۔ رزق حلال، فراخی، نیک کام، آخرت کی نیکی مغفرت اور ثواب۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دنیا کی نیکی سے حصولِ علم اور اس پر توفیق مراد ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ کے حضور حساب میں آسانی ہو اور بہشت میں داخل ہونا نصیب ہو۔

بعض دنیا کی نیکی سے مراد لیتے ہیں "کہ خدائے تعالےٰ گناہ سے بچنے کی توفیق دے۔ آخرت کی نیکی سے نجات مراد ہے۔ بعض کا خیال ہے، کہ دنیا کی نیکی سے مراد یہ ہے" کہ صالحیت نصیب ہو اور آخرت کی نیکی سے مراد ہے" کہ پیغمبروں سے موافقت نصیب ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ دنیا نیکی اور ایمان پر قائم رہنے کا نام ہے" اور دنیا کی نیکی مال اور نعمت ہے۔ آخرت کی نیکی سے مراد ہے نعمت کا پورا ہونا، دوزخ کی آگ سے نجات حاصل ہونا اور بہشت میں داخل ہونا۔ بعض کا خیال ہے کہ دنیا کی نیکی سے مراد اخلاص اور آخرت کی نیکی سے مراد نجات ہے۔ بعض دنیا کی نیکی سے مراد اللہ کی عبادت و اطاعت کا حصول بیان کرتے ہیں" اور آخرت کی نیکی سے دیدارِ الٰہی مراد لیتے ہیں۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی نیکی سے مراد دنیا میں عافیت پانا ہے۔ آخرت کی نیکی سے مراد آخرت کی عافیت ہے۔ حضرت انسؓ نے اس قول کی تائید کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا میں ایک بیمار کی عیادت کے لیے گیا، اس وقت بیمار کی ایسی حالت تھی جیسے کسی پرندے کے پر نوچ لیے گئے ہوں۔ میں نے پوچھا تو اس نے کہا میں اللہ تعالےٰ کی جناب میں دعا کیا کرتا تھا کہ

ایک حدیث:۔

اَللّٰھُمَّ مَا کُنْتَ مُعَاقِبِیْ بِہٖ فِی الْاٰخِرَۃِ فَعَجِّلْہُ لِیْ فِی الدُّنْیَا ۔

اے اللہ! آخرت میں مجھے جو عذاب ملنا ہے وہ دنیا میں ہی میں دیدے۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ پاک ہے، اس کے سوا کوئی پاکی کے لائق نہیں، تو نے خدا سے اس کے عذاب کی کیوں درخواست کی۔ کیا تم اس عذاب کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتے ہو؟ تمھیں یوں دعا کرنا چاہیئے تھی۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اور کچھ لوگ کہتے ہیں اے اللہ! تو مجھے دنیا اور آخرت میں نیکی عطا فرما۔ دوزخ کے عذاب سے بچا۔"

چنانچہ اس بیمار نے آں حضرت صلعم کے ارشاد کے مطابق دعا مانگی، تو خدا نے اسے شفا عطا کر دی۔

سہل بن عبداللہ رضؓ کہتے ہیں کہ دنیا میں نیکی سنت ہے، اور آخرت کے لیے جنت ہے۔ مسیب نے عوف سے روایت کی ہے کہ اس آیت سے، وہ لوگ مراد ہیں، جنھیں اللہ تعالےٰ نے جنت کی نعمت عطا فرمائی ہے، اور قرآن کریم جیسی نعمت بخشی ہے۔ اہل و عیال و مال کا لطف دیا ہے ایسے ہی لوگوں کے لیے آخرت اور دنیا دونوں کی نیکی ہے۔ عبدالعلی بن وہیب سے روایت ہے کہ سفیان ثوریؒ نے اس آیت کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ نیکی سے پاک اور حلال رزق مراد ہے، اور آخرت کی نیکی سے اور جنت کا حصول ہے۔

باب ۴۶

سورۂ کوثر۔ خدا کو یاد کرنا۔ دعا۔ قربانی۔ عیدگاہ کو جانا۔

عید کی قربانی۔ ایام تشریق۔ ذکرِ الٰہی، ایام تشریق۔ تکبیریں۔

سُورۂ کوثر

انا اعطینک الکوثر۔ ارشاد ہو رہا ہے:۔

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ۔ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ۔

ہم نے تجھے کوثر عطا کیا، پس تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر، اس میں کوئی شک نہیں کہ بے نسل تیرا دشمن ہی ہے۔

تفسیر:۔ عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں، کوثر سے مراد بہت سی نیکیوں کا عطا ہونا ہے، جس میں قرآن اور نبوت بھی شامل ہیں۔ اور وہ نہر بھی شامل ہے جو بہشت میں جاری ہے۔ اس کی سطح موتی کی طرح جوف دار ہے۔ اس کے کنارے سبز یاقوت کے آبخورے چنے ہوئے ہیں، اس کا پانی شہد سے زیادہ شیریں اور مکھن سے زیادہ نرم ہے۔ اس کا کیچڑ خالص کستوری ہے، اس کی مٹی سفید کافور ہے، اس کے سنگریزے موتی اور یاقوت ہیں، جس طرح کمان سے تیر نکلتا ہے، اسی تیزی سے وہ بھی بہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہر آں حضرت صلعم کو عطا فرمائی۔

مقاتل کا قول ہے "کہ یہ نہر بہشت کے درمیان جاری ہے" اور اسے کوثر اس لئے کہا گیا۔ کہ یہ بہشت کی تمام نہروں سے بڑی نہر ہے اور بڑے زور شور سے اچھلتی ہوئی چلتی ہے۔ اس کی رفتار بہت تیز ہے، اس کی مٹی کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے۔ یاقوت، مروارید اور زبرجد کے سنگریزے ہیں، برف سے زیادہ سفید اور مکھن سے زیادہ نرم ہے۔ اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ اس کے کناروں پر گنبد بنے ہیں، ہر گنبد جوف دار مروارید سے بنا ہے۔ نو میل کوس وسیع ہے۔ ہر گنبد میں موتی کے چار ہزار دروازے ہیں۔ ہر گنبد میں موٹی آنکھ والی ایک حور بیٹھی ہے۔ ہر حور کی خدمت کے لیے ستر ہزار خدمت گار ہیں۔

آں حضرتؐ نے فرمایا، میں نے معراج کی رات جبرئیلؑ سے پوچھا بہشت کی نہر پر یہ خیمے کیسے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا۔ یہ آپ کی بیبیوں کے گھر ہیں۔

کوثر کی جانب سے بہشت کو چار نہریں جاتی ہیں۔ سورۂ محمد میں اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر کیا ہے، ان میں ایک پانی کی نہر ہے، ایک دودھ کی، ایک شراب کی اور ایک شہد کی۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ مقاتل نے اس کے معنی بیان کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے پانچ وقت کی نماز ادا کر، قربانی کے دن خدا کی راہ میں اونٹ قربان کر۔ بعض نے اس کا مطلب یہ بتایا ہے کہ اللہ کے لیے عید کی نماز ادا کر، منیٰ میں جا کر اونٹ کی قربانی کر۔ بعض یہ معنی بتاتے ہیں کہ تکبیر کہتے ہوئے اپنے ہاتھ گلے کی طرف اٹھا یعنی نماز پڑھ۔ بعض کہتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر۔

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بے نسل تیرا دشمن ہی ہے۔

اس کی تفسیر یہ ہے کہ ایک دفعہ آں حضرتؐ بنی سہم بن عمر بن حصیص کے دروازے سے مسجد حرام میں داخل ہوئے، اس وقت قریش بیٹھے تھے۔ آپ وہاں بیٹھے نہیں بلکہ کھڑے باب صفا کی طرف چلے گئے۔ قریش نے آپ کو جاتے دیکھا۔ عاص بن وائل بن ہشام بن سعید بن سعد بن سہم آرہا تھا۔ وہ راستہ میں صفا کے دروازہ پر آپ سے ملا۔ اس وقت آپ کا فرزند عبداللہ فوت ہو چکا تھا۔ اس زمانے میں دستور یہ تھا کہ جس کا بیٹا فوت ہو جائے اس کا کوئی وارث باقی نہ رہتا تھا۔ اس لحاظ سے اسے ابتر کہا جاتا تھا" یعنی بے نسل۔

جب عاص بن وائل اپنی قوم کی طرف واپس گیا۔ تو انھوں نے عاص سے پوچھا۔ تمھیں راستہ میں کون ملا تھا؟ اس نے کہا میں ابتر سے ملا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اے میرے حبیب تجھ سے عداوت رکھنے والا دشمن ابتر ہے یعنی اس کی دُم کٹی ہوئی ہے، اسے نیکی سے دور کر دیا گیا ہے، پھر فرمایا۔ اے محمد! تو میرے نام کے ساتھ یاد کیا گیا ہے۔ تو اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کا درجہ تمام لوگوں سے بلند کیا ہے۔ فرمایا۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔	کیا ہم نے تیرے سینے کو نہیں کھولا جس بوجھ نے تیری پیٹھ کو توڑ رکھا ہے اسے ہم نے ہلکا نہیں کیا، اور تیرے لیے تیرے ذکر کو بلند کیا۔

ہر عرفہ اور جمعہ کے دن منبروں پر آپ کا نام لیا جاتا ہے، تمام مسجدوں میں اقامت اور نماز کے وقت آپ کو یاد کیا جاتا نکاح، خطبوں اور بات چیت کے وقت آپ کا نام آتا ہے۔ آپ کے ٹھہرنے کی جگہ عین فردوس کے درمیان بنائی گئی ہے۔ اس لیے دین دشمن نے آپ کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اس سے آپ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اس (عاص بن وائل) کی جگہ دوزخ ہے، جس میں اس کے لیے طرح طرح کا عذاب ہے۔ اس لیے کہ اس نے رسولِ خدا کی بے ادبی اور گستاخی کی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ مومنوں کو جو نبی اکرم کے دوست ہیں اس ایمان اور محبت کے اجر کے طور پر بہشت عطا کرتا ہے، جو اس کے نبی کے دشمن ہیں وہ کافر اور منافق ہیں۔ وہ دوزخ کی آگ میں ڈالے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے رسولِ خدا صلعم اور ان کی امت کو نماز پڑھنے کے ساتھ اور بھی بعض احکام بتائے ہیں، ان میں بعض تو ذکرِ الٰہی ہیں اور بعض دعائیں" جو قربانی کے لیے ہیں۔

یادِ الٰہی کرنا

ایک آیت کی تفسیر:- فرمایا "اے ایمان والو! تم کثرت سے اللہ کو یاد کرو یعنی مجھے بہت یاد کرو تاکہ میں تمھیں یاد کروں، میرا شکر کرو اور کفران نہ کرو۔" اس قول کے بارے میں علما کا اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں "اس کے معنی یہ ہیں کہ تم مجھے عبادت کے ذریعے یاد کیا کرو اور میں تمھیں اپنی مدد کے ذریعے یاد کروں گا۔ جیسا کہ فرمایا"

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۔ جو لوگ میرے رستے کی تلاش کرتے ہیں، ہم انھیں اپنی راہ دکھائیں گے۔

سعید بن جبیرؒ اس کے معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ تم خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ فضیل بن عیاض نے یہ معنی بیان کیے ہیں "کہ تم مجھے عبادت کے ساتھ یاد کرو! میں تمھیں ثواب کے ساتھ یاد کروں گا۔ جیسا کہ فرمایا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ ۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے، ہم ان کا اجر ضائع نہیں کرتے نیک عمل کرنے والوں کے لیے بہشت عدن ہے۔

اُن حضرت صلعم نے فرمایا۔ جس نے اللہ کی عبادت کی اور اسے یاد کیا، خواہ اس نے روزہ، نماز اور تلاوت قرآن میں کتنی ہی کمی کی ہو، اور جو اللہ تعالےٰ کا نافرمان ہے، اسے فراموش کر دیتا ہے، خواہ بہت نمازیں پڑھتا اور روزے رکھتا ہو، قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہو اس کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ عبادت کے لیے توحید ہی کافی ہے، جس کا ثواب بہشت ہے۔

ابن کیسانؒ نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں، تم مجھے شکر کے ساتھ یاد کرو، میں تمھیں کثرت نعمت کے ساتھ یاد کروں گا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اگر تم شکر کرو تو میں تمھاری نعمتوں میں اضافہ کروں گا۔

بعض علما نے اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ تم مجھے توحید اور ایمان سے یاد کرو میں تمھیں بہشت کے درجوں سے یاد کروں گا۔ جیسا کہ فرمایا۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے انھیں خوشخبری دو کہ تمھارے لیے بہشت ہے "جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

بعض نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں "کہ تم زمین کے اوپر مجھے یاد کرو! میں زمین کے اندر تمھیں یاد کروں گا جب کہ دنیا کے سب لوگ تمھیں بھول گئے ہوں گے۔ جیسا کہ اصمعی نے فرمایا، میں عرفہ کے روز عرفات میں ایک اعرابی کو یہ کہتے سنا کہ "یا اللہ! میں نے ہر قسم کی زبانوں سے تیری طرف بلند آوازیں کہتے ہوئے سنا ہے، اور وہ تجھ سے اپنی حاجتیں طلب کر رہی تھیں، اب تیری بارگاہ میں میری حاجت یہ ہے کہ تو مجھے بلا کے وقت یاد فرمائے جب کہ میرے اہل بھی مجھے بھول گئے ہوں۔"

بعض یہ معنی بیان کرتے ہیں۔ کہ تم مجھے اطاعت کے ساتھ یاد کرو! میں تمھیں عفو کے ساتھ یاد کروں گا۔ اس کی دلیل یہ دی

جاتی ہے کہ خدا نے فرمایا۔ جو مومن مرد یا عورت نیک کام کرے ہم اسے پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے۔ بعض کہتے ہیں کہ تم ظاہر و باطن میں مجھے یاد کرو۔ میں بھی تمھیں ظاہر و باطن میں یاد کروں گا۔

ایک روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ جس طرح بندہ میرے متعلق گمان کرتا ہے، میں بھی اس سے ویسے ہی قریب ہوں۔ بندہ جس طرح چاہے گمان کرے میں بھی ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہوں۔ اگر کوئی دل میں یاد کرے، تو میں بھی اسے دل میں یاد کرتا ہوں، جو ایک بالشت بھر میرے قریب ہوتا ہے، میں ایک گز اس کے قریب ہو جاتا ہوں، جو ایک گز میرے قریب آتا ہے میں دو گز اس کے قریب ہو جاتا ہوں، جو چل کر میرے پاس آتا ہے، میں دوڑ کر اس کے پاس جاتا ہوں۔ اگر کوئی زمین کے برابر گناہوں سے لدا ہوا میرے پاس آتا ہے تو میں بھی اس کے ساتھ ویسی ہی آزادی سے پیش آتا ہوں۔ بشرطیکہ وہ کسی کو میرا شریک نہ بنائے۔

بعض نے اس کے معنی یہ بتائے ہیں کہ تم نعمت اور آسانی کے وقت مجھے یاد کرو! میں مصیبتوں اور بلاؤں میں تمھیں یاد کروں گا، جیسا کہ فرمایا۔ اگر یونس تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا تو قیامت کے دن تک مچھلی کے پیٹ ہی میں رہتا۔

سلمان رضؓ فارسی کا ارشاد:- سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص خوشی کی حالت میں اللہ کو یاد کرتا ہے۔ جب وہ بعد ازاں کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے، تو فرشتے اس کے لیے بارگاہِ الٰہی میں سفارش کرتے ہیں جسے اللہ تعالےٰ قبول فرماتا ہے۔ اس کے برعکس، جس نے خدا سے دعا نہ کی ہو جب مصیبت کے وقت دعا کرتا ہے تو فرشتے اس کی سفارش نہیں کرتے، جیسا کہ فرعون کے قصہ میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس سے فرمایا کہ پہلے نافرمان کیوں رہا کہ اب توبہ کرتا ہے۔

بعض نے یہ تفسیر کی ہے کہ جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے، اس کے لیے یہی توکل کافی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ خدا فرماتا ہے، تم مجھے محبت اور شوق سے یاد کرو، میں تمھیں اپنے وصل اور قرب سے یاد کروں گا۔ بعض اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ تم مجھے تعریف اور بزرگی سے یاد کرو میں تمھیں عطا اور جزا سے یاد کروں گا۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ فرماتا ہے تم مجھے توبہ سے یاد کرو میں تمھیں بخشش گناہ سے یاد کروں گا۔ اگر تم دعا سے یاد کرو گے، تو میں تمھیں عطا کے ساتھ یاد کروں گا۔ تم مجھے سوال سے یاد کرو گے، تو میں اپنے کرم سے یاد کروں گا، اگر تم میری یاد سے غافل نہ ہو گے، تو میں بھی تمھاری یاد سے غفلت نہ کروں گا، اگر تم مجھے شرمندگی سے یاد کرو گے تو میں تمھیں فائدہ اور نفع رسانی سے یاد کروں گا۔ تم مجھے گناہوں کے ترک سے یاد کرو گے، تو میں تمھیں عظمت اور بزرگی سے یاد کروں گا۔ تم محبت سے یاد کرو گے، تو میں نجات سے یاد کروں گا، تم دل سے میری یاد کرو گے تو میں تمھاری سختیاں دور کروں گا۔ تم مجھے نہ بھولو گے اور یاد کرو گے، تو میں تمھیں ایمان والوں کے ساتھ یاد کروں گا۔ تم عذر خواہی سے یاد کرو گے تو میں تمھیں گناہوں سے آزادی بخشوں گا۔ اگر تم ایمان سے یاد کرو گے تو میں تمھیں بہشت عطا کروں گا۔ اگر تم دین داری سے یاد کرو گے، تو میں بخشش کے ساتھ یاد کروں گا اگر تم دل سے یاد کرو گے تو میں تمھارے لیے پردے اٹھا دوں گا۔ تم مجھے خالی ذکر سے یاد کرو گے، تو میں باقی ذکر سے یاد

کروں گا، اگر تم عاجزی سے یاد کروگے تو میں بزرگی سے یاد کروں گا، اگر تم انکساری سے یاد کروگے تو میں تمھارے گناہ بخش دوں گا۔ اگر تم مجھے قرار سے یاد کروگے تو میں تمھارے گناہوں میں کمی کردوں گا۔ اگر تم باطن کی صفائی سے یاد کروگے، تو میں تمھیں خالص نیکی سے یاد کروں گا، اگر تم صدق سے یاد کروگے، تو میں نرمی سے یاد کروں گا۔ تم مجھے برگزیدگی سے یاد کروگے تو میں تمھیں بزرگی عطا کروں گا۔ تم مجھے تکبیر سے یاد کروگے، تو میں تمھیں دوزخ سے نجات دوں گا۔ تم میری خاطر جور وجفا چھوڑ دوگے، تو میں تمھاری نگہبانی کروں گا، اور وفادار جانوں گا۔ اگر تم گناہوں کو ترک کروگے، تو میں تمھیں اپنی عطاؤں سے یاد کروں گا، تم میری خدمت میں کوشش کروگے تو میں تم پر اپنی نعمت پوری کروں گا۔ جہاں بھی تم مجھے یاد کروگے اسی جگہ میں بھی تمھیں یاد کروں گا۔

اُذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ۔ تم مجھے یاد کروگے میں بھی تمھیں یاد کروں گا۔

"بلاشک وشبہ اللہ تعالےٰ ہی کا ذکر بلند ہے"۔ اس آیت کے معنی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جو کوئی خدا کی نعمت کو یاد کرتا ہے، اور اس کی نعمت کا شکریہ ادا کرتا ہے، اللہ تعالےٰ اس کے لیے نعمت کو زیادہ کرتا ہے اور جو کفرانِ نعمت کرتا ہے خدا اسے عذاب دیتا ہے۔

سدی کا بیان:- سدی نے اس آیت کے یہ معنی بیان کیے ہیں" کوئی ایسا بندہ نہیں جو خدا کو یاد کرے تو اللہ اسے اپنی رحمت سے یاد نہ کرے، جو اسے کفر سے یاد کرتا ہے، خدا اُسے اپنے عذاب سے یاد کرتا ہے۔ سفیان بن عیینہؒ کہتے ہیں کہ خدائے تعالےٰ نے فرمایا کہ وہ اپنے بندوں کو ایسی چیزیں عطا کرتا ہے کہ اگر وہ چیزیں جبرئیل اور میکائیل کو عطا ہو جائیں تو انھیں ان کا بڑا اجر ملے۔ میں نے اپنے بندوں کو فرمایا ہے، کہ تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کرتا ہوں۔

حضرت موسےٰ سے اللہ تعالےٰ نے فرمایا، اے موسےٰ! ظالموں سے کہہ دو! کہ مجھے یاد کریں، کیونکہ جو مجھے یاد کرتا ہے، میں اسے یاد کرتا ہوں۔ ظالموں کے لیے میری یاد یہ ہے کہ میں ان پر لعنت بھیجتا ہوں۔

ابوعثمان ہندی کہتے ہیں" جب میرا اللہ مجھے یاد فرماتا ہے، اس وقت مجھے علم ہو جاتا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا، وہ کیسے؟ فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کروں گا۔ چنانچہ جب میں اللہ کو یاد کرتا ہوں وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ داؤدؑ پر اللہ تعالےٰ نے وحی نازل فرمائی کہ تم میرا ذکر کرتے ہو لہٰذا تم اس ذکر سے خوش وخرم رہو اور میری نعمت کا شکر کرو۔

نوریؒ فرماتے ہیں کہ ہر جاندار کے لیے تکلیف پیدا کی گئی ہے، مگر عابد کی تکلیف یہ ہے کہ اللہ کا ذکر اس سے علیٰحدہ کر دیا جائے

بعض بزرگوں کا کہنا ہے۔ کہ جب کسی کے دل میں اللہ کا ذکر اپنی جگہ پکڑے، اس کے پاس شیطان آجائے، تو شیطان مرگی والے مریض کی طرح ہو جاتا ہے، اور وہ اسی طرح پریشان ہو جاتا ہے، جس طرح شیطان کے غلبہ پالینے سے آدمی کی حالت ہو جاتی ہے، وہ حواس باختہ ہو جاتا ہے۔ شیطان کو حواس باختہ دیکھ کر اس کے دوسرے ساتھی اسے کہتے ہیں، کہ اسے کوئی بیماری لاحق ہو گئی ہے، ممکن ہے یہ کسی انسان سے چھو گیا ہو۔

سہل بن عبداللہ کی روایت:- سہل بن عبداللہ کہتے ہیں، سب سے بدتر گناہ اللہ تعالےٰ کو بھول جانا ہے، اس سے بڑا گناہ کوئی

نہیں۔ بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ ذکر خفی کو فرشتے آسمان پر نہیں لے جاتے، اس لیے کہ وہ اس ذکر سے بے خبر ہوتے ہیں۔ یہ ذکر خدا اور بندے کے درمیان پوشیدہ ہے۔

ایک واقعہ:- ایک روایت ہے کہ ایک ذاکر جنگل میں رہتا تھا، ایک شخص اس کے پاس گیا، اس نے دیکھا کہ اچانک ایک بہت بڑا درندہ اس کے پاس آیا اور ذاکر پر حملہ کرکے، اس کے جسم سے گوشت نوچ لیا، اسے تکلیف اور صدمہ کے باعث غش آگیا۔ جو شخص ذاکر کے پاس گیا تھا وہ کہتا ہے کہ ہم بھی غوف سے بے ہوش ہوگئے۔ ہوش آنے پر ہم نے ذاکر سے اس واقعہ کی کیفیت پوچھی، اس نے کہا، میں نے اللہ کے ذکر میں سستی کی، اس لیے اللہ نے مجھے اس کی سزا دینے کے لیے درندہ کو بھیجا، جس نے میرے کاٹ لیا۔

فضائلِ دُعا

خدائے تعالےٰ کا ارشاد ہے:-

دعا مانگنا:- اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔ تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

پھر فرمایا جب تو نماز سے فارغ ہو جائے، تو کھڑا ہو جا اور دعا مانگ، فرمایا جب میرے بندے مجھ سے دعا کرتے ہیں تو میں ان سے بہت قریب ہوتا ہوں اور دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں۔

مگر مفسرین کا اس میں اختلاف ہے۔ کلبی نے ابی صالح سے، انھوں نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ مدینے کے یہودیوں نے آں حضرت صلعم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ زمین و آسمان کے درمیان پانچصد برس کی مسافت کا فاصلہ ہے اور ہر آسمان کی موٹائی بھی اسی قدر ہے، چنانچہ اس دوری کے باوجود خدا اپنے بندوں کی دعا کیسے سنتا ہے۔ اس موقعہ پر خدا تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:- "اے میرے حبیب! جب میرے بندے تجھ سے سوال کریں تو میں اس وقت ان سے نزدیک ہوتا ہوں۔"

حضرت حسنؓ کا ارشاد:- حضرت حسنؓ نے فرمایا، صحابہؓ نے آں حضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا، کہ ہمارا پروردگار کہاں ہے؟ اس موقعہ پر مذکورہ آیت اتری۔ علماء اور قتادہؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے وقت آں حضرت نے فرمایا تمھارا رب فرماتا ہے جو کچھ تم مجھ سے مانگنا چاہتے ہو مانگو! میں اسے قبول کروں گا۔ تب ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! میں رب کی درگاہ میں کیسے دعا کروں؟ اور کس جگہ دعا مانگو؟ اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی کہ

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ جب میرے بندے میری نسبت تجھ سے سوال کریں، تو میں نزدیک ہوتا ہوں۔

ضحاکؒ کا بیان:- ضحاکؒ کہتے ہیں کہ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہؐ! ہمارا رب ہم سے دور ہوتا ہے یا قریب۔ اگر نزدیک ہے تو ہم آہستہ دعا کریں اور اگر دور ہے تو زور سے پکاریں۔ اس وقت اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اہل معانی کہتے ہیں کہ اس آیت میں ایک ضمیر سے یہ معنی پیدا ہوتے ہیں کہ اے میرے حبیب! ان لوگوں سے کہہ دیں کہ میں

علم سے ان کے نزدیک ہوں اور اہل اشارہ کا یہ مطلب ہے کہ یہ اظہار قدرت ہے کہ درمیان سے واسطہ کو اٹھا دیا جائے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جب دعا کرنے والا مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اسے قبول کرتا ہوں، مگر آدمی کو لازم ہے کہ میرا حکم مانے اور اسے قبول کرے۔ اجابت اور استجاب کے ایک ہی معنی بیان کیے جاتے ہیں۔

ایک اور روایت۔ ابو رجا خراسانی فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آدمی کو چاہیئے مجھ سے دعا کرے۔ لغت میں اجابت کے معنی بندگی یا عبادت کے ہیں یا جو چیز مانگی جائے اس کا دینا مراد ہے۔ اہل عرب کا محاورہ ہے۔ اجابت السماء بالمطر اور اجابت الارض بالنبات۔ یعنی آسمان سے پانی کا سوال کیا جائے اور وہ پانی دے۔ زمین سے روئیدگی کا سوال کیا گیا اور اس نے روئیدگی دی۔ اگر اجابت کا لفظ اللہ تعالیٰ سے منسوب ہو تو دینے کے معنوں میں آتا ہے، اور جب بندہ سے منسوب ہو تو اطاعت، عبادت کے معنی رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لوگوں کو چاہیئے کہ وہ مجھ پر ایمان لائیں۔ اس صورت میں امید ہے وہ سیدھا راستہ پالیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جب دعا کرنے والے دعا کرتے ہیں، تو اس وقت میں ان کی دعا قبول کرتا ہوں، اور فرمایا۔

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ — تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا کرنے والے کی دعا کو خدا ہر وقت قبول فرماتا ہے مگر دیکھا ایسا بھی ہوتا ہے کہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ علماء نے یہ بیان کی ہے کہ دعا و اجابت کے معنی ثواب کے ہیں، یعنی خدا فرماتا ہے کہ جب اطاعت کرنے والے میری اطاعت کرتے ہیں تو میں ثواب کے ساتھ اس کی اطاعت کرتا ہوں۔ بعض اس کے خاص معنی یہ بتلاتے ہیں کہ خدا فرماتا ہے اگر میں چاہوں تو دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں۔ دعا کرنے والے کی دعا سے قضا موافق ہو تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں اور دعا اس وقت قبول کرتا ہوں جب وہ محال چیز طلب نہ کرے بلکہ اس میں بھلائی ہو۔ دلیل کے طور پر علی ابن ابی متوکل کی یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ ابی سعید نے فرمایا آں حضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ دعا میں کوئی شخص قطع رحم کی درخواست نہ کرے، اس [illegible] گناہ نہ شامل ہو، تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ تین باتوں میں سے ایک بات ضرور کرتا ہے یا اس کی حاجت جلد پوری کرتا ہے، یا اس کا ثواب قیامت کے لیے رکھ چھوڑتا ہے یا اس کی اسی قدر برائیاں دور کر دیتا ہے۔

لوگوں نے پوچھا، یا رسول اللہ! کیا ہم زیادہ دعا مانگا کریں؟ فرمایا تم زیادہ دعائیں مانگو، خدا انھیں زیادہ قبول کرے گا۔

قبولیت دعا۔ بعض کہتے ہیں، کہ اس آیت میں دعا کے لیے، اجابت ہی اجابت ہے، اس کے سوا کچھ نہیں اور یہ قول واقعی درست ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے حاجت کا بیان فرمایا تو دو باتیں کیں یعنی دنیا کا ذکر نہیں کیا، کیوں کہ فرمایا میں تمھیں دوں گا، اس کی وجہ یہ ہے، کہ بعض دفعہ آقا اپنے بندے اور باپ اپنے بیٹے کا سوال تو قبول کر لیتا ہے مگر دیتا نہیں۔ اس سے ظاہر ہوا کہ دعا کے لیے اجابت ضروری ہے مگر مطلوبہ چیز کا دینا ضروری نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے "اُجِیْبُ" اور "اَسْتَجِبْ" فرمایا۔ یہ خبر ہے انشا نہیں۔ خبر منسوخ نہیں ہوتی۔ اگر خبر منسوخ ہو تو اس کا

دینے والا بھی جھوٹا ہے۔ مگر اللہ کی ذات جھوٹ سے پاک ہے۔ اس لیے اس کی خبر میں فرق نہیں ہو سکتا۔ اس کی تائید میں نافع بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ آں حضرتؐ کا ارشاد ہے، جس شخص کے لیے دعا کا دروازہ کھولا گیا، اس کی قبولیت کے لیے بھی کئی دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے داؤدؑ پر وحی نازل فرمائی کہ ظالموں سے کہہ دو مجھ سے دعا نہ کریں! اس لیے کہ میں نے یہ لازم کر لیا ہے کہ جو مجھے پکارے میں اسے جواب ضرور دوں، مگر جب مجھے ظالم پکارتا ہے تو میں جواب میں اس پر لعنت کرتا ہوں۔

بار بار کی دعا۔ بعض کہتے ہیں، جب مومن دعا کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ جواب ضرور دیتا ہے، مگر یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی حاجت روائی میں دیر ہو اور یہ دیر اس لیے ہوتی ہے کہ مومن بار بار دعا کرے اور اللہ کو پکارے تاکہ (جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) میں اس کی پیاری آواز سنوں۔ چنانچہ اس پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جو محمد بن منکدر نے جابر بن عبداللہ سے بیان کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ جب خدا کا بندہ خدا سے دعا کرتا ہے، تو وہ اس وجہ سے اسے دوست رکھتا ہے۔ جبرئیلؑ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے حکم دیتا ہے کہ اے جبرئیلؑ! میرے اس بندے کی حاجت پوری کر دے مگر قدرے توقف کے ساتھ، کیوں کہ مجھے اپنے دوست کی آواز سننے کی خواہش ہے۔

جب اللہ کا دشمن دعا کرتا ہے، تو اللہ جبرئیلؑ سے فرماتا ہے "چونکہ اس بندے نے خلوص سے دعا مانگی ہے اس لیے اس کی دعا جلدی پوری کر دے، کیوں کہ ایسا نہ ہو یہ پھر پکارے اور میں اس کی آواز دوبارہ نہیں سننا چاہتا۔

حضرت یحییٰ بن سعید کا بیان۔ یحییٰ بن سعیدؒ نے فرمایا ایک دفعہ میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا" اور عرض کیا اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں دعا کرتا ہوں" اور تو میری دعا قبول نہیں کرتا۔ جواب ملا۔ اے یحییٰ مجھے تیری آواز سے محبت ہے اس لیے تیری آواز بار بار سننا چاہتا ہوں۔ بعض نے دعا کی قبولیت کے چند آداب بیان کیے ہیں، جن پر عمل کرنے سے دعا قبول ہوتی ہے، جو ان شرائط پر عمل نہیں کرتا وہ دعا میں تجاوز کرتا ہے۔

ابراہیم بن ادہمؒ سے پوچھا گیا" دعا قبول نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے جواب دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے رسول اللہ کو پہچان تو لیا مگر ان کی سنت پر نہ چلے۔ اسی طرح تم نے قرآن کو پہچان تو لیا مگر اس کی طلب سے محروم رہے، اسی طرح تم دوزخ کو جانتے ہو مگر اس سے ڈرتے نہیں۔ اس لیے کہ شیطان سے واقف ہو گئے ہو، اس سے لڑتے نہیں بلکہ اس سے موافقت کرتے ہو۔ اسی طرح تم موت کا علم رکھتے ہو، مگر اس کے لیے تیاری نہیں کرتے۔ تم مردہ کو دفن کرتے ہو مگر اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ تم نے اپنے عیبوں کو چھوڑ دیا ہے، مگر دوسروں کی عیب جوئی کرتے ہو، اسی لیے تمھاری دعا قبول نہیں ہوتی۔

قربانی

قربانی کا بنیادی واقعہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" میری راہ میں قربانی کرو! حضرت ابراہیمؑ کے لیے خاص طور پر قربانی کا حکم آیا۔ واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے آتشِ نمرود سے نجات دی، اور اس کے

مکر و فریب سے بچا لیا تو اس کے بعد آپ نے فرمایا اب میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے بیت المقدس جاؤں گا اور یہ ہجرت میں اس لیے کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے دین کی ہدایت دے۔ چنانچہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کی طلب کے لیے ہجرت کی، ان میں سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ ہی ہیں۔ آپ کے ساتھ حضرت لوطؑ اور ان کی بیوی حضرت سارہؑ اور حضرت لوطؑ کی ہمشیرہ بھی تھیں۔ حضرت لوط حضرت ابراہیمؑ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ آپ نے اپنے ان ہمراہیوں کے ساتھ ہجرت کی اور بیت المقدس جا کر دعا کی کہ اے اللہ مجھے ایک صالح فرزند عطا کر۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور خوش خبری دی کہ اے ابراہیم! ہم نے تمہیں حلیم اور دانا فرزند عطا کیا اور اللہ تعالیٰ بڑا ہی دانا ہے۔ چنانچہ آپ کو ہاجرہ کے پیٹ سے فرزند عطا فرمایا، جس کا نام اسماعیلؑ رکھا گیا۔ بالغ ہونے پر وہ اپنے والد کے ساتھ کوہِ عرفات پر گئے تو حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے سے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں یہ حکم مجھے اللہ نے دیا ہے کہ میں تمہیں ذبح کروں۔ حضرت ابراہیمؑ نے ایک منت مانی ہوئی تھی۔ اس سلسلے میں آپ کو یہ حکم دیا گیا تھا۔ آپ نے بیٹے کو یہ حکم سنا کر کہا کہ بیٹے! اب تم سوچ سمجھ کر اس کا جواب دو کہ تمہاری کیا مرضی ہے۔ حضرت اسماعیلؑ نے کہا آپ اپنے پروردگار کو خوش کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کریں، مجھے آپ ہر حال میں صابر و شاکر پائیں گے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے یہ خواب متواتر تین رات دیکھا۔ جب آپ اس ارادہ میں پختہ ہو گئے تو اسے انجام دینے کے لیے تیار ہو گئے، روزے رکھے، نماز پڑھی، پھر فرمایا اے اللہ! تو مجھے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے میں انشاء اللہ صابر پائے گا۔

حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کا واقعہ:- جب باپ بیٹا ارشاد الٰہی کی تعمیل کے لیے تیار ہو گئے" تو حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کو منہ کے بل زمین پر لٹا دیا۔ ذبح کرنے کے لیے بیٹے کی پیشانی پکڑی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے سچے عاشقوں کے خلوص کا مظاہرہ دیکھ رہا تھا فرمایا

وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا۔ اے ابراہیمؑ! تو نے واقعی اپنا خواب سچا کر دکھایا۔

اور ہم نے تجھے راضی برضائے مولا پایا۔ اب ہم حکم دیتے ہیں کہ بیٹے کی بجائے اس دنبہ کو ذبح کرو۔ فرمایا۔

وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ۔ ہم نے اسماعیلؑ کے عوض تجھے مبارک ذبیحہ عطا فرمایا۔

یہ دنبہ حضرت اسمٰعیلؑ کے عوض ذبح کیا گیا، اس کا نام وَبَیر تھا اور ان بکریوں میں تھا جو چالیس برس تک بہشت میں چرائی گئی تھیں۔ مگر بعض کہتے ہیں یہ وہ دنبہ تھا جسے آدمؑ کے فرزند ہابیل نے جو شہید کیا گیا تھا۔ اللہ کی راہ میں قربان کیا تھا۔ اس وقت سے یہ بہشت ہی میں پرورش پا رہا تھا۔ اور جب حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیل کو ذبح کرنا چاہا تو ان کی جگہ بہشت سے یہ دنبہ بھیج دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "نیکو کاروں کو ہم یہی جزا دیتے ہیں، جیسی حضرت ابراہیمؑ کو اس نیک کام اور تعمیل کے ماتحت دی گئی۔ ان کے لیے نیک خوش خبری ہے، کیوں کہ انھوں نے اللہ کے حکم کی تعمیل میں اپنے بیٹے کو قربان کرنے سے دریغ نہ کیا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کا یہ خواب دراصل اللہ کا حکم تھا۔ تعمیل حکم کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا یہ تمہارے لیے ظاہر نعمت ہے۔ یعنی معافی کے بعد فدیہ میں دنبہ عطا فرمایا۔ اسی کو ظاہر نعمت سے تعبیر کیا گیا۔

بعض کہتے ہیں جب حضرت ابراہیمؑ اپنے فرزند کو ذبح کرنے لگے اور ان کے گلے پر چھری رکھی تو غیب سے آواز آئی کہ اے ابراہیمؑ اپنے بیٹے کو ذبح نہ کر، چھوڑ دے ہماری منشا پوری ہوئی۔ ہمارا مطلب یہ نہ تھا کہ تو اپنے بیٹے کو قربان کرے بلکہ ہمارا مطلب یہ ہے کہ بیٹے کی محبت کو دل سے نکال دے۔

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا اور دل میں کہا۔ یا اللہ! اگر یہ ذبح کسی دوسرے کے ہاتھ سے ہوتا تو اچھا تھا۔ حکم ہوا، نہیں تجھے خود کرنا ہوگا۔ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے اس کا سبب پوچھا تو ارشاد ہوا یہ اس لیے کہ بلا پر اور زیادہ بلا ہو فرشتوں نے پھر اس کا سبب پوچھا۔ تو ارشاد ہوا، یہ اس لیے کہ حضرت ابراہیمؑ میرے سوا کسی کو دوست نہ بنائیں۔ کیوں کہ میں نہیں چاہتا وہ میری دوستی میں کسی کو شریک کریں۔ چونکہ ابراہیمؑ کو اپنے بیٹے سے بے حد محبت تھی اور یہ محبت میری اور ان کی محبت میں مخل ہوتی تھی، اس لیے میں نے انھیں بیٹے کو ذبح کرنے پر مجبور کیا۔ جیسا کہ حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹے یوسفؑ سے بہت محبت کرتے تھے، جس کی سزا کے طور پر وہ چالیس سال تک اپنے بیٹے سے الگ رہ کر اس کے فراق میں دن رات روتے رہے اور جیسا کہ محمدؐ کو حضرت حسنؓ اور حسینؓ سے بہت محبت تھی، اور وہ انھیں دل سے چاہتے تھے اس کی جزا انھیں یہ دی گئی، کہ جبرئیل کے ذریعہ اطلاع بھیجی گئی، کہ ان میں ایک کو زہر دی جائے گی، اور دوسرا شہید کیا جائے گا۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوا، کہ میرا حبیب! میرے سوا کسی اور کی دوستی اختیار نہ کرے۔

عیدگاہ جانا

عیدگاہ آنے جانے کے راستے:۔ عید کی نماز کے لیے عیدگاہ میں جانے والے کے لیے مستحب یہ ہے کہ نماز کے بعد دوسرے راستے سے واپس آئے۔ بعض نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ رسول اللہؐ نماز عید کے بعد دوسرے راستے سے واپس آئے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نماز کے بعد دوسرے راستے سے واپس آئے۔ بعض کا خیال ہے، کہ آں حضرت صلعم مشرکین کے شر سے بچنے کے لیے دوسرے راستے سے واپس آئے، اس لیے کہ وہ راستہ نزدیک تھا، مگر عیدگاہ کو جاتے وقت زیادہ ثواب کے لیے آپ دوسرے راستہ سے گئے۔

مختلف روایات:۔ بعض کہتے ہیں کہ آں حضرت صلعم جس راستے سے گئے تھے، اس کی زمین آپ کے حق میں گواہی دیتی تھی، اس لیے آپ اس راستے سے عیدگاہ تشریف لے گئے۔ مگر بعض کا کہنا ہے کہ آپ جاتے وقت ایک قبیلہ کے راستے سے گئے اور واپس دوسرے قبیلہ کے راستے سے ہوئے تاکہ دونوں قبائل آپ کے دیدار کا شرف حاصل کر سکیں اور دونوں کو برابر کا ثواب حاصل ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ — اے نبی ہم نے تمھیں جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

بعض کا کہنا ہے کہ آنحضرت صلعم پیغمبروں اور ولیوں کے نیچے جو زمین آتی ہے وہ چونکہ سب سے زیادہ فخر کرتی ہے، اس لیے آپ مختلف راستوں سے جاتے تھے تاکہ ہر طرف کی زمین کو برابر کا ثواب ملے۔

بعض کا کہنا ہے کہ آں حضرت صلعم ایک ہی راستہ سے جاتے اور واپس آتے تو سب پر اس سنت کی پیروی واجب ہوتی اور صحابہ کرام کے لیے آپؐ سے جدا ہو کر مختلف راستوں سے جانا مشکل ہو جاتا، چنانچہ آپؐ نے امت کی آسانی کے لیے ایسا کیا تاکہ نماز کے بعد جس راستہ سے لوگ چاہیں واپس جائیں۔

بعض کا کہنا ہے کہ آنحضرت صلعم اور صحابہ نماز کے بعد صدقہ دیا کرتے تھے، جدا جدا راستہ اختیار کرنے کا مقصد بھی ایک روایت ا۔ یہ تھا۔ کہ دونوں راستوں کے فقرا اور غربا کو صدقہ مل سکے۔ بعض کا کہنا ہے کہ چونکہ عیدگاہ میں نماز کے بعد لوگوں کا بہت ہجوم ہو جاتا تھا ایک ہی راستے سے واپس جانے میں مشکل ہوتی تھی، اس لیے آپؐ راستہ تبدیل فرما لیتے تھے۔

عید قربان

قربانی کا ثواب ا۔ حضرت عبداللہ بن فطرت فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا کہ عید الضحیٰ کا دن سب دنوں سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ روایت ہے کہ آں حضرت صلعم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ قربانی کے جانور کے قریب کھڑی رہو اس لیے کہ قربانی کے جانور کی گردن سے جب خون کا پہلا قطرہ گرے گا تو اس کے بدلے میں تمھارے سب گناہ معاف کیے جائیں گے۔ اس وقت یہ کہنا چاہیے کہ:۔

اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ میری نماز، عبادت، زندگی اور موت سب اللہ ہی کے لیے ہے جو ساری مخلوق کا خدا ہے۔

قربانی کا جانور ا۔ روایت ہے کہ آں حضرت نے فرمایا۔ حضرت داؤدؑ نے بارگاہِ الٰہی میں سوال کیا، اے اللہ، محمدؐ کی امت میں کسی کو قربانی کرنے کا ثواب ملتا ہے؟ ارشاد ہوا۔ ہر بال کے عوض دس نیکیاں ملتی ہیں، دس برائیاں دور ہوتی ہیں اور اس کے دس درجے بلند کیے جاتے ہیں۔ آپ نے پھر پوچھا کہ قربانی کا پیٹ چاک کرنے پر کس قدر ثواب ملتا ہے؟ ارشاد ہوا قربانی دینے والا جب اپنی قبر سے اٹھے گا تو نہ بھوک اور پیاس سے پریشان ہوگا، نہ ہی قیامت کا خوف لاحق ہوگا۔ فرمایا قربانی کرنے والے کو قربانی کے ہر ٹکڑہ کے بدلے میں بہشت میں ایک نور عطا ہوتا ہے اور ہر ٹکڑے کے بدلے ایک گھوڑا عنایت ہوتا ہے۔ جانور کے ہر بال کے بدلے میں جنت میں ایک محل ملتا ہے۔ فرمایا۔ اے داؤدؑ! تمھیں علم نہیں کہ قربانی کرنے والوں کے لیے اللہ کی قربانیاں سواریاں ہیں۔ یہ گناہوں کو مٹاتی اور آفات کو دور رکھتی ہیں لہٰذا لوگوں کو قربانی کا حکم دے۔ قربانی مومنوں کے لیے صدقہ ہے، جیسے انجیل کا زبیر صدقہ تھا۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ لوگو! اچھی طرح قربانیاں کرو! کیوں کہ قیامت کے دن یہ تمھاری سواریاں ہوں گی۔ جب حضرت علیؓ نے اس آیت کو پڑھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پرہیزگاروں کا یہ حال ہوگا کہ وہ اچھے اچھے اونٹوں پر سوار ہوں گے جو اُن کی دی ہوئی قربانیاں ہوں گی۔ قیامت کے دن قربانیوں کے بدلے میں ان لوگوں کو ایسے ایسے اونٹ ملیں گے جو انھوں نے کبھی دیکھے نہ ہوں گے، ان پر سونے کے پالان ہوں گے، زبرجد کی نکیلیں ان کے ناک میں ہوں گی۔ جب یہ لوگ ان پر سوار ہو کر بہشت کو جائیں گے تو بہشت کے دروازوں پر پہنچ کر نکیلوں کو چبائیں گے۔

ایک روایت:- ایک روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا مسلمانو! قربانی دو اور خوشی خوشی دو، جو شخص جانور کا منہ قبلہ کی طرف کر کے قربانی دے، اس قربانی کے تمام بال اور خون کے سب قطرے قیامت کے دن تک محفوظ رکھے جائیں گے۔ یہ بھی فرمایا کہ تھوڑا خرچ کرو اس کا اجر زیادہ ملے گا۔

دوسری روایت:- ایک روایت میں ہے کہ آں حضرتؐ نے خاکی سیاہی مائل دُنبے منگوائے، جن کے سینگ بڑے بڑے تھے، انھیں پہلو کے بل لٹا کر "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، بسم اللہ، اللہ اکبر" پڑھا، اور فرمایا اے اللہ یہ محمدؐ اور اس کے اہل بیت کی طرف سے ہے۔ پھر دوسرے دُنبے کو لٹا کر تکبیر پڑھی اور فرمایا۔ یہ محمدؐ اور اس کی اُمت کی طرف سے ہے حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے قربانی کے دن دو دنبے قربان کیے۔

تیسری روایت:- ہبۃ اللہ بن محمد بن احمد بن حارث معدنی کوفی سے، وہ قاضی محمد بن عبداللہ حنفی سے، وہ محمد بن جعفر الشجعی سے، وہ علی بن طوتی سے، وہ ابن فضیل سے، وہ ہشام سے، وہ عروہ سے، وہ اپنی والدہ سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا جو شخص قربانی کے دن اپنی قربانی کے پاس جاتا ہے اور اسے اللہ کی راہ میں قربان کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اسے بہشت کے قریب کر دیتا ہے۔ جب قربانی کے خون کا پہلا قطرہ گرتا ہے تو قربانی کرنے والا بخش دیا جاتا ہے۔ قیامت میں یہی قربانی اس کی سواری ہوتی ہے۔ جانور کے بال اور پشم کے برابر اُسے نیکیاں ملتی ہیں۔

انس بن مالک کا ارشاد:- حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں، آں حضرتؐ نے شاخدار املح کے دو دنبے قربان کیے۔ وقت ذبح آپؐ نے بسم اللہ پڑھی اور اپنا پاؤں ان کے منہ پر رکھا۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں املح سے مراد سیاہ اور سفید ملا جُلا رنگ ہے، جس میں سیاہی زیادہ ہو، اس رنگ کو عموماً املق کہا جاتا ہے۔

حضرت عائشہؓ کا ارشاد:- حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، آں حضرتؐ نے فرمایا، قربانی کا دنبہ ایسا ہونا چاہیئے، جو سیاہی میں دیکھتا ہو سیاہی میں ہی بیٹھتا ہو، چنانچہ ایسا ہی دُنبہ لایا گیا۔ جسے آپ نے لٹایا اور ذبح کرتے وقت بسم اللہ کہا اور فرمایا۔ اے اللہ اسے محمدؐ اور اس کی آل اور امت کی طرف سے قبول فرما! صحابہ نے آں حضرتؐ کے قول کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ قربانی کا جانور چرپی اور گوشت سے اس قدر موٹا ہو کہ اپنے ہی سایے میں جاتا ہو اور اپنے ہی سایہ میں بیٹھتا ہو۔ اور جو اہل لغت ہیں وہ اس جگہ سوار کے معنی لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جانور کے دونوں ہاتھ، دونوں آنکھیں اور دونوں زانو سیاہ ہونے چاہئیں

عیدالاضحےٰ کی نماز کا طریقہ:- عیدالاضحےٰ کی رات کو دو رکعت نماز اس طرح ادا کی جائے کہ ہر رکعت میں پندرہ پندرہ دفعہ سورہ فاتحہ، سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورہ والناس پڑھے۔ سلام پھیرنے کے بعد تین دفعہ آیت الکرسی اور اور پندرہ دفعہ استغفراللہ پڑھے۔ اس کے بعد نیک خواہش کی دعا کرے تو قبول ہوگی۔

قربانی کا حکم:- قربانی دینا سنت ہے، جو قربانی دینے کی طاقت رکھتا ہو امام احمد، امام مالک، امام شافعی کے نزدیک اس کی قربانی کا ترک کرنا اچھا نہیں۔ ان ائمہ کے سوا باقی سب نے قربانی کو واجب قرار دیا ہے۔ مستحب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ آں حضرت کا ارشاد ہے کہ مجھے قربانی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور تمھارے لیے قربانی سنت ہے۔ ایک اور حدیث کے مطابق آپ کا ارشاد ہے کہ تین چیزیں میرے لیے فرض ہیں اور تمھارے لیے نفل، قربانی کرنا اور وتر کی

نماز اور نمازِ فجر سے قبل دو رکعت نماز۔

اُم سلمہ فرماتی ہیں۔ کہ آں حضرت نے فرمایا قربانی دینے والے کے لیے ضروری ہے کہ ذوالحجہ کا عشرہ شروع ہونے کے بعد اپنے بدن سے بال نہ اُتروائے۔

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آں حضرتؐ نے قربانی کو ہر آدمی کی خواہش پر رکھا ہے، اور جب یہ واجب کی گئی ہے تو اس کا ارادے سے کوئی تعلق نہیں۔

قربانی کے جانور[1] قربانی کے جانوروں میں اونٹ سب سے افضل ہے، پھر بکری اور چھ ماہ کا چیز کا بچہ۔ اس کے سوا دو دانت والے قربانی کے لیے جائز ہیں۔ جذع چھ ماہ کا کامل ہوتا ہے اور مثنیٰ ایک سال کا۔ گائے دو سال سے کم نہیں ہونی چاہیے۔ اونٹ پانچسال کا جائز ہے۔ ایک آدمی کو ایک بکری دینی چاہیئے۔ اونٹ یا گائے سات آدمی مل کر دے سکتے ہیں۔ جانور کا رنگ سفید ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ زرد اور سیاہ رنگ دوسرے اور تیسرے درجہ پر ہیں۔ اول تو اپنے ہاتھ سے قربانی کرنی چاہیئے۔ خود نہ کر سکے تو پاس کھڑے ہو کر دیکھنا ضروری ہے۔

قربانی کا گوشت[2] گوشت کے تین حصے کیے جائیں۔ ایک اپنے لیے، ایک احباب اور عزیزوں کے لیے، ایک غربا کے لیے۔

جانور کو عیب دار نہ ہونا چاہیئے۔ جانور میں عموماً پانچ عیب ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک عیب بھی پایا جائے تو وہ قربانی کے لائق نہیں۔ مثلاً سینگ ٹوٹا ہو، کان کٹا (ان عیبوں میں اختلاف بھی ہے۔ یعنی سینگ اور کان کا زیادہ حصہ ضائع ہو یا سینگ بالکل نہ ہوں تو اس کی قربانی نہ کی جائے) اندھے جانور کی قربانی ہرگز جائز نہیں۔ کمزور دُبلی بکری کی قربانی بھی ناجائز ہے، لنگڑا جانور بھی جائز نہیں۔ ضعیف، کمزور اور بیمار جانور کی قربانی بھی ناجائز ہے، خارشی جانور بھی ناجائز ہے، کیوں کہ اس کا گوشت خراب ہوتا ہے۔ آں حضرت صلعم نے فرمایا کہ کان کا اگلا حصہ کٹ گیا ہو، اور پچھلا باقی ہو یا پچھلا باقی ہو یا کٹا ہوا اور اگلا باقی ہو، یا کان پر داغ دینے سے اس میں سوراخ ہو گیا ہو یا وہ پھٹ گیا ہو، ایسے جانور کا ذبح درست ہے۔

قربانی کے دن اور اوقات[3] یاد رہے کہ قربانی کے لیے تین دن مقرر ہیں۔ عید کا دن جو عید کی نماز کے بعد شروع ہوگا اس کے بعد دو دن۔ اکثر فقہا کا کہنا ہے اور امام شافعی بھی یہی کہتے ہیں کہ عید اور تشریق کے تین دن، قربانی کی جائے۔ پہلے جن تین دنوں کا بیان ہوا ہے، وہ حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ، ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ سے منقول ہیں۔ نماز سے پہلے کی گئی قربانی کا گوشت عام بکریوں کے گوشت کے برابر ہے۔ اس قربانی کا ثواب نہیں مل سکتا۔

آنحضرتؐ کا خطبہ[4] منصور نے شعبی سے، انھوں نے براء بن عاذب سے روایت کی ہے کہ ایک دن آں حضرتؐ نے قربانی کے روز ہمیں خطبہ میں فرمایا۔ کہ جو شخص ہماری طرح نماز پڑھتا اور قربانی کرتا ہے، وہ ہمارے ان صحابہ میں سے ہے، جو قربانی دیتے ہیں اور جو شخص نماز سے پہلے قربانی کرتا ہے اس کی قربانی عام بکری کے گوشت کے مانند ہے۔ یہ سن

---

[1] ایسے جانور کو خرتا کہتے ہیں۔ [2] ایسے جانور کو خرتا کہتے ہیں۔

کرابو بردہ نے عرض کیا، میں تو نماز سے پہلے ہی قربانی دے آیا ہوں چونکہ آج کھانے پینے کا دن تھا اس لیے میں نے قربانی دینے میں جلدی کی۔ قربانی کے بعد خود بھی کھایا اپنے اہل اور ہمسایوں کو بھی کھلایا۔ اس پر آں حضرتؐ نے فرمایا۔ تیری یہ قربانی عام بکری کے گوشت کے برابر ہے، تب ابو بردہؓ نے عرض کیا، میرے پاس چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے، مگر وہ توانائی میں دو بکریوں کے برابر ہے، کیا میں اس کی قربانی کر دوں؟ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں ایسی قربانی کے لیے کافی ہے، مگر آئندہ کوئی ایسا نہ کرے۔

اسود بن قیسؓ سے روایت ہے، کہ میں نے دیکھا قربانی کے دن آنحضرتؐ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو نماز سے پہلے قربانی کر چکے تھے۔ آپؐ نے ان سے فرمایا جس نے نماز سے پہلے قربانی کی ہے۔ اس کی قربانی نہیں ہوئی وہ دوبارہ نماز کے بعد قربانی کرے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو نماز سے پہلے قربانی کرے اس کے لیے یہی بہتر ہے کہ نماز کے بعد پھر قربانی کرے اور جس نے نماز سے پہلے قربانی نہ دی ہو۔ وہ بعد ذبح کرے۔

ایام تشریق

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ:

گنے ہوئے دن:- وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْ أَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ۔ گنے ہوئے دنوں میں تم اپنے پروردگار کو یاد کرو۔

مراد یہ کہ نماز کے بعد اور ہر کنکری پھینکتے وقت تکبیر کہو، پہلی دہائی سے ایام تشریق تک یہ تکبیر کہنی مستحب ہے۔

مختلف توجیہات:- گنے ہوئے دنوں سے مراد ہے "ایام تشریق" جو منیٰ کے تین دن ہیں، جن دنوں کا نام ایام معلومات ہے، وہ دس ہیں۔ بیشتر علماء اس سے متفق ہیں اور اللہ تعالےٰ کے ارشاد کو اس پر دلیل سمجھا جاتا ہے ارشاد ہوتا ہے۔

فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ اگر کوئی دو دن میں ہی جلدی سے نکل آئے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

دراصل حاجیوں کا حج سے باہر آنا ایام تشریق میں ہے۔ چاہے یہ آنا دو دن میں ہو یا تین دن کے بعد۔

حضرت ابن عباسؓ کے قول کے مطابق "اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

أَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ گنے ہوئے دنوں میں میرا ذکر کرو۔

اس سے مراد قربانی کے بعد کے دن ہیں، جنھیں ایام تشریق کہا جاتا ہے۔ چونکہ یہ دن کم ہوتے ہیں، اس لیے انھیں گنے ہوئے دن کہا گیا۔ انسان کی عمر کے مقابلہ میں یہ دن تھوڑے ہیں، جیسا کہ رمضان کے مہینے کے متعلق اللہ تعالےٰ نے "گنتی کے دن" فرمایا ہے۔ اسی طرح فرمایا "یوسفؑ کم قیمت (یعنی چند درموں) سے بیچا گیا"

بعض علماء کہتے ہیں "کہ ان دنوں کو گنے ہوئے دن اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ حج کے دنوں میں شمار ہوتے ہیں اور ان دنوں میں

حاجی لوگ اپنے فرائض یعنی مزدلفہ میں رات کو ٹھہرنے اور منیٰ میں سنگریزے پھینکنے سے فارغ ہو جاتے ہیں۔

زجاج کا کہنا ہے کہ کم چیز کو گنتی کی چیز کہا جاتا ہے، اس لیے ان دنوں کو گنتی کے دن کہا گیا۔ خلاصہ یہ کہ ایام تشریق کو گنتی کے دن کہا گیا اور ذکر سے مراد تکبیر کہنا ہے۔

حضرت نافع بن عمرؓ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا گنتی کے دن تین ہیں، قربانی کا دن اور اس کے بعد دو دن۔ ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ گنتی کے دنوں سے ذوالحجہ کے دن مراد ہیں اور معلومات کے دنوں سے مراد قربانی کے دن ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان۔

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ تم اللہ کو اس طرح یاد کرو جیسا اپنے باپوں کو کرتے ہیں۔

اس کے بارے میں مفسرین کہتے ہیں کہ عرب میں دستور تھا کہ حج سے فارغ ہو کر لوگ خانہ کعبہ کے قریب کھڑے ہو کر اپنے آباؤ اجداد کی فضیلتیں ظاہر کیا کرتے تھے، مثلاً کوئی یہ کہتا، کہ میرا والد میزبان بنا کرتا تھا، لوگوں کو اپنا مہمان بناتا تھا اور بڑی عزت سے انھیں کھانا کھلاتا تھا، اونٹوں کی قربانی دیتا تھا، قیدیوں اور غلاموں کو آزاد کرتا تھا۔ اسی طرح دوسرے لوگ بھی اپنے بڑوں کی صفتیں بیان کیا کرتے تھے۔ چنانچہ خدا نے حکم دیا، کہ تم اللہ کو اسی طرح یاد کرو جس طرح اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو پھر فرمایا۔ تم مجھے یاد کرو! اس لیے کہ یہ کام میں نے تمھارے باپوں کے لیے کیا ہے، تم پر اور تمھارے باپوں پر میرا یہ احسان ہے۔

سدی کہتے ہیں، کہ اہل عرب عبادت سے فارغ ہو کر منیٰ میں جاتے۔ ایک بار گاہ الٰہی میں دعا کرتا کہ اے اللہ میرے باپ کا پیالہ بہت بڑا تھا، اس کی دہلیز بھی بڑی تھی اور وہ بڑا دولت مند تھا، مجھے بھی اس کی طرح مال و دولت عطا کر، درحقیقت وہ لوگ خدا کو نہیں بلکہ اپنے باپوں کو یاد کرتے تھے، دنیا کی نعمت اور لذت کی خواہش کرتے تھے اس لیے یہ آیت نازل فرمائی گئی۔

ایک روایت:

مختلف تفسیریں: حضرت ابن عباس، عطا، ربیع اور ضحاک نے اس آیت کے معنی بیان کیے ہیں کہ تم خدا کو اس طرح یاد کرو جس طرح اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو۔ جب بچہ بولنے لگتا ہے تو شروع میں باپ کو ابا اور اماں کہہ کر پکارتا ہے۔ پھر دوڑ کر ان سے لپٹ جاتا ہے۔

حضرت عمر بن مالکؓ نے ابی جوزاء سے روایت کی ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے قول

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ تم اللہ کو اپنے باپوں کی طرح یاد کرو۔

کے معنی پوچھے اور کہا کہ ایسا بھی دن ہوتا ہے جب بیٹا اپنے باپ کو یاد نہیں کرتا۔ حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا تم نے اس کے معنی نہیں سمجھے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر تم کسی کو خدا کی نافرمانی کرتے دیکھو تو اس پر اسی طرح غصہ کرو جس طرح اپنے والدین کو گالی دینے والے پر غصہ کرتے ہو بلکہ خدا کے نافرمان پر اس سے بھی زیادہ غصہ کرو۔

محمد بن کعب فرماتے ہیں اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا میں اَوْ سے مراد بلکہ ہے۔ اور مقاتل کا کہنا ہے کہ یہ لفظ اکثر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ اس قول میں ہے۔ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً، اَوْ اَشَدُّ خَشْيَةً یعنی سختی و خوف کی وجہ سے بہت زیادہ۔

ذِکر

ذِکر کن چیزوں کا نام ہے؟ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بعض چیزوں کو "ذکر" کا نام دیا ہے، یعنی "توریت" کو۔ فرمایا۔

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ ذکر سے پوچھ لو۔

یعنی اہلِ تورات سے۔ قرآن کو بھی ذکر کے نام سے پکارا ارشاد ہوتا ہے۔ "یہ مبارک ذکر ہے جسے ہم نے بھیجا ہے"۔ یعنی قرآن اور لوحِ محفوظ میں لکھنے کے بعد۔

نصیحت کو بھی ذکر سے موسوم کیا فرمایا۔

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ جب اسے بھول گئے جس کا ان کے پاس ذکر کیا گیا تھا۔

یعنی جو نصیحت کی گئی تھی۔ آں حضرت کو بھی ذکر کے نام سے پکارا گیا۔ اور فرمایا "اللہ نے تمھارے پاس ذکر کو بھیجا جو رسول ہے"۔ خبر کو بھی ذکر کے نام سے پکارا، فرمایا "یہ ان کی خبر ہے جو میرے ساتھ ہیں اور ان کی خبر ہے جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں"۔ شرف اور بزرگی کو بھی "ذکر" سے موسوم کیا گیا۔ فرمایا "یہ ذکر خاص کر تیرے لیے اور تیری قوم کے لیے ہے"۔ توبہ کو بھی ذکر کہا گیا فرمایا۔

ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ذکر کرنے والوں کے لیے یہ ایک ذکر ہے۔

یعنی توبہ اور نماز کو بھی ذکر کہا گیا۔ "تم اللہ کا ذکر کرو جیسی تمھیں اس کی تعلیم دی گئی ہے"۔ یعنی نماز پڑھو۔ عصر کو بھی ذکر کہا گیا۔ حضرت سلیمانؑ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ اپنے رب کے ذکر سے مال کی محبت کو میں نے زیادہ دوست رکھا۔

جمعہ کو بھی ذکر کہا گیا۔ فرمایا

فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ تم خدا کے ذکر کی طرف دوڑو۔

یعنی نماز جمعہ کی طرف۔ شفاعت کو بھی ذکر کے نام سے موسوم کیا۔ حضرت یوسفؑ کی داستان بیان کرتے ہوئے فرمایا "اپنے رب کے پاس میرا ذکر کرنا" یعنی اپنی شفاعت کرنا۔

اطاعت کو بھی ذکر کہا گیا۔ فرمایا۔

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ تم میرا ذکر کرو میں تمھارا ذکر کروں۔

یعنی تم مجھے اطاعت سے یاد کرو میں تمھیں مغفرت سے یاد کروں گا۔ ندامت کو بھی ذکر کہا گیا، فرمایا۔

اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ جب تم اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں تو اسوقت اپنے دل میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

یعنی دل میں ندامت محسوس کرتے ہیں اور اسکی بخشش طلب کرتے ہیں۔ تکبیر کو بھی ذکر کہا گیا فرمایا۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ تشریق کے دنوں میں اللہ کا ذکر کرو۔

یعنی اللہ کی تکبیر کہو۔

ایام تشریق

ایام تشریق کے بارے میں علماء کو اختلاف ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ مشرک کہا کرتے تھے "اے ثبیر! تو سفید ہو تاکہ ہم چلیں یعنی تو روشن ہو جا اور ہم تیری روشنی میں اپنے راستے پر آئیں جائیں" "ثبیر" ایک پہاڑ کا نام ہے۔ جب تک سورج طلوع نہیں ہوتا تھا مشرکین مزدلفہ سے روانہ نہ ہوا کرتے تھے۔ اسلام کی روشنی پھیلنے پر ان کا یہ قول باطل ہو گیا۔

"تشریق" نام کی وجہ ۱۔

بعض تشریق نام کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ لوگ قربانی کے گوشت کے ٹکڑے کر دیتے ہیں اور انھیں دھوپ میں سکھاتے تھے جو گوشت دھوپ میں سکھایا جاتا ہے اسے تشریق اللحم کہتے ہیں۔

دوسرا سبب ۱۔

بعض کا کہنا ہے کہ عید کی نماز اور قربانی کے دن کو تشریق کہا جاتا ہے۔ اس لیے کہ عید کی نماز اس وقت ادا کی جاتی ہے جب سورج چمک رہا ہوتا ہے اور مصلی کو بھی اسی لیے مشرق کہتے ہیں کہ وہ سورج کے نکلنے کا انتظار کرتا ہے۔ اسی لیے یوم عید کو تشریق کہا گیا۔ پھر جو دن اس دن کے تالع ہیں، ان کو بھی نام دیا گیا۔

تیسرا سبب ۱۔

ذوالنون مصریؒ سے پوچھا گیا کہ موقف کو مشعر کیوں کہتے ہیں، آپ نے فرمایا کعبہ اللہ کا گھر ہے اور حرم اس کا پردہ۔ اس کا دروازہ مشعر کہلاتا ہے۔ خدا کے گھر کی زیارت کرنے والے کو پہلے اس گھر کے دروازہ پر ہی کھڑا ہونا پڑتا ہے تاکہ درگاہِ الٰہی میں عاجزی کرے، پھر دوسرے پردہ میں آتا ہے جسے مزدلفہ کہتے ہیں۔ اور وہاں کھڑا ہوتا ہے، عاجزی کرتا ہے جب عاجزی اور زاری قبول ہو جاتی ہے تو اسے قربانی کا حکم دیا جاتا ہے، قربانی کرنے پر گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ پھر طہارت کر کے خانہ کعبہ کی زیارت کا حکم دیا جاتا ہے۔

ذوالنون مصریؒ کا ارشاد ۱۔

پوچھا گیا۔ کہ تشریق کے دنوں میں روزے کیوں مکروہ قرار دیے گئے؟ اس کا جواب دیا، کہ خانہ کعبہ کی زیارت کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں اور مہمان کو یہ نہیں چاہیئے کہ جس نے دعوت دی ہو اس کے گھر جا کر روزہ رکھے۔ پھر پوچھا گیا خانہ کعبہ کے پردے میں آدمی کیوں لٹکتے ہیں۔ فرمایا یہ لٹکنا ایسا ہے جیسے کوئی بندہ اپنے مالک کا گناہ کرتا ہے پھر اسے بخشوانے کے لیے اس کا دامن پکڑ لیتا ہے اور عاجزی وزاری سے معافی کی درخواست کرتا ہے۔

تکبیریں

ایام تشریق کی تکبیریں ۱۔

تشریق کے دنوں میں کس قدر تکبیریں کہنی چاہئیں؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت نافع کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور ان کے فرزند کا معمول تھا کہ تشریق کے ایام میں وہ نماز کے بعد، مجلس میں، فرش پر اور خیموں میں تکبیر کہا کرتے تھے اور دوسرے لوگ بھی ان کی پیروی کیا کرتے تھے۔ اس پر اتفاق ہے کہ تکبیر کہنا سنت ہے۔ البتہ اس کی تعداد میں اختلاف ہے۔

حضرت علیؓ کا معمول:- حضرت علیؓ کا دستور تھا، کہ عرفہ کے دن نمازِ فجر سے تشریق کے آخری دن کی نمازِ عصر تک تکبیر کہا کرتے تھے۔ ہمارے امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام شافعی اور امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے جو سب اقوال سے بہتر اور جامع ہے۔

عبداللہ بن مسعود کا معمول:- عبداللہ بن مسعودؓ عرفہ کے دن صبح کی نماز سے تکبیریں شروع کرتے اور قربانی کے دن عصر کی نماز تک تکبیریں پڑھتے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا یہی مذہب ہے۔

دوسرے صحابہ:- ابن عباسؓ اور زید بن ثابتؓ قربانی کے دن ظہر کی نماز سے تکبیر شروع کرتے تھے اور تشریق کے آخری دن عصر کی نماز تک پڑھتے۔ عطا کا یہی قول ہے۔

دیگر بزرگان:- امام شافعیؒ کہتے ہیں، کہ قربانی کے دن ظہر کی نماز سے تکبیر شروع کرنی چاہیے اور تشریق کے آخری دن کی صبح کی نماز تک حاجیوں کی پیروی کے لیے پڑھنی چاہیے۔ امام مالکؒ بھی یہی فرماتے ہیں۔

امام شافعیؒ کا ایک اور قول یہ بھی ہے، کہ قربانی کی رات مغرب کی نماز سے تکبیر شروع کی جائے اور تشریق کے آخری دن صبح کی نماز تک جاری رکھی جائے۔

حضرت ابن مسعودؓ تکبیر کے الفاظ دو مرتبہ دہرایا کرتے تھے یعنی اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد، امام احمدؒ اور امام ابوحنیفہؒ اور اہلِ عراق کا یہی مذہب ہے۔

ایک روایت میں ہے، کہ امام مالکؒ "اللہ اکبر، اللہ اکبر" دو دفعہ کہا کرتے تھے، اس کے بعد لا الہ الا اللہ کہتے۔ سعید بن جبیر تین دفعہ اللہ اکبر کہتے تھے، بعد میں آخر تک تکبیر پڑھتے رہتے، جیسے اوپر بیان ہوا۔ امام شافعیؒ کا یہی مذہب ہے اور اہلِ مدینہ بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔

حضرت قتادہؒ اس طرح کہا کرتے تھے "اللہ اکبر کبیراً، اللہ اکبر علیٰ ما ھدینا، اللہ اکبر وللہ الحمد۔

ابوہریرہؓ کی روایت:- حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ منیٰ کے دن اس لیے ہیں کہ لوگ ان میں کھائیں پئیں اور اللہ کی یاد کریں۔

حضرت جعفر بن محمد کہتے ہیں "آں حضرتؐ نے تشریق کے ایام میں ایک آدمی کو مقرر کیا کہ بلند آواز سے اعلان کرے کہ لوگو! یہ کھانے پینے کے دن ہیں اور جماع کے دن ہیں۔

احرام کی تکبیر:- جو شخص احرام سے ہو وہ قربانی کے دن ظہر کی نماز کے بعد سے تشریق کے آخری دن تک تکبیر کہے، مگر یہ اس صورت میں ہے کہ جماعت کے ساتھ فرض نماز ادا کرے۔ اکیلا ہو تو تکبیر نہ کہے، نہ ہی نفلوں کے بعد تکبیر کہے۔ امام احمد کا یہی مذہب ہے۔

عید الفطر کی تکبیر:- عید الفطر میں اسی طرح تکبیر کہی جائے جس طرح عید الضحیٰ کے بارے میں بیان کی گئی ہے۔ زیادہ بہتر یہ ہے، کہ عید فطر کی رات کو تکبیر زیادہ کہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تم ماہِ رمضان کو کامل کرو اور تکبیر کہو جیسا کہ تم سے کہا گیا ہے ...."

تکبیر کی ابتدا عید کی رات غروب آفتاب کے بعد کرنی چاہیئے۔ عید کے دن جب امام دونوں خطبوں سے فارغ ہو جاتا ہے تو اس کے بعد تکبیر کہنے کا وقت نہیں رہتا۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ عید کے دن تکبیر سنت نہیں۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ عید الفطر کے دن تکبیر کہے۔ نماز کے آنے تک تکبیر کا وقت ہے، یعنی امام آجائے اور لوگ آنا شروع ہو جائیں تو پھر تکبیر نہ کہے۔

امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ عید کی رات آفتاب غروب ہونے کے بعد تکبیر کہی جائے اور جب تک امام اپنے دونوں خطبوں سے فارغ نہ ہو اس وقت تک کہی جا سکتی ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ عید کی رات آفتاب غروب ہونے کے بعد تکبیر شروع کرے اور اس وقت تک کہے، جب تک امام مصلّٰی پر کھڑا نہ ہو جائے (یعنی نماز کے وقت تک) ایک قول یہ بھی ہے کہ تکبیر تحریمہ کے کہنے تک تکبیر کہہ سکتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ نماز سے فارغ ہونے تک تکبیر کہی جا سکتی ہے۔

باب ۲۷

یوم عاشورہ ——— یوم جمعہ

یومِ عاشورہ

محرم ۱۔ ارشاد الٰہی ۱۔

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مہینوں کی تعداد بارہ بیان فرمائی ہے جن میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔

اور ان کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ ان چار میں ایک مہینے کا نام محرم ہے، یوم عاشورہ اسی ماہ میں آتا ہے۔

عاشورہ ۱۔ عاشورہ کے روز جو شخص اللہ کی عبادت کرے اسے بڑا اجر عطا ہوتا ہے۔ ابو نصر نے اپنے والد سے انھوں نے مجاہد سے اور انھوں نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا محرم میں روزہ رکھنے والے کو ہر روزہ کے عوض تیس روزوں کا ثواب ملتا ہے۔

ایک روایت ۱۔ میمون بن مہران نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ جو شخص محرم میں عاشورہ کے دن روزہ رکھے اسے دس ہزار شہیدوں اور دس ہزار حاجیوں کا ثواب ملتا ہے۔ جو اس روز کسی یتیم کے سر پہ محبت کا ہاتھ رکھے اسے اس کے سر کے بالوں کے برابر بہشت میں درجے عطا ہوتے ہیں اور جو اس رات میں کسی مومن کو کھانا کھلائے تو وہ ایسے ہے، جیسے اس نے آں حضرت صلعم کی تمام امت کو کھانا کھلایا۔ صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا یوم عاشورہ کو اللہ تعالیٰ نے سب دنوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے؟ آپ نے جواب دیا، ہاں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اسی دن آسمان، پہاڑوں، دریاؤں، لوح و قلم کو پیدا کیا۔ حضرت آدمؑ اسی دن پیدا ہوئے اور اسی دن بہشت میں بھیجے گئے۔ حضرت ابراہیمؑ اسی دن پیدا ہوئے۔ اور اسی دن آپ نے فرزند کی قربانی دی ہے۔ اسی دن فرعون غرق کیا گیا۔ اسی دن ایوب علیہ السلام سے مصیبت دور کی گئی، اسی دن حضرت آدمؑ کی توبہ قبول کی گئی، اسی دن داؤدؑ کے گناہ معاف کیے گئے۔ عیسیٰؑ بھی اسی دن پیدا ہوئے۔ قیامت اسی دن آئے گی۔

دوسری روایت ۱۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، کہ آں حضرت نے فرمایا، عاشورہ کے دن روزہ رکھنے اور رات بھر جاگنے والے کو ساٹھ سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے اور اگر کوئی اس دن صرف روزہ رکھے تو سات آسمانوں کے آدمیوں کے برابر اسے ثواب ملتا ہے۔ عاشورہ کے دن کسی مسلمان کو کھانا کھلانے والے نے گویا آں حضرت صلعم کی تمام امت کو کھانا کھلایا۔

حضرت عمر بن خطابؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہؐ! کیا اس روز اللہ تعالیٰ نے ہم پر بہت فضل وکرم فرمایا۔ آپؐ نے جواب دیا۔ ہاں بے شک، کیوں کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے آسمان، زمین، پہاڑ، دریا، ستارے، عرشِ عظیم، کرسی اور لوحِ محفوظ کو پیدا کیا۔ جبرئیل، دوسرے فرشتوں اور آدمؑ کو بھی اسی دن پیدا کیا۔ اسی دن حضرت ابراہیمؑ نے اپنے فرزند کو قربانی کے لیے پیش کیا، اسی دن آپ کو نمرود کی آگ سے نجات ملی۔ فرعون اسی دن غرق کیا گیا، اسی دن حضرت ایوبؑ کو شفا نصیب ہوئی۔ اسی دن حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے، اسی دن حضرت آدمؑ کی توبہ قبول کی گئی، اسی دن حضرت داؤدؑ کے گناہ بخشے گئے۔ حضرت سلیمانؑ کو اسی دن بادشاہی ملی، اسی روز اللہ تعالیٰ عرشِ عظیم پر ٹھہرا، اسی دن قیامت آئے گی، آسمان سے بارش بھی سب سے پہلے اسی دن برسی، اللہ کی رحمت کا نزول سب سے پہلے اسی دن ہوا۔

یوم عاشورہ کی برکتیں:۔ یوم عاشورہ کی ایک اور برکت یہ ہے کہ جو شخص اس دن غسل کرے وہ بیمار نہیں ہوتا، مگر مرضُ الموت سے نہیں بچ سکتا، جو شخص اس دن سرمہ لگائے اس کی آنکھیں سارا سال نہیں دکھتیں، جو اس دن کسی بیمار کی عیادت کو جائے اسے ساری مخلوق کی عیادت کا ثواب ملتا ہے، جو اس روز کسی کو ایک گلاس شربت پلائے اسے اتنا ثواب ملے گا گویا اس نے ایک لحظہ کے لیے بھی اللہ کی عبادت سے کوتاہی نہیں کی۔ جو اس روز چار رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، پچاس بار سورۂ اخلاص پڑھے تو اس کے پہلے اور بعد کے پچاس سال کے گناہ معاف کیے جاتے ہیں، اس کیلئے نور کے پچاس محل بنائے جاتے ہیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ چار رکعت نماز یوں پڑھی جائے کہ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرے، ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، ایک بار سورہ اذا زلزلت، ایک بار سورۂ کافرون اور ایک بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ چار رکعت کے بعد آں حضرت صلعم پر درود بھیجے۔

ابوہریرہؓ کی روایت:۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں" آنحضرت صلعم نے فرمایا بنی اسرائیل پر سارے سال میں صرف ایک روزہ فرض کیا گیا تھا۔ وہ عاشورہ کا روزہ تھا جو محرم کی دس تاریخ ہے، اسی لیے یہ نہایت اہم دن ہے۔ سب مسلمانوں کو اس دن روزہ رکھنا چاہیئے، اور اپنے اہل وعیال کے بارے میں کھانے پینے کی چیزوں میں فراخی سے کام لیں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ اس دن کی برکت سے سال بھر رزق میں فراخی فرماتا ہے۔ اس دن کا روزہ رکھنے والے کو چالیس سال کا کفارہ دیا جاتا ہے۔

جو شخص اس رات جاگے اور صبح تک اللہ کی عبادت کرے، وہ مرنے سے قبل اپنی موت سے باخبر ہو جاتا ہے۔

علمائے کرام سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا، جو شخص شبِ عاشورہ میں رات بھر یادِ الٰہی کرے تو جب تک وہ چاہے اللہ اسے زندہ رکھتا ہے۔ سفیان بن عیینہ نے جعفر کوفی سے، انھوں نے ابراہیم بن محمد بن منتشر سے جو اپنے زمانہ میں کوفہ کے بزرگوں میں افضل تھے، اطلاع پائی کہ جو شخص عاشورہ کے دن اپنے اہلِ خانہ پر فراخ دلی سے خرچ کرے، اللہ تعالیٰ سارا سال اسے فراخی میں رکھتا ہے۔ سفیان فرماتے ہیں کہ میں نے پچاس سال تک اس کا تجربہ کیا ہے، اور میں نے دیکھا کہ جو شخص اس روز اپنے اہل وعیال کے ساتھ فراخی کا سلوک کرتا ہے، خدائے تعالیٰ سارے سال کے لیے اس کی روزی اس

پر فراخ کر دیتا ہے۔

عاشورہ کے روزے:- قدیم بزرگوں کا کہنا ہے "کہ عاشورہ کے دن روزہ رکھنے والے کو سال بھر کے روزوں کا کفارہ مل جاتا ہے اور جو اس دن صدقہ دے اسے سال بھر کے صدقہ کا کفارہ ملتا ہے۔

یحییٰ ابن کثیر فرماتے ہیں، جو شخص اس روز مشک ملا کر سرمہ لگائے سارا سال اس کی آنکھیں نہیں دکھتیں۔

جانوروں کا روزہ:- ابو نصر نے اپنے والد اور دعابی غلیط ابن امیہ بن خلف عجمی سے روایت کی ہے کہ ایک روز آں حضرتؐ نے میرے گھر میں چڑیا کو دیکھ کر فرمایا، یہ پہلا جانور ہے جس نے عاشورہ کے دن روزہ رکھا۔ قیس بن عبادہ فرماتے ہیں میں نے عاشورہ کے دن وحشی جانوروں کو روزہ رکھتے دیکھا۔

ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رمضان کے روزوں کے بعد افضل روزے محرم کے ہیں، فرمایا نصف شب کی نمازِ فرض نمازوں کے بعد اور تمام دوسری نمازوں سے بہتر نماز وہ ہے جو ماہِ محرم میں پڑھی جائے۔

حضرت علیؓ نے آں حضرتؐ سے روایت کی ہے "کہ محرم اللہ تعالےٰ کا خاص مہینہ ہے، اس میں ایک قوم کی توبہ قبول ہوئی اس ماہ میں جو کوئی توبہ کرے اس کی توبہ قبول ہوتی ہے۔

ابن عباسؓ نے آنحضرت صلعم سے روایت کی ہے کہ جو شخص ماہِ ذوالحجہ کے آخر اور ماہ محرم کی پہلی تاریخ کو روزہ رکھے اس نے گویا سارا سال روزے رکھے، اور آئندہ سال کے روزے شروع کر دیئے۔ نیز پچاس سال کے لیے اس کے گناہوں کا کفارہ ادا ہو جاتا ہے۔

زمانہ جاہلیت اور عاشورہ:- عروہؓ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قریش بھی عاشورہ کے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ آں حضرت صلعم بھی مکہ میں روزہ رکھا کرتے تھے۔ جب آپ مدینہ تشریف لے گئے تو آپ نے یہودیوں سے عاشورہ کے بارے میں پوچھا، تو انھوں نے کہا، اس روز حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کو فرعون کی قوم پر غلبہ حاصل ہوا تھا اس لیے یہ بڑی عظمت کا دن ہے، چنانچہ ہم اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ یہ سن کر آں حضرتؐ نے فرمایا، جس قدر تم لوگ موسیٰؑ کے حقدار ہو، اس سے زیادہ ہم ان کے حق دار ہیں۔ پھر آپ نے اپنی امت کو عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

نام کی وجہ:- "عاشورہ" نام کے بارے میں علما نے اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا نام عاشورہ اس لیے پڑا کہ یہ محرم کا دسواں دن ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یوم عاشورہ دس کرامتوں میں سے ایک کرامت ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب کی امت کو علم بخشا، اس لیے اس دن کا نام عاشورہ پڑا۔ دس کرامتیں یہ ہیں، پہلی کرامت یہ کہ رجب اللہ تعالےٰ کا خاص مہینہ ہے جو دوسرے مہینوں سے اہم اور افضل ہے، اسی طرح جس طرح دوسری امتوں پر آں حضرت صلعم کی امت، اور جس طرح دوسرے انبیاء پر آں حضرتؐ کو فضیلت حاصل ہے۔ ایک کرامت ماہ رمضان کی ہے جسے دوسرے مہینوں پر اس طرح برتری حاصل ہے، جس طرح ساری مخلوقات پر اللہ تعالےٰ کو۔ چوتھی کرامت شب قدر ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ پانچویں کرامت فطر ہے یعنی جزا ملنے کا دن۔ چھٹی کرامت عشرہ ذی الحجہ ہے، جو اللہ تعالےٰ کی یاد کا خاص دن ہے۔ ساتویں کرامت یوم عرفہ ہے۔ اس دن روزہ رکھنے والے کو دو سال کے روزوں کا کفارہ مل جاتا ہے۔ آٹھویں کرامت یوم نحر ہے (قربانی کا دن)۔ نویں کرامت جمعہ ہے جو سب

دنوں کا سردار ہے۔ دسویں کرامت یوم عاشورہ ہے اس دن روزہ رکھنے والے کو سال بھر کے چھوٹے ہوئے روزوں کا کفارہ مل جاتا ہے جو دن اوپر بیان ہوئے ان سب کی ہر ساعت فضیلت کی حامل ہے، کیوں کہ اللہ تعالےٰ نے یہ دس دن امت محمدیہ کو انعام کے طور پر دیئے ہیں، جن میں روزوں کا کفارہ بھی ہو جاتا ہے اور گناہ بھی بخش دیئے جاتے ہیں۔

یوم عاشورہ کے دس اہم واقعات: پرانے بزرگوں کا قول ہے کہ اس دن کا نام عاشورہ اس لیے پڑا کہ اس روز اللہ تعالےٰ نے دس نبیوں کو دس کرامتیں بخشیں اور انھیں انعام سے سرفراز فرمایا۔ اس دن حضرت آدمؑ کی توبہ قبول کی۔ حضرت ادریسؑ کو بلند درجے تک پہنچایا۔ اس دن حضرت نوحؑ کی کشتی کوہِ جودی[1] پر ٹھہری، حضرت ابراہیمؑ اس دن پیدا ہوئے اور اسی دن اللہ تعالےٰ نے انھیں اپنا دوست بنایا، اسی دن انھیں نمرود کی آگ سے نجات دی۔ حضرت داؤدؑ کی توبہ اسی دن قبول ہوئی۔ حضرت سلیمانؑ کے ہاتھ سے نکلا ہوا ملک اسی دن انھیں دوبارہ ملا۔ اسی دن حضرت ایوبؑ نے بیماری سے شفا پائی۔ اسی دن حضرت موسیٰؑ دریائے نیل سے پار اترے اور فرعون اپنی قوم سمیت غرق ہوا۔ اسی دن مچھلی نے حضرت یونسؑ کو پیٹ سے باہر نکالا اسی دن حضرت عیسےٰؑ کو دنیا سے آسمان تک لے جایا گیا۔ آں حضرت صلعم بھی اسی دن دنیا میں تشریف لائے۔

صحیح دن: محرم میں یوم عاشورہ کا یقین متنازعہ فیہ مسئلہ ہے۔ اس بات میں اختلاف ہے، کہ عاشورہ کا دن کونسا ہے؟ اکثر لوگ محرم کی دس تاریخ کو یوم عاشورہ بتاتے ہیں۔

محرم کی نویں تاریخ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، کہ محرم کی نو تاریخ عاشورہ کا دن ہے، مگر ایک روایت یہ بھی ہے کہ حکیم ابن اعرج نے ابن عباسؓ سے یوم عاشورہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا۔ جس دن تم محرم کا چاند دیکھیں، اس دن سے شمار کریں جب نویں دن کی صبح آئے تو روزہ رکھو۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آں حضرتؐ اس دن روزہ رکھا کرتے تھے آپ نے فرمایا ہاں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا۔ آں حضرتؐ نے عاشورہ کے دن روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ تو یہود اور نصاریٰ کا دن ہے۔ یہ لوگ اس دن کو بزرگ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں آئندہ محرم کی نو تاریخ کو روزہ رکھوں گا۔ آپ نے یہ اس لیے فرمایا۔ کہ کہیں یوم عاشورہ کا روزہ نہ جائے۔

---

[1] تورات کتاب پیدائش باب ۶ آیت ۴ میں ہے کہ حضرت نوحؑ کی کشتی کوہ اراراط پر ٹھہری، اراراط سلسلہ کوہ کا نام ہے، جو ایران، روس اور جمہوریہ ترکیہ کی سرحد پر واقع ہے، جس حصے کا نام اراراط ہے وہ جمہوریہ ترکیہ کی حدود میں ہے۔ قرآن مجید نے خاص اس مقام کا نام بتایا جہاں کشتی ٹھہری یہ مقام جودی تھا۔ تورات کے بعض شارحین سلسلہ کوہ کا نام جودی اور کشتی کے ٹھہرنے کی جگہ کا نام اراراط بتاتے ہیں جو صحیح نہیں اہل ایران نے پہاڑ کے اس حصے کا نام "کوہِ نوح" قرار دیا ہے۔ ترجمان القرآن کا بیان ہے کہ شارحینِ تورات کے نزدیک سکندر کے زمانہ کی یونانی تحریرات سے بھی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ آٹھویں صدی عیسوی تک اس مقام پر ایک عبادت گاہ موجود تھی جسے عام لوگ "کشتی کا معبد" کہتے تھے۔

(انوار انبیاء صفحہ ۳۳ مرتبہ ادارہ تصنیف و تالیف شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور)

آنحضرت صلعم کو شہادت امام حسینؑ کی خبر: حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت عاشورہ کے دن ہوئی۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں: ایک دن جب کہ آں حضرتؐ میرے گھر میں موجود تھے حضرت امام حسینؑ تشریف لائے۔ میں اس وقت دونوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ حضرت امام حسینؑ اس وقت آں حضرتؐ کے سینۂ مبارک پر کھیل رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ آں حضرت صلعم اپنی مٹھی میں کچھ مٹی لیے ہیں اور آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ جب امام حسینؑ چلے گئے، تو میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! آپ کے ہاتھ میں مٹی تھی اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے؟ آپ نے جواب دیا۔ جب حسینؑ میرے سینے پر کھیل رہے تھے تو میں بہت خوش تھا کہ اچانک جبرئیلؑ آئے اور تھوڑی سی مٹی میرے ہاتھ میں دے کر کہا "یہ مٹی حسین کی قتل گاہ کی ہے۔ چنانچہ یہ خبر سن کر میں رو دیا۔

خلیفہ سلیمان کا خواب: حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ سلیمان بن عبدالملک نے آں حضرت صلعم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے سلیمان کو خوشخبری دی، اور مہربانی کے الفاظ سے یاد کیا۔ صبح ہونے پر سلیمان نے خواجہ حسن بصریؒ سے اس خواب کی تعبیر پوچھی۔ انھوں نے تعبیر یہ دی۔ معلوم ہتا ہے، تم نے آں حضرت صلعم کے اہل بیت کے ساتھ کوئی سلوک اور احسان کیا ہے۔ سلیمان نے کہا ہاں! میں نے یہ عمل کیا تھا کہ جب یزید بن معاویہ کے خزانے میں حسین بن علی علیہما السلام کا سر مبارک دیکھا۔ تو اسے دیبا کے پانچ کفن پہنائے، اپنے دوستوں کے ہمراہ ان پر نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔

حسن بصریؒ نے یہ خبر سن کر فرمایا، تمھارا یہی کام آں حضرتؐ کی خوشنودی کا باعث بنا ہے اور انھوں نے تمھیں خوشخبری دی ہے۔

سلیمانؒ نے یہ سن کر خواجہ حسن بصریؒ کے ساتھ سلوک کیا، انھیں خلعت فاخرہ دیا، بیش قیمت تحفہ بھی دیا۔

ایک روایت: حمزہ بن زیارت فرماتے ہیں میں نے آں حضرت صلعم اور حضرت ابراہیم کو حضرت حسن علیہ السلام کی قبر مبارک پر درود پڑھتے دیکھا۔

دوسری روایت: ابو نصر نے اپنے والد سے اور انھوں نے جعفر بن محمد سے روایت کی ہے کہ جس دن حضرت امام حسینؑ نے شہادت پائی اس روز ستر ہزار فرشتے ان کی قبر مبارک پر نازل ہوئے۔ یہ فرشتے آپ کی مظلومی اور حالت زار پر قیامت تک نوحہ کناں رہیں گے۔

عاشورہ کے روز پر طعن: ایک قوم کو عاشورہ کے روز روزہ رکھنے پر مطعون کیا جاتا ہے، اس لیے کہ اس دن امام حسینؑ نے بڑی مصیبت اور مظالم برداشت کرنے کے بعد شہادت پائی، چنانچہ دنیا سے آپ کے رخصت ہو جانے پر لوگوں کو رنج کرنا چاہیے نہ کہ خوشی، جیسا کہ لوگ اس دن اپنے اہل و عیال کے ساتھ روزی کے بارے میں فراخی سے کام لیتے ہیں، فقیروں، محتاجوں اور ضعیفوں کو کھانا کھلاتے ہیں، حالانکہ حضرت امام کے حق میں یہ مفید نہیں۔

غم واندوہ کا دن: بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت کی وجہ سے عاشورہ کے روزوں کا حکم نہیں دیا گیا۔ شہادت کے باعث جو لوگ عاشورہ کے روزے پر اعتراض کرتے ہیں، وہ غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے لیے عاشورہ کے بزرگ دن میں شہادت کے باعث، آپ کا درجۂ شہادت اور بلند ہوگا۔

آپ کی کرامت اور بزرگی میں اضافہ کیا جائے گا۔ آپ شہید کیے گئے خلفائے راشدین کے درجے اور مقام کو پہنچیں گے۔

اگر امام حسینؓ کی شہادت کے دن کو مصیبت کا دن شمار کیا جائے، تو یوم دوشنبہ اس دن سے بھی زیادہ غم واندوہ کا دن ہے، کیوں کہ اس دن آں حضرتؐ نے وفات پائی، اسی دن حضرت ابوبکرؓ نے وفات پائی۔

ہشام بن عروہؒ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا حضرت ابوبکرؓ نے مجھ سے دریافت کیا، آں حضرت صلعم نے کس دن وفات پائی؟ میں نے عرض کیا۔ دوشنبہ کے روز۔ تب آپ نے فرمایا۔ مجھے اللہ تعالےٰ سے امید ہے، کہ میری روح بھی اسی دن قبض کرے گا۔ چنانچہ دوشنبہ ہی کے دن آپ کی بھی وفات ہوئی۔

پس آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکرؓ کی دنیا سے رحلت" دوسروں کی رحلت سے بڑا حادثہ ہے۔

عاشورہ میں ماتم ا- اس بات پر سب متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص دوشنبہ کے روزہ رکھے تو یہ بڑی فضیلت اور بزرگی کا باعث ہے کیوں کہ اس روز بندوں کے اعمال اللہ تعالےٰ کی طرف لے جائے جاتے ہیں۔ پنجشنبہ کے دن بھی اعمال اللہ تعالےٰ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ عاشورہ کے دن بھی ایسا ہی ہوتا ہے، اسے ماتم کا دن قرار نہیں دیتے۔ اس روز رونے اور ماتم کرنے کو اس لیے اچھا نہیں جانتے کہ یہ (جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا) بزرگی اور فضیلت کا دن ہے۔

عاشورہ کے دن انبیاءؑ کو ان کے دشمنوں سے پناہ دی گئی، ان کے دشمنوں اور کافروں کو ہلاک کیا گیا، جیسے فرعون، اس کی قوم اور دوسرے کافر، خدا نے زمین و آسمان اس دن پیدا کیے، اسی روز دوسری بزرگ چیزوں اور حضرت آدم کی پیدائش ہوئی۔ کئی اور بزرگ ہستیاں بھی اس دن پیدا ہوئیں۔ اس دن کے روزے کا بہت ثواب ہوتا ہے، گناہوں کا کفارہ ادا ہوتا ہے۔ بلائیں دور کرائی جاتی ہیں، چنانچہ عاشورہ کا دن بھی دوسرے بزرگ دنوں کی مانند ہے، جیسا کہ عیدین، جمعہ اور عرفہ وغیرہ کے دن۔

اگر عاشورہ کے دن ماتم کرنا جائز ہوتا، تو صحابہ کرام اور تابعین بھی ایسا کرتے، اور اسے جاری رکھتے۔ یہ حضرات اس امر کے زیادہ مستحق اور مجاز تھے، مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ عاشورہ کے دن آنے پر وہ اپنے اہل وعیال کی روزی میں فراخی سے کام لیتے تھے اور روزہ رکھا کرتے تھے۔

ایک روایت ا- ایک روایت کہ حضرت حسنؓ نے فرمایا۔ عاشورہ کے دن رکھنا فرض ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے عاشورہ کے روزے کے لیے حکم دیا ہے۔ جب یہ احکام عام مشہور ہوئے، تو حضرت عائشہؓ نے لوگوں سے پوچھا۔ تمھیں عاشورہ میں روزے رکھنے کا حکم کس نے دیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا۔ حضرت علیؑ نے۔ تب حضرت عائشہؓ نے فرمایا جو لوگ رسول اللہ کی سنت پر قائم ہیں وہ دانا ہیں۔

حضرت علیؑ کی روایت ا- حضرت علیؑ سے روایت ہے، آں حضرتؐ نے فرمایا جو شخص عاشورہ کے دن روزہ رکھے اور رات بھر عبادت کرے، اللہ تعالےٰ اس کی خواہش کے مطابق اسے زندگی عطا فرماتا ہے۔

یومِ جمعہ

جمعہ کی آیت ا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۔

اے لوگو! جب تم نمازِ جمعہ کے لیے بلائے جاؤ تو خدا کے ذکر کی طرف دوڑو۔ خرید و فروخت چھوڑ دو تمھارے لیے یہی بہتر ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کو پہچانتے ہو۔

عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! جو تم زبان اور دل سے اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتے ہو کہ وہ واحد اور لاشریک ہے، جمعہ کی نماز کے لیے دوڑتے ہوئے جاؤ۔ اگر اس وقت خرید و فروخت کر رہے ہو تو فوراً چھوڑ دو اکیونکہ خرید و فروخت سے نماز تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم اللہ تعالیٰ کو پہچانتے ہو۔

آیت کا نزول ا۔ اس آیت کے نزول کی وجہ یہ تھی، کہ یہودی مسلمانوں پر تین امور میں فخر کرتے تھے۔ ان کا یہ بھی مقولہ تھا۔ کہ ہم ہی اللہ کے دوست ہیں" تم نہیں! دوسرے یہ کہ ہم صاحب کتاب ہیں تم نہیں، تیسرے یہ کہ ہمیں شنبہ کا بزرگ دن اللہ نے بخشا ہے، مگر تمھیں ایسا دن نہیں دیا گیا۔ ان لوگوں کی ان تین باتوں کا اللہ نے خود ہی جواب دیا، اور انھیں اس آیت سے جھٹلایا۔ نبی کریمؐ سے فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِن زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِن دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۔

اے وہ لوگو جو یہودی ہو! تمھیں گمان ہے، کہ تم ہی اللہ کے دوست ہو۔ اگر تمھارا یہ دعویٰ سچا ہے تو موت کی آرزو کرو۔

اسی قول کے بارے میں خدا نے فرمایا۔ خدا نے جاہل لوگوں میں سے ان کی طرف اپنا پیغمبر بھیجا۔

یہودیوں کی تذلیل میں فرمایا۔ کہ ان لوگوں کی یہ تعریف ہے کہ "چار پائے بردکتا بے چند" یعنی یہودی چارپایوں کی مانند ہیں" جن پر کتابیں لادی جائیں اور انھیں علم نہ ہو کہ ہم پر کیا لادا گیا۔ ان پر تورات کے احکام لادے گئے، مگر انھیں اس کے احکام کا علم نہیں نہ ان پر عمل کرتے ہیں۔ ان کے قول یعنی "شنبہ کا دن ہمیں خدا نے دیا" اس کے بارے میں خدا نے فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ

اے لوگو! جب تم نمازِ جمعہ کے لیے بلائے جاؤ۔

پھر فرمایا۔

فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ

تو خدا کے ذکر کی طرف دوڑو۔ خرید و فروخت چھوڑ دو۔

اس زمانے میں دستور تھا کہ جب قافلہ مدینہ منورہ میں داخل ہوتا تو وہاں کے لوگ تالیاں، ڈھول اور دف بجایا

کرتے تھے، یہ اہل قافلہ کا استقبال ہوتا تھا۔ اہل مسجد یہ آواز سن کر باہر آجاتے۔ ایک دفعہ، ایک قافلہ شہر میں داخل ہوا اور لوگوں نے ڈھول وغیرہ کی آواز سنی تو باہر نکل آئے۔ صرف بارہ مرد اور ایک عورت مسجد میں رہ گئے۔ دوبارہ ایسا ہی واقع ہوا، تب بھی بارہ مرد اور ایک عورت رہ گئے، باقی سب باہر نکل آئے۔ کچھ مدت بعد بنی عامر بن عوف سے ایک آدمی اسلام لانے سے قبل تجارت کے لیے مدینہ میں آیا، اس کا نام دحیہ بن خلیفہ کلبی تھا، جو شام سے آیا تھا، وہ ہر قسم کی چیزوں کا تاجر تھا، اس کے استقبال کے لیے لوگ تالیاں اور ڈھول بجا کر نکلا کرتے تھے۔

آنحضرت صلعم کا ارشاد: ایک مرتبہ وہ آیا، تو جمعہ کا دن تھا۔ آں حضرتؐ منبر پر خطبہ دے رہے تھے، لوگوں نے اس کے آنے کی خبر سنی، تو مسجد سے باہر نکل گئے۔ تب آں حضرت صلعم نے فرمایا، مسجد میں کتنے آدمی باقی رہ گئے ہیں؟ ایک عورت اور بارہ مرد باقی تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر یہ لوگ مسجد میں باقی نہ رہ گئے ہوتے تو مسجد سے باہر جانے والے سب لوگ سنگسار کر دیے جاتے۔ چنانچہ اسی وقت اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ جب کوئی تجارت یا کھیل دیکھتے ہیں اس طرف چلے ہیں اور تجھے منبر پر کھڑا چھوڑ جاتے ہیں، اے محبوب! ان سے کہہ دو! کہ خدا کے پاس اس ڈھول، تالیوں اور سوداگری سے بہتر ثواب ہے۔ وہ تمہیں اس سے بہتر نفع پہنچانے اور رزق دینے والا اور ان سب سے بہتر اللہ ہی ہے۔

کہا جاتا ہے مسجد میں باقی رہ جانے والے بارہ آدمیوں میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے۔

فضائلِ جمعہ: احادیث میں جمعہ کے فضائل بیان ہوئے ہیں۔ علاء بن عبدالرحمان نے اپنے والد سے، اور وہ ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں، آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جس طرح جمعہ کے دن آفتاب طلوع اور غروب ہوتا ہے اس سے بہتر کسی اور دن نہیں ہوتا۔ ساری مخلوق جمعہ کے دن سے خوف کھاتی ہے مگر جنات اور انسان خوف نہیں کھاتے۔ ہر مسجد کے دروازہ پر دو فرشتے ان لوگوں کا ثواب لکھنے میں مصروف ہوتے ہیں جو اس دن مسجد میں آتے ہیں۔ پہلے آنے والے کو اونٹ کی قربانی کا ثواب اور بعد میں آنے والے کے لیے گائے کی قربانی کا ثواب لکھا جاتا ہے، بعد میں آنے والے کو بکری کی قربانی کا ثواب ملتا ہے، اس کے بعد آنے والے کو مرغی کی قربانی کا ثواب ملتا ہے، بعد میں آنے والے کو مرغی کر[illegible] ملتا ہے، جب امام خطبہ کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو فرشتے واپس چلے جاتے ہیں۔

ایک روایت: ابوسلمہ [illegible] سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جن دنوں میں آفتاب طلوع اور غروب ہوتا ہے ان دنوں میں جمعہ سب سے بہتر دن ہے، کیوں کہ اس دن حضرت آدمؑ پیدا ہوئے، اسی دن بہشت میں داخل ہوئے اسی دن بہشت سے نکالے گئے، قیامت بھی اسی دن ہوگی۔ اس دن ایک ایسی ساعت بھی ہے، کہ جو اس ساعت میں کچھ بھی مانگے، اللہ تعالےٰ اسے دے گا۔

جمعہ کی پوشیدہ ساعت: ابوسلمہ و عبداللہ بن سلام نے فرمایا، ہمیں یہ ساعت معلوم ہے، یہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے۔ اس ساعت میں حضرت آدمؑ پیدا ہوئے، اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ آدمی کو جلدی پیدا کیا گیا ہے۔ عبداللہ بن منذر فرماتے ہیں، آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جمعہ کا دن سب دنوں کا سردار ہے، تمام دنوں سے زیادہ بزرگ ہے بلکہ عیدالفطر سے بھی زیادہ بزرگ ہے۔

جمعہ کی پانچ برکتیں:- اس دن کو پانچ برکتیں دی گئی ہیں۔ اس دن حضرت آدمؑ پیدا کیے گئے۔ اسی دن زمین پر نازل ہوئے اسی دن آپ نے وفات پائی۔ اس دن میں ایک ایسی ساعت رکھی گئی، کہ جس میں مانگنے والی ہر دعا کو اللہ قبول فرماتا ہے۔ مگر حرام چیزوں کے لیے دعا قبول نہیں ہوتی، اسی دن قیامت آئے گی، اسی دن اللہ کے مقرب فرشتے اس سے خوف کھاتے ہیں، اس دن اللہ تعالیٰ سے آسمان اور زمین کو بھی خوف آتا ہے۔

ابو ہریرہ فرماتے ہیں، آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جن دنوں میں آفتاب نکلتا ہے ان میں جمعہ کا دن سب سے افضل ہے، اسی دن، آدمؑ پیدا ہوئے، اسی دن جنت سے نکالے گئے، اسی دن بہشت میں داخل ہوئے، یہی قیامت کا دن ہوگا، پھر فرمایا شاید جمعہ ہی کا دن ہے جو عرفہ کا دن مشہور ہے۔ قیامت کا دن موعود ہے جیسے جمعہ کے دن آفتاب طلوع اور غروب ہوتا ہے ایسا کسی دن میں نہیں ہوتا۔ جو مومن اس دن کی ساعت میں نیکی طلب کرے اسے ملتی ہے۔

حضرت علیؑ کی روایت:- ابو نصرؒ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ جمعہ کے دن تمام شیاطین اور ان کے شیطون گڑے ہاتھوں میں جھنڈیاں پکڑ کر جلوس کی شکل میں ڈھول بجا کر نکلتے ہیں اور لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں، مگر مسجدوں کے دروازوں پر فرشتے کھڑے ہو کر مسجد میں آنے والوں کے مرتبے لکھتے ہیں، جو عصلے کے قریب ہوتے ہیں" انھیں بھی لکھتے ہیں۔ امام کے قریب ہو کر جو لوگ غور و فکر سے خطبہ سنتے ہیں، ان کو دوگنا ثواب ملتا ہے اور جو لوگ امام کے قریب بیٹھ کر خطبہ ٹھیک طرح نہیں سنتے بلکہ لغو باتیں کرتے ہیں، انھیں ثواب کی بجائے دوگنا عذاب ملتا ہے۔ جو امام سے دور ہو کر بے ہودہ بکتا ہے اسے ایک گناہ ملتا ہے۔ جو خطبہ کے وقت دوسروں کو خاموش رہنے کی تلقین کرے وہ بھی بولنے والا سمجھا جائے گا اور جمعہ کے ثواب سے محروم ہوگا۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے آں حضرتؐ سے ایسا ہی سنا ہے، جو ذکر کیا گیا ہے۔

ابو ہریرہؓ کی روایت:- حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں، آں حضرتؐ نے فرمایا جمعہ کے دن امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو کوئی شخص دوسرے کو یہ بھی نہ کہے، خاموش رہو کیونکہ ایسا کہنا بھی لغو بات بن جائے گی۔

عمر بن شعیب نے اپنے والد سے اور انھوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے، آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جمعہ کے دن فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر مسجد میں آنے والوں کے نام لکھتے ہیں۔ امام کے آجانے پر فرشتے لکھنا بند کر دیتے ہیں، اپنے ہاتھ سے قلمیں چھوڑ دیتے ہیں اور کہتے ہیں آج فلاں شخص نہیں آیا، کیوں نہیں آیا؟ پھر وہ ایسے لوگوں کے لیے دعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ! اگر وہ بیمار ہے تو اسے شفا دے، اگر گمراہ ہے تو اسے ہدایت دے، اگر راستہ بھول گیا ہے تو اس کی رہبری کر۔

جعفر ثابتؒ کی روایت:- جعفر ثابتؒ فرماتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا خدا کے پاس ایسے فرشتے ہیں جو تختیاں اور قلمیں اٹھائے ہوئے ہیں، ان کی تختیاں چاندی کی اور قلمیں سونے کی ہیں۔ جو شخص جمعہ کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتا ہے اس کا نام چاندی کی تختی پر لکھ لیتے ہیں۔

دیگر روایات:- شیخ ابو نصر نے اپنے والد سے انھوں نے ابو زبیر سے انھوں نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ

نے فرمایا جو شخص جزا و سزا پر ایمان رکھتا ہے، اس پر واجب ہے کہ جمعہ کی نماز باجماعت ادا کرے، بیمار، مسافر، عورت، نابالغ اور غلام کو نہ پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ جو شخص کھیل کود یا کاروبار میں مصروف رہ کر نماز سے لاپروائی اختیار کرے اللہ تعالیٰ اس سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ خدا بے نیاز ہے اور تعریف کیا گیا ہے۔

ابوالجہم الفہری فرماتے ہیں، آں حضرتؐ نے فرمایا جو شخص غفلت کے باعث نماز جمعہ کو حقیر جان کر چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

شیخ ابونصر نے اپنے والد سے انھوں نے سعید بن مسیبؒ سے انھوں نے جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی ہے۔ کہ آں حضرت صلعم نے ایک مرتبہ منبر پر فرمایا اے لوگو! مرنے سے قبل اپنے خالق کی طرف لوٹ جاؤ نیک کام کرو، دنیا کے کاموں میں مصروف رہنے کی نسبت نیک کام کرنا بہتر ہے۔ اللہ کا خوب ذکر کرو! اس طرح اس کا قرب حاصل کرو اور سعادت مند بنو۔ ظاہر اور پوشیدہ طور پر صدقہ دیا کرو، تاکہ تمھیں اجر ملے اور اس باعث تمھیں رزق زیادہ ملے اور یاد رکھو نماز جمعہ فرض ہے۔ فرمایا۔ میرے اس سال، ماہ اور مقام میں اگر کوئی شخص امام کی موجودگی میں خواہ امام عادل ہو یا ظالم، نماز کو حقیر خیال کرے یا نماز ترک کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کو پریشان کرے گا، اس کے کام میں برکت نہ رہے گی۔ فرمایا یاد رکھو، جو شخص مذکورہ وجوہ کی بنا پر نماز کو ترک کرے گا، اس کا عمل ٹھیک نہ ہوگا، اس کی زکوٰۃ اور اس کا حج قبول نہ ہوگا تاوقتیکہ وہ توبہ نہ کرے، وہ اللہ کی برکت سے محروم رہے گا، ہاں اگر کوئی سچے دل سے توبہ کرے تو قبول ہوگی۔

یہ بھی یاد رکھو کہ کوئی عورت کسی مرد کی امام نہیں بن سکتی، نہ اعرابی کسی مہاجر کا امام بن سکتا ہے، نہ ہی فاجر شخص کسی مومن کا امام ہے، ہاں اگر کوئی بادشاہ قہر، کوڑے یا تلوار سے ڈرا کر زبردستی امام بن جائے تو یہ مجبوری ہے۔

ابونصر نے اپنے والد سے، انھوں نے ثابت بنانی سے انھوں نے طاؤس سے انھوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دلوں کو اپنی اصل حالت میں اٹھائے گا، جب یہ اٹھائے جائیں گے تو چمکدار ہو جائیں گے اور روشنی دینگے۔ نئی دلھن کی طرح آراستہ ہونگے ایسے روشن جیسے برف چمکتی ہے، ان سے کستوری کی خوشبو آئے گی یہ لوگ کافور کے پہاڑوں میں جائیں گے جن اور انسان انھیں دیکھ کر متعجب ہوں گے، ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی، وہ شان و شوکت سے بہشت میں داخل ہوں گے، صرف مؤذن لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جو ثواب کے خواہش مند ہوں گے۔

ابونصر نے اپنے والد سے، انھوں نے ثابت بنانیؒ سے انھوں نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ رمضان چھ لاکھ بندوں کو عذاب سے نجات دیتا ہے۔ یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو عذاب کے مستحق ہوتے ہیں۔

ایک اور روایت انس بن مالک سے ہے، فرماتے ہیں۔ آں حضرتؐ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ دنیا کی ہر ساعت میں دوزخ کے مستحق لوگوں کو نجات دیتا ہے۔ ان میں سے ہر ساعت میں چھ لاکھ آدمی نجات پاتے ہیں، جمعہ کی رات دن کی چوبیس ساعتوں میں سے چھ لاکھ گناہ گاروں کو نجات ملتی ہے۔ یہ لوگ دوزخ کے مستحق ہوتے ہیں۔

عبدالرحمان بن لیلیٰ اور ابوداؤد سے روایت ہے آں حضرتؐ نے فرمایا، جو شخص جمعہ کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتا ہے،

اس کے نام ایک مقبول حج کا ثواب لکھا جاتا ہے اگر نماز جمعہ کے بعد عصر کی نماز پڑھ لے تو عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔ اگر اسی جگہ مغرب کی نماز پڑھ لے تو جو کچھ مانگے اللہ تعالیٰ اسے دیتا ہے۔

ابوامامہ باہلی سے روایت ہے" آں حضرتؐ نے فرمایا جمعہ کے دن جو شخص روزہ رکھے اور نماز باجماعت ادا کرے، کسی جنازہ کے ساتھ جائے۔ کسی بیمار کی تیمارداری کرے یا کسی نکاح میں شامل ہو، بہشت اس پر واجب ہو جاتی ہے۔

ابونضر نے اپنے والد سے، انھوں نے عمرو بن شعیبؒ سے، انھوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے، آں حضرت نے فرمایا۔ جمعہ میں تین قسم کے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو لغو باتوں کے لیے آتے ہیں۔ انھیں اپنی لغویت کا حصہ ملتا ہے، دوسرے وہ جو سچے دل سے اللہ کی جناب میں دعا کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ سے مانگتے ہیں اگر اللہ چاہے تو انھیں دے دیتا ہے اور نہ چاہے تو نہیں دیتا۔ تیسرے وہ لوگ جو حاضر ہو کر خاموش رہتے ہیں، چلتے وقت کو تکلیف نہیں دیتے ان کا یہ فعل آئندہ جمعہ تک کفارہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس میں تین دن زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جو کوئی ایک نیکی کرتا ہے، اسے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے"۔ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ آں حضرت نے فرمایا، ایسا کوئی جانور نہیں جو جمعہ کے دن خوف قیامت سے نہ ڈرتا ہو، مگر افسوس کہ شیطان اور اولاد آدمؑ نہیں ڈرتے۔ یہ بھی سنا گیا ہے کہ جانور اور پرندے جب باہم ملتے ہیں تو ایک دوسرے کو سلام کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آج جمعہ کا نیک دن ہے۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے۔ کہ دوزخ کو روزانہ آگ سے گرم کیا جاتا ہے، مگر جمعہ کے دن گرم نہیں کیا جاتا، اسی لیے باقی دنوں میں دوپہر کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت ہے" اور جمعہ کے دن تمام اوقات میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

ابوصالح نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص جمعہ کے دن غسل کر کے پہلی ساعت میں مسجد میں داخل ہوا اسے اونٹ کی قربانی کا ثواب ملتا ہے، جو دوسری ساعت میں داخل ہوا اسے گائے کی قربانی کا ثواب ملتا ہے تیسری ساعت میں داخل ہونے والے کو مرغی کے انڈے کے برابر ثواب ملتا ہے۔

نیک ساعتیں جب امام مسجد میں خطبہ پڑھنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو فرشتے بھی حاضر ہو کر خطبہ سنتے ہیں۔ پہلی ساعت صبح کی نماز کے بعد ہوتی ہے۔ دوسری ساعت آفتاب بلند ہونے پر، تیسری وہ ہے جب زمین ننگے پاؤں رکھنے سے پاؤں جلتے ہیں۔ چوتھی ساعت زوال سے پہلے اور پانچویں زوال سے بعد کی ہے۔

نافع کی روایت نافع بن عمر سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص ہر جمعہ کو غسل کرے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ اب نئے سرے سے عمل کرو۔

جمعہ کا غسل ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا۔ جو شخص خود غسل کرے یا دوسرے کو کرائے پھر فوراً ہی امام کے پاس چلا جائے اور کوئی لغو کام نہ کرے اسے ہر قدم کے عوض سال بھر کے روزوں کا ثواب ملتا ہے۔ فرمایا جو شخص اپنے اہل کو غسل کراتا ہے اسے بھی یہی ثواب ملتا ہے۔ اہل کے غسل سے جماع کا غسل مراد ہے، اس لیے کہ جمعہ کے دن اپنی اہلیہ سے ہمبستر ہونا مستحب ہے۔

حضرت حسنؓ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اے ابوہریرہؓ تم ہر جمعہ کو غسل کر لیا کرو، خواہ ایک

ہی دن کی نیت دے کر پانی خریدنا پڑے۔ فقہانے جمعہ کے غسل کو مستحب قرار دیا ہے۔ داؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس دن کا غسل واجب ہے، جو شخص نماز پڑھنا چاہے، وہ اس دن کا غسل ہرگز نہ چھوڑے۔

غسل کا وقت طلوعِ آفتاب کے بعد کا ہے۔ غسل کے بعد مسجد میں چلا جانا بہتر ہے۔ کیوں کہ ایسا کرنے سے آدمی لغویت سے بچ جاتا ہے۔ جمعہ کی نماز تک طہارت قائم رکھنی چاہیے۔ اللہ تعالےٰ کی اطاعت کے لیے غسل کی نیت کرے اگر جنبیت سے ہو یا انزال ہو جائے، تو پہلے وضو کرے پھر غسل۔ وضو اور غسل سے جنابت کی طہارت اور نمازِ جمعہ کی نیت کرے تو پھر یہ دونوں جائز ہیں۔ اپنے بال اور ناخن بھی کٹوانے چاہئیں۔ بدبو کو بدن سے دور کرکے صاف لباس پہنے، سفید لباس بہتر ہے، سر پہ پگڑی، بدن پہ چادر اوڑھے، کیوں کہ حدیث میں ایسا ہی آیا ہے۔ پگڑی باندھنے والوں پہ فرشتے درود بھیجتے ہیں لباس میں اچھی خوشبو لگائے۔

گھر سے جامع مسجد کو جاتے وقت عاجزی اور بردباری اختیار کرے، دعا پڑھے، استغفار کرے، رسول اللہ پہ درود بھیجے گھر سے نکلنے پہ اللہ تعالےٰ کی زیارت کی نیت کرے۔ ادائیگی فرض کے لیے اللہ تعالےٰ کے قرب کی نیت کرے۔ مسجد میں اعتکاف کرنے سے لے کر واپس آنے تک اللہ تعالےٰ کے قرب کی نیت کرے، ہر لغو حرکت سے باز رہے۔ جمعہ کے روز آرام کو ترک کرے، زیادہ درود اور وظائف پڑھے۔ غرض اول وقت سے جمعہ کی نماز تک اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتا رہے۔

نمازِ جمعہ کے بعد کے مشاغل! نمازِ جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد نمازِ عصر تک علمی مجلسوں میں شرکت کرنا زیادہ افضل ہے۔ عصر سے نمازِ مغرب تک عبادت کرے، اور توبہ کرے، دن رات کا سارا وقت اللہ کی عبادت میں بسر کرے تو زیادہ بہتر ہے۔ یہ وظیفہ سو مرتبہ پڑھنا افضل ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

اللہ تعالےٰ ہی وحدہٗ لاشریک ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں وہی زندہ کرتا اور وہی مارتا ہے، اسے کبھی موت نہیں، ہر نیکی کا انداز اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر شے پہ قادر ہے۔

پھر سو دفعہ یہ پڑھے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ

وہ اللہ بزرگ اور پاک ہے، حمد اسی کے لیے ہے۔

پھر سو بار یہ پڑھے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ

سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں وہ برحق بادشاہ ہے، وہ ظاہر ہے۔

پھر سو بار یہ پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ۔

اے اللہ! محمدؐ پہ درود بھیج، جو تیرا بندہ ہے تیرا رسول نبی امی ہے۔

پھر سو مرتبہ یہ پڑھے:-

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْحَیَّ الْقَیُّوْمَ وَاَسْاَلُہُ التَّوْبَۃَ۔ — میں اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہتا ہوں جو زندہ اور قائم ہے اسی سے توبہ کی قبولیت کا خواستگار ہوں۔

پھر سو مرتبہ یہ کہے:-

وَمَا شَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ • — اللہ ہی جو چاہتا ہے کرتا ہے سوائے اللہ کے کسی کو کوئی طاقت نہیں۔

یہ سب دعائیں سات سو مرتبہ پڑھی جائیں۔

بعض صحابہؓ بیان کرتے ہیں، کہ وہ روزانہ بارہ ہزار دفعہ تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ بعض تابعین سے روایت ہے کہ وہ روزانہ تیس ہزار مرتبہ تسبیح پڑھتے تھے، کیوں کہ لوگوں نے نماز اور تسبیح کو اچھی طرح سمجھا اور جان لیا۔

تنبیہ:- یاد رکھو! تمھیں بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے، ایسا نہ ہو محروم رہنے والوں میں شامل ہو جاؤ۔ اگر تم اللہ کو یاد نہ کرو گے تو وہ بھی تمھیں یاد نہیں کرے گا۔ مومن کو سب سے پہلے اللہ کو یاد کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا:-

فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ — تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کروں گا۔

یہ بھی یاد رہے، کہ نماز پڑھنے سے قبل قصے کہانیاں بیان کرنا بدعت ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اور دیگر صحابہ کرام ایسے لوگوں کو مسجد سے نکال دیا کرتے تھے، ہاں اگر قصہ خوان عارف ہوں، صاحبِ معرفت اور صاحب یقین ہوں تو ان کی مجلس میں حاضر ہونا افضل ہے جیسا کہ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا، کہ اہلِ علم کی مجلس میں حاضر ہونے والے کی حاضری ایک ہزار رکعت نماز سے افضل ہے۔

آدابِ مسجد:- جمعہ کے روز مسجد میں آنے والوں کو مناسب نہیں، کہ ایک دوسرے کو روندتے ہوئے داخل ہوں۔ امام یا مؤذن کو بھی ایسے راستہ سے گزرنا چاہیئے کہ اس کے گزرنے سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔

روایت ہے کہ آں حضرت نے ایک شخص کو دیکھا، جو لوگوں کو پھاندتا ہوا گزر رہا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا تم نے ہمارے ساتھ جمعہ کی نماز کیوں ادا نہیں کی؟ اس نے جواب دیا یا رسول اللہ! کیا آپ نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا؟ آپ نے فرمایا۔ میں نے تجھے دیکھا کہ تو دیر سے آیا اور لوگوں کو تکلیف پہنچاتا ہوا آگے گزرتا جا رہا تھا۔

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے، کہ آپؐ نے فرمایا۔ میں نے تجھے دیکھا، کہ تو لوگوں کے سروں اور گردنوں کو روند رہا تھا۔ یاد رکھو، جو شخص ایسا کرے گا قیامت کے دن اس کی پیٹھ دوزخ کا پل بنے گا اور لوگ اس کے اوپر سے گزریں گے۔ لوگ اسے اپنے پاؤں تلے روندیں گے۔

نمازی کے آگے سے گزرنا:- یہ بھی یاد رکھو! کہ نمازی کے آگے سے گزرنے کی نسبت یہ زیادہ بہتر ہے، کہ چالیس برس بھی کھڑا رہنا پڑے تو کھڑے رہو۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے، کہ اگر کوئی شخص ریت کے ذروں کی مانند ہوا میں اڑ جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی نمازی کے سامنے سے گزرے۔

نماز کی صف :- جو شخص نماز کی صف میں پہلے سے بیٹھا ہوا سے ہرگز نہ اٹھایا جائے۔ نہ ہی کسی دوسرے آدمی کی جگہ پر بیٹھنا چاہیئے۔ کیوں کہ آں حضرتؐ کا ارشاد ہے اپنے بھائی کو بیٹھنے کے لیے اس کی جگہ سے نہ اٹھاؤ۔ ابن عباسؓ کا دستور تھا کہ کوئی شخص اپنی جگہ سے اٹھ کر چلا جاتا تو آپ کبھی اس کی جگہ نہ بیٹھا کرتے تھے۔

اگلی صف :- امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اگلی صف میں جگہ خالی دیکھے، اور وہاں جانے کے لیے لوگوں کو پھاند کر جانے کی ضرورت ہو تو اگر کوئی شخص وہاں سے اٹھ کر جائے پھر اپنے کسی آدمی کو وہاں اپنی جگہ رکھنے کے لیے بھیج دے تو اس کے لیے وہاں جاکر بیٹھنا جائز ہے۔

کئی بزرگوں نے کہا ہے کہ اگر اگلی صف میں جگہ خالی ہو تو وہاں چلے جانے میں کوئی حرج نہیں بہ شرطیکہ وہاں جانے سے لوگوں کو تکلیف میں نہ ڈالنا پڑے۔

مصلیٰ بچھانا :- اگر کوئی شخص اپنے لیے مصلے بچھائے تو دوسرے لوگوں کو حق حاصل ہے کہ وہ مصلیٰ اٹھا دیں اور وہاں بیٹھ جائیں کیوں کہ مصلیٰ سے بے فائدہ جگہ رکتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کے مصلیٰ ہی پر دوسرے کو بیٹھ جانا چاہیئے۔

چند ہدایات :- یاد رکھو امام کے قریب بیٹھنے میں زیادہ ثواب ہے۔ امام خطبہ پڑھے تو اس وقت کوئی بات نہ کرنی چاہیئے۔ باتیں کرنا گناہ ہے۔ ایک روایت کے مطابق خطبہ شروع کرنے سے پہلے اور ختم کرنے کے بعد باتیں کی جائیں تو حرام نہیں۔

ایک روایت :- شیخ ابو نصر نے اپنے والد سے، انھوں نے ابوالقاسم عبداللہ بن عمر شافعی سے، انھوں نے حبیب بن حسن قزاز سے انھوں نے جعفر بن محمد خراسانی سے، انھوں نے ابو ایوب سلمان بن عبدالرحمان دمشقی سے، انھوں نے محمد بن شعیب سے، انھوں نے عمر بن عبداللہ غلام حضرہ سے اور انھوں نے انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ ایک دفعہ جبرئیل میرے پاس آئے، ان کے ہاتھ میں سفید پرچا جس پر ایک نقطہ تھا۔ میں نے پوچھا آپ کے ہاتھ میں کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا میرے ہاتھ میں جمعہ کا دن ہے جس میں آپ کے لیے بہت سی نیکیاں لکھی ہیں۔ میں نے سیاہ نقطہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب دیا یہ قیامت کا نشان ہے جو جمعہ ہی کے دن قائم ہوگی، جمعہ سب دنوں کا سردار ہے ہم اسے اپنے محاورہ میں مزید کہتے ہیں۔ میں نے اس نام کی وجہ پوچھی، انھوں نے جواب دیا اللہ تعالےٰ نے بہشت میں ایک وادی بنائی ہے جو برف سے زیادہ سفید اور کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے۔ جمعہ کے دن اللہ تعالےٰ عرش عظیم سے اس وادی میں اترتا ہے، کرسی پر جلوہ افروز ہوتا ہے، کرسی کے گرد اور بہت سی کرسیاں اور میزیں بچھائی جاتی ہیں جن پر انبیائے کرامؑ درجہ بدرجہ بیٹھتے ہیں۔ یہ کرسیاں سونے سے بنی ہیں اور جواہرات سے مرصع ہیں۔ بڑے قرینہ سے رکھی جاتی ہیں، شہداء اور صدیقین بھی ان پر آکر بیٹھتے ہیں اور وہ لوگ جو بالاخانوں کے رہنے والے ہیں، یہ بہت بڑا گروہ ہوتا ہے، جیسے ریت کا ٹیلہ۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وہ میں ہوں جس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور تم پر اپنی نعمت ختم کر دی، اور تمھیں اپنے قریب جگہ دی اب تم مجھ سے مانگو میں دوں گا۔

یہ ارشاد سن کر سب حاضرین سجدہ میں گر جائیں گے، اور سب عرض کریں گے، ہم تیری رضامندی چاہتے ہیں اس کے سوا

اور کوئی خواہش نہیں۔ تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تم سے راضی ہوں اسی لیے تمھیں اپنے گھر میں اتارا ہے، تمھیں یہاں جگہ دی اور اور پچاس مرتبہ عنایت کیا ہے، جو تمھاری آرزو ہو مانگو۔ تب ہر کوئی دل کھول کر اللہ تعالیٰ سے اپنی آرزو ظاہر کرے گا جو پوری ہوگی، پھر ہر شخص پروردگار کی نعمت کا شکر ادا کرے گا۔

غرض جمعہ کے اجر کے طور پر بے حد و حساب نعمتیں حاصل ہوتی ہیں، ایسی نعمتیں جنھیں نہ کسی نے دیکھا ہے نہ سنا ہے نہ ہی کسی کے دل میں ان کا خیال تک گزرا ہے۔ یہ لوگ اس اجلاس سے فارغ ہو کر اپنے بالاخانوں میں چلے جائیں گے ان کے محل سفید موتیوں، یاقوت، سرخ و سبز زمرد سے بنے ہوں گے اور ان میں کوئی شکست و ریخت نہ ہوگی، نہ ہی انھیں مرمت کی حاجت ہوگی، ان میں نہریں جاری ہوں گی، درخت اور سبزہ ہوگا، درختوں کے ساتھ پھل لگے ہوں گے جن کے باعث ڈالیاں جھوم رہی ہوں گی۔

اہل بہشت کی بیویاں مسندوں پر بیٹھی اپنے مالکوں کو اپنے حسن کی بہار دکھاتی ہوں گی، خدمت گار ہاتھ باندھے کھڑے ہوں گے، بالاخانوں کے لوگ جمعہ ہی محتاج ہوں گے۔

ستر آدمی: ابو نصر نے اپنے والد سے، انھوں نے محمد بن حافظ سے، انھوں نے ابو علی محمد بن احمد اصحاف سے، انھوں نے ابو العباس عبداللہ بن اصغر سے انھوں نے اسحٰق بن ابراہیم ابو صالح جوار سے انھوں نے عمر بن شمس سے، انھوں نے سعید بن طریق الاسکاف سے، انھوں نے اصبغ بن نباتہ سے اور انھوں نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا جمعہ کے دن جبرئیلؑ خانہ کعبہ میں آتے ہیں اور وہاں اپنا نیزہ گاڑ دیتے ہیں، پھر دوسرے فرشتے تمام مسجدوں کے دروازہ پر نیزے گاڑ دیتے ہیں اور جو لوگ نماز پڑھنے آتے ہیں ان کے نام چاندی کے ورق پر سونے کے قلم سے لکھ لیتے ہیں۔ پہلے آنے والے کا نام پہلے اور بعد میں آنے والے کا نام بعد میں لکھ لیتے ہیں۔ اسی طرح درجہ بدرجہ لکھتے جاتے ہیں، جب ترتیب وار ستر آدمی مسجد میں داخل ہوتے ہیں اور ان کے نام لکھے جاتے ہیں تو فرشتے اپنا دفتر لپیٹ لیتے ہیں۔ اسی طرح صبح کی نماز کے لیے ستر آدمیوں کے نام لکھ لیتے ہیں، ان ستر آدمیوں کا رتبہ ان ستر آدمیوں کے برابر ہوتا ہے جنھیں حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم میں برگزیدہ قرار دیا تھا۔ یہ ستر آدمی درحقیقت نبیوں میں سے تھے۔ یہ کام کرنے کے بعد فرشتے صفوں میں جا کر نمازیوں کو دیکھتے بھالتے ہیں اور ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ فلاں آدمی نہیں آیا، وہ کہاں ہے؟ جب انھیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ مر گیا ہے، تو کہتے ہیں اللہ اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے، وہ تو جمعہ پڑھا کرتا تھا اور اگر پتہ چلے کہ مرا نہیں، بلکہ ویسے ہی نہیں آیا، تو اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! اسے حفظ امن میں رکھ، اگر وہ بیمار ہو تو اس کے لیے صحت کی دعا مانگتے ہیں اور کہتے ہیں اے اللہ! اسے شفا دے وہ تو جمعہ پڑھا کرتا تھا۔

جمعہ کی مقبول ساعت: جمعہ کے دن ایک مقبول ساعت ایسی ہے کہ اس میں جو دعا مانگی جائے وہ قبول ہوتی ہے۔ ابو نصر نے اپنے والد سے، انھوں نے محمد بن ابراہیم سے انھوں نے ابو سلمہ سے انھوں نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے ایک مرتبہ میں کوہ طور پر گیا۔ وہاں کعب احبار ملے، تو میں نے آں حضرت صلعم کی یہ حدیث سنائی، تو انھوں نے مجھے تورات کی عبارت پڑھ کر سنائی، میں نے ان دونوں میں کوئی اختلاف نہ پایا۔ عبارت کا مطلب یہ تھا کہ جمعہ کے دن میں ایک

ساعت ایسی ہے کہ اس میں کوئی مومن نماز پڑھ کر دعا مانگے تو ہر نیک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

کعبؓ نے پوچھا کیا یہ ساعت ہر سال میں ہے، میں نے کہا ہر جمعہ میں ہے، کیوں کہ آں حضرتؐ نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ یہ سن کر کعب نے تھوڑی دیر کے لیے سر جھکائے رکھا پھر فکر و تامل کے بعد سر اٹھا کر کہا آپ نے سچ فرمایا، جمعہ سب دنوں کا سردار ہے، اللہ کو بہت پیارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن حضرت آدمؑ کو زمین پر اتارا، اس دن قیامت برپا ہوگی، ساری مخلوق اسی کے انتظار میں رہتی ہے۔ کوئی شے اس دن سے غافل نہیں، مگر دو گروہ غافل رہتے ہیں، جن اور انسان۔

ابوہریرہؓ فرماتے ہیں" اس کے بعد میں وہاں سے واپس آگیا اور عبداللہ بن سلام سے ملاقات ہوئی۔ میں نے کعب کے ساتھ جو قصہ گزرا سارا سنا دیا۔ انھوں نے کہا کعب جھوٹا ہے، کیوں کہ رسول اللہ کی اس حدیث کا ثبوت اور ذکر تورات میں بھی موجود ہے، تب میں نے کہا کہ کعب نے اس بات کا اقرار کیا ہے (جیسا کہ حدیث میں بیان ہوا اس کی تصدیق کی)

عبداللہ نے کہا، جمعہ کی اس ساعت کو میں جانتا ہوں، میں نے پوچھا وہ کون سی ساعت ہے، انھوں نے جواب دیا وہ دن کی آخری ساعت ہے۔ میں نے کہا یہ نہیں ہو سکتا اس لیے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا اس ساعت میں مومن نماز پڑھے اور آخری ساعت میں نماز نہیں ہے۔ آپ نے جواب دیا آں حضرت صلعم کی یہ حدیث اس طرح نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی فرض نماز کے انتظار میں بیٹھے تو اس کا بیٹھنا بھی نماز ہی میں داخل ہے، تب میں نے کہا ہاں جو آپ نے فرمایا یہ درست ہے۔

محمد بن سیرین کی روایت:- ایک اور روایت میں محمد بن سیرین نے ابوہریرہؓ سے بیان کیا ہے، کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ اس میں مومن اللہ تعالیٰ سے نیک دعا کرے تو ضرور قبول ہوتی ہے پھر آں حضرتؐ نے اپنی زانگشت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ ساعت بہت ہی تھوڑی ہے۔

بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ایک فضل تو یہ کیا ہے، کہ انھیں رزق عطا فرمایا ہے، اس کے علاوہ اور بھی کئی بزرگیاں دی ہیں اور یہ اس شخص کو دی جاتی ہیں، جو جمعرات کی رات اور جمعہ کے دن بارگاہِ الٰہی میں التجا کرتا ہے۔

حضرت فاطمہؓ کا درود:- ابونصر نے اپنے والد سے ..... انھوں نے حضرت فاطمہؓ سے روایت کی ہے کہ، آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جمعہ کے دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ جو مومن اس میں اللہ سے نیکی طلب کرے اسے عطا کی جاتی ہے۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! وہ کون سی ساعت ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ جب سورج کا آدھا حصہ غروب ہونے کو ہوتا ہے۔ رجاء کہتے ہیں، حضرت فاطمہؓ کا دستور تھا کہ جمعہ کے دن اپنے غلام زید سے فرمایا کرتیں" تم کسی بلند پہاڑ کے ٹیلے پر چڑھو سورج غروب ہونے کے قریب ہو تو مجھے اطلاع دینا، چنانچہ زید اس پر عمل کیا کرتے تھے۔ وہ سورج غروب ہونے کے وقت اطلاع دیتے اور حضرت فاطمہؓ اسی وقت مسجد میں جا کر نماز ادا کرتیں۔

کثیر بن عبداللہ نے اپنے والد سے، انھوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جمعہ کے دن کوئی بندہ اپنے رب سے کوئی چیز ایک ایسی ساعت میں مانگے تو اللہ تعالیٰ ضرور عطا کرتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہؐ!

وہ کون سی ساعت ہے۔ آپ نے فرمایا جمعہ قائم ہونے سے لے کر اس کے ختم ہونے تک۔

کثیر بن عبداللہ عربی کہتے ہیں، کہ اس بیان سے آں حضرت صلعم کی مراد جمعہ کا دن تھا۔

ابونصر اپنے والد سے، وہ محمد بن منکدر سے، وہ جابر بن عبداللہ سے راوی ہیں کہ آں حضرت نے یہ دعا فرمائی۔

سُبْحَانَكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ يَا بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

پھر فرمایا۔ اس دعا کے بعد جو شخص اللہ تعالےٰ سے اس ساعت میں مشرق و مغرب کی کوئی مراد مانگے گا تو اللہ تعالےٰ اسے ضرور قبول فرماتا ہے۔

صفوان بن سلیم کہتے ہیں مجھے خبر ملی ہے کہ جمعہ کے دن امام کے منبر پر کھڑا ہونے کے وقت اگر کوئی یہ کہے کہ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

تو اللہ تعالےٰ اسے بخش دیتا ہے۔ براد بن عازب کہتے ہیں کہ میں نے آں حضرتؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ رمضان کے مہینے میں جو جمعہ آتا ہے وہ سب سے بزرگ ہے، جیسے ماہ رمضان کے دوسرے دنوں سے بزرگ ہیں۔

جمعہ کے دن آنحضرت صلعم پر درود بھیجنا: ابونصر نے اپنے والد سے اور انھوں نے حضرت علی السلام سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر درود بھیجا کرو، اس لیے کہ جو کوئی اس دن نیک عمل کرتا ہے اُسے دُوگنا ثواب ملتا ہے۔ اور یہ بہت بڑی بات ہے۔ آپ نے فرمایا بہشت کے تمام درجوں سے اونچا درجہ ہے جو کسی کو نہیں ملتا سوائے پیغمبروں کے اور مجھے اللہ تعالےٰ سے امید ہے کہ وہ مجھے یہ درجہ ضرور عطا فرمائے گا۔

محمد بن منکدرؒ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرت نے فرمایا۔ مومن کو اذان سُن کر یہ دعا کہنا چاہیے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا۔

اے اللہ جو تو اس اذان اور قائم ہونے والی نماز کا پروردگار ہے، تو محمد کو وسیلہ اور بزرگی عطا فرما اور بلند درجہ دے اور انہیں مقام محمود میں پہنچا۔

آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص میرے لیے یہ دعا مانگے قیامت کے دن میری شفاعت اس کے لیے جائز ہوگی۔

عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ آں حضرت نے فرمایا جمعہ کی رات کو مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیوں کہ یہ جمعہ کا دن ہے۔

درود بھیجنے کا ثواب: عبدالعزیز بن صہیبؒ نے کہا کہ انس بن مالکؓ نے فرمایا۔ آں حضرت صلعم کا ارشاد ہے، جو شخص جمعہ کے دن بھر پر اسّی مرتبہ درود بھیجے گا۔ اللہ تعالےٰ اس کے اسّی سال کے گناہ معاف کر دے گا۔ میں نے

پوچھا یارسول اللہؐ! آپ پر کس طرح درود بھیجا جائے، فرمایا اس طرح :۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ

اس درود کو انگلیوں پر اسی مرتبہ پڑھو۔

کحول شامی ابی امامہ سے روایت کرتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو اس لیے کہ اس دن میری امت کا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے، لہٰذا جو شخص مجھ پر کثرت سے درود بھیجے گا وہ قیامت کے دن میرے زیادہ قریب ہوگا۔

جمعہ کے دن کی سورتیں :۔ ابو نصر اپنے والد سے اور وہ ابی الاحوص سے اور وہ عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن آں حضرتؐ صبح کو سورۃ "الٓمٓ سجدہ" اور "ھل اتیٰ" پڑھا کرتے تھے۔ ایک اور روایت کے مطابق مغرب کے وقت "قل یاایھا الکافرون" اور "قل ھو اللہ احد" پڑھا کرتے تھے اور عشا کے وقت سورۃ جمعہ اور سورۃ منافقون تلاوت فرماتے۔

بعض بزرگ کہتے ہیں کہ آں حضرت صلعم مذکورہ آیتیں جمعہ کی نماز میں پڑھا کرتے تھے۔

حضرت حسنؓ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص جمعہ کی رات میں سورۃ یٰسین اور سورۃ حٰمٓ الدخان پڑھے تو قیامت میں بخشا ہوا اٹھے گا۔ جو شخص سورۃ کہف پڑھے وہ اس طرح ہے گویا اس نے خدا کی راہ میں دس ہزار دینار صدقہ دیے۔ جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن سورۃ انعام، سورۃ کہف، سورہ طٰہٰ اور سورۃ ملک کے ساتھ چار رکعت نماز پڑھنی مستحب ہے، اگر قرآن اچھی طرح یاد نہیں تو جتنا پڑھ سکتا ہے پڑھ لے۔ اگر قرآن بخوبی یاد ہو تو جمعہ کے روز پورا قرآن پڑھے، اگر سارے دن میں قرآن ختم نہ کر سکے تو جمعہ کی رات کو بھی ساتھ شامل کرلے اور دن رات میں قرآن ختم کردے مگر دن میں ختم کردے تو زیادہ اچھا ہے ورنہ مغرب کی دو رکعتوں تک کرلے اور رات بھی ساتھ ملالے تو صبح کی دو رکعت تک ختم کرے اگر یہ کر سکے کہ جمعہ کی اذان اور اقامت کے درمیان ختم کرے تو یہ زیادہ افضل ہے۔

افضل قرأت :۔ اگر جمعہ کے روز دس یا بیس یا اس سے زیادہ رکعتوں میں ہزار دفعہ سورۃ اخلاص پڑھے، تو یہ قرآن ختم کرنے سے زیادہ افضل ہے۔ رسول اللہ صلعم پر جمعہ کے روز ہزار بار درود بھیجنا مستحب ہے۔ اسی طرح ایک ہزار بار تسبیح پڑھنا مستحب ہے۔ تسبیح کے چار کلمے یہ ہیں :۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔

جمعہ نام کی وجہ :۔ ابو نصر نے اپنے والد سے اور وہ سلیمان سے راوی ہیں کہ آں حضرتؐ نے ایک دفعہ مجھ سے فرمایا۔ تم جانتے ہو، جمعہ کا نام جمعہ کیوں ہوا؟ میں نے عرض کیا۔ مجھے نہیں معلوم۔ آپؐ نے فرمایا۔ اس دن تمہارے باپ آدمؑ جمع کیے گئے، اس لیے اس کا نام جمعہ ہوا۔ آپؐ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے، اچھی طرح غسل کرے اور نماز پڑھے اس کے ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک تمام صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

بعض کا کہنا ہے، کہ جمعہ اجتماع سے نکلا ہے، جس سے مراد ہے حضرت آدمؑ کے قالب اور ان کی روح کا آپس میں جمع

ہونا ۔ یہ دونوں چالیس سال کی جدائی کے بعد آپس میں جمع ہوئے تھے۔ اس لیے اس کا نام جمعہ ہوا۔ بعض کہتے ہیں آدمؑ اور حوّا کے جمع ہونے کے باعث اس دن کا نام جمعہ ہوا۔ اس دن حوّا آدم کی پسلی سے پیدا ہوئی۔ بعض اس کا نام جمعہ اس لیے بتاتے ہیں، کہ اس روز شہر اور دیہات کے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس روز قیامت ہوگی اور سب مخلوق اٹھائی جائے گی اس لیے اسے جمعہ کا دن کہا گیا۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے "جس روز تمھیں جمع ہونے کے لیے جمع کرے گا"

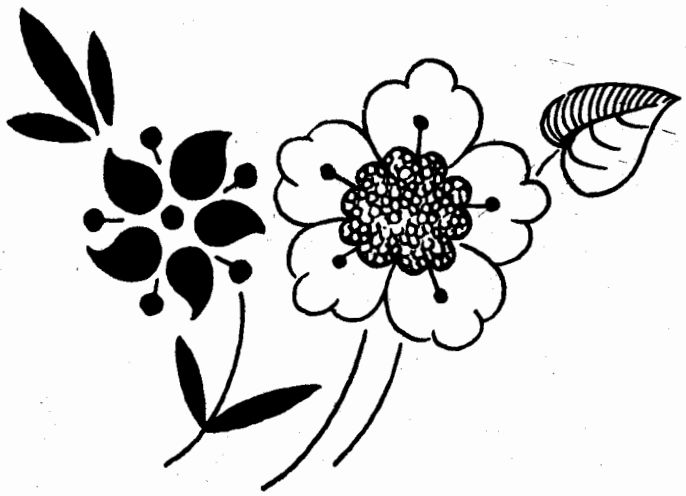

باب ۲۸

فضائل توبہ اور خدا کی دوستی — اخلاص۔ ریاکاری!

فضائل توبہ اور خدا کی دوستی!

یہ بات غور طلب ہے کہ روزوں، عید الاضحیٰ اور دوسری جن عبادات کا ذکر کیا گیا ہے یا جن کا تذکرہ آگے آئے گا وہ

توبہ کا بیان:- اسی صورت میں قبول کی جاتی ہیں کہ پہلے توبہ کی جائے پھر خلوص نیت سے عمل کیا جائے، اس میں ریاکاری ہرگز نہ ہو۔

توبہ کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے، اب اس بارے میں مزید وضاحت کی جاتی ہے۔ توبہ کرنے والے اللہ کے زیادہ

اللہ کے دوست:- دوست ہوتے۔ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔ ایسے لوگ گناہوں سے بچے رہتے ہیں۔ ارشاد ہے "اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے" اور پاک لوگوں کو دوست رکھتا ہے، جو لوگ پانی سے غسل کرتے ہیں احداث اور حیض کو پانی سے دور کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں دوست رکھتا ہے۔ اہل قبا کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: "مدینہ میں ایسے لوگ ہیں جو طہارت کو دوست رکھتے ہیں" رسول اللہ ﷺ نے اہل قبا سے ان کے طریقے کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے عرض کیا ہم پہلے پتھر سے نجاست دور کرتے ہیں پھر پانی استعمال کرتے ہیں۔

مجاہد کہتے ہیں۔ گناہوں سے توبہ کرنے والوں اور عورت کے عقبیٰ حصے میں صحبت نہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے۔ کیونکہ عورت کے عقبیٰ حصے میں صحبت کرنے والا پاک لوگوں میں شمار نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ مرد اور عورت کے عقبیٰ حصے کی حیثیت ایک ہی جیسی بری بات ہے۔

پھر فرمایا: جو لوگ گناہوں سے توبہ کرتے اور شرک سے بچتے ہیں اللہ انھیں دوست رکھتا ہے۔

ابی سہال سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ ابو عیالہ کے پاس بیٹھا تھا، انھوں نے خوب اچھی طرح وضو کیا۔ میں نے

وضو:- ان سے پوچھا جو لوگ توبہ اور طہارت کرتے ہیں اللہ انھیں دوست رکھتا ہے؟ انھوں نے جواب دیا، وضو کونسی بڑی شے ہے کہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ فرمائے۔ ہاں وضو اچھی چیز ہے۔ لیکن جن پاک رہنے والوں کی ستائش کی گئی ہے ان سے مراد گناہوں سے پاک رہنے والے لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے فرمایا میں انھیں دوست رکھتا ہوں۔

شرک سے بچنا:- ایک روایت میں سعید ابن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ گناہ سے پاک رہنے اور شرک سے بچنے والوں کو اللہ دوست رکھتا ہے۔ فرمایا کفر سے توبہ کرنے والوں اور ایمان داروں کو بھی اللہ دوست رکھتا ہے، یہ بھی کہا ہے جو گناہ سے توبہ کرکے دوبارہ گناہ نہ کرے اسے بھی اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے۔ پھر فرمایا جو لوگ صغیرہ یا کبیرہ گناہوں سے توبہ کرکے دوبارہ گناہ نہ کریں

انھیں بھی اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے۔

خدا کی دوستی کی مزید شرطیں: جو لوگ بُرے کاموں اور باتوں سے توبہ کرتے ہیں، بُرے عقائد اور توہمات سے دُور رہتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں جو سچے دل سے توبہ کرتے ہیں وہ خدا کے دوست ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا — توبہ کرنے والوں کو اللہ بخشنے والا ہے۔

محمد بن منکدر نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ تم سے پہلے ایک شخص نے ایک کھوپڑی دیکھی اور کہا۔ اے اللہ! جو تُو ہے وہ تُو ہی ہے اور جو میں ہوں وہ میں ہی ہوں تو بخشش سے پھر آنے والا ہے اور میں گناہوں سے۔ یہ کہہ کر وہ سجدے میں گرا تو غیب سے آواز آئی، سر اٹھا، میں بخشش کی طرف آ رہا ہوں اور تیرے گناہوں کی طرف رجوع کرنے والا ہوں۔ چنانچہ اس نے سر اٹھایا اور اللہ نے اسے بخش دیا۔

اِخلاص

اخلاص کے بارے میں خدا فرماتا ہے "اور انھیں یہی حکم دیا گیا ہے۔ کہ جب وہ پاک ہوں تو اللہ کی عبادت کریں"

اخلاص: فرمایا: آگاہ ہو، خالص دین اللہ ہی کے لیے ہے" فرمایا۔

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۔ — اللہ کو قربانیوں کا خون و گوشت نہیں پہنچتا مگر تمھاری پرہیزگاری پہنچ جاتی ہے۔

فرمایا۔

لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۔ — ہمارے اعمال ہمارے ہی لیے ہیں اور تمھارے اعمال تمہارے ہی لیے اور ہم اس کے لیے اخلاص کرنے والے ہیں۔

اخلاص کے معنی: اخلاص کے معنوں میں اختلاف ہے۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں، میں نے حذیفہ سے اخلاص کے معنی پوچھے انھوں نے فرمایا میں نے آں حضرتؐ سے اس کے معنی پوچھے تھے تو آپؐ نے فرمایا تھا۔ میں نے جبرئیلؑ سے اس کے معنی پوچھے۔ تو انھوں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا، جواب ملا، یہ میرے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے، اور یہ بھید میں اس کے دل میں رکھتا ہوں، جو میرا زیادہ دوست ہے۔

ابوادریس خولانی کہتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا، ہر کام کے لیے ایک حقیقت ہے، مگر بندہ خدا کے اخلاص کی حقیقت کو اس وقت پہنچتا ہے جب وہ اللہ کے کام کو دوست رکھے اور اس کی تعریف بیان کرے

اخلاص کی مختلف تاویلیں: سعید ابن جبیر فرماتے ہیں، اخلاص یہ ہے کہ آدمی اپنے دین و عمل کو اللہ کے لیے خالص کر دے، اس میں کسی کو شریک نہ کرے۔ اس کے عمل میں ریاکاری نہ ہو۔ اگر لوگوں کو دکھانے کے لیے کام کیا جائے تو وہ ریاکاری ہے اگر لوگوں کے سبب سے کیا ہو تو یہ شرک ہے، اللہ کے خوف سے ان دونوں باتوں سے ڈرنا ہی اخلاص ہے۔

یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں" اخلاص عمل کو عیوب سے اس طرح پاک کر دیتا ہے، جیسے گوبر و خون سے دودھ جدا ہوتا ہے۔
ابوالحسن بوشنجی فرماتے ہیں اخلاص ایسی شے ہے، جسے نہ فرشتے لکھتے ہیں، نہ شیطان اسے فاسد کر سکتا ہے اور نہ انسان کو اس کی خبر ہوتی ہے۔

رویم کہتے ہیں" اخلاص یہ ہے کہ تیری نظر عمل پر ہو۔ بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ حق کا ارادہ کیا جائے اور اس میں بھی راستی کا ارادہ ہو۔ اخلاص ایسی چیز ہے جو ہر مصیبت سے پاک ہے، اس میں کوئی تاویل نہیں کی جا سکتی۔
فرمایا اخلاص وہ ہے جو مخلوق سے پوشیدہ اور آلایش و علائق سے پاک ہو۔
حذیفہ کہتے ہیں" اخلاص یہ ہے کہ آدمی کا ظاہر و باطن ایک سا ہو۔ ابو یعقوب کفوف نے اخلاص کی تعریف یہ کی ہے کہ آدمی جس طرح اپنے عیبوں کو چھپاتا ہے اسی طرح اپنی نیکیوں کو بھی چھپائے۔

آنحضرت صلعم کا ارشاد:- سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ انس بن مالک نے اخلاص کے بارے میں آں حضرتؐ سے روایت کی ہے کہ مسلمان کا دل تین باتوں میں خیانت کرنے سے پاک ہونا چاہیئے، یعنی جو عمل کرے وہ خالص اللہ کے لیے ہو، صاحب حکم کی خیر خواہی کرے اور لازمی طور پر مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ ہو۔ اخلاص کا مطلب ہے فرمانبرداری میں اپنی خواہش سے حق کو الگ کرنا، اور وہ طاعت اور عبادت میں بندے کا ارادہ ہے جو درحقیقت اللہ کی نزدیکی کے لیے ہوتا ہے یعنی قرب صرف اللہ ہی کے لیے ہو، چنانچہ آدمی کو لازم ہے کہ لوگوں کے لیے عمل نہ کرے، نہ لوگوں سے تعریف کی تمنا کرے، نہ ہی ان سے دوستی کا خواہش مند ہو، طاعت و عبادت میں برے کاموں سے بچے۔

مختلف بزرگوں کی رائے:- بعض نے اخلاص کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ مخلوق کو دیکھنے سے اپنے اعمال صاف رکھے۔
ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں، اخلاص یہ ہے، کہ آدمی صدق و صبر پر قائم رہے اور صدق اس وقت تک پورا نہیں ہوتا جب تک اس پر ہمیشگی نہ کی جائے۔
ابو یعقوب سوسی کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے اخلاص کو اخلاص کی نظر سے دیکھے تو وہ اخلاص سے کمال کا محتاج ہوتا ہے اور کمال اس شخص میں ہے جو اپنے عمل میں اپنے اخلاص کو بھی خبر نہ ہونے دے۔
ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں" اخلاص کی تین علامتیں ہیں:- اول یہ کہ لوگوں کی تعریف اور مذمت یکساں طور پر ہو۔ دوسرے یہ کہ اپنے عمل کو کر کے بھول جائے، تیسرے یہ کہ عمل کے ثواب کو آخرت کے لیے رکھ دے۔
فرمایا۔ اخلاص دل کی ایک ایسی چیز ہے کہ اسے دشمن بھی فاسد نہیں سکتا۔

عوام اور خواص کا اخلاص:- ابو عثمان مغربی فرماتے ہیں، اخلاص یہ ہے کہ کسی حال میں بھی نفس کا حصہ نہ ہو۔ یہ عام لوگوں کا اخلاص ہے اور خواص کا اخلاص یہ ہے کہ وہ ان پر جاری ہو، مگر ان کے ساتھ نہ ہو، وہ خواہ کتنی ہی اطاعت کریں ان کے دل میں ذرا بھر اس کا خیال نہ آئے اور اپنی طاعت کو ہیچ خیال کریں۔

اخلاص حقیقی:- ابوبکر وراقؒ فرماتے ہیں، ہر مخلص کو اپنا اخلاص دیکھنے سے نقصان پہنچتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی کے اخلاص کو خالص بنانا چاہتا ہے تو اخلاص سے دیکھنا اس کے اخلاص کو ختم کر دیتا ہے، پھر وہ اللہ کے حبیب کا درجہ حاصل

کرلیتا ہے، اخلاص حقیقی اسے حاصل ہوجاتا ہے، وہ خود بے حقیقت ہوجاتا ہے۔

سہیلؒ فرماتے ہیں کہ ریا کو مخلص آدمی کے سوا کوئی نہیں پہچان سکتا۔ ابوسعیدؒ فرماتے ہیں عارف کا ریا مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہے۔

ابوعثمان فرماتے ہیں اخلاص یہ ہے کہ اپنے خالق کے سوا اور کسی کی طرف دیکھنا ہی بھول جائے۔ بعض نے اخلاص کی تعریف یہ کی ہے کہ اس میں حق کا ارادہ اور سچائی کا قصد ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ اپنے اعمال سے آنکھیں بند کرلینا اخلاص ہے۔ سری سقطیؒ فرماتے ہیں جو شخص لوگوں کو دکھانے کے لیے ایسی شے سے اپنے آپ کو آراستہ کرے جو اس میں نہ ہو وہ خدا کی نظر سے گر جاتا ہے۔

جنیدؒ فرماتے ہیں کہ اخلاص بندے اور خدا کے درمیان ایک راز ہے جسے فرشتہ بھی نہیں جانتا کہ اسے لکھ سکے۔ نہ شیطان اس سے آگاہ ہے کہ اسے بگاڑ دے۔ اسے خواہش نفسانی بھی خدا کی طرف سے کسی اور طرف نہیں پھیر سکتی۔

رویم کہتے ہیں کہ عمل میں اخلاص یہ ہے کہ عمل کرنے والا دونوں جہانوں میں اس کا اجر نہ چاہے۔ اس سے دونوں فرشتے بھی کوئی حصہ نہیں لیتے۔

ابن عبداللہؒ سے دریافت کیا گیا کہ نفس پر کونسی چیز زیادہ سخت ہے؟ فرمایا اخلاص، کیوں کہ اس سے نفس کو کوئی حصہ نہیں ملتا۔

بعض کہتے ہیں اخلاص یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کو آدمی کے عمل کی خبر نہ ہو۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں ہم جمعہ کی نماز سے قبل سہل بن عبداللہ کے پاس گئے تو ان کے گھر میں ایک سانپ دیکھا۔ ہم مارے خوف کے اندر دہ جاتے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کیوں ڈرتے ہو؟ اندر آجاؤ! جس کا خدا پر ایمان ہو اس سے سب چیزیں ڈرتی ہیں۔ پھر سہل نے فرمایا تمھیں جمعہ کی نماز پڑھنی چاہیئے۔ میں نے کہا ہمارے اور مسجد کے درمیان ایک دن اور رات کا فاصلہ ہے۔ آپ نے یہ سن کر میرا ہاتھ پکڑا اور چل پڑے۔ تھوڑی ہی دیر بعد ہمیں مسجد نظر آگئی۔ چنانچہ ہم دونوں اس میں گئے اور نماز ادا کی۔ فارغ ہوکر باہر آئے تو سہل کھڑے ہوگئے اور مسجد سے نکلنے والوں کو دیکھنے لگے۔ پھر فرمایا۔ ان لوگوں میں کلمہ توحید پڑھنے والے بہت ہیں مگر اخلاص والے کم۔

توکل اور اخلاص:- (غوث اعظمؒ فرماتے ہیں) ہم ایک دفعہ ابراہیم خواصؒ کی ہمراہی میں سفر کر رہے تھے کہ ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں سانپوں کی کثرت تھی۔ ابراہیم خواص نے اپنا ڈول وہاں رکھ دیا اور بیٹھ گئے، ہم بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ رات کے وقت جب سرد ہوا سے خنکی ہوئی تو بہت سے سانپ نکل آئے۔ ہم نے شیخ کو آواز دی، انھوں نے جواب دیا، اللہ کریم کو یاد کرو۔ میں نے ذکر الٰہی شروع کردیا اور سانپ اپنے اپنے راستے چلے گئے، مگر کچھ دیر بعد پھر آگئے۔ میں نے پھر شیخ کو پکارا۔ انھوں نے پھر وہی جواب دیا۔ چنانچہ صبح تک یہی کچھ ہوتا رہا۔ صبح ہونے پر ہم روانہ ہوگئے، شیخ بھی ساتھ تھے۔ اتفاق سے شیخ کے بستر سے ایک بڑا سانپ گرا جس کی گردن میں ایک طوق سا تھا۔ میں نے شیخ سے پوچھا۔ آپ نے اپنے بستر میں اتنے بڑے سانپ کو نہیں دیکھا؟ انھوں نے جواب دیا۔ کہ بڑی مدت کے بعد میں آج رات کو ہی آرام سے سویا ہوں۔

عثمان کہتے ہیں کہ جو شخص غفلت اور وحشت کا مزا چکھتا ہے اسے انس اور ذکر کی لذت حاصل نہیں ہوتی۔

دل کی پاکیزگی:- ہر عارف اور عابد کو ہر حال میں ریا سے پاک رہنا چاہیئے۔ لوگوں کو دکھانے یا غرور کرنے سے بچے کیوں کہ ناپاک نفس آدمی کے درپے ہے جو ہمیشہ اسے گمراہ کرنے میں مصروف رہتا ہے۔ وہ خطرناک خواہشات پیدا کرتا ہے۔ ایسی لذتوں کی ترغیب دیتا ہے جو خدا اور بندے کے درمیان پردہ بن کر حائل ہو جاتی ہیں، جب تک آدمی کے جسم میں روح باقی ہے، اس دشمن کی غارت گری سے نہیں بچ سکتا خواہ بندہ فیستی کی حالت میں ہو یا صدق کی حالت میں صدیقیت کی حالت پہلی حالت سے زیادہ سالم، اور نفس کی بلاؤں سے زیادہ پرامن ہے۔ اس میں نیکی زیادہ غالب ہوتی ہے، نورِ باطن بھی زیادہ ہوتا ہے اور خدا کے راستہ میں ہدایت ثابت ہوتی ہے۔ اللہ کی توفیق اور اس کی حفاظت موجود رہتی ہے عصمت پیغمبروں اور نبیوں ہی کے لیے مخصوص ہے تاکہ ولایت اور نبوت کے درمیان فرق موجود ہے۔

ریاکاری

ریا کا ذکر قرآن میں:- اہلِ ریا اور اہلِ سمعہ کو اللہ نے نفسِ امارہ کی تباہ کاریوں سے آگاہ کر دیا ہے۔ اور اس کی پیروی سے باز رہنے کی سمجھ عطا کر دی۔ اس کے خلاف قرآن میں بھی بیان فرما دیا۔ احادیث اور سنتِ رسولؐ سے بھی ان کی وضاحت کر دی گئی۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ۔

جو نمازی اپنی نماز سے بے پروا ہیں ان کے لیے ہلاکت ہے اور جو ریاکار ہیں وہ برتنے کی اشیاء سے روکتے ہیں ان کے لیے بھی ہلاکت ہے۔

فرمایا۔

يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ۔

جو کچھ یہ اپنی زبان سے کہتے ہیں وہ ان کے دلوں میں نہیں اور جو کچھ یہ اپنے دلوں میں پوشیدہ رکھتے ہیں اللہ اسے جانتا ہے۔

فرمایا۔

وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا مُّذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَٰلِكَ لَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَلَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ

جب یہ نماز کے لیے اٹھتے ہیں تو سستی سے اٹھتے ہیں۔ خدا کو یاد نہیں کرتے مگر لوگوں کو دکھاتے ہیں ہاں تھوڑا سا تذبذب کی حالت میں اللہ کو یاد کر لیتے ہیں۔ یہ دو گروہوں کے درمیان میں ہیں۔

فرمایا۔

إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن

عالموں اور عابدوں میں بہت سے ایسے ہیں جو باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھاتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے

سَبِیْلِ اللّٰہِ

رکتے ہیں۔

فرمایا۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جو چیز تم خود نہیں کرتے وہ دوسروں کو کیوں کہتے ہو، خدا کے نزدیک ایسا کرنا سخت گناہ ہے کہ تم خود تو نہ کرو اور دوسروں سے کہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاَسِرُّوْا قَوْلَکُمْ اَوِ اجْھَرُوْا بِہٖ اِنَّہٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔

خواہ پوشیدہ کہو، یا ظاہر جو کچھ تمہارے دل میں ہے اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

اور فرمایا۔

فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖٓ اَحَدًا

جو اللہ کے پاک دیدار کا خواہش مند ہے اسے نیک عمل کے لیے کہہ دے اور اس سے کہہ کہ اللہ کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ کرو۔

فرمایا۔

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ

بے شک نفس بدی کی طرف حکم کرتا ہے مگر جب پروردگار رحم کرے تو انسان اس سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ نفسوں کو بخلوں کی طرف متوجہ کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ سے خطاب فرمایا کہ اے داؤد! اپنے نفس کی خواہش کو چھوڑ دے، نفس کی خواہش کے سوا میرے ملک میں کوئی جھگڑا کرنے والا نہیں۔ فرمایا۔

وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

اگر تو نفس کی خواہش کی پیروی کرے گا تو وہ تجھے خدا کی راہ سے گمراہ کر دے گی۔

ریاکاری سے متعلق حدیث:۔ شداد بن اوس کی روایت قابلِ ذکر ہے، فرماتے ہیں، کہ میں آں حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کے چہرہ مبارک کے آثار دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ میں نے آپؐ سے پوچھا، کہ ایسا کیوں ہے؟ آپؐ نے جواب دیا مجھے اس بات کا خوف ہے کہ میرے بعد میری امت شرک میں مبتلا نہ ہو جائے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ آپؐ کے بعد شرک نہ کریں گے۔ آپؐ نے جواب دیا وہ سورج، چاند، بتوں یا پتھروں کی عبادت تو نہ کریں گے مگر عملوں میں ریاکاری کریں گے اور ریاکاری شرک ہے۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی۔

فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖٓ اَحَدًا

جو لوگ اپنے رب کی ملاقات کی خواہش رکھتے ہیں انھیں چاہیے کہ نیک عمل کریں خدا کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں۔

آپ نے فرمایا۔ قیامت کے دن اعمالنامے لائے جائیں گے جن پر مہر لگی ہوگی، اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ ان اعمال ناموں کو پھینک دو اور انھیں دیکھو، وہ عرض کریں گے تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم! ہمیں تو نیکی کے سوا اور کچھ معلوم نہیں۔ اللہ تعالیٰ جواب دے گا، ہاں یہ سچ ہے مگر ان کے یہ اعمال میرے سوا کسی اور کے لیے ہیں میں انھیں قبول نہیں کرتا، میں صرف وہی چیزیں قبول کرتا ہوں جو خاص میرے لیے ہی کی گئی ہوں۔

آنحضرتؐ کی دعا۔ آں حضرتؐ نے اپنی دعا میں فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ لِسَانِیْ مِنَ الْکَذِبِ وَ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ وَ عَمَلِیْ مِنَ الرِّیَآءِ وَ بَصَرِیْ مِنَ الْخِیَانَۃِ فَاِنَّکَ تَعْلَمُ خَآئِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ۔

اے اللہ میری زبان کو جھوٹ سے پاک کر، میرے دل کو نفاق سے اور میرے عمل کو ریا سے پاک کر، میری آنکھ کو خیانت سے پاک کر تو آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے پوشیدہ حال کو جانتا ہے۔

کیسے عالم کے پاس بیٹھنا چاہیے؟۔ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ ایسے عالم کے پاس بیٹھو جو تمھیں پانچ چیزوں سے منع کرے اور پانچ چیزوں کی طرف مائل کرے، دنیا کی طرف رغبت کرنے سے منع کرے، زہد کی طرف بلائے، ریا سے روکے، اخلاص کی طرف راغب کرے، غرور سے روکے اور تواضع پر آمادہ کرے، سستی سے بچائے اور پند و نصیحت کرے، جہالت سے نکال کر علم سکھائے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اور شریک ہونیوالوں سے بہتر ہوں، اگر کوئی میرے ساتھ اپنے عمل میں کسی کو شریک کرے گا تو اس کا وہ عمل میرے لیے نہیں ہوگا بلکہ دوسرے کے لیے ہوگا میں اسے قبول نہیں کروں گا، اُسے قبول کروں گا جو خالص میرے ہی لیے ہو۔

اے فرزند آدمؑ! میں سب بانٹنے والوں میں بہتر بانٹنے والا ہوں، تو نے جو عمل میرے سوا کسی اور کے لیے کیا ہے تو جس کے لیے تو نے وہ کام کیا اسی کے ذمہ اس کا اجر ہوگا۔ آں حضرتؐ نے فرمایا میری امت کو یہ خوش خبری دی گئی کہ اسے دین میں بزرگی حاصل ہے شہروں پر قدرت اور توانائی، لہٰذا آخرت کے لیے جو عمل تم کرنا چاہتے ہو اسے دنیا حاصل کرنے کے لیے نہ کرو۔ جو شخص دنیا حاصل کرنے کے لیے آخرت کا عمل کرتا ہے، اس سے وہ عمل قبول نہیں کیا جاتا۔ آخرت میں اسے کوئی حصہ نہیں مل سکتا۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ آخرت کی نیت سے آخرت نہیں دیتا۔ انس بن مالکؓ فرماتے ہیں آں

بے عمل خطیب۔ حضرت صلعم نے فرمایا۔ معراج کی رات ایسے لوگوں کے قریب سے گزرا جن کے ہونٹ آگ کی قینچی سے کاٹے جا رہے تھے۔ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون ہیں۔ انھوں نے جواب دیا یہ آپ کی اُمت کے خطیب ہیں جو دوسروں کو عمل کی تلقین کرتے تھے، مگر خود عمل نہ کرتے تھے۔ لوگوں کو نیکی کی تلقین کرتے تھے اور خود فسق و فجور میں مصروف رہتے تھے۔ آں حضرتؐ نے فرمایا جس قدر خوف ناک چیزیں ہیں، میں ان کی نسبت اپنی امت کے منافقوں سے جو خود زبان کے عالم ہیں بہت ڈرتا ہوں۔ اس اللہ کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے قیامت اس وقت تک برپا نہ ہوگی جب تک یہ لوگ مسلط رہیں گے۔

یعنی جھوٹے امیر، فاسق وخائن وزیر، خائن مددگار، ظالم نمبردار، فاسق اور گنہگار قاری، جاہل عابد، ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ خوف ناک اندھیرا نازل کرے گا اور یہ لوگ اس فتنہ سے اسی طرح پریشان ہوں گے جس طرح یہودی حیران ہیں۔ یہ وقت وہ ہے جب اسلام کمزور ہونا شروع ہو جائے گا۔ زمین پر اللہ اللہ کی آواز بھی سنائی نہ دے گی۔

بدباطن لوگوں کا انجام:- عدی بن حاتم کہتے ہیں، آں حضرتؐ نے فرمایا۔ قیامت کے دن ایسے افراد کو بڑے عذاب میں مبتلا کر کے لایا جائے گا جو تنہائی میں بڑے گناہ کرتے ہیں مگر لوگوں سے ملتے وقت عاجزی سے ملتے ہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم مجھ سے نہ ڈرتے تھے، ان کو بڑا جانتے تھے مگر میری پروا نہ کرتے تھے۔ میری عبادت نہ کرتے تھے، مجھے اپنی ذات کی قسم اب میں تمہیں مزا چکھاؤں گا۔

دوسروں کو نصیحت خود کو فضیحت:- اسامہ بن زید فرماتے ہیں آں حضرتؐ کا ارشاد ہے ایک شخص کو جب دوزخ میں ڈالیں گے تو اسکی آنتیں پیٹ سے باہر نکل آئیں گی، پھر انھیں چکی کی طرح گھمایا جائے گا، پھر اس سے کہا جائے گا کہ تو لوگوں کو نیک کام کرنے کا حکم دیا کرتا تھا مگر خود برے کاموں میں لگا رہتا تھا۔

آں حضرتؐ نے فرمایا۔ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جنھیں روزے سے بھوک پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے قیام کرنے والے ایسے ہیں کہ جنھیں بے خوابی کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ ایسے لوگوں کی اس حرکت سے عرش کانپ اٹھتا ہے اور خدا غضب میں آجاتا ہے۔

ظاہرداری کا روزہ اور عبادت:- آں حضرت مسلم نے فرمایا۔ وہ بہت برا بندہ ہے، کہ اس کے اور خدا کے درمیان خلقِ خدا میں سے کوئی بندہ حائل ہو جائے، وہ خدا کے سوا کسی اور کی عبادت کرے، جو شخص کسی اور کی پرستش اس خیال سے کرے کہ اس کے ہاتھ میں اختیار اور قدرت ہے اور اسے خوش کرنے کے لیے یہ شخص ناحق اپنے جسم کو دکھ دے تو وہ دین سے نکل جاتا ہے، ہمت سے محروم ہو جاتا ہے، اور اس قدر برا بن جاتا ہے، کہ اللہ اور اپنے درمیان خود ہی پردہ بن جاتا ہے۔ ایسا شخص صرف ظاہر جسم سے اللہ کی عبادت کرتا ہے، مگر دراصل وہ بندے کی عبادت کرتا ہے اور ایسی عبادت جو دراصل خدا کے لائق ہے۔

مجاہد روایت کرتے ہیں، آں حضرت صلعم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہا میں اللہ کی راہ میں صدقہ دینا چاہتا ہوں تاکہ اس کی خوشنودی حاصل کروں اور لوگ مجھے نیک جانیں، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ نیک عمل کرے، اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔

بکری کے لباس میں بھیڑیے:- آں حضرت صلعم نے فرمایا آخری زمانہ میں بعض لوگ دوسروں کو فریب دیں گے اور دین کے ذریعہ دنیا حاصل کریں گے۔ وہ لوگ اپنی بزرگی ظاہر کرنے کے لیے بھیڑوں کی کھال کا لباس پہنیں گے ان کی گفتگو میٹھی ہوگی۔ مگر دل بھیڑیوں سے زیادہ سخت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دراصل یہ لوگ میری درگزر سے محروم ہو چکے ہوں گے۔ مجھے دھوکا دیں گے، مگر مجھے اپنی ذات کی قسم جب میں ان کے اعمال کی جزا کے طور پر بلا نازل کروں گا تو تمام بردبار حیران رہ جائیں گے۔

ظاہر اعمال اور اصل حال:- حمزہ ابی حبیب سے روایت کرتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ آدمیوں کے اعمال فرشتے اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں اور بہت سے لوگ اپنے اعمال کو اچھا سمجھتے ہیں مگر جب وہ اعمال خدا کے حضور پیش ہوتے ہیں تو اللہ تعالےٰ فرشتوں سے فرماتا ہے، تم ان لوگوں کے اعمال کے نگہبان تھے اور میں تو ان لوگوں کے دلوں کا حال جانتا ہوں۔ میرے فلاں بندے نے خالص میرے لیے عمل نہیں کیا اس لیے اس کا نام بخیلوں میں لکھو۔

اسی طرح ایک اور آدمی جسے حقیر سمجھا جاتا ہے، اس کے اعمال اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں تو فرشتوں سے خطاب کیا جاتا ہے کہ تم نے اس شخص کے اعمال کی نگہبانی کی ہے مگر میں اس کے دل کے حال کو جانتا ہوں، اس کا نام علیین میں جانے والوں میں لکھ لو۔

ریاکار قاری:- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ قیامت کے دن لوگ گروہ در گروہ دوزانو گریں گے، تو اللہ تعالےٰ حکم دے گا انھیں میرے حضور میں حاضر کرو! وہ لوگ حاضر کیے جائیں گے۔ جب حافظِ قرآن اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا، یا اللہ کی راہ میں بہت سا مال صدقہ کرنے والا حاضر ہوگا تو سب سے پہلے اللہ تعالےٰ حافظِ قرآن سے فرمائے گا تو نے قرآن یاد کیا تھا، کیا اس پر عمل بھی کیا؟ وہ جواب دے گا میں رات دن تیری خوشنودی کے لیے قیام کرتا اور قرآن پڑھتا تھا، اللہ تعالےٰ فرمائے گا تو جھوٹ کہتا ہے، فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹا ہے۔ یہ شخص قرآن اس لیے پڑھا کرتا تھا کہ لوگ اسے قاری کہیں۔

پھر صاحبِ مال سے پوچھا جائے گا، تجھے مال دیا گیا تھا اسے کس طرح استعمال کیا؟ وہ جواب دے گا اے اللہ! میں ہمیشہ اس سے صلہ رحم کیا کرتا تھا اور تیرے نام پر صدقہ دیا کرتا تھا۔ جواب ملے گا تو بالکل جھوٹا ہے۔ فرشتے بھی کہیں گے یہ جھوٹا ہے۔ کہیں گے تو نے سخاوت اس لیے کی تھی کہ لوگ تجھے سخی کہیں، تیرا یہ عمل اللہ کے لیے نہ تھا بلکہ لوگوں میں سخی کہلانے کی خاطر تھا، تو نے صرف اپنا نام مشہور کرنے کے لیے ایسا کیا۔

اس کے بعد فرشتے اسے حاضر کریں گے جو اللہ کی راہ میں مارا گیا ہو۔ اس سے پوچھا جائے گا تو نے اپنے آپ کو کس لیے ہلاک کیا۔ وہ جواب دے گا میں تو صرف تیرے ہی لیے لڑا ہوں اور اس لڑائی میں مارا گیا ہوں۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا تو جھوٹ کہتا ہے۔ فرشتے بھی کہیں گے ہاں یہ جھوٹا ہے۔ تب اللہ تعالےٰ فرمائے گا یہ محض اپنی شہرت کے لیے لڑا ہے کہ لوگ مجھے بہادر کہیں۔

اس کے بعد آں حضرت صلعم نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر مارے اور فرمایا ہائے افسوس! اے ابوہریرہ! اللہ کی مخلوق میں سے پہلے انہی تین طرح کے آدمیوں سے دوزخ کی آگ سلگائی جائے گی۔ جب معاویہ کو اس کے بارے میں خبر ملی تو وہ زار و زار روئے اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے جو کچھ فرمایا وہ سچ ہے۔

لہ مقصد یہ کہ فرشتوں کا کام ظاہر عمل لکھنا ہے۔ نیتوں اور دلوں کے حال سے چونکہ اللہ ہی واقف ہے، اس لیے اعمال کی حقیقت کا اسی کو علم ہو سکتا ہے، فرشتوں کا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔

اس کے بعد آں حضرت صلعم نے یہ آیت پڑھی۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ لَا يُبْخَسُوْنَ ۔

جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتا ہے، ہم اسے دنیا ہی میں اجر دے دیتے ہیں مگر آخرت میں اس کے لیے دوزخ کے سوا کچھ نہیں۔

دنیا میں اس نے جو عمل کیے تھے وہ یہاں ہی ضائع ہو جاتے ہیں، اس نے جو کچھ کیا ہے وہ سب باطل ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے آخرت میں انھیں نقصان کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

اہل دوزخ کو جنت کی جھلک دکھانا:۔ عدی بن حاتم طائیؓ کہتے ہیں" قیامت کے دن دوزخ میں جانے والوں کو بہشت میں لے جانے کا حکم دیا جائے گا، تاکہ وہ بہشت کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور جو چیزیں اہل بہشت کے لیے تیار کی گئی ہیں وہ بھی دیکھ لیں، پھر انھیں وہاں سے باہر نکال دینے کا حکم ہوگا۔ تاکہ انھیں معلوم ہو جائے کہ بہشت میں ان کا کوئی حصہ نہیں، پھر انھیں بڑی حسرت اور ندامت ہوگی اور بہشت سے نکلنے پر بڑے پریشان اور پشیمان ہوں گے۔ پھر کہیں گے اے اللہ! تو ہمیں جنت دکھانے سے قبل ہی دوزخ میں ڈال دے تو اچھا ہے، جو چیزیں تو نے اپنے دوستوں کے لیے مہیا کی ہیں، وہ ہمیں نہ دکھاتا تو ہمیں یہ ندامت نہ اٹھانی پڑتی۔

ریاکاروں کی سزا:۔ پھر اللہ فرمائے گا، یہ حسرت و ندامت تمھیں اس لیے اٹھانی پڑی کہ تم میرے سامنے گناہ کرتے تھے اور خیال یہ کرتے تھے کہ تمھیں کوئی نہیں دیکھتا۔ اس کے باوجود تم لوگوں کے ساتھ عجز و انکساری سے پیش آتے تھے اور اپنے نیک عمل دکھاتے تھے[1]۔ مگر تمھارا فعل اس کے برعکس تھا۔ افسوس کہ تم لوگوں سے خوف کھاتے تھے مگر مجھ سے نہ ڈرتے تھے تم نے لوگوں کو مجھ سے زیادہ افضل سمجھ رکھا تھا۔ جو عمل (برے کام) تم نے ترک کیے وہ میرے لیے نہیں بلکہ لوگوں کے لیے ترک کیے، چنانچہ آج تمھارے لیے دردناک عذاب کے سوا کچھ نہیں۔ تم ثواب عظیم سے محروم ہو گئے۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جنت عدن کو پیدا کر کے اس میں جو چیزیں پیدا کیں انھیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی دل میں ان کے بارے میں خیال ہی پیدا ہوا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بہشت عدن سے کہا کہ تو تین دفعہ یہ کہہ کر بے شک مومن رستگار ہو گئے اور بخیل اور ریاکاروں پر میں حرام ہوں، بہشت نے تین مرتبہ ایسا ہی کہا۔

ریاکرنا اللہ کو فریب دینا ہے:۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے آں حضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ قیامت کے دن مجھے کس طرح نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کو فریب نہ دو۔ اس نے عرض کیا اللہ تعالیٰ کو کیسے فریب دیا جاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کسی کام سے اللہ کے سوا کسی اور کو خوش کرنا اللہ سے فریب کرنا کہلاتا ہے، اس لیے ریا سے پرہیز کرو کیونکہ یہ شرک ہے۔ قیامت کے دن ریاکار کو چار ناموں سے پکارا جائے گا۔ کافر، فاجر، فریبی اور زیاں کار۔

---

[1] یعنی اپنے گناہوں کو اور اپنی بد باطنی پر پردہ ڈالنے کے لیے یہ ظاہر تقدس کا جامہ اوڑھتے تھے اور لوگوں کے ساتھ اس طرح پیش آتے تھے کہ وہ تمھاری پرہیزگاری کے قائل رہیں۔

ان چار ناموں سے اس سے کہا جائے گا کہ تیرا عمل گم ہو جائے گا، تیرا سارا اجر بھی باطل ہوا، اس لیے آج تمھارے عمل کی کوئی اُجرت تمھیں نہ ملے گی جس کے لیے تو نے عمل کیا اسی سے اپنے عمل کی اجرت طلب کر۔ اے بدکار اور فریبی! تو ریاکاری اور اس کے سننے اور دیکھنے سے بارگاہِ خداوندی میں اس کی درخواست کر، نفاق سے پناہ مانگ، تیرا عمل دغا بازوں کا عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجہ میں ہوں گے جس کا نام ہاویہ ہے۔ فرعون اور ہامان اسی میں پڑے ہوں گے۔ ان کی قوم کا بھی انھیں کے ساتھ حشر ہوگا

عمل کی تشہیر:۔ اگر کوئی دریافت کرے کہ اگر عمل کو لوگ دیکھیں تو کیا اس میں کوئی ہرج ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے، کہ وکیع نے سفیان سے، انھوں نے حبیب سے، انھوں نے ابی صالح سے اور انھوں نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص آنحضرتؐ کے پاس آیا اور عرض کیا میں اپنے اعمال کو (لوگوں سے) پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں مگر اس کے باوجود لوگوں کو خبر ہو جاتی ہے کیا مجھے اس کا اجر ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں تجھے دو اجر ملیں گے، ایک تو عمل چھپانے کا دوسرا اظہار کرنے کا، کیوں کہ اس کا مطلب ہوا کہ لوگ تیرے عمل کی پیروی کرتے تھے۔ پھر فرمایا جو شخص نیک طریقہ نکالتا ہے اس کے لیے اجر ہے اور جو اس پر عمل کرتا ہے اس کے لیے بھی اجر ہے اور یہ اجر انھیں قیامت تک ملتا رہے گا بشرطیکہ وہ لوگوں کی پیروی سے مغرور نہ ہو جائے، ورنہ اجر ضائع ہو جائے گا اور وہ اللہ کی نظروں سے گر جائے گا۔ کیوں کہ مغرور کو خدا اپنی نظروں سے گرا دیتا ہے۔

حسن بصریؒ کا ارشاد:۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں "تو بوڑھے سفید ریش تیز نظر مردہ دل کو دیکھے گا، کہ اس کے بدن میں دل نہیں اور ان کی آواز پر کوئی دل نہیں لگاتا، کہ یہ بہت نصیحت کرنے والی زبانیں ہیں، مگر افسوس کہ دل تحط زدہ ہیں بعض اصحاب رسولؐ نے مجھ سے بیان کیا کہ ہماری امت کے علما جب تک امراء رؤسا کی طرف راغب نہ ہوں گے اور صالح لوگ دوڑ دوڑ کر فاجروں کے پاس نہ جائیں گے، نیک آدمیوں کو بروں سے خوف نہ ہوگا، اس وقت تک یہ امت اللہ کی نگہبانی میں رہے گی لیکن جب عالم اور نیک لوگ ایسے لوگوں سے تعلقات جوڑیں گے تو ان پر سے اللہ کی مہربانی اٹھ جائے گی۔ یہ لوگ بھوک، فاقہ اور مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے اور دلوں میں ڈر پیدا ہو جائے گا (لوگوں کا) پھر اللہ تعالیٰ ان پر ظالم لوگ مسلط کر دے گا جو انھیں عذاب میں مبتلا کر دیں گے۔

حسن بصریؒ فرماتے ہیں، وہ بندہ بہت برا ہے، جو اللہ تعالیٰ سے مغفرت نہ مانگے مگر وہ ایسا بھی کرتا ہے کہ گناہ بھی کرتا ہے اور لوگوں پر اپنی پرہیزگاری اور دیانت داری بھی ظاہر کرتا ہے، یہ اس کا مکر ہے وہ ظاہری بناوٹ کر کے خیانت کا مرتکب ہوتا ہے۔ لوگوں کو مکر سے روکتا ہے مگر خود مکر کرتا ہے۔ دوسروں کو حکم دیتا ہے کہ فلاں کام کرو مگر خود عمل سے محروم ہے۔ بخشش کرتا بھی ہے تو تنگی سے کرتا ہے، اپنے قصور اور کوتاہی کی عذر خواہی نہیں کرتا۔ تندرست ہو تو اللہ کے خوف سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور اگر بیمار پڑ جائے تو پشیمانی لاحق ہو جاتی ہے۔ غربت کے عالم میں رنج کرتا ہے اور دولت مندی کے زمانہ میں بلا میں گرفتار ہے۔ عمل صرف نجات اور اجر کی امید پر کرتا ہے، عذاب سے ڈرتا تو ہے مگر بُرے کاموں سے باز بھی نہیں آتا۔ اور مال اور آسائش میں اضافے کا خواہش مند ہوتا ہے، مگر خدا کا شکر ادا نہیں کرتا۔ جب کوئی مصیبت آجائے تو صبر نہیں کرتا۔ ایسی مستی کے عالم میں سنتا ہے کہ روزہ یاد نہیں رہتا۔

دکھاوے کا لباس:۔ بیان کیا جاتا ہے، کہ حسن بصریؒ نہایت عمدہ لباس پہنے اپنی مجلس میں بیٹھتے تھے، فرقدؒ نے اس وقت صوف کا لباس

پہن رکھا تھا۔ آپ نے فرقد سے کہا میرے کپڑے بہشتی لوگوں جیسے ہیں اور تیرے کپڑے دوزخیوں جیسے۔ فرمایا اے فرقد! تو نے ظاہر میں دنیا کو چھوڑ دیا مگر تیرے دل میں غرور بھرا ہوا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم میں سے اس وقت جو اپنی کملی میں ہے وہ اس سے زیادہ غرور میں ہے۔ اور جو چادر میں ہے وہ اس سے زیادہ غرور میں ہے۔ یہ لوگ ایسا فخر کیوں کرتے ہیں، کپڑوں پر کیا موقوف ہے خواہ بادشاہوں کے سے کپڑے پہنو، مگر دل صاف رکھو۔ خدا کے ذریعہ غرور کو توڑ دو۔

ظاہر کیسا ہی ہو مگر باطن اچھا رکھو! حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ تم ایسے کپڑے پہنو! کہ عالم لوگ ان پر نہ ہنسیں اور جاہل ان کو حقیر نہ جانیں پھر فرمایا کپڑے خواہ سوتی ہوں مگر دل سے صوفی بنو، پھر فرمایا لباس تین قسم کا ہے، ایک پرہیزگاروں کا، دوسرے اولیاء اللہ کا، تیسرے خدا کے ابدالوں کا۔

لباس کی تین قسمیں! پرہیزگاروں کا لباس حلال ہے، اس پر نہ لوگوں کو ملال ہوتا ہے نہ کوئی شرعی حد قائم ہوتی ہے۔ خواہ سوتی ہو، خواہ سیاہ یا سفید ادنی ہو، ان کے لیے ہر قسم کا لباس حلال ہے، مگر اولیاء اللہ کا لباس اللہ کے حکم کے مطابق ہوتا ہے، یعنی اسی قدر کافی ہے جس سے ضرورت پوری ہو، عورت کا ستر ڈھانپا جا سکے۔ ظاہر ہے کہ ایسے لباس سے دنیا کی ہوس جاتی رہتی ہے، کیوں کہ اس مرتبہ میں نفس کشی زیادہ ہے۔ یہی لوگ پھر ابدالوں کے منصب پر پہنچ جاتے ہیں۔

ابدالوں کا لباس اللہ تعالیٰ اپنی حدوں کو قائم رکھنے کے لیے خود عنایت فرماتا ہے خواہ وہ ایک جبہ کا ہی ہو خواہ ایک اشرفی کا۔ اس گروہ کو اعلیٰ لباس کی خواہش ہی نہیں ہوتی، نہ ہی ادنیٰ قسم کی طلب ہوتی ہے، محنت، رنج اور خواہش ہی ان کا لباس ہے جو اللہ تعالیٰ انھیں عطا فرماتا ہے۔ مذکورہ لباسوں کے سوا باقی تمام لباس زمانہ جہالت کے لباس ہیں یا نفس کی حماقت اور ہوس کے۔

باب ۲۹

مختلف ایام کی پیدائش ـــــ ایام بیض

روزہ ۔ رات کے وظائف اور قیام

مختلف ایام کی پیدائشیں !

مختلف دنوں کی تخلیقات ا۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں "ایک دفعہ آں حضرتؐ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو بروز شنبہ پیدا کیا، پھر یک شنبہ کو پہاڑ پیدا کیے، دوشنبہ کو درخت پیدا کیے اور تمام مکروہ چیزیں سہ شنبہ کے دن پیدا کیں۔ اور ہر قسم کی اچھی چیزیں چہار شنبہ کے دن پیدا کیں۔ پنجشنبہ کے دن حیوانات پیدا ہوئے۔ جمعہ کے دن عصر کے بعد حضرت آدمؑ پیدا ہوئے، جمعہ کی آخری ساعت سے عصر کی درمیانی رات کے دوران آپ پیدا ہوئے۔

دنوں کے متعلق آنحضرتؐ کا فرمان ا۔ انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ہم نے آں حضرت صلعم سے دنوں کے بارے میں دریافت کیا۔ پہلے شنبہ کے بارے میں پوچھا تو فرمایا یہ مکر و فریب کا دن ہے، ہم نے پوچھا وہ کس طرح؟ آپؐ نے فرمایا اس دن قریش نے دارالندوہ[1] میں مجھ سے مکر و فریب کیا تھا۔

(قریش مکہ نے اس مقام پر جمع ہو کر آں حضرتؐ کو قتل کرنے کا مشورہ کیا تھا، چنانچہ آپ کو ہجرت کا حکم آیا)

پھر فرمایا یک شنبہ کا دن بونے اور عمارت تعمیر کرنے کا دن ہے، کیوں کہ اسی دن دنیا کی ابتدا ہوئی۔ پھر دوشنبہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا یہ سفر اور تجارت کا دن ہے۔ حضرت شعیب نے اسی دن سفر کیا اور تجارت شروع کی۔ سہ شنبہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا یہ خون کا دن ہے۔ حضرت حوّا کو اسی دن حیض کا خون آیا تھا، اسی دن ابن آدم نے اپنے بھائی کو قتل کیا[2] جب چہار شنبہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا یہ دن بڑا منحوس ہے۔ فرعون اور اس کی قوم اسی دن غرق کی گئی تھی۔ عاد و ثمود کو بھی اسی دن ہلاک کیا گیا۔ پنجشنبہ کے بارے میں استفسار کیا گیا تو فرمایا یہ مرادوں کے پورا ہونے کا دن ہے۔ بادشاہوں کے دربار میں رسائی حاصل کرنے کا دن ہے، کیوں کہ اسی دن حضرت ابراہیمؑ نمرود کے پاس گئے اور اپنی حاجتیں پوری کی تھیں۔ اسی دن حضرت ہاجرہؓ انھیں دی گئیں

---

[1] دارالندوہ ایک سرائے کا نام ہے جو قریش مکہ نے تعمیر کرائی تھی۔

[2] ہابیل اور قابیل کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔

جمعہ کے متعلق دریافت کیا گیا۔ تو فرمایا۔ یہ خطبہ پڑھنے اور نکاح کرنے کا دن ہے، کیوں کہ بیشتر انبیاؑ نے اسی دن نکاح کیا۔

آنحضرت صلعم کا عمل ۱۔ زہری نے عبدالرحمٰن بن کعب سے، انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ آں حضرت پنجشنبہ ہی کے دن سفر پر نکلا کرتے تھے، اس کے علاوہ اور کسی دن آپؐ نے سفر نہیں کیا۔

پیغمبروں کے دن ۱۔ معاویہ بن قرہ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص سہ شنبہ کے دن سترہ تاریخ کو پچھنے لگوائے اس کے مرض کا ازالہ اللہ تعالےٰ سال بھر کے لیے دور کر دیتا ہے۔ سنا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰؑ اور پچاس دوسرے پیغمبروں کو شنبہ کا دن عطا فرمایا۔ حضرت عیسیٰؑ اور بیس دوسرے انبیاء کو یک شنبہ کا دن ملا۔ آں حضرتؐ اور تریسٹھ دوسرے انبیاء کو دوشنبہ کا دن دیا گیا۔ حضرت سلیمانؑ اور پچاس دوسرے انبیاء کو سہ شنبہ کا دن دیا گیا۔ حضرت یعقوبؑ اور بعض دیگر انبیاء کو چہار شنبہ کا دن ملا۔ حضرت آدمؑ اور پچاس دوسرے انبیاء کو پنجشنبہ کا دن عطا ہوا اور جمعہ کا دن خاص طور پر اللہ تعالےٰ کے لیے ہے۔

اُمّت کا حصہ ۱۔ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ اے اللہ! میری امت کا کیا حصہ ہے ارشاد ہوا جمعہ کا دن اور بہشت آپ کی امت کو دیے گئے ہیں خود بھی بمع جنت کے تمھاری امت کے ساتھ رہوں گا۔

بدھ، جمعرات اور جمعہ کے روزے ۱۔ انس بن مالکؓ سے روایت ہے، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص بدھ جمعرات اور جمعہ کو روزہ رکھے، اس کے لیے اللہ تعالےٰ بہشت میں ایک محل بنا دیتا ہے جو یاقوت، زمرد اور موتیوں سے بنے ہیں۔ ایسے شخص کو اللہ تعالےٰ دوزخ کی آگ سے بھی بچائے گا۔

انس بن مالکؓ کی ایک اور روایت میں ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اے مسلمانو! تم شنبہ اور یک شنبہ کا روزہ رکھو یہود و نصاریٰ کے خلاف کرو۔

ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ دوشنبہ اور پنجشنبہ کے دن آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ اور ہر شخص کو جو شرک نہیں کرتا بخش دیا جاتا ہے، مگر وہ شخص جس کے دل میں اپنے بھائی کے لیے کینہ اور بغض ہوتا ہے، اسے مہلت دی جاتی ہے کہ وہ صلح کرلے۔

ایک روایت میں ہے کہ آں حضرتؐ سفر میں ہوتے یا گھر میں، ان دنوں میں روزہ ضرور رکھا کرتے تھے۔ آپؐ کا ارشاد تھا کہ ان دنوں میں بندوں کے اعمال اللہ تعالےٰ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔

ایّامِ بیض

ایام بیض کے روزے ۱۔ ایام بیض میں روزے رکھنے کی بڑی فضیلت ہے۔ ابو نصر اپنے والد سے اور وہ حضرت علیؑ بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں، کہ آں حضرت نے فرمایا۔ تیرہ تاریخ کا روزہ تین ہزار سال کے روزوں کے ثواب کے برابر ہے۔ چودھویں کا روزہ ہزار سال کے روزوں کے ثواب کے برابر ہے۔

ابو اسحٰق، جریر سے روایت کرتے ہیں، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص ہر ماہ تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو روزہ رکھے اسے عمر بھر کے روزوں کا ثواب ملتا ہے۔

ایک کے عوض دس نیکیاں حذیفہؓ سے روایت ہے، کہ آں حضرت صلعم کے اس ارشاد کی صداقت اللہ تعالےٰ کے اس قول سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ "جو ایک نیکی کرتا ہے، اسے عوض میں دس نیکیاں دی جاتی ہیں"۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، کہ آں حضرت صلعم سفر میں ہوتے، یا گھر میں، دونوں صورتوں میں ایام بیض کے روزے ضرور رکھا کرتے تھے۔

شہید کا ثواب شعبی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص ہر ماہ میں تین روزے رکھے اور صبح کو دو رکعت نماز (سنت) ادا کرے، وتر بھی پڑھے، خواہ سفر میں ہو یا گھر میں، اسے شہید کا ثواب ملتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، کہ آں حضرتؐ نے مجھے وصیت فرمائی، کہ ہر ماہ کے تین روزے اور سونے سے پہلے وتر کی نماز اور عید الاضحیٰ کی نماز کبھی ترک نہ کرنا۔

حضرت علیؓ کی روایت حضرت علیؓ ابن ابی طالب سے روایت ہے کہ ایک دن دوپہر کے وقت، میں آں حضرتؐ کے حجرے میں گیا اور سلام عرض کیا۔ آپؐ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا۔ اے علی! اس وقت جبریلؑ تمھیں سلام کہتے ہیں، میں نے عرض کیا۔ میرا بھی ان پر سلام ہو، پھر آپؐ نے فرمایا۔ میرے پاس آدمی میں قریب گیا، تو آپؐ نے فرمایا جبرئیلؑ تمھیں کہتے ہیں کہ ہر ماہ کے تین روزے رکھا کر، پہلے روزہ کا ثواب دس ہزار سال کی نیکی کے برابر ملے گا، دوسرے روزے کا ثواب تیس ہزار سال کی نیکی کے برابر ملے گا۔ تیسرے روزے کا ثواب سو ہزار سال کی نیکی کے برابر ملے گا۔

میں نے پوچھا کیا، یہ ثواب صرف میرے لیے ہے یا سب کے لیے؟ فرمایا تمھارے لیے بھی اور تمھارے علاوہ جو بھی یہ عمل کرے گا، اس کے لیے بھی۔

میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! وہ کون سے دن ہیں؟ فرمایا یہ ایام بیض یعنی ہر ماہ کی تیرہ چودہ اور پندرہ تاریخ۔

"بیض" نام کی وجہ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا "ان دنوں کا نام ایام بیض کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اس لیے کہ حضرت آدمؑ کو جب زمین پر اتارا گیا تو گرمی کی شدت سے ان کا بدن سیاہ ہو گیا۔ تب جبرئیلؑ نے ان کے پاس آکر عرض کیا کیا آپ چاہتے ہیں، کہ آپ کا جسم پہلے کی طرح سفید ہو جائے؟ آپ نے فرمایا، ہاں۔ جبرئیلؑ نے فرمایا تو آپ ہر ماہ کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو روزے رکھا کریں۔

حضرت آدمؑ نے اس پر عمل کیا۔ پہلا روزہ رکھا تو بدن کا تیسرا حصہ سفید ہو گیا، دوسرا روزہ رکھا تو دو حصے سفید ہو گیا۔ تیسرا روزہ رکھا تو تمام جسم پہلے کی طرح ہو گیا۔ اس لیے ان دنوں کا نام "بیض"[1] رکھا گیا۔

"بیض" کے متعلق دوسری روایت زرّین بن حبیش فرماتے ہیں، میں نے ابن مسعودؓ سے بیض کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب دیا۔ آں حضرتؐ سے میں نے اس بارے میں پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا تھا۔ حضرت

---

[1] عربی میں "بیض" یا "ابیض" کے معنی ہیں سفید۔

آدمؑ کو درخت کا پھل کھانے سے منع کیا گیا۔ جب انھوں نے پھل کھا لیا تو اللہ تعالےٰ نے ان پر وحی نازل فرمائی، کہ میری ہمسائیگی چھوڑ دو۔ میں اپنی عزت اور جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو شخص میری نافرمانی کرے وہ میری ہمسائیگی میں نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ انھیں زمین پر اتار دیا گیا۔ اور ان کا جسم سیاہ ہو گیا۔ چنانچہ فرشتے آپ کی اس حالت پر بہت روئے اور خدا سے عرض کیا، کہ تو نے اپنے ہاتھ سے آدمؑ کو بنایا، اور بہشت میں جگہ دی۔ سب فرشتوں کو حکم دیا، کہ اسے سجدہ کریں، مگر ایک ہی نافرمانی پر ان کی تمام سفیدی کو سیاہی میں بدل دیا۔ تب اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا۔ اے آدم! تم تیرھویں تاریخ کو میرے نام کا روزہ رکھو۔ جب آپ نے تعمیل کی تب بدن کا تیسرا حصہ سفید ہو گیا۔

پھر ارشاد ہوا، اب چودھویں کا روزہ رکھو! آپ نے تعمیل کی تو باقی تیسرا حصہ بھی سفید ہو گیا۔ پھر حکم ہوا کہ اب پندرھویں کا روزہ، رکھو، آپ نے تعمیل کی تو سارا جسم سفید ہو گیا۔

چنانچہ ان تین دنوں کا نام ایام بیض رکھا گیا۔ اہل عرب ان دنوں کو ایام بیض اس لیے کہتے ہیں، کہ ان راتوں کی روشنی تمام دوسری راتوں سے زیادہ ہوتی ہے۔

سب سے بہتر روزے:- ابو نضرہ اپنے والد سے، وہ عمر بن خطابؓ سے روایت کرتے ہیں، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ حضرت داؤدؑ کے روزے سب کے روزوں سے بہتر ہیں۔ آپ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن نہ رکھتے تھے، جو شخص ہمیشہ روزہ رکھتا ہے وہ اپنے نفس کو اللہ کی راہ میں بخش دیتا ہے۔

ہمیشہ کے روزے:- ابو موسےٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا جو شخص ہمیشہ روزہ رکھتا ہے دوزخ اس کے لیے اس طرح تنگ ہو جاتی ہے کہ اس میں اس کا داخل ہونا ممکن نہیں رہتا۔

شعیب نے سعد بن ابراہیمؒ سے روایت کی ہے، کہ حضرت عائشہؓ ہمیشہ روزہ رکھا کرتی تھیں۔

یعقوب فرماتے ہیں، کہ سعد نے اپنی وفات سے قبل مسلسل چالیس سال تک روزے رکھے۔

ابو ادریسؒ سے روایت ہے کہ موسیٰ اشعری نے اس قدر روزے رکھے کہ بدن لاغر اور ہلال کے مانند ہو گیا۔ ابو موسیٰؓ نے یہ حال دیکھ کر کہا اگر تم اپنے نفس کو آرام دیتے تو اچھا تھا۔ آپ نے جواب دیا۔ مجھے اس حال میں آرام ہی ہے، کیونکہ میں نے دیکھا جو گھوڑا دبلا ہوتا ہے وہ سب گھوڑوں سے آگے نکل جاتا ہے۔

روزے رکھنے کا درجہ:- اسحٰق بن ابراہیم کہتے ہیں کہ مجھ سے عمار راہب نے بیان کیا، کہ میں نے خواب میں سکینہ ظفار کو دیکھا جو بصرہ سے اہل شہر کو عیسیٰ بن زاذان سے ملنے ہمارے ساتھ آ رہا تھا۔ میں نے پوچھا، عیسیٰ نے کون سا ایسا کام کیا ہے کہ تم اس کی زیارت کرنے جا رہے ہو؟ یہ سن کر وہ ہنسا، اور کہنے لگا، میں نے اسے نہایت قیمتی کپڑے پہنے دیکھا اس کے گرد خادم تھے، اسے زیوروں سے آراستہ کیا گیا تھا، اس کے بعد ان سے کہا گیا اے قاری! مجھے اپنی عمر کی قسم ہے، کہ مجھے روزوں کے باعث پاک کر دیا گیا ہے۔ عیسیٰ نے اس قدر روزے رکھے تھے، کہ لاغر ہو گیا تھا، یہاں تک کہ بول بھی نہ سکتا تھا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں، آں حضرتؐ کے زمانہ میں جہاد کی وجہ سے ابو طلحہؓ روزے نہ رکھا کرتے تھے، مگر آں حضرتؐ کی وفات کے بعد میں نے انھیں ہمیشہ روزے سے دیکھا، صرف عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ نہ رکھا کرتے۔

ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام ایک ایسے شخص کی زبانی روایت کرتے ہیں، جس نے آں حضرتؐ کو دیکھا تھا آپؐ گرمی کی شدت اور پیاس کے باعث روزہ کی حالت میں اپنے سر پر پانی ڈالا کرتے تھے۔

ساری عمر کے روزے:- حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ ایک دن افطار فرمایا کرتے تھے۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے آں حضرتؐ سے پوچھا تمام عمر روزے رکھنے والے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپؐ نے فرمایا ایسا شخص روزہ دار نہیں، نہ یہ روزے رکھتا ہے نہ افطار کرتا ہے، کیوں کہ جو شخص ہمیشہ روزہ رکھے، نہ عیدین میں افطار کرے، نہ ایام تشریق میں روزہ چھوڑے۔ ایسا شخص روزہ دار نہیں ہو سکتا۔

امام احمدؒ کا قول:- امام احمدؒ بن حنبل فرماتے ہیں جو شخص عیدین اور ایام تشریق کے علاوہ باقی تمام سال روزہ رکھے اسے بزرگی اور فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔

روزہ

روزوں کی فضیلت اجمالاً اوپر بیان کی جا چکی ہے (اب اس بارے میں مزید کچھ باتیں بیان کی جاتی ہیں) ابو نصر اپنے والد سے، وہ عمر بن ربیعہ سے اور وہ سلام بن قیس سے روایت کرتے ہیں، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر ایک روزہ رکھنے والے کو اللہ تعالیٰ دوزخ سے اس قدر دور کر دیتا ہے، جتنی کوّے کی عمر ہوتی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کوے کی عمر پانچ سو برس ہوتی ہے۔

روزہ دار اور دوزخ کے درمیان فاصلہ:- ابو داؤد فرماتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے ایک روزہ رکھے، اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک خندق حائل کر دیتا ہے جس کی لمبائی آسمان اور زمین کے درمیانی فاصلہ کے برابر ہوتی ہے۔

ابو سعید خدری سے روایت ہے، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ایک روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو دوزخ کی آگ سے ستر سال کی مسافت کے برابر دور کر دیتا ہے۔

روزہ دار کی جزا:- حضرت عائشہؓ کا ارشاد ہے، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص روزہ کی حالت میں صبح کرے اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اس کے تمام اعضا تسبیح پڑھتے ہیں، اور آسمان و دنیا کے تمام فرشتے اس کے لیے بخشش کی دعا مانگتے ہیں۔ اگر وہ دو رکعت نماز نفل بھی ادا کرے تو اس کے لیے آسمان کو نورانی کر دیا جاتا ہے۔ حوریں اس کے حق میں دعا کرتی ہیں کہ اے اللہ ہمارے شوہر کو ہمارے پاس بھیج دے۔ ہمیں اسے دیکھنے کا بے حد شوق ہے۔

اگر وہ شخص تسبیح و تہلیل کرتا ہے، تو ستر ہزار فرشتے آکر اس کی تسبیح و تہلیل کو لکھتے ہیں" یہاں تک کہ سورج ڈوب جاتا ہے۔

ابو صالح نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ اے فرزند آدم! اگر تم میں سے کوئی شخص نیکی کرے تو وہ دس گنا ہو جاتی ہے، پھر وہ اس سے سو گنا تک پہنچ جاتی ہے۔

روزے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے" کہ اللہ کا جو بندہ روزے رکھے تو یہ روزہ میرے لیے ہوتا ہے، اس کی جزا

میں ہی دیتا ہوں اور روزہ دار کے منہ کی بو کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوتی ہے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا روزہ کے باعث جو شخص کھانے پینے کی چیزوں سے دور رہتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے بہشت میں کھلائے گا، شراب طہور اس کے پینے کے لیے ہوگی۔

روزہ داروں کا ایک ہی دروازہ ا۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ لوگ جس قدر عمل کرتے ہیں ان میں سے ہر عمل کے لیے بہشت کا ایک دروازہ ہوتا ہے، وہ شخص اپنے عمل کے مطابق دروازے سے بہشت میں داخل ہوگا، مگر روزہ داروں کے لیے ایک ہی دروازہ ہوگا جس کا نام ریان ہے۔

روزہ کی قدر و قیمت ا۔ حضرت ابوبکرؓ نے آں حضرتؐ سے پوچھا۔ کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے؟ جسے سب دروازوں سے بلایا جائے آپ نے جواب دیا۔ ہاں! ایسے لوگ ہیں ان میں سے تم بھی ہو۔ اس کے بعد فرمایا۔ ہر چیز کے لیے دروازہ ہے مگر عبادت کا دروازہ روزہ ہے۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اے لوگو! اپنے دلوں کو روزہ سے پاک رکھو۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ روزہ دار آدمی کے لیے نصف صبر ہے اور ہر چیز کی زکوٰۃ ہے، جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا روزہ دار کا سونا بھی عبادت ہے اور اس کی خاموشی تسبیح ہے۔ اس کے سارے اعمال قبول ہو جاتے ہیں۔

روزہ داروں کے لیے خوان ا۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ قیامت کے دن روزہ داروں کے سامنے سونے کا ایک خوان رکھا جائے گا، جس پر ایک پھلی ہوگی، وہ اسے کھائیں گے اور باقی لوگ دیکھیں گے۔

احمد بن ابی حواری نے ابوسلیمان سے، انھوں نے ابوعلی عاصم سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ روزہ داروں کے لیے ایک خوان ہے جو ان کے سامنے رکھا جائے گا اور وہ اس میں سے سب کھائیں گے۔ اس وقت دوسرے لوگ حساب کتاب میں مبتلا ہوں گے۔ تب وہ لوگ کہیں گے، یا اللہ! ہم حساب کتاب میں مبتلا ہیں، اور یہ لوگ کھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ وہ لوگ ہیں جو طویل عرصہ تک روزہ دار رہے، مگر تم لوگ آرام کی نیند سوتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ روزہ دار اپنی قبروں سے اٹھیں گے، تو ان کے منہ سے کستوری کی خوشبو آ رہی ہوگی۔ بہشت سے کھانے کا ایک خوان لا کر ان کے سامنے رکھا جائے گا اور عرش کے زیر سایہ کھانا کھائیں گے

سفیان بن عیینہ سے روایت ہے کہ جس شے سے روزہ افطار کیا جاتا ہے قیامت کے دن اس کا کوئی حساب نہ ہوگا۔

ابوصالح نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ جو شخص روزہ کی وجہ سے کھانے پینے کی خواہشات کو ترک کر دیتا ہے، اس کے حق میں اس کا روزہ ڈھال بن جاتا ہے۔ روزہ دار کو دو فرحتیں حاصل ہوتی ہیں، ایک فرحت تو افطار کے وقت اور دوسری اپنے رب سے ملاقات کے

وقت حاصل ہوگی، اور روزہ دار کے منہ کی بُو کستوری کی خوشبو سے زیادہ ہے۔

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ روزہ آدمی کے لیے ایک ڈھال ہے جو اسے دوزخ کی آگ سے بچائے گا۔

حضرت عمر بن خطابؓ راوی ہیں، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ دنیا کی جس قدر چیزیں میں اپنے پیچھے چھوڑتا ہوں ان کا مجھے کچھ غم نہیں، مگر مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ جب میں گرمی کے روزے نہ رکھوں گا اور نہ ہی نماز میں جاؤں گا۔

نفلی روزے:- مجاہد ابوہریرہؓ سے راوی ہیں، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص نفل کے طور پر روزے رکھے تو اسے اس قدر ثواب ملے گا کہ جو کچھ اس زمین پر ہے وہ سب ملا کر بھی اس کے ثواب کے برابر نہ ہوگا۔

رات کے وظائف اور قیام

اس عنوان کے تحت جو باتیں بیان کی جائیں گی وہ صحیحین اور دوسری صحیح روایتوں سے اخذ کی گئی ہیں۔

غفلت کی نیند:- شقیق نے عبداللہؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلعم سے ایک شخص کے بارے میں بیان کیا گیا کہ وہ رات بھر سویا رہا اور ایسا غافل ہوا کہ صبح کی نماز بھی قضا ہو گئی۔ آں حضرتؐ نے جواب دیا کہ شیطان نے اس آدمی کے کان میں پیشاب کر دیا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب آدمی سو جاتا ہے، تو شیطان آکر اس کے سر پر تین گرہیں لگاتا ہے، اگر وہ بیدار ہو جائے اور اللہ کو یاد کرے، تو اس کی ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ جب وضو کرے تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے، اگر دو رکعت نماز ادا کرے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور صبح کو بڑا خوش حال ہوتا ہے، اس کا نفس پاک ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ کرے تو نفس خبیث ہو جاتا ہے۔

شیطان کے پاس ایک دوا:- ایک اور روایت میں ہے کہ شیطان کے پاس ناک میں ڈالنے، چکھنے اور چھڑکنے کی ایک دوا ہے۔ جب وہ اسے کسی آدمی کی ناک میں ڈال دیتا ہے، تو اس کے اخلاق بُرے ہو جاتے ہیں جب اسے چکھاتا ہے تو اس کی زبان خراب ہو جاتی ہے اور اگر چھڑک دے تو وہ صبح تک سویا رہتا ہے۔

نماز:- رات کے وقت نماز میں بہت قیام کرنا چاہیئے۔ دو دو رکعت نماز پڑھنا چاہیئے۔ دن کی نماز میں رکوع اور سجدے زیادہ کرنے چاہئیں۔ دن کی نماز میں ایک ہی سلام سے چار رکعت ادا کرنا جائز ہے۔ رات کی نماز آنحضرتؐ کے حق میں نفل ہے اور قرب الٰہی اور بزرگی کا باعث ہے۔ امت کے لوگ پڑھیں تو ان کے لیے فرائض کے تمام اور کامل ہونے کا موجب ہے۔

خواب:- سالم نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے، کہ آں حضرت صلعم زندہ تھے، تو لوگ خواب دیکھ کر آپ کو آکر سنایا کرتے تھے ابن عمرؓ کو خواہش پیدا ہوئی، کہ اگر مجھے بھی کوئی خواب آتا تو میں آں حضرتؐ کو سناتا۔ ابن عمر ان دنوں جوان تھے غیر شادی شدہ تھے اور مسجد میں سویا کرتے تھے۔

ابن عمر کا خواب:- ایک روز ابن عمرؓ کو بھی خواب آگیا۔ آپ نے اپنا خواب اس طرح بیان کیا "کہ دو فرشتے مجھے پکڑ کر آگ کے پاس لے گئے۔ جب میں قریب گیا تو آگ سمٹ کر ایک کنوئیں کی طرح ہو گئی۔ اس کی دو شاخیں بن گئیں میں نے وہاں کئی آدمی دیکھے جنھیں میں پہچانتا تھا۔ چنانچہ میں نے "اعوذ باللہ من النار" پڑھنا شروع کیا۔ پھر ایک اور فرشتہ آیا اور مجھ سے کہا کہ ڈرو مت۔

خواب کی تعبیر:- میں نے بیدار ہونے پر یہ خواب حضرت حفصہؓ[1] سے بیان کیا۔ انھوں نے آں حضرت صلعم کو سنایا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ آدمیوں میں بہتر آدمی عبداللہ ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ وہ رات کے وقت نماز پڑھا کرے۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد ابن عمرؓ رات کے وقت بہت کم سویا کرتے تھے۔

آنحضرتؐ کی نصیحت:- ابی سلمہ نے عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے مجھ سے فرمایا کہ فلاں آدمی کی طرح نہ ہو جانا جو رات کے وقت قیام کرتا تھا۔ پھر یہ عادت ترک کر دی۔

انسان سب سے زیادہ جھگڑالو ہے:- ابن صالح نے ابن شہاب سے، انھوں نے علی بن الحسین سے اور انھوں نے حسین ابن علیؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں، کہ رسول اللہؐ رات کے وقت ہمارے (حضرت علیؓ کے) پاس تشریف لائے۔ میں اور فاطمہؓ دونوں سو رہے تھے، آپؐ نے ہم سے کہا۔ کیا تم نماز نہیں پڑھتے؟ ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! ہماری جان اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جب بیدار کرنا چاہتا ہے، کر دیتا ہے۔ یہ جواب سن کر حضورؐ واپس چلے گئے" اور میں نے سنا کہ جاتے وقت دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر مارتے، یہ کہتے جا رہے تھے کہ۔

وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا — انسان سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔

دو رکعت نماز کی اہمیت:- ابو نصر اپنے والد سے، وہ سفیان ثوری سے، وہ ابو زبیر سے اور وہ جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جو شخص آدھی رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھے تو جو کچھ دنیا میں ہے اس سے یہ (نماز) اس کے لیے بہتر ہے۔ اگر میری امت کے لیے یہ مشکل نہ ہوتا تو میں اسے فرض کر دیتا۔

آدھی رات کی نماز:- ابو نصر نے اپنے والد سے، انھوں نے ابی العالیہ سے اور انھوں نے ابو مسلم سے روایت کی ہے، کہ انھوں نے ابوذر سے پوچھا بہتر نماز کون سی ہے؟ انھوں نے کہا۔ میں نے یہ بات آں حضرت صلعم سے پوچھی تھی۔ آپؐ نے جواب دیا تھا۔ آدھی رات کی نماز، مگر یہ نماز پڑھنے والے تھوڑے ہیں۔

بعض احادیث میں آیا ہے، کہ حضرت داؤدؑ نے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں عرض کیا اے اللہ! میں تیری عبادت کرنا چاہتا ہوں، اس کے لیے بہتر وقت کون سا ہے؟ ارشاد ہوا "اے داؤد! تو اول رات اور آخر رات میں عبادت کے لیے اٹھ، کیونکہ جو اول رات میں اٹھتا ہے وہ آخر رات میں سو جاتا ہے اور جو آخر رات میں اٹھتا ہے وہ اول رات میں نماز کے لیے کھڑا نہیں ہو سکتا۔ بہتر یہ ہے کہ تو نصف رات کو اٹھ کر مجھ سے خلوت میں ملے۔ اس وقت تو مجھ سے اپنی حاجتیں بیان کر۔

---

[1] آں حضرت صلعم کی زوجہ محترمہ کا نام ہے۔

سب سے بہتر عمل! یحییٰ بن مشاد نے حضرت حسنؓ سے روایت کی ہے کہ رات کا قیام سب سے بہتر عمل ہے جو آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے، پیٹھ کے بوجھ کو ہلکا کرتا ہے، نفس کو خوش کرتا ہے۔

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں" اے لوگو! میں تمہارا شفیق ہوں اور تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اندھیری رات میں نماز پڑھا کرو۔ تاکہ تمہاری قبر سے تنہائی کی وحشت دور ہو۔ اگر دنیا میں روزے رکھو گے تو قیامت کے دن کشمکش سے نجات ملے گی، دوزخ کی گرمی سے بچو گے۔ صدقہ دو تاکہ سخت دن (قیامت) کے خوف سے بچے رہو۔

رات کا آخری حصہ! ابونضر اپنے والد سے وہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں" کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جب دو تہائی رات گزر جائے اور تیسرا حصہ باقی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر آتا ہے اور فرماتا ہے کون ہے جو میری بارگاہ میں دعا کرے میں اس کی دعا قبول کروں گا۔ کوئی ہے جو مجھ سے بخشش مانگے میں بخشش کروں گا۔ کوئی ہے جو مجھ سے رزق مانگے، میں رزق دوں گا۔ کوئی ہے جو مجھ سے دنیا کے رنج والم دور کرنے کی درخواست کرے میں رنج وغم دور کروں گا اور اسی حالت میں صبح ہو جاتی ہے۔

ابونضر اپنے والد سے اور وہ ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں" کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جب رات ایک پہر باقی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر جلوہ گر ہوتا ہے اور فرماتا ہے کوئی ہے جو بخشش طلب کرے میں اس کا سوال پورا کروں گا۔ اسی لیے لوگ رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھتے تھے اور آخر رات میں نماز پڑھنا پسند کرتے تھے۔

قبولیتِ دعا کا وقت! ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ سے پوچھا گیا، کس وقت دعا قبول ہوتی ہے؟ فرمایا۔ رات کے آخری حصہ اور فرض نمازوں کے بعد۔

حضرت داؤدؑ کا معمول! عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ حضرت داؤدؑ کے روزے سب روزوں سے بہتر ہیں۔ آپ کا معمول تھا کہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہ رکھتے۔ نمازوں میں بہتر نماز بھی داؤدؑ کی تھی۔ آپ کا دستور تھا کہ نصف رات تک سویا کرتے تھے، پھر اٹھ کر نماز پڑھتے، اس وقت رات کا چھٹا حصہ باقی رہ جاتا تھا۔

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ نمازوں میں بہتر نماز حضرت داؤدؑ کی تھی۔ آپ رات کے اول حصہ میں سوتے تھے۔ آخر رات میں قیام فرماتے۔

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ ایک حصہ میں سوتا ہوں، دوسرے میں نماز پڑھتا ہوں، تیسرے میں احادیث رسولؐ یاد کرتا ہوں۔

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رات کی نمازوں کی نمازوں پر اس طرح فضیلت رکھتی ہے جس طرح پوشیدہ صدقہ ظاہر صدقہ پر۔

سحری کا وقت! عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں" رات کی ایک رکعت نمازوں کی دس رکعت سے بہتر ہے۔ آں حضرت صلعم نے جبرئیلؑ سے پوچھا۔ رات کے کس وقت میں دعا قبول ہوتی ہے؟ تو جواب دیا۔ سحری کے وقت، اس

وقت عرشِ عظیم بھی کانپتا ہے۔

آں حضرتؐ نے فرمایا۔ رات کے وقت قیام کرو! کیونکہ پہلے بزرگ بھی اسی وقت قیام کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ کے قرب کا یہی وقت ہے، اس سے برائیوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ آدمی گناہوں سے بچتا ہے۔ بدن کے سارے دکھ درد دُور ہو جاتے ہیں۔

ابو نصر اپنے والد سے، اور وہ حضرت جابرؓ سے راوی ہیں۔ کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ کوئی رات اس ساعت سے خالی نہیں۔ اس ساعت کے بارے میں وہی حکم ہے جو جمعہ اور قدر کی رات کے لیے ہے اور جو انسان کے آخری عشرہ میں ہے' پھر فرمایا رات کے وقت ایک ایسی ساعت آتی ہے جب ہر آنکھ والا سو جاتا ہے، مگر صرف وہی بیدار رہتا ہے، جسے کبھی موت نہیں آسکتی۔ شاید وہی ساعت دعا کی ساعت ہو۔

عمر بن عتبہ سے روایت ہے، کہ رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھا کرو! کیونکہ یہ نماز حاضر کی گئی ہے، اس وقت رات اور دن کے تمام فرشتے اکٹھے ہوتے ہیں۔

آنحضرت صلعم کی نماز:۔ آں حضرت صلعم کی نماز کے بارے میں اس روایت پر سب کا اتفاق ہے" کہ ابو سحٰق نے فرمایا۔ ایک دفعہ میں اپنے بھائی کے پاس گیا اور عرض کیا کہ حضرت عائشہؓ نے آں حضرت صلعم کی نماز کے متعلق جو حدیث سنائی تھی' وہ مجھے سنائیں، انھوں نے کہا۔ آں حضرت صلعم رات کے پہلے حصہ میں سو جاتے تھے۔ آخری حصہ میں جاگا کرتے تھے۔ اگر مزاج میں آجاتا تو کسی بی بی کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ حاجت بشری سے فارغ ہونے کے بعد پانی کو نہ چھوتے تھے، لیکن اگر اذان کی آواز سُن لیتے، اور جب سے ہوتے تو غسل فرماتے، ورنہ وضو کر کے نماز پڑھ لیتے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں، آپ کے بعد میں بھی اٹھا اور آپ کی پیروی کی، پھر آپ کے پہلو میں جا کر کھڑا ہو گیا، آپ نے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور دایاں کان پکڑ کر ملا، پھر دو رکعت نماز ادا کی۔ دوبارہ دو رکعت پڑھی، پھر سہ بارہ پڑھی پھر وتر پڑھ کر لیٹ گئے، جب مؤذن نے اذان کہی تو آپ نے صبح کی نماز پڑھی۔

دیگر روایات:۔ ابو سلمہؓ سے روایت ہے، کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ آں حضرتؐ وتر کی نماز پڑھنے کے بعد صبح تک میرے پاس لیٹ رہا کرتے تھے۔

مسروق کا کہنا ہے، کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ آں حضرتؐ کو ہر عمل پر ہمیشگی کرنا پسند تھا، میں نے آپ سے پوچھا۔ آپ رات کو کس وقت قیام فرمایا کرتے ہیں۔ جواب دیا، جب مُرغ کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اس وقت تک۔

جس گھر میں رات کی نماز پڑھی جائے:۔ امام حسنؒ فرماتے ہیں" آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جب تو رات کو چار رکعت نماز ادا کرنا چاہو تو دو رکعت ہی پڑھ لو جس گھر میں رات کی نماز پڑھی جائے وہاں ایک آواز دینے والا کہتا ہے، کہ اے اہلِ خانہ اپنی اپنی نماز پڑھ لو۔

آنحضرت صلعم کی تلاوت:۔ ابو سلمہ نے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ جس طرح آنحضرتؐ کو قرآن پڑھتے سنتا ہے اس طرح اور کسی کو نہیں سنتا۔

حضرت عروہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلعم نے ایک آدمی کو قرآن پڑھتے سنا۔ وہ رات کے وقت پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا، خدا اس پر رحمت کرے، اس نے مجھے چند آیتیں سنائی ہیں جو میں بھول گیا تھا۔

نماز کی رکعتیں:- شیخ ابونصر اپنے والد سے انھوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلعم رات کے وقت تیرہ رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، دو رکعت فجر کو ادا کرتے۔

ایک روایت یہ بھی ہے، کہ آپ رات کے وقت بارہ رکعتیں پڑھتے اور اس کے بعد ایک رکعت وتر پڑھتے۔ مگر بعض کا کہنا ہے، کہ آپ رات کو دس رکعت پڑھتے پھر ایک وتر۔

رات کا قیام:- رات کو قیام کرنے والوں کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے" وہ رات کو کم سوتے تھے اور صبح کے وقت اللہ سے مغفرت طلب کرتے تھے"۔ فرمایا، جب ان کی کروٹیں خلوت گاہ سے دور ہوتی تھیں تو اس وقت وہ خوف سے اللہ کو پکارتے ہیں"۔ پھر فرمایا" جو لوگ خدا کی عبادت کے لیے رات کو قیام و سجود کرتے ہیں انھیں آخرت کا خوف ہوتا ہے اور وہ اپنے رب کی رحمت کے امیدوار ہوتے ہیں"۔ پھر فرمایا" رات کے وقت تہجد کی نماز پڑھ یہ تم پر زیادتی ہے، مگر جلد ہی تیرا رب تجھے مقام محمود میں اٹھائے گا۔

حساب کتاب سے پہلے:- آں حضرتؐ نے فرمایا، کہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ لوگوں کو جمع کرے گا۔ اور ایک پکارنے والا، کہے گا۔ وہ لوگ جو رات کو سوتے نہ تھے، بلکہ خدا کے خوف اور بہشت کی خواہش میں اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے وہ سب کھڑے ہو جائیں۔ چنانچہ ایسے لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور پھر بیٹھ جائیں گے۔ یہ تعداد میں بہت تھوڑے آدمی ہوں گے۔

اس کے بعد آواز دی جائے گی، کہ جو لوگ مصیبت و بلا کے وقت صبر اور خدا کا شکر ادا کیا کرتے تھے وہ کھڑے ہو جائیں۔ چنانچہ ایسے لوگ بھی اٹھ کھڑے ہوں گے، اور ان کی تعداد بھی تھوڑی ہوگی، اس کے بعد لوگوں کا حساب کتاب ہوگا۔

سحری اور قیلولہ:- آں حضرت صلعم کا ارشاد ہے" جس دن روزہ رکھنا چاہو، اس دن روزہ کی مدد کے لیے سحری کھایا کرو! اور رات کو نماز کے لیے اٹھنے کی خاطر قیلولہ کرو اور جو رات بھر سوتا رہے وہ صبح کو مفلس اٹھتا ہے، جو رات کو زیادہ سوتا ہے اس کے کان میں شیطان پیشاب کرتا ہے۔

آں حضرت کا معمول تھا، کہ ایک ہی آیت کو بار بار دہراتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔

آنحضرت صلعم کا گریہ و بکا:- عائشہؓ فرماتی ہیں" کہ ایک رات آں حضرتؐ میرے ساتھ سوئے۔ جب آپ کا بدن مجھ سے مس ہوا تو فرمایا، اے عائشہ! کیا تو مجھے اجازت دیتی ہے؟ کہ آج رات اللہ کی عبادت کروں؟ میں نے جواب دیا، خدا کی قسم مجھے آپ کا قرب بہت عزیز ہے۔ مگر آپ کی خواہش کے لیے بھی میں ہر طرح رضامند ہوں اور آپ کی مرضی میرے لیے مقدم ہے۔ یہ سن کر آں حضرت کھڑے ہو گئے اور قرآن کی تلاوت شروع کر دی۔ آپ روتے جاتے تھے، اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے آپ کے کندھے بھیگ گئے۔ پھر آپ لیٹ کر پڑھتے رہے، اور رونا جاری رہا۔ یہاں تک کہ آس پاس کی زمین بھی آنسوؤں سے بھیگ گئی۔ اس دوران میں حضرت بلالؓ آ گئے، اور عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، کیا اللہ تعالیٰ

نے آپ کو بخش نہیں دیا؟ آپ نے جواب دیا، کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ کیوں کہ آج کی رات اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی ہے "بے شک اس میں کوئی شک نہیں کہ آسمانوں اور زمین اور رات دن کے اختلاف میں اہلِ دانش کے لیے نشانیاں ہیں، یہ لوگ کھڑے ہوں یا بیٹھے ہوں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں، زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں فکر کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں، کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے بے فائدہ پیدا نہیں کیا، تیرے لیے پاکی ہے تو ہمیں آگ کے عذاب سے نگاہ رکھ! ..... الخ"

رسول اللہ کا قیام:- حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، میں نے آں حضرتؐ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے کبھی نہیں دیکھا۔ ضعیفی کے زمانہ میں آپ بیٹھ کر نماز پڑھا کرتے تھے، جب سورۃ میں سے تیس یا چالیس آیات باقی رہ جاتیں تو اٹھ کر انھیں قیام کی حالت میں پڑھتے پھر رکوع کرتے۔

عبداللہ بن مبارکؒ واقعہ:- بعمر بن بشر فرماتے ہیں "ایک روز عشا کے وقت میں عبداللہ بن مبارک کے دروازے پر آیا اس وقت آپ نماز میں یہ سورت پڑھ رہے تھے "اذا السماء انفطرت ..... جب اس جگہ پہنچے

يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ — اے لوگو! کون سی شے ہے جو اللہ کی طرف سے تمھیں غرور میں رکھتی ہے۔

تو آپ نے بار بار پڑھا، یہاں تک کہ رات کا بہت سا حصہ اس کی تلاوت میں گزار دیا اور صبح ہو گئی۔ اس وقت میں نے جانے کا ارادہ کیا۔ آپ نے بھی دیکھا کہ صبح ہو گئی ہے تو یہ الفاظ پڑھنے موقوف کر دیئے "يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ۔ پھر فرمایا۔ تیرے حلم نے اور ہماری جہالت نے ہمیں دلیر کر دیا ہے۔ آپ بار بار یہی کہتے رہے۔ میں آپ کو اسی حالت میں چھوڑ کر واپس چلا گیا۔

قیام کا زمانہ:- آں حضرتؐ نے فرمایا۔ مسلمانوں کے لیے جاڑے کا موسم خوشگوار موسم ہے۔ اس موسم کے دن چھوٹے اور راتیں بڑی ہوتی ہیں، اس لیے ان میں آدمی روزہ رکھے اور رات کو خدا کی عبادت کے لیے قیام کرے۔

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں "قرآن پڑھنے والے کے لیے مناسب وقت یہ ہے کہ رات کو جب لوگ سو جائیں، تو قرآن پڑھے، جب لوگ کھانے میں مشغول ہوں، تو وہ اپنے روزہ کا خیال رکھے، جب لوگ ہنستے ہوں تو وہ خضوع و خشوع کا وقت پہچانے۔ جب لوگ حلال و حرام کو خلط ملط کریں تو وہ اپنی پرہیزگاری کا وقت پہچانے۔ جب لوگ خوش ہوتے ہیں، تو وہ عاجزی اور انکساری کو یاد کرے۔ جب شادیانے بجائے جاتے ہوں، تو وہ حزن و ملال کی طرف دھیان دے جب لوگ بے ہودہ بکتے ہوں، تو وہ خاموشی اختیار کرے۔

نمازِ مغرب:- ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص نماز مغرب کے بعد چھ رکعت نماز ادا کرے اور اس دوران میں بات چیت نہ کرے، اسے بارہ سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔

مختلف روایات:- زید بن حباب فرماتے ہیں "کہ اثنائے نماز کے درمیان بے ہودہ گفتگو نہ کی جائے۔ پہلی دو رکعت میں

سورۂ کافرون اور قل ہواللہ پڑھا جائے، مگر رکعتیں جلد ادا کی جائیں، ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ دو رکعتیں نماز مغرب کے ساتھ فرشتے اٹھا کر آسمانوں پر اللہ تعالیٰ کے حضور لے جاتے ہیں، باقی رکعتیں خواہ دیر سے پڑھی جائیں کچھ حرج نہیں۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا جو شخص نمازِ مغرب کے بعد چار رکعت ادا کرے اور اس دوران میں بے ہودہ گفتگو نہ کرے تو فرشتے اس کے عمل کو علیین میں لے جاتے ہیں، اس سے بڑا مرتبہ ملتا ہے ایسا گویا اس نے شبِ قدر کو مسجد اقصیٰ میں پالیا، یہ نصف رات کی نماز سے بہتر ہے۔

حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے، میں نے آں حضرتؐ سے سنا ہے کہ نماز مغرب کے بعد چار رکعت نماز ادا کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے دوبارہ حج کیا۔ اس کے پچاس برس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

سعید ابن جبیرؒ نے، ثوبان سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص نماز مغرب و عشا کے درمیان جامع مسجد میں اپنے نفس کو بند رکھے اور نماز و قرآن کے علاوہ اور کوئی کام نہ کرے تو اللہ تعالیٰ پر واجب ہو جاتا ہے کہ اسکے بہشت میں دو محل عطا کرے۔ ہر محل میں ایک سو برس کی مسافت کے برابر وسیع ہوگا اور ایک محل میں ساری دنیا کے لوگ آجائیں گے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کو نماز مغرب سب نمازوں سے عزیز ہے، کیوں کہ اس نماز سے آدمی اپنے دن کو ختم کرتا ہے اور رات شروع ہوتی ہے۔ مسافر یا مقیم کے لیے اس میں کوئی کمی نہیں جو شخص نماز مغرب کے بعد چار رکعت ادا کرے اور درمیان میں کسی سے بات نہ کرے اس کے لیے بہشت میں دو محل تعمیر کیے جاتے ہیں، جن میں یاقوت اور مروارید جڑے ہوں گے، ان میں باغ ہوں گے جنھیں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ جو شخص چار سے بڑھا کر چھ رکعت ادا کرے اور درمیان میں کسی سے گفتگو نہ کرے اس کے چالیس سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ کا معمول:۔ حضرت ابوہریرہؓ کا معمول تھا کہ مغرب اور عشا کے درمیان بارہ رکعت ادا کرتے تھے۔

ہشام بن عروہ اپنے والد سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ مغرب اور عشا کے درمیان بیس رکعت ادا کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ بہشت میں گھر بنا دیتا ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ انس بن مالک عشا اور مغرب کے درمیان اسی طرح نماز ادا کیا کرتے تھے، اور زبانِ مبارک سے فرمایا کرتے تھے، اسی کا نام رات کا قیام ہے۔

ایک آیت کی طرف اشارہ:۔ عبدالرحمٰن بن اسود اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا۔ مغرب اور عشا کے درمیان جب کبھی میں عبداللہ بن مسعودؓ کے ہاں گیا، تو انھیں نماز پڑھتے دیکھا۔ وہ فرمایا کرتے تھے یہ غفلت کا وقت ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ آیت اسی ساعت کے لیے آئی ہے (تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ ... الخ) یعنی جدا ہو جاتی ہیں ان کے بستروں سے کروٹیں۔

ایک روایت:۔ عبداللہ بن ادنا سے روایت ہے، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص نماز مغرب کے بعد الٓمٓ تنزیل سورۂ سجدہ تبارک الذی پڑھے، قیامت کے دن جب اٹھے گا تو اس کا منہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ شخص اس رات اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتا ہے اور اس حدیث میں احتمال ہے کہ یہ دو رکعت دو سنت کی رکعتوں سے

علیٰحدہ ہوں یا ان میں شامل ہوں۔

نمازِ مغرب کی رکعتیں:- امام احمد بن حنبلؒ سے نماز مغرب سے قبل کی دو رکعتوں کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ میں تو یہ رکعتیں نہیں پڑھتا" اور اگر کوئی پڑھتا ہے، تو کوئی مضائقہ نہیں۔

حضرت ابن عمرؓ سے ان رکعتوں کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ تو آپ نے ان رکعتوں کے پڑھنے سے منع نہیں فرمایا۔ اتنا ضرور فرمایا۔ کہ میں نے آں حضرت صلعم کے وقت میں کسی کو یہ رکعتیں پڑھتے نہیں دیکھا۔

ایک روایت ہے کہ انس بن مالکؓ نے فرمایا۔ کہ آپ آں حضرت صلعم کے زمانے میں غروب آفتاب سے قبل اور نماز مغرب کے بعد دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ آپ سے پوچھا گیا۔ کہ کیا آں حضرت صلعم بھی اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے۔ آپ نے جواب دیا۔ آپ مجھے اسی طرح نماز پڑھتے دیکھا کرتے تھے مگر کبھی منع نہیں فرمایا۔ نہ ہی اس کے بارے میں کوئی حکم دیا۔

ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں آں حضرت صلعم کے بہت سے اصحاب موجود تھے۔ مثلاً حضرت علیؓ، ابن مسعودؓ، عمار بن یاسر، ابوبکر صدیق، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، مگر ان میں سے کسی نے یہ چار رکعتیں کبھی نہیں پڑھیں۔

مغرب و عشا کے درمیان کی برکت:- مغرب اور عشا کے درمیان عمل کرنے والوں کو یہ برکت اور بزرگی حاصل ہوتی تھی، کہ وہ خواب میں آں حضرت کی زیارت کیا کرتے تھے۔

ایک تحفہ:- عبدالرحمٰن بن حبیب نے سعید بن سعدؓ سے، انھوں نے ابوطیبہ کرز ابن دیرہ خارثی سے روایت کی ہے کہ میں ابدالوں میں سے ہوں، شام سے میرا بھائی میرے پاس ایک تحفہ لایا، میں نے پوچھا یہ کہاں سے لائے ہو؟ وہ کہنے لگا، ابراہیم تیمی نے مجھے یہ تحفہ دیا تھا۔ میں نے کہا تم نے اس سے پوچھا تھا، کہ یہ تحفہ اُسے کس نے دیا تھا؟ اس نے جواب دیا، کہ میں کعبہ میں بیٹھا تسبیح پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص آیا اور سلام کر کے میری دائیں جانب بیٹھ گیا۔ میں نے اُس سے زیادہ خوبصورت اور صاف آدمی نہیں دیکھا۔ اس کے لباس سے خوشبو آرہی تھی، بڑا با اخلاق آدمی تھا۔ میں نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں خضرؑ ہوں صرف تمھیں سلام کہنے آیا ہوں اور ایک تحفہ دینے آیا ہوں۔

میں نے پوچھا، وہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا، وہ تحفہ یہ ہے کہ سورج نکلنے سے پہلے، دھوپ نکلنے سے پہلے، سورج غروب ہونے سے پہلے سورۃ الحمد سات بار، سورۃ والناس سات بار، سورۃ اخلاص، سورۃ کافرون اور آیۃ الکرسی سات سات بار پڑھو۔ پھر سات بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھو۔ بعد ازاں سات دفعہ آں حضرت پر درود بھیجو، اپنے والدین، تمام مومن مرد اور عورتوں کے لیے سات مرتبہ دعا کرو۔ پھر یہ دعا کرو اے اللہ! تمام لوگوں اور اہل زمانہ کے لیے دین دنیا میں تو وہی کام کر جو تجھے پسند ہے، اور ایسا کوئی کام نہ کر جو ہمارے لیے اچھا نہ ہو تو ہی غفور رحیم سلیم رحمٰن اور کریم ہے، تو حد سے زیادہ مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ دعا بھی سات مرتبہ پڑھی جائے اور صبح و شام اسے ترک نہ کیا جائے۔

پھر فرمایا، کہ تحفہ دینے والے نے مجھ سے کہا تھا، کہ تم عمر بھر میں یہ الفاظ ایک ہی دفعہ کہہ لینا۔ میں نے خضرؑ سے پوچھا۔ کہ آپ مجھے

تحفہ دینے والے کا نام بھی بتائیں۔ انھوں نے جواب دیا۔ یہ تحفہ مجھے آں حضرت نے دیا تھا۔ پھر میں نے پوچھا، مجھے کوئی ایسی چیز پڑھنے کے لیے بتائیں! جسے پڑھنے سے میں آں حضرت کو خواب میں دیکھ سکوں۔ پھر انھوں نے پوچھا، کیا واقعی یہ تحفہ آپ کو نبی کریمؐ نے دیا تھا؟ انھوں نے فرمایا۔ کیا تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو؟ میں نے کہا واللہ! میرا یہ خیال ہرگز نہیں، بلکہ میرا جی چاہتا ہے کہ آں حضرتؐ کی زبان مبارک سے ایسا سنوں۔ تب آپ نے فرمایا اگر تم خواب میں آں حضرتؐ کی زیارت کرنا چاہتے ہو تو تم مغرب کی نماز کے بعد عشا کی نماز تک نماز ادا کرتے رہو اس دوران میں کوئی گفتگو نہ کرو۔ نماز ہی میں لگے رہو۔ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے جاؤ۔ ہر رکعت میں ایک دفعہ سورۂ فاتحہ، سات دفعہ سورۂ اخلاص پڑھو۔ جماعت کے ساتھ عشا کی نماز پڑھو اور گھر واپس آنے تک کسی سے بات چیت نہ کرو۔ پھر وتر کی نماز پڑھو۔ سوتے وقت پھر دو رکعت نماز پڑھو، ہر رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ اخلاص سات سات مرتبہ پڑھو، پھر سجدہ میں جاؤ، سجدہ کی حالت میں سات مرتبہ استغفار پڑھو اور سات مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھو اور سجدہ سے سر اٹھا لو، سیدھے ہو کر بیٹھ جاؤ! پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ کہو، یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا اِلٰہَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ یَا رَحْمٰنُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَرَحِیْمَھُمَا یَا رَبِّ یَا اللّٰہُ یَا اللّٰہُ یَا اللّٰہُ اس کے بعد اس طرح دعا کرو، جس طرح نماز کے بعد کی تھی، پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے سو جاؤ، جب تک نیند نہ آئے آں حضرت پر درود بھیجتے رہو۔

اس کے بعد میں نے خضرؑ سے کہا جس نے آپ کو یہ عمل بتایا تھا، اس کا نام پتہ مجھے بتائیں۔ آپ نے فرمایا، کہ تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو، میں نے کہا خدا کی قسم ہرگز یہ بات نہیں! کیوں کہ آپ خضر علیہ السلام ہیں۔ تب خضرؑ نے فرمایا۔ کہ میں ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ پر وحی نازل ہوئی اور یہ دعا آپ کو سکھائی گئی، چوں کہ میں اس وقت آپ کے پاس تھا اس لیے یہ دعا سیکھ لی۔

ابراہیمؒ کہتے ہیں، کہ پھر میں نے پوچھا۔ کہ اس کا ثواب کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا جب خواب میں تمھیں آنحضرتؐ کی زیارت نصیب ہو تو، اس وقت ان سے ثواب کے بارے میں پوچھ لینا!

جو عمل خضرؑ نے مجھے بتایا تھا۔ میں نے وہ کیا اور بستر پر لیٹ کر آں حضرتؐ پر درود پڑھتا رہا۔ مجھے بہت خوشی تھی، کہ آں حضرتؐ نے ایک ایسا عمل بتا دیا تھا۔ جو ان سے ملنے کا سبب بن سکتا تھا۔ میری نیند میں ایسا خلل واقع ہوا کہ جاگتے ہی جاگتے صبح کر دی۔ تب میں نے صبح کو نماز پڑھی اور اپنے محراب میں جا بیٹھا۔

جب آفتاب بلند ہوا، اور ظہر کا وقت ہوا، تو میں نے ظہر کی نماز ادا کی، اور دل میں ٹھان لی، کہ اگر زندہ رہا تو آج پھر یہی عمل کروں گا۔ رات ہونے پر، میں نے پھر ایسا ہی کیا۔ اچانک نیند کا غلبہ ہوا اور میں سو گیا۔ اس دوران میں میرے پاس فرشتے آئے اور مجھے اٹھا کر بہشت کی طرف لے گئے۔ میں نے وہاں سرخ یاقوت، زمرد اور سفید مروارید کے بنے ہوئے محل دیکھے، جن میں نہریں جاری تھیں، کوئی دودھ کی نہر تھی اور کوئی شہد کی۔ ایک محل میں خادمہ پر نظر پڑی جو مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ایسا نور تھا جو سورج نکلنے پر چاشت کے وقت ہوتا ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ روشن تھا۔ اس کے بال کولہے پر

لہرا رہے تھے۔

جو فرشتے مجھے بہشت میں لے گئے تھے، میں نے ان سے پوچھا۔ یہ کس کا محل ہے؟ اس نے جواب دیا۔ یہ ایک عورت کا محل ہے، یہ عورت اس شخص کی ہے جو تمہارے جیسے عمل کرنے والا ہے، پھر مجھے خوب پیٹ بھر کے میوے کھلائے گئے۔ شراب (شرابِ طہور) پلائی گئی جس کی لذت صرف پینے والا ہی جان سکتا ہے۔ پھر مجھے وہاں سے نکال دیا گیا۔ اور میں اپنی جگہ واپس آگیا۔ ابھی میں بیٹھا ہی تھا کہ حضورؐ تشریف لے آئے، آپ کے ساتھ ستّر نبی تھے، ستر صفیں فرشتوں کی تھیں۔ ہر ایک صف مشرق سے مغرب تک لمبی تھی۔ آپ نے تشریف لاتے ہی مجھے سلام کہا اور میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں نے عرض کیا، مجھے خضرؑ ملے ہیں اور انھوں نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ آپ نے فرمایا خضر نے جو کچھ کہا وہ بات اسے جس نے سکھائی ہے وہ بھی سچا ہے، اور زمین پر خضر دانا لوگوں میں سے ہیں، وہ ابدال ہے اور خدا کے لشکر کا سردار!

ابراہیم تیمی کہتے ہیں' اس پر عمل کرنے کا ثواب ہے، اس کے علاوہ کچھ اور ثواب بھی ہے؟ آپ نے فرمایا تم اس سے زیادہ کیا چاہتے ہو، کہ میری زیارت کر لی اور بہشت میں جو مقام تمہیں حاصل ہوگا، وہ بھی تم نے دیکھ لیا۔ بہشت کے میوے کھائے، شراب پیا جو شرابِ طہور تھی، میرے ہمراہ نبیوں اور فرشتوں کو بھی دیکھ لیا۔

میں نے عرض کیا۔ جو شخص میری طرح کام کرے وہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا ہے، وہ نہ دیکھے تو کیا اسے وہ چیزیں ملیں گی، جو مجھے عطا ہوئیں؟ آپ نے جواب دیا، جس خدا نے مجھے برحق نبی بنایا ہے، اس کی قسم میں سچ کہتا ہوں، اس شخص کے سب کبیرہ گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اللہ اپنی غضب کی نگاہ اس پر نہ ڈالے گا۔ جو شخص ایسا عمل کرے گا اس نے بہشت خواہ خواب میں بھی نہ دیکھا ہو اسے دکھایا، اور دیا جائے گا، اور ایک منادی اعلان کرے گا، کہ جس نے یہ عمل کیا ہے اللہ تعالےٰ نے بخش دیا اور آں حضرتؐ کی امت کے سب مومن مردوں اور عورتوں کو بخش دیا۔ ایسا عمل کرنے والے کے بائیں جانب ایک فرشتہ ہوتا ہے اس کے نام ایک حکم جاری ہو جاتا ہے، کہ آئندہ سال تک اس شخص کا کوئی گناہ اس کے اعمال نامہ میں درج نہ کرنا۔

میں نے پھر عرض کیا یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! جس نے آپ کے جمال سے میری آنکھوں کو روشن کیا ہے، اور بہشت کی سیر کرائی ہے، اور جس عمل کا ذکر کیا گیا ہے اس کے کرنے والے کو بھی یہ دولت عطا ہوگی؟

پھر میں نے عرض کیا، کیا سب مومن مردوں اور عورتوں پر واجب ہے کہ وہ اس عمل کو سیکھیں اور اس پر عمل کریں، کیونکہ اس میں بڑا ثواب ہے۔ آپ نے جواب دیا اس کے مطابق وہی عمل کرتا ہے جسے اللہ تعالےٰ سعادت سے بہرہ ور کرے، مگر بدبخت اس پر عمل نہیں کرتا۔ میں نے پوچھا کیا اس کے عامل کو اس ثواب کے علاوہ مزید ثواب بھی ملتا ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا اگر ایک رات اس پر عمل کرے تو اسے اس قدر نیکیاں حاصل ہوتی ہیں جتنی بارش کے ان قطروں کی تعداد ہو سکتی ہے جو دنیا کے پیدا ہونے سے صور پھونکے جانے تک برستی رہے اور زمین سے جس قدر دانے پیدا ہوتے ہیں، ان کی تعداد کے برابر اس کی برائیاں دور کر دی جاتی ہیں، ہر شخص کو اس کا یہی اجر دیا جاتا ہے

اعرج نے ابی ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص جمعہ کی رات کو دو رکعت نماز ادا کرے ہر رکعت

میں ایک دفعہ سورۂ فاتحہ اور آیت الکرسی پڑھے، پندرہ دفعہ سورۂ اخلاص اور نماز کے آخر میں ایک ہزار مرتبہ اس درود کو پڑھے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِہٖ۔ اے اللہ! محمد اور اس کی آل پر درود بھیج جو نبی امی ہے۔

تو وہ شخص اس جمعہ سے آئندہ جمعہ تک کسی بھی وقت مجھے خواب میں دیکھے گا اور مجھے خواب میں دیکھنے والے پر بہشت لازم ہو جاتی ہے اور اس کے پہلے اور بعد کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ حدیث میں اس کا ذکر آچکا ہے۔

عشا کے بعد کی نماز:۔ ابو نصر نے اپنے والد سے اور وہ عبداللہ بن عباسؓ سے راوی ہیں، کہ جو شخص عشا کی نماز کے بعد چار رکعت نماز ادا کرے، وہ اس شخص کے مانند ہے جس نے مسجدِ حرام میں شبِ قدر کو پایا۔ کعب بن احبارؒ روایت کرتے ہیں، کہ جو شخص عشا کے بعد چار رکعت اچھی قرأت کے ساتھ ادا کرے اسے ایسا اجر ملتا ہے، جیسے کسی کو شبِ قدر معلوم ہو جائے، اور پھر وہ چار رکعت نماز ادا کرے۔

ابو نصر اپنے والد سے، وہ ثابت بنانی سے، وہ انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص نمازِ عشا کے بعد دو رکعت نماز ادا کرے، ہر رکعت میں ایک دفعہ سورۂ فاتحہ اور بیس دفعہ قُل ہو اللہ احد پڑھے اس کے لیے بہشت میں دو محل بنائے جاتے ہیں، جنھیں اہلِ بہشت بڑے شوق سے دیکھیں گے۔

وتر:۔ وتر کی نماز رات کے آخری حصہ میں پڑھنا بہتر ہے، کیوں کہ اس وقت کے قیام میں کئی بزرگیاں ہیں جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

نافع نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے" کہ ایک آدمی کے دریافت کرنے پر آں حضرت صلعم نے رات کے قیام کی نسبت فرمایا۔ رات کی نماز دو دو رکعت ہے، چنانچہ اگر صبح ہونے کا احتمال ہو تو ایک ہی رکعت پڑھ لینی چاہیئے، کیوں کہ یہ ایک رکعت تمھاری پہلی رکعت کو وتر بنا دے گی۔

صحابۂ کرام کا طریقہ:۔ حضرت عمرؓ وتر کی نماز رات کے آخری حصہ میں پڑھا کرتے تھے، اور حضرت ابوبکرؓ رات کے پہلے حصے میں آں حضرت صلعم کے دریافت کرنے پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، میں سونے سے پہلے پڑھ لیا کرتا ہوں۔ اور حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ میں آخر رات پڑھتا ہوں۔ ابوبکرؓ کے بارے میں آں حضرت نے فرمایا۔ یہ خوف کرنے والا آدمی ہے" اور حضرت عمرؓ کے بارے میں فرمایا۔ یہ شخص قوی ہے اور اپنا نفس قابو میں رکھتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ عقلمند آدمی پہلی رات میں وتر پڑھ لیتے ہیں۔ اور جب اپنے نفس پر قدرت حاصل کر لیتے ہیں تو پھر آخری رات میں بھی پڑھ لیتے ہیں، اور افضل یہی ہے۔

بعض نے ابوبکرؓ کی پیروی میں اول رات وتر کی نماز ادا کرنے کو بہتر بتایا ہے۔ حضرت عثمانؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں پہلی رات میں وتر کی نماز ادا کیا کرتا ہوں" پھر بیدار ہونے پر ایک رکعت پڑھ لیتا ہوں" تاکہ اس رکعت سے اپنی طاق نماز کو جفت کر دوں۔ پس میں نے تشبیہ نہیں دی مگر اس اکیلے اونٹ کی جسے اس کے بھائیوں کے ساتھ ملا دیا گیا ہو، پھر آخر رات میں وتر پڑھتا ہوں۔

آپ کی یہ عادت مشہور ہے" کہ کھڑے ہو کر ایک ہی رکعت میں ساری رات گزار دیتے تھے، جس میں سارا قرآن مجید پڑھ

لیا کرتے تھے، یہی آپ کی نماز وتر تھی۔

بعض روایات:- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے" مجھے آں حضرت صلعم نے تین چیزوں کی وصیت فرمائی، ایک، یہ کہ سونے سے پہلے وتر پڑھوں، دوسری یہ کہ ہر ماہ تین روزے رکھوں، تیسری یہ کہ چاشت کی دو رکعت نماز ادا کروں، جسے ڈر ہو کہ صبح کو نہ اٹھ سکوں گا، اسے چاہیئے" کہ سونے سے قبل وتر کی نماز پڑھ لے، پھر سوئے۔

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے، کہ نماز وتر تین طرح پر ہے۔ اول شب کی نماز اول رات میں پڑھنی چاہیئے" پھر دو رکعت نماز ادا کرے" یا ایک ہی رکعت پڑھ کر سو جائے، پھر بیدار ہو کر ایک رکعت پڑھ کر اسے جفت کرے" پھر آخر رات ایک رکعت پڑھے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا، جسے ڈر ہو کہ آخر رات میں نہ اٹھ سکے گا وہ اول رات ہی میں پڑھ لے اور جسے یقین ہو کہ آخر رات میں جاگ سکے گا وہ آخر رات میں پڑھے اور یہ افضل ہے کہ آخر رات میں قیام کے وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں" آں حضرت صلعم آخر رات میں وتر پڑھا کرتے تھے، پھر یا اپنی کسی بیوی کے پاس چلے جاتے یا مصلے ہی پر آرام کرتے، یہاں تک کہ حضرت بلالؓ آکر صبح کی اذان کہتے۔ حضرت عائشہؓ کا ارشاد ہے کہ آں حضرت صلعم رات کے ہر حصے میں نماز وتر پڑھا کرتے۔ یعنی پہلی رات، درمیانی رات اور آخری رات میں۔ ایک روایت ہے کہ آں حضرت صلعم اذان کے فوراً بعد ہی وتر پڑھ لیا کرتے تھے۔ اقامت کے وقت دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ آپ کے صحابہ کرامؓ نماز عشا کے بعد دو رکعت پڑھا کرتے تھے، پھر چار رکعت ادا کرتے تھے۔ اس کے بعد جو چاہتا وتر پڑھتا، اور جو چاہتا سو جاتا۔

دو احکام:- جو شخص پہلی رات میں نماز وتر پڑھے، پھر نماز تہجد ادا کرے کیا اسے وتر توڑ دینی چاہیئے یا اس کے سوا جو چاہے پڑھے؟ اس بارے میں دو احکام ہیں۔

امام احمد فرماتے ہیں" کہ نہ توڑے اور فضیل بن زیاد کہتے ہیں" کہ اگر آخری رات میں بیدار ہونے میں شبہ ہو تو پہلی رات میں پڑھ لے، ورنہ زیادہ فضیلت آخری حصہ میں پڑھنے کی ہے۔ آخری حصہ میں آنکھ کھلنے پر دو رکعت نماز پڑھ لے وتر نہ پڑھے، دوسری روایت میں ہے کہ توڑ دے۔

فضیل بن زیاد نے امام احمدؒ سے پوچھا، کہ کیا وتر توڑ دینے آپ کے نزدیک جائز ہیں؟ آپ نے فرمایا، نہیں اور توڑ بھی دے تو کچھ حرج نہیں، کیوں کہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، ابن عمرؓ، حضرت عمارؓ، ابن عباسؓ اور ابوہریرہؓ نے یہی فرمایا ہے۔

وتر توڑنے کا طریقہ:- وتر توڑنے کا طریقہ یہ ہے" کہ اگر پہلی رات نماز وتر کی ایک رکعت ادا کرے اور سو جائے، پھر نصف رات کو تہجد پڑھے تو وتر توڑنے کی نیت کر کے ایک رکعت پڑھے تاکہ پہلی رکعت جفت ہو جائے۔ ایک رکعت کے بعد سلام پھیرے، کیونکہ اس سے پہلی رکعت جفت ہو جاتی ہے، اس کے بعد جو کچھ پڑھنا ہو وہ دو رکعت کر کے پڑھے اور سب کے بعد صبح ہونے سے پہلے وتر کی ایک رکعت پڑھے۔ حضرت عثمانؓ نے ایسا ہی کیا ہے۔

ایسا نہیں کرنا چاہیئے" کہ وتروں کو اس حالت میں ترک کر کے دوسری دفعہ وتر پڑھنا شروع کرے۔ آں حضرتؐ نے

فرمایا ہے" ایک رات میں دو وتر نہیں اور یہ بیان اوپر آچکا ہے، کہ اگر وتر نہ توڑے اور بعد میں جو چاہے پڑھے تو یہ جائز ہے۔

آخری رکعت میں رکوع کے بعد سر اٹھا کر یہ دعا پڑھی جائے۔

وتر کی دعا: اللّٰھم انا نستعینک ونشھد بک ونستغفرک ونؤمن بک ونتوکل علیک ونثنی علیک الخیر کلہ نشکرک ولا نکفرک ونخلع ونترک من یفجرک، اللّٰھم ایاک نعبد ولک نصلی ونسجد والیک نسعیٰ ونحفد ونرجو رحمتک ونخشیٰ عذابک ان عذابک بالکفار ملحق۔ اللّٰھم اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت انک تقضی ولا یقضیٰ علیک انہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت۔ اللّٰھم انی اعوذ برضاک من سخطک وبعفوک من عقوبتک واعوذ بک منک لا احصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔

اگر مذکورہ دعا سے زیادہ دعا مانگے تو جائز ہے۔ دعا مانگنے کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرے۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ اس دعا کے بعد سینے پر ہاتھ پھیرے۔ اگر ماہِ رمضان ہو اور دعا کرنے والا امام ہو تو پھر تمام صیغے واحد کی بجائے جمع متکلم کے کہے جائیں۔

رات کی نماز: جن لوگوں پر نیند کا غلبہ رہتا ہو ان کے لیے رات کو سو رہنا ہی بہتر ہے، کیوں کہ حضرت عائشہؓ کا ارشاد ہے آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اگر تم میں سے کوئی نماز میں ہو اور نیند اس پر طاری ہونے لگے تو اسے سو جانا چاہیئے تاکہ نیند پوری ہو جائے۔ اگر نیند کی حالت میں نماز ادا کرے تو یہ تمیز نہ کر سکے گا، کہ اس نے خدا کی درگاہ میں استغفار کی ہے یا اپنے نفس کو گالیاں دی ہیں۔

نماز میں نیند کا غلبہ: عبدالعزیز بن صہیب نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت مسجد میں تشریف لائے۔ وہاں دو ستونوں کے درمیان ایک لمبی رسی بندھی تھی۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے بتایا گیا کہ حضرت زینبؓ نے یہ رسی اسی لیے باندھی ہے کہ جب نماز پڑھتے وقت سستی چھانے لگے تو اس رسی میں وہ اپنے ہاتھ لٹکا دیں اور وہ ایسا ہی کرتی ہیں۔ آپ نے حکم دیا یہ رسی کھول دی جائے۔ فرمایا جب بدن میں چستی ہو تو نماز پڑھو، اگر سستی اور نیند کا غلبہ ہو تو بیٹھ رہو (یعنی نماز نہ پڑھو)

حضرت عروہؓ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ بنی اسد کی ایک عورت آپ کے پاس بیٹھی تھی، کہ رسولِ خداؐ تشریف لے آئے اور پوچھا یہ کون ہے؟ حضرت عائشہؓ نے بتایا کہ یہ فلاں عورت ہے، جو رات کو نہیں سوتی (یعنی رات بھر نماز پڑھتی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کام کرو جس کی تم کو طاقت ہو، خدا کی قسم اللہ تعالےٰ کسی عمل کا بدلہ دیتے ہوئے نہیں تھکتا، جب تک تم اس عمل کے کرنے سے نہ تھک جاؤ۔ فرمایا خدا کو زیادہ پسندیدہ عمل ہے، جو ہمیشہ کیا جائے، خواہ تھوڑا ہی ہو۔

پس رسول اللہ کسی کو حکم دیتے، تو اس کی طاقت کے مطابق دیتے تھے اور جب لوگ درخواست کرتے کہ ہمیں زیادہ عمل بتائیں، کیوں کہ ہم آپ کی طرح نہیں، آپ کے تمام پچھلے گناہ اللہ تعالےٰ نے معاف کر دیئے، تو آپ کو غصہ آجاتا تھا۔

چہرہ مبارک پر غصہ کے آثار نظر آنے لگتے تھے۔

قصداً سو جانا:- جس پر نیند غلبہ کرے اس کے لیے سنت طریقہ یہ ہے کہ سو رہے، اور جب نیند کی سستی دور ہو جائے، تب عبادت کرے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں "کہ آپ اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ بیٹھے بیٹھے سو جائیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رنج اور تکلیف میں رات بسر نہ کرو۔

بعض نیک لوگوں کا دستور تھا کہ جان بوجھ کر کچھ سو لیا کرتے تھے، تاکہ رات کے قیام کے لیے تیار ہو سکیں اور بعض کہتے ہیں کہ قصداً سونا مکروہ ہے، اور وہ بزرگ اس وقت تک سوتے نہ تھے جب تک نیند خود بہ خود ان پر غلبہ نہ پا لیتی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ وہب بن منبہ یمانی نے تیس برس تک زمین پر اپنا پہلو نہیں لگایا، وہ چمڑے کا ایک تسمہ پاس رکھا کرتے تھے، جب نیند غلبہ کرتی تو اس تسمہ پر اپنا سینہ رکھ کر تھوڑی دیر سستا لیتے، جس سے نیند کی سستی جاتی رہتی، پھر نماز کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے اگر شیطان کو میں اپنے گھر میں دیکھوں تو اس سے بہتر ہے کہ میں اپنے گھر میں بچھونا دیکھوں، کیونکہ آدمی کو نیند کی طرف بلاتا ہے۔

ابدال کی علامتیں:- بعض بزرگوں سے ابدال کی صفت کے بارے پوچھا گیا، تو انھوں نے جواب دیا۔ ابدال کی علامتیں یہ ہیں:- ان کی غذا فاقہ ہے، اس وقت سوتے ہیں "جب نیند ان پر غلبہ کرتی ہے" اور گفتگو اس وقت کرتے ہیں "جب اس کی ضرورت پڑتی ہے، ان کی خاموشی عین حکمت ہے اور ان کا علم قدرت ہے۔

پوچھا گیا۔ ان میں سے ڈرنے والوں کی کیا کیفیت ہے؟ جواب دیا ان کا کھانا ایسا ہے، جیسے بیماروں کا، ان کی نیند ایسی ہے جیسے ڈوبے ہوؤں کی اور فرمایا صالح لوگوں کے افعال اور احوال پر نظر نہ کریں، مگر جس کے متعلق رسولِ خداؐ نے فرمایا۔ اور معتبر امر یہی ہے کہ بندہ اس حالت تک پہنچ جائے کہ اس سے غیبت اٹھ جائے۔

بہترین عمل:- ام سلمہؓ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے "کہ رسولِ خدا صلعم سے پوچھا گیا، بہترین عمل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ جو ہمیشہ کیا جائے، خواہ تھوڑا ہی ہو۔

آنحضرتؐ کا معمول:- علقمہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ کا معمول تھا، کہ کبھی تو آدھی رات تک قیام کرتے تھے، کبھی رات کے تہائی حصے تک اور کبھی نصف رات اور اس کے چھٹے حصے کے قریب تک۔ کسی رات کے چوتھے اور چھٹے حصے تک۔ قیام کے وجوہ سورۂ مزمّل میں بیان کیے گئے ہیں۔

ایک روایت کے مطابق آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ رات کو نماز پڑھا کرو خواہ اتنے مختصر عرصہ کے لیے ہی ہو جتنا بکری کا دودھ دوہنے میں صرف ہوتا ہے۔ اس مدت میں چار رکعتیں اور کبھی دو رکعتیں ادا ہو سکتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر رات کو نماز کی دو رکعتیں ہی پڑھ لی جائیں تو یہ دنیا اور اس کی سب چیزوں سے بہتر ہیں، اگر لوگوں پر گراں نہ ہوتا تو یہ دو رکعتیں فرض کر دی جاتیں۔

قیام کی جو وجوہ بیان کی گئی ہیں ان کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں پر عبادات اور رات کا قیام آسان ہو اور عبادت کرنے سے دل پر بوجھ نہ محسوس نہ ہو۔ اس لیے قیام کا ذکر کر دیا گیا اور اس کی فضیلت بیان کر دی گئی تاکہ لوگ فرض اور سنت پر خاص طور سے قصر نہ کریں۔

رات کے تیسرے حصے تک قیام کرنا مستحب ہے۔ سب سے کم درجہ یہ ہے، کہ رات کے چھٹے حصہ تک قیام کیا جائے، آں حضرتؐ نے کبھی اتنا لمبا قیام نہیں کیا کہ صبح ہو جائے۔ درمیان میں سو بھی جاتے تھے اور ایسا بھی کبھی نہیں ہوئے کہ صبح ہی ہو جائے بلکہ رات میں قیام ضرور کرتے تھے۔

آپ نے فرمایا۔ پہلی رات کی نماز تہجد پڑھنے والوں کے لیے ہے۔ رات کے درمیانی حصہ کی نماز عبادت کرنیوالوں کے لیے ہے اور آخری حصہ نمازیوں کے لیے ہے، صبح کا قیام ان لوگوں کے لیے ہے جو غافل ہیں۔

عرش کے نیچے کا فرشتہ:- یوسف بن برہان فرماتے ہیں، مجھے بتایا گیا، کہ عرش کے نیچے ایک فرشتہ ہے جس کی شکل مرغ کی ہے، اس کے نیچے مروارید کے ہیں، پنجوں کے خار سبز زبرجد کے بنے ہیں۔ رات کا تیسرا حصہ گزرنے پر وہ اپنے پروں کو پھڑپھڑاتا ہے اور کہتا ہے اے نماز پڑھنے والو اٹھو۔ آدھی رات گزرنے کے بعد پھر وہ اپنے پروں کو پھڑپھڑاتا اور تہجد والوں کو پکارتا ہے۔ دو ثلث رات گزرنے پر پھر پروں کو جھاڑتا اور کہتا ہے اے عبادت کرنے والو اٹھو، صبح کے وقت پروں کو ہلا کر کہتا ہے اے غافلو جاگو۔ تم پر تمہارا بوجھ ہے۔

رات کو جاگنے والے:- بعض عارفوں نے کہا ہے، کہ صبح کے وقت اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی طرف دیکھتا ہے، جو رات کو جاگتے ہیں، ان کے دلوں کو نور سے روشن کر دیتا ہے، جس سے ان کے دلوں کو فائدہ پہنچتا ہے، پھر ان دلوں سے غافل دلوں کو روشنی ملتی ہے۔

اللہ کے دوست:- ایک روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے صدیقوں پر وحی نازل فرمائی۔ کہ میرے بندے ایسے ہیں، جو مجھ سے دوستی رکھتے ہیں، اور میں ان کو دوست رکھتا ہوں، میری خواہش کرتے ہیں اور میں ان کی، وہ مجھے یاد کرتے ہیں میں انھیں یاد کرتا ہوں، وہ میری طرف دیکھتے ہیں اور میں ان کی طرف دیکھتا ہوں" اگر تم بھی ان کا طریقہ اختیار کرو گے تو میں تمہیں بھی دوست جانوں گا، اگر ان کا طریقہ چھوڑ دو گے تو میری مخالفت کرنے والوں میں سے ہو گے۔

انھوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ان لوگوں کی کیا نشانی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ وہ سایہ کی ایسی ہی نگہبانی کرتے ہیں جیسی چرواہا اپنی بکریوں کی۔ یہ بالکل ان کی نگہبانی میں غرق ہوتا ہے، اور سورج غروب ہونے کی ایسی ہی انتظار کرتے ہیں۔ جس طرح پرندے اپنے گھونسلے میں جانے کے لیے سورج کے غروب ہونے کا انتظار کرتے ہیں۔

پس جب سارے جہان پر رات چھا جاتی ہے، اسرار کے پردے چھا جاتے ہیں، ہر طالب اپنے مطلوب کو آغوش میں لے لیتا ہے، اس وقت ہمارے چاہنے والے ہماری طرف قدم بڑھاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" یہ لوگ دعا کے لیے میری طرف توجہ کرتے ہیں" میری بارگاہ میں میرے ہی کلام سے حاجت مانگتے ہیں۔ انعام کی امید کرتے ہیں، پس میرے یہ بندے ان میں سے ہیں جو پکارنے اور آہ وزاری کرنے والے ہیں، قیام کرنے والے ہیں۔

بیٹھنے والے ہیں، رکوع کرنے والے ہیں، سجدہ کرنے والے ہیں، جو چیز یہ لوگ اٹھاتے ہیں میرے لیے اٹھاتے ہیں، میری محبت کی شکایت کے سوا ان کے کانوں میں اور کوئی آواز نہیں جاتی۔ انھیں میں پہلی چیز یہ عطا کرتا ہوں کہ ان کے دل میں نور بھر دیتا ہوں، پھر وہ غافل لوگوں کو میری خبر دیتے ہیں۔ ان عارفوں کو میں ملاءِ اعلیٰ پر پہنچا دیتا ہوں۔ دوسری چیز یہ ہے کہ ساتویں آسمان پر جو کچھ دن ہیں ہے یہ سب ایک پلڑے میں رکھ دیں اور دوسرے پلڑے میں ان لوگوں کے اعمال رکھیں تو ان کے اعمال کا پلڑا بھاری ہوگا، یہ ان پر میری عنایت ہے۔

تیسری چیز یہ ہے کہ میں ان پر اپنے کرم کی نظر کرتا ہوں اور جان لو اگر جس پر میں ایسی نظر کروں اس کے لیے یہ کتنی بڑی بات ہے اور اس کے لیے یہ کس قدر بڑی دولت اور نعمت ہے، جو میں اسے عطا کرتا ہوں۔

ساری رات کا قیام! مضبوط اور طاقت ور شخص ساری رات قیام کر سکتا ہے اور مضبوط وہی ہوتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ اپنی عنایت کرے اور جس کی نگہبانی کرے، ایسے لوگوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ اپنے نور سے منور رکھتا ہے۔ ایسے لوگوں کا قیام ان کے لیے بخشش کا باعث ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں ممتازی اور سرفرازی کا ایسا خلعت عطا ہوتا ہے جو مرتے وقت تک ان سے نہیں چھینا جاتا۔

شب زندہ دار لوگ! حضرت عثمانؓ بن عفان رات کو بیدار رہا کرتے تھے۔ تمام رات کی ایک ہی رکعت میں قرآن مجید ختم کر لیا کرتے تھے۔ پہلے اس بات کا ذکر آچکا ہے۔ آں حضرتؐ کے چالیس صحابہ کرامؓ جو آپ کی اتباع کرنے والے تھے، شب زندہ دار تھے، انھوں نے چالیس سال تک عشا کے وضو سے نمازِ فجر ادا کی۔ ان میں ان حضرات کے نام مشہور ہیں۔ سعید بن جبیر، صفوان بن سلیم، ابو حازم، محمد بن منکدر (اہل مدینہ میں سے تھے) فضیل بن عیاض، وہب بن ورد (یہ اہلِ مکہ میں سے تھے) طاؤس، وہب بن منبہ (یہ اہلِ یمن میں سے تھے) ربیع بن خثیم، حکم (یہ اہلِ کوفہ میں سے تھے) ابو سلیمان رازیؒ علی بن بقال (یہ اہلِ شام میں سے تھے) ابو عبداللہ خواص، ابو عاصم (یہ اہلِ عبادان میں سے تھے) حبیب ابو محمد، بوجائز سلیمانی (یہ اہلِ فارس میں سے تھے) مالک بن دینار، سلیمان تیمی، یزید رقاشی، حبیب بن ابی ثابت، یحییٰ بکا (یہ اہلِ بصرہ میں سے تھے) علاوہ ازیں اور کئی ایسے حضرات ہیں۔

باب ۳۰

شب بیداری۔ نمازِ تہجد۔ نمازِ ضحیٰ اور بعض وظیفے۔ نماز اور اس کے اوقات

شب بیداری

وقت پر جاگنا: جس پر کمل غفلت طاری ہو، اس کے گناہوں نے اسے گھیر رکھا ہو، اس کی خطاؤں نے اسے قیام شب سے روک رکھا ہو اور وہ رات کے وقت نماز پڑھنا چاہے، عبادت کرنے والوں اور سحر کے وقت استغفار کرنے والوں میں شامل ہونا پسند کرے، اسے چاہیئے کہ رات کو پہلو پر لیٹ کر تین دفعہ اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرے، پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور سورۂ کہف شروع اور آخر سے دس دس آیات پڑھے، پھر آمن الرسول اور سورۂ قل یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس پر فضل کرے گا، اور اسے وقت پر جگا دے گا اور اسے رات کے قیام کی ہمت عطا فرمائے گا۔

علاوہ ازیں یہ دعا بھی پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اَیْقِظْنِیْ فِیْ اَحَبِّ السَّاعَاتِ اِلَیْکَ وَاسْتَعْمِلْنِیْ بِاَحَبِّ الْاَعْمَالِ لَدَیْکَ الَّتِیْ تُقَرِّبُنِیْ اِلَیْکَ زُلْفٰی وَتُبَاعِدُنِیْ مِنْ سَخَطِکَ بُعْدًا اَسْئَلُکَ فَتُعْطِیَنِیْ وَاَسْتَغْفِرُکَ فَاغْفِرْلِیْ وَاَدْعُوْکَ فَاَسْتَجِبْ لِیْ اَللّٰھُمَّ لَا تُؤْمِنْ مَکْرَکَ وَلَا تُوَلِّنِیْ غَیْرَکَ وَلَا تَرْفَعْ عَنِّیْ سِتْرَکَ وَلَا تُنْسِنِیْ ذِکْرَکَ وَلَا تَجْعَلْنِیْ مِنَ الْغَافِلِیْنَ۔

اے اللہ! جو ساعتیں تجھے زیادہ پسند ہیں، ان میں مجھے جگا دے اور ان کاموں میں لگا جو تجھے بہت پسند ہیں اور تیرے قرب کا باعث ہیں، میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں کہ مجھ سے اپنا غضب دور کر دے، میں تیری جناب میں استغفار کرتا ہوں، تو مجھے بخش دے، میں تیرے ہاں دعا کرتا ہوں، تو میری دعا قبول فرما اے اللہ! مجھے اپنے عذاب سے امن دے، اپنے سوا کسی دوسرے کے سپرد نہ کر، میرے اوپر سے اپنا پردہ نہ اٹھا، اپنے ذکر کو مجھ سے فراموش نہ کرا اور مجھے غافلوں میں شامل نہ کر۔

بزرگوں کا قول ہے کہ جو شخص یہ الفاظ کہے اللہ تعالیٰ اس پر فرشتے مقرر کر دیتا ہے "جو اسے نماز کے لیے جگاتے ہیں۔ جب وہ نماز کے بعد دعا کہتا ہے تو فرشتے بھی اس کے ساتھ آمین کہتے ہیں، اگر وہ بیدار نہ ہو تو فرشتے اس کی جگہ عبادت کرتے ہیں اور دعا

پڑھنے والے کو اس کا ثواب مل جاتا ہے۔

سوتے وقت کی دعاء۔ آں حضرت صلعم کا ارشاد ہے، کہ جو شخص عبادت کے لیے رات کو جاگنے کی خواہش کرے وہ سوتے وقت یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ ابْعَثْنِیْ مِنْ مَضْجَعِیْ لِذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَصَلَاتِکَ وَاسْتِغْفَارِکَ وَتِلَاوَۃِ کِتَابِکَ وَحُسْنِ عِبَادِکَ۔

اے اللہ! مجھے اپنے ذکر کے لیے وقت پر بیدار کردے تاکہ میں تیرا شکر کروں تیری نماز اور استغفار پڑھوں، قرآن کی تلاوت اور عبادت پر لگ جاؤں۔

پھر تسبیح اور حمد کو ۳۳ دفعہ پڑھے، ۳۴ دفعہ تکبیر کہے۔ چاہے تو ۲۵ دفعہ یہ بھی پڑھے۔

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔ یہ کلمات پڑھنا آسان ہیں، اول سے آخر تک سو ہیں۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلعم سوتے وقت اپنے داہنے ہاتھ پر اپنا رخسار رکھ لیتے تو اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا گویا آپ کے بدن سے روح نکل گئی ہے، اس وقت یہ تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْءٍ مُنْزِلَ التَّوْرَاۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْفُرْقَانِ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰی وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ ذِیْ شَرٍّ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ دَابَّۃٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الظَّاھِرُ فَلَیْسَ فَوْقَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَیْسَ دُوْنَکَ شَیْءٌ اُقْضِ عَنِّیَ الدَّیْنَ وَاَغْنِنِیْ مِنَ الْفَقْرِ۔

یا اللہ! تو ساتوں آسمانوں اور عرشِ عظیم کا پروردگار ہے ہماری ہر چیز کا پروردگار ہے، تورات، انجیل اور فرقان حمید کا نازل کرنے والا ہے۔ ہر دانہ اور تخم کو تو ہی پھاڑتا ہے۔ میں تیرے ہاں بدوں کی بدی سے امن کی درخواست کرتا ہوں اور ہر جانور کی بدی سے امن چاہتا ہوں، تو اسے پیشانی سے پکڑ لیتا ہے۔ اے اللہ سب سے پہلے تو ہی ہے کوئی دوسری چیز تجھ سے پہلے نہ تھی اور سب سے پیچھے تو ہی رہے گا، کوئی چیز تیرے بعد رہنے والی نہیں ہے۔ تو ظاہر ہے اور کوئی چیز تیرے اوپر نہیں ہے تو پوشیدہ ہے کوئی دوسری چیز تیرے سوا ایسی پوشیدہ ہیں، مجھ سے میرا قرض دور کر اور مجھے فقر سے بچا کر غنی کر۔

آدابِ نمازِ تہجد

آنحضرت صلعم کا معمول۔ جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رات کے قیام کی توفیق نصیب ہو اور کوئی عذر درپیش نہ ہو تو اسے ہمیشہ نماز تہجد پڑھنا چاہیئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، کہ آں حضرت صلعم کا ارشاد ہے جو شخص

اللہ کی عبادت کرنے والا ہو وہ تکلیف سے ڈر کر عبادت ترک کر دے تو یہ بات اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اس سے دوری کا باعث بن جاتی ہیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں، جب کبھی آں حضرتؐ پر نیند زیادہ غالب ہو جاتی یا بیمار ہو جاتے اور رات کو نہ اٹھ سکتے، تو اس کے بدلے میں دن میں بارہ رکعت ادا کرتے، حدیث میں آیا ہے "کہ اس کے نزدیک سب سے زیادہ درست عمل وہ ہے، جو ہمیشہ کیا جائے خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

تہجد کے لیے رات کو اٹھتے وقت یہ کہنا چاہیئے :۔

نمازِ تہجد کی دعائیں :۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانِیْ بَعْدَ مَا اَمَاتَنِیْ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ۔

تعریف ہے اللہ کی جس نے مارنے کے بعد مجھے پھر زندہ کیا اور مخلوق کا حشر اسی کی طرف ہے۔

پھر آلِ عمران کے آخر کی دس آیتیں پڑھے، وضو کرے اور اس کے بعد یہ کہے :۔

سُبْحٰنَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَسْئَلُكَ التَّوْبَةَ فَاغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا شَكُوْرًا وَاجْعَلْنِیْ مِمَّنْ یَّذْكُرُكَ ذِكْرًا كَثِیْرًا وَّیُسَبِّحُكَ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا۔

تو کتنا اچھا ہے۔ تیرے ہی لیے حمد ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تجھی سے بخشش اور توبہ کی درخواست کرتا ہوں، تو مجھے توبہ کی توفیق عطا فرما، تو توبہ قبول کرنے والا رحیم ہے۔ یا اللہ! مجھے ان لوگوں میں بنا جو توبہ کرنے والے پاک رہنے والے ہیں، اور مجھے صبر کرنے والا شکر کرنے والا بنا! اور ان لوگوں میں شامل کر جو تجھے بہت یاد کرنے والے ہیں، صبح شام تیری تسبیح پڑھتے ہیں۔

اس دعا کے بعد آسمان کی طرف سر اٹھائے اور یہ کہے :۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ اَنَا عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِكَ جَارٍ فِیَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَآؤُكَ اَسْئَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ صَدْرِیْ وَجَلَآءَ حُزْنِیْ وَذَهَابَ هَمِّیْ وَغَمِّیْ وَاَنْ تَجْعَلَ كُلَّ هَمٍّ لِیْ فَرَجًا وَّكُلَّ غَمٍّ لِیْ مَخْرَجًا وَّكُلَّ ضِیْقٍ لِیْ سَعَةً وَّكُلَّ حَاجَةٍ لِیْ قَضَآءً وَّكُلَّ عُسْرٍ لِیْ یُسْرًا وَّكُلَّ ضَالَّةٍ لِیْ هُدًی وَّكُلَّ مَرَضٍ لِیْ شِفَآءً وَّكُلَّ سُوْءٍ لِیْ عَافِیَةً وَّكُلَّ بَلَآءٍ لِیْ سَلَامَةً وَّكُلَّ ذَنْبٍ لِیْ مَغْفِرَةً وَّكُلَّ خَطِیْئَةٍ لِیْ اَنْ تَغْفِرَهَا لِیْ وَتَرْحَمَنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں، جو یکتا ہے، نہ اس کا کوئی شریک ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تیری معافی کے ساتھ تیرے عذاب سے پناہ چاہتا ہوں، تیری قہر سے تیری رضا میں امن چاہتا ہوں، تجھ سے تیرے ہی ہاں پناہ مانگتا ہوں، اپنی تعریف جس طرح تو نے خود کی ہے مجھ میں ایسی تعریف کرنے کی طاقت نہیں۔ میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے کا بیٹا ہوں۔ میری پیشانی تیرے ہی ہاتھ میں ہے، میرے بدن پر سراسر تیرا ہی حکم جاری ہے۔ تیرے ہی عدل سے قائم ہے، جن ناموں سے میں نے کسب کیا وہ یہ ہیں اور جس نفس سے میں نے عمل کیا وہ یہ ہے تیرے سوا میرا کوئی

عَلِمْتَ سُوْءً وَ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذَنْبَ الْعَظِیْمَ ، اِنَّکَ اَنْتَ رَبِّیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ ۔

معبود نہیں، تو پاک ہے اور میں ان لوگوں میں سے ہوں جو ظالم ہیں، میں نے بُرے عمل کیے ہیں، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے تو میرے کبیرہ گناہوں کو بخش دے، میرا پروردگار تو ہی ہے، تیرے سوا کوئی دوسرا گناہوں کو بخشنے والا نہیں، نہ تیرے سوا کوئی اور معبود ہے۔

جب نماز کے لیے قبلہ رُو کھڑا ہو تو یہ دعا پڑھے ،

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَسُبْحٰنَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ۔

اللہ بزرگ ہے اور بزرگی کے لائق بھی وہی ہے، حمد بھی اللہ ہی کے لیے ہے، میں صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں۔

اس کے بعد دس مرتبہ تسبیح پڑھے، دس ہی دفعہ حمد پڑھے اور دس دفعہ یہ کہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دس دفعہ تکبیر کہے اور یہ پڑھے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ ذُوالْمَلَکُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْعَظَمَۃِ وَالْجَلَالِ وَالْقُدْرَۃِ

اللہ بزرگ ہے، وہ صاحبِ ملکوت و جبروت ہے، بزرگی، عظمت، جلال اور قدرت والا ہے۔

اگر چاہے تو یہ پڑھے جو آں حضرتؐ قیام تہجد میں پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ زَیِّنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیُّوْمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَمَنْ عَلَیْھِنَّ اَنْتَ الْحَقُّ وَ لِقَاءُکَ حَقٌّ وَالْجَنَّۃُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِیُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَقٌّ ۔ اَللّٰھُمَّ بِکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَ بِکَ خَاصَمْتُ وَاِلَیْکَ حَاکَمْتُ فَاغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَللّٰھُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوٰھَا وَزَکِّھَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکّٰھَا ۔ اَنْتَ وَلِیُّھَا وَمَوْلَاھَا

یا اللہ! حمد تیرے ہی لئے مخصوص ہے، تو ہی آسمانوں اور زمینوں کو روشنی بخشنے والا ہے، تو ہی انہیں زینت دیتا ہے، حمد و ثنا خاص تیرے ہی لیے ہے۔ تو نے ہی آسمانوں اور زمین کو قائم کیا۔ جو دونوں کے بیچ ہیں، اور جو کچھ ہے، وہ سب تو نے بنایا ہے تو ہی سچا ہے اور تجھ ہی سے سچائی کا وجود ہے، تیرا دیدار، بہشت اور دوزخ برحق ہیں، تیرے سب انبیا سچے ہیں۔ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سچے اور برحق ہیں۔ یا اللہ میں تیرا ہی مطیع ہوا ہوں، تیری ہی طرف رغبت کی ہے تجھ پر توکل کیا ہے، اپنے ظاہر اور باطن سارے کام تیرے ہی سپرد کیے ہیں تو ہی میرا حاکم ہے میں نے جس قدر گناہ کیے ہیں وہ سب بخش دے! میں نے جو کچھ چھپایا اور ظاہر کیا، اس سب سے تو واقف ہے، تو سب سے پہلے تھا اور سب کے بعد بھی رہے گا۔ تیرے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں، یا اللہ! میرے نفس کو پرہیزگاری بخش! اسے پاک کر! پاک کرنے والوں میں بہتر پاک کرنے والا تو ہی ہے۔ تو نفسوں کا مالک اور ان کا خداوند ہے، یا اللہ! مجھے زیادہ

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَعْمَالِ فَاِنَّهٗ لَا يَهْدِيْ لَاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا فَاِنَّهٗ لَا يَصْرِفُ عَنِّيْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ . اَسْئَلُكَ مَسْئَلَةَ الْبَائِسِ الْمِسْكِيْنِ وَ اَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْمُفْتَقِرِ الذَّلِيْلِ نَلَا تَجْعَلْنِيْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا وَّكُنْ بِيْ رَءُوْفًا رَّحِيْمًا يَا خَيْرَ الْمَسْئُوْلِيْنَ وَ اَكْرَمَ الْمُعْطِيْنَ ۔

نیک کاموں کا راستہ دکھا! تجھ سے بڑھ کر اور کوئی ایسا نہیں، جو بہتر اور نیک کاموں کا راستہ دکھا دے اور نفس کی برائیوں کو مجھ سے دور کر دے، اس کی برائیوں کو تیرے سوا اور کوئی دور نہیں کر سکتا، میں بڑی عاجزی کے ساتھ تجھ سے ان باتوں کا سوال کرتا ہوں۔ میں محتاج ہوں، فقیر ہوں، ذلیل ہوں اور بڑی حاجات کے ساتھ تجھ سے دعا کرتا ہوں، تو مجھ پر مہربانی اور کرم کر، جن سے سوال کیا جاتا ہے، ان سب سے زیادہ تو نیک اور کرم کرنے والوں میں سب سے زیادہ کریم ہے۔

ابو نضر اپنے والد سے وہ یحییٰ بن کثیر سے اور وہ ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ سے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آں حضرتؐ کس سے نماز شروع کیا کرتے تھے؟ آپ نے جواب دیا، پہلے آپ تکبیر پڑھتے پھر یہ دعا فرماتے:۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَ اِسْرَافِيْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ اِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔

یا اللہ! جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل کو تو نے ہی پیدا کیا ہے، آسمانوں اور زمین کے ظاہری اور باطنی بھیدوں کا جاننے والا تو ہی ہے۔ بندے جن باتوں میں اختلاف کرتے ہیں۔ ان میں تو ہی حکم کرنے والا ہے جس چیز میں اختلاف کیا گیا ہے، تو اس میں مجھے سیدھا راستہ دکھا، جسے چاہتا ہے تو سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

رات کی نماز کے وقت کھانا پینا:۔ رات کو کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا مستحب ہے، پہلے دو رکعت مختصر نماز پڑھے، نماز اور تسبیح سے فارغ ہونے سے قبل کوئی شے نہ کھائے، کیونکہ جب آدمی خواب سے بیدار ہوتا ہے، تو اس کا دل صاف ہوتا ہے، اس میں کوئی فکر نہیں ہوتی۔

جب کوئی چیز کھا لیتا ہے تو دل صاف نہیں رہتا، اپنی ہیئت سے بدل جاتا ہے، اس میں تاریکی آجاتی ہے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ فارغ ہو کر کھائے پیئے، اگر بھوک غالب ہو یا رمضان کا مہینہ ہو اور خوف ہو کہ بھوک لگے گی یا صبح ہو جانے کا خوف ہو تو اس صورت پہلے کھا لینا ہی مستحب ہے۔

مستحب یہ ہے کہ جب تک رات کے وقت تین سو آیتیں نہ پڑھ لے، سوئے نہیں۔ اس عمل سے عابد **رات کے اوراد:۔** کہلائے گا، اسے غافلوں کی فہرست میں نہیں لکھتے۔ اس ورد کو پورا کرنے کے لیے، سورۂ فرقان اور سورۂ

ضرور پڑھنا چاہیئے۔ کیوں کہ ان دونوں سورتوں میں تین سو آیتیں ہیں، اگر یہ سورتیں یاد نہ ہوں تو سورۂ واقعہ، سورۂ نون، حاقہ اور سورہ واقعہ پڑھے۔ یعنی سال سائل اور مدثر۔ اگر یہ بھی اچھی طرح نہ جانتا ہو تو پھر قرآن کے آخر تک سورۂ طارق پڑھے، اس کی بھی تین سو آیتیں ہیں۔

اگر ایک ہزار آیات پڑھے تو یہ زیادہ بہتر ہے، اس میں فضیلت زیادہ ہے، ایسا کرنے والے کے لیے اجر میں ایک بڑا خزانہ لکھ دیا جاتا ہے، اور اسے عابدوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ سورۂ تبارک الذی سے لے کر قرآن کے آخر تک ایک ہزار آیتیں ہیں۔

اگر انھیں بھی اچھی طرح نہ جانتا ہو تو قل ھو اللہ احد اڑھائی سو مرتبہ، کیوں کہ یہ مجموعہ ایک ہزار آیات کے برابر ہے۔ ہر رات میں یہ سورتیں پڑھنی مناسب ہیں، الٓمٓ سجدہ، یٰسین، حٰمٓ، دخان، تبارک الذی۔ یہ چاروں برابر پڑھتا رہے اور ان کا پڑھنا ترک نہ کرے، ان کے ہمراہ سورۂ زمر اور واقعہ بھی پڑھے تو اور زیادہ بہتر ہے۔

آنحضرت صلعم کا دستور:۔ آں حضرتؐ کا دستور تھا کہ اول سورۂ سجدہ اور تبارک الذی ملا کر پڑھا کرتے تھے، پھر سو جاتے ایک حدیث میں آیا ہے، کہ آں حضرت صلعم اس موقعہ پر سورۂ واقعہ اور بنی اسرائیل اور زمر تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ ایک اور حدیث کے مطابق آپ مسبحات پڑھا کرتے تھے اور بعض کا کہنا ہے، کہ اس میں ایک ایسی آیت ہے جس کا ثواب ایک لاکھ آیات کے برابر ہے۔

قیام کی مدد چیزیں:۔ رات کے قیام میں جو چیزیں مدد دیتی ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:۔ حلال کھانا، توبہ پر استقامت، خدا کے عذاب کا غم اور فکر کرنا، مغفرت کی امید رکھنا، مشتبہ چیزوں کے کھانے سے بچنا، گناہوں پر اصرار کرنا موت کو یاد رکھنا، دنیا کی محبت اور فکر کو دل سے دور کرنا، موت کے بعد جو کچھ پیش آنے والا ہے اس کی فکر کرنا۔

ایک شخص نے حضرت حسنؓ کی خدمت میں عرض کیا، کہ میں تندرست ہوں اور رات بھر سویا رہتا ہوں، مگر دل میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ رات کو اٹھ کر نماز پڑھوں گا۔ اس مقصد کے لیے وضو کا پانی بھی پاس رکھا ہوتا ہے، مگر اس کے باوجود اٹھ نہیں سکتا، اس کی کیا وجہ ہے؟

آپ نے فرمایا تیرے گناہوں نے تجھے قید کر رکھا ہے۔

ایک گناہ کا نتیجہ:۔ نوریؒ فرماتے ہیں "میں نے ایک گناہ کیا جس کے باعث میں پانچ ماہ تک رات کے قیام سے محروم رہا۔ لوگوں نے پوچھا، وہ کون سا گناہ تھا؟ فرمایا۔ ایک شخص کو روتے دیکھ کر میں نے کہہ دیا تھا، یہ ریا سے رو رہا ہے۔

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں، آدمی ایک گناہ کے باعث رات کے قیام اور ان کے روزہ سے محروم ہو جاتا ہے۔

بعض بزرگوں نے کہا ہے، کہ بہت سے ایسے کھانے ہیں جو آدمی کو رات کے قیام سے روک دیتے ہیں، اور بہت سی نظریں ایسی ہیں جن کے باعث آدمی قرآن پڑھنے سے محروم رہ جاتا ہے۔ یقیناً آدمی کو بعض کھانے اور بعض کام سال بھر کے قیام شب سے محروم رکھتے ہیں، اگر آدمی اچھی جستجو کرے تو زیادہ نقصان سے بچ جاتا ہے، اور گناہوں کی کمی سے جستجو کی

لیاقت ہو جاتی ہے۔

ابو سلیمان فرماتے ہیں، کہ نمازی شخص سے اگر نماز فوت ہو تو کسی گناہ ہی کے سبب فوت ہوتی ہے۔ اس کے سوا کسی اور وجہ سے فوت نہیں ہوتی۔ فرمایا احتلام کا ہو جانا ایک عذاب ہے۔ جنابت، اللہ تعالیٰ سے دوری کا باعث ہے۔ فرمایا کھانا پینا بھی اسی بلا میں گرفتار کرتا ہے، اس واسطے کہا گیا، کہ جہاں تک ہو سکے غذا کم استعمال کرنا کہ معدہ خالی رہے۔

نیند کی زیادتی:- عون بن عبداللہ فرماتے ہیں، کہ بنی اسرائیل کے عابدوں کے پاس جب کھانا حاضر کیا جاتا تھا تو ایک شخص ان کے پاس کھڑا ہو کر پکار کر کہا کرتا تھا کہ زیادہ نہ کھاؤ، ورنہ نیند آئے گی، زیادہ سویا کرو گے اور نماز کم پڑھو گے۔

کہتے ہیں، اگر پانی زیادہ پیا جائے تو نیند زیادہ آتی ہے، ستر صدیق اس پر متفق ہیں، اگر کوئی شخص اپنے دل میں اندیشہ اور غم و فکر کو زیادہ کرے تو اس سے دل زندہ ہوتا ہے اور عالم ملکوت میں فکر کرنے کی عادت ڈالے اور دن کے وقت قیلولہ کیا کرے، دنیوی کاموں میں اپنے اعضا کو زیادہ تکلیف نہ دے۔ اول رات قیام کرنا چاہے تو کرے، نیند غلبہ کرے تو پھر سو جائے، آنکھ کھلنے پر قیام کرے پھر سو جائے۔ ایسی صورت میں اسے رات میں کم از کم دو دفعہ قیام کرنے کا موقع مل جائے گا اور دو ہی مرتبہ سونے کا وقت مل سکے گا۔ یہ عمل سب سے سخت ہے اور یہ وہی لوگ کرتے ہیں، جو اہلِ حضور اور اہلِ ذکر و فکر ہوں یہ رسول اللہ کا طریقہ تھا۔

نماز سے قبل سو جانا:- جس عامل میں قوت اور طاقت ہو، وہ رات میں کئی مرتبہ قیام کرتا اور کئی مرتبہ سوتا ہے۔ قیام و خواب یعنی نیند کا برابر ہونا بڑا کمال ہے، جو آں حضرتؐ ہی کو حاصل تھا اور کسی کو نصیب نہیں ہوا، کیونکہ ان کا دل ہمیشہ جاگتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر وحی نازل ہوتی رہتی ہے، وہ خواب کی حالت میں بھی پہلو بدلتے رہتے ہیں، یہ مرتبہ عام لوگوں کو حاصل نہیں ہوتا بلکہ اللہ کے مخصوص بندوں کو ہی ملتا ہے۔

چہرہ کی زردی:- دوسری وجہ یہ ہے، کہ رات کے آخری حصہ میں سو جانے سے چہرہ پر زردی نہیں آتی، کیوں کہ تکلیف اٹھا کر جاگنے سے چہرے پر زردی آجاتی ہے، اس لیے اس سے بچنا چاہیئے۔ یہ بہت باریک دروازہ ہے جس میں نفس کی شہوت چھپی رہتی ہے۔ یہ شرک خفی ہے، جس نفس میں نفسانی شہوت اور شرک خفی ہو اس پر لوگ انگلیاں اٹھاتے ہیں" اور یہ بات تو عقل سے معلوم ہو جاتی ہے، کہ جس کا چہرہ صبح زرد ہو تو یہ زردی شب بیداری، روزہ رکھنے یا خوفِ خدا کے باعث ہوتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ سے شرک و ریا سے پناہ مانگنی چاہیے۔

رات کو پانی کم پینا چاہیئے، زیادہ پانی پینے سے زیادہ نیند آتی ہے۔ آخر رات کو جاگنے کے بارے میں ایک حدیث ہے، کہ آں حضرتؐ آخری رات میں وتر پڑھا کرتے تھے، پھر داہنی کروٹ تھوڑی دیر کے لیے سو جاتے، حتیٰ کہ حضرت بلالؓ آکر نماز کے لیے اٹھاتے، تب آپ مسجد میں تشریف لے جاتے۔

نیند:- پہلے زمانہ میں دستور تھا، کہ وتر کی نماز کے بعد اور نمازِ فجر سے قبل کچھ دیر کے لیے لوگ سو جایا کرتے، وہ اسے سنت سمجھتے۔ حضرت ابو ہریرہؓ اور ان کے پیرو ایسے ہی لوگوں میں سے تھے۔

اس کے مستحب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اہلِ مشاہدہ کے دل کو خواب حضوری بخشی ہے۔ عالم ملکوت کا حال ظاہر نہیں ہوتا۔ کئی علوم وعجائبات اور حکمتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ خطوط کے اقسام میں سے جو چیزیں ان پر تیار رکھی ہیں، اگر غائب ہو جائیں تو نیند میں ان کی اطلاع ہو جاتی ہے۔ اہل علم اور اہلِ ریاضت کے لیے یہ آرام و راحت کا سبب ہیں، یہی وجہ ہے کہ آں حضرت صلعم نے فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک سونے کو منع فرمایا ہے۔ عصر کی نماز کے بعد مغرب کی نماز سے قبل سورج غروب ہونے تک نماز نہ پڑھنا چاہیے تاکہ اوراد و وظائف کرنے والے اس دوران میں آرام کر سکیں۔

دن رات کی نمازوں میں بیٹھنے کا بین فرق کرنا بھی مناسب ہے۔ تاکہ اعضا کو آرام ملے، اور قوت پیدا ہو جائے، اس سے نفس کی تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے اور دوبارہ قیام کرنے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔

تہجد اور نماز کے لیے اپنے نفس کو آمادہ کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ — جب تھوڑی رات باقی رہ جائے تو ستاروں کے غائب ہو جانے تک اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو!

پھر فرمایا۔

وَأَدْبَارَ السُّجُودِ — سجدوں کے بعد تسبیح پڑھو۔

قیام کی قضا: اگر نیند یا کسی اور وجہ سے رات کا قیام رہ جائے، تو آفتاب کے طلوع ہونے سے زوال تک قضا کر لیا جائے کیوں کہ ایسا کرنا قیام کرنے ہی کے برابر ہے۔ ابو نضرہ اپنے والد سے، وہ عبداللہ بن عنم سے اور وہ عمر بن خطابؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ زوال کے بعد نمازِ ظہر سے پہلے چار رکعت نماز ادا کرنی نمازِ فجر کے برابر ہے۔ ایک دوسری روایت حضرت عمرؓ نے بیان فرمائی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص رات کو سو جائے اور ورد سے محروم رہے یا بھول جائے پھر اسے نماز صبح تک پڑھ لے تو وہ ورد کرنے اور نہ بھولنے والے کے برابر ہے۔

بعض بزرگوں نے آں حضرت کا ارشاد یہ بیان کیا ہے کہ اگر فوت شدہ نماز زوال سے قبل قضا کر لی جائے تو وہ وقت پر نماز پڑھنے والوں کی مانند ہے۔ اگر اس وقت نماز نہ پڑھ سکے تو ظہر اور عصر کے درمیان قضا پڑھ لے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً — میں نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا خلیفہ بنایا ہے
لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا — جو چاہے ان میں مجھے یاد کرے، اور شکر ادا کرے۔

ایک دوسرے کا خلیفہ بنانے سے مراد یہ ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے بعد آتے ہیں۔

وظائف شب کے پانچ اوقات: روایات سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ رات کے وظائف پانچ ہیں۔ مغرب و عشا کے درمیان عشا کے بعد، سونے کے وقت تک، نصف رات کے بعد، رات کا تیسرا حصہ گزرنے کے بعد، سحری کے آخر اور صبح صادق سے قبل (اس وقت قرآن کریم کی تلاوت کرنی چاہیے) اس موقع پر قرآن کریم میں غور کر کے عبرت حاصل کرنی چاہیے، اسی میں صبح کر دی جائے اور کہیں وتر کی نماز رہ نہ جائے، اس لیے آں حضرتؐ نے فرمایا۔ رات کی نماز دو دو رکعت ہے اور اگر صبح ہونے کا خوف ہو تو پھر وتر پڑھ کر پہلی نماز طاق کر لی جائے، اگر پڑھنے والا سو جائے اور وتر رہ جائے

تو پھر جیسا کہ وتر کی نماز کے تحت بیان ہوا ہے) قضا کر لی جائے۔

صبح کے وظائف کے پانچ اوقات:- دن کے وظائف کے پانچ اوقات ہیں۔ اوّل وہ وظائف ہیں جو صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد طلوع آفتاب تک پڑھے جاتے ہیں۔ دوسری نماز ضحیٰ ہے یعنی قبل زوال آفتاب، تیسری زوال کے بعد نماز کی رکعت ادا کرنی۔ اس نماز میں ایک ہی سلام ہے، اور قرآن کریم کو اچھی طرح تلاوت کرنا چاہیے۔ روایت ہے کہ جو شخص اس پر عمل کرے اس پر آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ چوتھا وقت ظہر اور عصر کے درمیان ہے، پانچواں وقت عصر کے بعد غروب آفتاب تک۔

اوراد و وظائف:- دن کے وظائف میں مستحب یہ ہے، کہ فجر کی نماز سے فارغ ہو کر طلوع آفتاب تک بیٹھ کر قرآن کریم یا تسبیح پڑھے، یا اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں فکر کرے، اس کی یاد میں لگ جائے، کسی کو تعلیم دے یا کسی عالم کے پاس بیٹھ جائے۔ عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک پھر یہی عمل کرے۔ ان دونوں اوقات میں نوافل پڑھنے کی ممانعت ہے۔

شیخ ابو نصر اپنے والد سے وہ ابی امامہؓ سے راوی ہیں" کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر یاد کرنا مجھے بہت عزیز ہے، یہ ویسے ہے گویا میں دو غلاموں کو آزاد کر رہا ہوں اور اسمٰعیل کی اولاد میں چار غلاموں کو آزاد کرنے کی نسبت میرے لیے یہ زیادہ بہتر ہے کہ عصر کی نماز کے بعد غروبِ آفتاب تک اللہ کا ذکر کروں۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں" کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اپنا رزق طلب کرنے میں غفلت نہ برتو اور غافل ہو کر سو نہ رہو۔ لوگوں نے انس سے اس کی تشریح چاہی تو آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ صبح کی نماز کے بعد ۳۳ بار یہ کہو (حمد اللہ ہی کے لیے ہے، اللہ تعالیٰ پاک ہے اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، اللہ بزرگ ہے)

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ ۳۳ بار تسبیح اور اتنی ہی دفعہ حمد پڑھو۔ ۳۴ دفعہ تکبیر کہو اور ان الفاظ پر ختم کرو!

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں۔ ملک اسی کے لیے مخصوص ہے، اسی کے لیے حمد ہے وہی زندہ کرتا ہے، وہی مارتا ہے، وہ زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی، سب نیکی اسی کے ہاتھ میں ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

عصر کے بعد سونے کے وقت تک اسی طرح دعا پڑھی جائے۔

ابو نصر اپنے والد سے اور وہ عروہ بن زبیر سے راوی ہیں" کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ رات کو اللہ کی

جہاد کے برابر عبادت:- راہ میں نکلنا دنیا اور اس کی سب چیزوں سے بہتر ہے۔ کسی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! اگر کسی میں اس بات کی طاقت نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ فرمایا۔ مغرب کی نماز کے بعد عشا کی نماز تک اللہ کا ذکر کرنا اس کی راہ میں نکلنے کے برابر ہے۔ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد جو شخص طلوعِ آفتاب تک بیٹھ کر اللہ کو یاد کرتا رہے، اس کا یہ عمل راہِ

خدا میں جہاد کے برابر ہے۔

ورد کا ثواب:۔ ابو نصر اپنے والد سے اور وہ ابی امامہ سے روایت کرتے ہیں، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص نماز صبح کے بعد دس دفعہ یہ دعا پڑھے خدا تعالےٰ اسے دس نیکیاں دیتا ہے، اس کی دس برائیاں دور کرتا ہے، بہشت میں دس درجے دیتا ہے اور دس بردوں کے آزاد کرنے کے برابر ثواب عطا کرتا ہے، شرک کے سوا باقی سارے گناہ بھی معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ دعا یہ ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اسی کے لیے مخصوص ہے، اسی کے لیے حمد ہے وہی زندہ کرتا، وہی مارتا ہے۔ وہ زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی، سب نیکی اسی کے ہاتھ میں ہے۔

وضو کا ثواب:۔ جو شخص اچھی طرح وضو کرے، تو جو گناہ آنکھ یا زبان سے کیا ہے وہ معاف کر دیا جاتا ہے اگر کوئی اللہ کے حکم کے مطابق ہاتھ دھوئے تو اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ سر اور دونوں کانوں کا مسح کرنے سے کانوں کے (سننے کے) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، جب اللہ کے حکم کے مطابق دونوں پاؤں دھوتا ہے، تو جو گناہ پاؤں سے چلنے کے باعث ہوئے وہ معاف کر دیے جاتے ہیں، اور جب نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو یہ اس کے لیے فضیلت کا باعث ہوتی ہے۔

باوضو سونا:۔ جو شخص اللہ تعالےٰ کی یاد میں باوضو سو جائے، اٹھنے پر وہ جو دعا کرے، قبول ہوتی ہے۔ جو شخص اللہ کی راہ میں تیر چلائے خواہ وہ نشانہ پر لگے یا نہ لگے، دونوں حالتوں میں اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے جو شخص اللہ کی راہ میں چلتے چلتے بوڑھا ہو جائے، اسے قیامت میں نور عطا ہوگا۔

نمازِ ضحیٰ اور بعض وظیفے

مختلف بیانات:۔ ابو نصر نے اپنے والد سے، وہ حسینؓ ابن علیؓ سے روایت کرتے ہیں، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا جو شخص صبح کے وقت مسجد میں نماز پڑھے اور سورج نکلنے تک خدا کو یاد کرتا رہے۔ سورج نکلنے پر اللہ کی حمد و ثنا کرے، دو رکعت نماز پڑھے تو اللہ تعالےٰ اسے ہر رکعت کے عوض جنت میں ہزار محل عطا کرتا ہے۔ ہر محل میں ہزار حوریں ہوتی ہیں، ہر حور کے ہمراہ ہزار غلام ہوتے ہیں، وہ اللہ کے مقرب بندوں میں شمار ہوتا ہے۔

حضرت نافع بن عمرؓ روایت کرتے ہیں، کہ آں حضرت صلعم فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک مسجد ہی میں رہ کر یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔ سورج نکلنے سے قبل وہاں سے نہ اٹھا کرتے تھے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ فجر کی نماز کے بعد دوسری نماز تک یاد الٰہی میں لگے رہنے والے کو ایک حج اور عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔ ابن عمرؓ بھی صبح کی نماز پڑھنے کے بعد سورج نکلنے تک وہیں بیٹھے رہتے۔ آپ سے سوال کیا گیا۔ تو فرمایا۔ میں آنحضرت صلعم کی سنت کے مطابق عمل کرتا ہوں۔

ابونصر اپنے والد سے، وہ عکرمہ سے اور وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے اور سورج نکلنے تک بیٹھا رہے پھر متواتر چار رکعت پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ و آیۃ الکرسی تین بار سورۂ اخلاص سات بار اور دوسری رکعت میں سورۂ الحمد والشمس، والضحیٰ پڑھے، تیسری میں سورۂ الحمد، والسماء اور سورۂ طارق، چوتھی میں ایک بار سورۂ الحمد اور آیۃ الکرسی اور تین بار سورہ اخلاص پڑھے، تو ہر آسمان سے اس پر ستر ہزار فرشتے اتارے جاتے ہیں، ان کے ہاتھوں میں بہشت کے طوق اور رومال ہوتے ہیں" وہ اس نماز کو طباق میں اوپر اٹھا کر لے جاتے ہیں اور جہاں جہاں سے وہ گزرتے ہیں وہاں کے فرشتے ان نمازیوں کے لیے دعا مانگتے ہیں۔ جب وہ نماز اللہ تعالیٰ کے سامنے لائی جاتی ہے تو وہ فرماتا ہے اے بندے تو نے یہ نماز میرے لیے پڑھی اور میرے ہی لیے عبادت کی، میں نے تجھے بخش دیا، اب تو نئے سرے سے عمل کر!

اس نماز کی یہ روایت ہے" جس کی تفسیر آں حضرت صلعم نے فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اے میرے بندے تو میرے لیے دن شروع ہوتے ہی چار رکعت نماز ادا کر، میں آخر دن میں تیری پشت پناہ رہوں گا، تیری مدد کروں گا۔ بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ اس نماز سے فجر و سنت مقصود ہے۔

نماز ضحیٰ یا اوابین:- نمازِ ضحیٰ کا دوسرا وظیفہ اوابین ہے۔ اس میں مداومت کرنا مستحب ہے یا نہیں؟ ابونصر اپنے والد سے اور آپ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں" کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ ضحیٰ کی نماز اوابین ہے، جو داؤدؑ کی نماز ہے۔

ابونصر نے اپنے والد سے انھوں نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا بہشت کے دروازوں میں ایک کا نام ضحیٰ ہے۔ قیامت کے دن ایک پکارنے والا بلند آواز سے کہے گا نماز پڑھنے والے کون ہیں اور کہاں ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رحمت نازل فرمائی ہے، انھیں بہشت میں داخل کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے زمانہ میں ایسے لوگ ہوا کرتے تھے جو مسجد میں صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد ضحیٰ کی نماز کے لیے انتظار کیا کرتے تھے اور وقت آنے پر ادا کیا کرتے۔

آیت کا نزول:- ضحاک بن قیس نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ" رات کے وقت اور جب سورج نکلتا ہے اس وقت تسبیح کہتے ہیں" اس آیت کے نزول کی وجہ اس وقت معلوم ہوئی جب لوگوں کے ضحیٰ کی نماز پڑھنے کا علم ہوا۔

ابن ملیکہ فرماتے ہیں" کہ ایک دفعہ ابن عباسؓ سے اس نماز کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا، کہ اس کا بیان کتاب اللہ میں موجود ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ

گھروں میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان میں اللہ کو یاد کیا جائے اور اس کا نام بلند ہو، ان میں صبح و شام، وقت بے وقت اللہ کی تسبیح پڑھی جاتی ہے۔

اس آیت کے نزول کا باعث یہ ہے، کہ لوگ اب ضحیٰ کی نماز پڑھتے ہیں۔ ابن ملیکہ کہتے ہیں کہ حضرت عباسؓ سے نماز ضحیٰ کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو آپ نے فرمایا، کتاب اللہ میں اس کا بیان موجود ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی۔

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۔

اللہ نے گھروں میں حکم دیا ہے کہ ان میں اللہ کو یاد کیا جائے اور اس کا نام بلند ہو، ان میں صبح و شام، وقت بے وقت اللہ کی تسبیح پڑھی جاتی ہے۔

چنانچہ ابن عباسؓ کا معمول تھا کہ آپ ضحیٰ کی دو رکعت پڑھا کرتے تھے، مگر ہمیشہ نہیں۔

ابن عباسؓ نے عکرمہ سے نماز ضحیٰ کے بارے میں پوچھا۔ تو انھوں نے فرمایا، میں ایک دن پڑھتا ہوں اور ایک دن نہیں۔ نخعیؒ کہتے ہیں کہ اس نماز میں ہمیشگی کی اس لیے ممانعت ہے کہ یہ فرض نہ ہو جائے۔

نمازِ ضحیٰ کی رکعتیں:- نمازِ ضحیٰ کی کم از کم رکعتیں دو ہیں۔ درمیانی صورت میں آٹھ اور زیادہ سے زیادہ بارہ ہیں۔ دو رکعت کے بارے میں ابو نضرہ رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ انسانی جسم کے اعضا تین سو ساٹھ ہیں، اس لیے آدمی کو چاہیئے کہ روزانہ ان کے لیے کچھ نہ کچھ صدقہ دیا کرے۔ صحابہ نے عرض کیا وہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا اگر مسجد میں ناک کی رطوبت پڑی ہو تو اسے دور کر دے، راستہ سے کانٹا وغیرہ ہٹا دے، یہ نہیں تو چاشت کے وقت دو رکعت نماز ادا کرے، یہی اس کے لیے کفایت صدقہ ہے۔

دو رکعتیں:- ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں آں حضرت صلعم نے مجھے تین امور کی وصیت فرمائی ہے، سونے سے پہلے نماز وتر ادا کرنے کی، ہر ماہ تین روزے رکھنے کی اور دو رکعت نماز ضحیٰ پڑھنے کی۔

چار رکعتیں:- ایک روایت میں چار رکعت نماز پڑھنا آیا ہے، جس کا ذکر شروع میں ہو چکا ہے۔ عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے اور اسی طرح معاذ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے ضحیٰ کی نماز چار رکعت پڑھی پھر چھ اور پھر آٹھ رکعت ادا کی۔

آٹھ رکعتیں:- عکرمہ بن خالد نے ابو طالب کی دختر ام ہانی سے روایت کی ہے، کہ فتح مکہ کے وقت آں حضرت صلعم بلندی کی طرف سے داخل ہوئے، اور داخلہ کے ساتھ ہی آٹھ رکعت نماز کی۔ میں نے پوچھا۔ اس نماز کا نام کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا، نمازِ ضحیٰ۔

احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے، اور اہلِ علم کے لیے فائدہ مند دلیل ہے کہ نمازِ ضحیٰ کی آٹھ رکعتیں ہیں۔ ابو سعید نے بھی آں حضرتؐ سے ایسی ہی روایت بیان کی ہے۔

ایک روایت کے مطابق "حضرت عائشہؓ بھی اس نماز کی آٹھ ہی رکعتیں پڑھا کرتی تھیں۔ قاسم بن محمد نے بھی ان کے بارے میں ایسا ہی کہا ہے اور فرمایا، کہ رکعتیں زیادہ لمبی نہ ہوتی تھیں۔ آپ نماز کے وقت دروازہ بند کر لیتی تھیں۔ اگر کوئی چاہے تو دس بارہ رکعتیں بھی پڑھ سکتا ہے۔

ابو نضر انس بن مالک سے راوی ہیں" کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ چاشت کی بارہ رکعت پڑھنے والے کے لیے بہشت

میں سونے کا محل تیار ہوتا ہے۔ ابو نصر اپنے دادا سے اور وہ اُمِ حبیبہ سے روایت کرتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا جو شخص دن میں بارہ رکعت ادا کرے اس کے لیے بہشت میں گھر بنا دیا جاتا ہے۔

مختلف رکعتوں کا مختلف ثواب:۔ ابو نصر بحوالہ ابو ذرؓ روایت کرتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اے ابو ذر! بارہ گھنٹے کا دن ہوتا ہے تو تم ہر گھنٹہ میں ایک رکوع اور سجدہ کیا کرو! ایسا کرنے سے تو تیرا ہر گناہ معاف ہو جائے گا، پھر فرمایا، اگر تو دو رکعت نماز ادا کرے گا تب بھی ایسے ہی لوگوں میں شمار ہوگا۔ چار رکعت ادا کرنے والا ذکر کرنے والوں کی فہرست میں لکھا جائے گا۔ چھ رکعت ادا کرنے والے سے قیامت کے دن مواخذہ نہ ہوگا، اس کا حساب کتاب معاف ہوگا۔ مگر شرک معاف نہ ہوگا۔ بارہ رکعت پڑھنے والے کے لیے بہشت میں ایک پاک گھر بنایا جائے گا، پھر میں نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! یہ رکعتیں ایک ہی دفعہ پڑھ لی جائیں یا متفرق طریقہ پر؟ فرمایا۔ ایک ہی دفعہ پڑھ لی جائیں تو کچھ حرج نہیں۔

چاشت کی نماز کا وقت:۔ اس نماز کے دو اوقات ہیں ایک جائز ہے اور وہ طلوع آفتاب سے ظہر تک کا ہے، دوسرا مستحب ہے، اور وہ زوالِ آفتاب کے قریب کا وقت ہے جب کہ گرمی کی وجہ سے اونٹ کے بچے کے پاؤں گرم ہو جاتے ہیں اور اس کے مستحب ہونے کی دلیل اس روایت میں ملتی ہے کہ زید بن ارقم نے بعض لوگوں کو مسجد قبا میں چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا، آپ نے ان سے کہا کہ اس وقت کی نماز اس وقت کی نماز سے افضل ہے جس میں رسول اللہؐ نے فرمایا، کہ رجوع کرنے والوں کی نماز اس وقت تک ہے جب کہ اونٹ کے بچہ کے پاؤں گرم ہوتے ہیں۔ اگر زوالِ آفتاب کے بعد پڑھی جائے تو بھی جائز ہے، کیوں کہ عوف بن مالک فرماتے ہیں، آں حضرتؐ نے فرمایا آفتاب ڈھل جائے تب نماز ضحیٰ پڑھو یہ عاجزی کرنے والوں کی نماز ہے، اگر شدید گرمی کے وقت پڑھے تو زیادہ بہتر ہے، اگر ظہر کی نماز کے پڑھنے تک چاشت کی نماز نہ پڑھے تو پھر اسے قضا کرے۔

نماز کی قرأت:۔ اس نماز کی قرأت کے متعلق ایک روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ نماز ضحیٰ میں وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا اور سورۂ والضحیٰ پڑھی جائیں۔

آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھے۔ ایک رکعت میں سورۂ فاتحہ اور آیت الکرسی ایک مرتبہ، قل ہو اللہ احد تین مرتبہ پڑھے تو ہر آسمان سے اس پر ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں، جن کے ہاتھوں میں سفید کاغذ اور نور کی قلمیں ہوتی ہیں، وہ اس کی نیکیاں لکھتے ہیں، اور صور کے پھونکنے تک لکھتے رہتے ہیں۔ قیامت کے دن اس کی قبر پر اتریں گے اور بہشتی لباس اور تحفے ساتھ لائیں گے، پھر کہیں گے، اے صاحب قبر! اللہ تعالیٰ تجھے حکم دیتا ہے کہ اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ! تم ان میں سے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ نے عذاب سے امن میں رکھا ہے۔

نماز کی ممانعت:۔ بعض صحابہ کرامؓ نے چاشت کی نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔ ابن مناوی نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے مسلمان ہونے کے وقت سے کبھی نماز چاشت ادا نہیں کی البتہ جب خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہوں، تب پڑھتا ہوں، اس کے علاوہ اور وقتوں میں اس کا پڑھنا بدعت ہے، مگر بدعتِ حسنہ ہے جو لوگوں نے اسے ایجاد کیا

ہے انھوں نے اچھی چیز ایجاد کی ہے۔

ابن مسعودؓ اس نماز کے بارے میں فرماتے ہیں" اے لوگو! خدا نے جس چیز کا بوجھ تم پر نہیں ڈالا تم بھی اس کا بوجھ لوگوں پر نہ ڈالو! اور اگر ضرور پڑھنا ہی چاہتے ہو تو اپنے گھروں پر پڑھو، تاکہ یہ نماز فرض نمازوں کے مشابہ نہ ہو جائے اور لوگ اسے واجب نہ سمجھ لیں۔ سب لوگ عبادت کے سرور اور خوشی میں یکساں نہیں، اس لیے اسے کم کر دیا گیا ہے اور طاعت کے بارے میں لوگوں پر آسان کر دی گئی ہے۔

عتبان بن مالک فرماتے ہیں" آں حضرت صلعم نے اپنے گھر میں چاشت کی نماز پڑھی، لوگوں نے بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ حضرت عائشہؓ اس نماز کے پڑھنے کے وقت دروازہ بند کر لیا کرتی تھیں۔ ابن عباسؓ کا معمول تھا، کہ ایک دن نماز پڑھتے اور دس دن نہ پڑھتے تھے۔

خاص ساعتیں:- تیسرا وظیفہ نماز ظہر سے قبل اور بعد کا ہے۔ ابو نضرہ اپنے والد سے اور وہ ام حبیبہ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص نماز ظہر سے قبل اور بعد چار چار رکعت نماز پڑھے تو اس کا گوشت دوزخ کی آگ پر حرام کر دیا جاتا ہے، فرمایا، زوال کے بعد ظہر کی نماز تک آسمان اور بہشت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، اسی لیے کہا جاتا ہے" کہ ان ساعتوں میں دعا قبول ہوتی ہے، ان اوقات میں اللہ کی عبادت کرنا مستحب ہے۔

آنحضرتؐ کا معمول:- ابو ایوب انصاری سے روایت ہے، کہ آں حضرتؐ کا معمول تھا کہ آپ نماز ظہر سے قبل چار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو آپؐ نے فرمایا" آفتاب کے زوال کے وقت آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں" اور ظہر کی نماز پڑھنے تک کھلے رہتے ہیں لہذا مجھے یہ بات پسند آئی کہ اپنے جانے سے پہلے اپنے آگے کچھ بھیجوں۔

حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا" آں حضرتؐ کون سی نماز ہمیشہ پڑھا کرتے تھے، فرمایا ظہر کی نماز سے پہلے ہمیشہ چار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے" اور اس میں بڑی دیر تک قیام فرماتے۔ رکوع و سجود خوب بنا بنا کر ادا کرتے۔

ظہر اور عصر کے درمیانی وقت:- صالح بن مالک ..... ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں" کہ آں حضرتؐ نے فرمایا، جو شخص ظہر اور عصر کے درمیانی وقت کی حفاظت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو اس وقت زندہ رکھے گا جب کہ دوسروں کے دل مردہ ہوں گے۔

روایت ہے کہ ابن عمرؓ ظہر اور عصر کے درمیان وقت کی حفاظت فرمایا کرتے تھے۔ ابراہیم نخعی کہتے ہیں" کہ جو نماز مغرب اور عشا کے درمیان ہے اور ظہر و عصر کے مابین ہے" اسے لوگوں نے رات کی نماز سے تشبیہ دی ہے اور بہت سے عابدوں کا یہ طریقہ تھا کہ وہ ظہر اور عصر کے درمیان لوگوں سے الگ ہو کر اوراد میں لگ جاتے تھے، خدا سے رجوع کرتے تھے، خلوت میں اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہونے اور اس کا ذکر کرنے کے لیے یہ بہت مناسب وقت ہے۔

یہ نماز انسان کی غفلت دور کرتی ہے۔ نماز اور ذکر کے لیے ظہر اور عصر کے درمیان مسجد میں اعتکاف کرنا مستحب ہے۔

پہلے بزرگوں کا طریقہ تھا کہ وہ زوال سے قبل سویا نہیں کرتے تھے تو پھر اس وقت اپنی نیند پوری کر لیا کرتے تھے تاکہ رات کو کھڑا

ہونے کے لیے قوت بحال ہو سکے، کیوں کہ ظہر سے پہلے سونا گزشتہ رات کے لیے ہوتا ہے۔ ظہر کے بعد سونا آئندہ رات کے لیے ہے اور آٹھ ساعت تک سونا چاہیئے، اس سے زیادہ مستحب نہیں۔ فرمایا اگر کوئی شخص اس سے کم سوئے گا تو اس کا بدن بیقرار ہو جائے گا، نیند بدن کی قوت اور اس کے لیے راحت ہے۔ اگر مقدار سے کم ہو تو راحت کا باعث نہیں بنتی۔

نماز اور اس کے اوقات

نماز کے اوقات:- ابو نصر نے اپنے باپ سے، وہ سہیل سے، وہ اپنے باپ سے اور وہ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں" کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اگر کوئی روزانہ بارہ رکعت نماز پڑھے تو اس کے لیے بہشت میں گھر بنا دیا جاتا ہے پڑھنے کے اوقات یہ ہیں۔ دو رکعت فجر سے قبل، چار رکعت ظہر سے قبل اور دو رکعت بعد میں۔ دو رکعت عصر سے قبل اور مغرب کے بعد۔ سعید بن مسیب نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا، ہمیشہ عصر سے قبل چار رکعت پڑھ لیا کرو، اس سے اللہ تعالیٰ تم پر اپنی بخشش کو لازم کرے گا۔

یکجا نفل پڑھنا:- ابو نصر۔۔۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں" کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص مغرب کے بعد بات کرنے سے قبل چار رکعت پڑھے اس کی نماز کو علیین میں اٹھا کر لے جاتے ہیں اور وہ اس آدمی کے مانند ہے جو مسجد اقصیٰ میں شبِ قدر کو پالے، یعنی بیت المقدس میں۔ اور آدھی رات کے قیام سے اس کی فضیلت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ	وہ رات میں تھوڑا سویا کرتے تھے۔

پھر فرمایا۔

تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ	وہ اپنے پہلوؤں کو خواب گاہ سے دور رکھتے تھے۔

پھر فرمایا۔

وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينِ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا۔	اور شہر میں اس وقت داخل ہوا جب اس شہر کے لوگ غافل تھے۔

جو آدمی عشا کے بعد چار رکعت پڑھ لے وہ اس کی مانند ہے جو مسجد حرام میں شبِ قدر کو پالے اور جو شخص ظہر سے قبل اور بعد چار رکعت پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر آگ کو ہمیشہ کے لیے حرام کر دیتا ہے۔ اگر کوئی عصر سے قبل چار رکعت نماز ادا کرے اللہ تعالیٰ اسے آگ کے عذاب سے نجات دیتا ہے۔

نافع نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ نماز فجر کی دو رکعتیں مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہیں۔ ابو نصر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں" کہ حضرت علیؑ سے نفلوں کے بارے میں پوچھا گیا" تو آپ نے فرمایا۔ کہ نفل پڑھنے میں آں حضرتؐ سے زیادہ طاقت کوئی نہ رکھتا تھا۔ جب سورج عصر کے وقت کے برابر بلند ہوتا، تو آں حضرتؐ صلعم دو رکعت ادا فرماتے، پھر زوال کے وقت چار رکعت ادا کرتے۔ ظہر کے بعد دو رکعت پڑھتے اور چار رکعت عصر سے قبل ادا فرماتے۔ دراصل

ضروری یہ ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیانی وقت کو غنیمت سمجھا جائے۔ اس دوران میں جو دعا کی جائے وہ قبول ہوتی ہے۔

پانچویں قسم کے اوراد و وظائف:- ان اوراد کا وقت عصر کے بعد غروب آفتاب تک ہے۔ یہ اللہ کے ذکر کا وقت ہے۔ اس وقت عالم ملکوت میں استغراق اور تفکر کی ادائیگی منع ہے۔ غروب آفتاب سے قبل والشمس وضحٰھا والیل اذا یغشٰی اور اس کے بعد معوذتین پڑھی جائے۔ اسی طرح دن ختم کر دینا چاہیئے۔ رات کے وقت قرآن مجید اور استغفار پڑھی جائے۔

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں "ایک دفعہ آں حضرتؐ ذکرِ الٰہی کے دوران فرمانے لگے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اے ابنِ آدم! فجر کی نماز کے بعد ایک ساعت مجھے یاد کر، پھر ایک ساعت عصر کی نماز کے بعد کیوں کہ ان دونوں اوقات میں میں تمھاری مدد کروں گا۔

پنجگانہ نماز کے اوقات اور فضیلت:- فرض نمازیں پانچ ہیں، نمازِ فجر دو رکعت، نمازِ ظہر چار رکعت، نماز عصر چار رکعت، نماز مغرب تین رکعت اور عشا کی نماز چار رکعت۔ یہ کل سترہ رکعتیں ہیں۔ شبِ معراج میں آنحضرت صلعم پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ مگر خدا تعالےٰ نے اپنے خاص فضل سے ان میں کمی کر کے پانچ کر دیں، تاکہ امت کو آسانی رہے اور کسی تکلیف کے بغیر ادا کر لیں۔ مگر ان کا ثواب اللہ تعالےٰ نے پچاس نمازوں کے برابر ہی رکھا اور یہ حکم ایسا ہی ہے جیسے لڑائی میں ایک مسلمان کو دس کافروں کے مقابلہ کا حکم ہے، یعنی ایک کو دس کے مقابلہ میں کافی سمجھا گیا، یا جیسے پہلے رمضان کے دنوں میں سونا، کھانا پینا اور جماع حرام کیا گیا تھا۔ مگر بعد ازاں اللہ تعالےٰ نے انھیں حلال کر دیا، اور حکم دیا کہ سیاہی کے تاگے سے جب سفیدی نمودار ہو تو کھاؤ پیو!

واجب نماز:- نماز کے واجب ہونے کے بارے میں فرمایا۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ۔

تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

اوقاتِ نماز کے لیے تو آیات قرآنی اور احادیث موجود ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَہُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْہِرُوْنَ۔

جب تم شام کرتے ہو، اور صبح کرتے ہو، تو اس وقت اللہ کی پاکی بیان کرو، اسی کی تعریف ہے، آسمانوں میں رات کے وقت اور ظہر کے وقت اللہ ہی کی حمد بیان کرو۔

جب مغرب اور عشا کا وقت آجائے تو اللہ کے لیے نماز ادا کرو، صبح کے وقت فجر کی نماز پڑھو، رات کو عشا کی، عصر کے وقت عصر کی اور ظہر کے وقت ظہر کی۔ فرمایا۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔

مقررہ اوقات میں مسلمانوں کے لیے نماز فرض کی گئی ہے۔

پھر فرمایا۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۔	دن کے دونوں وقت جب تھوڑی رات گزر جائے نماز قائم کرو ۔

فرمایا

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ ۔	سورج غروب ہونے کے بعد نماز پڑھو ۔

پھر فرمایا ۔ سورج ڈھلتے وقت بھی نماز پڑھو ۔

فرمایا ۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَاۗءِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ۔	خدا کی عظمت اور بزرگی بہت بڑی ہے، اسے پاکی سے یاد کرو سورج نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے کے بعد اپنے رب کی تعریف کرو! رات کی ساعتوں اور دن کے اطراف میں اللہ تعالیٰ کو پاکی سے یاد کرو!

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ صبح کی نماز سورج طلوع ہونے سے قبل ہے اور عصر کی نماز سورج غروب ہونے سے قبل مغرب اور عشا کی نماز رات میں ہے ۔ دن کی طرفوں سے مراد ظہر کی نماز ہے ۔ چنانچہ احادیث میں نمازوں کا مفصل بیان موجود ہے ۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا ۔ حضرت جبرئیلؑ نے خانہ کعبہ کے قریب میری امت کی امامت کی جب سورج ڈھل گیا اور اس کا سایہ جوتی کے تسمہ کے برابر ہوا تو آپ نے مجھے ظہر کی نماز پڑھائی ۔ جب ہر شے کا سایہ اس کے برابر ہو گیا تو عصر کی نماز پڑھائی ۔ روزہ افطار کرنے کے وقت مجھے مغرب کی نماز پڑھائی ۔ شفق کے غائب ہو جانے کے بعد عشا کی نماز پڑھائی ۔ جب روزہ والوں پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے اس وقت فجر کی نماز پڑھائی ۔

پھر دوسرے دن حضرت جبرئیلؑ آئے اور اس وقت ظہر کی نماز پڑھائی ۔ جب ہر شے کا سایہ اس کے برابر ہوا تو عصر کی نماز پڑھائی ۔ روزہ افطار کرنے کے وقت مغرب کی نماز پڑھائی ۔ شفق کے غائب ہونے کے وقت عشا کی نماز پڑھائی ۔ صبح روشن ہونے پر فجر کی نماز پڑھائی ۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا، یا رسول اللہ! آپ سے قبل جو انبیا گزرے ہیں یہ ان کا وقت ہے اور نماز کا وقت انھیں اوقات کے درمیان ہے ۔ غرض اس بارے میں بہت سی احادیث ہیں، ان سب کا بیان کرنا مشکل ہے ۔

سب سے پہلے نماز پڑھنے والے ؟ ۔ ایک روایت ہے کہ ایک نصرانی نے آں حضرتؐ سے پوچھا، کہ صبح کی نماز سب سے پہلے کس نے پڑھی تھی ؟ آپؐ نے فرمایا ۔ حضرت ابراہیمؑ نے ۔ جب نمرود نے انھیں آگ میں ڈالا اور اللہ تعالیٰ نے انھیں آگ سے نجات دی، تو انھوں نے اس وقت ظہر کی نماز ادا کی ۔

حضرت یعقوبؑ کو جب جبرئیل نے حضرت یوسفؑ کے بارے میں خبر دی تو آپ نے عصر کی نماز ادا کی ۔

جب حضرت داؤدؑ کی توبہ قبول ہوئی ۔ تو آپ نے مغرب کی نماز ادا کی ۔

اسی طرح حضرت یونسؑ نے مچھلی کے پیٹ سے باہر آنے پر عشا کی نماز ادا کی ۔ اس وقت آپ ایک بے بال و پر نوزائیدہ

بچے کی مانند تھے۔ حضرت جبرئیلؑ نے اس وقت آپ کے پاس آکر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام کہا اور فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس دنیا میں کیسا عذاب ہے، مجھے اس سے شرم آتی ہے۔ کیا اب تم مجھ سے خوش ہو؟ تب حضرت یونسؑ نے چار رکعت عصر کی نماز ادا کی، اور کہا اے اللہ! میں راضی ہوں۔

آنحضرتؐ پر پہلی نماز کا واجب ہونا۔ آں حضرت صلعم کو سب سے پہلے فجر اور مغرب کی نمازوں کا حکم ہوا، چنانچہ آپ نے فجر کی دو رکعتیں ادا کیں، پھر مغرب کے وقت دو رکعت۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے"

فَسُبْحٰنَ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ صبح اور شام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو۔

معراج کی رات جب آں حضرت صلعم آسمانوں کی سیر کر چکے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے پر آپ پر پانچ نمازیں فرض کی گئیں۔ پہلی نماز صبح کی ہے، پھر ظہر کی اور جو علماء پہلی نماز سے ظہر کی نماز مراد لیتے ہیں۔ وہ آں حضرت صلعم کی سنت کی پیروی کرتے ہیں، جیسا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا، آں حضرت صلعم کا ارشاد ہے، ظہر کے وقت خانہ کعبہ کے قریب حضرت جبرئیلؑ نے اپنی امامت میں مجھے نماز پڑھائی۔

اس بیان کے مطابق آں حضرت صلعم نے پہلے ظہر کی نماز کا ذکر کیا ہے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں، کہ یہ نماز سب سے پہلے فرض ہوئی، بلکہ مذکورہ بیان کے مطابق سب سے پہلے فجر کی نماز فرض ہوئی۔ اس لیے کہ حضرت آدمؑ نے پہلے فجر کی نماز ادا کی۔ انسانوں میں سب سے پہلے پیغمبر آدمؑ ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ سب سے پہلے نماز فجر ہی فرض کی گئی۔

فجر کا وقت۔ فجر کا ابتدائی وقت صبح صادق ہے، اس وقت صبح کی روشنی مشرق سے نکلتی اور قبلہ کی پیٹھ کی طرف پھیل جاتی ہے، جس سے ہر جہت کے کنارے روشن ہو جاتے ہیں۔ مکانوں کی چھتیں اور پہاڑوں کی چوٹیاں بھی منور ہو جاتی ہیں۔ اس روشنی کے آخر وقت کا نام اسفار ہے۔ اس وقت پہاڑوں اور محل سراؤں پر سورج کی شعاعیں پڑنے لگتی ہیں، گویا ان دونوں کے درمیان فجر کا وقت ہے۔ نمازِ فجر اسی وقت پڑھی جاتی ہے۔ اسے نماز کے نام سے پکارنا مستحب ہے۔ غناۃ کے نام سے پکارنا منع ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا۔ فجر کی نماز کو قائم رکھو، کیوں کہ یہ نماز حاضر کی گئی ہے۔

مراد یہ کہ نماز فجر کے وقت رات اور دن کے فرشتے حاضر کیے جاتے ہیں۔

نمازِ فجر کے اوقات۔ افضل یہ ہے کہ نماز فجر قدرے تاریکی میں پڑھی جائے۔ امام ابوحنیفہؒ اس سے اختلاف کرتے ہیں۔ ان کا ارشاد ہے کہ نماز روشنی میں پڑھنی افضل ہے، کیونکہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں آں حضرت صلعم کے زمانے میں جب عورتیں نماز کے لیے نکلا کرتی تھیں تو تاریکی کے باعث ایک دوسری کو پہچان نہ سکتی تھیں۔

امام احمد ایک دوسری روایت میں فرماتے ہیں کہ مقتدیوں کے جمع ہونے کا انتظار روشنی ہونے تک کرنا چاہیے۔ اس سے زیادہ ثواب ملتا ہے۔ اول صبح کا اعتبار نہیں کیا گیا، اس لیے اس میں نہ کوئی چیز حرام ہے نہ واجب۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ فجر دو ہیں، ایک وہ جس میں نماز پڑھنا حلال ہے۔ اور روزہ کے لیے اس میں کوئی شے کھانا

پینا حرام ہے، اور یہ وہی وقت ہے، جب روشنی سے پہاڑوں کی چوٹیاں دکھائی دینے لگتی ہیں۔

بعض فرماتے ہیں "کہ اللہ تعالیٰ کا نور دو فجروں کی مانند ہے اور ہر فجر کو دو عددوں سے محدود کر دیا گیا ہے، یعنی صبح کے وقت نمودار ہونے والی روشنی اللہ کا نور ہے جسے دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی فجر وہ ہے جو سورج کی شعاعوں سے قبل جلوہ گر ہو۔ یعنی روشنی پانچویں زمین کے پیچھے سے نکل کر آسمان کے درمیان پھیل جائے یہ اول فجر ہے۔ گویا اول فجر یہ ہے کہ رات کے آخری حصہ میں آسمان پر روشنی دکھائی دینے لگے یہ صبح کاذب ہے۔ جب روشنی سیاہی میں پھیل جائے اور رات کی سیاہی رات کی تاریکی جیسی ہو جائے تو یہ وقت ہے جب سورج چھٹی زمین میں چلا جاتا ہے اور اُسے زمین پوشیدہ کر لیتی ہے۔

دوسری فجر وہ ہے، جب سورج کی شفق نمودار ہو یعنی آفتاب کی روشنی کی ابتدا ہو، اس وقت نیچے قدرے سرخی دکھائی دینے لگتی ہے۔ یہ رات ختم ہونے کا وقت ہے، اس کے بعد سورج نکلتا ہے، آسمان کے کنارے سورج کی شعاعیں نکلتی اور ساتویں زمین پر پڑتی ہیں جہاں لوگ بستے ہیں۔ یہ شعاعیں پہاڑوں، دریاؤں اور بلند مقامات پر پھیل جاتی ہیں۔ آسمانوں کے درمیان سب کچھ منور ہو جاتا ہے۔ سورج کے لیے دو شفقیں ہیں، ایک طلوع کے وقت، دوسری غروب کے وقت۔

نمازِ ظہر کے اوقات! اس نماز کا اول وقت وہ ہے "جب سورج ڈھل جائے" اور جب ہر چیز کا سایہ اس چیز کے برابر ہو جاتا ہے۔ وہ اس نماز کا آخری وقت ہے۔ اس نماز میں جلدی کرنا یعنی اول وقت پڑھنا افضل ہے۔ اگر سخت گرمی یا ابر ہو اور جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہے تو توقف کر سکتا ہے۔

آں حضرت صلعم کا ارشاد ہے، ظہر کو ٹھنڈا کرو، کیونکہ شدید گرمی دوزخ کی آگ کا نمونہ ہے۔

حضرت بلالؓ کا بیان! حضرت بلالؓ فرماتے ہیں "کہ میں نے ایک دفعہ آں حضرت صلعم سے عرض کیا، کیا ظہر کا وقت ہو گیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ سردی ہونے دو! میں نے دوبارہ یہی عرض کیا، تو آپ نے جواب دیا۔ اے بلال ٹھنڈے وقت میں۔ میں نے تیسری مرتبہ عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے بلال ٹھنڈے وقت میں۔ میں نے اس وقت ٹیلوں کے سایے دیکھے۔ اس وقت آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ گرمی کی سختی دوزخ کا نمونہ ہوتی ہے سو اسے ٹھنڈا کرو۔

جب سورج آسمان کے عین درمیان میں ہو، تو یہ زوال سے اول کا وقت ہے۔ جب ذرا بھی ڈھل جائے، تو یہ زوال کا وقت ہے، یہی ظہر کی نماز کا وقت ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے "کہ جب آفتاب جوتی کے تسمہ کے برابر ڈھل جائے تو یہ ظہر کا پہلا وقت ہوتا ہے، اور جب ہر چیز کا سایہ اس چیز کے برابر ہو جائے تو یہ ظہر کا آخری اور عصر کا اول وقت ہے۔

اوقات کی پہچان! جو شخص ان اوقات کو پہچاننا چاہے، وہ ہموار زمین پر ایک ستون کھڑا کر دے، یا خود سیدھا کھڑا ہو جائے سایے کے آخری سرے پر ایک خط کھینچ دے، پھر اس کو دیکھتا رہے، جب سایہ محوری خط کی طرف بڑھا ہوا نظر آئے تو یہ زوال کا وقت ہے۔ اور اگر بڑھ کر محور کے برابر ہو جائے، تو یہ ظہر کا آخری وقت ہے۔ اگر اس عرضی خط سے اور زیادہ آگے نکل جائے تو یہ عصر کا اول وقت ہے، اگر دو حصوں کے برابر ہو جائے تو یہ عصر کا آخری وقت ہے، اگر سایہ ادھر اُدھر نہیں بلکہ ستون کے وسط میں ہے تو وہ نصف النہار کا وقت ہے، اس وقت کوئی بھی نماز پڑھنا

جائز نہیں۔

عصر کا وقت ضرورت کے لحاظ سے غروبِ آفتاب تک باقی رہتا ہے۔ اس طرح بھی فرق کیا جا سکتا ہے کہ قبلہ کی طرف رُخ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔ اگر سایہ پشت کی طرف کم و بیش بڑھا ہوا ہے تو سمجھ لو ابھی زوال کا وقت نہیں آیا۔ اگر اِدھر اُدھر کسی طرف نہیں بلکہ اپنے جسم پر ہی ہے تو جان لو کہ نصف النہار کا وقت ہے۔ اگر سامنے کی طرف کسی قدر بڑھا ہوا ہے تو وہ زوالِ آفتاب ہے۔ اگر تمہارا قدسات قدم لمبا ہو تو اپنے سامنے کی طرف سے اپنے سایہ کو ماپ لو۔ جس قدم پر کھڑے ہو اسے شمار کرو اگر سایہ سات قدموں کے برابر ہو تو جان لو کہ ظہر کا وقت ہے، اگر اس سے بڑھ جائے تو عصر کا وقت ہوگا۔

سایے کی تشریح:۔ اوپر جو باتیں بیان ہوئی ہیں، ان کا اندازہ گرمی اور سردی دونوں موسموں میں یکساں نہیں ہوتا، بلکہ کمی بیشی ہو جاتی ہے۔ گرمی کی نسبت سردی میں سایہ زیادہ ہوتا ہے، کیوں کہ سورج عین سمت الراس سے ہو کر نہیں گزرتا، بلکہ آسمان کے دامن کی طرف سے ہو کر جاتا ہے۔

گرمی کے دنوں میں سایہ کم ہوتا ہے، اس لیے کہ سورج عین سمتُ الراس یعنی آسمان کے درمیان سے گزرتا ہے۔ اس وقت اس کا عکس آدمی کے عین سر پر پڑتا ہے۔ جب سورج پہلے پہل نمودار ہوتا ہے تو آسمان کے کنارہ میں دکھائی دیتا ہے۔ اس وقت اگر آدمی سورج کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو تو اس کے سامنے کی چیزوں کا سایہ لمبا نظر آئے گا۔ اس کا اپنا سایہ بھی لمبا ہوگا۔ جیسے جیسے سورج بلند ہوگا سایہ اور گھٹتا جائے گا۔ آسمان کے درمیان میں پہنچ جائے تو سایہ بھی ٹھہر جائے گا۔ جب درمیان سے مغرب کی جانب بڑھتا ہے تو سایہ بھی اسی طرف بڑھنے لگتا ہے۔ اسی طرح سورج سے قربی اور دُوری کے باعث شہروں کا سایہ بھی مختلف ہوتا ہے، جو شہر آسمان کے وسط کے مقابل ہیں جیسے مکہ یا اردگرد کے شہر، ان کا سایہ کم ہوتا ہے۔ اور جو وسط آسمان سے دور ہیں جیسے خراسان اور اردگرد کے شہر۔ ان میں گرمی اور جاڑے کے موسم میں سایہ لمبا ہوتا ہے، گرمی میں ان کا سایہ اس قدر لمبا ہوتا ہے جس قدر دوسرے شہروں کا سایہ سردی کے موسم میں اور شہروں کا حال بھی اسی طرح ہے۔

قدموں کا سایا:۔ سورج کا بہت کم سایہ جب کہ دن ڈھلتا ہے، جیسا کہ اس علم کے قدیم علماء نے بیان کیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ ہاڑ کے مہینے میں اصل سایا دو قدموں پر ہوتا ہے۔ پوہ میں آٹھ قدم، کوار میں پانچ قدم، کاتک میں چھ قدم، اگھن میں سات قدم، پوس میں آٹھ قدم، یہ دن گھٹنے کی نہایت ہے۔ چھوٹے دنوں اور بڑی راتوں کی انتہا ہے۔ اس کے بعد دن بڑھتا اور سایہ کم ہوتا ہے۔ پس ماہ اگھن میں سات قدموں پر سورج ڈھلتا ہے پھاگن میں چھ قدموں پر، چیت میں پانچ قدم پر، اس ماہ میں رات دن برابر ہوتے ہیں، بیساکھ میں سایہ چار قدم ہوتا ہے، جیٹھ میں تین قدم، ہاڑ میں دو قدم پر۔ اس ماہ میں دن انتہا درجے بڑے ہوتے ہیں، اور اسی طرح راتیں چھوٹی ہوتی ہیں۔ یہ بہت کم سایا ہے جس پر سورج ڈھلتا ہے۔ دن پندرہ گھڑی اور رات نو گھڑی ہو جاتی ہے۔ ساون کے ماہ میں تین قدموں پر زوال ہوتا ہے، بھادوں میں چار قدم پر، کوار میں پانچ قدم پر، اس میں رات دن برابر ہوتے ہیں۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں زوال آفتاب کا وقت اکثر سات قدم کے سایہ پر ہوتا ہے، بہت کم سایہ جس پر زوال ہوتا ہے، ایک قدم پر ہے۔

عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں "گرمی کے دنوں میں ظہر کی نماز جو ہم آں حضرتؐ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے" تو وہ اکثر تین قدموں

کے سایا سے پانچ قدموں کے سایہ کے درمیانی وقت میں پڑھا کرتے تھے، جاڑوں میں اس وقت پڑھا کرتے تھے جب سایا پانچ قدم پر ہوتا تھا۔

زوالِ آفتاب کی دوسری صورت:۔ بعض بزرگوں کا کہنا ہے" کہ جیٹھ کے مہینے کی انیس تاریخ کو اس وقت زوال کا وقت شروع ہوتا ہے جب آدمی کا سایہ تین قدم کے برابر ہو، اسی طرح ہر اس چیز کا سایہ جو کھڑی کی جائے اس کے سات حصوں میں سے اس کے تین حصوں کے برابر ہو، اس کے بعد سایہ گھٹنے لگتا ہے، دن بڑھتا ہے اور راتیں گھٹتی ہیں۔ اساڑھ کی انتیس تاریخ کو یہ گھٹنا بڑھنا آخری حد تک پہنچ جاتا ہے" ان ایام میں زوالِ آفتاب آدمی کے آدھے قدم کے سایا پر ہوتا ہے۔ یہ ان سایوں میں سے ہے جن میں آفتاب کے زوال کا وقت ہو جاتا ہے کم درجہ کا ہے، اس کے بعد اصل سایہ بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔ چھتیس دن گزرنے پر ایک قدم زیادہ ہو جاتا ہے۔ پھر ماہ کوار کی انیسویں تاریخ کو رات اور دن برابر ہو جاتے ہیں۔ اس دن زوالِ آفتاب تین قدم کے سایا پر ہوتا ہے۔ چودہ دن کے بعد ایک قدم اور بڑھ جاتا ہے۔ پوہ کی انیس تاریخ کو رات کا بڑھنا اور دن کا گھٹنا اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ ان دنوں زوالِ آفتاب اس وقت ہوتا ہے" جب سایا ساڑھے سات قدم ہو۔ زوالِ آفتاب کا وقت عموماً یہی ہے۔ چودہ دن کے بعد سایہ ایک قدم اور بڑھ جاتا ہے۔ چیت کی انیس تاریخ کو پھر دن اور رات برابر ہو جاتے ہیں۔ زوالِ آفتاب کا وقت تین قدم کے فاصلہ پر ہوتا ہے، اس وقت سورج موسم گرما میں داخل ہوتا ہے۔

سایے کا بڑھنا اور گھٹنا تابستان اور خریف کے موسم میں ہر چھتیس دن کے بعد ایک قدم ہے۔ ربیع اور زمستان میں ہر چودہ دن کے بعد ایک قدم ہے۔

قدموں سے سایے کی پہچان:۔ بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ اساڑھ کے مہینہ میں جب سایا تین قدم پر آتا ہے، تو وہ زوالِ آفتاب کا وقت ہوتا ہے۔ ایک قدم کھڑے آدمی کے ساتویں حصہ کے برابر ہے۔ جب یہ سایہ ساڑھے نو قدم پر ہو تو عصر کا اول وقت ہوتا ہے۔ سال کے سارے مہینے میں چار قدم کے سایہ پر ظہر کا وقت ہوتا ہے۔ اس ماہ میں عصر کا وقت تب ہوتا ہے جب سایہ ساڑھے دس قدم پر ہو۔ بھادوں میں جب سایہ پانچ قدم پر ہو، تو ظہر کا اول وقت ہوتا ہے۔ سایہ ساڑھے گیارہ قدم پر ہو تو عصر کا وقت ہوتا ہے۔ ماہ کوار میں ظہر کا اول وقت اس وقت ہوتا ہے جب سایہ چھ قدم پر ہو۔ سایہ ساڑھے بارہ قدم پر ہو، تو عصر کا وقت ہو جاتا ہے۔ کھر کے مہینہ میں آٹھ قدم کے فاصلہ پر سایا پہنچے تو ظہر کا وقت ہوتا ہے۔ ساڑھے چودہ قدم پر عصر کا وقت ہو جاتا ہے۔ ماہِ پوس میں سایا دس قدم پر ہو تو ظہر کا وقت ہوتا ہے۔ سایہ پندرہ قدم پر ہو تو عصر ہے۔ بیساکھ میں ساڑھے چار قدم ہو تو ظہر کا اول وقت ہوتا ہے، گیارہ قدم ہو، تو عصر کا اول وقت ہوتا ہے۔ جیٹھ میں ساڑھے تین قدم ہو، تو ظہر کا اول وقت ہوتا ہے، اور دس قدم پر ہو، تو عصر کا وقت ہوتا ہے۔

سایوں کا یہ اصل اندازہ ہے، ان کے مطابق ہر ماہ میں زوال کا وقت معلوم ہو سکتا ہے، ہر امر کی اصل حقیقت کو اللہ ہی جانتا ہے، ہماری عقلیں اس کے علم تک نہیں پہنچ سکتیں۔

مذکورہ بالا طریقوں سے" زوالِ آفتاب کی حدود کو جاننا واجب امر نہیں، بلکہ ایک سبب ہے، جس سے اللہ کی عبادت

کا وقت معلوم کیا جاتا ہے۔ اس طریق کو ہر شخص نہیں جانتا بلکہ زوال آفتاب کے وقت پر یقین ہو جاتا ہے، اور جب کسی کو زوالِ آفتاب کے وقت کا یقین ہو جائے" تو اس وقت اس پر نماز ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

تین طرح کے افراد۔ اس طریق سے وقت کو پہچاننے والے افراد تین طرح کے ہیں" ایک وہ ہیں جنھیں یقین کامل ہوتا ہے، یہ لوگ گھڑی اور ستاروں کی رفتار سے وقت کا تعین کر لیتے ہیں" کہ اب زوال کا وقت ہو گیا ہے دوسرے وہ لوگ ہیں جو اپنی کوشش سے اندازہ لگا لیتے ہیں یا دوسروں کی تقلید کر لیتے ہیں، اس گروہ میں وہ اہل حرفہ شامل ہیں جنھیں اوقات پہچاننے کا علم نہیں۔ وہ اپنی کوشش اور اندازے سے وقت معین کر لیتے ہیں" مگر ایک نانبائی دو یا تین کا اندازہ مقرر کر لیتا ہے کہ یہ ظہر کے وقت تک پکتا ہے، جب پکاتے پکاتے تھک جاتا ہے تو پھر ظہر کی نماز پڑھ لیتا ہے اسی طرح ایک چکی پیسنے والا ظہر کے وقت تک ایک پیمانہ کے مطابق پیستا ہے، جب وہ پیمانہ ختم ہو جاتا ہے تو نماز ادا کرتا ہے۔ یہی کیفیت اوروں کی بھی ہے۔

اگر کسی دن ابر ہو یا سستی یا کسی اور وجہ سے اس کے کام کے اندازہ میں فرق آجائے" تو اس کے وقت کے اندازہ میں بھی فرق آجاتا ہے۔ اذان سن کر تقلیداً جا کر نماز ادا کر لیتا ہے، یہ نماز درست ہے۔

تیسرے وہ لوگ ہیں جو اپنی کوشش اور فکر سے معلوم کر لیتے ہیں کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ یہ یقین انھیں غالب گمان سے ہوتا ہے۔ اس قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو کسی ایسی پوشیدہ جگہ میں قید ہیں کہ وہاں فکر کے سوا وقت کو نہیں جان سکتے، نہ ہی انھیں کوئی خبر دے سکتا ہے نہ وہ اذان سن سکتے ہیں۔ آں حضرتؐ کا ارشاد ہے جب میں تمھیں کسی کام کا حکم دوں تو اپنی طاقت کے مطابق اسے بجا لاؤ۔

زوالِ آفتاب کا وقت جاننا بہت مشکل ہے" اس کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے جبرئیل سے پوچھا" کیا زوال آفتاب کا وقت ہو گیا ہے۔ انھوں نے جواب دیا۔ نہیں! پھر فرمایا ہاں! آپؐ نے جبرئیل سے فرمایا یہ کیسا جواب ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ جتنے عرصہ میں میں نے "نہیں، ہاں" کے الفاظ کہے اتنے عرصہ میں آفتاب آسمان کی راہ پچاس ہزار کوس طے کر گیا تھا۔

آں حضرت صلعم نے یہ سوال اللہ کے حکم سے کیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر تم میں سے کوئی شخص گرمی کے موسم میں قبلہ کے رُخ کھڑا ہو اور آفتاب اس کے دائیں ابرو کے بالمقابل آگیا ہو، تو اس وقت لازماً زوالِ آفتاب کا وقت ہوتا ہے، اسے چاہیے کہ ظہر کی نماز پڑھ لے۔ جب ہر چیز کا سایا اس چیز کے برابر ہو تو وہ عصر کا وقت ہے، اس وقت عصر کی نماز ادا کرو! جب گرمیوں میں قبلہ کی طرف کھڑے ہو اور آفتاب تمھارے بائیں ابرو کے بالمقابل ہو تو سمجھ لو ابھی جاڑے کا آغاز ہے، اور دن کمی میں ہے۔ جب آفتاب داہنی ابرو کے مقابل میں ہو تو سب زمانہ میں زوال آفتاب ہوتا ہے۔ گرمیوں میں داہنی ابرو کے مقابل ہو تو ظہر کا اول وقت ہوتا ہے۔ جاڑوں میں یہی وقت ظہر کا آخر ہے۔

جاڑوں میں اگر آفتاب بائیں ابرو کے مقابل ہو، تو اس وقت یقیناً زوال آفتاب ہو گا۔ اس لیے کہ اس وقت میں دن چھوٹے ہو جاتے ہیں، اور جب دن بڑے ہوتے ہیں، تو اول گرمی میں نماز ناجائز ہے، کیونکہ دن بڑا ہونے کے باعث

اس وقت زوالِ آفتاب نہیں ہوتا۔

جاڑے میں جب آفتاب دونوں آنکھوں کے مقابل ہو تو لازماً آفتاب کے زوال کا وقت ہے۔ جاڑے میں جب آفتاب دائیں آنکھ کے مقابل ہو تو یہ ظہر کا آخری وقت ہوتا ہے۔ یہ حکم عراق اور خراسان کے لوگوں کے لیے ہے جو رکن اسود کی طرف اور خانہ کعبہ میں کعبہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں، جو اہلِ یمن اور اہلِ مغرب ہیں اور جو ان کے متصل ہیں، انھیں اس بارے میں اختلاف ہے، کیونکہ یہ رکن یمانی کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور کعبہ کی پشت کی طرف اور اس وجہ سے یہ زوالِ آفتاب کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔

قبلہ رُخ:- زوال کا ذکر ہو چکا، جب اس طریقہ سے وقت معلوم کر لیا جائے، اور پھر قبلہ کی سمت معلوم کرنی ہو تو اپنا سایا دائیں جانب رکھو! تب تمھارا منہ قبلہ کی طرف ہو گا۔ قبلہ کو جاننے کا یہ آسان طریقہ ہے۔ اور اس طرح کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ زوالِ آفتاب کی پہچان میں پیش آتی ہے، اس لیے اسے تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

عصر کا وقت:- جب ہر شے کا سایا اپنے مثل ڈھل جائے، تو یہ عصر کا اول وقت ہوتا ہے اور جب ہر شے کا سایا دُگنا ہو جائے تو عصر کا آخر وقت ہوتا ہے۔ مجبوری لاحق ہو تو عصر کا وقت غروبِ آفتاب تک ہے، اس وقت کے دوران نماز پڑھی جا سکتی ہے مگر زیادہ فضیلت اول وقت میں نماز ادا کرنے میں ہے۔

مغرب کا وقت:- سورج غروب ہونے پر مغرب کا وقت ہوتا ہے۔ آفتاب کا غروب ہونا یہ ہے کہ وہ نظروں سے بالکل اوجھل ہو جائے۔ اس کی شعاعیں آسمان پر دکھائی نہ دیں۔ سو جب شفق نظر آنے لگے تو یہ مغرب کا آخری وقت ہے شفق سے سرخی مراد ہے۔

عشاء کا وقت:- جب سورج کی سرخی آسمان پر نظر نہ آئے تو سمجھو کہ عشا کا وقت شروع ہو گیا۔ ایک روایت کے مطابق رات کا تیسرا حصہ گزر جانے تک اس نماز کی فضیلت کے برابر ثواب ملتا ہے۔ دوسری روایت کے مطابق عشاء کا وقت نصف رات تک ہے۔ خاص مجبوری کی حالت میں صبح صادق کے وقت بھی نماز پڑھی جا سکتی ہے ایسی نماز کے دو نام ہیں عشاء اول اور عشاء آخر۔ کیوں کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ جنگل قبائل عرب اس نماز کا نام عتمہ رکھتے ہیں، تم پر سبقت لے جائیں گے اور تم اس نام کے بارے میں ان سے اتفاق کرو گے۔

اس نماز کو دیر سے پڑھنا، یا آخر وقت تک توقف کرنا زیادہ افضل ہے۔ اور یہ وقت رات کا تیسرا حصہ گزر جانے تک ہوتا ہے، یا شب کا اول نصف حصہ جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

جب مغرب کی طرف سفیدی دور ہو کر سیاہی نظر آنے لگے، تو یہ اس نماز کا بہترین وقت ہے۔ سفیدی سے مراد اس جگہ دوسری شفق ہے" چوتھا حصہ گزر جانے تک بھی دیر کی جا سکتی ہے۔ ان سب اوقات میں نماز کی فضیلت ہے مگر اصل فضیلت اس وقت ہے جب کہ آدمی نیند سے دور ہے۔ سونے کے بعد نماز ادا کرنا مکروہ ہے، اگر نیند آ جانے کا ڈر ہو تو اول وقت میں پڑھ لی جائے، پھر سو جائے۔

آنحضرت صلعم کا طریق:- امام شافعیؒ فرماتے ہیں "کہ نماز کا اول وقت میں پڑھ لینا بہتر ہے۔ تاخیر کر کے پڑھنے کی فضیلت اس

طرح ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ عشا کی نماز دیر سے پڑھو۔ ایک روز آں حضرتؐ نماز عشا کے لیے دیر سے تشریف لائے، اور فرمایا۔ کہ میری امت کے لیے یہ مشکل نہ ہوتا تو میں اس وقت نماز پڑھنے کا حکم دیتا۔

پنجگانہ نماز کی سنتیں:۔ پانچ نمازوں کی تیرہ سنتیں ہیں: دو نماز فجر سے قبل، چار ظہر سے قبل، دو فرائض کے بعد، دو نمازِ مغرب کے فرائض کے بعد، دو عشا کے فرائض کے بعد اور تین نمازِ وتر کی سنتیں ہیں۔

وتر کی نماز:۔ وتر کی نماز ایک ہی سلام سے ادا کرنے کی اجازت ہے (جیسا کہ مغرب کی نماز ہے) یا دو رکعت کے بعد سلام پھیر لیا جائے۔ پھر آخری رکعت اکیلی ادا کرے، پھر سلام پھیرے۔ وتر پڑھنے کا یہ طریقہ افضل ہے۔ پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورۂ سبح اسم ربک الاعلیٰ اور دوسری میں سورۂ کافرون، تیسری میں سورۂ اخلاص پڑھے۔

نماز پڑھنے کا افضل طریقہ:۔ مستحب یہ ہے کہ سنتیں پڑھ کر مسجد میں جائے" پھر فرائض ادا کرنے تک وظائف میں لگا رہے فرض پڑھنے کے بعد جماعت کے ساتھ شریک ہو۔ نمازِ مغرب کے بعد دو رکعت سنت نماز فجر کے مطابق پڑھو۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ" میں نے آں حضرت صلعم کو ایک سے زیادہ مرتبہ دیکھا ہے کہ آپ مغرب کی سنت میں، سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔ مستحب یہ ہے کہ جلدی جلدی نہ پڑھے۔ خلفاء کی روایات کے مطابق آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ نماز مغرب کی دو رکعت میں جلدی کرو تاکہ جب فرشتے فرض نماز کو اٹھا کر علیین میں جانے لگیں تو سنتوں کو بھی ساتھ لے جائیں اسی لیے ان کے بارے میں جلدی کا حکم دیا گیا ہے، ایسا کرنا واجب ہے۔

ایک روایت ہے کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ نماز مغرب کے فرض ادا کرنے کے بعد جو شخص کلام کیے بغیر جلدی سے دو سنتیں ادا کرے، اس کی یہ سنتیں فرشتے علیین میں لے جاتے ہیں۔

ان رکعتوں میں لمبی قرأت پڑھنا مستحب ہے۔ دلیل میں ابن عباسؓ کی یہ روایت ہے کہ آں حضرت صلعم ان دو رکعتوں میں اتنی لمبی قرأت پڑھا کرتے تھے کہ سب لوگ نماز سے فارغ ہو کر چلے جاتے تھے۔

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں" میں نے ایک مرتبہ آں حضرت صلعم کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کی۔ آپ نے اتنی لمبی قرأت پڑھی کہ عشا کا وقت آگیا اور آپؐ عشا کی نماز پڑھ کر واپس گھر تشریف لے گئے۔

حدیث میں آیا ہے کہ ان سنتوں کا گھر میں پڑھنا مستحب ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آں حضرت صلعم مغرب کی دو سنتیں گھر میں آکر پڑھا کرتے تھے۔ ام حبیبہؓ نے بھی ایسی ہی روایت بیان کی ہے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلعم مغرب کی نماز کے فرض پڑھ کر دو رکعت سنت گھر آکر پڑھا کرتے تھے۔ سہل ابن عبداللہ کہتے ہیں" میں نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا، آپ نے مغرب کی نماز ادا کی، سلام پھیرا اور گھر تشریف لے گئے، میں آپؓ کو ہمیشہ ایسا کرتے دیکھا کرتا تھا" کہ آپ دو رکعت مسجد میں ادا کرتے اور سنت کی نماز اپنے گھر جا کر پڑھا کرتے تھے۔

نمازِ پنجگانہ کی فضیلت:۔ ابی سلمہ نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے" کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اے لوگو! اگر تمہارے گھروں کے دروازہ پر نہر جاری ہو اور تم روزانہ پانچ مرتبہ اس میں غسل کرو، تو کیا تمہارے جسم پر کوئی غلاظت

باقی رہ جائے گی؟ لوگوں نے عرض کیا۔ نہیں! فرمایا۔ پانچ وقت کی نماز کا بھی یہی حال ہے، جو شخص دن میں پانچ مرتبہ وقت پر نماز ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی تمام خطائیں معاف کر دیتا ہے۔

ابو ثعلبۃ الخزرجی نے عمر بن خطاب سے روایت بیان کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ تم گناہوں کی آگ میں جل رہے ہو۔ صبح کی نماز ادا کرلو، آگ سرد ہو جائے گی اور بہت سے پہلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ غرض آں حضرتؐ نے پانچ وقت کی نماز کی یہی فضیلت بیان کی ہے۔

حضرت عثمانؓ کا طویل بیان: حضرت عثمانؓ کے غلام حارث فرماتے ہیں، ایک دفعہ حضرت عثمانؓ نے پانی طلب کیا، اور وضو کر کے فرمایا۔ میں نے آں حضرت صلعم کو اس طرح وضو کرتے دیکھا ہے، جس طرح میں وضو کر رہا اور جو شخص میری طرح وضو کر کے ظہر کی نماز ادا کرے گا، اس کے فجر سے ظہر تک سارے گناہ اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا، پھر مغرب کی نماز ادا کرے گا تو ظہر سے مغرب تک کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ جب عشا کی نماز ادا کرے گا تو مغرب عشا کے درمیان کیے ہوئے گناہ معاف ہو جائیں گے، پھر جب گہری نیند سو جائے گا یعنی سوتے ہوئے اس کی رالیں ٹپکیں گی تو عشا سے فجر کی نماز تک کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

صحابہؓ نے آں حضرت صلعم کی خدمت میں عرض کیا، آپ نے وضو اور پانچ وقت کی نماز کے فضائل بیان فرما دیے، باقی نیک کاموں کا بھی کچھ بیان کریں۔ تب آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے، تمام حمد اسی کے لیے ہے، اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہ سب سے بلند ہے، اس کے سوا اور کوئی مدد میں توانائی حاصل نہیں کر سکتا۔

نماز کے فائدے: جعفر بن محمد اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ نماز اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور انبیاء کے ساتھ دوستی کا سبب ہے۔ اس کی سنتوں کا ادا کرنا نور معرفت ہے، ایمان کا اصل، دعا اور اعمال کی قبولیت بھی اسی پر موقوف ہے۔ رزق کو فراخ کرتی، بدن کو راحت پہنچاتی اور دشمنوں سے جنگ کرنے اور شیطان سے بچنے کا ایک بڑا اوزار ہے، جو ہر وقت تیار رہتا ہے۔ نمازی ہر نمازی کی سفارش اور اس کے لیے دعا کرتی ہے، اندھیری قبر کے لیے روشنی اور اس کے اندر گدگدے بستر مہیا کرنے کا باعث ہے۔ جب قبر میں منکر نکیر آ کر سوال کرتے ہیں، تو نماز ہی انھیں جواب دیتی ہے۔ قبر کی تنہائی میں قیامت تک یہی آدمی کی مونس و غمگسار ہوگی، قیامت کے دن سایہ کا چھاتا ہوگی جو نمازی کو گرمی سے بچائے گی، اس کے سر کے لیے جڑاؤ تاج بنے گی، یہی اس کے لیے قیمتی لباس اور تاریکی میں اس کے لیے روشنی ہوگی۔ نمازی اور دوزخ کے درمیان دیوار ہوگی، نمازی کو دوزخ کے گڑھے میں گرنے سے بچائے گی، موضوں کے لیے صحت کا باعث ہوگی۔ قیامت کے دن میزانِ عدل کے پلڑے کو اس کے لیے جھکا دے گی۔ جب لوگ پلصراط پر سے گزریں گے تو یہ نماز نمازی کو اس طرح گزارے گی، جس طرح ہوا گزر جاتی ہے۔ یہی جنت کے دروازہ کی چابی ہے، کیونکہ اللہ کی حمد اور تسبیح ہے، اس میں اللہ کو تعریف کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ قرآن پڑھا جاتا ہے۔ خدا سے ہدایت کی درخواست کی جاتی ہے۔ غرض وقت پر ادا ہونے والی نماز جملہ اعمال سے افضل ہے۔

نماز ہی کے ساتھ دین ہے! ابن عمر سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ پانچ وقت کی نماز دین کا ستون ہے۔

اللہ تعالیٰ نماز ہی کے ساتھ دین کو قبول کرتا ہے، اس کے سوا قبولیت نہ ہوگی۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں "ایک شخص نے آں حضرتؐ سے پوچھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کیا کیا فرض کیا ہے؟ آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ پانچ وقت کی نماز۔ اس نے پوچھا اس کے علاوہ کیا فرض کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا پانچ وقت کی نماز کے سوا اور کچھ فرض نہیں۔ اس نے جواب دیا۔ اگر ایسا ہی ہے تو خدا کی قسم میں اس میں سے کچھ کم نہ کروں گا، نہ اس میں کچھ بڑھاؤں گا۔ تب آں حضرتؐ نے فرمایا۔ قیامت کے دن بندہ سے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہی ہے جس نے مکمل طور پر نماز ادا کی ہوگی اس میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی ہوگی، تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہے گا، اس شخص سے پوچھو کیا اس نے کچھ نفل بھی ادا کیے تھے؟ اگر کیے تھے تو وہ بھی فرضوں میں شامل کر دو اور اس کی کمی پوری کر دو۔

فرضوں کی کمی نفلوں سے پوری ہوگی:- انس بن حکیم فرماتے ہیں "ابو ہریرہؓ نے مجھ سے کہا جب تم لوگ اپنے گھروں کو جاؤ تو لوگوں کو بتا دو، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ بندوں سے جس چیز کا سب سے پہلے پوچھا جائے گا وہ فرض نماز ہی ہے۔ اگر اس نے فرض پورے ادا کیے ہوں گے تو بہتر ورنہ نفلوں سے اس کے فرضوں کی کمی پوری کر دی جائے گی اور اس کے دوسرے عمل بھی اسی طرح پورے کیے جائیں گے۔

پرسش نماز:- انس بن مالکؓ فرماتے ہیں "آں حضرت صلعم کا ارشاد ہے، سب سے پہلے آدمی کی نماز کا حساب ہوگا، کیونکہ امت محمدیہ پر اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نماز ہی کو فرض کیا ہے۔

نماز باجماعت:- نافع نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے "کہ آں حضرت نے فرمایا۔ اکیلے پڑھنے والے اور دو کے ساتھ یعنی باجماعت پڑھنے والے میں ستائیس درجوں کا فرق ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آں حضرت نے فرمایا۔ جو شخص وضو کر کے مسجد کی طرف جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہر قدم کے عوض ایک نیکی عطا کرتا ہے اور ایک بدی کم کر دیتا ہے، اس کا درجہ بڑھا دیا جاتا ہے اور خدا اس سے اتنا خوش ہوتا ہے جتنا مدت سے بچھڑے ہوئے دوست ایک دوسرے سے مل کر خوش ہوتے ہیں۔

ابو عثمان عندی نے سلمان سے روایت کی ہے، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے، جو شخص اپنے گھر میں اچھی طرح وضو کرے پھر میرے گھر میں میری زیارت کے لیے آئے تو اس کا حق ہے کہ میں اس کی عزت کروں۔

سیام بن عبداللہ اپنے والد سے اور وہ عمر بن خطابؓ سے روایت کرتے ہیں، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جبرئیلؑ نے آکر مجھ سے بیان کیا، کہ جو لوگ رات کے اندھیرے میں مسجدوں میں آتے ہیں "انھیں خوش خبری سنا دو! کہ قیامت کے دن انھیں نور ملے گا۔

ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے "کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اکیلے نماز پڑھنے اور باجماعت پڑھنے میں پچیس درجہ فضیلت و بزرگی کا فرق ہے۔

حضرت نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اکیلے اور باجماعت نماز ادا کرنے میں ستائیس درجوں کا فرق ہے۔ انس بن مالک فرماتے ہیں آں حضرتؐ نے فرمایا جو شخص صبح کی نماز باجماعت ادا کرے، اُسے مبرور حج اور مقبول

عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔ ظہر کی نماز باجماعت ادا کرنے والے کو ایسی پچیس نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ جنت میں اس کے ستر درجے بڑھائے جائیں گے۔ عصر کی نماز باجماعت ادا کر کے مغرب تک ذکر الٰہی کرنے والے کو ایسا ثواب ملتا ہے گویا اس نے حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے بارہ ہزار بندوں کو آزاد کیا۔ مغرب کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے والے کو باجماعت پچیس نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ جنت میں اس کے ستر درجے بڑھائے جاتے ہیں۔ عشا کی نماز باجماعت ادا کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے شبِ قدر میں ساری رات عبادت کی۔

مسجد میں آنے کے آداب:۔ ہر شخص کے لیے مستحب ہے کہ جب مسجد میں آئے تو اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں ہو، عاجزی اور انکساری سے مسجد میں قدم رکھے، دل میں پاسِ ادب ہو۔ دنیا کے تمام دوسرے مشاغل سے بے نیاز ہو جائے مسجد میں نماز کے لیے جانے کو لوگوں پر ظاہر نہ کرتا پھرے، ایسا ہرگز نہ خیال کرے کہ میں اللہ کی تسبیح کرتا ہوں اور لوگ اسے دیکھ کر بلند مرتبہ سمجھیں، ورنہ یہ عبادت ریاکاری میں داخل ہے۔ کیوں کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جنھیں کاروبار یا تجارتی مشاغل مسجد میں جا کر ذکرِ الٰہی کرنے سے روک نہیں سکتے۔

یاد رکھو! نماز باجماعت کا جس قدر بھی حصہ ملے اسے ضائع نہ کرو، فوراً جماعت کے ساتھ شریک ہو جاؤ، کیوں کہ جو حصہ ملے وہ بعد میں لیا جا سکتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں "آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ جب کوئی مسجد میں آئے اور اس کے آنے سے قبل تکبیر ہو چکی ہو تو چاہیئے کہ جس طریق پر پہلے چل رہا ہے اسی پر چلتا رہے، جس قدر نماز مل سکے وہ ادا کر کے باقی بعد میں قضا کرے۔

غرور کا سر نیچا:۔ ایک ذکر یہ بھی آیا ہے کہ آدمی اپنی ہمیشہ کی عبادت پر مغرور نہ ہو بلکہ دل میں خدا کا خوف رکھے، کیوں کہ غرور اللہ تعالیٰ کی نظروں سے آدمی کو گرا دیتا ہے اور ایسا شخص اللہ کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ مغرور شخص اپنی حالت کو صحیح طور پر نہیں دیکھ سکتا۔ اس کا نورِ بصیرت زائل ہو جاتا ہے، شوقِ عبادت اور لذتِ تقویٰ سے محروم ہو جاتا ہے، معرفت کی صفائی رخصت ہو جاتی ہے، بعض اوقات اللہ تعالیٰ اس کے یہ اعمال[1] واپس کر دیتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ:۔ ایک روایت میں ہے "کہ متکبر لوگوں کے اعمال اس وقت تک قبول نہیں ہوتے جب تک وہ توبہ[2] نہ کر لیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے "کہ حضرت ابراہیمؑ عبادتِ الٰہی میں ایسے منہمک ہوئے کہ ساری رات اسی طرح گزار دی۔ صبح کے وقت انھیں حیرت ہوئی کہ میں نے یہ قیام ساری رات کیا اور اس پر فخر کیا اور کہا کہ ابراہیمؑ کا رب بہتر ہے، اور ابراہیمؑ اس کے بہتر بندوں میں سے ہے۔ آپ کی عادت تھی "کہ کھانا کبھی تنہا نہ کھاتے تھے" مگر اس روز کھانے کے وقت ساتھ کھانے والا کوئی نہ تھا۔ آپ کھانا نکال کر راستے میں کھانے کے لیے بیٹھ گئے کہ کوئی راہگیر ملے، تو ساتھ بٹھا لوں۔ اس اثنا میں آسمان سے دو فرشتے اترے، اور آپ کے پاس آئے۔ آپ نے انھیں باغ کے اندر آ کر کھانا کھانے کو کہا، اور فرمایا۔ اس

---

[1] اعمال سے مراد اس کی عبادت اور نیک افعال ہیں۔

[2] غرور سے توبہ کر کے عاجزی اختیار کریں۔

چشمہ کا پانی بہت میٹھا ہے، میں تمہیں پلاؤں گا۔ چنانچہ فرشتے باغ کے اندر گئے" اور حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔ جب چشمہ پر پانی پینے کے لیے گئے تو چشمہ کا پانی غائب پایا۔ اس پر حضرت ابراہیمؑ بہت شرمندہ ہوئے۔ فرشتوں نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ آپ اللہ سے دعا کریں کہ پانی آجائے۔ آپ نے دعا کی مگر چشمہ میں پانی نہ آیا۔ آپ نہایت شرمسار ہوئے چنانچہ آپ نے فرشتوں سے دعا کرنے کو کہا۔ ایک فرشتہ نے دعا کی تو پانی آگیا۔ دوسرے فرشتے نے دعا کی تو چشمہ سے پانی جاری ہو گیا۔ نہر بھی جاری ہو گئی، تب فرشتوں نے حضرت ابراہیمؑ کو بتلایا کہ ہم فرشتے ہیں۔

جب پھر رات کو آپ نے قیام کیا، تو آپ کو خبر دی گئی کہ رات آپ نے اپنی عبادت پر جو غرور کیا تھا اس کے باعث آپ کی دعا قبول نہیں ہوئی۔

حضوری ا۔ عزر کا مقام ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے دوست کے ساتھ ایسا معاملہ پیش آیا تو دوسرے لوگوں کے ساتھ کیا ہوگا۔ یاد رکھو! عبادت کا قبول ہونا اللہ کی طرف سے ہے۔ اگر وہ توفیق دے تو ایسا ہو سکتا ہے ورنہ انسان کوئی شے نہیں۔ وہ عاجز ہے، سب کچھ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہوتا ہے، اس کا یہ بڑا احسان ہے کہ ہمیں اپنی عبادت کی توفیق فرماتا ہے۔ پس ہر ایک کو چاہیئے کہ اپنے رب کے سامنے عاجزی اور انکساری سے کھڑا ہو جب نماز کے لیے کھڑا ہو تو سمجھے کہ اللہ اُسے دیکھ رہا ہے

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ خدا کی عبادت اس طرح کرو! گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اگر وہ تمہیں نظر نہیں آتا تو جان لو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے لیے حکم ا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ جب تو میری عبادت کے لیے میرے سامنے کھڑا ہو تو عاجزی اور انکساری کے ساتھ کھڑا ہو۔ میرے عضب سے ڈر، کانپ اور اپنے آپ کو میرے سامنے ذلیل و خوار جان، میری درگاہ میں دعا کرنے کے لیے بے قراری کا اس طرح اظہار کر کہ تیرا ہر عضو دوسرے عضو سے جدا معلوم ہو۔

حضرت موسیٰ کے لیے حکم ا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی طرف بھی اللہ تعالیٰ نے بذریعۂ وحی ایسا ہی حکم بھیجا تھا۔

مختلف بزرگوں کی کیفیت ا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابن سیرین جب نماز کے لیے کھڑے ہوا کرتے تھے تو ان کے چہرے کا رنگ زرد ہو جایا کرتا تھا[1]۔ مسلم بن یسار نماز میں ایسے منہمک ہوتے تھے کہ انھیں کوئی آواز تک سنائی نہ دیتی تھی اور خدا کے خوف کے باعث ان کے دل میں اور کوئی خیال آتا ہی نہ تھا۔ عامر بن قیس فرماتے ہیں کہ جب میں نماز میں مصروف ہوتا تھا تو مجھے دنیا کے دوسرے تمام کام بُرے معلوم ہوتے تھے۔ اس قدر برے کہ اگر ان کی بجائے میرے دونوں کندھوں میں خنجر مار دے تو یہ مجھے اچھا معلوم ہوتا تھا۔

---

[1] اللہ تعالیٰ کے خوف کے باعث۔

سعد بن معاذ فرماتے ہیں" کہ میں نے کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی جس میں میرے دل میں (کسی اور بات کا) کوئی فکر پیدا ہوا ہو۔ مجاہد کہتے ہیں کہ ابن زبیر نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو یوں معلوم ہوتا جیسے ایک سوکھی لکڑی کھڑی ہے۔ اللہ کے خوف کے باعث بالکل بے حس و حرکت کھڑے ہوتے تھے۔ وہب نماز کے لیے اس طرح کھڑے ہوتے تھے، گویا دوزخ کو دیکھ کر اس سے خوف کھا رہے ہیں۔ عتبہ غلام سردی کے موسم میں نماز پڑھتے تو ان کے بدن سے پسینہ چھوٹ رہا ہوتا تھا۔

یہ بھی سنا گیا ہے کہ ایک دفعہ مسلم بن یسار نماز پڑھ رہے تھے" کہ ان کے گھر میں آگ لگ گئی، لوگوں نے یہ دیکھ کر شور مچایا۔ اور اپنے گھروں سے نکل آئے" اور آگ بجھائی۔ مگر اس قدر شور کے باوجود، آپ نماز میں مصروف رہے۔ فارغ ہونے پر آپ کو پتہ چلا، کہ گھر میں آگ لگ گئی تھی" اور لوگوں نے بجھائی ہے۔

ایک دفعہ مسلم جامع مسجد میں نماز ادا کر رہے تھے، کہ مسجد کا ستون گر پڑا، بازار کے لوگوں نے شور مچایا، مگر آپ اس قدر محو تھے کہ کچھ پتہ نہ چلا۔

عمار بن زبیر" جوتا آگے رکھ کر نماز پڑھ رہے تھے، جوتے کا تسمہ نیا تھا۔ نماز کے دوران نظر تسمہ پر جا پڑی۔ نماز سے فارغ ہونے پر جوتے کو پھینک دیا پھر ساری عمر جوتا نہ پہنا۔

نماز میں خشوع ا۔ ایک دفعہ ربیع بن خثیم نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ کا گھوڑا سامنے بندھا تھا، جو نہایت قیمتی تھا، ایک چور اسے کھول کر لے گیا۔ صبح کے وقت لوگ گھوڑے کی چوری کا افسوس کرنے آئے۔ آپ نے فرمایا میرا گھوڑا میرے سامنے ہی چوری ہوا ہے، لیکن میں ایسے کام میں لگا تھا جو مجھے گھوڑے سے زیادہ عزیز تھا۔ اس واقعہ کے تھوڑے عرصہ بعد گھوڑا خود بخود آپ کے پاس آگیا۔

ایک روایت ہے" کہ آں حضرتؐ کملی اوڑھ کر نماز پڑھ رہے تھے۔ کملی میں سرخ دوڑا تھا، نماز سے فارغ ہونے پر فرمایا اس سرخ ڈورے نے مجھے خدا سے غافل کر دیا اور میری نماز میں خلل ڈالا۔

نماز میں خشوع کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ یہ لوگ اپنی نماز میں خشوع پیدا کرنے والے ہیں۔

زہری کا مقولہ ہے" کہ خشوع ایک ایسا سکون ہے کہ جو نماز میں حاصل ہوتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ خشوع یہ ہے" کہ آدمی کو یہ بھی معلوم نہ ہو سکے میرے دائیں یا بائیں کون کھڑا ہے۔ اسی لیے آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ نماز ایک شغل ہے۔

نماز کی حفاظت اور اُسے ضائع کرنا۔ اعمش نے شقیق بن سلمیٰ سے اور انھوں نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے" کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جب آدمی اول وقت میں نماز پڑھتا ہے تو وہ نماز آسمانوں پر پہنچائی جاتی ہے، اس کے ساتھ ایک روشنی بھی ہوتی ہے، جو عرشِ معلّٰے پر لے جائی جاتی ہے اور وہ وہاں پہنچکر قیامت تک اپنے نمازی کے لیے بخشش مانگتی رہتی ہے، کہتی ہے۔ اے میرے نمازی! جس طرح تُو نے میری حفاظت کی ہے، اسی طرح اللہ تیری حفاظت کرے، جو شخص بے وقت نماز پڑھے، وہ نماز بھی عرش پر جاتی ہے، مگر اکیلے، اس کے ساتھ روشنی نہیں ہوتی۔

اسے کپڑے میں لپیٹ کر نمازی کے منہ پر مارا جاتا ہے۔ وہ کہتی ہے اے میرے نمازی جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا اسی طرح خدا تجھے ضائع کرے۔

عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے "کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص اچھی طرح وضو کر کے نماز پڑھے رکوع اور سجود بھی اچھی طرح کرے قرأت بھی اچھی طرح ادا کرے، تو اس کی نماز کہتی ہے، کہ اے میرے نمازی! جس طرح تو نے میری حفاظت کی ہے" اسی طرح خدا تیری حفاظت کرے، پھر نماز کو آسمانوں پر اٹھایا جاتا ہے، اور وہ نور کی طرح ہوتی ہے۔ آسمانوں کے دروازے اس کے لیے پہلے ہی سے کھول دیے جاتے ہیں، نماز اندر داخل ہو جاتی ہے اور وہ اللہ کے حضور حاضر ہو کر اپنے نمازی کے لیے سفارش کرتی ہے۔

ایک روایت:- جس شخص نے اپنے رکوع و سجود اور قرأت کو ضائع کیا ہو" اس کے بارے میں نماز کہتی ہے" کہ اے نمازی! جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا" اسی طرح خدا تجھے بھی ضائع کرے۔ یہ نماز روشنی کے بغیر اوپر جاتی ہے، اس لیے آسمان کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور نماز کو پرانے کپڑوں میں لپیٹ کر نمازی کے منہ پر مارا جاتا ہے۔

ابن مسعود فرماتے ہیں" آں حضرت صلعم سے پوچھا گیا" یا رسول اللہ بہترین عمل کون سا ہے؟ تو فرمایا وقت پر نماز ادا کرنا ماں باپ کی فرمانبرداری کرنا، راہِ خدا میں کافروں سے جہاد کرنا۔

ابراہیم بن ابی محذورہ مؤذن سے روایت کی ہے، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص اوّل وقت میں نماز ادا کرتا ہے وہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرتا ہے، جو درمیانہ وقت میں ادا کرے اس پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے، جو آخر وقت میں ادا کرے تو یہ اس کے گناہوں کی معافی کا سبب ہوتی ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے" جو لوگ نماز سے غافل ہیں یہ ان کی ہلاکت کا باعث ہے۔ ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر اس طرح بیان کرتے ہیں کہ یہاں نمازیوں سے مراد وہ نمازی ہیں جو نماز کی ادائیگی میں دیر کرتے ہیں، نماز ترک کرنے والے مراد نہیں۔

سعد نے آں حضرتؐ سے " اَلَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ " کے معنی دریافت کیے آپ نے فرمایا۔ اس آیت سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی نماز کو ضائع کرتے ہیں اور اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں، یہ لوگ آخر کار غی میں داخل کیے جائیں گے۔ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ دوزخ کے ایک جنگل کا نام غی ہے، جو لوگ اپنی نماز کو ضائع کرتے ہیں وہ دوزخ کے اس جنگل میں داخل کیے جائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر نے روایت کی ہے" ایک روز آں حضرتؐ نے نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ جو شخص اپنی نماز کی نگہبانی کرے گا، نماز اس کے لیے نور بنے گی اور اس آدمی کے ایمان پر روشن دلیل ہوگی۔ قیامت کے دن عذاب سے بچانے کا موجب ہوگی۔ اگر نماز کی نگہبانی نہ کرے گا تو اس کے لیے نہ روشنی بنے گی نہ اس کے ایمان پر دلالت کرے گی، نہ ہی دفع سے بچانے کا سبب بنے گی۔ یہ شخص قیامت کے دن فرعون، ہامان، قارون اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

غافل نمازی کے لیے پندرہ عذاب:- حارث نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے" آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص نماز پڑھنے میں سستی کرے اللہ تعالےٰ اسے پندرہ عذابوں میں مبتلا کرتا ہے ان میں سے

چھ عذاب اسے دنیا میں دیئے جاتے ہیں اور تین مرنے کے بعد، تین قبر میں، تین قبر سے اٹھنے پر۔

دنیا کے چھ عذاب:- دنیا کا پہلا عذاب یہ ہے کہ اسے نیک لوگوں کی فہرست سے نکال دیا جاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ اس کی زندگی سے برکت چلی جاتی ہے۔ تیسرا یہ کہ اس کے رزق میں برکت نہیں رہتی۔ چوتھا یہ کہ جب تک نماز کی تکمیل نہیں کرتا اس کے دوسرے نیک اعمال قبول نہیں ہوتے۔ پانچواں یہ کہ اس کی دعا قبول نہیں ہوتی، چھٹا یہ کہ صالح لوگوں کی دعا سے اسے کوئی حصہ نہیں ملتا۔

مرتے وقت کے تین عذاب:- مرتے وقت جو تین عذاب ہوتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ پیاسا ہی مرتا ہے اس کے حلق میں سات دریا بھی انڈیل دیئے جائیں تب بھی اس کی پیاس نہ بجھے گی۔ دوسرا یہ اسے اچانک موت آئے گی، تیسرا یہ کہ کندھوں اور گردن پر لوہے، پتھر اور لکڑیوں کا بوجھ ڈالا جائے گا، جس سے وہ بوجھل ہو جائے گا۔

قبر کے تین عذاب:- قبر میں جو تین عذاب ملیں گے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی قبر تنگ ہو جائے گی، دوسرے یہ کہ قبر میں روشنی نہ جائے گی، اندھیرا ہوگا، تیسرے یہ کہ منکر نکیر اس سے سوال کریں گے تو وہ جواب نہیں دے سکے گا۔

قبر سے نکلتے وقت کے عذاب:- جب قبر سے نکلے گا تو اسے تین عذاب دیئے جائیں گے۔ ان میں ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اس سے ملاقات کرے گا تو قہر و غضب میں بھرا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ اس کا حساب بہت سختی سے لیا جائے گا، تیسرا یہ کہ اسے خدا کی طرف سے لوٹا کر پھر دوزخ میں لے جائیں گے اور اس کے غاروں میں پھینک دیں گے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی دوزخی کو بخش دے اور اسے دوزخ کے غاروں سے نکال لے۔

نماز کی شان:- نماز کی بڑی شان ہے، اور اس کے تمام احکام بھی بڑی عظمت والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے آنحضرت صلعم کو پیغمبری عطا فرمائی، پھر اکثر آیات میں سب فرائض سے قبل نماز کے لیے حکم دیا۔ اور فرمایا۔

اُتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ۔	قرآن میں جس چیز کی تیرے پاس وحی بھیجی گئی ہے تو اسے پڑھ اور نماز قائم کر۔

فرمایا:-

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ	نماز فحش اور منکر باتوں سے باز رکھتی ہے۔

فرمایا:-

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ	اپنے اہل کو نماز کے لیے حکم کر اور اس پر ہمیشگی کر، ہم تجھ سے رزق کے بارے میں نہیں پوچھتے بلکہ رزق دیتے ہیں۔

فرمایا:-

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ	اے مسلمانو، تم صبر اور نماز کے ساتھ خدا سے مدد طلب کرو۔

الصَّلٰوۃِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۔ جو لوگ صابر ہوتے ہیں خدا ان کے ساتھ ہوتا ہے ۔

فرمایا:-

وَاَوْحَیْنَا اِلَیْھِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءَ الزَّکٰوۃِ ۔ اور اللہ نے مسلمانوں سے کہا ہے کہ نیکی کرو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو ۔

اجمال کے طور پر نیکیوں کو یاد کیا ہے ۔ یہ نیکیاں سب کی سب طاعت ہیں، ترک گناہ بھی ان میں شامل ہے ۔ نماز کا ذکر ان سے الگ کیا گیا ہے، یعنی خصوصیت سے اس کا ذکر ہوا ہے ۔

آں حضرت صلعم نے وفات کے وقت امت کو وصیت فرمائی ۔ فرمایا نماز میں اللہ تعالےٰ کا خوف کرو ! اس سے ڈرو، اپنے غلاموں اور فرماں برداروں کے حقوق کو نگاہ میں رکھو، یہ آں حضرتؐ کی آخری وصیت تھی ۔

نماز کی اولیت اور اہمیت:- حدیث میں آیا ہے کہ تمام پیغمبروں نے وفات کے وقت اپنی امت کو یہی وصیت فرمائی ۔ ہر نبی نے اپنی امت سے یہی عہد لیا ۔ پس امت پر جو چیزیں فرض کی گئی ہیں، ان میں نماز کا درجہ سب سے اول ہے ۔ آخری وقت میں پیغمبروں نے جس بات کی تاکید کی وہ نماز ہی ہے ۔ جن چیزوں سے اسلام کی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں، ان میں آخری چیز یہی ہے ۔ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ اپنے بندوں سے جن باتوں کے بارے میں پوچھے گا ۔ ان میں نماز سب سے اوّل ہے ۔

نماز اسلام کا ایک ستون ہے، اسے ضائع کر دیا جائے تو نہ دین باقی رہتا ہے نہ اسلام ۔

ایک حدیث ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا، تمھارے دین میں جو چیز سب سے پہلے گم کی جائے گی وہ امانت ہوگی، اور آخری چیز نماز ہوگی ۔ بہت سی قومیں ایسی بھی ہوں گی جنھیں اپنی نماز میں سے کچھ نہیں دیا جائے گا ۔

بے نمازی کا کفر:- جو شخص نماز کو فرض نہیں مانتا، اور اسے ترک کرتا ہے، امام احمدؒ کے نزدیک وہ کافر ہے، اسے قتل کرنا واجب ہے، کسی مذہب والے کو اس سے اختلاف نہیں ۔

بے نماز کا قتل:- جو شخص نماز کو فرض جانتا ہے، مگر سستی اور غفلت کے باعث اسے ادا نہیں کرتا، اسے نماز کے لیے بلایا جائے، اگر بلانے پر حاضر نہ ہو، اور نماز کا وقت تنگ ہو جائے تو وہ کافر ہے ۔ اگر اسے متواتر تین روز تک بلایا جائے پھر بھی نہ آئے تو اسے تلوار سے قتل کرنا جائز ہے ۔ ایسا شخص ان دونوں حالتوں میں مرتد ہے ۔ مسلمانوں کو ایسے شخص کا مال لوٹ لینا جائز ہے ۔ اسے بیت المال میں داخل کریں، اس کے جنازہ پر نماز نہ پڑھیں اور نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے دیں ۔

امام احمدؒ ایسے شخص کا قتل واجب قرار نہیں دیتے، صرف اس تارکِ صلوٰۃ کا قتل واجب قرار دیتے ہیں، جو سستی کے باعث تین دن تک نماز ترک رکھے، چوتھے دن بھی نماز کے لیے نہ آئے، یہاں تک کہ وقت تنگ ہو جائے ۔ ایسے شخص کو حدِ شرعی کی رُو سے قتل کیا جائے گا، نہ کہ کفر کے سبب سے جیسا کہ بیاہے ہوئے زانی کے لیے حد مقرر ہے، اسی طرح اس پر بھی حد لازم ہوگی، اس کے مال کے وارث اس کے مسلمان عزیز و اقارب ہوں گے ۔

ابوحنیفہؒ کا قول:- امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں" ایسے تارک نماز کو قتل نہ کیا جائے، بلکہ قید کر دیا جائے یا بند رکھا جائے تاکہ نماز پڑھے، توبہ کرے یا اسی طرح قید میں مر جائے۔

شافعیؒ کا قول:- امام شافعیؒ کہتے ہیں" کہ تارکِ صلوٰۃ پر حد جاری کر کے اسے تلوار سے قتل کیا جائے۔ وہ کافر نہیں۔ تارکِ صلوٰۃ کافر ہے یا نہیں؟ اس بارے میں حدیث اوپر بیان ہو چکی ہے۔

مزید احادیث:- اس حدیث کے علاوہ جابر بن عبداللہؓ کی ایک روایت یہ بھی ہے" کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ کافر اور مسلمان میں نماز کا فرق ہے۔

عبداللہ بن زید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں" کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ ہمارے اور تمہارے درمیان صرف نماز کا فرق ہے اور جو نماز ترک کرتا ہے وہ کافر ہے۔

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں" کہ آں حضرت صلعم نے ایک شخص کو دیکھا جو بہت جلدی جلدی اس طرح نماز پڑھ رہا تھا جیسے مورد انہ چگتا ہے، آپؐ نے اسے دیکھ کر فرمایا اگر یہ شخص اس حالت میں مر جائے تو دین محمدی سے باہر رہے گا۔

عطیہ اوفی نے ابی سعید خدری سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے اس کا نام دوزخ کے دروازے پر ان لوگوں میں لکھا جاتا ہے جو اس میں داخل ہونے والے ہوتے ہیں۔

انس بن مالک فرماتے ہیں۔ آں حضرتؐ کا ارشاد ہے" اے مسلمانو! آگاہ رہو کہ اگر تم میں سے کوئی شخص عشا کی نماز سے قبل سو جائے اور نماز ادا نہ کرے تو فرشتے اس سے کہیں گے کہ تیری دونوں آنکھوں کے درمیان نیند نہ آئے نہ ہی تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اللہ تعالےٰ تجھے بہشت اور دوزخ کے درمیان قید کر دے" جیسے تو نے مجھے قید کیا ہے۔

باب ۳۱

مکروہاتِ نماز ـــــ آدابِ نماز

صفاتِ امام ۔ آدابِ امامت، آدابِ مقتدی

نماز کے مکروہات

پینتالیس خصلتیں ۱۔ خواجہ حسن بصریؒ کے بیان کے مطابق "بعض صحابہؓ رسولؐ کا ارشاد ہے" کہ پینتالیس خصلتیں مکروہ ہیں جو فرض نمازوں میں منع ہیں ۔ جان بوجھ کر کھنکھارنا، کسی اور جانب توجہ مبذول کرنا، بے وجہ چھینکنا، سر آسمان کی طرف اٹھانا۔

روایت ہے" کہ ایک مرتبہ آں حضرت صلعم آسمان کی طرف دیکھتے تھے، کہ یہ آیت نازل ہوئی "جو لوگ اپنی نمازیں عاجزی کرتے ہیں ..... الخ یہ آیت نازل ہونے پر آپ نے اپنا سر نیچا کر لیا۔

نمازی کے لیے مستحب یہ ہے" کہ اپنی آنکھوں کو نماز کی جگہ سے ہٹا کر دوسری طرف نہ لگائے ۔ اس کے علاوہ یہ باتیں بھی مکروہ ہیں۔ ٹھوڑی کو سینے سے لگانا، کپڑے لپیٹنا ۔ انگڑائی یعنی لمبے لمبے سانس لینا، آنکھیں بند کرنا، دائیں بائیں دیکھنا۔

"اَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ" کی تفسیر میں" عقبہ بن عامر کہتے ہیں" کہ جب یہ لوگ نماز پڑھتے ہیں تو دائیں بائیں طرف ہرگز توجہ نہیں کرتے ۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں" ایک مرتبہ میں نے آں حضرت صلعم سے پوچھا۔ اگر نماز میں کسی اور طرف توجہ ہو تو اس بارے میں کیا حکم ہے ؟ آپ نے جواب دیا۔ یہ شیطانی جھپٹ ہے جو آدمی کو نماز سے ہٹا کر دوسری طرف لے جاتی ہے ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ طلحہ بن مصرف، عبدالجبار بن وائل کے پاس آئے، اس وقت وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بیٹھے تھے طلحہ نے انھیں آہستہ سے کچھ کہا اور چلے گئے ۔ عبدالجبار نے ساتھیوں سے کہا جانتے ہو انھوں نے کیا کہا ؟ یہ کہہ گئے ہیں کہ کل نماز کے وقت تمھاری توجہ کسی اور طرف تھی اور آیت میں آیا ہے" کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔ جب بندہ نماز پڑھتا ہے، تو اللہ تعالےٰ اس کی طرف دیکھتا ہے اور جب تک وہ نماز میں اپنی توجہ برقرار رکھتا ہے ادھر ادھر خیال نہیں دوڑتا، اللہ تعالےٰ برابر اسے دیکھتا رہتا ہے ۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے" کہ نماز پڑھتے وقت آدمی کو تین خصلتیں حاصل ہوتی ہیں، اول یہ کہ اس کے سر پر آسمان سے نیکیوں کی بوچھاڑ کی جاتی ہے ۔ دوسری یہ کہ آسمان سے فرشتے اتر کر قدموں سے لے کر آسمان تک اُسے گھیر لیتے ہیں، تیسری یہ کہ پکارنے والا پکار کر اس کی نماز کی گواہی دیتا ہے، پس اگر نمازی کو یہ معلوم ہو کہ میں اپنی مناجات کس کی بارگاہ میں کر رہا ہوں،

تو پھر وہ دوسری طرف کبھی توجہ نہ کرے۔ اس سے ظاہر ہے کہ نماز میں دوسری طرف توجہ کرنا مکروہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نماز میں کسی اور طرف توجہ کرنے سے نماز قطع ہو جاتی ہے" اور اسے نماز کی حرمت اور اس کا ادب باقی نہیں رہتا۔

نمازی کو کتے کی طرح نہیں بیٹھنا چاہیے" یہ مکروہ ہے۔ سجدہ کے وقت دونوں بازو زمین پر بچھانا، سینے

رکوع و سجود:- کو دونوں رانوں پر رکھنا، دونوں پہلوؤں سے دونوں بازوؤں کا ملانا بھی مکروہ ہے۔ ان میں فرق رکھنا چاہیئے۔

روایت ہے کہ آں حضرت صلعم سجدہ کرتے وقت ان کے درمیان اس قدر فاصلہ رکھا کرتے تھے کہ دونوں بازوؤں کے درمیان سے بکری کا بچہ آسانی سے نکل سکتا تھا۔ اس میں مبالغہ اس لیے کیا گیا ہے کہ بغلوں سے دونوں کہنیاں الگ رہیں اور تاکید ظاہر ہو۔

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ آں حضرتؐ سجدہ کرتے وقت بغل اور کہنیوں میں فرق رکھا کرتے تھے۔ جب آدمی سجدہ میں ہو تو چاہیے کہ ہاتھ کی انگلیوں کو باہم ملائے رکھے۔ رکوع کی حالت میں دونوں ہاتھ بغیر کہنیوں کے گھٹنوں پر رکھے پاؤں اوپر نیچے نہ رکھے۔ دونوں قدم زمین سے نہ اٹھائے۔ پاجامہ یا چادر لٹکانا مکروہ ہے۔ دانتوں میں خلال نہ کرے، کھانے کی کوئی شے منہ میں نہ رکھے، ایک یا دو دانہ کے برابر بھی نہ رکھے۔ منہ میں یا زبان پر کسی شے کو نہ پھرائے۔ سجدہ میں منہ سے پھونک نہ مارے، زمین پر سنگریزے وغیرہ ہوں تو انھیں بھی نہ ہٹائے، داہنے بائیں نہ چلے، تشہد میں اپنے ساتھی پر آواز اونچی نہ کرے، دائیں بائیں کھڑے آدمیوں کو پہچاننے کے لیے ان کی طرف نظر نہ کرے، سر یا ابرو کا اشارہ بھی نہ کرے، ڈکار نہ لے، نہ کھانسے، نہ تھوکے، نہ ناک صاف کرے، نہ چھینکے نہ ہی اپنے کپڑوں کا خیال کرے۔ نماز سے فارغ ہونے سے قبل پیشانی سے خاک دور نہ کرے، مقام سجدہ کو سنگریزے دور کر کے پاک کرنا ایک سے زائد بار نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر امام ہے، تو تشہد کے بعد دعا نہ کرے۔

سلام پھیرنے کے بعد:- سلام پھیرنے کے بعد محراب میں اس طرح بیٹھے کہ بایاں ہاتھ محراب کی طرف ہو تو داہنا پہلو مقتدیوں کی طرف۔ محراب سے نکل کر بیٹھنا مستحب ہے۔

نماز کے دوران کسی چیز سے انگلیوں میں گرہ نہ دے، داڑھی یا کپڑوں سے نہ کھیلے۔

ایک روایت ہے کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ جو شخص دل کے حضور سے نماز ادا نہیں کرتا خدا اس کی طرف توجہ نہیں کرتا، آں حضرتؐ نے ایک شخص کو نماز میں اپنی داڑھی سے کھیلتے دیکھا تو فرمایا اس کے دل میں خدا کا خوف نہیں۔ اگر دل میں خدا کا خوف ہوتا تو اس کے اعضا میں بھی خدا کا ڈر ہوتا اور وہ کانپ رہے ہوتے۔

حضرت حسنؓ نے ایک شخص کو کنکریوں سے کھیلتے دیکھا، اس وقت وہ کہہ رہا تھا، اے اللہ! مجھے ایک حور عین عطا کر اور اس سے میرا نکاح کر دے۔ آپ نے اس سے کہا تو پیغام پہنچانے والوں میں بہت برا پیغام پہنچانے والا ہے، کیونکہ ایک طرف تو اللہ سے حور عین کی درخواست کرتا ہے اور دوسری طرف کنکریوں سے کھیلتا ہے۔

عبدالرحمٰن بن عبداللہ نے حضرت عبداللہ سے روایت کی ہے" کہ جو لوگ نماز میں اپنی آنکھیں اوپر کی طرف اٹھاتے ہیں وہ

اس سے باز آجائیں، ورنہ ان کی آنکھیں ان کی طرف نہیں پھریں گی۔

اور اعمی کا قول ہے کہ جو نمازی دل حضور سے نماز ادا کرتا ہے اور دوسرا جو لہو و لعب اور سہو سے پڑھتا ہے، ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

نماز کا ثواب:۔ ایک صحیح روایت ہے کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا کہ نمازی اپنے دل کو نماز میں جس قدر لگاتا ہے اسی اندازے کے مطابق اسے نصف حصے سے لے کر دسویں حصے تک ثواب ملتا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ بعض نمازیوں کو اپنی نماز میں چار سو نمازوں کا ثواب ملتا ہے، بعض کو دو سو کا، بعض کو ڈیڑھ سو کا، بعض کو ستر کا، بعض کو پچاس کا، بعض کو تائیس کا اور بعض کو ایک ہی نماز کا ثواب دیا جاتا ہے۔

چار سو نماز کا ثواب اس شخص کو ملتا ہے جو کہ میں امام کے پیچھے جماعت کے ساتھ بیت الحرام میں نماز پڑھے اور اس سے پہلی تکبیر کبھی فوت نہ ہوئی ہو۔ دو سو نمازوں کا ثواب مؤذن کو ملتا ہے۔ ستر نمازوں کا ثواب مسواک کرنے والے اچھی طرح وضو کرنے والے اور جامع مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھے، خواہ اول تکبیر اس سے فوت ہی ہو گئی ہو۔ تائیس نمازوں کا ثواب اسے ملتا ہے جو اپنا وضو مکمل کر کے مسجد میں جا کر نماز ادا کرتا ہے، اور پہلی تکبیر فوت نہیں ہونے دیتا۔

دس نمازوں کا ثواب اسے ملتا ہے "جو جماعت میں شامل ہوتا ہے" مگر پہلی تکبیر کھو دیتا ہے۔ جس بیچارے کو ایک ہی نماز کا ثواب ملتا ہے، وہ اکیلا نماز پڑھنے والا ہے۔

جسے ایک نماز کا ثواب بھی نہیں ملتا "وہ نمازی وہ ہے" جو مرغ کی طرح زمین پر ٹھونگے مارے، رکوع اور سجدہ اچھی طرح نہ کرے، اس شخص کی نماز کو پرانے کپڑے میں لپیٹ لیتے ہیں اور الٹ کر اس کے منہ پر دے مارتے ہیں" اور ایک فرشتہ پکار کر کہتا ہے، جس طرح تو نے نماز کو نگاہ میں نہیں رکھا اسی طرح خدا تجھے بھی نگاہ میں نہ رکھے۔

آدابِ نماز

نماز کے ابتدائی آداب:۔ ہر نمازی کو نماز کے لیے نیت کرنی واجب ہے، کعبہ بیت الحرام کو اپنے سامنے تصور کرے" اور دونوں آنکھیں سجدہ کی جگہ پر رکھے۔ جیسا کہ کتاب کی ابتدا میں بیان ہوا ہے۔ دل میں یقین رکھے کہ میں خدا کے سامنے کھڑا ہوں اور جانے کہ اللہ تعالےٰ مجھے دیکھ رہا ہے، کیوں کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جب تو کھڑا ہوتا ہے، تو اس وقت خدا تجھے دیکھتا ہے" اور جب پھرتا ہے" تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

آں حضرتؐ نے فرمایا۔ تو اپنے خدا کی عبادت اس طرح کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے، اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

آدابِ نماز:۔ فرض نماز پڑھتے وقت نیت کی جائے، اگر قضا پڑھنی ہے تو قضا کی نیت کی جائے، دونوں ہاتھ دونوں کانوں کی لو تک اٹھائے، کتاب کے ابتدا میں اس کی کیفیت بیان کی جا چکی ہے۔ انگلیاں کھلی رکھنے یا ملانے کے بارے میں دو روایتیں ہیں، جن میں ملانا اور کھلا رکھنا دونوں کا حکم ملتا ہے۔ دونوں ہاتھ اٹھاتے وقت تکبیر کہے، جس کا مطلب

یہ ہے کہ وہ ایسا ہوتا ہے گویا اپنے اور خدا کے درمیان سے اس نے پردے کو دور کر دیا اور ایسی جگہ آگیا جہاں سے اسے دوسری طرف توجہ نہیں کرنی۔

دل میں یقین رکھے کہ میں ایسے باعظمت شہنشاہ کے سامنے کھڑا ہوں، جو میری حرکتیں دیکھ رہا ہے" اور میرے دل کے خیالات سے بخوبی واقف ہے۔

پھر اپنی نظر سجدے کی جگہ پر جمائے، داہنے بائیں ادھر اُدھر نہ دیکھے، نہ ہی اپنا سر آسمان کی طرف اٹھائے۔ جب

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ

اے اللہ تو پاک ہے تمام تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں تیرا نام برکت والا ہے تیری شان اونچی ہے اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں

کہے تو اس وقت دل میں یہ جانے کہ میں ایک ایسی ہستی سے خطاب کر رہا ہوں" جو بہت بلند و برتر ہے، صاحبِ شان اور صاحبِ عزت ہے، جو سنتا ہے، دیکھتا ہے، ہر جگہ حاضر ہے۔ کوئی بھی خفیہ راز خواہ وہ بال سے زیادہ باریک ہے" اس پر ظاہر ہے۔ عضو کی خفیف سے خفیف حرکت بھی اس پر ظاہر ہے۔

جب اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہے تو جو کچھ کہہ رہا ہے" اسے دل میں اچھی طرح سوچے" اور بس سے خطاب کر رہا ہے، اُسے پہچانے، خشوع و خضوع کے باوجود سہو و نسیان کا خیال رکھے" کہ وہ اس میں داخل نہ ہونے پائے۔

سورۂ فاتحہ میں گیارہ تشدیدیں پڑھے، قرأت راگ کے ساتھ اس طرح نہ پڑھے کہ اس کے معنوں میں فرق آجائے۔

قرأت فرض ہے اور نماز کا ایک رکن ہے، اسے ترک کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

جب ان امور کے لحاظ سے قرأت میں کھڑا ہو تو سمجھے میں پل صراط پر کھڑا ہوں، میری داہنی جانب بہشت اپنی پوری صفات کے ساتھ موجود ہے" اور بائیں طرف دوزخ ہے، جس میں دوزخ کا سارا سامان موجود ہے۔ دل میں یقین کرے کہ اگر میں نماز کو صحیح طریقہ سے ادا کروں گا تو اس کے عوض اللہ تعالیٰ نے جنت کا جو وعدہ کیا ہے وہ مجھے ضرور عطا کرے گا اور صحیح نماز وہی ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحیح ہوگی۔

کامل سورت کی قرأت پڑھے۔ اگر اس کے آخر یا وسط سے کوئی سورت پڑھے تو زیادہ بہتر ہے۔ جو کچھ پڑھے اس پر پوری طرح غور کرے اور سمجھے۔ قرأت میں صحیح اور درست تلفظ ہو۔ اگر امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے تو خاموشی سے اس کی قرأت کو سنے اور اس میں جو نصیحت و عبرت کے الفاظ ہوں ان پر غور کرے۔ اوامر و نواہی کے جس قدر احکام ہوں ان پر اعتقاد رکھے۔ ان کی فرمانبرداری کرے اور آخر سورت تک ایسا ہی کرے۔

قرأت پڑھنے والا قرأت سے فارغ ہو جائے، تو خاموش کھڑا ہو، اور اپنا دم درست کرے۔ پھر رکوع میں جائے۔ قرأت ختم کر کے دم درست کیے بغیر رکوع میں نہ جائے۔ بعد ازاں تکبیر کہے اور اپنے دونوں ہاتھ دونوں کانوں کی لَو تک یا دونوں کندھوں کے برابر لے جائے جیسا کہ کتاب کے شروع میں بیان ہوا۔

تکبیر ختم کرنے پر دونوں ہاتھ چھوڑ دے اور رکوع کے لیے جھکے۔ دونوں ہتھیلیاں دونوں گھٹنوں پر رکھے۔ ہاتھوں کی انگلیاں کھلی رہیں۔ دونوں پنجوں سے دونوں زانو پکڑے، پیٹھ کو برابر کرے، سر کو بلند نہ کرے، نہ زیادہ جھکائے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ آں حضرت رکوع فرماتے، تو اس وقت آپ کی پشت اس طرح ہموار ہوتی تھی کہ اگر اس پر پانی کا ایک قطرہ ہوتا تو وہ بھی جنبش نہ کرتا تھا۔

ایک روایت یہ بھی ہے، کہ اگر پانی کا پیالہ آپ کی پشت پر رکھ دیا جاتا تو وہ بھی جنبش نہیں کرتا تھا، کیوں کہ آپ کی پشت ہموار رہتی تھی۔

رکوع میں تین دفعہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کہے، یہ ادنیٰ درجہ ہے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں" پوری اور کامل تسبیح سات دفعہ کہنے سے ہوتی ہے۔ ان دونوں درجوں کی اوسط پانچ ہے اور ادنیٰ مرتبہ تین ہے۔

اس کے بعد سر اٹھائے اور سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہہ کر سیدھا کھڑا ہو، اور سانس کو درست کرے" اس وقت اپنے دونوں ہاتھ نیچے لٹکا دے اور سجدہ میں جائے۔ سجدہ میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنوں کو زمین پر رکھے پھر دونوں ہاتھ اس کے بعد پیشانی اور ناک زمین سے لگائے، سجدہ میں رکھے اور جسم کے تمام اعضا قبلہ کی جانب رکھے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ مجھے سات عضو سے اللہ تعالےٰ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ سجدہ کرے تو سات اعضا سے کرے، جس عضو کا سجدہ ضائع کر دیتا ہے وہ عضو اس بندہ پر ہمیشہ لعنت کرتا رہتا ہے۔ سجدہ میں بدن کو سمٹا کر رکھا جائے، زمین پر پھیلا کر اور کشادہ نہ رکھے، نہ ہی دونوں ہاتھوں کو بچھائے، بلکہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں زمین پر اس طرح رکھے کہ وہ دونوں کانوں یا دونوں کندھوں کے برابر رہیں اور دونوں ہاتھ اس جگہ رہیں جہاں ان کا رکھنا مستحب ہے۔

اٹھتے وقت دونوں ہاتھ اٹھائے، تکبیر کہے یہ مستحب ہے، مگر ہاتھوں کو سر تک اونچا نہ کرے" اور انگلیاں ملائے رکھے اور قبلہ کی طرف کرے، دونوں بازو دونوں پہلوؤں سے جدا رہیں، ران بھی دونوں پہلوؤں سے الگ رہیں۔ پیٹ زمین سے نہ لگے۔ سجدہ میں تین دفعہ سبحان ربی الاعلیٰ کہے، پھر تکبیر کہتا ہوا سر اٹھائے۔

بیٹھتے وقت بائیں پاؤں پر بیٹھے اور داہنے پیر کو کھڑا رکھے۔ تین دفعہ رب اغفرلی کہے، اور اپنی نگاہ کو اپنی گود پر رکھے، پھر دوسرے سجدہ میں جائے اس میں بھی یہی پڑھے، پھر تکبیر کہتا ہوا سر اٹھائے اور دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر ٹیک کر اٹھ کھڑا ہو۔

اٹھتے وقت ایک پیر کے بل نہ اٹھے، یہ مکروہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک پاؤں کے بل اٹھنے سے نماز ساقط ہو جاتی ہے۔

دوسری رکعت میں بھی یہی عمل کرے، جب پہلے تشہد میں بیٹھے تو بائیں پیر پر بیٹھے، دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے، انگلیوں کے سرے قبلہ کی طرف کرے، دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھے، بایاں بائیں ران پر اور انگشت سبابہ جو انگوٹھے کے ساتھ ملی ہوئی ہے، اس سے اشارہ کرے، انگشت وسطیٰ اور انگوٹھے کو ملا کر ایک حلقہ بنائے اور دونوں چھنگلیاں سمیٹ لے، ابتدا سے تشہد کے آخر تک انگلیوں پر نظر رکھے۔ ایک روایت میں آیا ہے۔ کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ تم میں سے جو شخص نماز پڑھ رہا ہو وہ اس وقت نہ کھیلے، کیوں کہ وہ اللہ کے حضور میں ہے اور اس کی مناجات کرتا ہے۔

بایاں ہاتھ" بائیں ران پر رکھے، داہنا داہنی ران پر اور اپنی آنکھیں انگلی پر لگائے، کیوں کہ سبابہ انگلی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ شیطان کو بھگا دیتی ہے۔ اول سے آخر تک التحیات پڑھے" اور اس کے بعد تکبیر کہے۔ سورۂ فاتحہ پڑھ کر رکوع کرے، سجدہ کرے اور چاروں رکعتیں اس طرح پڑھے، آخر تشہد کے لیے مذکورہ بیان کے مطابق پڑھے۔

التحیات پورا کرنے کے بعد یہ درود پڑھے "اللّٰھم صلّ علیٰ محمّدٍ وعلیٰ آل محمّدٍ کما صلیت علیٰ ابراھیم انّک حمید مجید و بارک علیٰ محمّدٍ کما بارکت علیٰ ابراھیم انّک حمیدٌ مجید۔

امام احمدؒ سے ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیم کے نام کے ساتھ ان کی آل کو بھی شامل کرے، یعنی یہ کہے "کما بارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم" اور یہ آخری تشہد ہے۔

چار چیزوں سے خدا کی درگاہ میں پناہ مانگنی مستحب ہے یعنی یہ کہے:-

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَمِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ۔

اے اللہ! میں دوزخ کے عذاب سے امن چاہتا ہوں، قبر کے عذاب سے امن چاہتا ہوں، مسیح دجّال کے فتنہ سے امن چاہتا ہوں، زندگی اور موت کے فتنہ سے امن چاہتا ہوں۔

اس کے بعد دعا مانگے،

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنَ الْخَیْرِ کُلِّہٖ مَا عَلِمْتُ مِنْہُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَکَ عِبَادُکَ الصَّالِحُوْنَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْہُ عِبَادُکَ الصَّالِحُوْنَ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ وَعَمَلٍ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ وَعَمَلٍ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا

اے اللہ! جن چیزوں کو میں جانتا ہوں، ان تمام کی تجھ سے نیکی چاہتا ہوں اور جنھیں نہیں جانتا ان کی بھی نیکی چاہتا ہوں، ان تمام برائیوں سے جنھیں میں جانتا ہوں یا نہیں جانتا ہوں امن چاہتا ہوں۔ اے اللہ تیرے نیک بندوں نے تجھ سے جو چیز طلب کی ہے میں تجھ سے اس کی نیکی کی درخواست کرتا ہوں۔ جس برائی سے تیرے نیک بندوں نے پناہ مانگی ہے میں اس سے بھی پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ میں تجھ سے بہشت مانگتا ہوں، وہ قول اور عمل چاہتا ہوں، جو مجھے بہشت سے قریب کردے۔ میں دوزخ کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اس قول اور فعل سے پناہ چاہتا ہوں جو دوزخ کے قریب کردیتا ہے۔ اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا اور آخرت میں نیکی دے اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔ اے ہمارے اللہ! ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیاں ہم سے دور کر، ہمیں نیکوکار

مَعَ الْاَبْرَارِ رَبَّنَا اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔

لوگوں کے ساتھ ملا دے! اے ہمارے رب! جو کچھ تو نے اپنے پیغمبروں سے دینے کا وعدہ کیا ہے وہ ہمیں عطا کر، قیامت کے دن ہمیں ذلیل وخوار نہ کر، تو کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

اگر کوئی شخص اس سے بھی زیادہ دعا مانگے تو جائز ہے۔ اگر امام ہو تو دعا کو زیادہ طول نہ دے" کہ لوگ تنگ نہ ہو جائیں اسے مختصر کر کے سلام پھیر دے۔ اکثر لوگ اپنے اپنے کام پر جانے والے ہوتے ہیں۔

اپنی ذات کے لیے اپنے والدین اور تمام مسلمانوں کے لیے دعائے خیر کی جائے، اپنے کام کے انجام سے ہمیشہ ڈرتا رہے، اور یہ ہے بھی ڈرنے کا مقام، کیونکہ جس کی جناب میں کھڑا ہے وہ نماز کا طالب ہے اور نیکی کا ثواب عطا کرنے والا ہے۔ برائیوں کے بدلے میں عذاب دینے والا ہے۔

جب کوئی شخص صحیح وسلامت اپنی منزل طے کرے تو اللہ کی حمد بجا لائے۔ کیونکہ خدا نے اسے اس لائق بنایا ہے اگر دیکھے کہ میری نماز میں خلل آگیا ہے تو اس صورت میں خدا کی طرف توجہ کرے اور اس سے بخشش مانگے جو فروگذاشت ہوئی ہے اس کا عوض دے۔

مقبول اور مردود نماز: جو نماز قبول ہوتی ہے" اور جو رد کر دی جاتی ہے" ان دونوں کی علامتیں ہیں۔ مقبول نماز کی علامت یہ ہے کہ صاحب نماز فحش اور منکر باتوں سے دور رہتا ہے، نیکیاں کرتا ہے، نیک صلاح دیتا ہے، لوگوں کو مکروہات سے منع کرتا ہے، مکروہات کو مکروہات جانتا ہے اور گناہ کو گناہ خیال کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، نماز فواحش اور منکر امور سے باز رکھتی ہے۔

غرض ہر حال میں خدا کا ذکر بزرگ اور جلیل ہے، جو کچھ اوپر بیان ہوا ہے" وہ امام، مقتدی اور دوسرے سب افراد کے لیے ہے۔ نماز کی جس قدر سنتیں، شرطیں اور واجبات ہیں ان سب کا ذکر کتاب کے شروع میں آیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ثواب کی توفیق عطا کرنے والا ہے۔

صفاتِ امام

امام کی خصلتیں: امام کی چند خصلتیں ہیں، اگر یہ اس میں نہ ہوں تو وہ امامت کے لائق نہیں، اگر جماعت میں کوئی عالم فاضل موجود ہو تو اس کی موجودگی میں کسی کم علم کو امام بنانا ہرگز جائز نہیں۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو ذلیل ورسوا ہوگا۔

حضرت عمر فرماتے ہیں" کہ اگر میری نسبت یہ حکم دیا جائے کہ اس کی گردن ماری جائے اور جس قوم میں ابوبکر صدیق ہیں امامت کرانے سے میری گردن بچ جائے تو میں اپنی گردن پیش کر دوں گا۔

امام ایسا ہو جو قرآن کا قاری ہو، دین الٰہی کا فقیہ ہو، آں حضرت ؐ کی سنت پر عمل کرنے والا ہو۔ آں حضرت صلعم نے فرمایا ہے، اپنے دینی امور فقہا کے سامنے پیش کرو، قاریوں کو اپنا امام بناؤ۔ فرمایا تمہاری امامت وہ کرے جو تم میں بہتر ہو۔

کیوں کہ ایسے ہی لوگ خدا تک پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہی لوگوں کو اس کام کے لیے مقرر کیا ہے، یہی اہلِ دین اور صاحبِ فضل ہیں، یہ عالم ہیں اور ان کے دل میں خدا کا خوف ہے۔ دوسروں کی نماز کو اپنی نماز جانتے ہیں، اپنا اور اپنے مقتدیوں کا بوجھ اٹھاتے وقت دل میں خدا کا خوف رکھتے ہیں، ایسا نہ ہو تو یہ لوگ نماز کو خراب کر دیں

آں حضرتؐ نے ایسے لوگوں کو جو قرآن کے حافظ اور قاری ہو کر اس پر عمل نہیں کرتے ناپسند فرمایا ہے۔ ایسے لوگوں کو پسند فرمایا ہے، جو قرآن کے حافظ و قاری ہیں اور اس کے یہ عامل بھی ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ وہ لوگ قرآن پڑھنے کا زیادہ حق رکھتے ہیں، جو اس پر عمل کرتے ہیں، چاہے ہمیشہ قرأت نہ کریں۔ بعض ایسے ہیں کہ قرآن یاد تو کر لیتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے امامت کے جو حدود مقرر کیے ہیں ان کی پرواہ نہیں کرتے، نہ ہی اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی چیزوں سے منع ہوتے ہیں اس لیے یہ امامت کے حقدار نہیں۔

آں حضرتؐ نے فرمایا، جو شخص قرآن کے حرام کو حلال بناتا ہے وہ قرآن شریف پر ایمان نہیں رکھتا۔ ایسے شخص کو ہرگز امام نہ بناؤ، امام صرف عالم ربانی کو بناؤ، جس کے دل میں خوفِ خدا ہو، جو اس کے برعکس ہے وہ امامت کے قابل نہیں۔ جو شخص عالم ربانی نہ ہو اور امام بن جائے، اس امام کی بستی ہمیشہ بدبختی میں رہے گی، اس کا دین بھی نامکمل ہوگا، خدا اس سے ناراض ہوگا، وہ بہشت سے دور ہوگا۔

جو لوگ نیک لوگوں کو اپنا امام بناتے ہیں، ان کے دل میں دین حاصل کرنے کی خواہش ہوتی ہے، اور سنتِ رسولؐ کے پیرو ہوتے ہیں، وہ اللہ کا قرب حاصل کرتے ہیں، ان پر خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

امام کے لیے لازم ہے کہ لوگوں کی غیبت اور عیب جوئی سے بچے، ان کی نیکیاں بیان کرے، اور لوگوں کو نیک کاموں کی ہدایت کرے، برے کاموں سے روکے، لوگوں کو نیک کاموں میں لگانے کی زیادہ کوشش کرے، ایسے لوگوں کو اپنا دوست رکھے، اور شرار اور شریروں اور بغض و عداوت سے دور رہے۔ اوقاتِ نماز کو پہچانے اور ان کی حفاظت کرے۔ خود اپنے حال کی نگرانی کرے اور ذلت اور حرام کاموں سے بچے۔ ہمیشہ خدا کو راضی رکھے، تکلیف پہنچنے پر صبر کرے اور خدا کا شکر ادا کرے برے کاموں سے آنکھیں بند رکھے۔ ہر بات علم اور بردباری سے انجام دے، ستر عورت سے اپنی نگاہوں کو بچائے۔ جاہل اس کے ساتھ جہالت سے پیش آئے تو صبر کرے۔ برائی کرنے والے کے ساتھ نیکی کرے، کوئی بات ذلت آمیز نظر آئے تو اسے دفن کر دے، جاہلوں سے چشم پوشی کرے اور دعا کرے۔

اَللّٰھُمَّ سَلِّمْنِیْ اے اللہ مجھے اس کے شر سے بچا۔

اور جو لوگ ان باتوں سے محفوظ ہیں ان شامل کر۔ ہمیشہ خدا کے نیک بندوں کے ساتھ رہنے کی کوشش کرے۔ یہ خیال رکھے کہ میں بلند مقام میں گرفتار ہوں، امامت بہت ہی بلند چیز ہے، اس لیے امام کے لیے ضروری ہے کہ اپنے عزیز مرتبہ اور عزت کا خیال رکھے۔ کم گفتگو کرے، مگر بولنا ضروری ہو تو خاموش نہ رہے۔ امام کی حالت دوسروں سے الگ اور خاص ہونی چاہیے جب محراب میں کھڑا ہو تو اسے احساس ہونا چاہیے کہ پیغمبروں کے مقام پر کھڑا ہے، رسولوں کا خلیفہ ہے، اپنی نماز بڑی احتیاط سے ادا کرے تاکہ اس کے مقتدیوں کی نماز بھی سلامتی سے ختم ہو۔ نماز میں سارے ارکان ادا کرے۔ جو لوگ اس کے پیچھے کھڑے

ہیں ان کا خیال رکھے کہ ان میں کمزور اور ضعیف بھی ہیں، اس لیے اپنے آپ کو ضعیف لوگوں میں شمار کرے

اللہ تعالیٰ امام سے اس کے بارے میں اور دوسروں کے متعلق باز پرس کرے گا۔ وہ یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو سارے عالم کا پروردگار ہے، مناجات کے لیے کھڑا ہے، اس کی نماز احتیاط سے ادا کرے، اپنے سابقہ گناہوں پر شرمسار ہو، سابقہ زندگی پر افسوس کرے۔ جو لوگ اس کے پیچھے کھڑے ہیں، ان سے اپنے آپ کو بزرگ جانے۔ اگر کوئی شخص امام کی برائی بیان کرے تو اسے برا نہ جانے، نہ ہی متعصب بنے، نہ اپنی تعریف سنے نہ برائی، اپنی تعریف پر ناز نہ کرے۔ تعریف اور مذمت دونوں کو برابر جانے، جھوٹ نہ بولے، اپنا کھانا اور لباس پاک رکھے، لباس میں فروتنی اختیار نہ کرے، اپنے بھائیوں کی غیبت نہ کرے، لوگوں کے راز ظاہر نہ کرے، نہ کسی کے ساتھ شرارت میں شامل ہو، اپنے بھائیوں سے کینہ نہ رکھے، امانت، تجارت اور عاریتاً لی ہوئی چیزوں میں خیانت نہ کرے۔ ناپاک کھانا کھانے والا امام نہیں بن سکتا، حاسد بھی امامت کے لائق نہیں ہوتا۔ کینہ، غصہ، بددیانتی اور تکبر والا بھی امام نہیں ہو سکتا۔ امتِ محمدیہ کو فریب دینے والا مغلوب الغضب عیب جو، نفس پرست اور فتنہ پرور شخص امام نہیں ہو سکتا۔

امام کو لازم ہے کہ اہلِ حق کو تکلیف نہ دے۔ اہلِ فتنہ کی مدد نہ کرے۔ دل، زبان اور ہاتھ سے اہلِ باطل کا مقابلہ کرے، حق بات کہے خواہ تلخ ہو، خدا کی راہ میں ملامت کرنے والے کی ملامت کا اثر قبول نہ کرے، نہ اپنی تعریف سے خوش ہو، نہ اپنی برائی سن کر اس طرف متوجہ ہو۔ امام کے لیے خصوصاً ضروری ہے کہ اپنے نفس کے لیے دعا نہ کرے بلکہ سب مسلمانوں کے لیے دعا کرے، صرف اپنے نفس کے لیے دعا کرنا خیانت ہے۔ کسی شخص کو دوسرے پر فضیلت نہ دے سوائے اہلِ علم کے۔ کیوں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا ہے جو اہلِ عقل اور صاحبِ دانش ہیں، وہ میرے قریب ہوں گے۔ جو لوگ ایسے حضرات کی مجلس اختیار کرتے ہیں انھیں دولت مندوں کی صحبت سے دور رہنا چاہیے۔

امام کے لیے یہ بھی ضروری ہے، کہ فقیر کو حقیر نہ جانے اور جو لوگ اسے مکروہ جانتے ہوں، ان کی امامت نہ کرے۔ بلکہ محراب خالی کر دے تاکہ وہاں کوئی اور آجائے، مگر یہ ضروری ہے کہ مقتدیوں کی کراہت علم اور حق کے ساتھ ہو[1]۔ اگر ایسا نہ ہو بلکہ مقتدی جہالت، مذہبی تعصب یا نفسانیت کے باعث کراہت کریں تو پھر امامت نہ چھوڑے۔

اگر امام دیکھے کہ قوم میں اس کی وجہ سے فتنہ و فساد پھیلنے کا اندیشہ ہے، تو امامت چھوڑ کر گوشہ نشینی اختیار کرے۔ خود فساد میں شامل نہ ہو، نہ زیادہ قسمیں کھائے، نہ لوگوں پر لعنت کرے، نہ ہی بُری اور بدنامی کی جگہ جائے، بلکہ نیک لوگوں کے ساتھ مجلس کرے، فتنہ اور فتنہ پرور لوگوں سے بچے، گناہ کرنے والوں سے علیحدہ رہے، ریاکار اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی باتوں سے منع نہیں ہوتے ان سے دور رہے، جو شخص ایسی باتوں سے پرہیز نہ کرے وہ امام نہیں ہو سکتا۔

اگر امام حق پر ہے تو لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں پر صبر کرے، ان کی خیر خواہی کرے اور انھیں فائدہ پہنچائے جہاں تک ممکن ہو، لوگوں کو نصیحت کرے، امامت کے لیے لڑائی جھگڑا نہ کرے، اگر کوئی اس سے بہتر آدمی امامت کے لائق ہو

---

[1] اس کا مقصد یہ ہے کہ مقتدیوں کی کراہت ناجائز ہو یعنی وہ امام کی حق بات یا اس کی اچھائی سے کراہت کریں۔

تو جھگڑا نہ کرے بلکہ خود علیحدہ ہو جائے۔

بزرگوں سے روایت ہے" کہ وہ لوگ ایسے شخص کو جو بزرگی اور دیانت و امانت میں ان سے کم ہو کبھی امامت کے لیے منتخب نہ کرتے تھے تاکہ لوگوں کا بوجھ ان کی گردن پر نہ ہو، اور کوئی بات باعث شرم ہوئی تو انھیں خفت اٹھانا پڑے گی۔ جب اہل غلبہ امام کے پاس حاضر ہوں تو ان کے حکم کے بغیر امامت نہ کرے۔ اور جب ان کے حکم سے امامت کرے تو پھر خود ہی اسے نہ چھوڑے، بلکہ جب تک وہ حکم نہ دیں علیحدہ نہ ہو، کسی گاؤں، محلہ یا قبیلے میں جا کر ان کی اجازت کے بغیر امامت نہ کرے، یہ صرف اس وقت کرے جب وہ کسی قوم یا قافلہ کے ساتھ سفر میں ہو یا کسی مجمع عام میں جائے۔

طویل نماز نہ پڑھائے، بلکہ مختصر ہی پڑھائے اور سارے ارکان صحیح طور پر ادا کرے، کیوں کہ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے" کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ تم میں جو امام ہو وہ ہلکی نماز پڑھائے اور نماز کے سارے ارکان ادا کرے، اس لیے کہ اس کے پیچھے ہر قسم کے چھوٹے بڑے اور حاجت مند لوگ کھڑے ہوتے ہیں۔ جو شخص اکیلے نماز پڑھے وہ بیشک لمبی نماز پڑھے۔

ابو داؤد فرماتے ہیں" کہ آں حضرت صلعم مختصر نماز پڑھا کرتے تھے۔

آدابِ امامت

امام کو سب سے پہلے نیت کرنی چاہیے" پھر امامت کے لیے کھڑا ہو۔ نیت دل میں کرے، اور زبان سے بھی کہے" یہ زیادہ بہتر ہے، پھر تکبیر پڑھے۔ دائیں بائیں صفوں کو برابر کرنے کے لیے یوں کہے اے بندگانِ خدا تم پر اللہ کی رحمت ہو! اپنی صفیں سیدھی کر کے برابر ہو جاؤ! تاکہ اللہ تم سے خوش ہو، کندھوں کے ساتھ کندھے ملا لو ایک دوسرے سے مل جاؤ، اگر کندھوں سے کندھے نہ ملیں تو صفیں ٹیڑھی ہو جاتی ہیں۔ آں حضرتؐ نے فرمایا ہے نماز میں اپنی صفیں سیدھی رکھو! کندھے ملاؤ! تاکہ درمیان میں جگہ خالی نہ رہے۔ اگر آدمیوں کے درمیان جگہ خالی ہو تو شیطان اور شیطان کے بچے ان میں گھس کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

آنحضرتؐ کا معمول:- آں حضرتؐ نماز کے لیے کھڑا ہونے پر دائیں بائیں دیکھ کر فرمایا کرتے تھے، کہ اپنی صفیں سیدھی کر لو اور کندھے برابر کر لو، پھر تکبیر فرمایا کرتے تھے۔ نیز فرمایا کرتے" آپس میں اختلاف نہ کرنا اس طرح تمھارے دل بھی ایک دوسرے سے اختلاف نہ کرنے لگیں۔

ایک حدیث:- ایک مرتبہ" ایک شخص کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا نظر آیا، تو آپ نے فرمایا۔ کندھوں کو برابر کرو، ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تمھارے دلوں میں اختلاف پیدا کر دے ..... عثمان بن بشیر کہتے ہیں، کہ آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے، اپنی صفیں برابر کر لو، ایسا نہ ہو، اللہ تعالیٰ تمھارے سینوں میں اختلاف پیدا کر دے۔

نعمان نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اپنی صفیں برابر کرو، کیوں کہ ایسا کرنے سے ہی نماز کامل ہوتی ہے۔

بزرگوں کا معمول:- ایک اور روایت ہے" کہ حضرت عمرؓ اس وقت تک تکبیر نہ کہتے، جب تک صفیں برابر نہ ہو جاتیں۔ عمر بن عبدالعزیزؒ

کا بھی یہی طریق تھا۔

بلالؓ کا معمول: ایک روایت ہے کہ بلالؓ مؤذن جب صفیں درست کرنے لگتے، تو لوگوں کے ٹخنوں پر دُرّے مار کر ان کی صفیں درست کرتے۔ علما کا کہنا ہے کہ آں حضرت صلعم کے زمانے میں یہ کام نماز میں داخل ہونے سے قبل کیا کرتے تھے۔ آں حضرت صلعم کے زمانہ کے بعد حضرت بلالؓ نے اذان نہیں کہی، مگر جب ملک شام سے واپس آئے تو حضرت ابوبکرؓ کے کہنے پر ایک مرتبہ اذان کہی، آپ کو آنحضرت صلعم سے اس قدر محبت تھی کہ مؤذن جب "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کہتا تو آپ اتنا غمگین ہوتے کہ بے ہوش ہو کر گر جاتے۔ جب اہلِ مدینہ نے آپ کا یہ حال دیکھا، تو مہاجرین و انصار نے گریہ وزاری شروع کر دی، یہاں تک کہ نوجوان عورتیں بھی حضرت بلالؓ کو دیکھنے کے لیے باہر نکل آئیں۔

مقصد یہ کہ حضرت بلالؓ صفیں سیدھی کرنے میں اس قدر سختی کرتے تھے کہ دُرّے مار کر سیدھی کرتے تھے۔ آں حضرت صلعم کے زمانے میں آپ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

امام کے لیے واجب ہے کہ وہ قبلے سے طاق میں اس طرح داخل ہو کہ سب اسے دیکھ سکیں۔

امام احمد سے روایت ہے کہ امام کو محراب میں ایسی جگہ کھڑا نہ ہونا چاہیئے جو مقتدیوں کی جگہ سے اونچی ہو، ایسا کرنے والا روایت کے مطابق نماز کو باطل کر دے گا۔

فرائض کی جگہ نوافل: نماز پڑھ چکنے کے بعد امام کو اپنی جگہ پر دیر تک بیٹھنا جائز نہیں، بلکہ محراب کے گوشہ میں بائیں جانب نفل ادا کرے۔ مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ امام جس جگہ کھڑا ہو کر فرض ادا کرتا ہے اس جگہ پر نفل ادا نہیں کرنا چاہئیں۔ مگر مقتدی اپنے فرائض کی جگہ نفل بھی پڑھ سکتے ہیں۔ قدرے وقفہ سے نفل پڑھنا زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

قرأت کے بعد سکوت: امام کے لیے لازم ہے کہ نماز کے شروع میں سکوت کرے، پھر دوسری دفعہ رکوع سے پہلے اور قرأت سے فارغ ہونے کے بعد، تاکہ دم کو درست کرے اور قرأت کے باعث جو جوش پیدا ہوتا ہے اس میں بھی سکون آجائے۔

سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ فرمایا کرتے تھے، قرأت کے بعد قدرے توقف سے تکبیر کہو۔

امام کو اپنے سامنے سترہ رکھنا چاہیئے۔ سترہ سے مراد وہ چیز ہے جو نماز پڑھتے وقت آگے رکھی جاتی ہے۔ مگر اتنے فاصلہ پر نہ ہو کہ اس کے درمیان سے کتا، گدھا یا عورت گزر سکے، تاکہ اگر کوئی نمازی کے آگے سے گزر جائے تو نماز باطل نہ ہو، سترہ نہ رکھا ہو تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔

تسبیح میں جلدی نہ کرے: ایک اور روایت میں آیا ہے کہ نمازی کے سامنے سے گدھا یا عورت گزرنے سے نماز باطل نہیں نہیں ہوتی۔ رکوع میں جائے، تو تین دفعہ تسبیح کہے، مگر جلدی نہ کرے، آرام اور سکون سے کہنا چاہیئے اگر امام ایسا کہنے میں جلدی کرے گا، تو مقتدی بھی اس کے ساتھ ملنے کے لیے جلدی کریں گے، جس سے نماز ٹوٹ جائے گی اور اس کا گناہ امام پر ہوگا۔

رکوع اور سجدہ: رکوع سے سر اٹھاتے وقت "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے، سیدھا کھڑا ہونے پر آرام سے "ربنا لک الحمد" کہہ کر سجدہ میں جائے، اس میں بھی جلدی نہ کرے۔ تین سے زیادہ مرتبہ تسبیح کہنا بھی جائز ہے۔ "ملاء الارض وملاء ما شئت من شئ بعد بھی کہہ سکتا ہے۔

آنحضرت کا طریقہ: انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ سجدہ سے سر اٹھاتے وقت سیدھا کھڑا ہو جایا کرتے تھے، دیکھنے والوں کو یہ خیال گزرتا کہ آپ نماز بھول گئے ہیں، اسی لئے دو سجدوں کے درمیان ٹھہرنا ثابت ہے، تاکہ مقتدی نماز میں شامل ہو سکیں۔

امام پر سبقت نہ کرو: اگر کوئی یہ کہے کہ اس طرح تو مقتدی امام پر سبقت لے جاتا ہے" تو ایسا نہیں بلکہ یہ وظیفہ ہے۔ امام کو چاہیے" کہ نماز شروع کرنے سے قبل مقتدیوں سے کہہ دے کہ تم کسی رکن میں مجھ پر سبقت نہ کرنا بلکہ مجھے رکن ادا کرنے دینا پھر تم پیروی کرنا۔ اگر تم مجھ سے پہلے ادا کرو گے، تو اللہ کو ناراض کرو گے[1]۔ اس کے مطابق کرنا عین مصلحت ہے اور اس سے سب کی نماز درست ہوگی۔

امام چرواہا ہے: حدیث میں آیا ہے" کہ امام کا سر چرواہے کی مانند ہے۔ اس سے اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ یاد رہے" کہ امام صرف ان لوگوں کا چرواہا ہے جو اس کے مقتدی ہیں، اس لیے امام کو چاہیئے، کہ انھیں نصیحت کرے اور سمجھائے تاکہ وہ رکوع و سجود اور دوسرے ارکان نماز میں جلد بازی سے کام نہ لیں اور نماز اچھی طرح ادا کریں، کیوں کہ امام ان کا نگہبان ہے۔ قیامت کے دن اس سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اسے چاہیئے کہ اپنی نماز بھی اچھی طرح ادا کرے اگر ان امور میں کوتاہی کرے گا، تو جس طرح اس کے مقتدیوں کو گناہ کا اجر ملے گا، اسی طرح امام کو بھی ان لوگوں کے گناہوں کا عوض دیا جائے گا۔

مقتدی کے فرائض

اقتدا: مقتدی کے لیے امام کی پیروی کے لیے نیت کرنی واجب ہے۔ اسے امام کے دائیں طرف کھڑا ہونا چاہیے، نہ اس کے آگے کھڑا ہو نہ بائیں طرف۔ اگر جماعت حاضر ہو تو امام کے پیچھے کھڑا ہونا سنت ہے، یعنی ایک شخص داہنی طرف سے تکبیر کہے اور دوسرا بائیں جانب سے امام کے پیچھے آجائے۔ اگر دوسرا شخص تکبیر کہنے کے بعد پھر بائیں جانب آجائے، تو امام کو لازم ہے کہ اپنے ہاتھ سے اسے پیچھے کر دے۔

اگر امام کے پیچھے جگہ تنگ ہو وہاں صرف دو آدمی کھڑے ہو سکتے ہوں، تو امام کو خود آگے آجانا چاہیئے۔

جماعت کے ساتھ شرکت: جو شخص جماعت کے ساتھ نماز میں شامل ہونا چاہئے، اسے دیکھ لینا چاہیے کہ جماعت میں کوئی خالی جگہ تو نہیں رہ گئی۔ اگر جگہ خالی ہو تو اسے پُر کرے، ورنہ داہنی جانب کھڑا ہو جائے، پہلی صف میں کھڑے لوگوں کو صف بنانے کے لیے پیچھے نہ کھینچے۔ ایسی صورت میں نماز ٹوٹ جائے گی، اور فتنہ پیدا ہونے کا ڈر ہے ہمارے نزدیک یہ فعل نماز کو باطل کر دیتا ہے۔ لہذا صف سے گھسیٹ کر باہر نہ نکالنا چاہیئے۔

تکبیر اور دوسرے رکن: جب کوئی دوسرا آدمی حاضر ہو، تو تکبیر کہے۔ تکبیر سے قبل نماز کی نیت ضرور کرے۔ اگر امام رکوع میں ہو تو دو تکبیریں کہہ کر نماز میں شریک ہو جائے۔ ایک تکبیر نیت کے لیے ہے، دوسری رکوع کے لیے۔ دونوں کے لیے ایک ہی نیت کرلے تو بھی جائز ہے۔

اگر ایسے وقت پہنچے جب امام تشہد میں بیٹھا ہو، تو نماز کی نیت کرکے شامل ہونا مستحب ہے۔ نیت کرکے امام کے ساتھ بیٹھ جائے تاکہ جماعت کی فضیلت سے محروم نہ رہے۔ جب امام سلام پھیر چکے تو پھر اسی نیت سے ساری نماز ادا کرے۔

مقتدی کے آداب: جب امام رکوع و سجود سے سر اٹھائے تو مقتدی کو چاہیے کہ تکبیر میں امام سے آگے نہ جائے۔ جہاں تک ممکن ہو ہر رکن امام کے بعد ادا کرے۔

اس سلسلے میں بہت سی احادیث ہیں: منجملہ ان کے ایک یہ ہے، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص امام سے پہلے سجدہ سے سر اٹھائے گا، اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے کا سر بنا دے گا۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے "کہ امام کو لازم ہے مقتدیوں سے قبل رکوع اور سجدہ کرے اور ان سے پہلے سر اٹھائے۔

براء بن عازب فرماتے ہیں کہ ہم آں حضرت صلعم کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے، جب تک آں حضرت صلعم اپنی پیشانی زمین پر نہ رکھ لیتے تھے، ہم میں سے کوئی بھی اپنی پیٹھ ٹیڑھی نہ کرتا تھا، آپ تکبیر کہہ کر اپنا سر زمین پر رکھ دیا کرتے تھے۔ اس وقت آپ کے پیچھے جو صحابہ کرام ہوتے وہ ابھی قیام ہی کی حالت میں ہوتے تھے۔

انس بن مالک فرماتے ہیں، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ کیا تمھیں اس بات کا ڈر نہیں کہ اگر تم امام سے پہلے اپنا سر اٹھاؤ گے تو تمھارا سر گدھے یا سؤر کا سر بنا دیا جائے گا۔

ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں، میں نے ابوالقاسم سے سنا۔ کیا تم اس امر سے نہیں ڈرتے کہ اگر امام سے پہلے سجدہ سے سر اٹھاؤ گے تو تمھارا سر گدھے یا سؤر کا سر بنا دیا جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ ابن مسعودؓ نے ایک شخص کو امام سے ایک رکن میں سبقت لے جاتے دیکھا یعنی اپنا سر امام سے پہلے سجدہ سے اٹھا لیا۔ آپ نے اس سے فرمایا تیری نماز اکیلے ہوئی ہے امام کے ساتھ نہیں۔

اسی طرح ابن عمرؓ نے ایک شخص کو امام پر سبقت لے جاتے دیکھا۔ تو فرمایا تیری نماز اکیلے ہوئی ہے نہ جماعت کے ساتھ پھر اُسے مارا اور فرمایا دوبارہ نماز ادا کرو۔

ابو صالحؒ نے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ امام اس لیے مقرر کیا گیا ہے، کہ لوگ اس کی پیروی کریں، اس لیے، چاہیئے کہ جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو، جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو۔ جب وہ سجدہ سے سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ، جب امام سمع اللہ لمن حمدہ تو تم کہو ربنا لک الحمد۔ جب امام سجدہ میں جائے تو تم بھی سجدہ میں جاؤ۔ جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سجدہ سے سر اٹھاؤ۔ غرض امام سے قبل کوئی رکن ادا نہ کرو۔

ابو عبداللہ امام احمد اپنے رسالہ میں ابو موسیٰ اشعریؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے آں حضرتؐ سے نماز سیکھی ہے۔ جب تم جماعت کے ساتھ نماز ادا کرو! اور امام تکبیر کہہ کر قرأت شروع کرے تو تم خاموش رہو۔ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین

کہو۔ اس صورت میں اللہ تمہاری دعا قبول فرمائے گا۔ پھر جب امام تکبیر کہے اور رکوع میں جائے تو تم بھی رکوع میں جاؤ۔ تین بار سبحان ربی العظیم کہو۔ جب امام تکبیر کہہ کر سجدہ میں جائے تو تم بھی سجدہ میں جاؤ اور تین دفعہ سبحان ربی الاعلیٰ کہو۔ جب سجدہ سے فارغ ہو کر امام تکبیر کہہ کر کھڑا ہو تو تم بھی تکبیر کہہ کر کھڑے ہو جاؤ۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ نماز کے بارے میں تمہارے اعمال امام کے اعمال کے ساتھ ہیں۔ جب وہ تشہد پڑھے تم بھی تشہد پڑھو اور دعا مانگو کہ خدا ہمیں سچے مذہب اور درست اعتقاد کے ساتھ دنیا سے اٹھائے اور ایسے ہی لوگوں کے ساتھ ہمارا حشر ہو۔

قول "وَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا" کے معنی یہ ہیں" کہ تم تکبیر کہنے والے کی تکبیر کے ختم ہونے کا انتظار کرو! جب تکبیر ہو چکے تو تم تکبیر کہو۔

بعض نے اس قول کو سمجھنے میں غلطی کی ہے، وہ نہیں جانتے کہ نماز میں جلدی کرنے سے عام لوگوں کے بارے میں ان سے مواخذہ ہوگا، وہ کبھی ایسا کرتے ہیں کہ جب امام تکبیر کہتا ہے تو اس کے ساتھ وہ بھی تکبیر کہنا شروع کر دیتے ہیں یہ غلطی ہے، جب تک امام اپنی تکبیر ختم نہ کرے، مقتدی کو تکبیر نہیں کہنی چاہیئے۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ امام تکبیر ختم کرے تب تم تکبیر کہو! مثلاً جب امام "اللہ" کہے تو تکبیر ختم نہیں ہوتی جب تک اس کے ساتھ "اکبر" بھی نہ کہہ لے۔ مقتدی کو اس کے بعد تکبیر کہنی چاہیئے۔ جو لوگ اس کے خلاف کرتے ہیں وہ آنحضرتؐ کے ارشاد کے خلاف کرتے ہیں۔

نماز پڑھنے والے کے ساتھ بات چیت نہ کرنا چاہیئے۔

بعض ناسمجھ امام تکبیر کو لمبا کر دیتے ہیں اور مقتدی بھی ان کے ساتھ ہی اپنی تکبیر ختم کر دیتے ہیں، حالانکہ امام کی تکبیر ختم نہیں ہوتی۔

اچھی طرح جان لینا چاہیئے" کہ امام کی تکبیر سے پہلے یا اس کے ساتھ ہی تکبیر کو ختم کرنا آں حضرتؐ کے قول کے خلاف ہے۔ ایسے شخص کی نماز نہیں ہوتی، کیوں کہ وہ نماز میں امام سے پہلے دخل دیتا ہے۔

آں حضرت صلعم کا ارشاد ہے اذا کبّر فارکعوا، اس کے معنی یہ ہیں" کہ جب امام تکبیر کہے تو تم خاموش رہو! بعد میں تکبیر کہو! جب امام رکوع میں جائے تو تم بھی رکوع میں جاؤ! غرض ہر صورت میں امام کی پیروی کرو۔ جب امام سر اٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ کہہ دے تو تم ربّنا لک الحمد کہو۔

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں" مذکورہ ساری باتیں آں حضرتؐ کے فرمان کے مطابق ہیں۔ یعنی امام مقتدیوں سے پہلے سجدہ اور رکوع کرے، ان سے پہلے سر اٹھائے۔ آں حضرتؐ نے فرمایا جب امام تکبیر کہے اور سر اٹھائے، تو تم اس کے بعد تکبیر کہہ کر سر اٹھاؤ۔ آخر مقتدی کو ہر حالت میں امام کی پیروی کرنا واجب ہے۔

آں حضرتؐ نے فرمایا۔ نماز کے بارے میں تمہارے سب کام امام کے مقابلہ میں ہیں یعنی جب امام اپنا کام کرنے لگے تو تم بھی اس کے ساتھ ہی کام نہ کرو بلکہ اس کے بعد ذرا توقف سے کرو۔

امید ہے، اب تم نے نماز کے بارے میں ساری باتیں جان لی ہیں، تم امام کی پیروی میں سبقت نہ کروگے، کیوں کہ

تنبیہ ۱:- قیامت کے دن بہت سے لوگ ایسے ہوں گے، جن کے رکوع و سجود نہیں ہوں گے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک زمانہ آئے گا جب لوگ نماز پڑھیں گے مگر ان کی نماز نہ پڑھنے کے برابر ہوگی۔ جس زمانہ کے بارے میں یہ الفاظ کہے گئے ہیں اگر غور سے دیکھا جائے، تو وہ یہی زمانہ ہے، جو گزر رہا ہے، کیوں کہ اس زمانہ میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نماز میں امام پر سبقت لے جاتے ہیں اور نماز کے رکن ادا کرنے یعنی رکوع و سجود میں امام سے پہلے جاتے ہیں، ایسا کرنے والے اپنے ارکان واجبات اور سنتوں کو ضائع کرتے ہیں۔

اگر کوئی شخص کسی کو نماز میں غلطی کرتے دیکھے، یعنی دیکھے کہ وہ ارکان واجبات اور آداب ترک کر رہا ہے۔

واجباتِ نماز:- تو اسے اچھی طرح سکھا دے تاکہ وہ باقی عمر میں نیک اور صالح بن کر رہے اور نماز میں اس نے جو غلطیاں کی ہیں انھیں جان لے۔ پہلی خطا پر استغفار کہے۔ سابقہ گناہوں کی معافی طلب کرے۔ ایسے شخص کی آیندہ نماز میں اگر کوئی نقص دیکھے تو اسے بردباری سے سمجھا دے تاکہ اس پر گناہوں کا بوجھ نہ رہے۔

ایک صحیح حدیث میں آیا ہے "کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اگر کوئی عالم کسی جاہل کو (غلطی پر) دیکھے تو اسے تعلیم دے، اگر ایسا نہ کرے گا تو اس کا انجام ہلاکت ہوگا۔

اس سے ظاہر ہوا کہ عالم پر جاہل کو تعلیم دینا واجب ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو آں حضرتؐ کبھی یہ نہ فرماتے، کہ اس کا انجام ہلاکت ہوگا۔ جب تک وہ سنت کے سوا فرض اور واجب کا تارک نہ ہوتا۔ آں حضرت صلعم کے اس فرمان کا مستحق نہ بنتا۔

پوشیدہ اور ظاہر گناہ:- حضرت ہلال بن سعد فرماتے ہیں "گناہ جب تک پوشیدہ ہوتا ہے، وہ گناہ کرنے والے ہی کو نقصان پہنچاتا ہے مگر جب ظاہر ہو جائے، اور اس میں عام لوگ شریک ہو جائیں، تو دوسروں کے لیے بھی نقصان کا باعث ہوتا ہے، کیوں کہ لوگ اپنے واجب امور کے تارک بن جاتے ہیں، وہ اسے ایسی خاموشی سے اختیار کر لیتے ہیں کہ بہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے، وہ دوسروں کو نصیحت کریں گے، مگر ان کا گناہ خاموشی سے بڑھتا جاتا ہے" اور نیک و بد دونوں قسم کے لوگ اس گناہ میں شریک ہوتے جاتے ہیں، جیسا کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا۔ اگر تم کسی ارکان نماز کو آداب کے خلاف دیکھو تو اسے روک دو۔ اگر ایسا نہ کیا جائے، تو دوسرا بھی اس گناہ میں شامل ہوگا اور یہ شیطان کی موافقت ہے، اس لیے کہ شیطان برائی کی روک تھام میں خاموش رہتا ہے۔ اور نیکی و پرہیزگاری میں مدد نہیں کرتا۔

ہر مسلمان کو چاہیئے کہ دوسرے کو نصیحت کرے، مگر شیطان یہ چاہتا ہے کہ آدمی ایسا نہ کرے اور اسلام کو نقصان پہنچے اور سارے لوگ گنہگار رہیں۔ چنانچہ عقلمند آدمی کو چاہیئے کہ شیطان کی فرمانبرداری نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اے بنی آدم جس طرح شیطان نے تمھارے ماں باپ کو بہشت سے نکال دیا تھا، اسی طرح وہ تمھیں بھی فتنہ میں نہ ڈال دے"۔ فرمایا "یہ شیطان تمھارا دشمن ہے اس لیے تم بھی اسے دشمن جانو، کیوں کہ وہ ہمیشہ تمھارے اردگرد پھرتا رہتا ہے تاکہ دوزخ میں تم اس کا ساتھ دو اور اس سے محبت رکھو" یاد رہے کہ نماز یا دیگر عبادات میں انسان سے جس قدر قصور سرزد ہوتے ہیں وہ سب اسی (شیطان) کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ اہل فقہ اور اہلِ علم جو پند و نصیحت کرنے میں خاموشی اختیار کرتے ہیں

اور آداب سکھانا چھوڑ دیتے ہیں، ان کی وجہ سے لوگ نقصان اٹھاتے ہیں۔ پھر اہل علم بھی اس نقصان کی زد میں آجاتے ہیں۔ زیادہ تر انھیں لوگوں کی طرف انگلیاں اٹھتی ہیں، یہ لوگ کسی کو چوری کرتے ہوئے دیکھتے ہیں، تو اسے سختی سے جھڑکتے ہیں، مگر مقام حیرت ہے کہ جب کسی کو نماز کے ارکان چھوڑتے، امام پر سبقت لے جاتے یا واجبات ترک کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو خاموش رہتے ہیں، اسے نصیحت نہیں کرتے۔

نماز کی چوری یہ ضروری ہے کہ کسی کو ایسا کرتے دیکھو تو اسے نصیحت کرو۔ نماز کے ارکان اور واجبات سے اسے باخبر کرو۔ نماز کی چوری اس کی چوری بڑا جرم ہے۔ آں حضرتؐ سے دریافت کیا گیا کہ نماز کی چوری کیا ہوتی ہے، آپؐ نے فرمایا۔ نماز کی چوری یہ ہے کہ نمازی اپنے رکوع و سجود اچھی طرح ادا نہ کرے۔

بڑا چور حضرت حسن بصریؒ نے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ کیا میں تمھیں خطرناک چوروں کی خبر نہ دوں؟ پھر فرمایا۔ جو شخص اپنی نماز کے رکوع و سجود ٹھیک طرح نہیں بجالاتا وہ سب سے بڑا چور ہے۔

سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ نماز چیزوں کی پیمائش کرنے کا ایک پیمانہ ہے، جو شخص نماز اچھی طرح ادا کرتا ہے وہ پورا ماپتا ہے جو ماپ پورا کرے گا وہ اجر بھی پورا پائے گا اور جو کم ماپے گا اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ویل للمطففین.....

عبداللہ بن علی بن شیبان سے روایت ہے، کہ آپ اس گروہ میں سے تھے، جو آں حضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کا ارشاد ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص رکوع و سجود میں اپنی پشت سیدھی نہیں کرتا۔ اس کی نماز کی طرف اللہ تعالیٰ نہیں دیکھتا۔

اعادۂ نماز ابوہریرہؓ فرماتے ہیں ایک شخص آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا، اس وقت آپ مسجد کے ایک گوشہ میں تشریف فرما تھے اس شخص نے نماز ادا کی اور پھر آں حضرت کی خدمت میں آکر سلام کیا۔ آں حضرت صلعم نے سلام کا جواب دیکر فرمایا۔ تو اپنی نماز دوبارہ پڑھ، تیری نماز نہیں ہوئی۔ جب اس نے دوبارہ پڑھی تو آپؐ نے فرمایا اب بھی تیری نماز نہیں ہوئی۔ اس نے تیسری بار پڑھی، آپؐ نے فرمایا اب بھی نہیں ہوئی۔ اس نے عرض کیا آپ مجھے صحیح نماز سکھایئے۔ آپ نے فرمایا جب تو نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو پہلے کامل وضو کر، پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جا، تکبیر کہہ، قرآن مجید سے جو آیت آسانی سے پڑھ سکتا ہے پڑھ، پھر رکوع کر، جب آرام سے رکوع کرے تو سیدھا کھڑا ہو، پھر آرام سے سجدہ میں جا۔ بیٹھنے کی حالت میں قدرے توقف کر کے دوسرا سجدہ ادا کر۔ اس میں بھی ذرا آرام کر۔ اس طرح ساری نماز سکون اور آرام سے ادا کر، تب تمھاری نماز صحیح ادا ہوگی۔

رفاعہ بن رافعؓ نے ایک اور حدیث بیان کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں، ہم آں حضرتؐ کے اردگرد بیٹھے تھے۔ اچانک ایک آدمی نے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی۔ فارغ ہونے پر آں حضرتؐ کی خدمت میں آیا اور سلام کیا۔ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ تم نے نماز نہیں پڑھی؟ اسے پھر ادا کرو۔ آپ نے اسے دو تین بار اشارہ فرما کر کہا۔ اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں نے اپنے خیال میں اچھی طرح نماز پڑھی ہے، اب آپ تعلیم فرمادیں! آپؐ نے فرمایا جب تک کوئی شخص کامل طور پر وضو کر کے نماز نہ پڑھے، اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم منہ دھولو اور کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھولو، پھر سر کا مسح کرو اور ٹخنوں تک دونوں پاؤں بھی دھو لو، تب صحیح وضو ہوگا۔ پھر اللہ کی حمد کہو، پھر قرآن میں سے وہ آیت پڑھو جس کی اجازت دی گئی ہے۔ پھر رکوع کر اور دونوں ہاتھ گھٹنوں

پر رکھو، یہاں تک کہ تمھارے تمام اعضا اپنی اپنی جگہ آرام کریں۔

پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر کھڑے ہو جاؤ، حتیٰ کہ تمھاری پشت سیدھی ہو جائے اور ہر عضو اپنی اپنی جگہ پر آجائے پھر تکبیر کہہ کر سجدہ میں جاؤ، اسی صورت سے آں حضرت نے نماز کی چار رکعت ادا کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ فرمایا۔ جو شخص اس طرح نماز ادا نہیں کرتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔

اس سے ثابت ہوا کہ آں حضرت صلعم نے نماز کے ساتھ رکوع و سجود کو اہمیت دی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ نماز مکمل ہونے کے جو مراتب بیان کیے گئے ہیں، جب تک وہ ادا نہ ہوں نماز مکمل نہیں رہتی۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ جب آں حضرتؐ نے ایک آدمی کو ناقص نماز ادا کرتے دیکھا تو خاموش نہ رہے بلکہ اسے سمجھا دیا۔ کہ نماز یوں صحیح طور پر ادا کی جاتی ہے۔

ثابت ہوا کہ ضرورت کے وقت جاہل کو کوئی بات بتانا جائز ہے بلکہ ضروری ہے۔ اگر ایسے موقعہ پر خاموش رہنا جائز ہوتا، تو آں حضرت بھی خاموش رہتے، اور صحابہ کرام کو جو تعلیم آپ پہلے دے چکے تھے، اسی پر اکتفا کرتے۔ ناقص نماز پڑھنے والے کو نہ روکتے، مگر ایسا نہیں ہے۔ نماز کے بارے میں آں حضرت صلعم کا یہ فرمان اس لئے ہے کہ لوگ نماز کی صحیح ادائیگی سے باخبر رہیں۔ صحابہ کرام اگر کسی کو ناقص نماز ادا کرتے دیکھیں تو اسے روک دیں، اور صحیح طریقہ بتائیں اور اس طریقہ کو نسلاً بعد نسلٍ قیامت تک جاری رکھیں۔

باب ۳۲

مؤذن - نماز - نمازِ جمعہ - عیدین - استسقاء،

نمازِ کسوف، نمازِ خوف، نمازِ میں قصر، نمازوں کا جمع کرنا

مُؤذّن

مؤذن اور اذان: مؤذن کے لیے واجب ہے، کہ اپنی زبان کو شائستہ اور شستہ رکھے، شہادتین کو ٹھیک کے ساتھ ادا کرے، اسے نماز کے اوقات کی خوب پہچان ہونی چاہیئے تاکہ اذان وقت پر دے۔ فجر کے وقت کی پہچان خاص طور پر ضروری ہے۔ اذان کا معاوضہ نہ لے۔ تکبیر اور شہادتین کہتے وقت منہ قبلہ کی طرف رکھے۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کہتے وقت منہ داہنی طرف پھیرے، حیّ علی الفلاح کے وقت بائیں طرف کرے۔ مغرب کی اذان کہتے وقت، اذان اور اقامت کے درمیان قدرے بیٹھ جائے۔ جنب کی حالت میں یا وضو کے بغیر اذان کہنا مکروہ ہے۔ اذان دے چکنے کے بعد صفوں کو چیرتا ہوا آگے نہ بڑھے، بلکہ لازم ہے کہ اذان دینے کی جگہ پر ہی کھڑا رہے، البتہ کسی منارہ پر چڑھ کر اذان دی ہو، تو نیچے آ سکتا ہے، مگر کھڑا اس جگہ ہو جہاں آسانی کے ساتھ جماعت میں شریک ہو سکے۔

نماز

نماز میں خشوع و خضوع: خشوع و خضوع سے نماز ادا کرنا واجب ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ جو کچھ زبان سے ادا کرے دل میں بھی اس کا خیال رہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو وعدے کیے ہیں، وہ سب سچے ہیں۔ نماز میں کسی اور جانب خیال نہ کرے، بلکہ خدا کا خوف دل میں رکھے اور اس سے ثواب کی امید رکھے۔ دلی حضور سے نماز میں کھڑا ہو اور اللہ کے حضور میں دل سے دعا اور مناجات کرے۔ رکوع اور سجدہ کے وقت دل میں خدا کا خوف رکھے، دوسرے خیالات سے دل کو صاف رکھے۔ فرائض کی ادائیگی کے لیے کوشاں رہے، کیوں کہ اسے کیا خبر کہ وہ دوسرے فرضوں کی نماز ادا کر سکے گا کہ نہیں۔ اس لیے نمازی کا فرض ہے کہ نماز کے وقت اللہ کے خوف سے کانپتا رہے اور اللہ تعالیٰ سے امیدوار رہے کہ وہ اس کی نماز قبول کرے گا، اللہ تعالیٰ کا خوف ہی اس کی نماز کی قبولیت کا ضامن ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کی نماز قبول فرماتا ہے، وہ سرخ رو ہو جاتا ہے۔ جس کی نماز درگاہ الٰہی سے رد ہو جائے وہ مردود ہو جاتا ہے۔

عبرت و موعظت: اے مسلمانو، یاد رکھو! تمھارے لیے بڑے بڑے خطرے ہیں، خدا نے تمھیں نماز ہی کے سبب زینت دی ہے۔ پھر یہ امر کس قدر تعجب خیز ہے کہ تم نماز میں خدا کا خوف نہ کرو، جن نیک فرائض کی ادائیگی کا خدا نے

حکم دیا ہے، تم انھیں پس پشت ڈال رہے ہو، نفسانی خواہش کے غلام بن رہے۔ تمھیں معلوم نہیں، کہ تمھاری نماز قبول ہوگی یا نہیں، اور جو تمھاری برائیاں ہیں وہ معاف کی جائیں گی یا نہیں۔ تم محض اپنی ہی خام خیالیوں میں خوش ہو۔ دنیا کی زندگی میں فائدہ اٹھانے کے لیے عاقبت سے غافل ہو۔ تمھیں اس بات کا کچھ علم نہیں کہ تمھارا انجام کیا ہوگا۔ آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ تم آگ پر حاضر کیے جاؤ گے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا تم میں سے کوئی ایسا نہیں "جسے آگ پر حاضر کیا جائے گا، مگر تمھیں یقین ہی نہیں آتا کہ تمھیں آگ کے اوپر سے گزرنا ہوگا۔ اس سے زیادہ رونے پیٹنے اور غم واندوہ کا کون سا مقام ہے۔ تمھیں اللہ کے حضور آہ وزاری کرنا چاہیئے تمھیں یہ نہیں معلوم کہ یہ صبح شام تک رہے گا یا نہیں۔ تمھیں یہ بھی معلوم نہیں کہ جنت میں جاؤ گے یا دوزخ کے کسی گڑھے میں، اس لیے اپنے اہل وعیال اور مال پر خوشی نہ کرو۔ تم کو ایک سانحہ عظیم پیش آنے والا ہے، مگر تمھاری اس غفلت پر تعجب ہے۔ تم اس سے غافل ہو، کہ تمھاری زندگی کا سفر آہستہ آہستہ کم ہو رہا ہے اور ہر لمحہ زندگی سے تمھارا رشتہ کم ہو رہا ہے، غور کرو اور اپنی غفلت کو چھوڑ دو۔ جو سانحہ پیش آنے والا ہے اس سے باخبر رہو۔ قاصد اجل کی پیشوائی کے لیے تیار رہو، کیوں کہ وہ ضرور آئے گا اور یہ کچھ خبر نہیں، کہ موت کا قاصد تمھیں بہشت میں لے جائے گا یا دوزخ کے کسی گڑھے میں؟ بجائے بہشت کی نعمتوں اور حوروں کے دوزخ کی آگ کے مزے لینے ہوں گے۔ ان مزوں کا بیان نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ ان کی لذت تحریر وتقریر سے باہر ہے دوزخ کے سخت عذاب کا اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔

ایک صالح بزرگ کہتے ہیں "کہ میں حیران ہوا جس شخص کو دوزخ کی آگ اور اس کے عذاب کا علم ہو جائے اسے نیند کس طرح آتی ہوگی اور بہشت کے طالب کو بہشت طلب کرنے کی کوشش میں آرام کیسے آتا ہوگا؟ خدا کی قسم اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر کوئی شخص بہشت کی طلب سے خالی ہو اور دوزخ کا اسے خوف نہ ہو تو پھر وہ ضرور ہلاک ہوگا۔ یہ اس کی بدبختی ہے کہ زیادہ غم واندوہ میں مبتلا ہو کر قیامت کے دن بدبخت لوگوں کے ساتھ گرفتار ہو کر عذاب پائے گا۔

اگر تمھارے دل میں دوزخ سے نجات حاصل کرنے کی خواہش ہے، اور بہشت کے طلب گار ہو تو پھر غرور اور تکبر سے باز آ جاؤ! محنت اور کوشش کرو تاکہ نفس امارہ اور شیطان کے شر سے بچے رہو۔ ان کے آنے کے راستے بہت نازک ہوتے ہیں جس کا آدمی کو پتہ نہیں چلتا، اس کا مکر بہت زیادہ ہے۔

آدمی کے لیے ضروری ہے "کہ اس مکار دنیا سے ڈرتا رہے، اور فریب حسن پر اپنے دل کو مائل نہ کرے۔ جھوٹی لذتوں میں نہ پھنسے۔

آں حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ دنیا لوگوں کو اپنے فریب میں مبتلا کر کے گزر جاتی ہے اور لوگوں کے لیے اپنے پیچھے نقصان کے سوا کچھ نہیں چھوڑتی۔

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ

تم دنیا کی زندگی کے فریب میں مت آنا، کیونکہ فریب دینے والا شیطان ذلیل ہے۔

راضی بہ رضا۔ آدمی کو چاہیے کہ خدا سے ڈر کر اپنے آپ کو ہلاکت سے بچائے۔ نماز اور دیگر تمام خدائی احکام کی تعمیل کرے۔

جن کاموں سے خدا نے منع کیا ہے، ان سے باز رہے، ظاہر و باطن کے تمام گناہوں سے بچے، خدا سے لو لگائے، اپنے اور غیر کے حق کے لیے ہر ممکن کوشش کرے، اپنے مالک کا فرماں بردار بنے۔ اس کی اطاعت سے باہر نہ ہو۔ اوامر و نواہی کے بارے میں خدائی احکام پر عمل کرے، جن کاموں کا حکم دیا گیا ہے وہ بجا لائے اور جن سے منع کیا گیا ہے ان سے باز رہے۔ خدائے تعالیٰ اس کے لیے جو کچھ کرے اس پر راضی رہے، کیوں کہ اعتراض کرنے والے سے خدا ناراض ہو جاتا ہے۔ خدائے تعالیٰ ہر ایک کے لیے وہی کرتا ہے، جو مناسب خیال کرے۔ لہٰذا چاہیئے کہ آدمی اللہ کے کاموں میں دخل نہ دے۔ نہ ہی اس کی رضا سے انحراف کرے۔ جو روزی خدا نے کسی کے لیے مقرر کر دی ہے اس پر شکر کرے، صبر کرے کیوں کہ اللہ تعالیٰ جس کے حق میں جو کچھ لکھتا ہے، وہ بہتر سمجھ کر لکھتا ہے، مگر انسان خدا کی مصلحتوں سے واقف نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان پر اپنے یہ راز ظاہر نہیں کیے۔ آدمی کو انجام کا کچھ علم نہیں ہوتا، کہ آیندہ کیا ہوگا۔ کیا خبر جس بات کا انسان کو علم نہ ہو اس کا اجر یا پھل نیک ہو اور اسے فائدہ پہنچے۔

خدائے تعالیٰ فرماتا ہے"

وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ 2:216

ہو سکتا ہے جس کام کو تم مکروہ خیال کرو، وہ تمھارے لیے نیک کام ہو، اور جسے تم اچھا جانتے ہو وہ برا ہو، یہ سب باتیں تو اللہ ہی جانتا ہے تمھیں ان کی کچھ خبر نہیں۔

آدمی کے لیے بہتر یہی ہے کہ اپنے مالک کی اطاعت کرے، اس کی رضا و قضا پر راضی رہے، مصیبت پر صبر کرے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرے، خدا کے ناموں کا ذکر کرے، اس کی نعمتوں کو نہ بھلائے، اس کی آیات کو یاد رکھے، ان میں جو احکام دیئے گئے ہیں وہ بجا لائے۔

شکوہ شکایت نہ کرو۔ یاد رکھو! کہ تمھارے اور لوگوں کے لیے اللہ نے جو تدبیر کر رکھی ہے، اس بارے میں اللہ کو طعنہ نہ دو نہ ہی شکایت کرو، آخر دم تک اسی طرح کرو گے تو دنیا سے نیک لوگوں کی طرح جاؤ گے، ایسا شخص قیامت کے دن پیغمبروں کے گروہ میں سے ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے گھر یعنی بہشت میں اس کا مقام ہوگا، اللہ تعالیٰ جو پہلوں اور پچھلوں کا معبود ہے اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے گا۔

خواص کی نماز۔ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے جو دل کو بیدار رکھتے" اور خشوع و مراقبہ کرنے والے ہیں، جو دل کے پاسبان اور اللہ کے ہم نشین ہیں ان کی حقیقت اور ہے۔ روایت ہے" کہ یوسف بن عصام خراسان کی ایک جامع مسجد کے پاس سے گزرے، تو ایک گروہ کو دیکھ کر پوچھا، یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا یہ حاتم کے گروہ کے لوگ ہیں۔ حاتم اس گروہ میں زہد و تقوے اور خوف خدا کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ یوسف نے اپنے دوستوں سے کہا، کہ تم ٹھہر جاؤ! پھر آپ خود اس گروہ کے پاس گئے حاتم کو سلام کیا اور پوچھا نماز کیا ہے؟ انھوں نے پوچھا۔ آپ نماز کی معرفت کے بارے میں سوال کرتے ہیں یا اس کے آداب کے بارے میں؟ یوسف نے جواب دیا۔ میں نماز کے آداب میں پوچھتا ہوں۔

آداب نماز۔ آپ نے فرمایا۔ آداب نماز یہ ہیں، کہ جب کھڑا ہو، اس کے حکم سے کھڑا ہو، جب نماز کے لیے مسجد میں جائے

تو ثواب کی نیت سے جائے، جب نماز شروع کرے تو پاک نیت سے شروع کرے، پھر تعظیم سے تکبیر کہے، اچھی قاعدے کے اندر قرأت کرے۔ عاجزی سے رکوع کرے، سجدہ میں تواضع دکھائے، پھر تشہد پڑھے، اور اخلاص سے پڑھے، رحمت کے ساتھ سلام پھیرے۔

معرفتِ نماز: اس کے بعد یوسف نے اپنے دوستوں کے کہنے پر حاتم سے معرفتِ نماز کے بارے میں پوچھا۔ انھوں نے فرمایا۔ معرفت یہ ہے کہ آدمی بہشت کو اپنی دائیں جانب اور دوزخ کو بائیں جانب خیال کرے، اور سمجھے کہ پل صراط میرے پاؤں تلے ہے۔ میزان کو آنکھوں کے سامنے سمجھے، یقین رکھے کہ میں خدا کو دیکھ رہا ہوں، اگر یہ یقین نہ ہو تو پھر سمجھے کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔

یوسف نے پوچھا۔ آپ کتنی مدت سے اس طرح نماز ادا کر رہے ہیں؟ جواب ملا بیس سال سے۔

یوسف نے دوستوں سے کہا، اگر یہ بات ہے، تو ہمیں گزشتہ پچاس[1] سال کی نمازیں دوبارہ پڑھنی چاہئیں۔ پھر یوسف نے ان سے پوچھا، آپ نے نماز کی یہ معرفت کہاں سے سیکھی؟ جواب ملا، تمھاری کتابوں سے۔

ابو عازمؒ کا بیان: ابو عازم کی حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں، کہ آں حضرت صلعم کے ایک دوست مجھے ملے۔ کے کنارے ملے۔ انھوں نے کہا، اے ابو عازم! تم اپنے خیال میں اچھی نماز پڑھتے ہو، میں نے کہا ہاں! اس لیے کہ نماز اچھی طرح جانتا ہوں، اور سنتِ رسولؐ سے بخوبی واقف ہوں۔ انھوں نے پوچھا کہ نماز کے قیام سے قبل فرض کیا ہے؟ میں نے عرض کیا چھ باتیں، جنابت سے پاک ہونا، ستر عورت کا چھپانا، نماز پڑھنے کے لیے پاک جگہ تلاش کرنا، نماز کے لیے کھڑا ہونا، نیت کرنا، قبلہ کی طرف منہ کرنا۔

پھر پوچھا۔ تم مسجد کی طرف کس نیت سے جاتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا۔ زیارت کے لیے۔ پوچھا۔ عبادت کے لیے کھڑا ہونے کی کیا نیت ہے؟ جواب دیا اللہ تعالیٰ کی بندگی کی نیت ہوتی ہے، اور اس کی پروردگاری کا اقرار کرنے کے لیے۔ پھر پوچھا، ابو عازم! تم قبلہ کی طرف منہ کیوں کرتے ہو۔ میں نے جواب دیا۔ تین فرائض اور ایک سنت کے مطابق اور وہ یہ ہیں کہ قبلہ کی جانب منہ کرنا، دل سے نیت کرنا اور پہلی تکبیر پڑھنا، دونوں ہاتھ اوپر اٹھانا سنت ہے۔

پھر پوچھا، تم پر کس قدر تکبیریں فرض ہیں اور کس قدر سنت۔ میں نے جواب دیا تکبیریں چوراسی ہیں، مگر ان میں صرف پانچ فرض ہیں، باقی سنت، پھر پوچھا، نماز کس چیز سے شروع ہوتی ہے؟ میں نے جواب دیا۔ تکبیر سے۔ پوچھا کہ نماز کی دلیل کیا ہے، میں نے جواب دیا قرأتِ قرآن۔ پھر پوچھا، نماز کا جوہر کیا ہے، میں نے جواب دیا تسبیح۔ پھر پوچھا، نماز کا احیا کیا ہے، میں نے جواب دیا۔ فروتنی، یعنی اپنی نظر کو مقامِ سجدہ پر رکھا جائے۔ پھر پوچھا، نماز کی بردباری کیا ہے۔ میں نے کہا آرام کرنا۔ پھر پوچھا، وہ کیا چیز ہے، جس سے نماز کے سوا سب کچھ حرام ہو جائے، میں نے جواب دیا، وہ تکبیرِ اول ہے۔ پھر پوچھا۔ وہ کیا چیز ہے، جس کے بعد سب کچھ حلال ہو جاتا ہے، میں نے کہا سلام پھیرنا۔ پھر پوچھا، نماز کا شعار کیا ہے، میں نے جواب دیا۔ نماز ترک کرنے کے بعد تسبیح پڑھنا۔ پھر پوچھا۔ ان تمام کی کلید کیا ہے، میں نے کہا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"۔ پھر پوچھا۔ بسم اللہ کی چابی کیا ہے؟ اور نیت کی

---

[1] پچاس سال کا تھے اس لیے کیا گیا کہ غالباً ان کی عمر اس وقت پچاس سال کے قریب ہوگی۔

چابی کیا ہے: میں نے کہا یقین، پھر پوچھا یقین کی چابی کیا ہے، میں نے کہا توکل۔ پوچھا توکل کی چابی کیا ہے؟ میں نے کہا خوف پوچھا خوف کی چابی کیا ہے؟ میں نے کہا امید۔ امید کی چابی صبر اور صبر کی چابی رضا ہے۔ رضا کی چابی اطاعت ہے، اطاعت کی چابی "اعتراف ہے"، اعتراف کی چابی وحدانیت ہے، جس میں ربوبیت کا اقرار کرنا شامل ہے۔

اس کے بعد مجھ سے کہا گیا "اے ابو عازم! یہ تمام باتیں تمھیں کیسے معلوم ہوئیں؟ میں نے جواب دیا۔ علم کے سبب پوچھا تم نے کس سے علم حاصل کیا، میں نے کہا پڑھ کر۔ پوچھا پڑھنا کس سے سیکھا، میں نے کہا عقل سے۔ پوچھا عقل کس طرح حاصل کی؟ میں نے کہا، عقل دو طرح کی ہوتی ہے، ایک کا مادہ تو ازلی اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرتا ہے اور وہ اس طرح کی آدمی ادب اور حرمت سیکھے۔ جب یہ دونوں جمع ہو جاتی ہیں، تو انسان میں ایک وقت پیدا ہو جاتی ہے اور اسے عقل مند کہا جاتا ہے۔

پھر سوال کیا گیا کہ تو نے یہ سب کچھ کس طرح حاصل کیا، میں نے کہا صرف اللہ تعالیٰ کی توفیق سے۔ جسے وہ دوست رکھتا ہے، اس سے راضی ہو کر اسے سب کچھ عطا کر دیتا ہے۔ یہ سن کر انھوں نے فرمایا۔ خدا کی قسم تم نے بہشت کے کمال درجہ کی کنجیوں پر قبضہ کر لیا؟ اور پوچھا بتاؤ تمھارا کیا فرض ہے؟ اور فرض کا کیا فرض ہے؟ اور کون سا فرض ہے؟ جو فرض کی طرف لے جاتا ہے، فرض میں کونسی سنت ہے؟ اس میں داخل ہونے کی اجرت کیا ہے؟ وہ کون سی سنت ہے جس سے فرض تمام ہوتا ہے؟

میں نے جواب دیا، ہمارا فرض نماز ہے اور فرض یہ ہے کہ آدمی حدث اور جنابت سے اپنے تمام اعضا کو پاک رکھے، دوسرے فرض تک پہنچانے والا فرض یہ ہے، کہ بائیں ہاتھ پر پانی ڈالنا ہو تو دائیں ہاتھ سے ڈالے۔ جو سنت فرض میں شامل ہے وہ یہ ہے" کہ باقی کے ساتھ انگلیوں کا خلال کرے۔ جو سنت فرض کو پورا کرتی ہے وہ غسل ہے۔

پھر پوچھا "اے ابو عازم! تم نے اپنے نفس کے لیے سب حجتیں پوری کر لیں، کوئی باقی نہیں چھوڑی۔ اب یہ بتاؤ! کہ کھانے میں تم پر کیا فرض ہے اور سنت کیا ہے؟ میں نے پوچھا کیا کھانے میں بھی فرض اور سنت ہے؟ جواب دیا، ہاں اس میں بھی فرض اور سنت ہے، بلکہ مستحب بھی ہے۔ کھانے میں چار فرض ہیں، بسم اللہ پڑھنا۔ حمد کرنا، شکر کرنا اور جو اللہ تعالیٰ کھلائے اسے پہچاننا۔

فرمایا۔ اسی طرح چار سنتیں ہیں، بائیں ران پر تکیہ لگانا، تین انگلیوں سے کھانا، منہ میں نوالہ ڈال کر اسے اچھی طرح چبانا، کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنا۔

فرمایا چار امور ہی مستحب ہیں، کھانے سے قبل دونوں ہاتھ دھونا، چھوٹا لقمہ اٹھانا، جو کھانا نزدیک ہو اسے پہلے کھانا، جو لوگ کھانے میں ساتھ شریک ہوں کھانے کے درمیان ان کی طرف زیادہ نہ دیکھنا، کیوں کہ آں حضرت صلعم نے کھانے کے وقت ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

نمازِ جمعہ

نمازِ جمعہ فرض ہے، اس کے فرض ہونے پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلیل ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

نمازِ جمعہ فرض ہے:۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ۔ اے ایمان والو! جب تمھیں جمعہ کی نماز کے لیے بلایا جائے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑو اور تمام خرید و فروخت چھوڑ دو۔

ارشادِ نبوی:۔ آں حضرتؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ نے نماز جمعہ تم پر فرض کر دی ہے۔ فرمایا۔ جو شخص بلا عذر جمعہ کی نماز ترک کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مُہر لگا دیتا ہے۔

تاکیدی احکام:۔ چنانچہ یاد رکھو! جس پر پانچ وقت کی نماز فرض ہے، اس پر جمعہ کی نماز بھی فرض ہے، یہ اس وقت ہے جب کہ وہ اپنے وطن میں موجود ہو، یا ایسے شہر، گاؤں یا قصبہ میں ہو جہاں چالیس بالغ اور آزاد آدمی رہتے ہوں، اگر اس مقام پر چالیس افراد مقیم نہ ہوں، یا ایسی جگہ ہو جہاں ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں اذان کی آواز سنائی نہ دے یا وہاں سے اذان کا مقام تین کوس کے فاصلہ پر ہو تو ایسی صورت میں اس مقام پر جا کر جمعہ کی نماز ادا کرے۔ کسی عذر کے بغیر اسے ترک نہ کرے۔ مثلاً بیمار ہو یا کوئی ایسا مال اس کے پاس ہو جس کے تلف ہو جانے کا ڈر ہو[1] یا اس کی غیر حاضری میں کسی عزیز کے مر جانے کا خطرہ ہو، یا اسے بار بار پیشاب یا پاخانہ آتا ہو، جو جماعت میں حاضر ہونے سے مانع ہو۔ یا کھانا حاضر کیا گیا ہو، یا اُسے ڈر ہو کہ جمعہ میں گیا تو حاکم گرفتار کرے گا، یا ڈر ہو کہ قرض خواہ پکڑے گا اور کوئی ایسی چیز نہ رکھتا ہو کہ قرض خواہ کو ادا کر کے جان چھڑا لے یا سفر میں ہو اور ڈر ہو کہ جمعہ میں گیا تو قافلہ چلا جائے گا اور مال کا نقصان ہو گا یا ڈر ہو کہ جمعہ میں شریک ہوا تو جو مال مل سکتا ہے، وہ نہ ملے گا، یا نیند کے غلبہ کے باعث جمعہ کا وقت گزر جائے، بارش، کیچڑ یا سخت طوفان ہو، یہ سب معذوری کی صورتیں ہیں۔

جمعہ کی نماز:۔ جمعہ کی نماز دو رکعت ہے جو امام کے پیچھے ادا کی جاتی ہے، اگر جمعہ کی نماز فوت ہو جائے، تو ظہر کی نماز پڑھ لے، خواہ اکیلا پڑھے یا امام کے پیچھے۔

وقتِ نماز:۔ نماز کا وقت زوال سے اول شروع ہوتا ہے جس میں نماز عید ادا کی جاتی ہے، لیکن بعض کہتے ہیں کہ یہ نماز دن کی پانچویں ساعت میں ادا ہوتی ہے۔

جمعہ کی شرط:۔ جمعہ ادا کرنے کی شرط یہ ہے کہ جماعت میں چالیس سے کم آدمی نہ ہوں اور ایسے ہوں جن پر جمعہ کی نماز واجب ہو۔ ایک اور روایت کے مطابق پچاس آدمی ہونا چاہئیں۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ تین آدمی ہوں تب بھی جمعہ ادا ہو سکتا ہے۔

رکعتیں اور قرأتِ سورۂ:۔ جمعہ کی نماز میں بلند آواز سے قرأت پڑھنا سنت۔ پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ اور دوسری میں منافقون

---

[1] یعنی اگر وہ اس مقام کو چھوڑ کر جائے تو مال کی حفاظت کرنے والی کوئی باقی نہ ہو اور مال بھی ساتھ نہ لے جا سکتا ہو۔

پڑھنا چاہیئے۔ اس بارے میں دو روائتیں ہیں کہ جمعہ کی نماز کے لیے امام کا حکم لینا چاہیے یا نہیں ؟
دو خطبے جمعہ کی شرط ہیں، نمازِ جمعہ سے قبل کوئی سنت نہیں۔ بعد میں کم از کم دو رکعت سنت پڑھنا چاہیے، زیادہ سے زیادہ چھ۔ یہ روایت بعض صحابہ نے آں حضرتؐ سے بیان کی ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں "نمازِ جمعہ سے قبل بارہ رکعت پڑھنی مستحب ہے۔ چھ رکعت بعد میں پڑھی جائیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے، کہ جب مؤذن منبر کے قریب اذان دے تو اس وقت خرید و فروخت منع ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے"

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ۔

اے ایمان والو! جب تمھیں جمعہ کی نماز کے لیے بلایا جائے تو اس وقت اللہ تعالےٰ کے ذکر کی طرف دوڑو اور تمام خرید و فروخت چھوڑ دو۔

آں حضرت صلعم کے وقت یہ اذان ہوتی تھی، اس لیے ہمارے نزدیک اس کا ہونا واجب ہے۔ ہمارے سوا باقی لوگوں کے لیے فرض کفایہ ہے۔ بعض اسے سنت کہتے ہیں۔

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت سے مینار پر چڑھ کر اذان دینے کا رواج ہوا تاکہ شہر کے قریب گاؤں والوں کو بھی نماز کی خبر مل جائے، مگر یہ اذان خرید و فروخت اور دیگر امور کو ترک کرنے کے لیے نہیں۔

اگر کوئی شخص جامع مسجد میں حاضر ہوا اور نماز کے لیے وقت باقی ہو" تو اس کے لیے چار رکعت نماز ادا کرنا مستحب ہے، اور چاروں میں دو سو دفعہ قل ہو اللہ پڑھے یعنی ہر رکعت میں پچاس مرتبہ۔ اس سلسلے میں ایک روایت ہے کہ جو شخص اس طرح نماز ادا کرے گا وہ بہشت میں اپنی جگہ دیکھ لے گا، اس کے راوی ابن عمر ہیں۔

جب جامع مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے قبل دو رکعت نماز ادا کرے۔ جامع مسجد سے نکلنے کے بعد کی ساری باتیں اس کتاب میں پہلے بیان ہو چکی ہیں۔

عیدین

عید کی نماز: عیدین کی نماز ادا کرنا فرضِ کفایہ ہے" گاؤں میں جتنے لوگ رہتے ہیں ان میں سے کچھ لوگ عید کی نماز میں حاضر ہو جائیں تو باقی پر سے نماز ساقط ہو جاتی ہے۔

اگر گاؤں کے سب لوگ عید کی نماز ادا نہ کرنے پر متفق ہو جائیں" تو اس صورت میں امام کو ان کے ساتھ جھگڑنا چاہیئے یہاں تک کہ وہ سب توبہ کریں۔

نماز کا اول وقت وہ ہے" جب آفتاب بلند ہوتا ہے، آخری وقت زوالِ آفتاب تک ہے، عید الفطر کی نماز جلد پڑھنا مستحب ہے، تاکہ قربانی کی فرصت مل جائے۔ عید الفطر میں تاخیر کی جائے کیوں کہ اس میں قربانی نہیں کرنا ہوتی۔

شرائطِ نماز: عید کی نماز کے شرائط یہ ہیں، وطن میں ہونا، نمازیوں کی مقررہ تعداد کا ہونا، جمعہ کی طرح امام صاحب، ہمارے امام احمدؒ سے ایک روایت میں" ہے کہ ان سب شرائط کا ہونا ضروری ہے۔ امام شافعی کا مذہب بھی یہی ہے، اور مستحب ہے

یہ ہے کہ نماز کے اول وقت میں جائے، ستھرا اور اچھا لباس پہنے، خوشبو لگائے جیسا کہ جمعہ کی فضیلتوں میں بیان ہوا ہے۔ عید کی نماز جنگل میں ادا کرنا بہتر ہے۔ اگر عذر ہو تو جامع مسجد میں پڑھیں۔ عذر کے بغیر جامع مسجد میں عید کی نماز ادا کرنا مکروہ ہے اگر عورتیں بھی نماز میں شامل ہوں تو کچھ حرج نہیں۔

نماز کے لیے پیادہ جانا بہتر ہے، واپسی پر دوسرے راستہ سے آئے، اس کی وجہ عید کی بزرگیوں کے تحت بیان ہو چکی ہے۔

نماز کا طریقہ: اسے ان الفاظ سے پکاریں صلوٰۃ جامعۃ، اس کی دو رکعتیں ہیں، پہلی رکعت میں سبحانک اللّٰھم کے بعد سات تکبیریں پھر اعوذ پڑھے۔ دوسری رکعت میں قرأت پڑھنے سے پہلے پانچ تکبیریں کہے۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ ہر تکبیر کہتا ہوا اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے، اور یہ کہے: اللہ اکبر کبیرًا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا وصلوٰۃ اللہ علیٰ سیدنا محمد النبی وآلہ وسلم تسلیما۔ جب تکبیروں سے فارغ ہو تو اعوذ پڑھے۔ اس کے بعد سورۂ فاتحہ پھر سورۂ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی دوسری رکعت میں هَلْ اَتٰىكَ پڑھے۔ اگر چاہے، تو پہلی رکعت میں سورۂ ق والقرآن المجید پڑھے دوسری میں اقتربت الساعۃ پڑھے۔ یہ روایت امام احمدؒ سے نقل کی گئی ہے۔

اگر ان سورتوں کے علاوہ دوسری سورتیں پڑھنا چاہے تو بھی جائز ہیں۔ سبحانک اللّٰھم اور قرأت کے درمیان بھی اسی طرح ان دو تسبیحوں میں سے ایک تسبیح کا پڑھنا جائز ہے، اس کے بعد تکبیر تحریمہ کہے، اور دوسری کے بعد اعوذ کے ساتھ قرأت کرے۔

نماز کے بعد: عید کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد نفلوں میں مشغول نہ ہو، نہ ہی اس سے پہلے نفل پڑھے، بلکہ فارغ ہونے پر اپنے گھر کو چلا جائے، اور اہل و عیال کے لیے تسلی اور مسرت کا باعث بنے۔ ان کے ساتھ اچھے خلق سے پیش آئے، انھیں کھلائے پلائے، کیوں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا، عید کا دن اس لیے ہے کہ اس میں کھاؤ پیو اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ تفریح کرو، دونوں عیدوں اور ایام تشریق میں اس کا عام حکم ہے۔

اگر عید کی نماز مسجد میں پڑھیں تو مناسب ہے اور مسجد میں حاضر ہو تو تحیۃ مسجد کے لیے نماز کی دو رکعت ادا کرے، کیوں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے قبل نماز کی دو رکعت ادا کرے اور یہ عام حکم ہے جو دونوں عیدوں کے لیے بھی ہے۔ مسجد میں آنے کے وقت کے لیے بھی ہے۔

امام احمدؒ نے جو نماز عید کے پہلے اور اس کے بعد سنتوں کے پڑھنے سے منع کیا ہے، تو آپ کا یہ حکم صحرا میں دونوں عیدوں کی نماز پڑھنے کے تھا۔ مسجد کے لیے یہ حکم نہ تھا۔ کیوں کہ روایت ہے، کہ آں حضرت صلعم نے عید کی نماز سے قبل اور بعد کبھی نفل نہیں پڑھے۔ عمر بن عبداللہ بن عباسؓ بن عمرؓ اس کے راوی ہیں۔

آں حضرت صلعم عید کی نماز جنگل میں پڑھا کرتے تھے، اور جب مسجد میں نماز ادا کرتے تھے تو تحیۃ مسجد ضرور ادا کیا کرتے تھے، آپ نے اسے کبھی ترک نہیں کیا۔

اگر کسی کی نماز عید فوت ہو جائے تو قضا پڑھنا مستحب ہے، لیکن یہ اختیار ہے، کہ نماز ضحیٰ کی طرح تکبیر کے بغیر چار

رکعت ادا کرے یا نماز عید کی طرح مع تکبیر کہے۔ اس نماز میں اپنے اہل وعیال اور سب احباب کو جمع کرے تاکہ اسے ثواب عظیم ملے، کیوں کہ اس میں بڑا ثواب ہے۔

نمازِ استسقا

نمازِ استسقا: اگر بارش نہ ہو، تو بارگاہِ الٰہی میں بارش کے لیے دعا مانگنا سنت ہے، یہ نماز امام کے ساتھ ادا کی جائے۔ جس طرح دونوں عیدوں کی نماز کے لیے چاشت کے وقت نکلتے ہیں" اسی طرح اس کے لیے بھی انھیں احکام اور صفات اور مقامات میں نکلیں۔ اس نماز میں بھی حدث، یعنی ناپاکی سے صاف رہا جائے۔ اس نماز میں خوشبو لگانا مستحب نہیں، کیوں کہ یہ فقر وذلت اور محتاجی کی حالت ہے، اس لیے اسی حالت میں رہنا چاہیے۔ فقر کا لباس پہنا جائے، خشوع وخضوع اور عاجزی اور غم واندوہ کا مظاہرہ کیا جائے۔ بوڑھے مرد، بوڑھی عورتیں، بچے، حاجت مند لوگ اپنے دلوں کو گناہوں اور ظلموں اور لوگوں کے حقوق چھیننے سے باز رکھیں، خدا کے حقوق ادا کریں، کفارہ اور صدقہ دیں، کثرت سے روزے رکھیں از سرِ نو توبہ کریں اور مرتے دم تک توبہ پر قائم رہیں، چھوٹے بڑے گناہوں سے بچیں، کیونکہ یہ گناہ کریں گے تو دوزخ میں جائیں گے، ان گناہوں کے ارتکاب میں اللہ سے شرم کریں۔ کیوں کہ خدا سے کوئی بھی چھپ نہیں سکتا، وہ ہر جگہ موجود ہے۔ آسمانوں اور زمین کی کوئی شے اس سے پوشیدہ نہیں، وہ ہر چھوٹی بڑی شے کو دیکھتا ہے، سب کے حال جانتا ہے۔

حضرت عمرؓ کی نماز: زاہد، نیک، اہلِ علم اور اہلِ فضل کو خدا کی جناب میں وسیلہ بنانا مستحب ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ عمر بن خطابؓ ایک روز نمازِ استسقا ادا کرنے کے لیے نکلا۔ حضرت عباس نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور قبلہ کی طرف منہ کر کے فرمایا "اے میرے رب! میں تیری درگاہ میں حاضر ہوا ہوں اور میرے ہمراہ آں حضرت صلعم کے چچا ہیں، میں انھیں تیری درگاہ میں وسیلہ بناتا ہوں، پس تو حضرت عباس کے طفیل ہم پر پانی برسا۔

ابھی آپ وہاں سے واپس نہ ہوئے تھے، کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی رحمت سے بارش نازل فرمائی اور سارے جہان کو سیراب کیا۔

قبر میں سوال وجواب: جب بارش نہ ہو، تو یہ بھی ایک عذاب ہی ہے۔ لوگوں کے گناہوں کی شامت ہے اور یہ بھی گناہوں ہی کا باعث ہے کہ جب کوئی کافر مرجاتا ہے تو اسے دفن کر دیتے ہیں۔ تب منکر نکیر اس کے پاس آکر پوچھتے ہیں "تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ مگر وہ آگے سے انھیں جواب نہیں دے سکتا، تب وہ اسے گرز مارتے ہیں۔ وہ فریاد کرتا اور غل مچاتا ہے۔ اس کا شور ساری مخلوق سنتی ہے مگر جن اور انسان نہیں سنتے۔ ساری مخلوق اس پر لعنت کرتی ہے، حتیٰ کہ بکری بھی اس پر لعنت کرتی ہے جس کی گردن پر قصاب نے چھری رکھی ہو اور کہتی ہے، اس پر خدا کی لعنت اس کے گناہوں کے باعث ہم پانی برسنے سے محروم رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ایسے گروہ کے لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر لعنت بھیجتا ہے" اور دوسرے بھیجنے والے، اس پر لعنت

کرتے ہیں۔

جب کوئی شخص فساد برپا کرے اور اسے پھیلائے تو اس کا ظلم سب جگہ پہنچ جاتا ہے۔ ہر چیز پر پہنچتا ہے" یہاں تک کہ حیوان بھی اس سے محفوظ نہیں رہتے۔ اگر کوئی نیکی کرے تو اس کا پھل بھی ہر ایک تک پہنچ جاتا ہے اور آدمی کا سب سے بڑا فساد اللہ کی نافرمانی ہے، اور کام کی بہتری اس میں ہے کہ اللہ کی فرماں برداری کی جائے۔ آدمی اس کی اطاعت میں ثابت قدم رہے۔

امام ہو یا نائب اسے اذان اور اقامت کے علاوہ دو رکعت نماز ادا کرنا چاہیے۔ پہلی رکعت میں تکبیر احرام کے سوا چھ تکبیریں کہی جائیں گی اور دوسری میں پانچ۔ یہ تکبیریں ان کے علاوہ ہیں جو سجدہ کے بعد کھڑا ہوتے وقت کہی جاتی ہیں جس طرح عید کی نماز میں بیان ہوا ہے اسی طرح کیا جائے۔

ان دونوں تکبیروں میں اپنے رب کو یاد کرے۔ نماز پڑھ چکنے کے بعد خطبہ پڑھے، نماز سے قبل خطبہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ نماز سے قبل یا بعد خطبہ پڑھے دونوں طرح جائز ہے۔ فرماتے ہیں صرف دعا مانگنے پر قناعت نہ کرے خطبہ پڑھنا بھی سنت ہے۔ امام یا نائب کو ان میں سے جو بات آسان معلوم ہو وہ کرے۔

خطبہ کی ابتدا تکبیر سے کرے، جیسے عید کے خطبہ میں کیا جاتا ہے۔ آں حضرتؐ پر کثرت سے درود بھیجے اور آیت اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ..... الخ" پڑھے۔ خطبہ پڑھنے کے بعد قبلہ رخ ہو کر چادر کے کنارے الٹ دے۔ یعنی دائیں کندھے کے کنارے کو بائیں طرف اور بائیں کو دائیں طرف الٹ دے۔ باقی سب لوگ بھی ایسا کریں، پھر گھروں کو چلے جائیں، وہاں جا کر اپنی چادریں اور لباس تبدیل کر لیں۔ یہ کام اس نیک فال کے لیے کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے قحط دور کر دے، ایسا کرنا سنت ہے۔

عبادہ بن تمیمؓ نے اپنے چچا سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ آں حضرت صلعم لوگوں کے ہمراہ نمازِ استسقاء کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے ان کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی، ان میں ظاہر قرأت پڑھی، اپنی چادر کو پھرایا (جیسا کہ اوپر بیان ہوا) اور بارش کے لیے دعا مانگی، اپنا منہ قبلہ کی طرف کیا، لہٰذا لازم ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے دونوں ہاتھ اٹھا کر آں حضرتؐ کی طرح دعا کی جائے۔ آپ نے یہ دعا پڑھی تھی۔

اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُّغِيْثًا مَّرِيْئًا هَنِيْئًا مَّرِيْعًا غَدَقًا مُّجَلِّلًا رَايِعًا مُّجَلِّلًا عَامًا طَبَقًا سَحًّا دَائِمًا اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا الْغَيْثَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِيْنَ ۔ اَللّٰهُمَّ سُقْيَا رَحْمَةٍ لَا سُقْيَا عَذَابٍ وَلَا مَحْقٍ وَلَا بَلَاءٍ وَلَا هَدْمٍ وَلَا غَرَقٍ اَللّٰهُمَّ اِنَّ بِالْبِلَادِ وَالْعِبَادِ وَالْخَلْقِ مِنَ

اے اللہ! ہمارے لیے پانی بھیج جو ہمیں مصیبت سے نجات دے، اس کا نتیجہ اور انجام نیک ہو، خوشگوار ہو، وہ سیراب کرنے والا اور زمین میں اثر کرنے والا ہو، عام طور پر جاری ہونیوالا ہو اور بہت جاری ہونے والا ہو۔ اے اللہ ہمارے پاس پانی بھیج، ہمیں پانی سے ناامید ہونیوالے لوگوں میں سے نہ بنا، ایسا پانی نہ عطا کر جو عذاب کا باعث ہو، ہماری کھیتی کو بہا لے جانے والا نہ ہو، وہ ہمیں بلا میں گرفتار نہ کرے، نہ ہمارے گھروں کو گرائے، نہ ہمیں غرق کرے۔ اے اللہ! شہروں

اللّٰهُمَّ دَاءٍ وَالْبَلَاءَ وَالْجَهْدَ وَالضَّنْكَ
وَالْجَهْدَ وَالضَّنْكَ مَا لَا نَشْكُوْا إِلَّا
إِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ اَنْبِتْ لَنَا الزَّرْعَ وَ
اَدِرَّ لَنَا الضَّرْعَ وَاسْقِنَا مِنْ
بَرَكَاتِ السَّمَآءِ وَاَنْبِتْ لَنَا مِنْ
بَرَكَاتِ الْاَرْضِ اَللّٰهُمَّ ارْفَعْ عَنَّا
الْجَهْدَ وَالْجُوْعَ وَالْعُرْيَ وَاكْشِفْ
عَنَّا مِنَ الْبَلَاءِ مَا لَا يَكْشِفُهُ غَيْرُكَ
اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ إِنَّكَ كُنْتَ
غَفَّارًا فَاَرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْنَا مِدْرَارًا
اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ اَمَرْتَنَا بِدُعَائِكَ وَوَعَدْتَنَا
إِجَابَتَكَ فَقَدْ دَعَوْنَاكَ كَمَا اَمَرْتَنَا
فَاسْتَجِبْ لَنَا كَمَا وَعَدْتَنَا۔

میں اور تیرے بندوں میں بڑی افسردگی اور پھیلی ہوئی ہے۔ بہت تنگی اور مصیبت لاحق ہے۔ ان باتوں کا گلہ تجھی سے ہے تیرے سوا اور کسی کے پاس گلہ نہیں کرتے اے اللہ ہماری کھیتی کو سرسبز کردے۔ ہمارے جانوروں کا دودھ بڑھادے، ہم پر آسمان کی برکتیں نازل کر، اپنی برکت سے ہماری زمین میں فصل اُگادے ہو زم اور لہلہاتی نظر آتی ہے اے اللہ ہمیں بھوک پیاس کی مشقت اور سختی سے بچا، تیرے سوا اور کوئی نہیں جو ہمیں اس مشقت سے بچالے اے اللہ ہم تیری ہی بخشش چاہتے ہیں، کیوں کہ تو ہی بخشنے والا ہے، ہم پر برسنے والا ابر بھیج، اے اللہ تو نے اپنے حضور ہمیں دعا کرنے کا حکم دیا ہے اور تُو نے دعا قبول کرنے کا ہم سے وعدہ کیا ہے، اس لیے تیرے ارشاد کے مطابق ہم نے تجھ سے دعا کی ہے، پس تو اپنے وعدہ کے مطابق اسے قبول فرما۔"

کہا گیا ہے کہ خطبہ میں قبلہ کی طرف منہ کرے اور اسی رُخ اسے ختم کرے۔ خطبہ کے ختم ہوتے ہی دعا کرے۔ مگر افضل وہی ہے جو اوپر بیان ہوا ہے۔ خطبہ سے فراغت پانے کے بعد قبلہ کی طرف منہ کرے، کیوں کہ خطبہ سے مراد لوگوں کو وعظ کہنا ہے انھیں زجر کرنی اور خوف دلانا ہے، یہ باتیں لوگوں کے سامنے بیان کی جاتی ہیں۔ اس لیے خطبہ کے وقت لوگوں کے سامنے نہ کرے تاکہ وہ خوب توجہ کریں، آواز ان کے کانوں میں پہنچے، ان کے دلوں پر اثر ہو، قبلہ کی طرف منہ کرتے وقت لوگوں کی طرف اس کی پیٹھ ہوگی اور اس طرح کھڑا ہوگا جس طرح نماز کے وقت لوگوں کے آگے کھڑا ہوتا ہے۔

نمازِ کسوف (چاند اور سورج گرہن)

نماز کسوف سنت مؤکدہ ہے، یہ نماز اس وقت پڑھی جاتی ہے جب سورج یا چاند گہنا جائے۔ جب چاند یا سورج میں تاریکی پھیلنے لگے وہ نماز کا صحیح وقت ہے۔ اگر تاریکی پھیل کر دور ہو جائے، تو پھر نماز ادا کرنے کا وقت نہیں رہتا۔ نماز جامع مسجد میں ادا کرنا سنت ہے۔ نماز ادا کرنے کے لیے لوگوں کو آواز دی جائے کہ اے لوگو! یہ نماز کا وقت ہے مسجد میں جمع ہو جائے تو یہ سنت طریقہ ہے۔

تفصیل:- جب لوگ جمع ہو جائیں تو امام جماعت کرائے، تکبیر تحریمہ کے بعد سبحانک اللّٰھم، پھر اعوذ، پھر سورۂ فاتحہ اور پھر سورۂ بقر پڑھی جائے، رکوع لمبا کیا جائے، اتنا لمبا کہ اس میں آیت کے برابر تسبیح پڑھی جاسکے۔ اس کے بعد سمع اللہ

لِمَنْ حَمِدَہٗ کہہ کر سر اور پنجا کرے پھر سورۂ فاتحہ اور آلِ عمران پڑھ کر سجدہ کرے، مگر یہ دوسرا رکوع پہلے کی نسبت مختصر ہو، دونوں رکعتوں میں سجدہ طویل ہو جس میں سو آیت کے برابر تسبیح پڑھی جائے۔ دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ نساء پڑھے، رکوع سے اٹھے تو سورۂ فاتحہ اور مائدہ پڑھ کر سجدہ کرے۔

اگر کسی کو مذکورہ آیتیں یاد نہ ہوں، تو جو کچھ قرآن سے یاد ہو پڑھ لے، مگر ان کی مقدار مذکورہ سورتوں کے برابر ہو۔ اگر دوسری آیت یاد نہ ہو تو صرف سورۂ اخلاص اس قدر پڑھ لے جس قدر قیام میں قرأت دوسری سورتوں کے برابر ہو، اس کا دو ثلث دوسرے قیام میں پڑھے۔

سجدے سے سر اٹھا کر تیسرا قیام کرے، تو اس میں پہلے قیام کے نصف کے برابر قرأت پڑھے۔ پھر رکوع کرے اور آخری قیام میں دو ثلث کے برابر قرأت پڑھے۔ ہر قیام میں قرأت کے دو ثلث کے برابر تسبیح ہونی چاہیے۔ پھر رکوع کرے اور سلام پھیرے۔

چار رکوع اور چار سجود کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگر نماز لمبی ہو جائے" اور چاند یا سورج گہن سے باہر آجائے، تو نماز کو مختصر کر دینا مستحب ہے، مگر درمیان میں توڑ دینا جائز نہیں۔

طریقہ:۔ اکیلے گھر میں اپنے عیال کے ساتھ نماز ادا کرنا بھی جائز ہے، مگر بہتر یہی ہے کہ جامع مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرے۔

حضرت عائشہؓ کی روایت:۔ اس نماز کے بارے میں حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ آں حضرتؐ کے زمانہ میں ایک بار سورج گہن میں آیا تو آپ نے اکر تکبیر کہی، قرأت پڑھی جس میں خاصی دیر تک قیام فرمایا، پھر رکوع کیا، اس میں بھی دیر لگائی، پھر سر اٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر لمبی قرأت پڑھی، پھر سجدہ میں گئے، پھر سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو گئے۔ دوسرے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ چاند اور سورج اللہ تعالےٰ کی نشانیاں ہیں، ان نشانیوں کو کسی کی موت کے لیے گہن نہیں لگتا! ہاں جب تم گہن لگتا دیکھو تو نماز ادا کرو۔[1]

نمازِ خوف

نمازِ خوف کے شرائط:۔ نماز خوف کی چار شرطیں ہیں۔ پہلی یہ کہ دشمن ایسا ہو کہ اس کے ساتھ جنگ کرنا واجب ہو، دوسرے یہ کہ منہ قبلہ کی طرف ہو، تیسرے یہ کہ دشمنوں کے گروہ سے خطرہ ہو اور ہر گروہ تین آدمیوں سے کم نہ ہو، امام کسی ایک کو وہیں سے دشمن کے مقابلہ میں بھیجے" اور دوسرے کو اپنی پشت کے پیچھے کھڑا کر کے ایک رکعت نماز ادا کرے۔ دوسری رکعت کے لیے اٹھے تو اس وقت امام کی پشت پر کھڑا ہونے والے ایک رکعت ادا کر چکے ہوں، وہ امام کے پیچھے لیٹ جائیں مگر نیت کر کے پیچھے سے الگ ہوں، بغیر نیت مقتدی کو الگ ہونا جائز نہیں۔ الگ ہونے پر دوسری رکعت ادا کرے پھر سلام

---

[1] ان الفاظ کا اشارہ اس طرف ہے کہ ایک مرتبہ جب آں حضرتؐ کے فرزند حضرت ابراہیمؑ نے وفات پائی تو اتفاق سے اس روز سورج گہنا گیا۔ لوگوں نے کہا کہ ابراہیمؑ کی وفات کے باعث ایسا ہوا۔ آں حضرتؐ نے لوگوں کے اس خیال کی تردید فرمائی۔ یہ الفاظ اسی تردید کے ضمن میں آئے ہیں۔

پھیر کر یہ گروہ دشمن کے مقابلہ میں آجائے اور پہلا گروہ پھر امام کے پیچھے نماز پڑھے، جب یہ گروہ امام کے پیچھے ہو تو دوسری رکعت امام کے ساتھ پڑھے، جب امام تشہد پڑھ کر سلام پھیرے، تو یہ گروہ اپنی پہلی رکعت باقاعدہ ادا کرے، امام کے ساتھ مل جائے اور ساتھ ہی سلام پھیرے۔

امام کو تشہد قدرے آرام سے پڑھنا چاہیے" تاکہ دوسرا گروہ پہلی رکعت ادا کر کے امام کے ساتھ شامل ہو سکے، اور وہ تشہد کے بعد سلام پھیر سکیں۔ اس طرح یہ فضیلت انھیں بھی حاصل ہو جائے۔

پہلے گروہ کو بھی تکبیر تحریمہ کی فضیلت حاصل ہونی چاہیے، چنانچہ غزوۂ ذات الرقاع میں لوگوں نے آں حضرت صلعم کے ساتھ اسی طرح نماز ادا کی تھی۔

آنحضرتؐ کا ارشاد: سہل بن ابی خزیمہؓ سے روایت ہے، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جب امام تکبیر تحریمہ کہے، تو لوگ اس کے پیچھے صف میں کھڑے ہو جائیں، ان کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر دو سجدے کر کے کھڑا ہو جائے، طویل قرأت پڑھے یہاں تک کہ جن لوگوں نے امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھی ہو وہ دوسری پڑھ کر دشمن کے مقابلہ کے لیے لڑائی میں چلے جائیں جو میدانِ جنگ میں پہلے سے موجود تھے، وہ واپس آکر امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہو جائیں، اور اس کے پیچھے دوسری رکعت دو سجدوں میں ادا کریں۔

جب امام تشہد میں بیٹھے تو اس طرح آرام سے پڑھے کہ دوسرے گروہ کے لوگ دوسری رکعت پڑھ کر امام کے ساتھ تشہد میں مل جائیں، پھر امام ان کے ساتھ سلام پھیرے۔

امام احمدؒ کا ارشاد: امام احمد فرماتے ہیں، کہ لڑائی اور مقابلہ کے وقت نماز میں دیر کرنا چاہیے، یہاں تک کہ جنگ ختم ہو جائے" اور لوگ اپنے ہتھیار اتار دیں، مگر جو کچھ بیان ہوا ہے" یہ محض اس خوف کے باعث ہے، جو نماز بخر اور سفر میں نماز قصر[1] کے وقت لاحق ہو۔

نماز کا طریقہ: اس کا طریقہ یہ ہے کہ امام جس گروہ کو پہلے اپنے پیچھے کھڑا کرے، اس کے ساتھ دو رکعت ادا کرے، اور ایک رکعت دوسرے گروہ کے ساتھ۔ مغرب کی نماز میں کمی یا قصر نہیں ہوتا، اس بارے میں دو اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ پہلا گروہ پہلے پہل ہی الگ ہو جائے۔ یا اس وقت الگ ہو جب امام تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جب تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تب الگ ہو۔ اگر امام کو سفر میں یہ خوف لاحق ہو تو ہر گروہ کے ساتھ دو رکعتیں ادا کرے اور جو باقی ہوں اسے ہر گز نہ قضا کرے۔ اگر چار فرقہ کرے تو تیسرے اور چوتھے فرقہ کی نماز صحیح نہ ہوگی، مگر اس میں بھی اختلاف ہے۔

خوف کے ماتحت جو کچھ بیان ہوا ہے" یہ ایسے وقت کے لیے ہے جب دشمن قبلہ کی جانب یا داہنے بائیں موجود ہو، اگر دشمن سامنے ہو اور ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں، گھات میں ہونے کا شبہ نہ ہو تو ایسے وقت میں نماز خوف ادا کرنا درست ہے۔

آدمی زیادہ ہوں تو امام کو چاہیے کہ انھیں حسبِ ضرورت دو تین صفوں میں کھڑا کرے۔ نماز کی نیت کرے، پہلی رکعت کے بعد سجدہ کرے تو سارے لوگ اس کے ساتھ سجدہ کریں۔ مگر امام کے والی پہلی صف سجدہ نہ کرے۔ بلکہ کھڑی

---

[1] نماز قصر کا ذکر آگے آئے گا۔

رہے اور حفاظت کرے۔ جب امام دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تو پہلی صف سجدہ میں جائے پھر اٹھ کر دوسری صفوں کے ساتھ شامل ہو۔ جب دوسری رکعت میں سجدہ کرنا ہو تو جس صف نے امام کے ساتھ پہلی رکعت میں سجدہ کیا تھا وہ کھڑی رہے، (سجدہ نہ کرے) اور باقی صفیں سجدہ کریں، اور تشہد میں مناسبت کر کے شریک ہوں اور بیٹھیں، امام کے ساتھ سلام پھیریں۔

ایک روایت میں ہے کہ آں حضرت صلعم نے عسفان میں نماز خوف اسی طرح ادا کی تھی۔ یہ بھی جائز ہے کہ پہلی صف دوسری رکعت میں تاخیر کرے یعنی نماز میں رہے، اور دوسری صف پہلی کی جگہ جائے اور نگہبانی کرے، اگر خوف بڑھ جائے اور لڑائی شروع ہو جائے تو جس طرح ہو سکے اسی طرح نماز ادا کر لی جائے، چاہے جماعت کے ساتھ چاہے الگ الگ۔ خواہ سوار ہو خواہ پیادہ، منہ قبلہ کی طرف ہو خواہ کسی اور طرف۔ اشارہ سے پڑھے یا بغیر اشارہ، مگر رکوع و سجود ضرور کریں، خواہ کچھ بھی ہو اسے نہ چھوڑا جائے۔

اگر یہ معلوم نہ ہے کہ ہم قبلہ کے مقابل ہیں یا نہیں اور نماز شروع کریں یا نہ کریں، تو اس بارے میں دو اقوال ہیں:

اگر دشمن کو شکست ہو جائے اور امن حاصل ہو جائے تو پہلے طریق پر نماز پڑھیں، جانوروں سے اتر آئیں، قبلہ کی طرف منہ کریں۔ اگر اطمینان کی حالت میں نماز شروع کی ہے مگر بعد ازاں خوف بڑھ گیا ہے تو سوار ہو جائیں اور سواری کی حالت میں نماز ادا کریں، خواہ مارنے اور نیزہ لگانے تک نوبت پہنچ گئی ہو یا لوٹنے، شکست کھانے اور بھاگنے کا موقع آگیا ہو۔ ان حالات میں نماز اسی طرح ادا کی جائے جیسے درندہ کے خوف کے وقت یا رہزن یا سیلاب کے خوف کے موقع پر پڑھنے کا حکم ہے۔

اگر دشمن کا انتظار ہو اور شکست کا خوف ہو تو اس بارے میں دو روایتیں ہیں۔ ان میں سے ایک کے مطابق اسی طرح نماز ادا کرے۔

نماز میں قصر

قصر کیا ہے؟ جب کوئی شخص اپنے گھر یا قوم سے الگ ہو تو اسے اپنی نماز میں قصر کرنا جائز ہے، یعنی چار کی بجائے دو رکعت نماز ادا کرے۔ اگر سفر لمبا ہو یعنی سولہ فرسنگ سے کم نہ ہو، اور اس قدر سفر پر جائے اور اسی قدر سفر سے واپس آئے تو اپنی نماز کو کوتاہ کر سکتا ہے۔ اگر کسی گاؤں یا شہر میں پہنچ کر اقامت کا ارادہ کرے، جو بائیس نمازوں تک ہو تو پھر اپنی پوری نماز ادا کرے کیونکہ اس صورت میں وہ شخص مقیم کی حیثیت رکھتا ہے۔

جو شخص اکیس نمازوں تک ٹھہرنے کا ارادہ کرے، اس کے لیے دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ قصر کرے، دوسری یہ کہ قصر نہ کرے اگر اس سے کم نمازوں تک ٹھہرنا چاہے تو قصر کرے۔ یعنی چار کی بجائے دو رکعت ادا کرے۔ اگر کسی شہر میں وارد ہوا اور کسی معین مدت تک ٹھہرنے یا کوچ کرنے کی کوئی نیت نہیں کی اور اسے کوچ کا بھی علم نہیں بلکہ یہی ارادہ ہے کہ ابھی ٹھہروں گا اور اس زمانہ میں آپ نماز کو قصر کیا کرتے تھے۔

آنحضرت کا قصر: ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے پندرہ دن تک قیام کیا۔ دوسری روایت میں عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ میں آں حضرت صلعم کے ساتھ موجود تھا، اس زمانے میں آپؐ دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور شہر کے لوگوں سے فرمایا کرتے تھے کہ تم چار رکعت پڑھو، میں اس لیے قصر کرتا ہوں کہ میں مسافر ہوں۔

تبوک میں آں حضرتؐ نے بیس دن تک قیام فرمایا اور اس زمانہ میں بھی اپنی نماز کو قصر کیا۔ آپ کے اصحاب بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

دوسرا واقعہ:-

انس بن مالک فرماتے ہیں "کہ رام ہرمز میں، آں حضرتؐ کے صحابہؓ نے سات ماہ تک قیام فرمایا، وہاں بھی آپ نماز کو قصر کر کے پڑھا کرتے تھے۔

تیسرا واقعہ:-

ابن عمرؓ کا معمول:-

ایک روایت میں ہے "کہ ابن عمرؓ چھ ماہ تک آذربائی جان میں مقیم رہے" وہاں آپ دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، اگر کوئی شخص مقیم ہے اور اس حال میں نماز کی نیت کی ہے پھر مسافر ہو گیا ہے۔ مثلاً ایک کشتی جو اس کے شہر کے کنارے اور دیواروں سے متصل تھی، اسے ملاح نے چھوڑ دیا اور وہ شہر کے حدود سے باہر نکل گئی تو اسکو پوری نماز ادا کرنا لازم ہے۔

اسی طرح اگر کوئی سفر کی حالت میں نماز کی نیت کرے، پھر مقیم ہو جائے، یا مقیم لوگوں کے پیچھے نماز کی اقتدا کرے، یا نیت کے بعد کسی ایسے شخص کی اقتدا کرے جس کے مسافر یا مقیم ہونے میں شبہ ہے یا نماز شروع کرتے وقت قصر کی نیت نہ کرے تو ان تمام صورتوں میں اسے پوری نماز پڑھنا چاہیے۔

قضا کرنے والے کو نماز میں قصر کرنا جائز نہیں۔ اسے واجب ہے کہ کامل نماز پڑھے، خواہ سفر کی حالت میں ہو، اگر نماز ادا کرنے کے وقت میں ادا کرتے ہوئے نماز قصر کی نیت کر چکا ہے، پھر قیام کی نیت کی ہے تو اس صورت میں اپنی پہلی نیت کے مطابق ہی نماز پڑھ لے۔

اسی طرح اگر مقیم ہے اور نماز کی نیت کی ہے، پھر سفر کی نیت کی ہے، تب بھی پوری نماز پڑھے۔ اگر کوئی شخص گناہ کرنے کھیلنے یا نفس کو تازگی بخشنے کی غرض سے سفر کرتا ہے تو اسے نماز کا قصر کرنا مباح نہیں، ہاں واجب سفر یعنی حج، جہاد یا مباح سفر مثلاً تجارت یا قرض مانگنے یا اس طرح کے کسی اور کام کے لیے جائے تو ان صورتوں میں قصر کرنا جائز ہے۔

اگر ہم گناہ میں کسی کے لیے سفر مباح کر دیں، تو گویا اس گناہ میں ہم اس کی مدد کریں گے۔ ..... امام احمدؒ کے نزدیک سفر میں تمام کرنا اور قصر کرنا دونوں جائز ہیں۔ قصر کرنا افضل ہے" اور ان کے نزدیک تمام و قصر کرنا ایسے ہے جیسے روزہ رکھنا اور افطار کرنا، خدا کے سامنے اپنی توانائی کو ختم کر دینا اور جن باتوں کی اجازت دی گئی ہے یا ان میں آسانی رکھی گئی ہے ان کی پیروی کرنا۔

اگر کوئی شخص خود بینی، غرور اور ذاتی امور کے سوا سفر میں نماز اور روزہ پورا کرنے کی نیت کرے تو اسے کہنا چاہیے کہ تیرے لیے قصر اور افطار کی نیت بہتر ہے، کیوں کہ اس میں نفس کی خواری، انکساری اور فروتنی پائی جاتی ہے۔

آں حضرتؐ سے ایک مرتبہ سوال کیا گیا، کہ ہم قصر کرتے ہیں" مگر ہمارے دل بے خوف ہیں، ایسی صورت میں ہماری کیفیت کے متعلق فرمائیں! آں حضرتؐ نے فرمایا۔ یہ صدقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر صدقہ کیا ہے، اس لیے اس صدقہ کو قبول کرنا لازم ہے، کیوں کہ جو لوگ اللہ کی رخصتوں کو قبول کرتے ہیں، اللہ کی عزیمتوں یعنی اس کے ارادوں کو قبول کرتے ہیں۔ پس جو شخص سفر میں اپنی نماز تمام کرتا ہے۔ اس پر سخت تعجب ہے کہ سفر میں روزہ تو رکھتا ہے، مگر خدا کے عطیہ کو چھوڑتا ہے، کبیرہ گناہ یعنی حرام خوری

شراب نوشی وغیرہ کرتا ہے، ابریشمی لباس پہنتا ہے، زنا کرتا ہے، عورتوں یا لونڈیوں کے ساتھ لواطت کرتا ہے، اصول میں بڑا اعتقاد رکھتا ہے۔ غرض اس قسم کی باتیں کرتا ہے۔ ایسے شخص پر بڑا تعجب ہے۔

نمازوں کا جمع کرنا

سفر میں نماز: سفر میں دو نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے، مثلاً ظہر اور عصر کو ملا کر ایک وقت میں پڑھا جا سکتا ہے، اسی طرح مغرب اور عشا کو ملا لیا جائے، مگر سفر کے لیے شرط یہ ہے کہ سولہ فرسنگ سے کم نہ ہو (جیسا کہ اوپر بیان ہوا) اور اس بات کا اختیار ہے کہ پہلی اور دوسری نماز میں توقف کرے، خواہ دوسرے وقت کی نماز کو پہلے وقت میں شریک کرے، تاخیر کرنا مستحب ہے۔

یک ساتھ نمازوں کی ادائیگی: نمازیں ترتیب کا خیال رکھا جائے، یعنی پہلے وقت کی نماز پہلے اور دوسرے وقت کی نماز بعد میں ادا کرے مگر ابتدائی نیت دونوں نمازوں کی ہو اور دونوں نمازوں میں فرق نہ کرے، صرف اتنا فرق ہو جتنا اقامت کے لیے ہوتا ہے، اور وضو کے لیے، اس وقت جب کہ وہ ٹوٹ جائے۔

اگر دو فرض نمازوں کے درمیان سنتیں پڑھے، تو اس صورت میں انھیں جمع کرنا باطل ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ باطل نہیں ہوتا۔

بہتر طریقہ یہ ہے کہ فرضوں سے فارغ ہونے کے بعد سنتیں پڑھے اور فرضوں میں فرق نہ کرے، اگر دوسرے وقت میں فرضوں کو جمع کرنا چاہے، تو پہلے وقت میں ہی نیت کر لینا کافی ہے۔ دوسری مرتبہ نیت کرنے کی ضرورت نہیں، کیوں کہ وہ پہلی نماز میں اس نیت سے تاخیر کرتا ہے کہ اسے دوسرے وقت میں جمع کرے گا، اگر اول وقت میں دوسرے وقت کی نماز کو جمع کرنے کی نیت کرے، یا آخر وقت میں نیت کرے، تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اگر اول نماز کا وقت گزر جائے، اور اس کے بعد نیت کرے، تو اس صورت میں آخری نمازوں کا جمع کرنا جائز نہیں۔ اگر دوسرے وقت نماز کو جمع کرے، تو اسے اول وقت کی نماز پہلے پڑھنی چاہیئے، پھر دوسرے وقت کی نماز پڑھے۔

دو فرضوں کے درمیان سنت: دو فرضوں کے درمیان نماز سنت پڑھنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق جائز ہے اور ایک کے مطابق ناجائز۔

حضرت ابوبکرؒ فرماتے ہیں کہ قصر کی نماز اور نماز صبح نیت کی محتاج نہیں۔ بارش کے موقع پر مغرب اور عشا کی نماز جمع کی جا سکتی ہے، ظہر اور عصر کی نماز کو جمع کرنے کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔ راستہ میں کیچڑ ہو، تند یا سرد ہوا چل رہی ہو، تو اس بارے میں حکم یہ ہے کہ مینہ برسنے کے باعث دو نمازوں کو جمع کرنے والے کو یہ یقین ہونا چاہیئے کہ پہلی نماز کے شروع سے دوسری نماز کے آخر تک بارش برستی رہے گی۔ تب دونوں نمازوں کو جمع کرے۔ اگر دوسرے وقت کی نماز پر جمع کرنا موقوف رکھے اور مینہ برستا ہوا تھم گیا ہو، دونوں برابر ہیں۔ چونکہ پہلے وقت کی نماز اس نے مینہ برسنے کی وجہ سے اخیر کی ہے۔ اس لیے اب اگر مینہ تھم بھی گیا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ جو وقت گزر گیا وہ ہاتھ نہیں آ سکتا۔ بارش کے وقت نماز کو جمع کرنے کی اجازت اس لیے ہے کہ لوگوں کے کپڑے نہ بھیگیں، انھیں تکلیف نہ ہو، اور گھر سے نکل کر جانے کی دشواری سے بچ جائیں۔

آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ اگر جوتیاں بھیگ جائیں تو گھر ہی میں نماز پڑھ لو۔ یہ صحیح حدیث ہے، بخاری اور مسلم دونوں میں موجود ہے۔

مسافر اور مریض: ہمارے نزدیک مسافر اور مریض کے لیے بھی نماز کو جمع کرنے کا ایسا ہی حکم ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، کیونکہ ایک ہی حکم میں انھیں بھی اللہ تعالےٰ نے یاد کیا ہے، فرمایا کہ تم میں سے جو مریض اور بیمار ہو اس کے لیے دوسرے دنوں کی تعداد ہے۔ پس یہ اجازت کمزوری کے باعث دی گئی ہے۔ مریض کی کمزوری ظاہر ہی ہے اور مسافر کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ کبھی آرام کے ساتھ گھوڑے پر سوار گلگشت کرتا ہوا سفر پر چلا جاتا ہے اور امیر آدمی ہو تو سفر میں بھی اسے عیش و آرام کے ایسے اسباب میسّر ہوتے ہیں جو غریب کو قیام کی حالت میں بھی نصیب نہیں ہوتے۔ چنانچہ جب اس سازوسامان کے ہوتے ہوئے سفر میں اسے اجازت دی گئی ہے کہ نماز میں قصر اور جمع کر سکتا ہے، تو مریض تو تمام دوروں کی نسبت اس بات کا زیادہ حقدار ہے۔

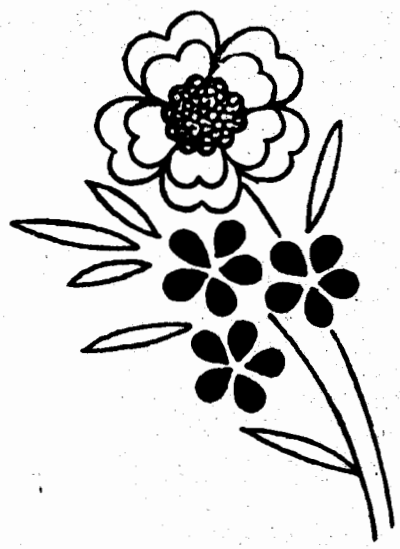

باب ۲۳

نماز جنازہ ـــ موت ـــ قرضدار متوفی

عیادت و تعزیت ـــ اور ـــ تجہیز و تکفین وغیرہ

نماز جنازہ

نمازِ جنازہ کی تفصیل:- نماز جنازہ فرض کفایہ ہے" اور ہمارے نزدیک اس کے مستحق یہ لوگ ہیں، مردے کے وصی، وقت کا حاکم اور قریبی رشتہ دار۔

تقدم و تاخیر:- امام کو چاہیئے کہ مُردہ کے سینہ کے برابر کھڑا ہو۔ عورت ہو تو اس کی لاش کے درمیان کھڑا ہو، اگر بہت سے مردے ہوں تو ان کے سرہانے کھڑا ہو اور اگر کئی طرح کے مُردے ہوں تو ان میں سے بہتر مردوں کو امام کے قریب رکھا جائے۔ مثلاً مردوں، عورتوں، غلاموں، مخنثوں، لڑکوں میں سب سے پہلے مُردوں کو آگے رکھیں، ان کے بعد غلاموں کو، ان کے بعد لڑکوں کو اور ان کے بعد مخنثوں کو، ان کے بعد عورتوں کی لاشیں آگے رکھی جائیں۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں، لڑکے غلاموں سے پہلے ہوں، پھر باقی مردوں کی حیثیت دیکھی جائے۔ امام کے نزدیک وہ میت رکھی جائے، جو علم دین، پرہیزگاری اور قرآن پڑھنے میں افضل ہو۔ بعض کہتے ہیں، کہ جب مردوں اور عورتوں کی لاشیں یکجا ہوں تو عورت کی میت کا درمیانی حصہ مرد کے سینے کے برابر رکھا جائے، اور جب امام نماز پڑھانے کے لیے کھڑا ہو تو دائیں بائیں دیکھ کر صفیں برابر کرے، جیسا کہ دوسری نمازوں کے لیے حکم ہے۔ خدا کی درگاہ میں آمرزش کی درخواست کرے، اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور یاد کرے، کہ قبر میں میری جگہ کہاں ہے۔ اس بات پر یقین کرے کہ ایک دن مجھے بھی مرنا ہے، اس کے سوا چارہ نہیں، اس کی موت کا وقت آنے ہی والا ہے اور جب آئے گا تو وہ کوئی عذر نہ کر سکے گا، اس لیے اپنے دل کو حاضر رکھ کر عاجزی اور فروتنی اختیار کرنی چاہیے" تاکہ اس سے دعا کی قبولیت میں مدد ملے، پھر نماز جنازہ پڑھائے۔

نمازِ جنازہ کا طریقہ:- نمازِ جنازہ کا طریقہ یہ ہے کہ کہ میں فرض کفایہ ادا کرتا ہوں، مذکر یا مؤنث کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، چار تکبیریں کہے۔ پہلی تکبیر کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں" آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ نماز جنازہ میں پہلے سورۂ فاتحہ پڑھو، دوسری رکعت میں رسولِ خدا پر درود بھیجو جیسا کہ تشہد میں پڑھا کرتے ہو۔

مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے آں حضرتؐ کے اٹھارہ[۱۸] صحابہ کرامؓ سے جنازہ کے بارہ میں سنا ہے، سب کہتے ہیں کہ پہلے تکبیر کہو، اس کے بعد سورۂ فاتحہ، پھر تکبیر کہو خدا کے رسول پر درود بھیجو، تیسری تکبیر کے بعد میت کے حق میں اچھی طرح دعا کرو، جو سب سے آسان ہو۔

پھر اپنے نفس، اپنے والدین اور سارے مسلمانوں کے لیے دعائے خیر کرو۔ یہ دعا پڑھنا مستحب ہے:۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَ مَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَالسُّنَّةِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَيْهِمَا اِنَّكَ تَعْلَمُ مُنْقَلَبَنَا وَمَثْوَانَا وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ نَزَلَ بِكَ وَاَنْتَ خَيْرُ مَنْزُوْلٍ بِهٖ وَلَا نَعْلَمُ اِلَّا خَيْرًا اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَجَازِهٖ بِاِحْسَانِهٖ وَاِنْ كَانَ مُسِيْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ اَللّٰهُمَّ اِنَّا جِئْنَاكَ شُفَعَاءَ لَهٗ فَشَفِّعْنَا فِيْهِ وَقِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ مَثْوَاهُ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهٖ وَجَوَارًا خَيْرًا مِنْ جَوَارِهٖ وَاَنْعِمْ ذَالِكَ بِنَا وَبِجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ۔

اے اللہ! ہمارے زندوں اور مردوں کو بخش دے، ہمارے بوڑھے حاضر اور غائب ہیں انھیں بخش دے، جو چھوٹے اور بڑے ہیں، انہیں معاف کردے، جتنے ہمارے مذکر و مؤنث ہیں انھیں بخش دے۔ اے اللہ ہم میں سے جسے تو زندہ رکھے اسے سنت اور اسلام پر زندہ رکھ اور جسے مارے اسے سنت اور اسلام پر مار، تو جانتا ہے کہ ہماری بخشش اور آرام گاہ کون ہے۔ ہر چیز پر تجھے قدرت حاصل ہے۔ اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے کا لڑکا ہے، اب تیری درگاہ میں حاضر ہوتا ہے اور تو بہتر ہے جس کے پاس کوئی حاضر ہو ہم اس کی نیکی کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔ اے اللہ! اگر یہ نیک ہے تو اچھی جزا دے اور اے اللہ! اگر یہ بدکار ہے تو اپنی رحمت سے اسے بخش دے، ہم تیری بارگاہ میں اس کی شفاعت کے لیے حاضر ہوئے ہیں، اس کے حق میں ہماری سفارش قبول فرما، اسے قبر کے فتنے اور دوزخ کے عذاب سے بچا، اس کے سارے جرم معاف فرما، اسے اچھی جگہ آرام دے جو گھر اس نے چھوڑ دیئے اس سے بہتر گھر اسے عطا کر، اسے ہمسایہ بھی نیک دے، اپنی عطا اور بخشش سے ہمیں اور تمام مسلمانوں کو سرفراز فرما، ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ رکھ، ہمیں فتنہ میں مبتلا نہ کر۔

چوتھی تکبیر کے بعد یہ کہے:۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اے اللہ! ہمیں دنیا اور آخرت میں نیکی عطا کر اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز پڑھانے کے لیے کھڑا ہو اور کچھ نہ پڑھے، دائیں طرف سلام پھیر دے یا دونوں طرف سلام پھیر دے تو اس طرح بھی نماز جنازہ جائز ہے، یہ امام شافعیؒ کا مذہب ہے۔ امام احمدؒ نے ایک سلام سے نماز ادا کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔

نماز جنازہ کی دعائیں:- ایک روایت میں آیا ہے "کہ آں حضرتؐ کے چھ صحابہ جب نماز جنازہ پڑھاتے تھے تو اس میں ایک ہی سلام پھیرا کرتے تھے۔ وہ صحابہ یہ ہیں، حضرت علی ابن ابی طالب، عبداللہ بن عباس، ابن عمر، ابن عوف، ابوہریرہ و واثلہ بن اسقع۔

روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خداؐ نے نماز جنازہ میں اپنی دائیں طرف سلام پھیرا ہے، اگر کوئی اس دعا کے سوا کوئی دوسری دعا پڑھنا چاہے تو یہ پڑھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَمَاتَ وَاَحْیٰی وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ یُحْیِ الْمَوْتٰی لَهُ الْعَظَمَةُ وَالْكِبْرِیَاءُ وَالْمُلْكُ وَالْقُدْرَةُ وَالثَّنَاءُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ وَتَرَحَّمْتَ وَبَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ عَبْدُكَ وَابْنُ اَمَتِكَ اَنْتَ خَلَقْتَهٗ وَرَزَقْتَهٗ وَاَنْتَ اَمَتَّهٗ وَاَنْتَ تُحْیِیْهِ وَاَنْتَ تَعْلَمُ بِسِرِّهٖ جِئْنَاكَ شُفَعَاءَ لَهٗ فَشَفِّعْنَا فِیْهِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَجِیْرُ بِحَبْلِ جَوَارِكَ لَهٗ اِنَّكَ ذُوْ وَفَاءٍ وَّذِمَّةٍ اَللّٰهُمَّ قِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ مَثْوَاهُ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِمَآءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَایَا كَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَاَنْزِلْهُ دَارًا خَیْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَزَوْجَةً خَیْرًا مِّنْ زَوْجَتِهٖ

حمد اللہ کے لیے ہے، جو ہر ایک کو مارتے اور زندہ کرنے والا ہے، وہی ہے جو مردوں کو زندہ کرے گا، عظمت اور کبریائی اسی کے لیے ہے، وہی ملک اور قدرت رکھتا ہے۔ اسی کے لیے تعریف ہے، وہی ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ! محمد اور اس کی آل پر درود بھیج جیسا کہ تو نے ابراہیم اور اس کی آل پر بھیجا اور اس پر رحمت و برکت پہنچائی، تو ہی تعریف کیا گیا ہے، تو ہی بزرگ ہے، اے اللہ! یہ شخص تیرا ہی بندہ ہے تیرے بندے کا لڑکا ہے، تو نے ہی اسے پیدا کیا، تو نے ہی روزی دی، تو ہی مارنے اور تو ہی زندہ کرنے والا ہے، تو ہی اس کے بھید کو جانتا ہے۔ ہم تیری بارگاہ میں اس کی شفاعت کرتے ہیں، تو ہماری سفارش قبول کرلے۔ اے اللہ اب تو اسے اپنی رحمت کی ہمسائیگی میں لے آ، تو صاحب ہے، ذمہ دار ہے۔ اے اللہ! تو اسے قبر کے فتنہ اور دوزخ کے عذاب سے بچا، اسے بخش دے، اس پر رحم کر، اسے اور اس کے بزرگوں کو معاف کر اور اس کی آرام گاہ کو افضل بنا، اس کی قبر کو فراخ کردے، اسے برف کے پانی اور ٹھنڈے پانی سے نہلا، اس کے گناہوں سے اسے پاک کردے، اس طرح پاک کر جس طرح میلے کچیلے کپڑوں کو صاف اور پاک کیا جاتا ہے، اسے اچھے گھر میں داخل کر، اسے ایسی حور عنایت کر جو سب حوروں سے بہتر ہو، اسے بہشت میں جگہ دے اور دوزخ کی آگ سے بچا اے اللہ! اگر

وَاَهْلًا خَيْرًا مِنْ اَهْلِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَجِرْهُ مِنَ النَّارِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِيْ اِحْسَانِهٖ وَجَازِهٖ بِاِحْسَانِهٖ وَاِنْ كَانَ مُسِيْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ قَدْ نَزَلَ بِكَ وَاَنْتَ خَيْرُ مَنْزُوْلٍ بِهٖ وَهُوَ فَقِيْرٌ اِلٰى رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ غَنِيٌّ عَنْ عَذَابِهٖ۔ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ عِنْدَ مَسْئَلَتِهٖ مَنْطِقَهٗ وَلَا تَبْتَلِهٖ فِيْ قَبْرِهٖ بِمَا لَا طَاقَةَ لَهٗ بِهٖ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ۔

تیرا یہ بندہ نیک ہے تو اس کی نیکیوں کو بڑھا دے اور ان کا عوض عطا کر، اگر بدکار ہے تو اسے معاف کر دے اے اللہ! یہ تیری جناب میں آیا ہے اور جس کے پاس کوئی حاضر ہوتا ہے تو ان سب سے بہتر ہے، یہ تیری رحمت کا محتاج ہے، تو غنی ہے اور یہ فقیر۔ تو بخشش کرنے والا ہے اور یہ مفلس اور محتاج۔ تو اس سے بے پروا ہے کہ اسے عذاب دے۔ اے اللہ! جب منکر نکیر سوال کریں تو تو اس کی مدد کر اسے قبر کے عذاب میں گرفتار نہ کر۔ یہ اس عذاب کی طاقت نہیں رکھتا۔ ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ لوٹا۔ اس کے بعد ہمیں فتنہ میں نہ ڈال۔

اگر عورت کا جنازہ ہو تو اس پر یہ پڑھے:۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّهَا اَمَتُكَ وَابْنَةُ عَبْدِكَ وَاَمَتِكَ۔

اے اللہ! یہ تیری بندی ہے اور تیرے بندے اور لونڈی کی بیٹی ہے۔

اس کے بعد جو دعا اوپر بیان کی گئی ہے وہ پڑھے۔

نماز جنازہ پڑھانے کے حق دار:۔ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک نماز جنازہ اول اسی کو پڑھانی چاہیے جس کے بارے میں مردے نے وصیت کی ہو: یعنی مرتے وقت کہہ گیا ہو کہ میری نماز جنازہ فلاں پڑھائے۔ پھر ولی حقدار کا حق ہے۔ اس کے بعد ان رشتہ داروں کا حق ہے جو قریبی اور جدی ہوں، پھر بیٹے کا حق ہے۔ پھر بیٹے کی اولاد کا، پھر علاتی بھائی اور بھتیجے، چچے اور چچوں کے بیٹے۔

اس امر کی اجازت ہے کہ عورت کی نماز جنازہ اس کا شوہر پڑھائے یا اس کا بیٹا۔

صحابہ کے وصایا:۔ صحابہ کرام نے نماز جنازہ پڑھانے کے بارے میں ایک دوسرے کو وصیت کی تھی۔ روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ کو وصیت کی تھی، کہ میرے بعد میری نماز جنازہ پڑھائیں۔ حضرت عمرؓ نے صہیب کو اپنے جنازہ کی نماز پڑھانے کی وصیت کی تھی، اس وقت ان کے بیٹے عبداللہ بھی موجود تھے۔ ابوشریح نے زید بن ارقم کو اپنی نماز جنازہ پڑھانے کی وصیت کی تھی۔ ابومیسرہ نے شریح کو، حضرت عائشہؓ نے ابوہریرہ کو، اور ام سلمہ نے سعید بن جبیر کیلئے وصیت کی۔

لڑکے کے لیے دعا:۔ اگر لڑکا ہو تو اس کے لیے یہ دعا پڑھی جائے:۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَ

اے اللہ! یہ تیرا ہی بندہ ہے، تیرے بندے کا لڑکا ہے

ابْنُ اَمَتِكَ اَنْتَ خَلَقْتَهٗ وَرَزَقْتَهٗ وَاَنْتَ اَمَتَّهٗ وَاَنْتَ تُحْيِيْهِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لِوَالِدَيْهِ سَلَفًا وَّذُخْرًا وَّفَرَطًا وَّاَجْرًا وَّثَقِّلْ بِهٖ مَوَازِيْنَهُمَا وَعَظِّمْ بِهٖ اُجُوْرَهُمَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَاِيَّاهُمَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا وَاِيَّاهُمَا بَعْدَهٗ ۔ اَللّٰهُمَّ اَلْحِقْهُ بِصَالِحِ سَلَفِ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ كَفَالَةِ اِبْرَاهِيْمَ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَعَافِهٖ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَفْرَاطِنَا وَاَسْلَافِنَا وَمَنْ سَبَقَنَا بِالْاِيْمَانِ ۔ اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ وَاغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اَلْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ ط

تیری بندی کا لڑکا ہے، اسے تو نے پیدا کیا، تو ہی مارتا اور زندہ رکھتا ہے۔ اے اللہ تو ماں باپ کے لیے اسے پیش خیمہ بنا اور ان کے لیے اجر کی زیادتی کا باعث بنا، یہ ان کے میزان کے پلڑے بھاری ہونے کا باعث بنے، اس کے باعث اس کے والدین کا اجر زیادہ کر، ہمیں بھی اس کے اجر سے محروم نہ کر، اس کے بعد فتنہ میں نہ ڈال بلکہ اس سے بچا۔ اے اللہ! اسے اپنے نیکوکار اور مومن لوگوں میں شامل کر، حضرت ابراہیم کی ضمانت میں داخل کر، اسے دنیا کے گھر سے بہتر گھر عطا کر، اس کے اہل سے بہتر اہل اسے عنایت کر، اسے دوزخ کے عذاب سے بچا۔

اے اللہ! ہماری اولاد کو، ہمارے بزرگوں کو، ہمارے اگلوں کو اور جو ہم سے پہلے اس جہان سے چلے گئے ہیں، ان سب کو بخش دے۔ اے اللہ! ہم میں سے جسے تو زندہ رکھے اُسے اسلام پر زندہ رکھ اور جسے مارے اسے اسلام پر مار، مسلمان مردوں اور عورتوں کو جو جیتے ہیں اور جو وفات پا چکے ہیں، ان سب کو بخش دے

اسقاط کے بچے کے لیے نماز:۔ اگر بچے کا اسقاط ہو گیا ہو اور اس کی شکل انسان کی سی نظر آئے تو اس پر بھی نماز جنازہ ادا کی جائے اور اگر صرف گوشت کا لوتھڑا ہے، اس میں انسان کے اعضا دکھائی نہ دیں، تو اسے غسل نہ دیں اور نہ اس پر نماز پڑھی جائے، بلکہ اسی طرح دفن کر دیں۔

بچے کا غسل:۔ غسل دینا مشروع ہے، خواہ مرد غسل دے یا عورت۔

روایت ہے کہ آں حضرت صلعم کے صاحبزادے ابراہیمؓ کی عمر ۱۸ ماہ تھی، جب وہ فوت ہوئے، انھیں عورتوں ہی نے غسل دیا تھا۔

مَوت

موت کیا ہے؟:۔ ہر عقل مند اور مومن شخص کو چاہیے کہ موت کا ذکر زیادہ کرے اور اس پر یقین رکھے، جو موت پر یقین رکھتا ہے اس پر لازم ہو جاتا ہے کہ ذکر بھی زیادہ کرے، اور موت کی آمد کا منتظر رہے۔ اس سفر کے لیے سامان کرے

اور ہر گھڑی توبہ کرتا رہے، اپنے آپ کا حساب کرے، گناہوں سے بچے اور فرض ادا کرے، اپنی وصیت لکھ رکھے، اس سے غافل نہ رہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو موت کا علم نہیں۔ یہ ایسی چیز ہے جس کا مزا تمام مخلوق کو چکھنا پڑتا ہے، خواہ خندہ پیشانی سے خواہ ناگواری سے، موت تو بہر حال آکر رہے گی۔

آنحضرت صلعم کے ارشادات:- آں حضرت صلعم کا ارشاد ہے! اس چیز کو یاد رکھو جو دنیا کی ساری لذتوں کو ختم کرنے والی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ موت کو زیادہ یاد رکھو! اگر تونگری کی حالت میں یاد کروگے، تو تمھاری زندگی کو تیز کر دے گی۔ اور اگر مفلسی میں یاد کروگے، تو تمھیں تونگر بنا دے گی۔ فرمایا۔ تمھیں معلوم ہے کہ تم میں دانا کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا۔ یا رسول اللہؐ وہ کون ہے اور اس کی کیا علامت ہے؟ فرمایا جو دنیا سے دور رہے اور ہمیشگی کے گھر کو یاد رکھے۔

حضرت لقمانؑ کی وصیت:- حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو وصیت کی تھی کہ بیٹا! توبہ کو کل پر نہ ڈال، کیوں کہ موت اچانک گھیر لے گی، اور توبہ کی مہلت نہ ملے گی۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ جس کے پاس مال ہو، اسے دو راتیں بھی سونا مناسب نہیں، بلکہ وصیت لکھ کر اپنے پاس رکھ لے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ قبل اس کے کہ تمھارا حساب لیا جائے، اپنے نفسوں کا حساب کرو اور اپنے اعمال کے تولنے سے پہلے خود انھیں تول رکھو۔

عبرت کا مقام:- حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ خدا کے مقبول بندوں کا ارشاد ہے، کہ دنیا میں ایسے عمل کروگویا تم نے ہمیشہ ہی زندہ رہنا ہے، اور آخرت کے لیے عمل کرتے وقت یہ نہ بھولو کہ موت تمھارے سر پر کھڑی ہے۔

قرضدار متوفی

قرض بُری بلا ہے:- ہر عقل مند اور مومن کو ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ موت سے قبل واجبی اور لازمی حقوق ادا کر دوں۔ گناہ مظالم اور قرضہ سے محفوظ رہوں، جو ایسا نہ کرے وہ ضرور سخت ماخوذ ہوگا۔ کل کے دن قبر میں گرفتار ہوگا۔ اس وقت اس کی قوت زائل ہو چکی ہوگی، کوئی حیلہ نہ چلے گا، ہوش و حواس ختم ہو چکے ہوں گے۔ اس کے سارے ساتھی اسے مصیبت میں چھوڑ جائیں گے، اس کے مال پر قبضہ کر لیں گے۔ اس کے دشمن، دوست، عورت اور بچے وغیرہ کسی میں اسے مصیبت سے چھڑانے کی طاقت نہ ہوگی اور نہ کوئی اس کا مددگار ہوگا۔ صرف خدا کے بندوں کے حقوق ادا کرنا، توبہ کرنا، گناہوں سے معافی مانگنا وغیرہ امور اس کی مصیبت کو دور کر سکیں گے، اگر اللہ اس پر رحم کر دے تو یہ اسی کا رحم و کرم ہوگا، کیوں کہ وہ ارحم الراحمین ہے، اور اصحاب کے حقوق پر اللہ تعالیٰ مہربان ہوتا ہے ان کے لیے بہشت بریں ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں بڑی بڑی نعمتیں دیتا ہے۔

چند احادیث:- سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت آپ نے جنازہ کی نماز پڑھائی، پھر فرمایا کیا فلاں شخص کی اولاد میں سے کوئی موجود ہے؟ ایک شخص بولا حضورؐ میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے فلاں شخص کا جنازہ پڑھا ہے۔ وہ قرض کی وجہ سے قید کر دیا گیا ہے۔ سمرہؓ فرماتے ہیں، خدا کی قسم میں نے

دیکھا کہ اس (مُردے) کے اہل فوراً حاضر ہو کر قرض ادا کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور سارا قرضہ ادا کر دیا گیا اور کوئی ایسا شخص باقی نہ رہا جس کا اس کے ذمہ قرضہ ہو۔

ایک روایت میں ہے، کہ آپ نے فرمایا۔ قرضہ کی عدت میں قرضہ باقی رہ گیا۔ چنانچہ بہشت کے دروازے اس شخص پر بند کر دیئے گئے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اہلِ صفہ میں سے ایک شخص جب وفات پا گیا تو آں حضرتؐ سے عرض کیا گیا کہ متوفی کچھ روپے چھوڑ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے دو داغ ہیں۔ اس کا جنازہ پڑھو، حالانکہ وہ مقروض تھا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ آپ انصار میں سے ایک شخص کے جنازے پر تشریف لے گئے، تو آپ نے پوچھا، یہ شخص مقروض تو نہ تھا؟ عرض کیا گیا یا رسول اللہؐ! یہ مقروض ہے۔ یہ سن کر آپ اس کے جنازہ سے واپس آ گئے (جنازہ نہ پڑھا)

مرنے والے کا قرضہ:۔ تب حضرت علیؓ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا، اس کا قرضہ میں ادا کر دوں گا۔ یہ سن کر آں حضرتؐ نے اس کا جنازہ پڑھا۔ پھر فرمایا۔ اے علی! جس طرح تو نے اپنے مسلمان بھائی کی گردن کو آزاد کیا ہے، اسی طرح اللہ تعالےٰ نے تیری گردن کو آزادی بخشی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی قرضدار کا قرضہ اس کے مرنے کے بعد ادا کرے تو اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اسے آزادی اور رہائی بخشتا ہے۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ قیامت کے دن جو صاحب حق ہو گا اللہ تعالےٰ اس کا حق ادا کرے گا حتیٰ کہ اگر بغیر سینگ کے بکری ہو گی تو اسے سینگ دار بکری بدلہ میں دے گی۔ آپ نے فرمایا ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن تاریکی کا باعث ہو گا۔ اور فحش سے بھی دُور رہو، کیوں کہ اللہ تعالےٰ اسے دشمن سمجھتا ہے۔ بخل سے بھی دُور رہو، کیونکہ تم سے قبل بخل کرنے والوں کو خدا نے ہلاک کیا ہے اور یہ عزیزوں، دوستوں کی باہمی محبت کو ختم کرتا ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا کہ ایسے لوگوں سے قطع کرو۔ اسی لیے ان سے قطع کیا گیا، ان پر ظلم کرنے کا امر کیا گیا، اس لیے ان پر ظلم کیا گیا۔

بیمار پُرسی اور وفات کے بعد

بیمار اور اس کی بیمار پُرسی:۔ اگر کوئی مسلمان بیمار ہو جائے، تو اس کی بیمار پُرسی کرنا واجب ہے۔ بیمار پرسی کے لیے جانے والے کو چاہیے کہ بیمار کا حال پوچھے اور اس کی کیفیت کو اچھی طرح دیکھے۔ اگر یہ امید ہو کہ وہ شفا پا سکتا ہے تو اللہ تعالےٰ سے اس کی شفا اور صحت کے لیے دعا کرے، اگر سمجھے کہ مر جائے گا تو اسے گناہوں سے توبہ کرنے کی رغبت دلائے، اسے ہدایت کرے کہ اپنے غریب بھائیوں کو اور ان کو جو اس کے مال کے وارث نہیں اپنے مال کے تیسرا حصہ دینے کی وصیت کرے اگر وہ دولت مند اور مال دار ہوں، تو فقیر، مسکین، اہلِ علم و فضل اور ان لوگوں کو دیا جائے، جنھوں نے دنیا سے دل ہٹا کر اللہ کی یاد میں زندگی گزارنے کا شغل اختیار کر رکھا ہو، جو تقدیرِ الٰہی سے دنیوی تعلقات چھوڑ کر الگ ہو بیٹھے ہوں، عابد اور پرہیزگار ہوں، جنھیں پرہیزگاری اور عبادت نے علائق دنیا سے منہ موڑنے پر مجبور کر دیا ہو۔ مال کا تیسرا حصہ پانے کے مستحق یہی لوگ بیان کیے گیے ہیں۔

متوکل لوگ:۔ یہ لوگ اپنے اعتقاد میں فرک کی آمیزش کے سوا اللہ کی عبادت میں لگے رہتے ہیں۔ توکل پر زندگی گزارتے

ہیں، اپنی روزی خدا کے سپرد کر دیتے ہیں، خدا سے استواری پانا اور اپنے ہاتھوں سے ناامید ہونا، ان لوگوں کا مال ہے، اس لیے ان کی توحید اسی میں ہے کہ غیر کی طرف التفات اور توجہ نہ کریں، ان کے حقوق دنیا کے رنج اور آخرت کے عذاب سے سوا اس کے فضل سے پاک اور لازوال ہوتے ہیں۔

پس جو شخص" انھیں ایک نوالہ یا کوئی شے کھلاتا ہے، نیکی کرتا ہے یا کسی طرح سے ان کی خدمت کرتا ہے یا ان کی دعا کے وقت کسی وقت ان کے ساتھ آمین کہتا ہے یا ان بزرگوں کی شان میں کوئی نیک کلمہ کہتا ہے وہ بڑا خوش نصیب ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں یہ لوگ اہل اللہ ہیں اور بارگاہ الٰہی کے خاص لوگ ہیں۔ اگر کوئی شخص خاص لوگوں کی مدد کے سوا بارگاہ الٰہی میں رسائی چاہے تو یہ ناممکن ہے۔ جب تک کوئی درگاہ کے خاص درباریوں اور خادموں کی خدمت سے فائدہ نہ اٹھائے امیدواری کا منصب نہ پائے، اس وقت تک اسے بادشاہ کا فاخرہ خلعت نہیں مل سکتا اور فضیلت نہیں پا سکتا۔

جب درگاہ کے خاص لوگ کسی کی خدمت گزاری اور اطاعت سے خوش ہوتے ہیں" تو وہ ان لوگوں کو حضور میں پیش کر کے عرض کرتے ہیں اور اچھی کارگزاری دکھانے والے کو شاہانہ خلعت اور انعام ملتا ہے

عالم نزع:- جب کسی مریض پر موت کی علامتیں ظاہر ہوں" تو خاندان میں جو صاحب علم، پرہیزگار اور نیک آدمی ہو اسے چاہیے کہ مریض کو پند و نصیحت کرے اور خدا یاد دلائے، اور اطاعت الٰہی کی طرف راغب کرے، اس کے حلق میں پانی یا شربت ٹپکاتا رہے، روئی کے ٹکڑے کو تر کر کے مریض کے دونوں ہونٹوں کو تر کرتا رہے۔ اسے کلمہ توحید پڑھنے کو کہا جائے، تین دفعہ سے زیادہ پڑھنے کی تکلیف نہ دی جائے تاکہ ایسا نہ ہو اس پر بار ہو جائے اور مکروہ جاننے کی حالت میں ہی اس کی جان نکل جائے۔

اگر تلقین کرنے کے بعد دوسری باتیں بھی کی ہیں، تو پھر تلقین کی جائے۔ بہتر یہ ہے، کہ کلمہ توحید آخری وقت میں کہلوایا جائے اور وہ یہ ہے:- لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ جو شخص مرنے والا یہ کلمہ (لا الہ الا اللہ) پڑھے وہ سیدھا بہشت میں جائے گا۔ مرنے والے کو نرمی کے ساتھ تلقین کی جائے، اس کے پاس سورۂ یٰسین پڑھی جائے، تاکہ اس کی روح آسانی سے نکل سکے اور موت کی سختی آسان ہو۔

بعد از مرگ:- جب مریض کے بدن سے روح نکل جائے، تو اسے اس طرح سے لٹا دیں، کہ اگر اسے کھڑا کیا جائے، تو اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو۔ روح نکلنے کے بعد جلدی سے اس کی دونوں آنکھیں بند کر دیں۔

شداد بن اوس رضؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جب تم کسی قریب المرگ شخص کے پاس ہو تو اس کی آنکھیں فوراً بند کر دو۔ کیوں کہ آنکھیں جان کی پیروی کرتی ہیں۔ میت کے حق میں نیک بات کہنی لازم ہے۔ اس لیے کہ نیک بات کہنے سے فرشتے اس کے حق میں آمین کہتے ہیں۔

ایک رومال لے کر ٹھڈی کے نیچے سے دونوں رخساروں سے نکال کر پیشانی تک کس دیں۔

حضرت عمرؓ کی وصیت:- روایت ہے کہ عمر بن خطابؓ نے اپنے صاحب زادہ عبداللہؓ سے فرمایا۔ کہ میری وفات کے وقت جب تمہیں معلوم ہو کہ میری روح تالو میں پہنچ گئی ہے، تو اپنی دائیں ہتھیلی میری پیشانی پر رکھنا، بائیں ہتھیلی ٹھوڑی کے نیچے، اور باندھ دینا۔ میت کے اعضا کے جوڑوں کو نرم کر دینا یعنی پہلے اس کے دونوں ہاتھ بازوؤں میں لگا نا پھر سیدھا کر دینا دونوں ہتھیلیوں کو رانوں سے لگانا، بعد میں انھیں سیدھا کر دینا، بدن کے کپڑے اتار دینا، ایک ہی چادر سے اس کا سارا بدن چھپانا، کیوں کہ میت کے لیے حکم ہے کہ اس کا سارا بدن چھپایا جائے، چنانچہ کفن سے سارا بدن چھپانا چاہیے۔ میت کے پیٹ پر آئینہ یا تلوار رکھی جائے، کیوں کہ میت کی جان نکلنے کے بعد اس کا پیٹ پھول جاتا ہے۔ لاش کو غسل دینے کے لیے تختہ پر رکھا جائے، اس کے پاؤں سر سے نیچے رکھیں، اور اس کا قرض جلد ادا کر کے اسے پاک کیا جائے، اس کی وصیت کو بجا لائیں، تاکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جب جائے تو حقوق العباد کے بارے میں باز پرس نہ ہو۔

غسل، کفن دفن وغیرہ

تدفین میں جلدی:- جتنی جلدی ہو سکے میت کو غسل کرا کے کفن پہنا دینا چاہیے، پھر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا جائے، اگر کوئی اچانک مر جائے، تو جب تک اس کی موت کا یقین نہ ہو جائے اسے دفن نہ کیا جائے۔

مرنے کی علامتیں:- بدن سے روح نکل جانے کی علامتیں یہ ہیں، مردے کی دونوں ہتھیلیاں کھل جاتی ہیں۔ دونوں پاؤں سست پڑ جاتے ہیں، ناک سے پانی بہنا اور کنپٹیوں میں گڑھے پڑ جاتے ہیں۔ جب یہ علامتیں نظر آجائیں تو جلدی سے غسل اور کفن دے کر دفن کر دیا جائے۔

غسل کا طریقہ:- غسل کرانے والے کے لیے ضروری ہے کہ غسل دیتے وقت اپنی آنکھیں ستر میت پر نہ جانے خصوصاً ستر عورت بالکل نہ دیکھے۔ مردے کو ہلکے اور کشادہ کپڑے میں غسل دینا بہتر ہے۔ اگر پیراہن تنگ ہو تو اسے پھاڑ کر کشادہ کر دیا جائے کر کے جوڑ نرم کر دیئے جائیں، اگر آسانی سے نرم نہ ہو سکیں تو اسی طرح رہنے دیں، کیوں کہ بعض اوقات جوڑ نرم کرتے وقت ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔ آں حضرتؐ نے فرمایا ہے مردہ کی ہڈیاں توڑنا زندہ کی ہڈیاں توڑنے کے برابر ہے۔ اس لیے کپڑے نرم کرنے میں سختی نہ کی جائے۔

پیٹ کو بڑی نرمی سے ملیں تاکہ اگر اندر نجاست ہو تو نکل جائے، مگر دوسرے ہاتھ میں کپڑا رکھیں تاکہ ضرورت پڑنے پر نجاست اس سے صاف کر دی جائے۔ کپڑا ہاتھ میں رکھنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ ستر عورت کو نہ چھوئے۔ اگر باقی جسم بھی ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر دھویا جائے تو زیادہ بہتر ہے، مگر دھوتے وقت اپنے ہاتھ پر بھی پانی ڈالتا جائے، اور ہر علیحدہ کپڑے سے تین دفعہ دھوئے۔

میت کو وضو کرانا:- میت کو ترتیب سے باقاعدہ وضو کرائے، جیسے نماز کے لیے کیا جاتا ہے، خود بھی وضو کی نیت کرے، اور بسم اللہ پڑھ کر دونوں ہاتھ کی انگلیاں تر کرے۔ انگلیاں میت کے لبوں کے درمیان لائے، پھر دانتوں کا

مسح کرے اور ناک کے دونوں سوراخ بھی صاف کرے، پھر ناک اور منہ کو پانی سے صاف کرے، مگر پانی اندر نہ جائے، اسی طرح باقی اعضا تین تین دھوئے۔

وضو کرانے کے بعد بیری کے پتوں کے پانی سے میت کا سر دھوئے، مگر اس کے بالوں کو کنگھی نہ کرے۔

وضو کے بعد: صاف پانی سے میت کا پہلے دایاں حصہ جسم دھوئے پھر بایاں۔ غسل کے دوران بیری کے پتوں کا اور خالص پانی کا استعمال کرے۔

بیری کے پتوں سے غسل دینے کے بعد صاف پانی سے غسل دے۔ میل کو صاف کرنے کے لیے اشنان اور ناخنوں سے میل نکالنے کے لیے خلال استعمال کرے۔ اشنان ایک قسم کی بوٹی ہے جس سے سجی بنائی جاتی ہے، پنجابی میں اسے لانا کہتے ہیں۔

خلال سے ناخن صاف کرتے وقت خلال پر روئی ضرور لپیٹ لے، ناک کے دونوں نتھنے اور کان کے دونوں سوراخوں کا میل صاف کرے، غرض سب جگہ سے غلاظت صاف کی جائے۔ ہر عضو کے ساتھ ایسا کرے جیسا بتایا گیا ہے۔

آخری غسل دیتے وقت پانی میں کافور ملا لینا چاہیئے۔ بعد میں کسی پاک کپڑے سے میت کے جسم کو خشک کرے۔ کم از کم تین دفعہ اور زیادہ سے زیادہ سات دفعہ غسل دے۔ یعنی ہمیشہ طاق غسل دے، تین، پانچ یا سات مرتبہ۔ اگر غسل دینے کے بعد کوئی چیز میت کے جسم سے خارج ہو تو دوبارہ غسل دے۔ اگر وہ چیز نکلنی بند نہ ہو تو وہاں پاک روئی رکھ کر اسے بند کر دے۔ روئی نہ ملے تو پاک مٹی یا ریت سے بھی ایسا کیا جا سکتا ہے۔

بعض اصحاب کا کہنا ہے کہ جس مقام سے کوئی چیز خارج ہو اسے بند کرنے کی ضرورت نہیں۔ امام احمدؒ کے نزدیک یہ مکروہ ہے، آپ فرماتے ہیں کہ دوبارہ غسل دینے کی ضرورت نہیں صرف مقام نجاست کو دھو دیا جائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہر غسل نماز کے وضو کی طرح کر دیں، پھر کفن پہنا دیں۔ پہلے بیری کے پتوں کے پانی سے غسل دیں پھر ہر مرتبہ خالص پانی سے، مگر غسل جنابت کے غسل کی طرح دیا جائے۔

آخری غسل کے پانی میں کافور ملایا جائے، پھر پاکیزہ کپڑے سے جسم خشک کر کے کفن پہنا دیں۔

مرد کا کفن: کفن کے تین کپڑے ہوتے ہیں جو رنگین نہیں ہوتے، بلکہ سفید ہوتے ہیں اگر تہ، پاجامہ اور تہ بند۔ اگر کپڑے کا عرض کم ہو تو اسے سی لیا جائے تاکہ عرض پورا ہو جائے۔ ایک چادر کو دوسری پر بچھا کر انھیں کافور وغیرہ سے معطر کر لیں۔

بعض کے نزدیک کفن میں کرتہ، پاجامہ اور تہ بند شامل ہیں، مگر وہ کہتے ہیں کہ تہ بند بدن سے لپٹا ہونا چاہیے، اسے پیراہن سے نہ باندھا جائے اور تین کپڑے اس لیے ہیں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "آں حضرتؐ کو تین سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا۔ ان میں پیراہن اور عمامہ نہ تھا۔ امام احمدؒ نے حضرت عائشہؓ کی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، اور اپنے مذہب میں اسی حدیث کو رواج دیا ہے۔

بعد ازاں "حنوط" کافور کی خوشبو کو روئی میں لپیٹ کر میت کے چوتڑوں میں رکھ کر اوپر کپڑا باندھ دیں" باقی روئی (جس

میں کافور ہو) سجدہ کی ساتوں جگہوں پر رکھ دے۔ یعنی دونوں نعلوں، دونوں رانوں، منہ کے سوراخ، پیشانی، دونوں زانوؤں اور دونوں ہتھیلیاں اور دونوں حلقہ چشم۔

جس مقام سے کسی چیز کے نکلنے کا خطرہ ہو وہاں روئی بھر دیں۔ بہتر یہ ہے کہ میّت کا سارا بدن صندل و کافور سے معطّر کر دیں۔

حضرت نافعؒ سے روایت ہے، کہ ابن عمرؓ کا دستور تھا، آپ میت کے تمام سوراخوں، گڑھوں اور جوڑوں کو کستوری سے بھر دیا کرتے تھے۔

میت کو کفن دیتے وقت کفن کی تین چادروں پر لٹا دو، پھر ازار کی ایک چادر کا کنارا نصف بدن کے بائیں طرف لپیٹ دیں، پھر دوسرا کنارا نصف دائیں طرف۔ جب پہلی چادر سے بدن اچھی طرح لپیٹ لیا جائے تو پھر دوسری اور تیسری چادر بھی اسی طرح لپیٹ لی جائے۔ پھر چادروں کے سرے اکٹھے کر کے انھیں باندھ دیا جائے۔ اسی طرح پاؤں کی چادروں کو اکٹھا کر کے باندھ دو، اس طرح باندھو کہ ان کے کھلنے کا خطرہ نہ ہو۔

میت کو قبر میں رکھ کر کفن کے بند کھول دیے جائیں۔

عورت کا کفن:۔ عورت کے کفن میں پانچ کپڑے ہوتے ہیں، آزار، پیراہن، اوڑھنی، دو بڑی چادریں۔ ان سب کو دفن کیا جاتا ہے۔ آزار ایسی ہو جس سے سارا بدن ڈھانپا جا سکے۔ بعض کے نزدیک عورت کا پانچواں کپڑا وہ ہے جس سے دونوں رانوں کو باندھا جاتا ہے۔ اس کا ہونا مستحب ہے۔ یہ کپڑا چادروں میں سے ایک کے معادضہ میں ہوتا ہے۔

عورت کے بالوں کو چوٹی کر کے تین لٹیں کر دو اور انھیں سر کے پیچھے ڈال دو۔ میت خواہ عورت کی ہو خواہ مرد کی اسے اچھی طرح آراستہ کیا جائے، جیسے دولھا یا دلھن کو سجایا جاتا ہے۔

اگر مذکورہ تعداد تک کفن میسر نہ آ سکے، تو ایک ہی کپڑا کافی ہے، اور اگر کوئی حادثہ میں مر جائے، تو اس کی میت کو بیری کے پتوں کے پانی سے غسل دیں مگر خوشبو نہ لگائیں نہ اس کے سر اور پاؤں کو ڈھانکیں۔ سلا ہوا کپڑا بھی نہ پہنائیں! بلکہ اسے انھیں کپڑوں میں دفن کریں جو اس نے پہن رکھے ہوں۔

ابن عباسؓ نے فرمایا۔ آں حضرت صلعم کو میں نے عرفات میں کھڑے دیکھا، وہاں ایک آدمی اتفاق سے گھوڑے پر سے گر گیا اور اس کے پاؤں تلے روندا گیا، تو آں حضرت صلعم نے اس کے بارے میں فرمایا۔ کہ اسے بیری کے پتوں کے پانی سے غسل دے کر انہی کپڑوں میں دفن کر دو، مگر سر نہ چھپانا، کیوں کہ خدا تعالےٰ اسے حشر کے دن اسی طرح اٹھائے گا۔ یہ شخص لبیک کہتا ہوا اٹھے گا۔

اسقاط شدہ بچہ:۔ اگر چار ماہ سے زیادہ عمر کے بچہ کا اسقاط ہو جائے، تو اسے غسل دیا جائے۔ اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے، خواہ یہ معلوم نہ ہو کہ وہ مرد ہے یا عورت۔ نماز جنازہ میں اسے ایسے نام سے پکاریں "جو مرد اور عورت ہر دو پر حاوی ہو۔ خواہ اسے مرد غسل دے یا عورت دونوں طرح جائز ہے۔

روایت:۔ عمر عتبہ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ کے صاحبزادے ابراہیم کو عورتوں نے غسل دیا تھا۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۸ ماہ کی تھی،

مگر مناسب یہ ہے کہ عورت کو عورت اور مرد کو مرد غسل دے۔ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو غسل دے تو اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔ بیوی کو شوہر اور ام ولد کو غسل دے، تو اس بارے میں دو روایتیں ہیں۔ ام ولد سے مراد وہ لونڈی ہے جس کے ہاں اولاد ہو۔ اور حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہ کو غسل دیا تھا۔

اگر مرنے والے نے قرض دینا ہو یا کوئی وصیت کر جائے تو کفن ان دونوں پر مقدم ہے۔ یعنی پہلے کفن دے دیا جائے اس کے بعد دوسرے امور پر عمل کیا جائے۔ اگر اس کے پاس کچھ مال ہو تو زندگی میں جس پر اس کا نان و نفقہ واجب تھا، کفن اسی کو واجب ہے۔ اگر کوئی وارث نہ ہو تو اس کا کفن بیت المال سے دیا جائے۔ اسی طرح عورت کا کفن بھی قرض و وصیت پر مقدم ہے۔ شوہر پر یہ واجب نہیں کہ اسے کفن دے۔ بہتر یہ ہے کہ غسل دینے کا جو ذمہ دار ہو وہی اسے دفن بھی کرے۔

قبر اتنی گہری ہو کہ درمیانہ قد کے برابر ہو اور طول میں تین ہاتھ ایک بالشت اور عرض میں ایک ہاتھ اور ایک بالشت ہو۔

حضرت عمرؓ کو آنحضرتؐ کی نصیحت: آں حضرتؐ نے عمر بن خطابؓ سے فرمایا۔ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا؟ جب تیرے لیے اس قدر زمین کھودی جائے گی، جو تین ہاتھ اور ایک بالشت لمبی ہوگی، تیرے اہل تجھے غسل دیں گے پھر کفن پہنا کر خوشبو لگائیں گے" پھر اٹھا کر قبرستان لے جائیں گے، اور اس زمین میں تجھے دفن کریں گے، پھر مٹی ڈال دیں گے، پھر تمہیں وہاں چھوڑ کر واپس گھروں کو آجائیں گے۔

مردے کو قبر میں اتارنا: امام احمدؒ کہتے ہیں کہ مردے کو سر کی طرف سے قبر میں اتارنا مستحب ہے، اگر ایسا نہ ہو سکے، تو پھر قبر کے پہلو کی طرف سے اتاریں یا جس طرح اتارنا آسان ہو، اس طرح اتارا جائے جس طرح عورتوں کو غسل دینا عورتوں کے ذمہ ہے اسی طرح اسے دفن کرنا بھی عورت کے ذمہ ہے، اگر عورتیں دفن نہ کر سکیں، تو پھر اس کے عزیز دفن کریں۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو وہ بیگانے لوگ دفن کر سکتے ہیں جو ضعیف العمر ہوں مگر عورت کو دفن کرتے وقت پردہ ضرور کر لیں، یہ مستحب ہے۔ کیوں کہ عورت سر سے پاؤں تک پردہ ہی ہے۔

ایک دفعہ حضرت علیؓ بعض لوگوں کے پاس سے گزرے جو میت کو دفن کر رہے تھے۔ اس پر پردہ کیے ہوئے تھے آپ نے دیکھتے ہی قبر کے اوپر سے پردہ ہٹا دیا، اور فرمایا۔ یہ کام تو عورت کی میت کے لیے ہے، مرد کے لیے پردہ نہیں کرنا چاہیے۔ فرمایا میت کا منہ قبلہ کی طرف کر کے دفن کریں، دفن کرنے کے بعد موجود آدمیوں کو چاہیے کہ قبر میں تین تین مٹھی مٹی ڈالیں، یہ سنت طریقہ ہے۔ پھر قبر کو مٹی سے بھر دیں اور اسے زمین سے ایک بالشت اونچا رکھیں، اس کے بعد اس پر پانی چھڑک دیں، اور سنگریزے ڈال دیں۔

قبر: اگر قبر کو مٹی کے گارے سے بنائیں، تو جائز ہے، مگر گچ سے پختہ بنانا مکروہ ہے۔ قبر کی شکل اونٹ کی کوہان کی طرح بنائیں، مگر چوڑی اور لمبی نہ ہو، حضرت حسن فرماتے ہیں "کہ آں حضرتؐ اور آپ کے دونوں یاروں کی قبریں اونٹ کے کوہان کی طرح کی ہیں۔

دفن کے بعد: قبر کے کام سے فارغ ہو کر تلقین پڑھی جائے، یہ سنت طریقہ ہے۔ ابو امامہؓ فرماتے ہیں "کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔

إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَسَوَّيْتُمْ عَلَيْهِ — جب تم سے کوئی مر جائے تو تم میں سے کوئی قبر

اَلثَّوَابَ فَلْيَقُمْ اَحَدُكُمْ عَلٰى رَاْسِ قَبْرِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ يَا فُلَانَ ابْنَ فُلَانَةٍ اُذْكُرْ مَا خَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدَّارِ الدُّنْيَا شَهَادَةَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّكَ رَضِيْتَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا وَّبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا

کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے اے فلاں عورت کے لڑکے جس اعتقاد پر تو نے دنیا سے کوچ کیا ہے اسے یاد کر اور گواہی دے کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں محمد اللہ کا بندہ اور رسول ہے۔ تو اس پر راضی ہے کہ میرا پالنے والا اللہ ہی ہے میرا دین اسلام ہے۔ محمد میرے رسول ہیں۔ میرا پیشوا قرآن ہے۔

یہ یاد رہے کہ جب کوئی شخص مذکورہ تلقین پڑھتا ہے تو اہل قبر یہ سن کر قبر میں اُٹھ کر بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے اے تلقین کرنے والے! تو نے مجھے سیدھی راہ دکھائی، خدا تم پر رحمت نازل کرے۔ مگر ہم میت کی آواز نہیں سن سکتے۔

مذکورہ تلقین تین بار کہی جائے، اس کے بعد منکر نکیر کہتے ہیں کہ اب اس میت کے پاس ہمارا کیا کام ہے، کیوں کہ اس نے اپنی حجت بیان کر دی۔

ایک شخص نے سوال کیا۔ یا رسول اللہؐ! اگر اس وقت میت کی ماں کا نام یاد نہ ہو تو پھر کس طرح تلقین کی جائے، فرمایا اسے ایسے پکارو "اے اماں حوا کے بیٹے" اگر مرضی ہو تو اس تلقین کو اور بڑھا دو، کہو کہ

وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ اِخْوَانًا وَّبِالْكَعْبَةِ قِبْلَةً ۔

میں اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ راضی ہوا ہوں اور اپنے قبلہ کعبہ کے ساتھ راضی ہوا ہوں۔

اگر وہ اسلام کے اور نشان بھی یاد دلا دے تو زیادہ اچھا ہے، جائز ہے۔

باب ۳۴

مختلف ایام کی نمازیں ۔ راتوں کی نماز ۔ فرائض و نوافل
نمازِ استخارہ اور دعا ۔ ڈاکو اور درندوں سے بچنا ۔ نمازِ کفایہ ،
خصومت ۔ شوال میں نماز ۔ عذابِ قبر دور کرنے کی نماز ،
حاجت ، ظلم سے پرہیز ، غم اور قرض سے نجات ۔

مختلف ایام کی نمازیں

گھر سے جانے اور گھر میں آنے کی نمازیں ۔ حضرت ابو سلمہؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا ۔ جب کبھی تو اپنے مکان سے باہر نکلے تو دو رکعت نماز ادا کر لیا کر ، یہ تیری بدی کو دور کرے گی ۔ جب تو گھر میں داخل ہو تو دوبارہ دو رکعت ادا کر اس سے تیری بدی دور ہو گی ۔

نماز کا ثواب ۔ حضرت انس بن مالک نے فرمایا ہے آں حضرتؐ کا ارشاد ہے جو شخص فجر کی نماز کے لیے وضو کر کے مسجد میں جا کر نماز ادا کرے اسے ہر قدم کے عوض اللہ تعالےٰ نیکی عطا کرتا ہے ، اس کے مقابلہ میں بدی دور کر دیتا ہے ، اس کی نیکی دس گنا کر دی جاتی ہے ۔ جب وہ نماز ادا کر کے طلوع آفتاب کے وقت واپس آتا ہے تو اس کے بدن پر جس قدر بال ہوتے ہیں اسی قدر نیکیاں عطا ہوتی ہیں اور اس کے علاوہ حج کا ثواب ملتا ہے ۔ جب وہ رکوع کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ ہر رکوع کے جلسہ کے عوض دو ہزار نیکیاں عطا کرتا ہے ، جو شخص عشا کی نماز پڑھتا ہے اسے عمرہ کا ثواب حاصل ہوتا ہے ۔

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں ۔ کہ آں حضرتؐ نے فرمایا جو عشا کی نماز باجماعت ادا کرے وہ اس شخص کی طرح ہے جو تمام رات نماز ادا کرے ۔

ابو صالح نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا ۔ منافقوں پر عشا و فجر کی نماز سے زیادہ گراں کوئی نماز نہیں گزرتی ۔ اگر ان لوگوں کو ان دونوں نمازوں کے فضائل کا علم ہو جائے تو یقیناً گھٹنوں کے بل چل کر انھیں ادا کریں ایک دفعہ میں نے سوچا ایسے منافق لوگوں کے گھروں کو لکڑیاں جمع کر کے جلا دوں اور ان کے گھر پھونک دوں ۔

زوال کے بعد نماز ۔ عطا بن سعید نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے ، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا ۔ جو شخص زوال کے بعد چار رکعت نماز ادا کرے ، اور اس میں اچھی طرح قرآن پڑھے ۔ رکوع و سجود بھی اچھی طرح ادا کرے ، اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے نماز ادا کرتے ہیں ۔ پھر رات کے وقت بارگاہ الٰہی سے وہ فرشتے اس آدمی کے لیے بخشش کی دعا مانگتے ہیں ۔ چنانچہ آں حضرت صلعم ہمیشہ زوال کے بعد چار رکعت نماز ادا فرمایا کرتے تھے ، کبھی ناغہ نہ فرماتے ۔ ہمیشہ لمبی رکعتیں پڑھتے اور زبان مبارک سے

فرماتے کہ اس وقت آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت میرے اعمال آسمانوں پر اٹھائے جاتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا چار رکعت ادا کرنے میں سلام بھی پھیرا جائے۔ جواب میں فرمایا نہیں۔ جو شخص عصر کی نماز سے قبل چار رکعت ادا کرے حق تعالیٰ اس پر رحمت نازل کرتا ہے۔

یکشنبہ کی نماز:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص یک شنبہ کے دن چار رکعت نماز ادا کرے ہر رکعت میں ایک دفعہ سورۂ فاتحہ اور اٰمَنَ الرسول پڑھے تو نصرانی عورتوں اور مردوں کی تعداد کے برابر انھیں نیکیاں ملتی ہیں۔ قرأت کے ہر حرف کے عوض اسے بہشت میں ایک شہر ملتا ہے، جو مشک کی تیز خوشبو سے لبریز ہوتا ہے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ یک شنبہ کی نماز زیادہ سے زیادہ پڑھو۔ اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک جانو۔ اگر کوئی شخص نمازِ ظہر کے بعد سنتیں اور فرض ادا کر چکے تو یہ چار رکعت ادا کرے، مگر پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور الم نشرح پڑھے، دوسری میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ جمعہ، تو اللہ تعالیٰ اس کی نیک حاجت کی دعا قبول فرماتا ہے اور اسے نصاریٰ کے اعتقاد اور مذہب سے اسے محفوظ رکھتا ہے۔

دوشنبہ کی نماز:۔ جابر بن عبداللہؓ سے ابوہریرہؓ نے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ سوموار کے دن جب آفتاب بلند ہو، تو اس وقت دو رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور آیت الکرسی، سورہ اخلاص اور سورہ معوذتین ایک ایک بار پڑھے، دو رکعت کے بعد سلام پھیرے اور دس دفعہ استغفار پڑھے۔ دس مرتبہ آں حضرت پر درود بھیجے تو ایسے آدمی کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

ثابت یمانی نے انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص سوموار کے دن بارہ رکعت ادا کرے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ، آیت الکرسی ایک بار پڑھے، نماز سے فارغ ہو کر بارہ دفعہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ بارہ دفعہ استغفار پڑھے تو قیامت کے دن غیب سے پکارنے والا پکارے گا کہ فلاں بن فلاں کہاں ہے، وہ حاضر ہو، اور بارگاہِ الٰہی سے ثواب کا حصہ لے۔ جب وہ حاضر ہو گا تو حق تعالیٰ کی طرف سے اسے ایک ہزار بہشتی حلّے دیئے جائیں گے، اس کے سر پر شرف کا تاج رکھا جائے گا، پھر اسے بہشت کی دہلیز پر لے جا کر حکم دیا جائے گا کہ اس میں داخل ہو جاؤ! اس کا استقبال سو ہزار فرشتے کریں گے۔ ہر فرشتے کے ہاتھ میں ایک تحفہ ہو گا، جب وہ بہشت میں جائے گا تو تمام فرشتے اس کے پیچھے چلیں گے اور ایک ہزار محلات میں سے وہ گزرے گا

سہ شنبہ کی نماز:۔ انس بن مالکؓ سے یزید رقاشی نے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ منگل کے دن ایک پہر دن نکلنے پر جو شخص دس رکعت نماز ادا کرے (ایک حدیث میں سورج کے بلند ہونے کا وقت لکھا ہے) ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، ایک بار آیت الکرسی، تین بار سورۂ اخلاص پڑھے، تو ستر روز تک اس کے اعمال نامے میں اس کا کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا، اگر وہ ستر دن کے اندر ہی مر جائے تو اسے شہید کا رتبہ حاصل ہوتا ہے، اس کے ستر برس کے گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔

چہار شنبہ کی نماز:۔ ابوادریس خولانی نے معاذ بن جبلؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص بدھ کے دن آفتاب

بلند ہونے پر بارہ رکعت نماز ادا کرے، ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، ایک بار آیت الکرسی تین بار سورۂ اخلاص اور تین بار سورۂ معوذتین پڑھے تو اسے عرش کے پاس ایک فرشتہ پکار کر کہتا ہے، کہ خدا کے بندے تیرے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے اور تجھ پر سے قبر کی تنگی و تاریکی دور کی گئی، تو قیامت کی سختی سے بچا رہے گا، مگر اب آئندہ نیک کام کر کسی بری جگہ قطر نہ ڈال نہ وہاں جا۔ پھر اس دن اس کے اعمال پیغمبروں کے اعمال کی طرح لکھے جاتے ہیں۔

جمعرات کی نماز:- عکرمہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص ظہر و عصر کے درمیان دو رکعت نماز ادا کرے، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک دفعہ اور سو دفعہ آیت الکرسی پڑھے۔ دوسری رکعت میں ایک دفعہ سورۂ فاتحہ پڑھے اور سو دفعہ قل ہو اللہ پڑھے۔ بعد از نماز سو بار محمدؐ پر درود بھیجے، اسے اس آدمی کا ثواب ملتا ہے جو ماہ رجب شعبان اور رمضان کے روزے رکھتا ہے۔ کعبہ کے حاجیوں کے برابر اسے ثواب ملتا ہے۔ اللہ تعالےٰ پر ایمان لانے والے کا ثواب بھی اسے ملتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے متوکل بندوں کی طرح اس پر بخشش ہوتی ہے۔

نماز جمعہ:- علی بن حسینؑ نے اپنے والد سے، آپ نے اپنے دادا سے روایت کی ہے، کہ میں نے آں حضرتؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جمعہ کا سارا دن نماز پڑھنے کے لیے ہے۔ جب آفتاب نیزہ بھر بلند ہو، یا اس سے کچھ زیادہ ہو جائے تو کوئی شخص اس وقت وضو کرے اور ایمان و یقین کامل سے صبح کی دو رکعت پڑھے تو اللہ تعالےٰ اسے دو سو نیکیاں عطا کرتا ہے اور دو سو برائیاں دور کر دیتا ہے، جو چار رکعت پڑھے اس کے چار سو درجے بہشت میں بلند ہوتے ہیں۔ جو آٹھ رکعت ادا کرے تو اس کے عوض اسے دو ہزار دو سو نیکیاں بخشتا ہے اور اسی قدر برائیاں دور کر دیتا ہے۔ علاوہ ازیں بہشت میں اس کے دو ہزار دو سو درجے زیادہ کر دیئے جاتے ہیں۔

ابو صالح نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص جمعہ کے دن جمعہ کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرے، پھر آفتاب نکلنے تک خدا کی یاد میں مسجد کے اندر مصروف رہے، تو اس کے بدلے بہشت میں اس کے ستر درجے بڑھا دیئے جاتے ہیں، ہر درجہ کے درمیان اتنا فاصلہ ہو گا جتنا ایک تیز رفتار گھوڑا ستر سال تک دوڑے، اگر کوئی شخص نماز جمعہ جماعت کے ساتھ ادا کرے، اس کے لیے بہشت میں پچاس درجے بلند کیے جاتے ہیں، ہر درجہ کا فاصلہ اتنا ہوتا ہے جتنا ایک تیز رفتار گھوڑا پچاس سال دوڑے۔

جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرے، وہ ایسا ہوتا ہے، کہ گویا اس نے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے آٹھ غلام آزاد کیے۔

جو شخص مغرب کی نماز با جماعت ادا کرے، تو یہ سمجھ لے کہ اس نے مقبول حج اور عمرہ ادا کیا۔

مجاہد نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص جمعہ کے دن ظہر و عصر کے درمیان دو رکعت ادا کرے اور پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار، آیت الکرسی ایک بار، سورۂ فلق پچیس بار، پھر دوسری رکعت میں ایک دفعہ سورۂ فاتحہ اور ایک دفعہ سورۂ اخلاص اور بیس دفعہ سورۂ فلق پڑھے اور سلام پھیرے، سلام کے بعد پچاس مرتبہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھے تو وہ اپنی موت سے قبل اپنے رب کی زیارت خواب میں حاصل کرے گا۔ بہشت میں اپنی جگہ بھی

دیکھے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک اعرابی آنحضرت صلعم کے پاس آیا، اور عرض کیا۔ ہم لوگ مدینہ سے بہت دور جنگل میں رہتے ہیں۔ اور ہر جمعہ کے دن حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کی طاقت نہیں رکھتے۔ آپ مجھے کوئی ایسی صورت بتائیں کہ اپنی قوم میں رہ کر جمعہ کی یہی بزرگی حاصل کرسکوں اور اپنے ہم قوموں کو بھی یہ طریقہ بتادوں۔

آں حضرت صلعم نے فرمایا۔ جب جمعہ کے دن آفتاب بلند ہو تو دو رکعت نماز ادا کر۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ، سورۂ فلق اور دوسری میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ والناس پڑھ کر تشہد کے بعد سلام پھیرلے۔ سلام کے بعد بیٹھ کر سات مرتبہ آیت الکرسی پڑھو اس کے بعد چار رکعت نماز ادا کرکے چار رکعت اور ادا کرے۔ جب آٹھ رکعت نماز ادا ہوجائے تو ستر مرتبہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھ لے۔

آں حضرتؐ نے اس بارے میں فرمایا۔ کہ خدا کی قسم جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے، جو مومن مرد یا مومنہ عورت اس نماز کو ادا کرے گی تو اس کے بہشت میں داخل ہونے کا میں ضامن ہوں۔ اللہ تعالےٰ اس کے ماں باپ کو بھی بہشت دے گا مگر اس کے ماں باپ اس شرط پر بخشے جائیں گے کہ وہ مسلمان ہوں۔

پھر عرش کے نیچے سے ایک پکارنے والا پکار کر کہے گا کہ تم نے جس قدر پہلے گناہ کیے وہ سب اللہ تعالےٰ نے بخش دیئے اب تم از سرِ نو عمل شروع کرو۔ چنانچہ آپ نے اس نماز کی بہت فضیلت بیان فرمائی۔ اگر کوئی شخص بروز جمعہ یا جمعہ کے وقت نمازوں میں اٹھارہ مرتبہ قل ہو اللہ پڑھے تو اس کی بہت سی فضیلتیں ہیں جو شخص یہ بزرگیاں حاصل کرنا چاہے اسے ان پر عمل کرنا چاہیئے۔

ہفتہ کی نماز ابوسعید نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص ہفتہ کے روز چار رکعت ادا کرے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک دفعہ اور تین دفعہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ سلام پھیرنے کے بعد آیت الکرسی پڑھے تو قرأت کے ہر حرف کے بدلے اسے حج اور عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔ اس کے علاوہ ہر حرف کے عوض اسے اس قدر ثواب ملتا ہے جس قدر ایک سال کے روزے رکھنے اور رات کو نماز پڑھنے والے کو ملتا ہے۔ ہر حرف کے بدلے ایک شہید کا ثواب بھی ملتا ہے۔ قیامت کے دن وہ ہزار پیغمبروں اور ایک ہزار شہیدوں کے ساتھ عرش کے سائے کے نیچے حاضر ہوگا۔

راتوں کی نماز

شب یکشنبہ کی نماز حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص یکشنبہ کی رات کو بیس رکعت نماز ادا کرے، ہر رکعت میں ایک دفعہ سورۂ فاتحہ اور پچاس دفعہ سورۂ اخلاص، ایک بار، سورۂ فلق اور ایک بار سورۂ والناس پڑھے اور اپنے والدین کے لیے سو مرتبہ استغفار پڑھے، سو مرتبہ آں حضرتؐ پر درود پڑھے۔ اس کے علاوہ اگر لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھے اور اللہ تعالےٰ کی طاقت اور قوت کی طرف متوجہ ہو، کلمہ تمجید پڑھے اور کہے کہ میں گواہ ہوں حضرت آدم اللہ کے برگزیدہ اور اس کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ اللہ تعالےٰ کے دوست ہیں۔ اسی طرح حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ ہیں آں حضرتؐ اللہ کے حبیب ہیں، تو ایسے شخص کو ان لوگوں کی تعداد اور ان کے اجر کے مطابق ثواب ملے گا، مگر وہ لوگ جو حضرت

عیسٰے کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں" ..... ایسے لوگ قیامت کے دن عذاب میں ہوں گے۔

مگر جو لوگ اللہ کو وحدہٗ لاشریک جانتے ہیں" حضرت عیسٰی کو اللہ کا پیغمبر کہتے ہیں، وہ قیامت کے دن امن پائیں گے۔ خدا پر واجب ہوگا کہ وہ ان کو پیغمبروں کے ساتھ بہشت میں داخل کرے۔

شبِ دوشنبہ کی نماز:- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا۔ اگر کوئی شخص اس رات کو چار رکعت نماز ادا کرے۔ پہلی رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، دس بار سورۂ اخلاص، چوتھی رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور چالیس بار سورۂ اخلاص پڑھ کر باقاعدہ نماز ادا کرے، سلام پھیرنے کے بعد پچہتر بار سورۂ اخلاص پڑھے اور اپنے والدین اور اپنے لیے پچہتر مرتبہ اپنے گناہوں کی معافی کی درخواست کرے۔ پھر مرتبہ آں حضرتؐ پر درود پڑھے۔ اس کے دل کی حاجت قبول ہوگی۔ اس نماز کا نام صلوٰۃ حاجت ہے۔

ابوامامہ فرماتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص دوشنبہ کی رات کو دو رکعت نماز ادا کرے، ہر رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ، پندرہ بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ سلام پھیرنے کے بعد پندرہ بار آیت الکرسی اور پندرہ بار استغفار پڑھے تو اس کا نام اصحاب جنت میں لکھا جائے گا خواہ وہ دوزخ ہی میں جانے والا ہو، اس کے تمام ظاہری گناہ بخشے جائیں گے۔ ہر آیت کے عوض اسے حج عمرہ کا ثواب ملے گا۔ اگر وہ دوشنبہ سے دوسرے دوشنبہ تک فوت ہو جائے تو بہشت میں جائے گا

شبِ سہ شنبہ کی نماز:- ایک روایت میں آیا ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا، کہ جو شخص سہ شنبہ کی رات کو بارہ رکعت ادا کرے، ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ، پچاس دفعہ سورۂ اذا جاء پڑھے، تو اس کے لیے بہشت میں ایک ایسا گھر تیار ہو جاتا ہے جو دنیا کے طول و عرض سے سات گنا بڑا ہوتا ہے۔

شبِ چہار شنبہ کی نماز:- آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص بدھ کی رات کو دو رکعت نماز ادا کرے، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک دفعہ، دس دفعہ سورۂ فلق پڑھے، پھر دوسری رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ دس بار سورۂ والناس پڑھے تو اسے یہ اجر ملتا ہے کہ آسمان سے ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں جو قیامت تک اس کا ثواب لکھتے رہتے ہیں۔

شبِ پنجشنبہ کی نماز:- ابوصالح نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص اس رات کو مغرب اور عشا کے درمیان دو رکعت ادا کرے، ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، پانچ دفعہ آیت الکرسی اور پانچ دفعہ سورۂ اخلاص اور پانچ پانچ دفعہ سورۂ معوذتین پڑھے۔ نماز سے فارغ ہو کر پندرہ دفعہ استغفار پڑھے پھر اس کا ثواب اپنے والدین کو پہنچائے، تو وہ اپنے والدین کا حق ادا کر دیتا ہے۔ اگر والدین اسے عاق بھی کر چکے ہوں، تو پھر بھی وہ ان کے حق سے فارغ ہو جاتا ہے۔ خدا تعالےٰ اسے صدیقوں اور شہیدوں کا ثواب دیتا ہے۔

شبِ جمعہ کی نماز:- حضرت جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص جمعہ کے دن نماز مغرب اور عشا کے درمیان بارہ رکعت ادا کرے، ہر رکعت میں دس مرتبہ سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھے تو ایسا ثواب حاصل کر لیتا ہے گویا اس نے بارہ سال عبادت میں گزارے، یعنی اس طرح کہ دن کو روزہ رکھے اور رات کو نماز پڑھے۔

کثیر بن مسلم نے حضرت انس بن مالک سے روایت کی ہے، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص جمعہ کی رات کو نمازِ عشاء جماعت

کے ساتھ ادا کرے، پھر دو سنت اس طرح پڑھے کہ ایک رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار سورۂ اخلاص دس بار، ایک ایک بار معوذتین پڑھے، دو رکعت کے بعد وتر ادا کرے، پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے سو رہے تو ایسے ثواب کا مستحق ہے گویا اس نے قدر کی ساری رات خدا کی عبادت میں گزاری ہے۔

آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اے لوگو! روشن دن اور روشن رات میں مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔ اس دن سے اور رات سے جمعہ کا دن اور جمعہ کی رات مراد ہے۔

شب شنبہ کی نماز:۔ انس بن مالکؓ سے روایت ہے، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص شنبہ کی رات کو مغرب اور عشاء کے درمیان بارہ رکعت نماز ادا کرے، تو اس کے لیے خدائے تعالیٰ بہشت میں ایک محل تیار کرا دیتا ہے۔ یہ شخص یہودیت سے بیزار ہوتا ہے اور خدا پر اس کا حق ہوتا ہے کہ اسے بخش دیا جائے۔

فرائض و نوافل

احکام:۔ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ جب فرائض کے احکام سے فراغت ہو جائے تو پھر نفل نمازوں اور روزوں اور صدقہ کی طرف توجہ کی جائے۔ مگر سب سے اول فرضوں کی ادائیگی کی نیت کی جائے۔ پھر دوسری نمازوں کے لیے۔ جس قدر بھی فرائض قضا ہو چکے ہوں، ان کے ادا کرنے کی نیت کی جائے۔ اللہ کے فضل و کرم اور رحمت سے فرائض کا میدان صاف ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد باقی قضا نمازوں کو ادا کیا جائے، ہر نماز کے لیے نیت کرنی لازم ہے۔

ابو نصر نے اپنے والد سے اور انھوں نے ..... عباسؓ سے روایت کی ہے، کہ آں حضرتؐ نے عباس بن مطلب سے فرمایا۔ کہ اے میرے چچا عباس! میں تمھیں اطلاع دیتا ہوں، کہ خبردار ہو جاؤ! میں تمھیں دس خصلتیں بتاتا ہوں، اگر ان پر عمل کرو گے تو خدا تمھارے پہلے اور پچھلے گناہ معاف کر دے گا، خواہ وہ گناہ پرانے ہوں یا نئے۔ جان بوجھ کر کیے ہوں یا دانستہ، صغیرہ ہوں یا کبیرہ، خفیہ ہوں یا ظاہر، سب کو اللہ معاف کر دے گا۔ وہ خصائل یہ ہیں۔

چار رکعت نماز ادا کرو۔ ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ پڑھو، ساتھ کوئی سورت جو یاد ہو پڑھو۔ قرأت سے فارغ ہونے پر پندرہ دفعہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔ پڑھ کر رکوع میں جاؤ پھر دس دفعہ یہی تسبیح پڑھو۔ رکوع سے سر اٹھانے پر دس دفعہ یہ تسبیح پڑھو۔ سجدہ میں جانے پر دس بار یہی پڑھو، سجدہ سے سر اٹھانے پر پھر دس بار پڑھو، یہ ایک رکعت کی پچہتر تسبیح ہوئیں، اسی طرح ہر رکعت میں ایسا کرو۔ طاقت ہو تو یہ چار رکعت روزانہ پڑھو، ورنہ ہر جمعہ کے دن پڑھو، اگر ہفتہ بھر میں بھی ایک دفعہ نہ ہو سکے تو ہر ماہ میں ایک دفعہ ادا کر لیا کرو، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک بار، یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر میں ایک ہی دفعہ پڑھ لو۔

دوسری روایت میں ہے، کہ ان چاروں رکعتوں میں یہ قرأت پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سبح اسم ربک الاعلیٰ دوسری میں یہ سورتیں پڑھی جائیں، سورۂ فاتحہ اور سورۂ اذا زلزلت الارض اور تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور قل یا ایہا الکافرون پڑھے چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور قل ہو اللہ احد پڑھے۔

ابونصرؒ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے جعفر بن ابی طالبؓ سے فرمایا۔ خبردار ہو جاؤ! میں تمھیں ایک چیز بخشتا ہوں، میں تم پر ایک عطا کرتا ہوں، اس کے بعد آپؐ نے اوپر کی حدیث بیان فرمائی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آں حضرتؐ نے عمرو بن عاصؓ کو بھی یہی حدیث بتائی، مگر اس حدیث میں قیام کی حالت میں دس تسبیحیں اور زیادہ کر دی گئی ہیں۔ بعض روایتوں میں یہ تسبیح تین سو مرتبہ ہے۔ سب کو چار رکعتوں میں ادا کرنے کا حکم ہے۔ ایک ایک روایت میں ان تسبیحوں کی تعداد ایک ہزار دو سو بیان ہوئی ہے، ان تسبیحوں کے یہ چار جملے ہیں: سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

ان چاروں کو تین سو سے ضرب دیں تو ایک ہزار دو سو ہو جاتی ہیں۔ بعض علماء کا قول ہے کہ اس عمل کو جمعہ کے روز دو دفعہ کیا جائے ایک دفعہ دن میں اور ایک دفعہ رات میں۔

نمازِ استخارہ اور دعا

محمد بن منکدر نے جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی ہے، آپ فرماتے ہیں، مجھے آں حضرتؐ نے استخارہ اسی طرح

استخارہ کی نماز: تعلیم فرمایا جس طرح قرآنی سورتوں کی تعلیم دی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ جب تم کوئی کام کرنے کا ارادہ کرو تو فرض نماز کے علاوہ دو رکعت نماز اور پڑھو، اس کے بعد یہ کہو۔

استخارہ کی دعا۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ۔ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ (اس جگہ اپنے مقصد کا نام لے) خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَاٰخِرَتِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِہٖ وَاٰجِلِہٖ فَاقْدُرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاِلَّا فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَیَسِّرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ وَاَرْضِنِیْ بِقَضَائِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

اے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کے ذریعہ خیر کی درخواست کرتا ہوں، تیری قدرت سے تیری مدد اور استعانت چاہتا ہوں، میں قادر نہیں اور تو صاحبِ قدرت ہے، میں نادان ہوں اور تو دانا ہے۔ اے اللہ! غیب کا علم تجھ ہی کو ہے، تو جانتا ہے کہ وہ میرے دین، میری دنیا میری آخرت اور میرے انجام میں بہتر ہے، جلدی یا دیر میں نفع دینے والی ہے۔ تو جو چیز میرے حق میں بہتر ہو اور مجھے نفع دینے والی ہو وہ میرے لیے مقدر اور آسان کر۔ اس میں مجھے برکت دے اور اگر ایسی نہ ہو تو وہ مجھ سے دور رکھ اور جس جگہ میں ہوں وہاں میرے لیے نیکی آسان کر دے۔ جب تک میں دنیا میں رہوں مجھے اپنے حکم سے خوشنود کر، تو ارحم الراحمین ہے۔

دعائے سفر: جب کوئی شخص تجارت کے لیے کہیں جانے کا ارادہ کرے، یا زیارت کے لیے جانا چاہے، تو پہلے دو رکعت

نماز ادا کرے پھر یہ کہے :-

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْخُرُوْجَ فِیْ وَجْهِیْ هٰذَا بِلَا ثِقَةٍ مِنِّیْ بِغَیْرِكَ وَلَا رِجَآءٍ اِلَّا بِكَ وَلَا قُوَّةٍ اَتَوَكَّلُ عَلَیْكَ وَلَا حِیْلَةٍ اَلْجَاءُ اِلَیْهَا اِلَّا طَلَبَ فَضْلِكَ وَالتَّعَرُّضَ لِمَغْرُوْفِكَ وَبِرَحْمَتِكَ وَالسُّكُوْنَ اِلٰی حُسْنِ عِبَادَتِكَ وَاَنْتَ اَعْلَمُ قَدْ سَبَقَ لِیْ فِیْ وَجْهِیْ هٰذَا مِمَّا اُحِبُّ وَاَكْرَهُ - اَللّٰهُمَّ فَاصْرِفْ عَنِّیْ بِقُدْرَتِكَ مَقَادِیْرَ كُلِّ بَلَاءٍ وَنَفْسِیْ عَنِّیْ كُلَّ كَرْبٍ وَّ دَاءٍ وَابْسُطْ عَلَیَّ كَنَفًا مِنْ رَحْمَتِكَ وَّ لُطْفًا مِنْ عَوْنِكَ وَحِرْزًا مِنْ حِفْظِكَ وَجَمِیْعِ مُعَافَاتِكَ -

اے اللہ! میں اس طرف اپنے مقصد کے لیے جانا چاہتا ہوں۔ تیرے سوا میرا کوئی اور بھروسا نہیں، نہ تیری ذات کے سوا کسی اور سے امید ہے، نہ ہی قوت ہے کہ اس پر توکل کروں، نہ ہی تیرے سوا کوئی چارہ ہے کہ اس کی پناہ حاصل کروں، مگر تیرے فضل کا طلب گار ہوں، تجھ سے تیری رحمت اور نیکیوں کی درخواست کرتا ہوں، تیری عبادت پر سکون چاہتا ہوں، تو جانتا ہے کہ اس راہ میں کیا پیش آنے والا ہے اور میں کسے دوست رکھتا ہوں، کسے مکروہ جانتا ہوں۔ اے اللہ! اپنی رحمت کاملہ سے بلا مجھ سے دور کر، ہر سختی سے رہائی بخش، اپنی رحمت، لطف اور مدد اور نگہبانی سے رحمت کے میدان کو مجھ پر وسیع کر دے۔ مجھے جس قدر معافیاں تو نے بخشی ہیں ان میں سے ایک معافی یہ کر کہ میرا بوجھ ہلکا کر دے۔

یہ دعا کرنے کے بعد منزلِ مقصود کی جانب روانہ ہو اور یہ کہے۔

یَا رَبِّ تَضَاءُكَ عَلَیَّ حَقِیْقَةٌ اَحْسِنْ اَمَلِیْ وَارْفَعْ عَنِّیْ مَا اَحْذَرُ مِمَّا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ وَاجْعَلْ ذٰلِكَ خَیْرًا لِیْ فِیْ دِیْنِیْ وَاٰخِرَتِیْ اَسْئَلُكَ یَا رَبِّ اَنْ تُخْلِفَنِیْ فِیْمَا خَلَّفْتُ وَرَائِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَوَلَدِیْ وَقَرَابَاتِیْ بِاَحْسَنِ مَا خَلَفْتَ بِهٖ غَائِبًا مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ تَحْصِیْنِ كُلِّ عَوْرَةٍ وَ حِفْظِ مِنْ كُلِّ مَضَرَّةٍ وَكِفَایَةِ كُلِّ مُهِمٍّ وَصَرْفِ كُلِّ مَكْرُوْهٍ وَ كَمَالِ مَا تَجْمَعُ لِیْ بِهٖ مِنَ الرِّضَاءِ

اے اللہ! تیرا حکم مجھ پر ثابت ہے، تو میری امید کو نیک کر دے اور جو چیز مجھے خوف دلانے کا باعث ہو وہ مجھ سے دور رکھ، جو چیز میرے لیے بہتر جانتا ہے اسے میرے دین اور آخرت کے لیے نیک اور آسان بنا۔ اے اللہ! میں اس بات کی درخواست کرتا ہوں کہ اپنے اہل، فرزندوں اور اقربا وغیرہ سے جو میں نے اپنے پیچھے چھوڑ دیئے، ان کا تو خلیفہ بنے اور تو اچھا خلیفہ ہے۔ سب سے بہتر خلافت کرنے والا ہے، ہر مسافر اور مومن جو غائب ہے اس کا تو ہی محافظ ہے، تو ہر چیز کی نگہبانی کرتا ہے، تو ہی ہر مضرت اور نقصان سے بچانے والا ہے، تو ہر رنج و غم کو دور کرتا ہے۔

وَالسُّرُوْرِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَارْزُقْنِيْ فِيْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ شُكْرَكَ وَذِكْرَكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ حَتّٰى تَرْضٰى عَنِّيْ وَتُدْخِلَنِيْ جَنَّتَكَ بِرَحْمَتِكَ بَعْدَ الرِّضٰى يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ۔

دنیا اور آخرت میں اپنی رضا اور خوشی سے میری دل جوئی فرما، اپنی یاد اور اپنا شکر نصیب کر اپنی عبادت اور نیکی سکھا، مجھ سے راضی ہو اور مجھے بہشت میں داخل کر، تو تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحیم ہے۔

اگر سفر میں ہو تو مناسب ہے کہ ان دعاؤں سے اور بھی زیادہ پڑھے کیوں کہ آں حضرت مفرد دعائیں پڑھا کرتے تھے۔ اور یہ دعا بھی فرماتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ وَلَمْ اَكُ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا۔ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى اَهَاوِيْلِ الدُّنْيَا وَبَوَائِقِ الدُّهُوْرِ وَمَصَائِبِ اللَّيَالِيْ وَالْاَيَّامِ وَاكْفِنِيْ شَرَّ مَا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ۔ اَللّٰهُمَّ فِيْ سَفَرِيْ فَاصْحَبْنِيْ وَفِيْ اَهْلِيْ فَاخْلُفْنِيْ وَفِيْمَا رَزَقْتَنِيْ فَبَارِكْ لِيْ وَفِيْ نَفْسِيْ فَذَلِّلْنِيْ وَفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ فَعَظِّمْنِيْ وَفِيْ خُلُقِيْ فَكَرِّمْنِيْ وَاِلَيْكَ يَا رَبِّ فَحَبِّبْنِيْ اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ الَّذِيْ اَشْرَقَتْ بِهِ السَّمٰوٰتُ وَكُشِفَتْ بِهِ الظُّلُمٰتُ وَصَلَحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ اَنْ لَّا تُحِلَّ عَلَيَّ غَضَبَكَ وَلَا تُنْزِلَ بِيْ سَخَطَكَ لَكَ الْعُقْبٰى فِيْمَا اسْتَطَعْتُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَاٰبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَمِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ وَدَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ

حمد اس خدا کے لیے خاص ہے جو میرا پیدا کرنے والا ہے اس سے پہلے مجھے کچھ خبر نہ تھی، اے اللہ! مجھے دنیا کی سختی، فکروں اور مصیبتوں میں مدد دے، ظالموں کے شر سے تو ہی مجھے بچا سکتا ہے۔ اے اللہ! تو سفر میں میری مدد کر اور میرے بعد میرے اہل کا تو ہی خلیفہ بن۔ میری روزی میں برکت دے، میرے نفس کو میری نظر میں ذلیل و خوار کر، لوگوں کی نگاہوں میں مجھے عزت دے اپنی دوستی سے سربلند کر، تو ہی کریم ہے، میں تجھ سے امن کی درخواست کرتا ہوں، تو ہی روشن کرنے والا اور اندھیرا اٹھانے والا ہے، پہلے اور پچھلے لوگوں کے کام تیری ذات کی فرمانبرداری سے انجام پذیر ہوتے ہیں۔

اپنے غصہ سے مجھے بچا۔ اپنے قہر سے محفوظ رکھ۔ میری التجا ہے کہ ہر بات میں مجھے اپنی رضامندی اور خوشنودی عطا فرما۔ کوئی بھی اپنی عبادت کے باعث کسی گناہ سے بخشش حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک تیرا فضل اس پر نہ ہو۔ اے اللہ! میری درخواست ہر حال میں تجھی سے ہے کہ سفر کی سختی اور بری بدی سے مجھے نجات دے۔ ستم رسیدہ کی دعا کا صرف تو ہی سہارا ہے، تو ہی پچانے والا اور میرا

اَللّٰهُمَّ اِطْوِلْنَا الْاَرْضَ وَهَوِّنْ عَلَيْنَا السَّفَرَ اَسْئَلُكَ بَلَاغًا يُبَلِّغُ خَيْرًا وَّمَغْفِرَةً وَّرِضْوَانًا اَسْئَلُكَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

مددگار رہے، سفر کی مشکلیں مجھ پر آسان کر دے اور مجھے اپنی خوشنودی عطا فرما۔ تمام باتوں میں نیکی کا تجھ سے ہی خواہش مند ہوں اس لیے کہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

مسافر سفر کے لیے گھر سے روانگی کے وقت حسب ذیل دعا پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

میرا توکل خدا پر ہے، اس کے سوا کسی اور کو مدد کی طاقت نہیں۔

حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی جناب میں اس طرح درخواست کرتا ہے، خدا اسے جواب دیتا ہے کہ میں نے تجھے اپنی نگاہ میں رکھا، پھر جب وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو تو تین بار تکبیر الحمد پڑھے اور یہ کہے"

سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ سُبْحٰنَكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔

جس نے اسے میرے تابع کیا ہے وہ پاک ہے، یہ طاقت مجھ میں نہ تھی کہ میں اسے اپنے قابو میں رکھ سکوں، اے اللہ تیری ذات پاک ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اے اللہ! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اسے بخش دے سوائے تیرے کوئی دوسرا بخشنے والا نہیں۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ سفر کا ارادہ کرتے تو یہ فرماتے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ فِيْ سَفَرِيْ هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا السَّفَرَ وَاطْوِ لَنَا بُعْدَ الْاَرْضِ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ، اَللّٰهُمَّ اَصْحَبْنَا فِيْ سَفَرِنَا وَاخْلُفْنَا فِيْ اَهْلِنَا۔

اے اللہ! مجھے اس سفر میں پرہیزگاری عطا کر، ایسا عمل کرنے کی توفیق دے جو تیری رضامندی کا باعث ہو، میرا سفر آسان کر، زمین کی درازی مجھ پر کم کر تاکہ میں اسے آسانی سے طے کروں۔ اے اللہ! سفر میں تو میرا ہی مددگار ہے، تو ہی میرے اہل میں خلیفہ ہے۔

ابن جوائح نے اس دعا میں یہ الفاظ بڑھائے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ

یا اللہ! میں سفر کی سختی میں تجھ سے امن چاہتا ہوں، اپنی بازگشت کی بدی و اہل و مال کو نظر بد سے بچانے کے لیے صرف تیری ہی نگہبانی چاہتا ہوں۔

جب کسی شہر یا گاؤں میں داخل ہو تو یہ کہے

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَ رَبَّ الْاَرَضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَ رَبَّ الشَّيَاطِيْنَ وَمَا اَضْلَلْنَ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرِ اَهْلِهَا وَخَيْرِ مَا فِيْهَا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ اَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا اَسْئَلُكَ مَوَدَّةَ خِيَارِهِمْ وَاَنْ تُجَنِّبَنِيْ مِنْ شَرِّ اَشْرَارِهِمْ۔

اے اللہ! تو زمین اور آسمانوں کا خالق و مالک ہے، تو ان تمام چیزوں کا پروردگار ہے جو آسمان کے نیچے ہیں، ان کا نگہبان اور پروردگار تو ہی ہے، جو شیطان کی گمراہی ہو، گرفتار ہیں اور اس گاؤں کی نیکی تجھ سے چاہتا ہوں، باقی تمام چیزوں کی نیکی بھی تجھ سے چاہتا ہوں، ہر قسم کی بدی سے تیرے پاس امن کی درخواست کرتا ہوں۔ تمام بری چیزوں سے مجھے امن میں رکھنے والا تو ہی ہے۔ مجھے نیکی عطا کر، اور بدی سے بچا۔

چور، ڈاکو اور درندوں سے محفوظ رہنا

اگر کوئی شخص سفر میں چوروں، ڈاکوؤں اور خوں خوار درندوں سے محفوظ رہنا چاہے تو یہ دعا پڑھے:

امن کی دعائیں:۔ اَللّٰهُمَّ احْرُسْنَا بِعَيْنِكَ الَّتِيْ لَا تَنَامُ وَاكْنُفْنَا بِرُكْنِكَ الَّذِيْ لَا يُرَامُ وَارْحَمْنَا بِقُدْرَتِكَ عَلَيْنَا لَا نَهْلِكُ وَاَنْتَ رَجَاؤُنَا۔

اے اللہ! تو اپنی نہ سونے والی آنکھوں سے میری حفاظت کر، اپنے رکن کے ذریعہ مجھے بچا، کیوں کہ تیرے رکن کا کوئی بھی قصد نہیں کر سکتا، اپنی قدرت سے مجھ پر رحم کر۔

آں حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اگر کوئی آدمی تین دفعہ یہ کہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

شروع اللہ کے نام سے جسے آسمان اور زمین کی کوئی چیز ضرر نہیں دیتی اور وہ ہر بات کو سنتا ہے، ہر چیز کو جانتا ہے۔

ایسے آدمی کو صبح ہونے تک کوئی ناگہانی مصیبت نہیں پہنچتی۔

ابو یوسف خراسانی نے ابی سعید بن ابی روحا سے روایت کی ہے" کہ آپ نے فرمایا۔ میں ایک دفعہ مکہ کے سفر میں راہ بھول گیا، رات کا وقت تھا، اس دوران میں میں نے پیچھے سے ایک آواز سنی، جس سے مجھے وحشت لاحق ہوئی۔ جب میں نے اس آواز پر کان لگائے، معلوم ہوا کوئی شخص قرآن پڑھ رہا ہے اور وہ پڑھتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا اور کہا میں جانتا ہوں کہ تو راستہ بھول گیا ہے، میں نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو، اس نے کہا میرے پاس آ، میں تجھے ایک ایسی چیز بتاتا ہوں جسے پڑھ کر تمہیں سیدھی راہ معلوم ہو جائے گی، اور وحشت اور خوف کے وقت وہ تیری مدد کرے گی، اگر تجھے نیند نہ آتی ہو گی" تو اس کے پڑھنے سے نیند بھی آجائے گی۔

میں نے کہا جی ہاں بتایئے! اس نے کہا پڑھو۔

بِسْمِ اللّٰہِ ذِی الشَّانِ عَظِیْمِ الْبُرْھَانِ شَدِیْدِ السُّلْطَانِ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَانٍ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ مَا شَاءَ اللّٰہُ کَانَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

اس خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں جو صاحب رتبہ ہے، اس کی دلیل بہت بزرگ ہے، اس کی قدرت بڑی سخت ہے، ہر روز وہ اپنی شان میں ہے، میں شیطان سے خدا کا امن چاہتا ہوں، وہی ہوتا ہے جو اللہ کو منظور ہو، کوئی گناہ سے لوٹ نہیں سکتا، نہ ہی کسی اطاعت پر قوت ہو سکتی ہے، مگر خدا کی مدد سے۔"

جب میں نے دعا پڑھی، تو میرے دوست اچانک مجھے اپنے پاس دکھائی دیے۔ میں نے اس آدمی کو بعد ازاں تلاش کیا۔ مگر نہ پایا۔

ابو بلال روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں منا میں اپنے اہل سے الگ ہو گیا، میں نے بھی اس وقت یہ دعا پڑھی تو دیکھا کہ میرے اہل میرے پاس موجود ہیں۔

ابی دردؓ روایت کرتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص ہر روز سات دفعہ یہ پڑھے:۔

اِنَّ وَلِیِّیَ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ۔ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔

اللہ تعالیٰ ایسا مالک ہے کہ اس نے قرآن کو نازل کیا ہے، اور جس قدر نیکوکار لوگ ہیں ان کا وہ والی ہے وہ کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر توکل کیا ہے۔ وہ عرش عظیم کا رب ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا اگر کوئی شخص مصیبت کے وقت یہ کہے تو مصیبت دور ہو جاتی ہے:۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اللّٰہُ الْعَلِیْمُ الْکَرِیْمُ سُبْحٰنَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بردبار ہے، کریم ہے، پاک ہے عرش جلیل کا پروردگار ہے تمام حمد اسی کے لیے ہے وہ تمام عالم کا پالنے والا ہے۔

اور اس کے پڑھنے کے بعد دل میں جو ارادہ کرے گا خدا اسے پورا کرے گا۔

نماز کفایہ

نماز کفایہ دو رکعت ہے، ہر رکعت میں ایک دفعہ سورۂ فاتحہ، گیارہ دفعہ قل ہو اللہ، پچاس دفعہ یہ پڑھے، نماز کا طریقہ:۔ "فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ" اس کے بعد سلام پھیر کر یہ دعا پڑھے۔

یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ یَا مُسَبِّحًا بِکُلِّ لِسَانٍ یَا مَنْ یَدَاہُ بِالْخَیْرِ مَبْسُوْطَتَانِ یَا کَافِیَ مُحَمَّدَنِ الْاَحْزَابَ وَیَا کَافِیَ اِبْرَاھِیْمَ النِّیْرَانَ

اے اللہ تو اپنی رحمت کرتا ہے، نعمت دیتا ہے، احسان رکھتا ہے، تو ایسا ہے کہ ہر زبان تیری تسبیح پڑھتی ہے، نیکی کے لیے دونوں ہاتھ تیرے ہی آگے پھیلتے ہیں تو ہی محمد کے لیے کافی ہونے والا ہے، حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو آگ

يَا كَافِيَ مُوْسٰى مِنْ فِرْعَوْنَ وَ يَا كَافِيَ عِيْسٰى الْحَبَابِرَةَ وَيَا كَافِيَ نُوْحًا الْغَرَقَ وَ يَا كَافِيَ لُوْطًا مِنْ قَوْمِهٖ يَا كَافِيَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَا يَكْفِيْ مِنْهُ شَيْءٌ يَا كَافِيَ عَائِشَةَ وَ اٰسِيَةَ اِكْفِنِيْ عَظِيْمَ الْبَلَاءِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَقًّا لَا اَخَافُ وَلَا اَخْشٰى مَعَ بِاسْمِكَ الْعَظِيْمِ الْاَعْظَمِ شَيْئًا۔

سے تونے ہی بچایا، حضرت موسیٰ کو فرعون کے ہاتھ سے تونے ہی نجات دی، ظالموں سے حضرت عیسیٰ کے لیے تو ہی کافی ہوا ہے۔ طوفان سے غرق ہونے سے حضرت نوح کو تونے ہی بچایا۔ لوط کی قوم کی خواہش کو تونے ہی رد کا ہے۔ ہر چیز کے لیے تو ہی کافی ہے۔ عائشہ اور آسیہ کے لیے تو ہی کافی ہے، میرے ساتھ بھی عظیم بلا کے مقابلہ میں کافی ہو، یہاں تک کہ تیرے نام کی برکت سے مجھے کوئی ڈر نہ رہے، تیرا نام ہر شے سے بزرگ ہے۔

جو شخص یہ دعا پڑھے، خدا اس کے لیے کافی ہوتا ہے، اس نماز کے پڑھنے سے غم دائم جاتا رہتا ہے، اس کی دلجمعی ہو جاتی ہے اور برائی اس سے دور ہو جاتی ہے۔

خصومت

دشمنی دور کرنا: اگر کوئی شخص خصومت کو دور کرنا چاہے، تو ایک سلام کے ساتھ چار رکعت ادا کرے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ، قل ہو اللہ گیارہ مرتبہ پڑھے، دوسری میں فاتحہ، قل ہو اللہ دس دفعہ اور تین دفعہ قل یا ایہا الکافرون پڑھے تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور قل ہو اللہ دس بار اور ایک بار الہاکم التکاثر پڑھے۔ چوتھی میں سورۂ فاتحہ اور قل ہو اللہ احد پندرہ بار پڑھے۔ ایک بار آیت الکرسی پڑھنے کے بعد اس کا ثواب اپنے دشمنوں کو بخش دے، قیامت کے دن انشاء اللہ اس کے لیے کافی ہوگا۔

جو نماز اوپر بیان ہوئی ہے" اسے ان سات اوقات میں پڑھے ۱۔ رجب کی پہلی رات، شعبان کی پندرہ تاریخ اور رمضان کے آخری جمعہ میں، دونوں عیدوں کے دن، عرفہ اور عاشورہ کے دن۔

شوال میں نماز

آدابِ نماز: ابو نصر بن بنانی اپنے والد سے، اور آپ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اگر کوئی شوال میں رات کے وقت اٹھ کر آٹھ رکعت نماز ادا کرے، ہر رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ، پندرہ دفعہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ فارغ ہونے پر ستر بار تسبیح پڑھے، پھر ستر بار درود شریف پڑھے، تو مجھے اللہ کی قسم جس نے مجھے نبی برحق بنا کر بھیجا ہے کہ ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ حکمت کے چشمے جاری کر دیتا ہے، اسے دنیا کی بیماریوں سے آگاہ کر دیتا ہے، اور ان کا علاج بھی بتا دیتا ہے۔

جو اس نماز کو موجودہ طریقہ پر ادا کرے، تو جب وہ آخری سجدہ میں ہوگا تو خدا اسے بخش دے گا، اور جب مرے گا تو شہید کا

مرتبہ پائے گا، اگر کوئی اس نماز کو سفر میں ادا کرے، تو منزل پر آسانی سے پہنچ جائے گا، اگر قرض دار ہوگا، تو اس کا قرضہ ادا ہو جائے گا، اور جو حاجت ہوگی پوری ہوگی۔

آں حضرتؐ نے پھر قسم کھا کر فرمایا، جو اس نماز کو پڑھے خدا اسے ہر حرف کے بدلے بہشت عرفہ عطا فرماتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا عرفہ کیا ہے، فرمایا۔ عرفہ بہشت میں ایک درخت ہے، جس کے سایہ میں کوئی مسافر سوار ہو کر سو برس تک سفر کرے تو بھی اس کا سایہ ختم نہیں ہوتا۔

عذاب قبر سے محفوظ رہنے کی نماز

عبداللہ بن حسن نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص دو رکعت نماز ادا کرے، پہلی میں

نماز کا طریقہ:۔ سورۂ فاتحہ و سورۂ فرقان کا آخری رکوع پڑھے جو تَبَارَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا سے شروع ہوتا ہے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ مومنون سے وَقُل رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ تک پڑھے، تو وہ انسانی و جناتی مکر و فریب سے محفوظ رہتا ہے اور خواہ اس کی خواہش نہ بھی ہو مگر وہ قرآن مجید دیکھ جاتا ہے۔ قیامت کے دن اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں ہوگا، عذاب قبر سے بچے گا، نفکرات سے بھی نجات پائے گا، خدا اسے علم و حکمت عطا فرمائے گا، قرآن مجید کے اسرار و رموز سے وہ واقف ہو جائے گا، قیامت کے دن سے بھی اسے آگاہی ہوگی، اس کا دل خدا منور کر دے گا، جب سب لوگ غم و فکر میں مبتلا ہوں گے تو وہ اس سے بچا رہے گا، وہ بے خوف ہوگا، اس کی آنکھیں روشن ہوں گی، دنیا کی دوستی سے اس کا دل خالی ہوگا، وہ صدیقوں میں شمار ہوگا۔

نمازِ حاجات

ابی ہاشم نے انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ سے حاجت مانگنے والے کے لیے ضروری ہے

نماز کا طریقہ:۔ کہ وضو کرے اور دو رکعت نماز ادا کرے، پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور آیت الکرسی پڑھے۔ دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور آمَنَ الرَّسُولُ آخر تک، اسے ختم کرنے کے بعد تشہد پڑھے، سلام پھیرے اور یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ يَا مُؤْنِسَ كُلِّ وَحِيْدٍ وَ يَا صَاحِبَ كُلِّ فَرِيْدٍ وَ يَا قَرِيْبًا غَيْرَ بَعِيْدٍ وَ يَا شَاهِدًا غَيْرَ غَائِبٍ وَ يَا غَالِبًا غَيْرَ مَغْلُوْبٍ اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الَّذِيْ لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ وَ اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الْحَيِّ

اے اللہ! ہر اکیلے کے غمگسار، ہر یگانہ کے یار، اے قریب کہ تو کسی سے دور نہیں، تو ہر وقت باخبر ہے، کبھی کسی سے دور نہیں ہوتا، تو غالب ہے کسی سے مغلوب نہیں، میں تجھ سے تیرے اس نام کی طاقت مانگتا ہوں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، تجھے کبھی سستی اور نیند لاحق نہیں ہوتی، تو ہمیشہ قائم ہے، سب لوگوں کے منہ عاجزی اور لجاجت سے تیری طرف دیکھ رہے ہیں، سب آوازیں تیرے حضور عاجزی کر رہی ہیں۔

الْقَيُّوْمِ الَّذِیْ عَنَتْ لَهُ الْوُجُوْهُ وَخَشَعَتْ لَهُ الْاَصْوَاتُ وَوَجِلَتْ مِنْهُ الْقُلُوْبُ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَنْ تَجْعَلَ لِیْ مِنْ اَمْرِیْ فَرَجًا وَمَخْرَجًا وَتَقْضِیَ حَاجَتِیْ۔

تمام دل تیرے خوف سے کانپ رہے ہیں، تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج، میرے کام میں کشادگی عطا فرما۔ میری حاجت پوری کر۔

ظلم سے پرہیز

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کو یہ دعا تعلیم فرمائی تھی اور

نماز اور دعائیں:- فرمایا اگر تم پر کوئی مصیبت آئے، بادشاہ تم پر ظلم کرے یا گمراہ لوگ تمھیں گمراہ کرنا چاہیں تو مکمل وضو کرو، پھر دو رکعت نماز ادا کرکے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر یہ کہو:۔

دعا:- یَا عَالِمَ الْغَیْبِ وَالسَّرَائِرِ یَا مُطَاعُ یَا حَنِیْنُ یَا عَلِیْمُ یَا اللّٰهُ یَا اللّٰهُ یَا اللّٰهُ یَا هَازِمَ الْاَحْزَابِ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا غَایِثَ فِرْعَوْنَ بِمُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ یَا مُنْجِیَ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ مِنْ یَدِ ظَلَمَةٍ یَا مُخْلِصَ نُوْحٍ مِنَ الْغَرَقِ یَا رَاحِمَ عَبْرَةِ یَعْقُوْبَ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَا مُنْجِیَ ذِی النُّوْنِ مِنَ الظُّلُمَاتِ السَّلَاثِ یَا فَاعِلَ کُلِّ خَیْرٍ یَا هَادِیًا اِلٰی کُلِّ خَیْرٍ یَا دَالًّا عَلٰی کُلِّ خَیْرٍ وَیَا اَهْلَ الْخَیْرَاتِ اَنْتَ اللّٰهُ رَغِبْتُ اِلَیْکَ فِیْمَا قَدْ عَلِمْتَ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَسْئَلُکَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

اے غیب کی باتوں کو جاننے والے، ہر چیز کی بازگشت تیری ہی طرف ہے، تو سب دلوں کے نزدیک عزیز ہے، خدا اور خداوند تو ہی ہے، اپنے رسول کے دشمن گروہوں کو شکست دینے والا تو ہی ہے۔ موسیٰ کے لیے فرعون کو تو نے ہی سزا دی تھی۔ حضرت عیسےٰ کو ظالموں سے تو نے ہی نجات دی تھی۔ حضرت نوحؑ کو تو نے ہی غرق ہونے سے بچایا تھا، حضرت یعقوب کی اشکباری پر تو نے ہی رحم کھایا تھا۔ ایوب کی تکلیف تو نے ہی رفع کی تھی۔ ذوالنونؑ کو تین راتوں کی تاریکی سے نجات دی تھی تو ہی ہر نیکی کا پیدا کرنے والا ہے۔ ہر نیکی کی طرف تو ہی لے جاتا ہے۔ نیکی کا صاحب بھی تو ہی ہے، تو ہی صاحب خیرات ہے۔ جس چیز کو تو مفید جانتا ہے میں اس کے لیے تیری طرف رجوع کرتا ہوں، تو ہی غیب کا جاننے والا ہے۔ میں تجھی سے درخواست کرتا ہوں کہ تو آنحضرتؐ اور ان کی آل پر درود بھیج۔

دعا کے بعد:- یہ دعا مانگنے کے بعد اپنی حاجت اللہ کے حضور پیش کی جائے، انشاء اللہ پوری ہوگی۔

ابن عمرؓ نے ایک اور دعا کے بارے میں بھی بیان کیا ہے کہ یہ آں حضرتؐ نے احزاب کے دن بتائی وہ

ایک اور روایت:- دعا یہ ہے:-

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ وَبِنُوْرِ قُدْسِكَ وَعَظْمَةِ طَهَارَتِكَ وَبَرَكَاتِ جَلَالِكَ مِنْ كُلِّ اٰفَةٍ وَعَاهَةٍ وَطَارِقِ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ مِنْكَ بِخَيْرٍ اِنَّكَ اَنْتَ حِيَاذِیْ فِيْكَ اَعُوْذُ وَاَنْتَ مَلَاذِیْ فِيْكَ اَلُوْذُ وَيَا مَنْ ذَلَّتْ لَهٗ رِقَابُ الْجَبَابِرَةِ وَجَمَعَتْ لَهٗ مَقَالِيْدُ الرِّعَايَةِ اَعُوْذُ بِجَلَالِ وَجْهِكَ وَكَرَمِ جَلَالِكَ مِنْ حِزْبِكَ وَكَشْفِ سِتْرِكَ وَدِنْيَانِ ذِكْرِكَ وَالْاِنْصَرَافِ مِنْ شُكْرِكَ اَنَافِ كَنَفِكَ فِیْ لَيْلِیْ وَنَهَارِیْ وَنَوْمِیْ وَقَرَارِیْ وَظَعْنِیْ وَاَسْفَارِیْ ذِكْرُكَ شِعَارِیْ وَثَنَاءُكَ دِثَارِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ تَنْزِيْهًا لِاسْمِكَ وَتَكْرِيْمًا لِسُبُحَاتِ وَجْهِكَ اَجِرْنِیْ مِنْ حِزْبِكَ وَمِنْ شَرِّ عَذَابِكَ وَعِبَادِكَ وَاضْرِبْ عَلٰى سُرَادِقَاتِ حِفْظِكَ وَاَدْخِلْنِیْ فِیْ حِفْظِ عَنَايَتِكَ وَقِنِیْ سَيِّاٰتِ عَذَابِكَ وَاغْنِنِیْ بِخَيْرٍ مِنْكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ۔

اے اللہ میں تیرے ہاں امن کی درخواست کرتا ہوں، تیرے پاک نور اور تیری پاک بزرگی اور تیرے جلال کی برکتوں کے ذریعہ سے ہر آفت و رنج، جنوں اور انسانوں کی بلا سے امن چاہتا ہوں، جو کچھ تیری طرف سے مجھے پہنچے میں اس پر راضی ہوں، میری پناہ تو ہی ہے، میں تجھی سے پناہ مانگتا ہوں میرے لیے امن کی جگہ تو ہی ہے، سب گردن کشوں کی گردنیں تیرے سامنے خم ہیں اور وہ تیرے سامنے خوار و ذلیل ہیں، اپنی مخلوقات کی حفاظت اور رعایت کی چابیاں تیرے ہی خزانے میں ہیں۔ اسی لیے میں تیری ذات کے جلال کے طفیل تجھ ہی سے امن چاہتا ہوں اور تیرے روبرو رسوا ہونے سے محفوظ رہنے کی درخواست ہے کہ میری پردہ دری نہ کی جائے، تیری یاد سے فراموشی نہ اختیار کروں تیری شکر گزاری سے باز نہ رہوں، رات کے وقت، دن میں، سوتے، جاگتے آرام سفر، وطن میں تیری حفاظت میں رہنے کی درخواست ہے تیرا ہی ذکر میرا شعار ہو اور میرا لباس تیری تعریف ہو، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، میں تیرے نام کو بالکل پاک جانتا ہوں، تیرے نور کو بہت بزرگ و برتر سمجھتا ہوں، مجھے رسوائی سے بچا، عذاب اور اپنے بندوں کی برائی سے بچا، میرے لیے نگہبانی کے خیمے کھڑے کر اور اپنی رحمت کے دروازے کھول کر اس سے مجھے غنی کر دے، اپنی سے مالا مال کر دے، تو سب سے زیادہ رحیم ہے۔

غم اور قرض سے نجات

ابو موسیٰ روایت کرتے ہیں، کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اگر کوئی غم و اندوہ میں مبتلا ہو تو یہ دعا پڑھے۔

دعا یہ ہے:- اَللّٰهُمَّ اَنَا عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ

اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا لڑکا ہوں، میری

نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِيَّ قَضَاءُكَ - اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِكُلِّ اِسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِيْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ الْكَرِيْمَ رَبِيْعَ قَلْبِيْ وَنُوْرَ صَدْرِيْ وَجِلَاءَ حُزْنِيْ وَذَهَابَ غَمِّيْ وَهَمِّيْ -

پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، مجھ میں تیرا حکم جاری ہے، تو میرے لیے عادلانہ حکم جاری کرتا ہے، اے اللہ! اپنے نام کے طفیل جو تو نے اپنے لیے مقرر کیا ہے اور اپنی کتاب میں لکھا ہے یا مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے اور علم غیب میں اسے برگزیدہ کیا ہے، میرے سینہ کو اپنے قرآن سے روشن کر دے، تاکہ غم و الم دور ہو جائے اور اس کی محبت عطا کر کیوں کہ قرآن سے انسان کا رنج و غم ضرور دور کر دے گا۔ خوشی سے اس کا سینہ کشادہ کر دے گا۔

کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! اگر اسے پڑھتے وقت کوئی کلمہ پڑھنے سے رہ جائے تو؟ آپؐ نے فرمایا وہ شخص زیاں کار ہوگا، لہٰذا چاہیئے کہ ان کلمات کو اچھی طرح یاد کرے۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے تو عائشہؓ نے فرمایا آں حضرتؐ نے مجھے جو دعا سکھائی ہے کیا آپ نے وہ سنی ہے؟ پھر فرمایا کہ آں حضرتؐ کا ارشاد ہے کہ اس دعا کے طفیل کسی پر پہاڑ کے برابر قرض ہو تو وہ بھی جاتا رہے گا، دعا یہ ہے۔

دوسری روایت:

اَللّٰهُمَّ يَا فَارِجَ الْهَمِّ كَاشِفَ الْغَمِّ مُجِيْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَرَحِيْمَ الْاٰخِرَةِ اَسْئَلُكَ اَنْ تَرْحَمَنِيْ بِرَحْمَةٍ مِّنْ عِنْدِكَ تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ -

اے اللہ! عقدوں کا کھولنے والا اور غم و الم کو دور کرنے والا تو ہی ہے، تو بے قراروں کی دعا قبول کرنے والا ہے تو دنیا میں رحمان ہے اور آخرت میں رحیم۔ میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو مجھ پر اپنی رحمت کر اور اپنی رحمت کے طفیل مجھے غیر سے بے نیاز کر دے۔

ایک دعا:

حضرت حسن بصریؒ نے ایک اور دعا بھی روایت کی ہے، خواجہ صاحب کے ایک بزرگ دوست تھے، جن کی وہ بہت تعظیم کیا کرتے تھے، انھوں نے ذکر کیا کہ ابوسعید! میں قرضدار ہوں آپ مجھے اسم اعظم سکھا دیں حسن بصریؒ نے فرمایا، اگر اسم اعظم سیکھنا ہے تو اٹھ کر وضو کریں، انھوں نے وضو کیا، تب آپ نے انھیں یہ پڑھنے کے لیے کہا:۔

يَا اللّٰهُ يَا اللّٰهُ اَنْتَ اللّٰهُ اَنْتَ اللّٰهُ بِلَا وَاللّٰهِ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اللّٰهُ اَللّٰهُ اللّٰهُ وَاللّٰهِ اَمَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ وَارْزُقْنِيْ بَعْدَ الدَّيْنِ

یا اللہ! یا اللہ! سچا خدا تو ہی ہے، خدا کی قسم اللہ تو ہی ہے، تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ اللہ! اللہ! اللہ! قسم ہے تیری۔ تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں، تو میرا قرض ادا کر دے۔ قرض ادا کرنے کے بعد مجھے روزی دے۔

جب صبح ہوئی تو آپ کے اس دوست نے دیکھا کہ مسجد میں سو ہزار درہم جو کئی قسم کے سکہ کے تھے اور تمام کھرے تھے ایک تھیلی میں بھرے رکھے ہیں، تھیلی کے سر پر مہر تھی اس تھیلی پر لکھا تھا، تو اس سے بھی زیادہ مانگتا تو ہم تجھے دے دیتے، تم نے ہم سے بہشت کیوں نہ مانگی

اس شخص نے حسن بصریؒ کے پاس آکر تھیلی کا واقعہ بیان کیا۔ خواجہ صاحب نے بھی وہ درہم ملاحظہ کئے، وہ شخص افسوس کرتا تھا کہ میں نے بہشت کیوں طلب کی،

حسن بصریؒ نے اس سے کہا تجھے اسم اعظم تیری بھلائی کے لئے سکھایا گیا ہے اسے چھپائے رکھ ایسا نہ ہو حجاج کو خبر ہو جائے اور اس کے ظلم سے واقف ہی ہو

دوسری دعا آں حضرتؐ کو حضرت جبرئیلؑ نے ایک اور دعا بھی سکھائی تھی۔ حضرت ابوبکر فرماتے ہیں جب آں حضرت مکہ سے نکلے، قریش کے ڈر اور غم سے رہائی پانے کے لئے کوہ حرا کی جانب چلے تو جبرئیل نے حاضر ہو کر عرض کہا اے محمدؐ اللہ تعالےٰ آپ کو سلام کہتا ہے، اور ایک دعا آپ کو سکھانے کے لئے مجھے بھیجا ہے، جب آپ اسے پڑھیں گے تو اللہ تعالےٰ آپ کے اور قریش کے درمیان ایک پردہ ڈال دے گا۔

آں حضرت نے فرمایا اے جبرئیل آپ وہ دعا مجھے بتائیں، تب جبرئیل نے فرمایا یہ پڑھئے!

يَا كَبِيْرَ كُلِّ كَبِيْرٍ يَا سَمِيْعُ يَا بَصِيْرُ يَا مَنْ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا وَزِيْرَ يَا خَالِقَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ الْمُنِيْرِ يَا عَصْمَةَ الْبَائِسِ الْخَائِفِ الْمُسْتَجِيْرِ يَا رَازِقَ الطِّفْلِ الصَّغِيْرِ يَا جَابِرَ الْعَظْمِ الْكَسِيْرِ يَا قَاصِمَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ اَسْئَلُكَ وَاَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْبَائِسِ الْفَقِيْرِ دُعَاءَ الْمُضْطَرِّ الضَّرِيْرِ اَسْئَلُكَ بِمَعَاقِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِكَ وَمَفَاتِيْحِ الرَّحْمَةِ مِنْ كِتَابِكَ وَبِالْاِسْمَاءِ الثَّمَانِيَةِ الْمَكْتُوْبَةِ عَلٰى قَرْنِ الشَّمْسِ اَنْ تَفْعَلَ لِيْ۔

اے سب بزرگوں کے بزرگ! تو ہر ایک کی آواز سنتا اور ہر ایک کو دیکھتا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں، نہ ہی تیرا کوئی وزیر ہے چمکنے والے آفتاب کو تو نے ہی پیدا کیا تو نے ہی اسے روشنی بخشی، تو خوف زدہ آدمی کی حفاظت کرنے والا ہے امن کی درخواست کرنے والے کو امن دیتا ہے، شیر خوار بچے کو تو ہی روزی دیتا ہے تو ہی شکستہ ہڈیوں کو درست کرنے والا ہے، تو ہی ظالموں کو ہلاک کرتا ہے۔ دشمنوں کو تو ہی مارتا ہے، میں تیری نگاہ میں فقیروں اور بے قرار لوگوں کی طرح سوال کرتا ہوں کہ اپنے عرش کی عزت اور رحمت کی کلید کے طفیل جس کا ذکر تیری کتاب میں ہے اپنے آٹھوں ناموں کے سبب سے جو آفتاب کے اوپر لکھے ہیں اور تیرے جلال کو ظاہر کرتے ہیں، میرا مقصد پورا کر دے۔

اس کے بعد اپنی حاجت کا نام لے

باب ۳۵

مختلف دعائیں ——— ختمِ قرآن کی دعا

رمضان کی برکتیں اور دعائیں!

مختلف دعائیں

فجر اور عصر کے وقت کی دعا: اب ان دعاؤں کا ذکر کیا جاتا ہے، جو ختم قرآن، فرض نمازوں اور دیگر امور کے وقت پڑھی جاتی ہیں۔ نماز فجر اور عصر کے وقت پڑھی جانے والی دعا یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ شُكْرًا وَلَكَ الْمَنُّ فَضْلًا بِنِعْمَتِكَ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ نَسْئَلُكَ اَللّٰهُمَّ فَرَجًا قَرِيْبًا فَاِنَّكَ لَمْ تَزَلْ مُجِيْبًا وَ صَبْرًا جَمِيْلًا وَ عَافِيَةً مِنْ جَمِيْعِ الْبَلَايَا وَ السَّلَامَةَ مِنْ طَرَائِقِ الرَّزَايَا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اِجْتِمَاعَنَا اِجْتِمَاعًا مَرْحُوْمًا وَ تَفَرُّقَنَا تَفَرُّقًا مَعْصُوْمًا وَ لَا تَجْعَلْ فِيْنَا شَقِيًّا وَ لَا مَحْرُوْمًا وَ لَا تَرُدَّنَا بِالْفَاقَةِ اِلٰى غَيْرِكَ وَ لَا تَحْرِمْنَا سَعَةَ خَيْرِكَ وَ حَقِيْقَةَ التَّوَكُّلِ عَلَيْكَ وَ خَالِصَ الرَّغْبَةِ فِيْمَا لَدَيْكَ وَامْلَأْ قُلُوْبَنَا مِنْكَ الْغِنَا وَ اكْسُ وُجُوْهَنَا مِنْكَ الْحَيَاءَ وَ ارْزُقْنَا خَيْرَ الْاٰخِرَةِ وَالدُّنْيَا لِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا رَبِّ اللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا خَيْرَ الصَّبَاحِ وَ خَيْرَ

اے اللہ! تمام حمد و شکر خاص تیرے ہی لیے ہے فضل اور عظمت و بزرگی تیرے ہی لیے ہے۔ ساری نیکیاں تیری ہی نعمت سے تمام ہوتی ہیں اے اللہ! میری روزی کشادہ کر دے، کیوں کہ تو ہی دعائیں قبول فرماتا ہے، تو کل اور صبر تو ہی عطا کرتا ہے، تو ہی اپنی رحمت کاملہ کے طفیل ہر مصیبت سے رہائی بخشتا ہے۔ تو سب سے زیادہ رحیم ہے۔ اے اللہ! ہمیں گناہوں سے بچا۔ بدبختی سے دُور رکھ، ہماری حاجتیں پُوری کر، اپنی بارگاہ سے ہمیں محروم نہ رکھ، اپنے سوا کسی کے آگے نہ جھکا۔ اپنی نعمتوں سے ہمیں غنی کر دے، اپنے سامنے شرمندہ ہونے کا موقعہ نہ دے، اپنی رحمت سے دنیا اور آخرت کی نیکی عطا کر، تو ہی سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحیم ہے۔

اے اللہ! ہمیں صبح و شام نیکی عطا کر، قضا قدر کی نیکی بخش، صبح و شام قضا و قدر

الْمَسَاءِ وَخَيْرَ الْقَضَاءِ وَخَيْرَ الْقَدْرِ
وَاصْرِفْ عَنَّا شَرَّ الصَّبَاحِ وَشَرَّ الْمَسَاءِ
وَشَرَّ الْقَضَاءِ وَشَرَّ الْقَدْرِ
اَللّٰهُمَّ وَمَا اَنْزَلْتَ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ
مِنْ خَيْرٍ وَعَافِيَةٍ وَسَلَامَةٍ وَغَنِيْمَةٍ
وَسَعَةِ رِزْقٍ فَاجْعَلْ لَنَا فِيْهِ اَوْفَرَ
الْحَظِّ وَالنَّصِيْبِ اَللّٰهُمَّ وَمَا نَزَلَتْ مِنْ
سُوْءٍ وَبَلَاءٍ وَشَرٍّ وَدَاءٍ وَفِتْنَةٍ
فَاصْرِفْهُ عَنَّا وَعَنْ جَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ
وَالْمُسْلِمَاتِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا
وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا لَا اِلٰهَ هُوَ اَهْلُ
الْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ وَمُنْتَهَى الْجَبَرُوْتِ
وَالْعِزَّةِ وَوَلِيُّ الْغَيْثِ وَالرَّحْمَةِ مَالِكُ
الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ عَظِيْمُ الْمَلَكُوْتِ شَدِيْدُ
الْجَبَرُوْتِ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَاءُ فَعَّالٌ لِّمَا
يُرِيْدُ اَوَّلُ كُلِّ شَيْءٍ وَخَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ
وَرَازِقُهُ سُبْحٰنَهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَللّٰهُمَّ
اجْعَلْ مُسَاحَنَا صَبَاحًا صَالِحًا لَا مُخْزِيًا
وَلَا فَاضِحًا۔ اَللّٰهُمَّ اكْفِنَا شَرَّ نَوَائِبِ
الزَّمَانِ وَمَكْرُوْهَهُ وَمَضَارِعَ السُّوْءِ
مَصَائِدَ الشَّيْطَانِ وَمَوَارِدَ صَوْلَةِ
السُّلْطَانِ وَوَفِّقْنَا فِيْ يَوْمِنَا هٰذَا وَ
فِيْ سَائِرِ الْاَيَّامِ لِاسْتِعْمَالِ الْخَيْرَاتِ
وَهِجْرَانِ السَّيِّاٰتِ اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْنَا وَاَصْلِحْ
قُلُوْبَنَا وَاَصْلِحْ اَخْلَاقَنَا وَاَصْلِحْ اَفْعَالَنَا
وَاَصْلِحْ اٰبَاءَنَا وَاَبْنَاءَنَا وَاَجْدَادَنَا وَجَدَّاتِنَا

بُرائی سے ہمیں محفوظ رکھ۔

اے اللہ! اس دن جس قدر نیکی، سلامتی اور رزق کی کشادگی تُو نے ہمیں عطا فرمائی ہے، اس سے زیادہ عطا فرما، اور جس قدر بدی، بلا اور فتنہ و شر تو نے آج کے دن نازل کیا ہے اس سے مجھے سب مسلمان مردوں اور عورتوں کو محفوظ رکھ، کیوں کہ تم تو سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحیم ہے۔

تعریف اس خدائے بزرگ و برتر کے لیے ہے، جس نے اپنے علم سے سب چیزوں کو قبضہ میں لے لیا ہے وہ سب چیزوں کا شمار جانتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی تکبّر و عظمت والا ہے۔ عزت و جلال کی انتہا اسی کے لیے ہے، وہی رحمت و باراں کا خدا ہے، وہ دُنیا اور آخرت کا مالک اور عالم الغیب ہے اس کی طاقت اور اس کا قہر زبردست ہے جس پر چاہے اپنی مہربانی کرتا ہے، ہر شے کا بنانے والا قادر اور قیوم ہے، وہی سب کو روزی دیتا ہے، پاک اور برحق ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے اللہ! ہماری صبح نیک کر، ہمیں رسوا نہ کر، ہمیں زمانہ کی سختیوں سے بچا، زمانہ کے مکروہات، اس کی بدی اور شیطانی کارگزاریوں سے بچا آج اور دوسرے دنوں میں بھی ہمیں نیکی عطا کر، بُرائیوں سے دور رکھ۔ اے اللہ! ہمیں نیک کر، ہمارے اعمال و افعال نیک بنا دے، ہمارے آباؤ اجداد اور اولاد سب کو نیک بنا اے اللہ! جس طرح تو نے ہماری رات کو عافیت بخشی ہے اسی دن ہمارا دن بھی بسر کر دے،

وَدُنْيَانَا وَاٰخِرَتِنَا۔ اَللّٰهُمَّ كَمَا اَمْضَيْتَ اللَّيْلَةَ بِالسَّلَامَةِ وَالْعَافِيَةِ فَامْضِ عَلَيْنَا النَّهَارَ بِالسَّلَامَةِ وَالْعَافِيَةِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ اٰمِيْنَ يَا اللّٰهُ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ۔

ہم پر رحم کر، تو سب رحم کرنے والوں میں بڑا رحم کرنے والا ہے۔

اے اللہ! ہمیں دنیا و آخرت کی نیکی عطا کر، اپنی رحمت سے دوزخ کے عذاب سے بچا، تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ امین! اے اللہ! امین! تو دونوں جہانوں کا پالنے والا ہے۔"

تیسری دعا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا مَا اَظْهَرْنَا وَمَا اَسْرَرْنَا وَمَا اَخْفَيْنَا وَمَا اَعْلَنَّا وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنَّا اَللّٰهُمَّ اَعْطِنَا رِضَاءَكَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاخْتِمْ لَنَا بِالسَّعَادَةِ وَالشَّهَادَةِ وَالْمَغْفِرَةِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اٰخِرَ اَعْمَارِنَا خَيْرًا وَاٰخِرَ اَيَّامِنَا يَوْمَ نَلْقَاكَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَمِنْ فُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَمِنْ تَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ دَرَكِ الشَّقَاءِ وَجَهْدِ الْبَلَاءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ وَتَغَيُّرِ النَّعْمَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ جَمِيْعِ الْمَكَارِهِ وَالْاَسْوَاءِ وَنَسْئَلُكَ اَللّٰهُمَّ خَيْرَ الْعَطَاءِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ اَنْ تَكْشِفَ سَقِيْمَنَا وَ

جو اللہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے، سب تعریف اسی کے لیے ہے، سوائے اس وحدہٗ لاشریک کے کوئی خدا نہیں۔ اسی پہ میرا توکل ہے جو عرش کا پروردگار ہے وہ شرک سے پاک اور بلند ہے۔ اے اللہ! ہمارے گناہ ظاہری ہوں یا باطنی بخش دے۔ ہماری ساری خطاؤں کو تو ہی جانتا ہے۔ سب معاف فرما دے نیک بختی، کلمہ شہادت اور مغفرت پہ ہمارا خاتمہ کر، ہماری آخری عمر اچھی کر، ہمارے اعمال کا خاتمہ نیکی پہ کر، وہی دن ہمارے لیے سب سے اچھا اور نیک ہوگا۔ جب ہمیں تیرے نور کا دیدار نصیب ہوگا، ہم نے تجھ سے ہر حال میں امن ہی چاہا ہے اگرچہ نعمت زائل ہوگئی، مگر ہم تیری آفت اور کینہ سے پناہ چاہتے ہیں، ہماری درخواست ہے کہ ہمیں اپنی عافیت سے دور نہ رکھ، اے اللہ! ہم بدبختی اور ہر آفت و بلا سے اور مصیبت اور دشمنوں سے امن چاہتا ہوں، نعمت کے بدلے قضا و قدر کی بدی اور تمام برائیوں سے تیری بخشش چاہتا ہوں، میرے رنج و الم کو مجھ سے دور رکھ، ہر بیماری سے شفا عنایت کر، میرے مرے ہوئے لوگوں پر رحم فرما۔ ہمیں تندرستی عطا فرما، ہمارے لئے

تُبْرِئُ مَرْضَانَا وَتَرْحَمُ مَوْتَانَا وَ
تُصْلِحُ اَبْدَانَنَا وَتُخْلِصُهَا لَكَ اَللّٰهُمَّ
اخْلِصْ اَدْيَانَنَا وَاَنْ تَحْفَظَ عَيَالَنَا وَ
تَشْرَحَ صُدُوْرَنَا وَتُدَبِّرَ اُمُوْرَنَا وَ
تُجْبِرَ اَوْلَادَنَا وَتَشْتَرَجُرْمَنَا وَتُرَدَّ
غِيَابَنَا وَاَنْ تُثَبِّتَنَا عَلٰى دِيْنِنَا وَ
نَسْئَلُكَ خَيْرًا وَّرُشْدًا وَاَنْ تَتَوَفَّانَا
مُسْلِمِيْنَ بِرَحْمَتِكَ وَاَنْ تُؤْتِيَنَا حَسَنَةً
فِى الدُّنْيَا وَحَسَنَةً فِى الْاٰخِرَةِ وَقِنَا
عَذَابَ النَّارِ وَعَذَابَ الْقَبْرِ يَا
اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ يَارَبَّ الْعٰلَمِيْنَ۔

اپنے دین کو خالص کر۔
اے اللہ! تو ہمیں اپنی پناہ میں رکھ۔ ہمارے سینے کھول دے، ہمارے سارے اچھے کاموں کا اچھا بندوبست کر، ہمارے بچوں کو پرورش کر، ہمارے گناہوں کو ڈھانپ، ہمارے بچھڑے ہوؤں کو ہم سے ملا دے ہمیں دین میں ثابت قدم رکھ۔ اے اللہ! میں تجھ سے نیکی اور رہنمائی چاہتا ہوں، ہمیں دنیا و آخرت میں نیکی عطا کر، اپنی رحمت سے ہمیں اسلام پہ موت دے، قبر و دوزخ کے عذاب سے بچا، تو ہی سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ تو ہی سب جہان کا پروردگار ہے۔

امام ہو خواہ مقتدی ہو، سب کو یہ دعا پڑھنی چاہیے۔ اللہ کے نزدیک اس کی بڑی فضیلت ہے۔ یہ دعا پڑھنے دعا کے بعد ہے کے بعد مسجد میں قدم نہ رکھنا چاہیے، نہ ہی اس دعا کے بعد (اگر مسجد میں پڑھے) باہر نکلے، فارغ ہونے پر کھڑا کر اللہ کے حضور دعا مانگے۔

انس بن مالک فرماتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ جب امام محراب میں کھڑا ہو جائے، صفیں درست ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمت نازل فرماتا ہے، جو سب سے اول امام پر نازل ہوتی ہے، پھر مقتدیوں پر جو امام کے دائیں کھڑے ہوتے ہیں، پھر بائیں طرف کھڑے ہونے والوں پر۔ پھر یہ رحمت سب لوگوں پر پھیل جاتی ہے۔ فرشتہ پکار کر کہتا ہے اے فلاں! تو نے فائدہ حاصل کر لیا، مگر فلاں اس سے محروم رہا، فائدہ اٹھانے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جو ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں، گھاٹے میں وہ رہتے ہیں جو دعا کیے بغیر مسجد سے باہر آ جاتے ہیں، ایسے شخص کے بارے میں فرشتے کہتے ہیں کہ فلاں آدمی خدا کی رحمت سے بے پروا ہو گیا، کیا تو یہ سمجھ کر باہر آ گیا ہے کہ اس کی رحمت کے خزانے میں تیرے لیے کچھ نہیں رہا۔

ختم قرآن کی دعا

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الَّذِىْ خَلَقَ
الْخَلْقَ فَابْتَدَعَهٗ وَسَنَّ الدِّيْنَ وَ
شَرَعَهٗ وَنَوَّرَ النُّوْرَ وَشَعْشَعَهٗ وَ
قَدَّرَ الرِّزْقَ وَوَسَّعَهٗ وَخَرَخَلْقَهٗ

وہ عظمت والا سچا ہے، اس نے مخلوق کو پیدا کیا۔ دین کا سیدھا راستہ بتایا، اس میں اپنا نور روشن کیا، نور کی شعاعیں ہر طرف پھیلا دیں۔ ہر شخص کا رزق پہلے ہی سے لکھ دیا اور اسے کشادگی

وَنَفَعَهٗ وَاَجْرَى الْمَآءَ وَاَنْسَعَهٗ وَ
جَعَلَ السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا مَّرْفُوْعًا
رَفَعَهٗ وَالْاَرْضَ بِسَاطًا وَضَعَهٗ وَ
سَيَّرَ الْقَمَرَ فَاَطْلَعَهٗ سُبْحٰنَهٗ مَا اَعْلٰى
مَكَانَهٗ وَاَرْفَعَهٗ وَاَعَزَّ سُلْطَانَهٗ وَ
اَبْدَعَهٗ لَا رَادَّ لِمَا صَنَعَهٗ وَلَا مُغَيِّرَ
لِمَا اخْتَرَعَهٗ وَلَا مُذِلَّ لِمَنْ رَفَعَهٗ
وَلَا مُعِزَّ لِمَنْ وَضَعَهٗ وَلَا مُفَرِّقَ لِمَا
جَمَعَهٗ وَلَا شَرِيْكَ لَهٗ وَلَا اِلٰهَ
مَعَهٗ۔

صَدَقَ اللّٰهُ الَّذِيْ دَبَّرَ الدُّهُوْرَ وَ
قَدَّرَ الْمَقَادِيْرَ وَصَرَّفَ الْاُمُوْرَ وَ
عَلِمَ هَوَاجِسَ الصُّدُوْرِ وَتُعَاقِبَ
الدُّهُوْرَ وَسَهَّلَ الْمَعْسُوْرَ وَعَسَّرَ
الْمَيْسُوْرَ وَسَخَّرَ الْبَحْرَ الْمَسْجُوْرَ وَ
اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ وَالنُّوْرَ وَالتَّوْرَاةَ
وَالْاِنْجِيْلَ وَالزَّبُوْرَ وَاَقْسَمَ بِالْفُرْقَانِ
وَالطُّوْرِ وَالْكِتَابِ الْمَسْطُوْرِ فِي الرَّقِّ
الْمَنْشُوْرِ وَالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ وَالْبَعْثِ
وَالنُّشُوْرِ وَجَاعِلِ الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْرِ
وَالْوِلْدَانِ وَالْحُوْرِ وَالْجَنَانِ وَالْقُصُوْرِ
اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ وَمَا اَنْتَ
بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ۔ صَدَقَ اللّٰهُ
الْعَظِيْمُ الَّذِيْ عَزَّ فَارْتَفَعَ وَعَلَا
فَامْتَنَعَ وَذَلَّ كُلُّ شَيْءٍ بِعَظَمَتِهٖ
وَخَضَعَ وَسَمَكَ السَّمَآءَ وَرَفَعَ وَ
فَرَشَ الْاَرْضَ وَاَوْسَعَ وَفَجَّرَ الْاَنْهَارَ

بخشی۔ مراد یہ کہ وہ سب کو دیتا ہے۔ مخلوق کو
وہی فائدہ اور وہی نقصان دیتا ہے اللہ تعالیٰ ہی نے
پانی کو جاری کیا اور زمین پر چشمے رواں کیے، اس نے
آسمان کی چھت قائم کی۔ زمین کا فرش بچھایا۔ وہی محفوظ
اور بلند ہے، اس نے چمکتے چاند کو نکالا، وہ پاک
بزرگ اور بلند مرتبہ ہے۔ سب پر اس کی
سلطنت غالب ہے، اس کے حکم سے کوئی
سرتابی نہیں کر سکتا، نہ اس کے کیے کو کوئی تبدیل
کر سکتا ہے۔ وہ جسے عطا کرے کوئی اسے ذلیل نہیں
کر سکتا نہ اس کی حجت کو پراگندہ کر سکتا ہے، وہی سچا معبود
ہے، کوئی اس کا شریک نہیں۔ وہی ہے جس نے تمام عالم
کی تدبیر کی ہے، ہر ایک کے لیے جو مقدر کیا تھا۔
وہ تقسیم کر دیا وہ چیزوں کو بدل سکتا ہے، سینوں کے
تمام پوشیدہ بھیدوں سے واقف ہے، منوا تر جو
اندھیری راتیں آتی ہیں ان کے تمام اسرار سے باخبر
ہے، وہی تمام مشکلوں کو آسان کرتا ہے۔ دریاؤں کے
سیلاب اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں، اس نے آسمانی
کتاب قرآن مجید، تورات، انجیل اور زبور کو نازل
کیا اور طور، بیت المعمور، بعث و نشور، نور اور
اندھیرے کی قسم کھا کر فرمایا خدا جسے چاہے
سنوارتا ہے، وہی بلند، ارجمند اور سچا ہے ہر چیز
غالب اور طاقت ور ہے، کوئی شے اس کی عظمت کا
مقابلہ نہیں کر سکتی، ہر شے اس کے مقابلہ میں ذلیل و
خوار ہے، اس نے آسمانوں کو بلند کیا، زمین کو
بچھایا، اور کشادہ فرمایا، جا بجا اس میں پانی کی
نہریں جاری کیں، چشمے بہائے، دریاؤں کو آپس
میں ملایا۔ پھر انہیں پانی سے بھرا ہے، ستاروں

فَانْبَعَ وَمَرَجَ الْبِحَارَ فَانْزَعَ وَ
سَخَّرَ النُّجُوْمَ فَاَطْلَعَ وَاَرْسَلَ
السَّحَابَ فَاَرْتَفَعَ وَنَوَّرَ النُّوْرَ
فَلَمَعَ وَاَنْزَلَ الْغَيْثَ فَهَمَعَ وَكَلَّمَ
مُوْسٰى وَتَجَلّٰى لِلْجَبَلِ فَقَطَعَ وَوَهَبَ
وَنَزَعَ وَضَرَّ وَنَفَعَ وَاَعْطٰى وَمَنَعَ
وَسَنَّ وَشَرَعَ وَفَرَّقَ وَجَمَعَ وَ
اَنْشَاَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ
وَمُسْتَوْدَعٌ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ التَّوَّابُ
الْغَفُوْرُ الْوَهَّابُ الَّذِيْ خَضَعَتْ
لِعَظَمَتِهِ الرِّقَابُ وَذَلَّتْ لِجَبَرُوْتِهِ
الصِّعَابُ وَلَانَتْ لَهُ الشِّدَادُ وَاسْتَدَلَّتْ
بِصَنْعَتِهِ الْاَلْبَابُ وَيُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ
السَّحَابُ وَالْبَرْقُ وَالتُّرَابُ وَالشَّجَرُ
وَالدَّوَابُّ رَبُّ الْاَرْبَابِ وَمُسَبِّبُ
الْاَسْبَابِ وَمُنْزِلُ الْكِتَابِ وَ
خَالِقُ خَلْقِهٖ مِنَ التُّرَابِ غَافِرُ
الذَّنْبِ قَابِلُ التَّوْبِ شَدِيْدُ
الْعِقَابِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ
تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ صَدَقَ اللّٰهُ
الَّذِيْ لَمْ يَزَلْ جَلِيْلًا دَلِيْلًا صَدَقَ
مَنْ حَسْبِيْ بِهٖ كَفِيْلًا صَدَقَ مَنِ
اتَّخَذْتُهٗ وَكِيْلًا صَدَقَ اللّٰهُ الْهَادِيْ
اِلَيْهِ سَبِيْلًا صَدَقَ اللّٰهُ وَمَنْ اَصْدَقُ
مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا صَدَقَ اللّٰهُ وَصَدَقَ
اَنْبِيَاءُهٗ صَدَقَ اللّٰهُ وَصَدَقَتْ اَنْبِيَاءُ
صَدَقَ اللّٰهُ وَجَلَّتْ آلَاؤُهٗ صَدَقَ اللّٰهُ

کو منوّر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو پیدا کر
کے بلند کیا، نور کو شمع زن کیا۔ بادلوں سے پانی برسایا،
اور زمین پر نگاہ ڈالی حضرت موسیٰ سے باتیں کیں، اپنا پاک کلام
انہیں سنایا، کوہ طور پر اپنی تجلّی ڈالی، اپنے
جلوہ سے اسے ریزہ ریزہ کیا، کسی کو عطا کرتا ہے
کسی کو محروم، کوئی فائدہ مند ہے۔ کوئی نقصان پاتا
ہے، کسی کو کچھ دیا ہے کسی کو کچھ، اُس نے شروع
سے کسی کو جُدا کسی کو اکٹھا کر دیا، اس نے ہر شخص کو آدم
سے پیدا کیا۔ اس کی منظم قدرت کے باعث اپنے
ماپوں کی پیٹھ اور ماؤں کے پیٹ میں فرار پکڑا
ان جگہوں میں اسے امانت کے طور پر رکھا ہے
وہ بزرگ اور سچا ہے۔ وہی توبہ قبول کرنے والا اور
بخشنے والا ہے سب گردن کشوں کی گردنیں اس کے
سامنے خم ہیں اس کے جاہ وجلال کے سامنے سب ذلیل وخوار
ہیں ہر سخت دشوار بات اس کے سامنے آسان
ہے۔ عقل مند اس کی صفت سن کر سیدھی راہ حاصل کرتے ہیں
رعد، ابر، برق، چرندے، پرندے سب اس کی تسبیح پڑھتے ہیں
سب کو پیدا کرتا اور سب کا پروردگار ہے، وہی کتاب بھیجنے
والا ہے اور مٹی سے مخلوق کو پیدا کرنے والا ہے وہی گناہ بخشتا اور
توبہ قبول کرتا ہے، وہی عذاب کو بڑھاتا ہے، اس کے سوا کوئی
خدا نہیں، میرا اس پر توکل ہے اور میں اس کی طرف لوٹ کر جانے
والا ہوں، وہی میرا بزرگ اور سچا خدا ہے، وہی ہمیشہ دائم رہنے والا
ہے وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے وہ سچا ہے جو میری کفایت کے لیے
کافی ہے وہ سچا ہے جس کو میں نے اپنا کارساز سمجھ رکھا ہے سچا ہے
اللہ جو اپنے پاس پہنچنے کا خود راستہ بتانیوالا ہے اللہ سچا ہے اور
اللہ سے بڑھ کر سچی بات کہنے والا اور کون ہو سکتا ہے اللہ
سچا ہے اس کی دی ہوئی خبریں سچی ہیں اللہ سچا ہے اور اسکے پیغمبر سچے ہیں

وَصَدَقَتْ اَرْضُهٗ وَسَمَائُهٗ صَدَّقَ
اَلْوَاحِدُ الْقَدِيْمُ اَلْمَاجِدُ الْكَرِيْمُ
الشَّاهِدُ الْعَلِيْمُ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ
اَلشَّكُوْرُ اَلْحَلِيْمُ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا
مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الَّذِیْ
لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ
اَلْحَیُّ الْعَلِيْمُ الْحَیُّ الْكَرِيْمُ اَلْحَیُّ الْبَاقِیْ
اَلْحَیُّ الَّذِیْ لَا يَمُوْتُ اَبَدًا ذُوالْجَلَالِ
وَالْجَمَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْاَسْمَاءِ الْعِظَامِ
وَالْمِنَنِ الْعِظَامِ وَبَلَّغَتِ الرُّسُلُ
الْكِرَامُ بِالْحَقِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا
وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَنَحْنُ عَلٰى
مَا قَالَ رَبُّنَا وَسَيِّدُنَا وَمَوْلَانَا مِنَ
الشَّاهِدِيْنَ وَلِمَا اَلْزَمَ وَاَوْجَبَ غَيْرُ
جَاحِدِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ
صَلٰوتُهٗ عَلٰى سَيِّدِنَا وَسَنَدِنَا مُحَمَّدٍ
خَاتِمِ النَّبِيِّيْنَ وَعَلٰى اَبَوَيْهِ الْمُكَرَّمَيْنِ
سَيِّدِنَا اٰدَمَ وَالْخَلِيْلِ اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى
جَمِيْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَعَلٰى
اَهْلِ بَيْتِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَعَلٰى اَصْحٰبِهِ
الْمُنْتَخَبِيْنَ وَعَلٰى اَزْوَاجِهِ الطَّاهِرَاتِ
اُمَّهَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَلَى التَّابِعِيْنَ
لَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ وَ
عَلَيْنَا مَعَهُمْ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ
الرّٰحِمِيْنَ صَدَقَ اللّٰهُ ذُوالْجَلَالِ
وَالْاِكْرَامِ وَالْعَظَمَةِ وَالسُّلْطَانِ
جَبَّارٌ لَا يُرَامُ عَزِيْزٌ لَا يُضَامُ

اللہ سچا ہے اسکی نعمتیں بڑی ہیں اللہ سچا ہے اور اسکی زمین آسمان سچی شہادت دیتے ہیں اللہ سچا ہے ایک ہمیشگی والا بزرگ کریم بینا دانا معاف کرنے والا مہربان قدردان بردبار۔ کہہ دو کہ اللہ نے سچ فرمایا تم دین ابراہیم پر چلو۔ سچا ہے عظمت والا اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ رحمٰن و رحیم ہے۔

زندہ ہے علم والا ہے صاحب حیات ہے کریم ہے مردہ نہیں غیر فانی ہے ایسا زندہ جس کو کبھی موت نہیں آئے گی بزرگی اور حسن عزت عظمت والے ناموں اور بڑے بڑے احسانوں والا ہے۔ اس کے معزز پیغمبروں نے اس کا پیغام ٹھیک ٹھیک پہنچا دیا اللہ کی طرف سے رحمت اور سلامتی ہو ہمارے آقا اور پیغمبروں پر ہم اپنے مالک آقا اور مولا کے قول کے گواہ ہیں اور جو کچھ اس نے فرض اور واجب کیا ہے اس کے منکر نہیں ہیں حمد ہے اس خدا کو جو مالک جہان کا ہے۔

اس کی رحمت ہو ہمارے آقا اور پشت پناہ محمد خاتم الانبیاء پر اور آپ کے دو محترم داداؤں یعنی حضرت آدم اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ پر اور حضور کے تمام پیغمبر بھائیوں پر اور اہل بیت پاک پر اور برگزیدہ صحابیوں پر اور پاک بی بیوں پر جو مسلمانوں کی مائیں تھیں اور خوبی کے ساتھ صحابہ کی پیروی کرنے والوں پر روز قیامت تک اور ان کے ساتھ ہم پر بھی اے رحم کرنے والے سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہم پر رحم فرما۔

سچا ہے اللہ بزرگی عزت اور حکومت والا وہ ایسا طاقت ور ہے کہ اس کو زیر کرنے کا ارادہ نہیں کیا جا سکتا غالب ہے کہ اس پر ظلم نہیں کیا جا

قَيُّوْمٌ لَا يَنَامُ لَهُ اَلْاَفْعَالُ الْكِرَامُ
وَالْمَوَاهِبُ الْعِظَامُ وَالْاَيَادِي الْجِسَامُ
وَالْاَنْعَامُ وَالْكَمَالُ وَالتَّمَامُ يُسَبِّحُ
لَهُ الْمَلَائِكَةُ الْكِرَامُ وَالْبَهَائِمُ
وَالْهَوَامُّ وَالرِّيَاحُ وَالْغَمَامُ وَالضِّيَاءُ
وَالظَّلَامُ وَهُوَ اللّٰهُ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ
وَنَحْنُ عَلٰى مَا قَالَ اللّٰهُ رَبُّنَا جَلَّ ثَنَاءُهُ وَ
تَقَدَّسَتْ اَسْمَاءُهُ وَجَلَّتْ اَلَآؤُهُ وَ
شَهِدَتْ اَرْضُهُ وَسَمَآؤُهُ وَنَطَقَتْ بِهٖ
رُسُلُهُ وَاَنْبِيَاءُهُ شَاهِدُوْنَ شَهِدَ اللّٰهُ
اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ
قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰهَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ
اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَنَحْنُ بِمَا
شَهِدَ اللّٰهُ رَبُّنَا وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ
مِنْ خَلْقِهٖ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ شَهَادَةً
شَهِدَ بِهَا الْعَزِيْزُ الْحَمِيْدُ وَدَانَ بِهَا
الْمُؤْمِنُ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ وَاَخْلَصَ
بِالشَّهَادَةِ لِذِي الْعَرْشِ الْمَجِيْدِ
يَرْفَعُهَا بِالْعَمَلِ الصَّالِحِ الرَّشِيْدِ
يُعْطِيْ قَائِلَهَا الْخُلُوْدَ فِيْ جَنَّاتٍ ذَاتِ
سِدْرٍ مَخْضُوْدٍ وَطَلْحٍ مَنْضُوْدٍ وَ
ظِلٍّ مَمْدُوْدٍ وَمَآءٍ مَسْكُوْبٍ يُرَافِقُ
فِيْهَا النَّبِيِّيْنَ الشُّهُوْدَ وَالرُّكَّعَ السُّجُوْدَ
وَبَاذِلِيْنَ فِيْ طَاعَتِهٖ غَايَةَ الْمَجْهُوْدِ
اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا بِهٰذَا التَّصْدِيْقِ صَادِقِيْنَ
وَبِهٰذَا الصِّدْقِ شَاهِدِيْنَ وَبِهٰذَا الشَّهَادَةِ
مُؤْمِنِيْنَ وَبِهٰذَا الْاِيْمَانِ مُوَحِّدِيْنَ وَ

مکتا جہاں کا ناظم ہے جو کبھی نہیں سوتا اس کے لئے مخصوص
ہیں بزرگی والے کام بڑی بڑی بخششیں زبردست احسان
اور انعام اور (ہر وصف میں) کمال اور (ہر فعل کی) تکمیل اس
کی پاکی بیان کرتے ہیں معزز فرشتے اور چوپائے
اور کیڑے مکوڑے اور ہوائیں اور بادل اور روشنی اور
تاریکی وہی ہے اللہ حاکم اعلیٰ ہر عیب سے پاک ہر نقص سے
سالم اللہ ہمارا رب ہے اس کی تعریف بڑی ہے اس کے
نام پاک ہیں احسان بڑے ہیں ہم اس کے قول کی شہادت
دیتے ہیں زمین و آسمان بھی اس کے شاہد ہیں اور
پیغمبروں اور نبیوں نے بھی یہی شہادت دی ہے اور فرشتے
اور اہل علم شاہد ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عدل
پر قائم ہے وہی غالب حکمت والا ہے۔
اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین صرف اسلام ہے ہمارے
رب نے ملائکہ نے اور اہل علم نے جو کچھ شہادت دی
ہم بھی وہی شہادت دیتے ہیں۔ یہ شہادت اللہ نے
خود دی اور اسی شہادت کے سبب مومن معاف
کرنے والے مہربان اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور
مالک عرش برتر خدا کے لیے اس شہادت کو خلوص
سے ادا کرتا ہے اللہ اس شہادت کو اچھے اور ہدایت
والے اعمال کی وجہ سے بلند مرتبہ کر دیتا ہے اور
اس کے قائل کو بہشت میں بقاء دوام عطا فرماتا ہے،
بہشت بھی جہاں کی بیریاں بے خار ہیں، تہ برتہ وسیع سایہ
اور رواں پانی ہے مومن اس بہشت میں ان انبیاء کے ساتھ
رہے گا۔ جو شہادت دینے والے اور رکوع و سجود کرنے والے اور
اطاعت خدا میں اپنی انتہائی کوشش خرچ کرنے والے
تھے الٰہی ہم کو اس تصدیق کی وجہ سے صادق بنا دے،
اور اس سچائی کا گواہ کر دے اور اس شہادت پر ایمان لانے

بِهٰذَا التَّوْحِيْدِ مُخْلِصِيْنَ وَبِهٰذَا الْاِخْلَاصِ
مُوْقِنِيْنَ وَبِهٰذَا الْاِيْقَانِ عَارِفِيْنَ وَ
بِهٰذَا الْمَعْرِفَةِ مُعْتَرِفِيْنَ وَبِهٰذَا
الْاِعْتِرَافِ مُنِيْبِيْنَ وَبِهٰذَا الْاِنَابَةِ
فَائِزِيْنَ وَفِيْمَا لَدَيْكَ رَغِبِيْنَ وَلِمَا عِنْدَكَ
طَالِبِيْنَ وَبِاَهْلِ مَلٰٓئِكَةِ الْكِرَامِ
الْكَاتِبِيْنَ وَاحْشُرْنَا مَعَ النَّبِيِّيْنَ الصِّدِّيْقِيْنَ
وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِمَّنْ
اِسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِيْنُ فَشَغَلَتْهُ بِالدُّنْيَا
عَنِ الدِّيْنِ فَاَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِيْنَ وَفِي
الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ وَاَوْجِبْ لَنَا
الْخُلُوْدَ فِيْ جِنَانِ النَّعِيْمِ بِرَحْمَتِكَ يَا
اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَ
اَنْتَ لِلْحَمْدِ اَهْلٌ وَاَنْتَ الْحَقِيْقُ
بِالْمِنَّةِ ثُمَّ الْفَضْلِ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى
تَتَابُعِ اِحْسَانِكَ وَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى
تَوَاتُرِ اِنْعَامِكَ وَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى تَرَادُفِ
اِمْتِنَانِكَ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَطَفْتَ عَلَيْنَا
قُلُوْبَ الْاٰبَآءِ وَالْاُمَّهَاتِ صِغَارًا وَ
ضَاعَفْتَ عَلَيْنَا نِعَمَكَ كِبَارًا وَوَالَيْتَ
اِلَيْنَا بِاٰلَآئِكَ صِغَارًا وَجَهِلْنَا وَمَا عَاجَلْتَنَا
صِرَارًا فَلَكَ الْحَمْدُ اِذَا الْهَمْتَنَا مِنَ
الْخَطَاءِ اِسْتِغْفَارًا وَلَكَ الْحَمْدُ فَاَرْزُقْنَا
جَنَّةً وَاَجِرْنَا عَنَّا بِعَفْوِكَ نَارًا اَللّٰهُمَّ
اِنَّا نَحْمَدُكَ سِرًّا وَجِهَارًا وَنَشْكُرُكَ
مَحَبَّةً وَاِخْتِيَارًا فَلَا تَهْتِكْنَا يَوْمَ
الْبَعْثِ فَتَجْعَلَنَا بَيْنَ الْعَالَمِيْنَ عَارًا وَ

والا کردے اور اس ایمان کے ذریعے سے ہم کو موحّد بنا دے
اور اس توحید میں ہم کو مخلص کردے اور اخلاص کی وجہ سے اہل یقین کردے
اور یقین کی وجہ سے عارف کردے اور اس معرفت کا شنا سا بنا دے
اور اس اعتراف کی وجہ سے اپنی طرف رجوع کرنے والا کردے اور
اس کی توبہ کی وجہ سے ہم کو کامیاب اور اپنے ثواب کی طرف
راغب اور جزا کا طالب بنا دے اور عزت والے اعمال نامے لکھنے والے
فرشتوں پر ہم کو بطور فخر پیش کر اور پیغمبروں صدیقوں شہیدوں اور
صالح اعمال رکھنے والوں کے ساتھ ہمارا حشر کر اور ان لوگوں
میں سے ہمارا شمار نہ کر جن کو شیاطین نے اپنی طرف مائل کر لیا
ہے اور دنیا کے عوض دین سے روک دیا ہے نتیجہ میں کم
پشیمان اور آخرت میں خسارہ یاب ہو گئے اے ارحم الراحمین اپنی
رحمت سے راحت کی جنتوں میں ہمارا دوامی لقاء لازم فرما
الٰہی تیرے لئے ستائش ہے اور تو تعریف ہی کا مستحق ہے اور
احسان و فضل کرنے کا بھی اہل ہے تیرے لئے حمد ہے
تیرے پیہم احسان پر اور تیرے لئے حمد ہے تیرے مسلسل
انعام پر اور تیرے لئے حمد ہے تیرے متواتر فضل پر
الٰہی تو نے ہی ایام طفلی میں ماں باپ کے دلوں
کو ہم پر مہربان بنایا اور بڑے ہونے کے زمانہ
میں تو نے ہم کو گوناگون نعمتیں عطا کیں اور اپنی خیر
کی پیہم بارش ہم پر کی ہم پھر بھی ناشنا سا
رہے لیکن تو نے ہماری گرفت فوری نہیں کی تیرے
لئے حمد ہے کہ تو نے گناہ سے استغفار کرنے کا ہمارے
دل میں ڈالا تیرے لئے حمد ہے ہم کو جنت نصیب
فرما، اور اپنی مغفرت سے دوزخ کو ہم سے چھپا دے
الٰہی ہم ظاہر و باطن تیری حمد کرتے ہیں اور دلی رغبت
و اختیار سے تیرا شکر کرتے ہیں۔ حشر کے دن ہمارا
پردہ فاش کر کے اقوام کے سامنے ہم کو تنگ نہ بنانا

لَا تَفْضَحْنَا بِسُوْءِ اَفْعَالِنَا يَوْمَ لِقَاءِكَ
فَتُكْسِنَا ذِلَّةً وَ اِنْكِسَارًا بِرَحْمَتِكَ يَا
اَرْحَمَ الرَّحِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا
هَدَيْتَنَا لِلْاِسْلَامِ وَعَلَّمْتَنَا الْحِكْمَةَ وَ
الْقُرْاٰنَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَلَّمْتَنَا قَبْلَ رَغْبَتِنَا
فِيْ تَعْلِيْمِهٖ وَ مَنَنْتَ بِهٖ عَلَيْنَا قَبْلَ عِلْمِنَا
بِمَعْرِفَتِهٖ وَخَصَصْتَنَا بِهٖ قَبْلَ مَعْرِفَتِنَا
بِفَضْلِهٖ اَللّٰهُمَّ فَاِذَا كَانَ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِكَ
لُطْفًا بِنَا وَ اِمْتِنَانًا عَلَيْنَا مِنْ غَيْرِ حِيْلَتِنَا
وَلَا قُوَّتِنَا فَهَبْ لَنَا اَللّٰهُمَّ رِعَايَةَ حَقِّهٖ وَ
حِفْظَ اٰيَاتِهٖ وَعَمَلًا بِحُكْمِهٖ وَ اِيْمَانًا مُشْتَبِهًا بِهٖ
وَهُدًى فِيْ تَدَبُّرِهٖ وَتَفَكُّرًا فِيْ اَمْثَالِهٖ
وَمُعْجِزَاتِهٖ وَتَبْصِرَةً فِيْ نُوْرِهٖ وَ حُكْمِهٖ
لَا تُعَارِضُنَا الشُّكُوْكُ فِيْ تَصْدِيْقِهٖ وَ لَا
يَخْتَلِجُنَا الزَّيْغُ فِيْ قَصْدِ طَرِيْقِهٖ اَللّٰهُمَّ
انْفَعْنَا بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَ بَارِكْ لَنَا فِيْ
الْاٰيَاتِ وَالذِّكْرِ الْعَظِيْمِ وَ تَقَبَّلْ مِنَّا
اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ
اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ
الرّٰحِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ الْقُرْاٰنَ رَبِيْعَ
قُلُوْبِنَا وَشِفَاءَ صُدُوْرِنَا وَجِلَاءَ اَحْزَانِنَا
وَذَهَابَ هُمُوْمِنَا وَغُمُوْمِنَا وَسَاءِقَنَا
وَقَائِدَنَا وَدَلِيْلَنَا اِلَيْكَ وَ اِلٰى جَنَّاتِكَ
جَنَّاتِ النَّعِيْمِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ
الرّٰحِمِيْنَ ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ الْقُرْاٰنَ لِقُلُوْبِنَا
ضِيَاءً وَلِاَبْصَارِنَا جِلَاءً وَلِاَسْقَامِنَا
دَوَاءً وَ لِذُنُوْبِنَا مُمَحِّصًا وَمِنَ النَّارِ

اور اپنی پیشی کے دن ہم کو بداعمالی کی وجہ سے رسوا کرکے
ذلت اور خواری کا لباس ہم کو نہ پہنا نا اے ارحم الراحمین اپنی
رحمت سے اس دعا کو قبول فرما ۔ الٰہی تیرے لئے حمد ہے
کہ تونے ہم کو اسلام کا رستہ بتایا ، اور حکمت و قرآن کی تعلیم
دی ، الٰہی تونے ہم کو قرآن سکھایا جب کہ ہم کو اسکے سیکھنے
کی رغبت نہ تھی اور تونے قرآن سکھا کر ہم پر احسان کیا کہ ہم کو
اس کی معرفت کا علم بھی نہ تھا اور تونے خصوصیت کے
ساتھ ہم کو قرآن عطا کیا جب کہ ہم اسکے فضل سے واقف
بھی نہ تھے جب یہ سب کچھ محض تیرے فضل سے ہماری
قوت کے بغیر ہم پر مہربانی اور احسان ہوا ہے تو ہم کو عطا فرما
اور اس کے حق کی نگہداشت اسکی آیات کی یاداشت اور
اس کے حکم پر عمل اور متشابہ پر ایمان اس پر غور کرنے کا صحیح راستہ اور
اسکی امثال اور معجزہ عطا فرما ، اس کے نور اور حکم کو دیکھنے کی نگاہ
اس کی تصدیق میں ہم کو شہادت عارض نہ ہوں اور اس کے
سیدھے راستوں میں ہمارے دلوں کے اندر کجی کا خیال
نہ کھٹکے الٰہی ہم کو قرآن عظیم سے نفع عطا فرما ۔ ہم کو اسکی آیات
اور پُر حکمت نصیحتوں میں برکت عنایت کر اور ہم سے قبول فرما
تو بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے ہماری طرف رجوع رحمت کر
کیونکہ یقیناً تو ہی توبہ قبول کرنے والا رحیم ہے اے ارحم الراحمین اپنی
رحمت سے ایسا کردے الٰہی قرآن کو ہمارے دلوں کی بہار ہمارے سینوں
کو شفا دینے والا ہمارے غموں کو زائل کرنے والا ہمارے افکار
واندوہ کو دور کرنے والا ہم کو تیری طرف اور تیری راحت والی
جنتوں کی طرف چلانے والا کھینچنے والا اور راستہ بتانے والا
بنا دے ، اے ارحم الراحمین اپنی رحمت سے ایسا کر دے
الٰہی قرآن کو ہمارے دلوں کے لئے روشنی اور
ہماری آنکھوں کا نور ، ہماری بیماریوں کی شفاء اور ہم کو
گناہوں سے چھڑانے والا اور دوزخ سے نجات دینے

مُخْلِصًا ، اَللّٰهُمَّ اَكْسُنَا بِهِ الْحُلَلَ وَ
اَسْكِنَّا بِهِ الظُّلَلَ وَ اَسْبِغْ عَلَيْنَا النِّعَمَ
وَادْفَعْ بِهِ عَنَّا النِّقَمَ وَاجْعَلْنَا بِهِ
عِنْدَ الْجَزَاءِ مِنَ الْفَائِزِيْنَ وَعِنْدَ
النَّعْمَاءِ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ وَعِنْدَ الْبَلَاءِ مِنَ
الصَّابِرِيْنَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِمَّنْ اِسْتَهْوَتْهُ
الشَّيَاطِيْنُ فَشَغَلَتْهُ بِالدُّنْيَا عَنِ الدِّيْنِ
فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا
اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ
الْقُرْاٰنَ بِنَا كَالًّا وَلَا الصِّرَاطَ بِنَا
زَائِلًا وَلَا نَبِيَّنَا وَسَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
الْقِيَامَةِ عَنَّا مُعْرِضًا وَلَا مُوَلِّيًا
اِجْعَلْهُ يَا رَبَّنَا يَا خَالِقَنَا يَا رَازِقَنَا
لَنَا شَافِعًا وَمُشَفَّعًا وَاَوْرِدْنَا حَوْضَهُ
كَوْثَرًا وَاسْقِنَا مَشْرَبًا رَوِيًّا سَائِغًا
هَنِيْئًا لَا نَظْمَاءُ بَعْدَهُ اَبَدًا غَيْرَ
خَزَايَا وَلَا نَاكِسِيْنَ وَلَا جَاهِدِيْنَ
وَلَا مَغْضُوْبٍ عَلَيْنَا وَلَا الضَّآلِّيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ .
اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِالْقُرْاٰنِ الَّذِيْ رَفَعْتَ
مَكَانَهُ وَشَبَّتْ اَرْكَانَهُ وَاَيَّدْتَ
سُلْطَانَهُ وَبَثَثْتَ بَرَكَاتِهِ وَجَعَلْتَ
اللُّغَةَ الْعَرَبِيَّةَ الْفَصِيْحَةَ لِسَانَهُ وَ
قُلْتَ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهُ ثُمَّ
اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ وَهُوَ اَحْسَنُ كُتُبِكَ
نِظَامًا وَاَوْضَحُهَا كَلَامًا وَاَبْيَنُهَا

والا بنا دے اے اللہ اُس کے ذریعہ سے ہم کو بہشتی جوڑے
پہنا ہم کو (قیامت کے دن) سایہ میں رکھ ہم کو پوری پوری
نعمتیں عطا فرما اور ہم سے عذاب کو دفع کر بدلا دینے کے وقت
ہم کو کامیاب ہونے والوں میں شامل کر راحت کے وقت
شکر گزار اور مصیبت کے وقت صابر بنا اور اے اللہ
ہم کو ان لوگوں میں سے نہ کر دینا جن کو شیطان نے اپنی
طرف مائل کر لیا ہے اور دین چھڑا کر دینا میں انہیں مشغول
کر دیا ہے جس کی وجہ سے وہ نقصان اٹھانے والے بن گئے
اے ارحم الراحمین یہ دعا اپنی رحمت سے قبول فرما، اے
اللہ قرآن کو ہمارے حق میں برائی نہ بنا اور نہ پل صراط کو
ہمارا پھسلانے والا بنا، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت
کے دن ہم سے اعراض کرنے والا اور منہ موڑنے والا نہ بنا
بلکہ اے ہمارے رب اے ہمارے خالق اور اے
ہمارے رازق ان کو ہمارے لیے ایسا سفارش کرنے
والا بنا دے جن کی سفارش قبول کی جائے اور ہم کو انکے
حوض کوثر پر حاضر کر اور الٰہی انکے جام سے ہم کو سیراب کن
خوش گوار اور مبارک شربت پلا جس کے بعد کبھی ہم پیاسے
نہ ہوں اور نہ خوار ہوں اور نہ ذلیل ہوں نہ انکار کرنے والے ہوں
اور نہ قابل غصہ ہوں اور نہ گمراہ ہوں اے ارحم الراحمین!
اپنی رحمت سے یہ سب چیزیں عنایت کر، اے اللہ
اس قرآن کے ذریعہ ہمیں فائدہ پہنچا، جس کا آپ نے مرتبہ
بلند کیا جس کے فرائض قائم کئے اور جس کی دلیل مضبوط
بنائی، اور جس کی برکتیں ظاہر فرمائیں، اور فصیح عربی
لغت سے اس کی زبان بنائی اور کہا تو نے جب ہم اس کو
پڑھیں (اے محمد) آپ اس کی پیروی کریں اس کا بیان
ہمارے ذمہ ہے اور قرآن کی ترتیب نیز سب کتابوں
سے اچھی ہے اور کلام سب سے زیادہ واضح ہے اور

حَلَالًا وَحَرَامًا مُحْكَمُ الْبَيَانِ ظَاهِرُ
الْبُرْهَانِ مَحْرُوسٌ مِنَ الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ
فِيهِ وَعْدٌ وَوَعِيدٌ وَتَخْوِيفٌ وَتَهْدِيدٌ
لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا
مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ
اَللّٰهُمَّ فَأَوْجِبْ لَنَا بِهِ الشَّرَفَ وَالْمَزِيدَ
وَأَلْحِقْنَا بِكُلِّ سَعِيدٍ وَاسْتَعْمِلْنَا فِي
الْعَمَلِ الصَّالِحِ الرَّشِيدِ إِنَّكَ أَنْتَ
الْقَرِيبُ الْمُجِيبُ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ
اَللّٰهُمَّ فَكَمَا جَعَلْتَنَا بِهِ مُتَصَدِّقِينَ
وَفِيهِ مُحَقِّقِينَ فَاجْعَلْنَا بِتِلَاوَتِهِ
مُنْتَفِعِينَ وَذِي لَذَّةٍ نَطَّابِينَ
مُسْتَمِعِينَ وَبِمَا فِيهِ مُبَصَّرِينَ وَ
لِأَحْكَامِهِ جَامِعِينَ وَلِأَوَامِرِهِ وَ
نَوَاهِيهِ خَاضِعِينَ وَعِنْدَ تَشَابُهِهِ
مِنَ الْفَائِزِينَ وَثَوَابِهِ حَائِزِينَ وَ
لَكَ فِي جَمِيعِ شُهُورِنَا ذَاكِرِينَ وَ
إِلَيْكَ فِي جَمِيعِ أُمُورِنَا رَاجِعِينَ
وَاغْفِرْ لَنَا فِي لَيْلَتِنَا هٰذِهِ أَجْمَعِينَ
بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ اَللّٰهُمَّ
اجْعَلْنَا مِنَ الَّذِينَ حَفِظُوا الْقُرْآنَ
حُرْمَتَهُ لَمَّا حَفِظُوهُ وَعَظَّمُوا مَنْزِلَتَهُ
لَمَّا سَمِعُوهُ وَتَأَدَّبُوا بِآدَابِهِ لَمَّا
حَضَرُوهُ وَالْتَزَمُوا حِكَمَهُ لَمَّا فَارَقُوهُ
وَأَحْسَنُوا جِوَارَهُ لَمَّا جَاوَرُوهُ وَأَرَادُوا
بِتِلَاوَتِهِ وَجْهَكَ الْكَرِيمَ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ
فَوَصَلُوا بِهِ إِلَى الْمُقَامَاتِ الْفَاخِرَةِ

حلال وحرام کو سب سے زیادہ کھول کر بیان کرنیوالا ہے
بیان کے اعتبار سے محکم ہے اس کی دلیل ظاہر ہے وہ کمی بیشی
سے محفوظ ہے اسکے اندر وعدے اور وعیدیں ہیں، اسکے اندر خوف
دلانا بھی ہے اور دھمکیاں بھی ہیں اس میں کسی جانب سے بھی اگر جھوٹ
شامل نہیں ہوا وہ خدا کی طرف سے اتاری ہوئی کتاب ہے،
اے اللہ تو اس کے ذریعہ ہمارے لئے شرف اور زیادتی ثواب
کو لازم کردے اور ہم کو ہر خوش نصیب آدمی کے ساتھ شامل کردے
اور ہم سے نیک اور ہدایت کے کام کرا بے شک تو نزدیک
ہے قبول کرنے والا ہے اپنی رحمت سے اس دعا کو قبول
فرما، اے اللہ جیسا کہ آپ نے ہمیں قرآن کی تصدیق کرنے
والا بنایا اور جو کچھ اس میں ہے اسکو حق سمجھنے والا بنایا، اسی
طرح اس کی تلاوت سے نفع اٹھانے والا بنادے اور اسکے
لذیذ خطاب کو سننے والا کردے اور جو کچھ اس میں ہے
اس سے نصیحت حاصل کرنے والا بنا، اور اس کے احکام پر عمل
کرنے والا بنا اور اس کے اوامر و نواہی کے سامنے جھکنے والا بنا
اور اس کے پورا کرنے کے بعد بامراد کر اور اسکے ثواب کو حاصل
کرنے والا بنا اور تمام مہینوں میں اپنا ذکر کرنے والا بنا اور
اپنی ہی جانب ہر معاملہ میں ہم کو رجوع کرنے والا بنا، اور
ہم سب کی اس رات میں مغفرت کردے، اے ارحم الراحمین
اپنی رحمت کے ذریعہ معاف فرما، اے اللہ ہم کو ان لوگوں
میں شامل کردے جنہوں نے قرآن کی عزت کی کہ اس کو
حفظ کرنے کے بعد اور اس کی تعظیم کی سننے کے بعد
اور جب اس کے سامنے آئے تو اس کے آداب کا لحاظ
کیا اور جب جدا ہوئے تو اس کے احکام کو مضبوطی سے
تھاما، اور اس کا حق رفاقت ادا کیا جب انہوں نے ان کو
ساتھ لیا اور اس کے پڑھنے سے تیری رضامندی اور آخرت
چاہی پس وہ اسی قرآن کے ذریعے اعلیٰ مقامات کو پہنچا

اَجْعَلْنَا بِهٖ وَمِمَّنْ فِيْ دَرَجِ الْجَنَانِ
يَرْتَقِيْ وَ بِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ وَهُوَ رَاضٍ عَنْهُ يَلْتَقِيْ
فَلْمُتَشَفِّعُ بِالْقُرْاٰنِ غَيْرَ شَقِيٍّ
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ -
اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا خَتْمَةً مُبَارَكَةً
عَلٰى مَنْ قَرَءَ اَوْ حَضَرَ هَا وَسَمِعَهَا
وَاَمَّنَ عَلٰى دُعَاءِهَا وَاَنْزِلِ اللّٰهُمَّ مِنْ
بَرَكَاتِهَا عَلٰى اَهْلِ الدَّوْرِ فِيْ دُوْرِهِمْ وَ
عَلٰى اَهْلِ الْقُصُوْرِ فِيْ قُصُوْرِهِمْ وَعَلٰى
اَهْلِ الثُّغُوْرِ فِيْ ثُغُوْرِهِمْ وَعَلٰى
اَهْلِ الْحَرَمَيْنِ فِيْ حَرَمَيْهِمْ مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ اَللّٰهُمَّ وَاَهْلُ الْقُبُوْرِ مِنْ
اَهْلِ مِلَّتِنَا اَنْزِلْ عَلَيْهِمْ فِيْ قُبُوْرِهِمُ
الضِّيَاءَ وَالْفُسْحَةَ وَجَازِهِمْ بِالْاِحْسَانِ اِحْسَانًا
وَبِالسَّيِّئَاتِ غُفْرَانًا وَارْحَمْنَا اِذَا صِرْنَا
اِلٰى مَا صَارُوْا اِلَيْهِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ
الرّٰحِمِيْنَ - اَللّٰهُمَّ يَا سَابِقَ الْفَوْتِ وَ
يَا سَامِعَ الصَّوْتِ وَيَا كَاسِيَ الْعِظَامِ
بَعْدَ الْمَوْتِ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ
مُحَمَّدٍ وَلَا تَدَعْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ
الشَّرِيْفَةِ الْمُبَارَكَةِ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ
وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا كَرْبًا اِلَّا
نَفَّسْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا كَشَفْتَهٗ وَلَا سُوْءً
اِلَّا صَرَفْتَهٗ وَلَا مَرِيْضًا اِلَّا شَفَيْتَهٗ
وَلَا مُبْتَلًى اِلَّا عَافَيْتَهٗ وَلَا ذَا
اِسَاءَةٍ اِلَّا اَقَلْتَهٗ وَلَا حَقًّا اِلَّا

اس قرآن کے ذریعہ ہم کو جنت کے درجوں پر چڑھنے والوں میں شامل کردے اور ان لوگوں کے ساتھ ہم کو شامل کردے جن سے خوشی کی حالت میں رسول اللہ ملاقات کریں گے، قرآن کی شفاعت ڈھونڈنے والا بدنصیب نہیں ہوتا۔ اے ارحم الراحمین اس دعا کو اپنی رحمت سے قبول فرمادے۔

اے اللہ اس کو برکت والا ختم بنا اس کے پڑھنے والوں کے لیے اور اس وقت حاضر رہنے والوں کے لیے اور ان کے لیے جنھوں نے اس کو سنا اور اس کی دعا پر آمین کہی اے اللہ اس قرآن کی برکتیں گھر والوں پر ان کے گھروں میں اور محل والوں پر ان کے محلات میں نازل فرما۔ اور نازل فرما اے اللہ اس قرآن کی برکتیں سرحد میں جہاد کرنے والوں پر اور حرمین الشریفین میں رہنے والے مومنوں پر۔

اے اللہ ہماری ملت والوں کی قبروں میں روشنی اور فراخی اتار اور ان کی نیکیوں کی اچھی جزا عطا کر اور ان کے گناہوں کو بخش دے اور اے ارحم الراحمین تو اپنی رحمت سے رحم فرما جب کہ ہم چلے جائیں وہ جہاں چلے گئے۔ اے اللہ! اے وہ ذات جو ہر سابق سے سابق ہے، اے آواز کے سننے والے اے وہ ذات جو مرنے کے بعد ہڈیوں کو گوشت کا لباس پہنانے والی ہے رحمت بھیج حضور اکرم اور ان کی آل پر اور اس مبارک رات میں ہمارا کوئی گناہ ایسا نہ چھوڑ جس کو تو نے بخش نہ دیا ہو اور نہ کوئی ایسا غم جس کو تو نے دور نہ کر دیا ہے۔ اور نہ کوئی ایسی سختی جس کو تو نے ہٹا نہ دیا، اور نہ کوئی ایسا رنج جس کو تو نے دفع نہ کر دیا اور نہ کوئی ایسی برائی جس کو تو نے پھیر نہ دیا ہو اور نہ کوئی ایسا مریض جس کو تو نے شفا نہ بخشی ہو اور نہ کوئی ایسا مصیبت زدہ جس کی مصیبت تو نے نہ دور کر دی ہو اور نہ کوئی گنہگار جس کا گناہ تو نے

إِسْتَخْرَجْتَهُ وَلَا غَائِبًا إِلَّا رَدَدْتَهُ
وَلَا عَائِلًا إِلَّا هَدَيْتَهُ وَلَا
وَلَدًا إِلَّا جَبَرْتَهُ وَلَا مَيِّتًا إِلَّا
رَحِمْتَهُ وَلَا حَاجَةً مِنْ حَوَائِجِ
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَكَ فِيهَا رِضَاءٌ وَ
لَنَا فِيهَا صَلَاحٌ إِلَّا أَعَنْتَنَا عَلَى
قَضَائِهَا بِيُسْرٍ مِنْكَ وَعَافِيَةٍ
مَعَ الْمَغْفِرَةِ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ
الرَّاحِمِينَ - اَللّٰهُمَّ عَافِنَا وَاعْفُ عَنَّا
بِعَفْوِكَ الْعَظِيمِ - وَسِتْرِكَ الْجَمِيلِ
وَإِحْسَانِكَ الْقَدِيمِ يَا دَائِمَ الْخَيْرِ
يَا كَثِيرَ الْمَعْرُوفِ وَصَلِّ عَلَى
سَيِّدِنَا وَسَنَدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَعَلَى إِخْوَانِهِ الْأَنْبِيَاءِ وَعَلَى آلِهِ
وَالْمَلَائِكَةِ وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا - رَبَّنَا
آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا
مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا وَوَفِّقْنَا لِعَمَلٍ
صَالِحٍ يُرْضِيكَ عَنَّا بِرَحْمَتِكَ
يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ - اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى
مُحَمَّدٍ كَمَا هَدَيْتَنَا بِهِ مِنَ
الضَّلَالَةِ - اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ
كَمَا اسْتَنْقَذْتَنَا بِهِ مِنَ الْجَهَالَةِ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا بَلَّغَ
الرِّسَالَةَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ
شَمْسِ الْبِلَادِ وَقَمَرِ الْبِهَادِ
وَزَيْنِ الْوِرَادِ وَشَفِيعِ الْمُذْنِبِينَ
يَوْمَ التَّنَادِ - اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ

معاف نہ کر دیا ہو اور نہ کوئی ایسا حق جسکو تو نے نکلوا نہ دیا ہو، اور نہ
کوئی مسافر جس کو تو نے وطن کو نہ لوٹا دیا ہو، اور کسی گنہگار کو بغیر ہدایت
یاب کرنے کے چھوڑا، اور نہ کسی بچہ کو بغیر صالح بنائے اور نہ کسی
مردہ کو بغیر رحمت کیے اور نہ چھوڑ دنیا و آخرت کی کوئی ایسی
حاجت جس سے تو بھی راضی ہو اور ہمارے لیے بھی مفید ہو۔
مگر آپ ہمارے لیے اس کو حاصل کرنا آسان اور
مفید اور باعث بخشش بنا کر چھوڑیں اے ارحم الراحمین
ہماری یہ دعا آپ اپنی رحمت سے قبول فرمائیں۔
اے اللہ! ہمیں عافیت عطا کر، اور اپنے عفو عظیم سے ہمیں معاف
کر اور ہمیں عافیت عطا کر اپنے عمدگی سے گناہوں کے
ڈھانکنے کے ذریعہ اپنے قدیم احسان کے ساتھ اے بہت
بہت ہی بھلائی اور نیکی والے رحمت نازل فرما ہمارے
آقا و سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کے تمام
پیغمبر بھائیوں پر اور ان کی اولاد پر اور ملائکہ پر اور ان سب
پر اپنی سلامتی کر۔ اے ہمارے رب ہم پر اپنی جانب سے
رحمت کر اور ہم کو ہمارے کام کی درستگی عنایت کر،
اور ہم کو اس نیک عمل کی توفیق دے۔ جس پر آپ
راضی ہوں، اے ارحم الراحمین اپنی رحمت سے اس
دعا کو قبول فرما۔ اے اللہ رحمت بھیج حضرت محمد صلی اللہ علیہ
وسلم پر کہ تو نے ان کے ذریعہ ہم کو گمراہی سے نکالا اے اللہ
رحمت نازل کر حضور اکرم پر کہ ان کے ذریعہ تو نے ہم کو
جہالت سے نکالا اے اللہ رحمت حضور اکرم پر جس طرح
انھوں نے رسالت کا فرض ادا کیا، اے اللہ! رحمت نازل
فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو شہروں
کے آفتاب ہیں زمین کے مہتاب ہیں اور قیامت کی
زینت ہیں اور قیامت کے دن گنہگاروں کی شفاعت
کرنے والے ہیں۔ اے اللہ حضور اکرم پر اور ان کی اولاد

وَعَلٰى ذُرِّيَّتِهٖ وَجَمِيْعِ صَحَابَتِهٖ
الَّذِيْنَ قَامُوْا بِنُصْرَتِهٖ وَجَرَوْا عَلٰى
سُنَّتِهٖ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ
الرّٰحِمِيْنَ - اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى
مُحَمَّدِ نِ الَّذِيْ بِالْحَقِّ بَعَثْتَهٗ وَ
بِالصِّدْقِ نَعَتَّهٗ وَبِالْحِلْمِ وَسَمْتَهٗ
بِاَحْمَدَ سَمَّيْتَهٗ وَفِي الْقِيَامَةِ فِيْ
اُمَّتِهٖ شَفَّعْتَهٗ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى
مُحَمَّدٍ مَا نَهَرَتِ النُّجُوْمُ وَ
صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ مَا تَلَاحَتِ
الْغُيُوْمُ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ يَا
حَيُّ يَا قَيُّوْمُ - اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى
مُحَمَّدٍ مَا ذُكِرَهُ الْاَبْرَارُ وَ
صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ مَا اخْتَلَفَ الَّيْلُ
وَالنَّهَارُ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ
عَلَى الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ بِرَحْمَتِكَ
يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ .

پر اور ان کے کل صحابہ پر جنہوں نے دین کی مدد کی اور
سنتِ رسول پر عمل پیرا ہوئے اپنی رحمت نازل فرما
یا اللہ دعا کو اپنی رحمت سے قبول فرما لیں۔
اے اللہ! رحمت نازل فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ
وسلم پر جن کو تو نے سچا دین دے کر بھیجا اور تو نے ان
کی عمدہ تعریف کی اور بردباری ان کی علامت بنائی اور
احمد کا نام رکھا اور قیامت کے دن امت کے بارے
میں تو ان کی سفارش قبول کرے گا - اے اللہ! حضور
اکرم پر جب تک ستارے روشن ہیں رحمت نازل
فرما اور رحمت بھیج ان پر جب تک بادل جمع ہوتے
رہیں اور رحمت بھیج ان پر اے حیّ، اے قیوم،
اے اللہ رحمت نازل فرما حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وسلم پر جب تک نیک لوگ ان کا ذکر کرتے رہیں،
اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرما،
جب تک رات دن کی آمد و رفت قائم ہے، اور اے
ارحم الراحمین - اپنی رحمت نازل فرما، محمد پر اور مہاجرین
اور انصار پر۔

رمضان کی برکتیں اور دعائیں

ماہِ رمضان کی برکتیں:- اے لوگو! ہمارے اوپر رحمت کا دروازہ کھولے، یہ اس مبارک مہینے کی رات ہے" جو ہم سے رخصت ہو رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اسے بلند قدر والا مہینہ اس لیے بنایا ہے کہ اس کے دن روزوں کے لیے اور رات قیام کے واسطے ہے۔ تلاوتِ قرآن کے باعث خدا تم پر اپنی رحمت کے دروازے کھولتا ہے، اور اپنی خوشنودی کا اظہار کرتا ہے۔ رات کو خدا نے سارے سال کے لیے چراغ بنایا ہے۔ تمام انتظام اسلام اور اس کے بڑے بڑے قواعد کا ذریعہ ہے، چونکہ دن روزہ کے لیے اور رات قیام کے لیے ہے، اس لیے خدا نے اس رات کو فضیلت بخشی ہے۔ قرآن کریم اسی رات میں نازل ہوا۔ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول ہونے کے لیے اسی رات دروازہ کھولا جاتا ہے۔ اس رات ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ تمام نیکیاں اسی رات جمع کی جاتی ہیں۔ ہر نقصان دور کیا جاتا ہے۔ اس رات ہر عمل آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے۔ جو اس رات کی قدر و منزلت جانتا ہے، وہی کامیاب ہوتا ہے، اور جو اسے ترک کرے وہ رحمت اور برکت سے دور ہو جاتا

ہے، زیاں کار اور دغاباز ہوتا ہے۔

خدا نے یہ مبارک مہینہ اس لیے بنایا ہے، کہ تمھارے گناہوں سے اس ماہ کی برکت کے باعث تمھیں پاک کرے، تمھاری برائیوں کا کفارہ ادا ہو جائے۔ اس ماہ میں عبادت اور پرہیزگاری کرنے والا نور سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ جو اس کے شرائط پورے کرتا ہے اور اس کے حقوق کو نگاہ میں رکھتا ہے، وہ ہمیشہ خوش رہتا ہے۔ اس ماہ میں فسادی اور فتنہ پرور لوگ بھی پارسا بن جاتے ہیں۔ اہلِ ریاضت و مشقت اس ماہ میں بلند مرتبہ حاصل کرتے ہیں، کیوں کہ اس ماہ میں ویران دل آباد ہو جاتے ہیں، سب گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ مسجدوں میں بہت سے لوگ جمع ہوتے ہیں، مالک غلاموں کو آزاد کرتے ہیں۔ اس مہینہ میں مسجدیں خوب آباد ہوتی ہیں، قندیلوں کی روشنی سے مسجدیں منور ہوتی ہیں۔ تلاوت قرآن سے دلوں کو سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے، روزہ داروں کی توبہ اور استغفار کے باعث فرشتے مسجدوں کے نور کو اور زیادہ کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ ایسا مہربان ہے کہ افطار کے وقت چھ لاکھ گردنوں کو دوزخ کی آگ سے رہائی بخشتا ہے۔ اس رات میں خدا کی برکت نازل ہوتی ہے، بزرگی حاصل کرنے کے لیے صدقے دیئے جاتے ہیں۔ گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ خدائے تعالےٰ اپنے بندوں کی تمام لغزشیں معاف کر دیتا ہے۔ تمام آسیب دور ہو جاتے ہیں، درجے بلند کیے جاتے ہیں۔ خوفِ الٰہی سے جو لوگ اس ماہ میں روتے ہیں، خدا ان کے آنسوؤں پر رحم کرتا ہے۔ نیک بخت اور خوب صورت حوریں انھیں آواز دے کر بلاتی ہیں، کہ اے روزہ دار شب بیدار مرد اور عورتو! تم سب کو خوش خبری ہو کہ خدا نے تمھارے لیے بھلائیاں تیار کر رکھی ہیں، تم پر اس قدر رحمتیں نازل کی ہیں کہ تم ان میں چھپ گئے ہو۔ زمین اور آسمان کے لوگ تم پر خوش ہیں۔

نصیحت:- اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص قبر میں جانے سے قبل اپنے نفس کو خدا کی عبادت کے لیے تیار کر لیتا ہے، خدا اس سے راضی ہو جاتا ہے۔ جو شخص گزشتہ اور آئندہ کے خیالات ترک کر کے آج ہی خدا کی عبادت میں لگ جائے وہ اپنے لیے آخرت کا سامان مہیا کر لیتا ہے۔ جو اس میں غفلت نہیں کرتا وہ اپنی ساری عمر اپنے لیے آخرت کا توشہ جمع کرنے میں مشغول رہتا ہے۔

رمضان کا جانا:- جب یہ مہینہ رخصت ہو رہا ہو، تو اس پر جزع فزع کریں، اور سلام بھیجیں۔ بڑی اچھی طرح اسے رخصت کریں۔ اے ماہِ رمضان! تجھ پر سلامتی ہو یعنی اے روزہ رکھانے والے مہینے اور رات کو جگانے اور تلاوتِ قرآن کرنے والے مہینے تجھ پر سلام ہو۔ اے گناہوں سے خلاصی بخشنے والے مہینے تجھ پر سلام ہو۔ اے برکت اور نیکی کے مہینے تجھ پر سلام ہو۔ اے بخشوں اور خوشنودی کے مہینے تجھ پر سلام ہو۔ اے بزرگی اور عبادت کے مہینے روزہ داری، تہجد گزاری، تراویح اور نورانی چراغوں کے مہینے تجھ پر سلام ہو۔ اے عارفوں اور وصیت کرنے والوں کے فخر، اے دوستوں کے نور، اے عابدوں کے ضیا اور ہمارے مبارک مہینے تو ایسا نہیں کہ تجھے رخصت کیا جائے، مگر تو ہم سے رخصت ہو رہا ہے۔ یہ جدائی ہمیں گوارا نہیں، مگر اس صورت میں ہم تجھے رخصت کرتے ہیں۔ تیرا دن ہمارے روزہ رکھنے اور صدقہ دینے کے لیے تھا، اور تیری رات قرأت اور قیام کے لیے تھی تاہم تجھ پر درود اور سلام بھیجتے ہیں۔

ہم تیرا انتظار کریں گے تاکہ تو پھر واپس آکر اپنے دیدار سے ہمیں مشرف کرے۔ اگر ہم تیری آمد سے قبل ہی ملک الموت کے پنجے میں چلے جائیں، دنیا سے سفر کر جائیں تو پھر ہم تیرے مبارک قدموں کو نہ پا سکیں گے۔

رمضان کی برکت ۱:- تو بڑا مبارک مہینہ ہے، تیرے ہی طفیل دل و دماغ روشن ہیں، ہماری مسجدیں تجھی سے منور اور آباد ہیں۔ افسوس کہ اب تو جا رہا ہے، چراغوں کی روشنی کی گرمی مدھم ہو رہی ہے، اس میں جو تراویح پڑھا کرتے تھے، وہ ہم سے جدا ہو رہے ہیں، تیرے جانے کے بعد ہم پھر اپنی عادت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اے عبادت کے مہینے! ہم تجھ سے جدا ہوتے ہیں، ہماری یہ آرزو تھی کہ ہمیں معلوم ہوتا ہم میں سے مقبول کون ہے تاکہ ہم اسے اس کے نیک اعمال کے بارے میں مبارک باد دیں اور یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ ہم سے کس کے اعمال رد کیے گئے تاکہ اس کے بُرے اعمال پر ہم اس سے اظہارِ تعزیت کرتے۔

اے مقبول بارگاہ شخص! تو خوش ہو! کہ اللہ تعالیٰ کا ثواب اور اس کی خوشنودی اور رحمت تیرے لیے ہے، تجھ پر خدا کا احسان ہوا ہے، تجھ پر خدا کی عنایت ہوئی ہے، تیرے گناہ معاف ہوئے ہیں۔

عبرت کا مقام ۱:- اے مردود آدمی! تیری یہ نافرمانی، تیرا ظلم، تیری غفلت اور تیری دشمنی تیری مصیبت میں اضافہ کا باعث ہے۔ تیری غفلت تجھ پر خدا کا غضب نازل کرنے کا باعث ہوگی، تیری رونے والی آنکھیں کہاں گئیں، تیری شرمندگی، تیری حیرت اور تیرے افسوس کے دریا کہاں گئے؟ تجھے لازم ہے کہ وقت کو ضائع نہ کرے، اور تو بارگاہِ الٰہی میں گریہ زاری کرے۔ اگر تو نے (نیک) عمل اب نہ کیا تو پھر کب کرے گا! اپنا دھیان یادِ الٰہی کی طرف رکھ! اگر کوتاہی کی تو آئندہ سال کے متعلق کسے علم[1] ہے؟ نہ ہی عمر کے متعلق کسی کو علم ہے، کئی لوگ خیال کرتے تھے کہ آئندہ سال تک زندہ رہیں گے، مگر افسوس ان کی زندگی نے وفا نہ کی اور ان کی امیدیں جاتی رہیں۔ موت کے خونخوار اژدھے انھیں لقمہ بنا گئے۔ بہت سے لوگوں نے چاہا کہ اس سال کی منزلیں طے کر کے دوسرے سال میں پہنچ جائیں گے، مگر افسوس قضائے الٰہی نے انھیں مہلت نہ دی اور وہ اس دوران میں زینت سے محروم ہو گئے۔ ان کے مضبوط اعضا بیکار ہو گئے۔ کوئی پہلی منزل میں کوئی دوسری میں ختم ہو گیا۔ افسوس وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے اور دوسری سرائے میں چلے گئے۔

بہت سے ایسے لوگ بھی تھے "جنھوں نے عید کے لیے خوشبوئیں جمع کر رکھی تھیں، کہ ہم عید کے دن لگائیں گے، مگر وہ اس دنیائے فانی سے اٹھا لیے گئے" اور یہ خوشبوئیں قبر میں ان کے کام آئیں۔

بہت سے ایسے بھی تھے جنھوں نے عید کے لیے نہایت قیمتی لباس فراہم کر رکھے تھے، مگر افسوس عید سے قبل ہی یہ لباس ان کا کفن بن گیا۔ بہت سے لوگوں نے عید الفطر کا سامان کیا، مگر وہ ان کی قبر کے لیے صدقہ بن گیا اور دوسرے لوگوں کے کام آیا۔

بہت سے لوگ رمضان کے روزے رکھتے ہیں مگر دوسرے ایام میں روزے نہیں رکھتے۔ وہ امید رکھتے ہیں کہ اگلے سال کے اس ماہ میں روزے رکھیں گے، ایسے لوگ محروم رہ جاتے ہیں۔

نصیحت ۱:- اے بندگانِ خدا! یاد رکھو، جب یہ مبارک مہینہ ختم ہو جائے تو اللہ کا شکر ادا کرے، اس سے دعا مانگو! کہ ہماری یہ نماز

---

[1] یعنی یہ کون جانتا ہے کہ آئندہ سال زندہ رہے گا یا نہیں؟ اس لیے یہ خیال کرنا کہ آئندہ رمضان میں نیکی کروں گا، غلط سوچ ہے۔

اور روزے قبول فرما اور امید رکھو کہ خدا تمھارا حق ضرور ادا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی رسی کو جو توفیق ہے، مضبوط پکڑلو، یقین کرو کہ وہ تم پر رحم کرے گا، جو رمضان شریف گزر رہا ہو اس کے بارے میں سمجھو کہ ایک بڑی برکت کا مہینہ تم سے جدا ہو رہا ہے، اور جان لو کہ جدائی کا کوئی وقت نہیں، جو لوگ اس ماہ میں تمھارے ساتھ تھے، خدا کا حکم ادا کرنے میں شامل تھے، وہ اب کہاں ہیں؟

موت کی تعریف:- موت کی تعریف یہی ہے" کہ وہ لذتوں، شہوتوں اور آرزوؤں کو منقطع کر دیتی ہے، جماعتوں کو الگ الگ کر دیتی ہے، جو لوگ موت کے پنجہ میں گرفتار ہوئے اب ان کے محل خالی پڑے ہیں، مسجدیں ان کے لیے بے کار پڑی ہیں وہ اپنی قبروں میں آرام سے لیٹ گئے۔ اگر کوئی ان کی قبر پر ٹھوکر بھی مارے تو وہ بے خبر ہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ ہماری قبر کو کون ٹھوکر مار رہا ہے۔ وہاں انھیں اپنے نفس پر کوئی اختیار نہیں، نہ ہی نفع نقصان سے غرض رکھتے ہیں۔ مرنے کے وقت سے حشر کے انتظار میں ہیں" کہ کب اللہ کے حضور حاضر ہوں گے۔ یہ بھی لکھا ہے" کہ حشر کے میدان میں مخلوق کو بلایا جائے گا۔ تو وہ پریشانی کے عالم میں دوڑ رہی ہوگی۔ ان کے دل خوف سے کانپ رہے ہوں گے، خوف کے مارے چل بھی نہ سکیں گے، حساب کے ڈر سے ان کا پتہ پانی پانی ہو جائے گا، صور پھونکنے پر سب جمع ہو جائیں گے۔

مستقل پاکیزگی:- اے مسلمانو، یاد رکھو! جو شخص ماہ رمضان میں اپنے نفس کو حرام سے پاک رکھے گا اسے لازم ہے، کہ باقی تمام مہینوں میں بھی حرام سے پاک رہے، کیوں کہ سب مہینے اللہ ہی کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ وہ ہر زمانہ میں حاضر و ناظر ہے اور دعا کرو کہ جب اللہ تعالیٰ تمھیں اور ہمیں اس مبارک مہینے سے جدا کرے تو اپنی برکت عطا فرمائے، ہمارے لیے اپنی رحمت کو بڑھا دے۔ ہمارے کاروبار میں برکت دے، اپنی ہدایت کا سیدھا راستہ دکھائے۔ اے اللہ! تو نے اس رات مجھے حبس آزادی، رحمت اور اپنی خوشنودی سے سرفراز فرمایا ہے، اس میں اپنا احسان و کرم زیادہ کر دے! آگ سے نجات دے اور اپنی رحمت کا زیادہ سے زیادہ حصہ عطا کر، کیوں کہ تو ہی ارحم الراحمین ہے۔

اے خدا! جس طرح تو نے ماہ رمضان کو ہم پر خیر و خوبی گزارا ہے، اسی طرح سارا سال ہمارے لیے رحمت و برکت کا باعث بنا اور اسے مبارک کر دے۔ ان ایام کو باقی دنوں سے زیادہ مبارک کر، تیری بارگاہ میں ہم نے رات کے قیام اور دن کے روزوں کا جو ہدیہ بھیجا ہے اسے قبول فرما۔ ہمارا یہ ہدیہ بہت حقیر ہے۔ ہمارے گناہ بخش دے! اور لوگوں کے ظلم سے نجات عطا فرما! جس دن تیری ذات کے سوا اور کسی سے امید نہ ہوگی، اس دن میرے حال پر ضرور کرم فرما!

اے اللہ! روزوں کے مہینہ میں ہماری نمازیں ہم سے جو کوتاہیاں ہوئی ہیں" اور تیرے جو حقوق ہم سے ادا نہیں ہو سکے، وہ اپنی رحمتِ کاملہ سے ہمیں بخش دے! ہم تیرے کرم کے خواستگار ہیں، ہمیں اپنی جناب سے مایوس نہ کر، ہم تیری رحمت کے امیدوار اور محتاج ہیں، تیرے دستِ قدرت میں گرفتار اور تیرے آستانِ رحمت پر جبیں سائی کر رہے ہیں، تیرے ممنونِ احسان ہو کر تیرا ہی دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ ہمارے حال پر رحم کر! ہمارے مردہ دلوں کو تازگی بخش اور ہمارے سب عیب چھپا لے! ہمارے سب گناہ معاف کر دے! قیامت کے دن ہماری آنکھوں کو روشنی عطا فرما! ہمارے چہرے نورانی کر دے کیونکہ تو ہی جہاں کو زینت عطا کرنے والا ہے، ہمارے اعمال قبول کر! ہماری کوششوں کو ضائع نہ کر! ہمارے لیے یہ رات نیک کر۔

اے اللہ! اگر ہماری عمر آئندہ سال تک وفا کرے تو اس سال ہمیں برکت عطا فرما۔ اگر تیرے حکم سے ہماری عمر ختم ہو جائے

تو ہمارے اور ماہ رمضان کے وقفہ میں جو کچھ ہے، اسے ان لوگوں کے لیے نیک کر! جو ہمارے بعد رہیں گے، گزرے ہوئے عزیزوں پر رحمت بڑھا، ہم سب کو اپنی امان اور رحمت کے زیر سایہ رکھ! اپنی خوشنودی عطا فرما! اور جنت میں جگہ دے!

جن لوگوں کو تو نے نبیوں اور صدیقوں جیسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں، اور شہیدوں اور نیکوں کا درجہ بخشا ہے ان کی صحبت ہمیں عطا کر، ہمیں یقین ہے تو ہمیں اپنی نعمت سے محروم نہ رکھے گا کیوں کہ تو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔

اے اللہ! جو لوگ قبروں کے اندر گناہوں کی پاداش میں گرفتار بلا ہیں، ان کی رہائی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، یہ لوگ غربت میں مسافر کی حیثیت سے پڑے ہیں، ان کے اوپر مٹی پڑی ہے جس سے ان کی خوبصورتی ختم ہو گئی ہے، سانپ، بچھو، وغیرہ ان کا جسم کھا رہے ہیں، یہ لوگ عمارت کی صورت میں قبر کے اندر پڑے ہیں۔ یہ بات نہیں کر سکتے۔ ان کے عزیز اور دوست بھی قبر کے اندر پڑے آرام کر رہے ہیں اگرچہ یہ ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں" مگر ایک دوسرے سے بات نہیں کر سکتے، حشر تک اسی طرح پڑے رہیں گے۔ ان میں نیک اور بدکار بھی ہیں، گنہگار اور اللہ کی راہ میں کوشش کرنے والے بھی ہیں۔ غرض سب قسم کے لوگ ہیں۔ اے اللہ! جو ان میں بدحال ہیں انھیں خوشحالی اور بزرگی عطا فرما، جو پریشان ہیں، ان کا غم و فکر دور کر دے! اس کے بدلے انھیں خوشی بخش!

اے اللہ! مسلمان مردوں پر، خواہ پیادہ ہوں خواہ مقیم، ان سب نے تیری بارگاہ میں گردنیں خم کر رکھی ہیں، ان پر مہربانی فرما! اور ان کی عاجزی قبول کر! جب تک یہ لوگ قبروں کے اندر ہیں تیری رحمت پر بھروسا کیے ہوئے ہیں، تیری بارگاہ سے توقع رکھتے ہیں کہ انھیں بلند درجے عطا ہوں، تو ان کی قبروں کو رحمت کی جگہ بنا دے، ان پر بخشش فرما! ان کے باپ بیٹوں بھائی بہنوں اور عزیز و اقارب جو ان کے وجود سے پہلے برباد و ویران ہو جائیں، ان کی صفات و کدورت کو بدل دے۔ قبل اس کے کہ ان کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے اور وہ زمین کے طبقات تلے چلے جائیں، اس سے قبل کہ مہربانی کا کلمہ ان کے حق میں نفرت کا کلمہ بن جائے، ایسا وقت آئے کہ دن رات میں تبدیل ہو جائے، سب زمین اور آسمان والوں کو موت اپنی نیند سلا دے، جب بوڑھے ہائے کہیں، ضعیف اور جوان لوگ آہ کہیں، رسوا اور بدکار لوگ ناامید ہو جائیں، نوجوان مسرتوں کو پکاریں۔ اے زمین و آسمان کے مالک! تو اپنی رحمت نازل فرما! اپنی خاص بخشش فرما، کیوں کہ لوگ اپنے برے کاموں سے پریشان ہو رہے ہیں، خوف سے کانپ رہے ہیں، شرم کے دریا میں ڈوبے ہیں، اور ان کے منہ پر خاموشی کی مہر لگی ہے، وہ بولنے سے معذور ہیں، اپنے برے اعمال کے باعث شرمندہ اور سرنگوں ہیں، جس چیز سے ان کی دوستی تھی اب اس سے ڈر رہے ہیں، اب کہتے ہیں کیا ہی اچھا ہوتا، اگر خدا ہمیں پیدا ہی نہ کرتا۔ اے اللہ! تو ہی اپنی قوت سے ہر چیز کو حرکت دینے والا اور ہر آواز کو سننے والا ہے۔ موت کے بعد دوبارہ ہڈیوں کے جسم کو دوبارہ لباس پہنانے والا ہے، تو آں حضرت اور ان کی آل پر درود بھیج۔ اس متبرک رات کی بزرگی کے بدلے ہمارا ہر گناہ بخش دے! ہمارے رنج و درد کو خوشی اور راحت میں تبدیل کر! تکلیف میں مبتلا ہونے والے ہر شخص کو سلامت رکھ، ہر بدکار کی بدکاری کو دور کر دے، جس کا حق چھینا گیا ہو اس کا حق اسے دلا دے! کوئی گنہگار ایسا نہ رہے جو توبہ نہ کرے، ہر فرد کو اپنی رحمت کے سایہ میں رکھ، ہماری دینی و دنیوی ضروریات پوری کر دے، مگر جس حاجت میں تیری خوشنودی نہ ہو، اسے پورا نہ کر، ہمیں نیکی عطا فرما! اور ہماری گمشدہ چیز واپس ملنے میں ہماری مدد فرما! کیوں کہ تو ہی سب مہربانوں سے زیادہ رحیم ہے، تو ہمارے گناہ بخش دے! ہمارے والدین، بہن

بھائی ان کی اولاد، قریبی دوست اور اساتذہ اور وہ لوگ جو ہمارے لیے دعا مانگتے ہیں، جو تیرے دوست ہیں، خواہ زندہ ہیں یا مردہ ان سب کو اپنی رحمت سے معاف کردے! کیوں کہ تو ہی بلائیں دُور کرنے والا ہے، دعائیں قبول کرنے والا ہے، تو ہی ہمارے رنج دُور کرسکتا، تو ہی ان سب صفات کا مالک ہے، آں حضرتؐ اور ان کی آل سب مخلوق سے زیادہ بزرگ ہیں، ان پر درود بھیج اور قرآنی آیات سے ہمیں فائدہ پہنچا! قرآن کی برکت سے ہمارے عیب ڈھانپ دے، رمضان المبارک کی برکت سے انھیں چھپادے۔

اے اللہ! رمضان کے روزوں اور رات کے قیام کی برکت سے ہمارے درجے بلند کر! اے خفیہ رازوں کے جاننے والے! آں حضرتؐ اور ان کی آل پر درود بھیج! قرآن کریم کی برکت سے ہمارے سارے گناہ بخش دے، اس کے طفیل ہماری بخشش اور بزرگی میں اضافہ کر۔ ہمارے بیماروں کو شفا دے، جو مرچکے ہیں ان پر رحم کر، دین و دنیا کے بارے میں جو کچھ ہم پر گزرنے والا ہے اس کی اصلاح فرما! ہمارے گناہوں کا بوجھ ہلکا کردے، اپنے پاک اور نیک لوگوں جیسی خصلت ہمیں عطا فرما! ہمارے گناہ اور ہماری لغزشیں بخش دے! کدورت سے ہمارے دل اور سینے پاک کردے! سارے تفکرات سے ہمارے دل صاف کردے! ہمیں قحط سے بچا۔ بروں کی برائی اور مکاری سے بچا! جب تک ہم زندہ ہیں ہمیں اصحاب کی دوستی پر قائم رکھ! میدانِ حشر میں ان کے ساتھ کردے! مجھے اور دوسرے لوگوں کو دوزخ کی آگ سے آزاد کر! دنیا و آخرت میں ہمیں نیک بنا اور دوزخ کے عذاب سے بچا! تمام حمد اللہ ہی کے لیے ہے، جس کی نعمتوں کا کوئی حساب نہیں، محمدؐ، ان کی آل، اصحاب اور ان کی پاک ازواج پر درود و سلام ہو۔

باب ۳۶

صوفی فقیر ـــــ ارادت ـــــ مُرید اور مراد

تصوّف اور صوفی۔ مبتدی۔ آدابِ مرید!

صُوفی فقیر

طریق ۱:- سچے فقیر صوفیہ کے طریقہ پر چلتے ہیں" جس کی وجہ سے ان کی وہ ساری خصلتیں دور ہوجاتی ہیں" جو ناپاک اور بری ہیں" اور نفس کو گمراہ کرتی ہیں۔ یہ لوگ اولیاءُ اللہ کے گروہ میں شامل ہیں، اہلِ ولایت اور واصلینِ حق میں شمار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی رحمانیت سے ان کے دل منور ہوجاتے ہیں، تاکہ انھیں سننے والے تکلیف و زحمت نہ اٹھائیں، اس کے بارے میں مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

ارادت

ارادت کیا ہے؟:- جس چیز کی عادت پڑ چکی ہو اسے چھوڑ دینا ارادت کہلاتا ہے۔ ارادت کے اصل معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی طلب میں مضبوطی سے دل لگایا جائے۔ خدا کے سوا سب چیزوں کو ترک کردیا جائے۔ جب کوئی شخص آخرت اور دنیا کی لذات سے دل ہٹا لیتا ہے تو اس کی ارادت خالص ہوجاتی ہے۔ سب کاموں سے اول ارادہ ہوتا ہے، پھر قصد اور پھر فعل۔ چنانچہ ہر سالک کے راستہ کی ابتدا ارادہ ہے۔ ہر قصد کرنے والے کی پہلی منزل کا نام ارادہ ہی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ	جو لوگ اپنے پروردگار کو صبح و شام پکارتے ہیں، انھیں مت ہٹاؤ کیوں کہ یہ لوگ ہر وقت اللہ کی خواہش رکھتے ہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ایسے لوگوں کو دور کرنے کو منع فرمایا۔ دوسری آیت میں ہے کہ" ان لوگوں سے اپنے نفس کو موافق کرو جو صبح و شام اپنے مالک کو یاد کرتے ہیں اور خدا کی مرضی چاہتے ہیں، تاکہ وہ ان کی طرف سے اپنی آنکھیں نہ پھیریں، تو دنیا کی زندگی کی زینت چاہتا ہے"۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ:-

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ	ان سے موافقت رکھو، ان سے ملاقات کرو، اور صبر کے ساتھ ان کی صحبت

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۔ اختیار کرو ۔

پھران کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "وہ تو اللہ تعالےٰ کی ذات کے خواہشمند ہوتے ہیں" پھر فرمایا :۔

وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۔ اپنی دونوں آنکھیں ان کی طرف سے نہ پھیر تو دنیا کی زینت چاہتا ہے ۔

ان امور سے معلوم ہوا کہ دراصل اللہ تعالےٰ کی ذات سے خواہش رکھنا ہی ارادت ہے ، اس کے سوا کچھ نہیں ۔ اگر ہے تو دنیا اور آخرت کی زندگی کی زینت ہے ۔

مُرید اور مراد

مُرید :۔ مرید وہ ہوتا ہے جس میں مذکورہ تمام صفات پائی جاتی ہیں ۔ ایسا شخص ہمیشہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر رہنے والا ہوگا ۔ اطاعت کرنے والا بھی وہی ہے ، جو اللہ کے سوا سب سے منہ پھیرلے ، اللہ تعالےٰ کی اجابت کو سننے والا ہو ، ایسا کرنے کے خواہش مند کے لیے لازم ہے کہ قرآن حکیم کے احکام پر عمل کرے ، سنت پر قائم رہے اور اس کے سوا کسی اور بات کو نہ سُنے ، نورالٰہی کا مشاہدہ کرتا رہے ۔ جو اس بات کا عامل ہوگا وہ اپنے اور باقی مخلوق میں اللہ تعالےٰ کے فعل کو دیکھے گا ، اس کے سوا اور کچھ نہیں دیکھ سکتا ۔

اس لیے آدمی کے لیے لازم ہے کہ قرآن اور سنت پر عمل کرے ، اللہ تعالےٰ کے نور کے مشاہدہ کے سوا ، اور کچھ نہ دیکھے ۔ باقی چیزوں سے اپنی آنکھیں بند کرے ، اللہ تعالےٰ کے سوا کو فاعل نہ جانے بلکہ صرف ایک سبب ذریعہ سمجھے ۔ آں حضرت صلعم نے فرمایا ہے ، اے اللہ ! جو بندہ تیری دوستی پیدا کرے ، وہ دوستی دوسری چیزوں کو دیکھنے سے اندھا کر دیتی ہے ۔ یعنی تیرا جمال جہاں آرا ایسا ہے کہ تیرے حسن کے مقابلہ میں تیرے دوست کو ساری دنیا کا حسن تیرہ و تاریک دکھائی دیتا ہے ، جو تیرا ذکر کرنے والا ہو اسے دنیا کے باقی اذکار سننے کا احساس تک نہیں ہوتا ، بلکہ ان کے سننے سے اس کے کان بہرے ہو جاتے ہیں ، تیرا دوست تیرے سوا اور کسی کی محبت نہیں رکھ سکتا ، نہ کسی اور چیز کا خواہش مند ہوتا ہے ۔ اس کا ارادہ بالکل خالص ہوتا ہے ۔

مرید اور ارادت :۔ جب تک ارادت خالص نہ ہو دل میں خدا کا خوف نہیں سما سکتا ۔ جب خوف دل میں جگہ پیدا کرے تو اللہ کے سوا باقی سب کچھ جلا دیتا ہے ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔ "کسی گاؤں میں جب کوئی بادشاہ آتا ہے تو وہ گاؤں ویران ہو جاتا ہے ۔ اس گاؤں کے سب عزت داروں کو خوار کیا جاتا ہے ۔"

انسان کے دل میں جب اللہ تعالےٰ کی دوستی جگہ پیدا کر لیتی ہے ، تو اس کا بھی یہی حال ہوتا ہے ۔

خدا کی دوستی کے خواہش مند: کہا گیا ہے کہ محبت ایک ایسی خواہش ہے جو ہر مصیبت کو آسان کر دیتی ہے ایسے شخص کی نیند خواب ہو جاتی ہے، صرف فاقہ کے وقت کھاتا ہے اور ضرورت کے وقت بولتا ہے، کیوں کہ وہ ہمیشہ اپنے نفس سے نفرت کرتا رہتا ہے، محبوب حقیقی کی طرف راغب رہتا ہے، اللہ کے بندوں کو محبوب کرتا ہے، اگر وہ اپنے لیے گوشۂ تنہائی پسند کرتا ہے، تمام گناہوں سے بچتا ہے، اللہ کی رضا پر راضی رہتا ہے۔ اس کے احکام بجالانے میں مصروف رہتا ہے۔ ناجائز فعل پر نظر پڑ جائے تو اللہ سے شرماتا ہے، اس کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ خدا سے دوستی ہو جائے، ہمیشہ ایسا وسیلہ تلاش کرتا رہتا ہے جو اسے خدا تک پہنچا دے، ہمیشہ گمنامی اور خلوت چاہتا ہے، خوشامد یا تعریف سے اسے نفرت ہوتی ہے، نفل زیادہ پڑھتا ہے، تاکہ ان کے باعث خدا کی الفت اور محبت حاصل ہو، بارگاہ الٰہی تک پہنچ سکے، خدا کے عاشقوں میں اس کا نام لکھا جائے، یہی اس کی مراد ہوتی ہے، اور اسی لیے اس وقت وہ مراد کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

معرفت: یہ وقت ہوتا ہے جب سالکان طریقت اپنی گردن سے بار اتار دیتے ہیں۔ انھیں خدا کی مہربانی اور رحمت کے پانی سے غسل دیا جاتا ہے، انھیں پاک وصاف کر دیا جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ کی ہمسائیگی میں اس کے لیے مکان تیار کیا جاتا ہے اور عزت کے لباس سے اسے ممتاز کیا جاتا ہے، اس کا نام معرفت الٰہی ہے، یہی خدا کا انس ہے، اسی سے سکون حاصل ہوتا ہے۔ ایسا شخص جو کلام کرتا ہے" وہ خدا کی حکمت، علم اور اسرار سے کرتا ہے، اللہ کے دوستوں میں اس کا نام پکارا جاتا ہے، خدا کے خاص بندوں میں داخل کیا جاتا ہے، ایک ایسے نام سے موسوم ہوتا ہے جسے اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، وہ اسرار الٰہی سے واقف ہو جاتا ہے، اس لیے وہ اس کام کے لیے مخصوص ہوتا ہے، اسرار محض اللہ تعالیٰ کی حضوری سے ہی ظاہر ہوتے ہیں، اس کے سوا ظاہر نہیں ہو سکتے، اس شخص کا سننا، دیکھنا، بولنا، اللہ تعالیٰ کا سننا دیکھنا اور بولنا ہوتا ہے وہ اللہ سے طاقت حاصل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کی کوشش کرتا ہے، آرام کرنے یا سونے کے وقت بھی یاد الٰہی میں مصروف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں، اس کے شہیدوں اور اس کے دوستوں کی حفاظت کرنا، اس کا کام ہوتا ہے۔ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" کہ میرا مومن بندہ نفلوں کے سبب میرے قریب ہوتا ہے" میں اسے اپنی دوستی کا اعزاز بخشتا ہوں اور جسے میں اپنا دوست بنا لیتا ہوں اس کے کان، ہاتھ، زبان، دل، پاؤں غرض سب جگہ میرا ہی جلوہ نظر آتا ہے۔ اس کا دیکھنا، سننا اور بولنا سب میرا ہی ہے، وہ سب کچھ مجھ سے ہی سمجھتا اور میری اطاعت کے اندر رہتا ہے، اس کی عقل بزرگ ہوتی ہے۔ اس کے ہوا و ہوس کی حرکات میں سکون آجاتا ہے، وہ خدا کی آغوشِ رحمت میں آجاتا ہے، اس کا دل اسرارِ الٰہی کا خزینہ ہوتا ہے، جس میں خدا کے اسرار و فیوض نازل ہوتے ہیں، اسی لیے اس کا نام مراد ہے۔

پس اے بندے! اگر تو اسے جاننا اور سمجھنا چاہتا ہے، تو جان لے، اس کے لیے مذکورہ باتوں پر عمل کر!

مرید اور مراد: ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ مرید اور مراد دونوں مختلف چیزیں نہیں، بلکہ ایک ہی چیز ہیں، اس لیے کہ اگر اللہ کی مراد یہ نہ ہوتی کہ اللہ مرید کا خواستگار ہو تو کوئی مرید نہ ہوتا۔ اس لیے اللہ ہی جانتا ہے۔ تو مرید مراد کا ارادہ کرتا ہے،

سوائے اس کی خواہش کے اس کا ہونا ناممکن ہے۔ جب خدا چاہتا ہے، تو خصوصیت کے ساتھ بندے کو اپنی طلب کی توفیق عطا کرتا ہے، مگر بعض کا کہنا ہے "کہ مرید مبتدی ہے" اور مراد منتہی۔ مرید کوشش کرنے اور رنج و مشقت برداشت کرنے والا ہوتا ہے اور مراد وہ ہے "جو منزلِ مقصود تک پہنچ گیا ہو۔ رنج و مشقت سے آزاد ہو چکا ہو، مرید کو رنج دیا جاتا ہے اور مراد کے ساتھ نرمی کی جاتی ہے" اور جو لوگ حق کا ارادہ کرنے اور خدا کی راہ پر چلنے والے گزرے ہیں، ان پر اللہ تعالےٰ کی توفیق کا دروازہ کھل چکا ہے۔ جب وہ اس مجاہدہ کی دہلیز پر جا کر قدم رکھتے ہیں، تو اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں ان کو باریابی حاصل ہوتی ہے۔ جب بارگاہِ حقیقی میں پہنچتے ہیں، تو ان کی گردنیں بوجھ سے تھک جاتی۔ فوائل کی کثرت نہیں رہتی، شہوات بھی ختم ہو جاتی ہیں۔ اس کا علم صرف سنت اور فرائض کی ادائیگی کو مقدم جاننا ہوتا ہے۔ وہ لوگوں کے دلوں پر قبضہ رکھتے ہیں۔ اللہ کی حدود کا مقام اپنے سامنے رکھتے ہیں، خدا کے سوا ان کے دل میں کچھ نہیں رہتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ظاہر میں مخلوق کے ساتھ اور باطن میں اللہ کے ساتھ ہوتے ہیں، ان کی زبانیں خدا کے حکم سے کلام کرتی ہیں، ان کے دل خدا کے نور سے روشن ہوتے ہیں، ان کی زبانیں خلقِ خدا کو نصیحت کرتی ہیں، ان کے دل اللہ کی امانتوں میں مصروف ہوتے ہیں۔ ان پر اللہ کا درود پہنچتا رہتا ہے، اس کی برکتوں کا ان پر دروازہ کھل جاتا ہے، یہ برکتیں ہر طرف سے ان کو چمٹ جاتی ہیں، خدا انھیں اپنی رحمت کے سایے میں چھپا لیتا ہے، چنانچہ حبیب سے پوچھا گیا کہ مُرید اور مراد کے معنی کیا ہیں؟ فرمایا، مرید کی سیاست متولی علمی ہوتی ہے، اور مراد کی متولی حق کی نگہبانی۔ مرید کے معنی ہیں میسر اور مراد کے معنی ہیں ڈرنے والا۔

حضرت موسیٰؑ اور آنحضرتؐ کی مثال: اس سے ظاہر ہوا کہ سیر کرنے والا، اڑنے والے کے پاس نہیں پہنچ سکتا، جیسا کہ حضرت موسیٰؑ اور آں حضرتؐ کی مثال سے یہ مسئلہ صاف ہو جاتا ہے۔ موسیٰ مرید تھے، کیوں کہ ان کی پرواز صرف طورِ سینا تک تھی، اور آں حضرتؐ مراد تھے، کیوں کہ ان کی پروازِ عرشِ معلیٰ تک تھی۔ بعد ازاں لوحِ محفوظ تک جا پہنچے۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ مرید طالب ہوتا ہے اور مراد مطلوب۔ مرید کی عبادت، محنت و مشقت اور مراد کی عبادت بخشش الٰہی ہے۔ مرید کا عمل حصولِ اجر کے لیے ہے اور مراد فنا فی اللہ ہوتا ہے۔ یہ اپنے عمل کو نہیں دیکھتا، صرف اللہ کے احسان اور توفیق پر نظر رکھتا ہے۔

مرید ہمیشہ نیکی پر چلنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن مراد ہر جمع اور رستہ پر خود کھڑا ہوتا ہے۔ مرید جو کچھ دیکھتا ہے خدا کی ہدایت کے نور سے دیکھتا ہے" اور مراد خاص ذاتِ الٰہی کے اندر نظر کرتا ہے۔ مرید اللہ کے حکم پہ قائم رہتا ہے" اور مراد خدا کے فضل سے قائم رہتا ہے، یعنی خدا کے فعل کے ساتھ لپٹا ہوتا ہے۔ مرید نفس کی ہوس کے مخالف ہوتا ہے اور مراد اپنے ارادہ اور اپنی آرزو سے بے قرار ہوتا ہے۔ مرید خود قریب ہوتا ہے، اور مراد کو قریب کیا جاتا ہے۔ مرید کی حفاظت کی جاتی ہے، اور مراد سے دوسری چیزوں کی حفاظت کی جاتی ہے۔ مرید ترقی حاصل کرنے والا ہوتا ہے، اور مراد اس سے پہلے آگے چلا جاتا ہے، وہ عالمِ بالا کی سیر کرتا ہے، تمام بادشاہوں کے بادشاہ کی سواری کے جلوس سے لطف اٹھاتا ہے" ہر پاک نفس اور صاف چیز سے بہرہ یاب ہوتا ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوگیا، کہ مراد جملہ اطاعت گزاروں اور عابدوں سے بلند مرتبہ اور آگے ہوتا ہے۔

تصوّف اور صُوفی

اب بحث یہ ہے "کہ متصوف کسے کہتے ہیں" اور صوفی کون ہے؟ اس کی تشریح یہ ہے کہ تصوّف سے

تصوّف سے کیا مراد ہے؟ مراد ہے "صوفی بننے کے لیے رنج و مشقت اٹھانا، اپنی کوشش سے یہ رتبہ حاصل کرنا اور صوفیہ کا پیراہن پہن لینا، جیسے کسی قمیص والے کو تقمص کہتے ہیں۔ جو دراع استعمال کرے اسے تدارع کہتے ہیں۔ پہلے کو متقمص اور دوسرے کو متدارع کہا گیا ہے، اسی طرح زاہد کو متزہد کہتے ہیں" کیوں کہ جب زاہد شخص زہد کے آخری درجہ میں پہنچ کر ایک خاص مقام حاصل کر لیتا ہے، تو اس کے دل سے دنیا کی تمام اشیاء کی محبت ختم ہو جاتی ہے" بلکہ وہ ان سے متنفر ہو جاتا ہے۔ اس کے دل سے ان کی خواہش دور ہو جاتی ہے، تب وہ متزہد کا درجہ حاصل کر لیتا ہے، تمام دوستوں کی محبت کو دل سے ختم کر دیتا ہے۔ دنیوی چیزوں کی بجائے کوئی اور ہی چیزیں اس کی نگاہ میں جلوہ گر ہونے لگتی ہیں۔ دشمنی، بغض اور دنیوی دوستی کو ترک کر کے اپنے خالق کے حکم کا تابع بن جاتا ہے۔ بارگاہِ الٰہی سے حکم کا منتظر رہتا ہے۔ یہ متصوّف کا درجہ ہے۔

صوفی کی تشریح یہ ہے "کہ اس کا وزن فوعل پر ہوتا ہے، جو مصافات سے لیا گیا ہے، اس کے معنی ہیں" پاکی یعنی

صوفی کی تشریح؟ اللہ کا پاک کیا ہوا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ صوفی پاک شخص کو کہتے ہیں" اور پاک وہ ہے جو اپنے دل کو نفس کی آفتوں اور مذموم کاموں سے پاک رکھے، نیک کام کرے، اللہ کے حقوق ادا کرے، عام لوگوں کی محبت میں اس کا دل بے چین رہے، گوشہ نشینی اختیار کر کے اللہ کی بارگاہ میں حاضر رہے، خدا کے حضور اسے سکون حاصل ہو۔

بعض نے تصوّف کا مطلب یہ بیان کیا ہے، کہ اللہ کے ساتھ سچے دل سے معاملہ رکھے اور خوش اخلاق ہو۔

صوفی اور متصوف میں فرق یہ ہے کہ متصوف مبتدی ہوتا ہے اور صوفی منتہی۔ صوفی کا وصول اپنے محبوب

صوفی اور متصوف کا فرق؟ سے یہ ہوتا ہے، کہ وہ مشقت اور محنت کی منزل طے کر کے منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے، محبوب کا وصل اسے حاصل ہو جاتا ہے، اس کا نفس اللہ کی محبت میں جل جاتا ہے۔ اس کے دل سے دنیا کی ہوس دور ہو جاتی ہے، اس کی کوئی خواہش باقی نہیں رہتی، تب وہ صوفی کہلاتا ہے، وہ صرف خدا ہی کا بوجھ اٹھاتا ہے۔ تقدیر الٰہی کا بوجھ جو اس پر ڈالا جاتا ہے اسے صرف اسی قدر اٹھاتا ہے، جس قدر اللہ تعالیٰ چاہے اس کی بارگاہ میں کوئی دم نہیں مار سکتا۔

اللہ تعالیٰ صوفی کو اپنی حکمتوں اور اپنے اعمال کے چشموں سے پاک و صاف کر دیتا ہے، پھر اسے امن

صوفی کا منصب؟ کا مقام حاصل ہوتا ہے، اور وہ اولیا اور ابدال کی پناہ گاہ میں ہوتا ہے۔ ان کی بازگشت دوسروں کے لیے راحت و مسرت کا مقام ہوتا ہے، جب اچانک اس مرتبہ پر متصوف ہوتا ہے، اپنے نفس اور شیطان کو دھوکا دیتا ہے، ہوا و ہوس سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے تو لوگوں کے فریب میں نہیں آتا، بلکہ لوگوں کو فریب دیتا ہے۔ آخرت کے لیے اپنے اللہ کی عبادت میں مصروف ہو جاتا ہے، اس کوشش میں رہتا ہے، کہ اس سے ساری دنیا کی چیزیں دور ہو جائیں اور جو لوگ ان کے ساتھ موافقت رکھنے کے خواہش مند ہیں، ان سے وہ پرہیز کرتا ہے، دلی خواہش کے باوجود ان سے الگ رہنا

پسند کرتا ہے، شیطان سے مخالفت رکھتا ہے، دنیا ترک کر دیتا ہے، خویش و اقارب سے بھی الگ ہو جاتا ہے، صرف آخرت کی طلب میں مصروف ہوتا ہے، اپنے نفس کو مجاہدہ و ریاضت میں لگا دیتا ہے، پھر حکم الٰہی کے بموجب آخرت کی طلب بھی چھوڑ دیتا ہے یہاں تک کہ اس حصہ سے بھی بے نیاز ہو جاتا ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کے لیے جنت میں رکھا ہوا ہے۔ دونوں جہان کی میل کچیل سے پاک صاف ہو جاتا ہے، اپنی ذات کو خدا ہی کے لیے مخصوص کر دیتا ہے، چنانچہ تمام علائق کے اسباب اس سے خود ہی دور ہو جاتے ہیں، وہ اپنے اہل و عیال اور خویش و اقارب کو بھی چھوڑ دیتا ہے، خواہش ربانی کے سوا باقی تمام خواہشات اس کے دل سے نکل جاتی ہیں۔ اس پرکشش جنت کے تمام دروازے کھل جاتے ہیں، جو جہان کے پوشیدہ اسرار سے واقف ہوتے ہیں، ان سے وہ بھی واقف ہو جاتا ہے، بلکہ اس چیز سے بھی آگاہ ہو جاتا ہے جو اعضا کو متحرک بناتی اور دلوں کے ارادوں میں سے گزرتی ہے، قرب کا دروازہ اس پر کھل جاتا ہے، پھر اس کی زندگی انس و محبت کی خلوت گاہ سے گزرتی ہے اور وہ توحید کی کرسی پر بیٹھ کر جلوہ ریز ہوتا ہے، اس کی آنکھوں سے بارگاہِ الٰہی کے سارے پردے اٹھا دیے جاتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے راز میں پہنچ جاتا ہے۔ اللہ کا عظمت و جلال اس کے سامنے سے کسی قدر ہٹا دیا جاتا ہے، مگر جب شانِ کبریائی کے عاشق کی اس پر نظر پڑتی ہے تو وہ اپنی ہستی نذرانہ کے طور پر پیش کر دیتا ہے اور وہ اس طرح مصفّٰی ہو جاتا ہے جیسے پاک و صاف شیشے کا برتن جو صاف شفاف پانی سے بھرا ہو، مگر تقدیرِ الٰہی اس میں اپنا جلوہ ڈالتی ہے جس کا فیصلہ قضائے الٰہی ہی سے ہوتا ہے، کسی میں اُسے ظاہر کرنے کی طاقت نہیں ہوتی، وہ تمام فانی اشیاء سے پاک ہو کر اپنے مالک کے ہر حکم کے لیے تیار ہو جاتا ہے، مگر یہ اکیلے نہیں ہوتا، کیوں کہ واحد ذات تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، اور اسی کو زیبا ہے، وہ لباس سے دور ہو کر اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیتا ہے جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے "ہم اصحاب کہف کو داہنے بائیں کروٹیں بدلاتے ہیں" گویا وہ شخص بظاہر مخلوق کے اعتبار سے مخلوق میں موجود ہوتا ہے، مگر اعمال و اسرار کے لحاظ سے یہ ظاہر و باطن میں مخلوق سے الگ ہوتا ہے۔ اس حالت کے باعث اس کا نام صوفی ہوتا ہے۔ مخلوق کی کدورت سے وہ پاک ہوتا ہے، اسے خدا کے ابدالوں اور عارفوں کے نام سے بھی پکارا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے، وہی اپنے دوستوں کو ہوا و ہوس کی تاریکی سے نکالتا ہے، اسے نفس اور طبیعت کی گمراہیوں سے محفوظ رکھتا ہے، اسے اپنے ذکر و معرفت اور علم و اسرار اور قرب کے نور کی طرف بلاتا ہے، پھر وہ آسمان و زمین کے اسرار کی معرفت اور خاص طور پر ذاتِ الٰہی کے نور تک پہنچ جاتا ہے۔ حقیقت میں زمین و آسمان کا نور بھی ذاتِ الٰہی ہی کے طفیل ہے، جیسا نور عبد سے ظاہر ہوتا ہے ویسے ہی خدا کی ذات کا نور اس پر ظاہر ہوتا ہے، مومن کے دل میں خدا کے نور کی مثال اسی طرح ہے جس طرح طاقچہ کی مثال ہے۔

پس جو لوگ ایمان لائے ہیں، خدائے تعالیٰ ان کا ذمہ دار بن گیا ہے کہ انھیں گمراہی اور تاریکی سے نکال کر نورِ ہدایت تک پہنچا دے۔ خدائے تعالیٰ نے انھیں اپنے راز سے آگاہ اور دلوں کی جنت سے واقف کر دیا ہے۔ دلوں کا محافظ بنا دیا ہے۔ دلوں کے مخفیہ رازوں کا انھیں امین بنا دیا ہے۔ یہ لوگ ظاہر ہوں یا پوشیدہ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت کرتا ہے، انھیں شیطان گمراہ نہیں کر سکتا، نہ ہی نفس کی حرص و ہوا ان پر غالب آ سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اے شیطان! ہرگز تو میرے خالص بندے پر غلبہ نہ

پا سکے گا۔"

ایسے آدمی کا نفس بھی سرکش نہیں ہوتا، نہ اس پر شہوتوں کا غلبہ ہو سکتا ہے، وہ دنیوی لذتوں سے محفوظ سو رہتا ہے، ایسی لذتیں جن کے سبب سے وہ اسفل السافلین میں جا گرے اور اہلِ سنت والجماعت کے گروہ سے خارج ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم اسے فحش اور برائی سے دُور رکھتے ہیں، وہ ہمارے مخلص بندوں کی طرح ہوتا ہے، تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اپنی حفاظت اور امن میں رکھتا ہے، اپنے جلال اور رعب سے ان کے نفس کو سرکشی سے بچاتا ہے انھیں اپنے مراتب سے سرفراز کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں عہد کو وفا کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ یہ ان کی حقیقت ہے کہ وہ سچائی کے ساتھ اپنا عہد پورا کریں اور باقی مخلوق سے اپنا رشتہ محبت توڑ لیں، صرف اپنے رب کی طرف رجوع کریں، کیوں کہ ان لوگوں نے اپنا فرض ادا کیا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی خاص جنت میں رکھا ہے، یہ لوگ خدا تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے ہیں اور مرتبوں کو لازم پکڑتے ہیں، ہمیشہ راہِ خدا میں مصروف رہتے ہیں، انھوں نے صفائی اور پاکی اختیار کی ہے، ادب کو ملحوظ رکھا ہے، اپنے اہل وعیال پر روزی کشادہ رکھتے ہیں، پاک رہتے ہیں، اپنے مال کی زکوٰۃ دیتے ہیں، جہاد میں شرکت کرنی پڑے، تو بہادری اور مردانگی دکھاتے ہیں، ایسے لوگوں پر خدا کی دوستی ختم ہے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، اللہ تعالیٰ انھیں کا دوست ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اللہ نیک کام کرنے والوں کا والی ہے" بارگاہ الٰہی میں ان کا مرتبہ بلند ہے، انھیں قربت کی خلعت سے نوازا گیا ہے، یہی لوگ اللہ کے حضور باریاب ہیں، ان کے دل اسرارِ الٰہی سے واقف ہیں، صرف اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں، اس کے سوا باقی سب چیزوں سے منہ پھیر لیتے ہیں یہاں تک کہ اپنے نفس کی بھی مخالفت کرتے ہیں۔ صرف خالق اور مالک ہی کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اپنے اختیار میں رکھتا ہے، انھیں اپنی عقل کی زنجیروں میں قید کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنا ہی بنا رکھا ہے، یہ صرف خدائے تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہیں" اس کے مضبوط قلعہ میں مقید ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دماغ اپنی قربت کی خوشبوؤں سے معطر کر رکھے ہیں، یہ لوگ توحید اور رحمت کے میدان میں سیر کرتے ہیں، ان کی زندگی اسی طرح گزرتی ہے، اللہ کے سوا کسی غیر کی طرف رجوع نہیں کرتے، جس کام کا اللہ تعالیٰ حکم دے وہی کرتے ہیں۔ جب انھیں جسمانی اعمال کا حکم دیا جاتا ہے تو اس وقت اپنے دلوں کو معدوم کر دیتے ہیں" اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں اعمال بجا لاتے ہیں۔ ان کے دل اس لیے معدوم کر دیئے جاتے ہیں کہ یہ شیطانی اور نفسانی ہوا و ہوس سے بچے رہیں، اسی لیے ان لوگوں کے نفس شیطانی غلبہ اور حرص و ہوا، دنیا کی برائی، ریا، نفاق، غرور، شرک اور گناہ سے دور رہتے ہیں، بلکہ اعمال کے باعث خدا کی توفیق ان کے شاملِ حال رہتی ہے اور ان کے ہر کام میں خدا کی توفیق شامل ہوتی ہے۔ یہ لوگ اپنے کاموں میں خدا کی توفیق کو شامل دیکھنے اور اپنے اعتقاد کے باعث راہِ ہدایت سے نہیں پھرتے۔ جب یہ احکام الٰہی کی بجا آوری اور اعمال سے فارغ ہو جاتے ہیں تو واپس ان کے مرتبہ کی طرف انھیں لوٹا دیا جاتا ہے۔ جب یہ خدا کے امین لوگوں کا منصب حاصل کر لیتے ہیں، تو انھیں "امین" کا خطاب مل جاتا ہے۔ خدائے تعالیٰ ان سے کہتا ہے، کہ تم آج سے ہمارے امین ہو چکے۔ یہ مرتبہ جب انھیں حاصل ہوتا ہے تو اس کے بعد یہ حکم کے محتاج نہیں رہتے" بلکہ انھیں مختار بنا دیا جاتا ہے۔ ان کا کام انھیں کے سپرد ہو جاتا ہے، جہاں بھی ہوں، خدا ہی قبضہ میں ہوتے ہیں اور ہر کام اسی کے حکم سے کرتے ہیں اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے۔

آنحضرتؐ کا ارشاد:- آں حضرتؐ نے جبرئیل کی زبان سے فرمایا۔ کہ خدائے تعالےٰ کا ارشاد ہے "جب میرا بندہ فرائض ادا کرنے کے بعد میرا قرب حاصل کرتا اور میری دوستی کا طالب ہوتا ہے تو میں اسے اُسی وقت اپنا دوست بنا لیتا ہوں، پھر اس کے کان، آنکھیں، ہاتھ اور زبان بن جاتا ہوں، اس کے دل میں داخل ہوتا ہوں، وہ میرے ہی حکم سے سنتا، میری ہی مدد سے دیکھتا، میری ہی زبان سے بولتا ہے، سب کچھ مجھ ہی سے سنتا، مجھ سے ہی طاقت حاصل کرتا ہے۔

یہ حدیث کئی جگہ بیان ہو چکی ہے، مگر یہی اس کی اصل جگہ ہے۔ اس قسم کے بندے کا دل اللہ کی محبت سے بھرا ہوتا ہے۔ خدا ہی کے علم، نور اور معرفت سے منور ہوتا ہے، اس کے دل میں اللہ کے سوا کسی کی گنجائش نہیں ہوتی۔ آں حضرت صلعم نے فرمایا اگر کوئی آدمی ایسے شخص کو دیکھنا چاہے" تو وہ سالم کو دیکھے جو ابو حذیفہ کا بندہ ہے۔ یہ ظاہر میں بھی اللہ ہی کے کام کے لیے چلتا پھرتا ہے، اور اس کا باطن بھی خدا ہی کے نور سے بھرا ہوا ہے۔

حضرت موسیٰؑ کا واقعہ:- حضرت موسیٰؑ نے خدائے تعالےٰ سے عرض کیا۔ کہ میں تجھے کس جگہ دیکھوں اور تلاش کروں۔ ارشاد ہوا، موسیٰ! وہ کون سا گھر یا مکان ہے" جہاں میں سما سکتا ہوں۔ کیا اس کی وسعت میرے جلال کی متحمل ہو سکتی ہے؟ تم یہ معلوم کرنا چاہو، کہ میں کہاں ہوں؟ تو پھر مجھے پرہیزگار کے دل میں دیکھو جس نے دنیا اور مافیہا کو چھوڑ دیا ہو۔

تارک دنیا کون ہے؟:- تارک وہ ہے جو اپنی کوشش اور محنت سے اللہ کے سوا سب چیزوں کو ترک کر دے، اگر دنیا کی کوئی شے اس کے دل میں رہ بھی جائے، تب بھی خدا اس پر احسان کر کے اس سے اُسے ترک کرائے گا، وہ شخص اپنے دل کو دنیا سے مُردہ کر کے پار سا بن جائے گا، پھر اس کی توجہ خدا کے سوا اور کسی طرف نہ ہو گی۔

اگر کوئی شخص یہ پوچھے کہ خدا نے اس پر کون سا احسان کیا ہے، جس کے بارے میں وعدہ کیا گیا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا نے اُسے ایک ایسا مرتبہ عطا فرمایا ہے اور اس پر قائم رہنے کی توفیق بخشی اور اس کی طاقت کے ذمہ یہ شرط بھی لگا دی اور ہدایت کی ہے، اسے پورا کرے۔ جب وہ اسے پورا کرتا ہے، تو اس کام کے سوا اور کوئی کام نہیں کرتا، بلکہ پوری طرح اس کی حفاظت کرتا اور اپنے نفس کو پوری طرح قابو میں رکھتا ہے، اسے چون و چرا نہیں کرنے دیتا۔ اس کی توجہ کا مرکز ملک جبروت ہوتا ہے جس پر وہ قائم رہتا ہے اور اپنے نفس سے پرہیز کرتا ہے۔ یہ اس جبروتی طاقت سے اپنے نفس کو قابو میں رکھتا ہے، اور اسے ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔ جب بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے تو اللہ کی ہیبت سے اس کا نفس پگھل جاتا ہے، یہی شہود کی اصل حدود ہیں۔

مختلف منزلیں:- اس کے بعد اس آدمی کو دوسرا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ بعد ازاں اسے ملک جلال کی طرف لے جاتے ہیں جہاں اسے ادب سکھا کر پھر جمال کی طرف لے جایا جاتا ہے، وہاں اسے پاک کرتے ہیں، پھر ملک عظمت میں حاضر کیا جاتا ہے وہاں اسے غسل دے کر پاک، وصاف کرتے ہیں، پھر روشنی کے ملک کی طرف لے جاتے ہیں، وہاں اسے خوشبو سے معطر کیا جاتا ہے۔ بعد ازاں خوشی کے ملک کی طرف لے جاتے ہیں۔ وہاں اسے فارغ البال کر دیا جاتا ہے، پھر اسے ملک ہیبت کی طرف لے جا کر ترتیب دی جاتی ہے، پھر ملک رحمت میں لے جا کر خوشی، تازگی اور جرأت عطا کی جاتی ہے، پھر وحدانیت کے ملک میں لے جاتے ہیں جہاں خوفناک کر کے اسے قد اکھلائی جاتی ہے جہاں اللہ تعالےٰ کی رحمت اس پر نازل ہوتی ہے۔ حقیقت

عطا کی جاتی ہے، خدا کی دوستی اُسے طاقت بخشتی ہے، شوق اسے قریب کر دیتا ہے، اس کی مشقت ہی اسے خدا کے قریب پہنچا دیتی ہے، اسے عزیز کر کے قربت کا درجہ دیا جاتا ہے۔ خدائے تعالےٰ اسے قرب سکھاتا ہے، اس کے ساتھ کلام کرتا ہے، وہ اپنے احسان کا صلہ بڑھاتا ہے، جہاں بھی جائے خدا اس کے پاس ہوتا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو خدا کے قبضہ میں ہوتا ہے، اس کے امینوں میں سے ایک امین ہے جو اسرارِ الٰہی سے واقف ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی جتنی چیزیں ہیں ان میں سے ہر چیز اس کے پاس پہنچتی ہے، یہ اس چیز کو خلقِ خدا کی طرف پہنچا دیتی ہے۔ اس وقت اس کی ذاتی صفات برطرف ہو جاتی ہیں، نہ اس میں گفتگو اور عقل رہتی ہے بلکہ اس مقام کی انتہا تک پہنچ جاتا ہے جو اولیائے کرام کی آخری حد ہے، اللہ تعالیٰ کا یہی ان سے وعدہ ہے۔

نبوت اور ولایت:- اس کے علاوہ، دوسری چیز پیغمبروں کے لیے مخصوص ہے۔ ولی کا درجہ درحقیقت پیغمبروں کا ابتدائی درجہ ہے۔ ان سب پر خدائے تعالےٰ کا درود اور رحمت نازل ہو۔ نبوت اور ولایت میں فرق یہ ہے کہ نبوت وہ کلام ہے جو خدا کی طرف سے نازل ہوا اور یہ وحی ہے۔ خدا کی طرف سے حضرت جبرئیلؑ اس کام پر مقرر ہیں، کیوں کہ جبرئیلؑ امین تھے، اس لیے یہ کام ان کے سپرد ہے، اسے قبول کرنا اور مان لینا لازمی امر ہے۔ اگر کوئی شخص اسے قبول کرنے سے انکار کرے تو وہ کافر ہے، اس لیے انکار کرنے سے منکر ہو جاتا ہے، مگر نہ ماننے سے کافر ہو جاتا ہے۔

ولایت:- ولایت یہ ہے کہ خدا کی طرف سے کسی کے دل میں کوئی بات الہاماً ڈال دی جائے، کیوں کہ خدائے تعالےٰ اپنے اولیا کے حق میں الہام کا ذمہ دار ہے۔ ساتھ ہی ایک وقفہ آرام ہوتا ہے، پھر وہ حدیث نعمہ آرام کے مجذوب کے دل میں جاگزیں ہو جاتی ہے۔ اس کا دل اسے قبول کر لیتا ہے جس سے وہ ٹھنڈک حاصل کرتا ہے۔ خاص کلام تو مخصوص پیغمبروں ہی کے لیے ہے، مگر حدیث ولیوں کے لیے ہوتی ہے۔ جو خدا کے کلام کا منکر ہو، وہ کافر ہے، اس لیے کہ وہ وحی اور کلام کا منکر ہوتا ہے مگر جو شخص حدیث کو نہ مانے وہ کافر نہیں مگر مایوسی کے عالم میں ہوتا ہے، کیوں کہ نہ ماننے کے باعث اس پر زوال ہوتا ہے اور وہ پریشانی میں گرفتار ہو جاتا ہے، اس لیے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے اس الہام کا منکر ہو جاتا ہے، جو خدائے تعالےٰ اپنی محبت کے سبب ولی کے دل میں داخل کرتا ہے اور حدیث مشیت کے وقت خدائے تعالےٰ کے علم سے ظاہر ہوتی ہے مگر ولی کے دل میں ایک راز کی طرح موجود رہتی ہے، کیوں کہ ولی خدا تعالےٰ کا خاص بندہ ہوتا ہے، خدا کو اس سے بڑی محبت ہوتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ حدیث کا مضمون جو بندہ کے دل میں داخل ہوتا ہے، وہ خدائے تعالےٰ ہی کی مدد سے ہوتا ہے، اور وہ بندہ اللہ کی مدد سے ہی اسے قبول کرتا اور آرام و سکون حاصل کرتا ہے۔

مبتدی

مبتدی کا کام:- مبتدی کو اپنے پیر کا ادب کیسے کرنا چاہیے، اور جب شیخ اپنے مرید کو ادب سکھائیں تو کیسے سکھائیں؟ سب سے اول مرید کو اس اعتقاد پر مضبوط کرنا ضروری ہے، کہ اہل سنت میں جو بزرگ چلے گزرے ہیں ان کا طریق کار اختیار کرے، انبیاء، رسل، صحابہ، تابعین، اولیا اور صدیقوں کا عقیدہ اختیار کرے جیسا کہ اس کتاب میں بیان کیا گیا، یعنی قرآن اور

حدیث کے ساتھ تمسک کرے، ان کے مطابق امر و نہی کے اصولوں کا پابند ہو، قرآن اور حدیث کو اپنے بازوؤں کی طاقت جان لے، کیوں کہ اس راستہ میں ان دونوں کے ذریعہ اڑ سکتا ہے۔ یہی دونوں طریقے خدا تک پہنچاتے ہیں، پھر صدق اور کوشش اختیار کرے، تاکہ ثابت قدمی نصیب ہو، یہ اسے اللہ تعالیٰ کے راستے پر سے جاکر کھڑا کر دیں۔

مونس: بعد ازاں مرید کو مونس تلاش کرنے کی ہدایت کی جائے، تاکہ وہ اُسے رنج و الم، غلبہ شہوت، لذت دنیا و مذموم خواہشات سے باز رکھے، راہ راست سے بھٹکنے نہ دے۔ مونس کے ساتھ محبت رکھے، خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ جو لوگ ہماری طلب میں کوشش کرتے ہیں، ہم انھیں ضرور اپنی راہ دکھاتے ہیں۔

ایک حکیم کا قول ہے، جس نے کوشش سے طلب کیا اس نے ضرور پا لیا۔

اعتقاد: پس یاد رہے کہ اعتقاد کے باعث انسان کو حقیقت یا علم حاصل ہو جاتا ہے، اور کوشش سے راہِ حق پر چلنے کا راستہ ملتا ہے، لہٰذا خدا کے ساتھ اپنا عہد و پیمان مضبوط کرنا چاہیئے۔ یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ جو عہد خدا کے ساتھ کیا ہو اس کے برعکس کوئی دوسرا راستہ اختیار کی جائے، اپنی منزلِ مقصود پر پہنچنے کے لیے ارادہ کو نہ چھوڑے، ملامت کرنے والوں کی طعن و تشنیع کے باعث ہمت نہ ہارے، کیوں کہ سچے لوگ اپنے قول سے کبھی نہیں پھرتے۔

کرامت: جس قدر کرامت حاصل ہو، اس پر قناعت نہ کرے، بلکہ اور زیادہ کے لیے کوشش کرے۔ قناعت کرنا اس کے اور خدا کے درمیان پردہ ہے۔ جب حضوری حاصل ہو جائے تو پھر کرامت اسے ضرر نہیں پہنچاتی، یعنی حضوری سے روکنے کا سبب نہیں ہوتی، یہ قدرت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، اس کے ثمروں اور علامتوں میں سے ہے۔ خدا کی حضوری اس کی قدرت ہی کے طفیل حاصل ہوتی ہے۔ جب حضوری حاصل ہو جائے تو پھر کرامت اس کی ذات کی کسی بھی شے کو نقصان نہیں پہنچا سکتی، اس لیے کوئی ولی تو اللہ کی قدرت کا ایک نمونہ ہے، اس سے جو بھی خرق عادت ظاہر ہوتی ہے وہ کلام حکمت اور اس کا کمال ہے۔ اس آدمی کی ہر حرکت، جہالت یا خاموشی، ذہنی سکون و حرکت وغیرہ سب پند و نصائح میں ہوتا ہے، اس کے جان و جسم کے ملک میں اللہ کے احکام جاری ہوتے ہیں، اس کے لیے کوئی جگہ خدا کے احکام سے خالی نہیں ہوتی جہاں یہ آمد و رفت نہ ہو مگر ان کے سمجھنے سے انسانی عقل عاجز رہ جاتی ہے۔ بعض اوقات اسے کرامت طلب کرنے کا حکم ہوتا ہے اور اس پر زور دیا جاتا ہے اگر اس طلب کو ترک کرے یا اس کی مخالفت کرے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ میرے لیے ہلاکت کا باعث ہوگا، میری زندگی ختم ہو جائے گی۔ مگر در حقیقت ارادت، اثبات، قربت اور خدا کی خوشنودی، محبت کی زیادتی اور احکام کی بجا آوری یہ سب خدا کی فرمانبرداری ہی ہے۔ اللہ کا دل ان کا حامل ہوتا ہے، جب وہ کرامت طلب کرتا ہے تو اسے کوئی بھی تکلیف نہیں پہنچ سکتی، کیوں کہ اس کی طلب صرف اپنے اور خدا کے درمیان ہوتی ہے، اس راز سے عام لوگ آگاہ نہیں ہوتے، یہ شخص اس سے کسی کو آگاہ بھی نہیں کرتا، مگر جب اس پر غلبہ کا ظہور ہوتا ہے تو وہ اسے ضرور ظاہر کر دیتا ہے۔

ولایت کی شرط ہے کہ کرامت کو پوشیدہ نہ رکھے، اور نبوت و رسالت میں یہ شرط ہے کہ معجزات کا اظہار کیا جائے تاکہ

معجزات: نبوت اور ولایت میں فرق رہے، اس لیے مبتدی کو لازم ہے کہ اس کی پابندی کرے، کوتاہی اور قصور کے مقام سے

دور رہے، گنہگاروں سے محفوظ رہے، کیوں کہ یہ لوگ باتوں سے ہی اسلام و ایمان کا دعوے کرتے ہیں، مگر عملاً نہیں، ایسے لوگوں کے حق میں خدا فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ۔

اے لوگو! اگر تم ایماندار ہو تو جو بات تم خود نہیں کرتے اس کے لیے دوسروں کو کیوں کہتے ہو، کیوں کہ یہ خدا کے نزدیک بڑا گناہ ہے کہ جو بات تم خود نہ کرو، دوسروں کو اس کی دعوت نہ دو۔

دوسری آیت میں کہا۔

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ۔

لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو، مگر خود بھول جاتے ہو حالانکہ تم اللہ کی کتاب پڑھتے ہو اور سمجھتے نہیں۔

مبتدی کا بخل: یہ بھی یاد رکھو! کہ مبتدی کو اپنے خرچ میں تنگی نہ کرنی چاہیئے۔ اس میں بخل نہ کرنا چاہیئے، جو آسانی سے ملے۔ اگر کوئی چیز موجود ہو تو اسے خرچ کرنے میں ڈرنہ محسوس کیا جائے کہ شاید پھر نہ ملے یہ بھی بخل ہے۔ سحری اور افطار میں خرچ کرنے سے دریغ نہ کرے۔ یاد رکھے کہ زمانہ قدیم میں جتنے ولی گزرے ہیں ان سب کو اللہ نے بخیل نہیں پیدا کیا، کیونکہ جو چیز انھیں حاصل ہوئی انھیں خرچ کرنے میں انھوں نے کبھی بخل سے کام نہیں لیا اور ہمیشہ ان باتوں پر صبر کیا، یعنی خواری، بھوک، گمنامی اور ندامت پر صبر کیا، اپنے ہم جلیسوں اور قریبوں کے ساتھ بخشش کی۔ وہ لوگ جو مشائخ اور عالم ہوں ان کی مجلس میں حاضر ہونا چاہیئے، بلکہ باقی تمام سے آگے رہے۔ جب ولی کسی ایسی مجلس میں جائے تو خود بھوکا رہے تو کوئی بات نہیں، مگر باقی لوگوں کو سیر ہو کر کھانے دیا جائے۔ اگر اسے خود خواری حاصل ہو تو کچھ ہرج نہیں مگر دوسرے سب لوگ باعزت ہوں، اور دوسروں کے لیے کوشش کرے کہ انھیں عزت حاصل ہو، اپنے نفس کے لیے ذلت و خواری سے نہ ڈرے۔ ایسی باتوں پر صرف اللہ کا ولی ہی راضی ہوتا ہے، کسی دوسرے میں انھیں برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہوتی نہ وہ اپنے نفس پر ثابت قدم رہ سکتا ہے اگر ایسا نہ ہو تو وہ شخص مراد حاصل نہیں کر سکتا۔ نہ پھر اس سے کوئی اور کام نکل سکتا ہے۔

یاد رکھیں! جو شخص اپنی منزلِ مقصود تک پہنچنا چاہے، تو وہ مذکورہ سب باتیں برداشت کرے، خدا سے اپنے گزشتہ گناہوں کی معافی مانگے، گردش زمانہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو دست رکھے، اپنی حرکت و سکون کے لیے بھی اللہ ہی کی رضامندی چاہے، اس کے لیے لازم ہے کہ وہ خدا کے اولیا، ابدالوں اور سخیوں کی دوستی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے چاہے، کیوں کہ ان امور کے باعث ہی ان لوگوں کے گروہ میں شامل ہو سکتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے عقل و دانش عطا کی ہے اور اپنی آیات کے ذریعہ انھیں عبرت سے آگاہ کیا ہے، ان کے دل صاف ہیں۔

مرید کی یہی صفت ہے "جو بیان کی گئی ہے، اگر مرید مذکورہ باتوں سے پاک و صاف نہ ہو، تو وہ اس قابل نہیں کہ اس کا نام مرید رکھا جائے۔

آدابِ مرید

شیخ کی بارگاہ میں مرید کے آداب:- مرید کے لیے یہ ہدایت ہے کہ ظاہر میں کبھی اپنی مخالفت نہ کرے، نہ ہی باطن میں اس پر کوئی اعتراض کرے، کیوں کہ جو ظاہری ادب ترک کرتا ہے وہ گنہگار ہے، جو باطن میں اپنے پیر پر اعتراض کرتا ہے تو یہ اس کی لغزش ہے۔ مرید کے لیے ضروری ہے کہ اپنے پیر کے لیے اپنے نفس کا دشمن بن جائے، پیر کے مقابلہ میں اپنے نفس کو ملامت کرے۔ ظاہر و باطن میں پیر کی مخالفت ترک کردے، ہمیشہ خدا کے اس کلام کا ورد جاری رکھے۔ اے اللہ! ہمیں بخش دے، ہم سے پہلے ہمارے جو مومن بھائی دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں، انھیں بھی بخش دے، ہمارے دل مومنوں کی طرف سے نہ ہٹا، اے پروردگار! بیشک تو ہی مہربانی اور رحمت کرنے والا ہے۔

اگر شیخ سے خلاف شرع کوئی عمل ظاہر ہو تو اسے اشارۃً یا مثالاً آگاہ کیا جائے، صاف نہ کہا جائے کہ پیر صاحب نفرت کرنے لگیں، اگر تم پیر میں کوئی عیب دیکھو تو چھپاؤ! اپنے نفس کو تہمت لگاؤ، اپنے شیخ کے لیے استغفار پڑھو، ان کے حق میں دعا کرو، کہ اے اللہ انھیں علم اور بیداری کی توفیق عطا فرما اور ان کی حفاظت کر، مگر ان کی عظمت پر مکمل یقین نہ رکھو، نہ کسی اور کو بتاؤ، بلکہ جب دوسری دفعہ ان کے پاس جاؤ، تو یقین رکھو کہ انھوں نے اپنا عیب ترک کر دیا ہے اور اپنے مرتبہ سے تجاوز کر گئے ہیں، کیوں کہ اگر شیخ سے عیب ظاہر ہوا ہے تو محض غفلت کی وجہ سے ہوا ہے۔ دونوں میں جدائی ہوئی ہے تو صرف اس لیے کہ ایک بھالت تو رخصتوں، اباحتوں اور غربت کے ترک کرنے اور سخت عمل کرنے کی وجہ سے ہوا ہے۔ یہ ایسی حالت ہے جیسی دو گھروں کے درمیان کی دہلیز ہے یا دو منزلوں کے درمیان ایک منزل۔ جب وہ پہلے گھر میں کھڑا ہوتا ہے، تو وہ ایک حالت ہوتی ہے اور جب وہ چوکھٹ پر کھڑا ہو، تو یہ دوسری حالت ہے۔ یا ایک لباس اتار کر دوسرا پہنا جائے یا ایک ملک سے دوسرے ملک میں چلا جائے تو پہلے ملک سے بڑا ہو۔

یہ سب الگ الگ حالتیں ہیں، اس صورت میں وہ بندہ روز بروز قربِ الٰہی کی طرف آگے ہی آگے بڑھتا ہے، اگر مرید کا شیخ غصہ اور رنج میں ہو تو مرید کو چشم پوشی کرنی چاہیے۔ قطع تعلق نہ کرنا چاہیے، بلکہ یہ دریافت کرنا چاہیے کہ رنج اور غصہ کا باعث کیا ہے۔ یہ سبب معلوم ہونے پر بارگاہِ الٰہی میں توبہ کرنی چاہیے، تاکہ بے ادبی اور نافرمانی کا ازالہ ہو جائے اور آئندہ کے لیے محتاط رہے۔ شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے قصور کا عذر پیش کرے، عاجزی کرے، اگر دل میں اس وجہ سے مخالفت پیدا ہو گئی ہو تو اسے دور کرے، دوستی کی فضا پیدا کرے، اور دوستی کو بڑھائے۔ ہمیشہ اپنے شیخ کے ساتھ اتفاق کرے۔ شیخ کو اپنے اور خدا کے درمیان وسیلہ خیال کرے، تاکہ بارگاہ الٰہی تک رسائی حاصل کر سکے۔ جس طرح کسی بے سہارا شخص کو بادشاہ کے دربار میں رسائی کی ضرورت ہو تو وہ دربان سے دوستی پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے" یا سلطنت میں باریاب ہونے والے اصحاب سے دوستی پیدا کرتا ہے، تاکہ اپنی حاجت بادشاہ کے حضور پیش کر سکے، اسی طرح شیخ بھی اپنے مرید کو بارگاہ الٰہی میں پہنچنے کے آداب سکھاتا ہے۔ عرض معروض کا طریقہ بتاتا ہے اور اسے بتاتا ہے کہ بادشاہ کے خزانے میں کون کون سے نایاب تحفے ہیں جو بادشاہ کو زیادہ مرغوب ہیں کہ وہ اس کی خدمت میں پیش کیے جائیں" اور انھیں تیار کیا جائے، اس تحفہ کے لحاظ سے اسے کس دروازہ سے داخل ہونا

چاہیے" اور فلاں دروازہ سے داخل ہونے پر اسے بادشاہ کی حضوری حاصل ہوگی یا نہیں ہوگی، اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا یا نہیں۔

اس جہان کا دستور:۔ یہ حقیقت ہے کہ اس مقام پر خوف اور خطرہ ہی خطرہ ہے، اس باب میں محتاجی ہے کہ کوئی راستہ دکھانے والا ہو، تو ہاتھ سے پکڑ کر اس مقام پر لے جاکر بٹھا دے جس مقام کے وہ لائق ہے یا اس مقام پر بیٹھنے کا اشارہ ہی کردے، تاکہ اس درگاہ میں حاضر ہونے پر رسوائی نہ ہو بے ادبی کا الزام نہ آنے پائے۔ اسے بے وقوف نہ سمجھا جائے۔ اس بات پر اعتقاد ہو کہ اس جہان میں اللہ تعالیٰ کی منشا ہی یہی ہے کہ ایک پیر ہو، اور ایک مرید۔ ایک تابع ہو، اور ایک متبوع۔ ایک استاد ہو اور ایک شاگرد، ایک مالک ہو اور ایک نوکر، اور قیامت تک یہی دستور جاری رہے گا۔

حضرت آدم کی تربیت:۔ یہ تو تمہیں معلوم ہی ہوگا" کہ حضرت آدمؑ کو پیدا کر کے انھیں تمام نام سکھا دیئے گئے تھے، اور پھر کام شروع کر دیا گیا پھر حضرت آدم کو شاگرد بنایا گیا، اللہ تعالیٰ نے خود ان کا معلم بنا، یا یوں سمجھو کہ آدمؑ مرید ہوئے اور اللہ تعالیٰ ان کا شیخ بنا۔ انھیں تعلیم فرمایا کہ اے آدم! یہ گھوڑا ہے، یہ خچر ہے، یہ گدھا ہے، یہ بڑا پیالہ ہے، یہ چھوٹی پیالی ہے۔ گویا سب کچھ سکھا دیا۔ جب تربیت سے فراغت ہوئی، تو پھر انھیں خطابات سے نوازا گیا۔ معلم، استاد، شیخ اور حکیم کے خطابات دیے گئے، طرح طرح کے لباس اور نور سے مزین کیا گیا۔ خدا کی درگاہ میں فرشتوں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ عاجزی دکھائی، اور کہا کہ اے اللہ! تو پاک ہے، جو کچھ تو نے ہمیں نہیں سکھایا، اس کا ہمیں علم نہیں۔ تب آدم کو حکم ہوا کہ ان سب چیزوں کے نام بتائیں۔ آپ نے نام بتا دیئے تو استاد بن گئے اور تمام فرشتے آپ کے شاگرد ہوئے۔ پھر آپ (آدم) نے فرشتوں کو یہ سارے نام بتا دیئے، جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی شہادت موجود ہے۔ اس وجہ سے فرشتوں پر حضرت آدم کی بزرگی کا اظہار ہوا۔ آپ کو ان پر فضیلت حاصل ہوگئی، اللہ کی طرف سے انھیں شرف عطا کیا گیا۔ اس صورت میں حضرت آدم متبوع ہوئے اور فرشتے آپ کے تابع۔

خلد سے نکلنا:۔ اس کے بعد قضا کے مطابق" آپ نے ممنوع درخت کا پھل کھا لیا۔ چنانچہ آپ کو بہشت سے نکالا گیا۔ ایک حالت سے دوسری حالت میں یا ایک مقام سے دوسرے مقام کو منتقل کر دیا گیا۔ آپ کو اس کی کچھ خبر نہ تھی، نہ ہی اس مقام کو وطن سمجھتے تھے، نہ وہاں قیام کرنے کے بارے میں کوئی وہم و گمان تھا کہ مجھے اس منزل کی سیر کرائی جائے گی۔

جبرئیلؑ کی ہدایات:۔ جب آدم کو بہشت سے نکال کر زمین پر پہنچایا گیا۔ اور آپ زمین پر آئے تو آپ کو زمین سے ڈر محسوس ہوا، ایسی چیزیں دیکھیں جو پہلے کبھی نہ دیکھی تھیں۔ ان بلاؤں کا آپ پر بوجھ پڑا۔ یعنی بھوک، پیاس، سوزش اور قبض وغیرہ جن کے بارے میں پہلے آپ کو کچھ خبر نہ تھی۔ اب آپ کو مرشد، استاد یا رہنما کی ضرورت تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو نازل فرمایا۔ اللہ کے حکم سے جبرئیل کے ساتھ آپ کی دوستی ہوگئی۔ آپ پر ساری دشواریاں ظاہر کر دی گئیں، انھیں گندم کا بیج دے کر بونے کا طریقہ سکھایا گیا۔

جب ہدایت کے مطابق بیج دیا گیا تو بڑا درخت ہو کر بار آور ہوا، جب کاٹنے کے قابل ہوگیا، تو آدم کو اسے کاٹنے اور صاف کرنے کا طریقہ سکھایا گیا، پھر اس سے آٹا پیسنے کا طریقہ سکھایا، اسے پیسنے کا سارا سامان مہیا کیا گیا۔ آٹا تیار ہونے پر روٹی پکانے کا طریقہ سکھایا گیا اور آپ نے ہدایت کے مطابق روٹی پکائی۔ روٹی پک جانے پر اسے کھانے کا ڈھنگ بتایا گیا، روٹی کھانے کے

جب آپ کو پاخانہ کی ضرورت پیش آئی تو گھبرائے، کہ کیا کروں۔ اس مقصد کے لیے آپ کو استاد کی ضرورت تھی، تو حضرت جبرئیلؑ نے یہ ترکیب بھی بتادی کہ پاخانہ یوں کرنا چاہیئے۔ طہارت اور عبادت کا طریقہ سکھایا۔

حضرت آدم کا جسم نورانی تھا، مگر جب آپؑ عتاب نازل ہوا، تو جسم سیاہ ہوگیا، آپ نے جسم کی سیاہی دور کرنے کی کوشش کی۔ اس مقصد کے لیے جبرئیلؑ نے آپ کو ایام بیض کے روزے رکھنے کا طریقہ سکھایا۔ یعنی ہر ماہ کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو روزہ رکھا جائے، ان تاریخوں میں آپ کے جسم کی سیاہی جاتی رہی اور بدن نورانی ہوگیا[1]۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی علوم وفنون آپ کو سکھائے گئے۔

تبدیلی:- اس مثال سے ظاہر ہوا کہ حضرت آدم کو جبرئیل کا شاگرد بننا پڑا۔ مگر اس شاگردی سے قبل آپ حضرت جبرئیل اور تمام دوسرے فرشتوں کے پیر اور متبوع تھے۔ سب سے زیادہ عقلمند تھے، اور یہ تمام تبدیلی اللہ تعالیٰ کی حکمت کاملہ کے باعث تھی۔

پیغمبروں کا سلسلہ تعلیم:- اس کے بعد حضرت آدم کے فرزند رشید حضرت شیثؑ نے اپنے والد سے تعلیم حاصل کی۔ اور اسی طرح باقی اولاد بھی تعلیم حاصل کرتی گئی۔ پھر حضرت نوحؑ سے ان کی اولاد نے تعلیم پائی، پھر حضرت ابراہیمؑ اپنی اولاد کے معلم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کو وصیت کی ہے اور یعقوب نے بھی اپنی اولاد کو وصیت کی ہے۔

حضرت موسیٰؑ و حضرت ہارونؑ نے بھی اپنی اولاد کو تعلیم دی بنی اسرائیل کو تعلیم دی۔ حضرت عیسیٰؑ اپنے حواریوں کے معلم تھے۔ آں حضرتؐ کو حضرت جبرئیل نے تعلیم دی، وضو سکھایا، نماز پڑھنی سکھائی، مسواک کرنے کی وصیت کی۔ چنانچہ آں حضرتؐ کا ارشاد ہے کہ مجھے مسواک کرنے کی نصیحت کی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جب تک میرے منہ میں دانت موجود رہے اس وقت تک حضرت جبرئیل نے مجھے مسواک کرنے کی وصیت کی ہے اور خانہ کعبہ کے پاس میرے ساتھ نماز بھی پڑھی جائے۔ پھر زوالِ آفتاب کے وقت نمازِ ظہر میرے ساتھ ادا کی ہے۔

تعلیم کا سلسلہ:- آخر حدیث میں یہ بیان ہوچکا ہے" کہ پھر آں حضرتؐ کے صحابہ کرام نے تعلیم حاصل کی، پھر ان کے اصحاب نے صحابہ کرام سے تعلیم پائی۔ ان کے بعد تبع تابعین نے تعلیم پائی، اسی طرح ایک قرن کے بعد دوسرے قرن میں، اور ایک زمانہ کے بعد دوسرے زمانہ میں تعلیم حاصل ہوتی رہی۔ دوسرے انبیائے کرامؑ کی بھی یہی کیفیت تھی، ایک نے دوسرے سے رہنمائی حاصل کی۔ ایک دوسرے کے نقش قدم پر چلے، ایک دوسرے کے مذہب کی پیروی کی۔ ایک کے بعد دوسرا نبی اس کا خلیفہ مقرر ہوا، جیسے موسیٰ بن عمران اور ان کا خادم اور حضرت یوشع بن نون کا بھانجا، یا حضرت موسیٰ کے حواری، آں حضرتؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور اولیائے کرام، ابدالوں، استادوں اور ان کے شاگردوں کا یہی دستور رہا۔ مثلاً خواجہ حسن بصریؒ اور ان کے شاگرد حبیب بن غلام، سری سقطی اور ان کا غلام اور بھانجا، جنید بغدادیؒ جو مشائخ گزرے ہیں یہ سب خدا ہی کے راستہ کی طرف رہنمائی کرنے والے تھے۔

پس یہ واضح ہوگیا کہ مرید کو اپنے پیر کا راستہ لازماً اختیار کرنا چاہیئے" جیسا کہ اجمالاً بیان ہوا، یہ جائز بات ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو برگزیدہ کرکے اسے دنیا بھی دے دے، ہوس اور شیطان سے محفوظ رکھے، اسے اپنی ذمہ داری میں لے لے، جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ، حضرت محمدؐ، اویس قرنی اور دیگر اولیائے کرام کو۔ اس امر سے بھی انکار ممکن نہیں، کہ خدا کی تربیت

[1] گزشتہ اوراق میں ایام بیض کے تحت ان روزوں اور ان ایام کی پوری تفصیل بیان ہوچکی ہے۔

کے سوا کوئی اور کسی ولی کو اپنی طرف کر سکتا ہے۔

مرید کو لازم ہے "کہ جب تک خدا کی درگاہ میں کمل رسائی حاصل نہ ہو اپنے پیر سے الگ نہ ہو۔ جب خدائے تعالےٰ اس کی تربیت اور تہذیب اپنے ذمہ لے لیتا ہے" تب وہ بارگاہ الٰہی میں پہنچ جاتا ہے، اسے اسرار و رموز کا پتہ چل جاتا ہے، بلکہ ان میں سے بعض امور سے اس کا مرشد بھی آگاہ نہیں ہوتا۔ پھر خدا کی مرضی ہے کہ اس سے جو کام چاہے لے، اسے عمل کرنے کا حکم دیا جاتا ہے اور نواہی سے روکا جاتا ہے، اس کی حالت میں کمی زیادتی ہوتی رہتی ہے، کبھی غنی ہو جاتا ہے کبھی فقیر۔ ساتھ ہی اسے تلقین بھی ہوتی رہتی ہے، جن کاموں کو اسے انجام دینا ہوتا ہے ان سے اسے آگاہ کر دیا جاتا ہے پھر وہ ذاتِ الٰہی کے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہو جاتا ہے، اس کے دل میں اور چیزوں کی گنجائش نہیں رہتی، صرف آدابِ خداوندی کو سامنے رکھتا ہے، خدائے تعالےٰ کے ادب کو نگاہ میں رکھنا ہی اس کا واحد کام ہوتا ہے، جب ایسی منزل میں پہنچ جاتا ہے تو مرشد سے قطع تعلق ہو جاتا ہے، شیخ کے پاس جانا حرام ہو جاتا ہے، قصداً شیخ کے پاس نہیں جاتا، ہاں راستے یا مسجد میں اتفاقاً ملاقات ہو جائے تو ہو جائے۔

یہ ساری باتیں مرید کو استغنا سے حاصل ہوتی ہیں" اور خدائے تعالےٰ کی حضوری سے نصیب ہوتی ہیں، وہ ہر ذلت و خواری اور عقوبت کو برداشت کرتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ پیر اور مرید حکم الٰہی سے ایک جگہ جمع ہو جائیں کیوں کہ احکام الٰہی بجا لانے میں دونوں شریک ہیں۔ جب اللہ چاہے دونوں کو یکجا کر دیتا ہے، اور جب چاہے دونوں کو الگ کر دیتا ہے۔ اس لیے کہ قضا استغنا میں ہر ایک کا حال اس کی استعداد کے موافق ہوتا ہے۔ یہ کسی کے اپنے بس کی بات نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کی عنایت پر موقوف ہے، یہ اس کا کام ہے کہ جسے چاہے آگے بڑھا دے جسے چاہے پیچھے ہٹا دے۔ تغیر و تبدل، ولایت، کسی کو غنی یا فقیر کرنا، عزت دینا یا ذلت دینا۔ ان سب کاموں کے لیے وہ اپنے احکام مقررہ وقت میں جاری کرتا ہے، کوئی بھی ان حالات سے واقف نہیں ہو سکتا، کیوں کہ آدمی کی عقل اور اس کا ادراک اندھیری رات، وسیع جنگلات، یا گہرے دریا کی معلومات سے عاجز ہے۔ خدا ہی کا علم ان سب باتوں کو احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اپنے پیغمبروں، رسولوں اور اولیا میں سے جسے چاہے ان اسرار سے آگاہ کر دیتا ہے، ان میں سے بھی دو[1] کو ایک ہی اسرار سے آگاہ نہیں کرتا۔ کیوں کہ مقدرات کے امور میں مرید کا شیخ سے کوئی تعلق نہیں، دونوں کی رائے الگ الگ ہوتی ہے وہ چاہے تو شیخ کو کسی اور طرف کی سیر کرائے اور مرید کو کسی اور طرف کی۔

پیر اور مرید کا ساتھ سمجھ لیا جائے کہ جب ایک دوسرے کے ظاہر و باطن میں فرق پیدا کر دیا جاتا ہے، تو پھر ایک دوسرے کا معانقہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے، یہ امر محال ہے، صحبت و معانقہ کا اتفاق شاذ و نادر ہی ہوتا ہے، اور یہ امر قابلِ اعتبار ہیں، کیوں کہ غالب یقین تو ظاہر پر ہی ہوتا ہے۔

اگر پیر و مرید کی یہ حالت ہو کہ اپنے پروردگار کی محبت میں شیخ کی پروا نہ رہے، تو یہ خاص اللہ تعالےٰ کی رحمت ہے مگر ضرورت کے وقت پیر کی پروا کرنی جائز ہے، کیوں کہ یہ مرید کے آداب میں داخل ہے، کہ ضرورت کے بغیر اپنے شیخ سے بات نہ کرے، نہ ہی اپنے ہنر اور وصف کا اظہار کرے۔

پیر کا ادب: ۱۔ مرید کو نماز کے سوا اپنے پیر کے آگے مصلےٰ کبھی نہ بچھانا چاہیے" اور نماز ادا کرنے کے بعد فوراً مصلےٰ ہٹا لے، اسے لپیٹ کر الگ

---

[1] دو سے مراد پیر اور اس کا مرید ہیں۔

رکھ دے اور پیر کی خدمت میں دست بستہ حاضر ہو جائے۔ یہ حالت خاص صرف پیر کی ہو سکتی ہے کہ اپنے بستر پر تکیہ لگا کر بیٹھے، مرید کی یہ حالت نہیں ہونی چاہیے۔ ایسے وقت میں مرید کے لیے مناسب نہیں کہ مصلیٰ بچھا کر بیٹھے، ہاں اگر پیر اجازت دے تو مضائقہ نہیں۔ کیوں کہ اگر پیر حکم دے کہ مصلے بچھاؤ اور مرید تعمیل نہ کرے تو یہ بے ادبی ہے۔

اگر پیر کی گفتگو میں کوئی نقص نظر آئے تو بھی خاموش رہے، اس کی تردید نہ کرے مرید کے دل میں بصیرت کا نور بھرا ہوتا ہے، اسے دل کے خزانہ ہی میں پوشیدہ رہنا چاہیے، یہ خدائے تعالیٰ کا فضل و کرم ہوتا ہے۔

شیخ کے سامنے زیادہ باتیں نہ کرے، اس کے کلام میں نقص نہ نکالے، رخنہ اندازی نہ کرے۔ یہ سب بے ادبی کی صورتیں ہیں، اگر بلا ارادہ کوئی بات منہ سے نکل بھی جائے تو فوراً خاموش ہو جائے، بے ادبی پر توبہ کرے کہ آئندہ ایسی خطا نہ کروں گا۔ مرید کی عافیت خاموشی میں ہی ہے، اس کے سوا دوسرا کوئی راستہ نہیں۔

سماع کے وقت بھی شیخ کے سامنے مرید کو کوئی حرکت نہ کرنی چاہیئے، نہ اپنی طرف سے بناوٹی حالت اختیار کرے بلکہ پیر کے اشارہ کے مطابق حرکت کرے۔ اگر شوق کے غلبہ سے حالت طاری ہو جائے اور ہوش گم ہو جائیں تو جب بھی ہوش آئے پھر پہلے کی طرح ادب کو ملحوظ رکھے، جو اسرار اللہ تعالیٰ نے اس پر ظاہر کیے ہوں انھیں پوشیدہ رکھے، جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

رقص، سرود، راگ رنگ اور قیل و قال ہمارے نزدیک جائز نہیں، مگر وہ ہیں جن کی کرامت کا پہلے ذکر آچکا ہے، لیکن یہ ان لوگوں کی خواہش کے مطابق کہا گیا ہے "جو اپنے محبوں میں ایسا کرتے ہیں مگر سچی بات جس سے انکار نہیں ہو سکتا یہ ہے کہ حال کا سننا صدق کی آگ کو بھڑکا دیتا ہے، اشتیاق کے شعلہ کو اور تیز کرتا ہے، پھر ایسے لوگ اپنے تازہ اشتیاق میں پڑے جلتے ہیں" اور اس میں غائب ہو جاتے ہیں، اس میں بڑا لطف حاصل ہوتا ہے، اسے وہی جانتے ہیں جو اس کوچہ سے واقف ہیں۔ جب یہ شوق اور وجد کی حالت میں ہوتے ہیں تو قوم میں ان کے پھڑکتے اعضا دکھائی دیتے ہیں۔ قوم کے خیالات سے جو لوگ بالکل الگ ہوتے ہیں، قوم کے لوگ ان باتوں میں مشغول ہوتے ہیں۔

صادق مریدوں کا حال دوسرا ہے، ان کی آگ نہ دبھی ہوتی ہے نہ بجھتی ہے، نہ اس کے شعلے کبھی زیادہ ہوتے ہیں، ان کا محبوب نہ ان سے غائب ہوتا ہے نہ دور۔ صادق مرید کے شوق کی آگ مہینہ بھڑکتی رہتی ہے۔ وہ اپنے حقیقی محبوب کے قرب، اس کی لذت اور اس کی نعمت میں روز بہ روز بڑھتا ہی رہتا ہے۔ اس کے سرور کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ اس کے مطلب کا کلام خدا ہی کا کلام ہوتا ہے۔ اس حالت میں وہ مرید ان باتوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ غزل، راگ رنگ، فریاد اور غوغا کرنے والے جو شیطان کے بھائی ہوتے ہیں اور نفس امارہ کے ہوا و ہوس کے گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں، جو لوگ فریاد اور شور و غل کی پیروی کرنے والے ہوتے ہیں۔

حالت سماع میں مرید کو کسی پر اعتراض نہ ہونا چاہیے۔ کسی کے وقت اور طلب کا مزاحم نہ ہو۔ کوئی اس وقت ایسے اشعار سننا چاہتا ہے جو شرک اور ریا کے باب میں ہوں، کوئی ایسے شعر سننا چاہتا ہے جو دل کو نرم کرنے والے ہوں۔ بہشت اور حوروں کا شوق بڑھائیں، دنیا اور اس کی لذتوں و شہوتوں کو دور کریں، عورتوں اور اولاد کو ترک کرنے پر آمادہ کریں۔ آفتوں اور بلاؤں پر صبر کرنے کی توفیق دیں، جو لوگ فرزندوں کی محبت ترک کر کے آخرت کی طرف رُخ کریں۔ ان سب کو شیخ کے حوالے کر دے۔ ان تمام کو شیخ کے حوالہ کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے، کہ اس تمام قوم کے لوگ شیخ کی ولایت میں ہوتے ہیں۔ اگر سننے والا ارباب تحقیق

میں سے ہے تو چاہیئے، کہ ظاہر میں تمام آداب کو ملحوظ رکھے۔ باطن میں تکلیف سے انکار کرے۔ کیوں کہ ایسا ہوتا ہے کہ وہی اللہ تعالیٰ کسی دوسرے کے دل میں یہ بات ڈال دیتا ہے، کہ وہ کسی گانے والے سے گانے کی دوبارہ خواہش کرے یا گانے والے کے دل میں از خود یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے گانے کو دہرائے۔

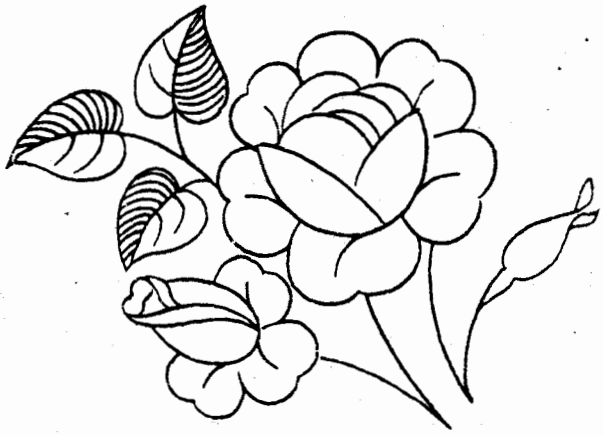

باب ۳۷

پیرومرید کے آداب، بھائیوں سے برتاؤ، دوسروں سے سلوک

اُمراء، فقراء، آدابِ فقیر، فقیر اور کھانا پینا

پیرومُرید کے آداب

مریدوں کے آداب ۱۔ جب مرید اپنے شیخ سے ادب سیکھنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہیئے کہ دل میں یہ اعتقاد رکھے، کہ اس زمانہ میں اس سے بہتر اور کوئی شخص نہیں، جو اس کے مطلب میں کامیابی کا ذریعہ ہو، اور محض اللہ کے لیے شیخ کو قبول کرے۔ خدائے تعالیٰ کے ساتھ اس کا جواز ہو اسے دل میں رکھے، کسی غیر کے پاس اس کا اظہار نہ کرے مگر جو چیز اس کے حال کے لیے بہتر ہو اسے اس کا شیخ ظاہر کردے۔ شیخ کی مخالفت کرنے سے ڈرے، کیوں کہ ایسا کرے گا تو یہ اس کے حق میں زہرِ ہلاہل بن جائے گا۔

مخالفت کے کئی طریقے ہیں، ان سب سے پرہیز کرے۔ ظاہر میں ہی نہیں، بلکہ باطن میں بھی مخالفت سے بچے، اپنے اسرار سے صرف شیخ کو آگاہ کردے اور کسی کو نہ بتائے۔ ہاں اگر کسی بات کو ظاہر کرنے کا پیر نے حکم دیا ہو تو اُسے ظاہر کرسکتا ہے، کسی غیر ضروری امر کے لیے شیخ سے اجازت طلب نہ کرے۔ ایسا کرنا مناسب نہیں۔ جن امور کو اس نے خدا کے لیے ترک کردیا ہو، ان کی طرف پھر رجوع نہ کرے، کیوں کہ یہ کبیرہ گناہ ہے۔ اہلِ طریقت کے نزدیک ارادے کو توڑنا کبیرہ گناہ ہے۔ آں حضرتؐ کا ارشاد ہے، جو شخص اپنی بخشش کو واپس کرے وہ اس کتے کی مانند ہے، جو قے کردے اور دوبارہ اس کی طرف رجوع کرے۔ جس چیز سے شیخ باز رہنے کی تلقین کرے اس سے باز رہے، اور شیخ کا فرمان بجالائے، یہ واجب ہے اور اگر پیر کے ارشاد کے خلاف قیام میں کوئی تقصیر ہوجائے تو واجب ہے کہ پیر کو اطلاع دے، تاکہ وہ مرید کی اس تقصیر کا تدارک کرے۔ خدا کے حضور مرید کے لیے آسانی اور رستگاری کی دعا کرے۔

آداب سکھانا ۲۔ جب مرید پیر کے حضور حاضر ہو تو پیر کے لیے لازم ہے، کہ مرید کو محض خدا کے لیے قبول کرے، نہ کہ اپنے نفس کے لیے، اسے چاہیے کہ مرید کو پند و نصیحت کرے، اس پر مہربانی کی نظر رکھے، اگر دیکھے کہ مرید کسی مشقت کے کرنے سے معذور ہے، تو اس کے ساتھ مہربانی اور شفقت کا اس طرح سلوک کرے جیسے شفیق ماں باپ اپنے فرزند یا غلام کے ساتھ کرتا ہے، جو بوجھ نہ اٹھا سکے وہ اس پر نہ ڈالے۔ نفس امارہ کی فرمانبرداری نہ کرے، شرع کے احکام کی پیروی کرے تاکہ ان کی تعمیل کرنے سے طبیعت کی قید اور حکم سے چھوٹ جائے، نفسِ امارہ کی فرماں برداری سے نجات ملے، اطاعتِ شرع میں ثابت قدم رہے۔ پھر فرائض کی طرف متوجہ ہو۔ جب مرید کو فرائض کی طرف بلایا جائے تو وہ جواز کو محو کردے اور فرائض کی طرف متوجہ ہوجائے۔

اگر حکم کے شروع ہی میں مرید کے صدق وعزیمت کو دیکھ لے، اور ان میں خدا کے نور کا مشاہدہ کرے، جیسے مومن بندوں، ولیوں اور اللہ کے دوستوں میں ہوتا ہے تو پھر کسی بات میں اس کے ساتھ نرمی نہ کرے، بلکہ اسے سخت ریاضتیں بتلائے، اسے مضبوطی سے شکنجہ میں جکڑے، اس سے اس کی آزادی میں کوئی فرق نہ آئے گا، کیونکہ مرید پیدا ہی اسی کام کے لیے کیا گیا ہے، وہ کام اس کے حال کے موافق ہے۔ پس چاہیئے کہ اس کام کو آسان کرنے کے لیے کسی قسم کی خیانت نہ کرے۔

اپنے آرام کے لیے پیر کو مرید کی کوئی چیز قبول نہ کرنی چاہیئے۔ اس کے پاس مال ہو تو اس سے فائدہ نہ اٹھائے، نہ ہی مرید کی خدمت سے فائدہ اٹھائے، اللہ تعالیٰ سے اپنا حق الخدمت طلب کرے۔

مرید اگر شیخ کے پاس جاتا ہے تو شیخ کے اختیار سے نہیں، بلکہ اسے تقدیر الٰہی طلب اور کوشش کے لیے کھینچ کرے جاتی ہے تاکہ وہ کوشش کرے پھر تقدیر الٰہی اسے اللہ تعالیٰ کے پاس لے جاتی ہے اور یہ خدا کی طرف سے اس پر بخشش ہوتی ہے، پس پیر کے لیے واجب ہے کہ مرید کو قبول کرے، اس کے ساتھ نیکی کرے، اسے تربیت دے، ادب سکھائے۔ پیر کو مرید کے مال کو استعمال کرنے سے بچنا چاہیے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ حکم دے، اور مطلع کرے، تو پھر استعمال میں لانا جائز ہے، اگر مرید اپنے مال سے خود ہی کوئی چیز پیش کر دے تو اسے لے لینا جائز ہے، کیونکہ اس میں مرید کی اصلاح اور رستگاری ہے۔

مرید کی تربیت کے سلسلہ میں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیر کو توفیق عطا کی جاتی ہے۔ اس کی حاجت اور مقصد جلد بر آتا ہے۔ اس لیے پیر کو تکلیف سے ڈرنا چاہیئے۔ اگر ایسا نہ کرے گا تو مرید کے حق میں حفظ اور توفیق کو کھو بیٹھے گا۔

پیر کی ذمہ داری یہ ہے کہ اپنی ہمت سے مرید کی تربیت کرے اور اگر مرید میں کوئی خلل یا فتور نظر آئے، تو اپنے دل میں اس کی طرف سے توبہ کرے، پیر کے ذمہ یہ بھی ہے کہ مرید کے اسرار کی نگہبانی کرتا رہے۔ مرید کے جس حال کا اسے علم ہو گیا ہو، اسے دوسروں پر ظاہر نہ کرے، اگر خدائی کشش یا مرید کے خود بیان کرنے سے شیخ کو اس کے اسرار معلوم ہو گئے ہوں، تو بھی انھیں پوشیدہ رکھے دوسروں پر ان کا اظہار مناسب نہیں، کیوں کہ اسرار امانت ہوتے ہیں، مثل مشہور ہے کہ نیک لوگوں کے سینے اسرار کی قبریں ہیں۔ پس مریدوں کے لیے ان کا پیر راحت کا محل ہوتا ہے۔ ان کے بھیدوں کا خزانہ، ان کی جائے پناہ ان کو دلیری اور تقویت دینے والا ہے، ان کی مدد کرنے والا، حق کی راہ میں انھیں ثابت قدم رکھنے والا ہوتا ہے۔

پیر کو چاہیئے کہ مریدوں کو ہمیشہ اس بات کے لیے آمادہ رکھے کہ سیدھی راہ میں اس کی مصاحبت کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہیں اس سے گریز ہرگز نہ کریں۔ اگر مرید سے خلاف شرع کوئی امر سرزد ہو تو علیحدگی میں پوشیدہ طور پر اسے نصیحت کرے، ادب سکھائے اور پھر ایسا کرنے سے روک دے۔ ان باتوں سے بھی اُسے باز رکھے کہ اقتصادی یا عملی مسائل میں کوئی ایسی بات نہ کرے جو مکروہ ہو یا کبھی ایسی حالت کا دعوے نہ کرے، جو ابھی تک اسے میسر نہ ہو۔ اپنے علم پر مغرور نہ ہو حالانکہ وہ علم نہ رکھتا ہو۔ ان سب باتوں سے مرید کو بچانا چاہیے۔ مرید اپنے جن احوال یا عملوں کے باعث مغرور ہو گیا ہو، پیر کو چاہیے کہ ان عملوں اور احوال کو فقیر بیان کرے تاکہ مرید مغرور ہو کر ہلاکت میں نہ پڑے، جو آدمی غرور کرتا ہے وہ اللہ کی نگاہوں سے گر جاتا ہے۔

اگر پیر سب مریدوں کو نصیحت کرنا چاہے تو انھیں ایک جگہ اکٹھا کریں، پھر اس طرح خطاب کریں، کہ ہمیں خبر دی گئی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس قسم کے دعوے کرتا ہے، پھر جو باتیں بیان کرنے کے قابل ہوں وہ بیان کر دی جائیں۔ سب کو مشترک طور پر

نصیحت کرے اور انھیں خوف دلائے، سب میں سے کسی خاص آدمی کو خطاب کرکے نصیحت نہ کرے، ایسا کرنے سے وہ شخص نشانہ بنے گا اور متنفر ہو کر چلا جائے گا۔

اسرار کی باتیں ظاہر کرے، مگر غیبت اور بدگوئی کے لیے زبان نہ کھولے، اس سے دوسرے کے دل میں بھی پیر کی صحبت سے نفرت پیدا ہو جائے گی، وہ اہل طریقت کے نزدیک متہم ہو جائے گا اور مریدوں کے دل میں جو دوستی کا بیج بویا گیا تھا، اس میں ابتری واقع ہو جائے گی، اس لیے لازم ہے، کہ اس سے محترز رہنے کی کوشش کریں۔

اگر پیر (اس معاملہ میں) اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکے، غصہ سے مغلوب ہو جائے، اور اس کا تدارک اس کے بس میں نہ ہو تو وہ اپنے آپ کو ولایت کے منصب سے معزول کر دے، مریدوں سے الگ ہو کر اپنے نفس کی اصلاح کی طرف متوجہ ہو، اپنے آپ کو ریاضت میں ڈالے، نفس کے ساتھ جہاد کرے، خود پیر کو تلاش کرکے اس کی قربت میں جائے، اس سے ادب سیکھے، یہاں تک کہ اس کا مزاج اعتدال پر آجائے، اس کا اخلاق درست ہو جائے، اگر شیخ ان مذکورہ بلاؤں میں گرفتار ہوگا اور مریدانِ طریقت سے قطع تعلق نہ کرے گا تو یہ اچھی بات نہیں، اس کے لیے صلاحیت ضروری ہے۔

بھائیوں سے برتاؤ اور سلوک

حسنِ سلوک:۔ بھائیوں کے ساتھ ہمیشہ جوانمردی سے پیش آنا چاہیے، انہیں اپنے اوپر ترجیح دینی چاہیے، ان کی غلطی معاف کر دینی چاہیے، وہ خدمت کریں تو ان کا ساتھ دیا جائے، ان پر اپنا کوئی حق نہ جتایا جائے، نہ ہی ان سے کوئی حق مانگا جائے، بلکہ اپنے اوپر ان کا حق تسلیم کیا جائے، ان کا حق ادا کرے، ان سے محبت رکھے اور جو کچھ وہ کہیں اس کی تعمیل کرے، ان کے ساتھ موافقت کی جائے، اپنے نفس کو (ان کی خاطر) تکلیف میں ڈال لیا جائے، ان میں کوئی نقص دیکھے تو درگزر کرے، ان کی مخالفت اور ان سے نفرت نہ کی جائے بلکہ ان کے عیوب پر نگاہ ہی نہ کی جائے۔ اگر ان میں سے کوئی مخالفت بھی کرے تو جو کچھ وہ ظاہر کرے اسے کرنے اور کہنے دے بلکہ اس کی دلجوئی کی جائے، جس کام کو بھائی مکروہ خیال کریں، اس سے دور رہے۔ ان سے حسد نہ کیا جائے اگر ان کی طرف سے تمہارے بارے میں کوئی برائی پیدا ہو جائے (ان کے دل میں) تو اسے خوبی کے ساتھ دور کیا جائے، اس خوبی سے کہ انھیں رنج نہ پہنچے۔ اگر ان میں سے کوئی مرید وحشت اور غیبت کے مرض میں مبتلا ہو جائے تو اپنے نفس پر اس بات کو ظاہر نہ ہونے دے بلکہ مرید کو یہی احساس کہ پیر میری بیماری سے ناواقف ہے۔

غیروں سے سلوک

بیگانوں کے ساتھ سلوک:۔ اپنے اسرار و رموز کو ظاہر نہ کرے۔ بیگانوں پر بھی رحمت اور شفقت کی نظر رکھے، مگر اپنے احوال کو پورا رکھے، ان سے احکام شریعت بھی پوشیدہ رکھے۔ لوگوں کے ساتھ اگر وہ برائی کرتے ہوں، تو ان پر صبر کرے اور جہاں تک ممکن ہو ان سے الگ تھلگ رہ کر زندگی بسر کرے۔ یہ خیال بالکل نہ کرے کہ میں ان سے بہتر ہوں، بلکہ یہی سمجھے کہ خدا انھیں معاف کرے، اپنے آپ کو ہی مطعون کرے اور دل میں یہ خیال کرے کہ تو ان کے ساتھ تنگدلی رکھتا ہے،

اس لیے سب صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کے بارے میں تجھی سے پوچھا جائے گا اور تجھ سے ہی ان گناہوں کا حساب لیا جائے گا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح جاہل کو معاف کر دیتا ہے اس طرح عالم کو معاف نہیں کرتا، مگر عام لوگوں کے لیے نہیں بلکہ خاص لوگوں کے لیے ہے۔

اُمراء و حکام

دولت مندوں کی مجلس ا۔ امیروں کے ساتھ مجلس اختیار کرو، تو دل میں ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ تمھیں ان سے مال حاصل ہوگا، ان کی ذات سے کوئی طمع نہ رکھنی چاہیے۔ ان کی عطا کی امید سے بہتر یہ ہے کہ دین کو نگاہ میں رکھا جائے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی امیر کے ساتھ محض نفع حاصل کرنے کی خاطر کام کرے، تو اس کے دین کے دو حصے برباد ہو جاتے ہیں، لہٰذا ایسے کام سے خدا کی پناہ مانگو جس سے دین کو نقصان پہنچتا ہو، اسی طرح اس قوم سے بھی پناہ مانگو جس سے دین کو نقصان پہنچتا ہو، اور جن کے مال سے ایمان کی روشنی ماند پڑتی ہو۔

حدیث میں آیا ہے کہ اگر تمھیں سفر، مسجد، سرائے یا کسی مجلس میں ایسے لوگوں (امیروں) سے ملنے کا اتفاق ہو تو ان کے ساتھ اخلاق سے پیش آؤ، کیوں کہ جس خلق کے لیے عام حکم ہے یہ امیروں اور فقرا پر اپنا خاص اثر دکھاتا ہے، اپنے آپ کو ان سے افضل جاننا اچھا نہیں بلکہ اعتقاد یہ ہو کہ ہم سے تمام مخلوق اچھی ہے تاکہ غرور اور تکبر پیدا نہ ہو۔ اپنے آپ کو بزرگ نہ جانو، نہ ہی یہ خیال کرو کہ ہم دنیا اور آخرت کی تکلیف سے محفوظ رہیں گے، اپنے زُہد اور فقر کو حقیر جانو۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے اپنے آپ کو بلند مرتبہ سمجھ لیا، جان لو کہ اسے کوئی مرتبہ حاصل نہیں ہوا۔

مال دار کا ادب ا۔ مال دار کا ادب صرف یہی ہے کہ وہ فقیر کے ساتھ نیکی کرے، اور نیکی یہ ہے کہ اپنے دل کی جیب سے نکال کر فقیر کو دے کیوں کہ درحقیقت وہ اللہ ہی کی طرف سے غنی بنایا گیا ہے، اور وہ اللہ کے مال کا خلیفہ ہے، مال اس کا اپنا نہیں

فقیر کا ادب ا۔ فقیر کا ادب یہ ہے کہ وہ مال داروں کے مال کی طمع نہ رکھے، بلکہ اس کا دل مالدار کے مال سے بے نیاز ہو، یہاں تک کہ دنیا و آخرت سے بے نیاز ہو، دنیا کی کسی شے سے دل نہ لگائے اور دنیا سے کوئی لگاؤ نہ رکھے۔ ہر آرائشِ دنیا سے بچے، صرف یہ امید کرے کہ خدا اس کے دل کو نور سے منور کر دے۔ نورِ الٰہی کے سوا اور کوئی شے اس کے دل میں نہ ہو، اللہ کے نور کے سوا اور کوئی شے اس کے دل کو قوت نہ بخشے، جو شخص یہ حالت پیدا کرلے اللہ کا فضل اس کے شاملِ حال ہوگا، اور وہ ہر رنج و غم سے محفوظ رہے گا۔

فُقَراء

فقرا کی صحبت ا۔ کھانے، پینے، دیگر لذات اور ہر بہترین اشیا کے بارے میں فقراء کو اپنے نفس سے زیادہ برگزیدہ سمجھا جائے، اپنے نفس کو ان کے مقابلہ میں حقیر اور ناچیز خیال کرے۔ کسی حالت میں بھی ان پر اپنی فضیلت بیان نہ کرے۔

ایک روایت ا۔ ابن سعدؒ بن احمد بن عیلے نے ارشاد فرمایا، کہ مجھے تیس سال تک فقراء کی صحبت حاصل رہی اس اثنا میں میرے

اوران کے درمیان کبھی نفرت کی کوئی بات پیدا نہیں ہوئی، جس سے ان کا دل آزردہ ہوا یا انھیں مجھ سے کسی قسم کا کوئی خوف لاحق ہوا ہو۔ لوگوں نے پوچھا ان کے ساتھ آپ کا وقت کیسے گذرا؟ فرمایا۔ میں نے اپنے نفس کو ان کے سامنے ہمیشہ فقیر جانا، ہمیشہ ان کے سامنے خوش وخرم حالت میں جاتا تھا، نیک کام میں ان کے ساتھ خلوص سے شامل ہوتا تھا۔ میں نے ان پر کبھی اپنی فضیلت بیان نہیں کی۔ ہمیشہ ان کا احسان مند رہا۔ میں تمھیں بھی ہدایت کرتا ہوں کہ فقرا پر کبھی اپنی فضیلت اور احسان نہ جتانا جو کام کرو اس پر خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمھیں اس کام کی توفیق بخشی اور تم نے یہ کام مکمل کر لیا۔ خدا نے تمھیں اپنے دوستوں کا کام اور ان کی خدمت کرنے کا موقعہ دیا، کیوں کہ نیکو کار فقرا، ہی خدا کے دوست ہوتے ہیں، جیسا کہ آں حضرتؐ نے فرمایا اہلِ قرآن اللہ تعالیٰ کے اہل اور خالص ہیں۔

اہلِ قرآن:- اہلِ قرآن وہ ہے" جو قرآن کے مطابق عمل کرے، جو قرآن کریم کا عامل نہ ہو، وہ اہلُ اللہ میں شامل نہیں ہوسکتا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جو قرآن پر ایمان نہیں لاتا، حرام کو حلال سمجھتا ہے، احسان رکھنا اسی کو زیبا ہے جو تیرا عطیہ قبول کرے۔

فقرا کو قرض:- صحبت فقراء کے آداب میں یہ بھی ہے" کہ ان کے سوال کرنے کے بغیر ہی ان کی حاجت پوری کر دی جائے، اگر اتفاق سے کسی فقیر نے تم سے قرض لیا ہو تو ظاہر میں اسے قرض دو، مگر باطن میں یہ خیال کرو کہ تم نے ان کی خدمت میں نذر پیش کی ہے۔ اپنے قریبی دوست کو بھی اس ارادے سے آگاہ نہ کرو، کہ میں نے قرض نہیں دیا بلکہ نذر گزرانی ہے تاکہ تمھاری اس بخشش کا اسے احسان مند نہ ہونا پڑے۔

فقراء کے دیگر آداب:- فقرا کی صحبت کے آداب میں یہ بھی ہے کہ فقیر کی حاجت پوری کر کے بہت جلد اس کی دل جوئی کی جائے تاکہ اسے انتظار نہ کرنا پڑے، کیوں کہ ابنُ الوقت ایسا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ فرزندِ آدمؑ ابن الیوم ہے آئندہ کے انتظار کے لیے اس کے پاس وقت نہیں۔

فقراء کے آدابِ صحبت میں یہ بھی شامل ہے، کہ اگر فقیر عیال دار ہے، تو پھر صرف اسی کی ذات کے ساتھ احسان نہ کرو بلکہ جن جن کے ساتھ اس کا دل وابستہ ہو (یعنی اس کے اہل وعیال) ان سب پر احسان کرو اور یہ بھی جان لو کہ اگر کوئی فقیر اپنی حالت بیان کرے تو نہایت خاموشی سے ان کی بات سنو! اس کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آؤ! درشتی نہ دکھاؤ! تلخی سے پیش نہ آؤ! اور تیز نگاہ سے اس کی طرف نہ دیکھو! اگر وہ کوئی ایسی حاجت طلب کرے جو تم پوری نہ کر سکو تو خوش کلامی سے کام لو اور آئندہ اس کا کام کرنے کا وعدہ کرو، پھر امیدوار رہو کہ خدا تمھیں اس کی مدد کرنے کے قابل بنا دے۔ اپنی ناکامی پر غصہ نہ کرو، بلکہ اس کے ساتھ ایسی رواداری سے پیش آؤ، کہ وہ اپنا راز تم پر ظاہر کرنے میں شرمندگی محسوس نہ کرے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اگر اس کا سوال مسترد کر دیا جائے تو وہ غصہ میں آکر سخت الفاظ کہہ بیٹھتا ہے بلکہ اپنے اللہ پر اعتراض کر دیتا ہے کہ اس نے میری قسمت ایسی کیوں بنائی کہ میں نے کسی اور کے پاس حاجت بیان کر دی۔ اس طرح اس کا دل اندھا ہو جاتا ہے اور نورِ ایمان چلا جاتا ہے، جس کا مواخذہ تم سے ہوگا کہ تم نے اس کی حاجت روائی نہیں کی جس کی وجہ سے وہ مغلوبُ الغضب ہو کر اپنے رب پر معترض ہوا۔

ان تمام باتوں کے باوجود بہتر یہی تھا کہ وہ فقیر صبر کرتا۔ ادب کا اظہار کرتا، لوگوں سے سوال کرنے سے بچتا، پھر اسے

ہاتھ دل اور گھر کی تونگری نصیب ہوتی۔ خدا کی نعمت اور اس کے فضل کے شکر اس کے پاس آتے جو اسے رحمت و راحت سے مالا مال کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اس کے حق میں خدا فرماتا ہے۔

وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ۔ وہ اپنے نیکو کاروں کے کام سنوارتا ہے۔

وہ فقیر نگاہ میں رکھا گیا، عزت دلایا گیا، اسے خالق کی طرف سے اتنی زیادہ چیزیں نصیب ہوتی ہیں کہ وہ بے نیاز ہو جاتا ہے، سب چیزیں اس کے پاس آتی ہیں مگر وہ خود کسی کے پاس نہیں جاتا، نہ کسی سے کچھ مانگتا ہے بلکہ اس کی طلب کے لیے قاصد اس کے پاس آتے ہیں مگر وہ اس اسرار سے بے خبر ہوتا ہے۔ اس کا صاحب اسے اپنی طرف کھینچتا ہے۔ وہ دنیا اور آخرت کی خواہشات سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اہل بہشت اس دن اپنے کام میں مصروف ہیں کیوں کہ انھوں نے دنیا میں اللہ کے لیے اپنی جانوں کا مال فروخت کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۔ ہم نے مومنوں سے ان کے جان و مال کو خریدا اور اس کے عوض انہیں بہشت عطا کیا۔

انھوں نے دنیا میں اپنے افلاس پر صبر کیا، اپنے نفس اور اپنے مال و اولاد میں تصرف کو روکیا، امر و نہی کے بغیر سب کو سپردِ خدا کیا، احکام الٰہی کی فرماں برداری کی، منہیات سے دُور رہے۔ اپنے آپ کو تقدیر الٰہی کے سپرد کیا۔ لوگوں سے الگ رہ کر گوشہ تنہائی اختیار کیا۔ خواہشات دنیا سے آزاد رہے، اس لیے خدا نے انھیں بہشت میں داخل فرمایا اور انھیں ایسا شغل عطا کیا کہ کسی آدمی کے دل میں بھی اس کا خیال نہیں آ سکتا، نہ کوئی آنکھ اسے دیکھ سکتی ہے، نہ کوئی کان سن سکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ۔ تحقیق اہلِ بہشت اس دن اپنے شغل میں خوشحال ہیں۔

پس یہ جان لینا چاہیے کہ جب فقیر نے ایسا کام کیا تو قرآن کے ظاہری معنوں کے مطابق اسے بہشت حاصل ہو گیا۔ کیوں کہ اس نے اس وقت اپنے رحمان کے ہاتھ بہشت کو فروخت کیا اور گھر سے پہلے اپنا ہمسایا بنایا، جیسا کہ رابعہ عدویہ نے فرمایا کہ گھر سے پہلے ہمسایا بناؤ۔

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۔ وہ لوگ خدا کی رضامندی چاہتے ہیں۔

اپنی بعض کتابوں میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا، میرے نزدیک سب سے قریب وہ بندہ ہے جس نے بخشش کے بغیر میری اطاعت کی۔ اللہ تعالےٰ کی ربوبیت کا حق ادا کیا۔

آں حضرتؐ کا ارشاد ہے، کہ اگر اللہ تعالےٰ بہشت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا، تو کوئی بھی خدا کی عبادت نہ کرتا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اگر خدائے تعالےٰ بہشت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا، تو کیا کوئی ایسا تھا، جو اس کی عبادت کرتا؟

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَهُوَ اَهْلُ التَّقْوٰی وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۔ وہ لائق پرہیزگاری بخشش کے ہے۔

یعنی جب فقیر ان اوصاف سے متصف ہو اور اس کی محتاجی ماسوائے اللہ کے باعث ہو، غیر کے تعلقات سے اس کا دل پاک ہو ان چیزوں سے فانی ہو کر مرید ہوا، یعنی در پردہ ماسوائے اللہ کے ہوا تو وہی اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کا مستحق ہے، پھر خدائے تعالیٰ اس کے اشتیاق میں اضافہ فرماتا ہے، اسے تازہ خلعت حیاتِ طیبہ اور اپنی قرابت کا سزاوار سمجھتا ہے، کیوں کہ خدا نے اپنے محبوں اور دوستوں کو وعدہ سے اپنے کلام پاک میں یاد فرمایا ہے۔ پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ کون سی شے ان کی نگاہوں کی روشنی کے لیے پوشیدہ ہے۔

ان حضرتؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ میں نے اپنے بندوں کے لیے ایسی چیزیں تیار کی ہیں جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سُنا اور نہ کسی کے دل میں اس کا خیال ہی گزرا ہے۔

ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ تم اس بات کا گواہ چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھو۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے)

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ۔ کوئی نفس نہیں جانتا کہ اس کے لیے کیا چیز پوشیدہ رکھی گئی ہے۔

پس اگر فقیر کا دل غنی ہے، اور اپنے نفس یا اپنے عیال کے باعث تم سے اپنا حال بیان کرے، اپنے اللہ کا حکم بجا لانے والا ہے، اور اس اظہار میں بھی اللہ کی فرمانبرداری سمجھتا ہے، اور اپنے رب سے ڈرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اسے مجبور کر دیا ہے، کہ وہ سوال کو ترک کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "ہم نے تمھارے بعض کو بعض کے لیے آزمائش کیا ہے آیا تم صبر کرو گے یا نہیں۔"

یہ بھی یاد رکھو کہ فقیری ہمیشہ قائم نہیں رہتی جلد دُور ہو جاتی ہے، اور ایسی تونگری میں بدل جاتی ہے، جو مقام ازل نے اس کی قسمت میں جب تک لکھ دی ہے اس کے بعد اسے اپنے مالک کی قربت سے دائمی عزت حاصل ہوتی ہے، اور اگر تم کسی کو خالی ہاتھ لوٹاؤ گے ہاتھ کے تونگر، دل کے فقیر، اپنے آپ سے جاہل اور اپنے آغاز و انجام سے بے خبر رہے تو پھر اللہ تمھیں عذاب دے گا، تم سے تونگری چھین لے گا، اور تم محتاج ہو کر، در بدر کی ٹھوکریں کھاؤ گے۔ چوں کہ دل کے فقیر ہو، اسی لیے محتاج ہو کر بھیک مانگو گے، پھر بھی تمھاری حرص ختم نہ ہوگی۔ سخت ترین عذاب کا تلاش کرنا جو تمھاری قسمت میں نہیں ہے۔ اس کے لیے اپنے خدا کے حضور توبہ کرو، اپنے قصور کی معافی مانگو، تاکہ قدرت کے ہاتھ تمھاری دستگیری کریں، اسی کی بارگاہ ایسی ہے، جہاں جبین نیاز رکھنی چاہیے۔ وہی ارحم الراحمین تمھاری خطائیں معاف کر سکتا ہے، اپنے رب کے حضور توبہ کرو۔ وہی مہربان بخشنے والا رحیم ہے۔

آدابِ فقر

فقیر کے آداب یہ ہیں، کہ اپنے فقر پر مہربانی کرے، جس طرح دولت مند اپنی دولت پر مہربانی کرتا ہے اور

فقر کے آداب کیا ہیں؟:- اس کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ میری دولت ختم نہ ہو۔ فقیر کو بھی چاہیے کہ اپنے فقر کی حفاظت کرے تاکہ اس کا فقر ضائع نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ سے کبھی یہ دعا نہ مانگے کہ اسے فقر کے بدلے تونگری ملے، نہ ہی کسب اور وقت میں اپنے دست و پا

کو تکلیف دے تاکہ تونگری اور زیادتی مال ومعاش کے اسباب زیادہ نہ ہوجائیں اور اس کی تنگی کے وقت کام آئیں۔

فقیری کی شرط یہ ہے کہ جس قدر میسر آئے اس پر گزارا کرے۔ کسی حال میں اس سے زیادہ نہ لے، اس کا لینا اللہ کے حکم کے اندازہ کے مطابق ہو، ایسا نہ ہو کہ وہ قتل نفس کے گناہ میں پھنس جائے۔ خدا فرماتا ہے کہ

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا۔ مت مارو تم اپنی جانوں کو، خدا تم پر اپنی رحمت کرنے والا ہے۔

لہٰذا نفس کو اپنے حق سے محروم رکھنا حرام ہے۔ اس کا اندازہ کھانے پینے اور پہننے کا ہے، جس سے فقیر کی حاجت پوری ہو اور وہ احکام الٰہی یعنی نماز، واجبات اور دیگر ارکان کے بجالانے میں ضعف محسوس نہ کرے، جو اس کی قسمت میں ہے طلب کیے بغیر اسے ملے گا۔ اسے خدا کے فضل کا انتظار کرنا چاہیے، کبھی بھی نفسانی خط کی خواہش نہ کرے۔ بیمار ہونے پر دوا کے طور پر کوئی شے کھا سکتا ہے، کیوں کہ دوا کی شکل میں کوئی چیز کھانے سے اُسے قوت حاصل ہوگی۔

فقیر کے لیے ضروری ہے" کہ جس طرح دولت مند اپنی امیری کی لذت حاصل کرتا ہے۔ فقیر اپنی فقیری سے لذت حاصل کرے، اسے چاہیئے کہ انکساری، خواری اور گمنامی کو زیادہ پسند کرے اور خلقِ خدا سے زیادہ تعلق نہ رکھے، اپنے پاس ان کا جمع ہونا پسند نہ کرے۔

فقیری کی ایک شرط یہ ہے" کہ مال سے خالی ہونے کے باوجود اس کے دل کی صفائی زیادہ ہو، نیکوں کی طرح زیادہ خوش حال رہے، اگر مفلسی یا صحت کی خرابی کے باعث خدا پر غصہ آجائے تو فوراً" بارگاہِ الٰہی میں توبہ کرے، اپنے نفس کو ملامت کرے۔

فقیر کا یہ حق ہے کہ اس کے عیال میں جس قدر زیادتی ہوتی جائے، رزق کے لیے اس کا دل مضبوط ہونا چاہیے اور رازقِ مطلق کے وعدوں پر صابر وشاکر رہے کیوں کہ اسی کے پاس اس کا رزق ہے، جس قدر اسے ملتا ہے اس کی قسمت میں اس نے لکھ دیا ہے، اپنے ہاتھ سے یا غیر کے ذریعہ سے وہ رزق اسے ضرور دے گا۔ اس کے لیے یہی کافی ہے کہ اپنے رب کو کافی سمجھے خالق اور مخلوق کے درمیان جو بے ہودہ کوشش ہے اس سے باز آجائے اور احکام الٰہی بجالائے، کسی قسم کا غصہ نہ کرے۔ اپنے خدا کی جناب میں گستاخی نہ کرے۔ اس کے روزی پہنچانے کے وعدہ پر شک نہ کرے، نہ ہی اپنے رب کی کسی سے شکایت کرے اللہ تعالےٰ ہی کے حضور میں اپنی حاجت پیش کرے۔ خدا سے صبر کی توفیق مانگے، حق تعالےٰ کی خوشنودی کا حق ادا کرنے کے لیے اللہ کی درگاہ سے ہی ان کی روزی طلب کرے، کیوں کہ خدا دوسری مرتبہ اپنے بندے کو بلا میں گرفتار نہیں کرتا۔ ان کی عاجزی قبول کرتا ہے، سوال کے سلسلہ میں خدائے تعالےٰ اپنے بندہ سے، سردار اپنے بندہ سے اور غنی فقیر سے الگ نہیں ہوتا۔ بندہ کبر ونخوت سے نکل کر تواضع، خواری اور حاجت مندی کی طرف رجوع کرتا ہے۔

یہ جان لینا چاہیئے کہ بندہ میں مذکورہ صفات ثابت ہوجائیں، تو یہ سب اس کے آخرت کے ثواب میں جمع کردی جاتی ہیں اور الٰہی سے اس کی قبولیت ثابت ہوتی۔

فقیر کے آداب میں یہ بھی ہے کہ آئندہ وقت کی فکر نہ کرے، بلکہ حال وحدود اور شرائط وآداب کی حفاظت کرے۔ اس عاجزی

کے حال میں خدا کے سوا اور کسی کی طرف نہ دیکھے۔ کسی اعلیٰ و ادنیٰ کی طرف توجہ نہ کرے۔ کیوں کہ جب فقیر کی توجہ کسی اور طرف ہو جائے تو یہ اس کی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے۔ اہل حال کے لیے یہی سلامتی و نعمت ہے جیسا کہ کئی لوگوں کو غذاؤں سے تندرستی اور طاقت ملتی ہے اور کئی اسے کھانے سے بیمار ہو جاتے ہیں۔ بیمار کو وہی غذا کھانی چاہیے جس کی اجازت اس کی طبیعت اسے دے۔ لہٰذا فقیر کو بھی وہی حالت اختیار کرنی چاہیے جس کی اسے اجازت ہو۔ چاہیے کہ اپنی حالت کو اپنے مالک کے دست قدرت میں دے دے، جس حالت میں وہ چاہے اسے رکھے، اپنے نفس کو خالص اللہ تعالیٰ کے ارادہ پر چھوڑ دے، کسی چیز، حال یا مقام کی خواہش نہ کرے، کیوں کہ اس طرح نفس گمراہ ہو کر ہلاکت میں پڑ جائے گا، اپنے مالک کے حکم کا انتظار کرے جس کے قبضہ میں موت اور زندگی ہے جو ایک حالت سے دوسری حالت میں لے جاتا ہے، وہی ہے جس کے ہاتھ میں بند کرنا، عطا کرنا، محتاج کرنا یا تونگر کر دینا اور ہنسانا یا رلانا ہے۔ یہ سب امور خود اختیاری کے دور کرنے والے اور بندے کو خدا کی قربت میسر کرانے والے ہیں، یہی طریقہ سابق علمائے اہل طریق کا تھا۔ انھیں کی پیروی کرنی چاہیے اس کا انجام خدا ہی کے پاس ہے۔

فقیر کے آداب میں یہ بھی ہے کہ ہر لمحہ موت کے انتظار میں رہے، اپنا توشہ ہمت باندھ رکھے، ہر وقت فرشتۂ اجل کے استقبال کے لیے چشم براہ رہے تاکہ اس مضبوط ارادہ کے باعث اس کے فکر کو مدد ملے اور اس فانی دنیا میں اگر اسے دکھ درد یا تکلیف پہنچے تو اس کا کچھ خیال نہ کرے، کیوں کہ موت کی عنایت سے اسے دنیا، اور دشمنانِ دین و دنیا سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں ہوا و ہوس نفسِ امارہ کی اور شہوت ناکارہ اس شخص سے دور ہو جاتی ہیں۔

آں حضرتؐ نے فرمایا۔ دور کرنے والی لذتوں کو زیادہ یاد کرو۔ اس کلام سے آں حضرتؐ کی مراد موت سے ہے اور مطلب یہ ہے کہ دنیا کی محبت آدمی کے دل سے دور ہو جاتی ہے۔

فقیر کے آداب میں یہ بھی ہے کہ امیر کے پاس جائے تو نیک خوئی سے پیش آئے، اور جو کچھ یا تھوڑا اس کے ہاتھ سے ملے اسے خوشی سے قبول کرے، خدا کا شکر ادا کرے۔ فقیر مخلوق سے فائدہ اٹھانے سے بھاگتا ہے، جیسا کہ کسی کا مقولہ ہے کہ فقیر اپنی کملی ہی میں مست ہیں اور تونگر اپنی تونگری میں قید ہیں۔

اگر فقیر اپنے عیال میں تنگ ہو تو عیال پر سختی نہ کرے، بلکہ راضی بہ رضائے حق و معرفت و یقین رزاقی اپنے رازق مطلق کے سپرد کر دے، اس لیے ان کے دلوں اور ان کی زبانوں اور اعضائے نفسانی سے فور ظاہر ہوتا ہے۔ خرچ کرنے، منع کرنے، ایثار کرنے یا نگاہ رکھنے میں کچھ فکر نہ کرے۔ کیوں کہ یہ سب اس کے مالک حقیقی کے اختیار کی باتیں ہیں۔

آداب فقیر میں ایک یہ ہے کہ تنگ دستی کی حالت میں پرہیز گاری اور احتیاط کو ہاتھ سے نہ جانے دے، شریعت کی رو سے جو چیز حلال نہ ہو اسے ہرگز استعمال نہ کرے، اپنے ارادہ کے باعث شرع کے حدود سے متجاوز نہ ہو، کیوں کہ طمع دین کو ہلاکت میں ڈالتی ہے۔ مشتبہ چیزیں کھانے سے دین میں فساد پیدا ہوتا ہے جیسا کہ نیک لوگوں کا کہنا ہے جس فقیر کے فقر میں پرہیز گاری نہیں اس کا کھانا حرام ہے، اس لیے لازم ہے کہ فقر کی حالت میں دین کی تاویلوں کی طرف رجوع نہ کرے، بلکہ مستعدی کے ساتھ مشکل کام کرنے کے لیے کمر ہمت باندھے یہی عزیمت کہلاتی ہے۔

فقیر کا سوال کرنا:- فقیر کے آداب میں یہ بھی ہے کہ جب تک فقیر کی طاقت بحال ہے ہرگز کسی سے سوال نہ کرے۔ جب ضرورت مجبور کردے، تو ضرورت کے مطابق سوال کرے۔ اس کی حاجت اس کے سوال کا کفارہ ہے، اسے سوال کرنا اس وقت واجب ہے جب اس کا بس نہ چلے، اور بالکل بے بس ہو جائے، پھر بھی اپنے نفس کے لیے سوال نہ کرنا ہی بہتر ہے، صرف عیال کے لیے سوال کرے، اگر اس کے پاس ایک درم ہو تو مناسب ہے کہ جب تک وہ خرچ نہ ہو جائے سوال سے باز رہے۔ کیونکہ جب تک جیب میں کچھ باقی ہے غیب سے اُسے کوئی مدد نہیں مل سکتی۔ اس کے سوال کی شرط یہ ہے کہ لوگوں سے سوال کرتے وقت اس کا روئے نیاز اپنے رب کی طرف ہو۔ لوگوں کو اس کا وکیل یا امین سمجھے کیوں کہ لوگوں کے اور اس کے درمیان اس کے کام کا تصرف ہے، یہ سمجھے کہ یہی لوگ سوال پورا کرنے والے ہیں بلکہ یہ سمجھے کہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کے حال سے وہ لوگوں کو خبردار کر رہا ہے۔ نہ یہ کہ اپنے رب کا شکوہ کر رہا ہے۔ سوال محض خبر گیری کے لیے کیا گیا ہے۔ ان سے پوچھا جائے کہ ہمارے لیے بھی تم لوگوں کے سپرد کوئی بات کی گئی ہے اور کیا تمھیں کوئی حکم پہنچا ہے۔ اے دولت کے خزانچی، امانت دار، اے مملوک اور فقیر ہم سب برابر ہیں، کیوں کہ ہم سب کا ایک ہی مالک ہے اور ہم سب اس کی مخلوق ہیں، اسی کے عیال ہیں۔

اس طرح سے سوال کرنا جائز ہے، اور نہ دوسرا طریقہ ناجائز ہے۔ جان لو کہ ہر مشرک، دجّال، ریاکار، بت پرست خارجی اور مدعی اہلِ طریق جھوٹے وزندیق کے ہاتھ میں عطا وسخا بس ہے۔

اگر کوئی شخص فقیر کا سوال پورا کردے، تو فقیر اس کا شکر کرے، اگر وہ پورا نہ کرسکے تو فقیر کو چاہیے کہ صبر کرے، سچے فقیر کی یہی صفات ہیں، کبھی سوال کے رد کرنے پر غصہ نہ کرے اور متوحش نہ ہو، نہ ہی اعتراض کرے، اگر رد کرنے والے کی مذمت کرے گا تو وہ ظلم کرنے والا ہے۔ اس لیے کہ وہ وکیل اور مامور ہے اور وکیل اسے کہتے ہیں "جو اپنے موکل کے حکم سے اس کے مال پر تصرف کرے موکل خود دینے والا ہے، وہی خدائے عزوجل شانہٗ ہے۔ شہنشاہ کی بارگاہ میں رجوع کرے، درگاہ ایزدی میں سوال کرے، وہی اس کی حاجت کے لیے لوگوں کے دل مسخر کرتا ہے، اس کی مشکلوں کو آسان کرتا ہے، وہی اس کا رازق اور اسے بھوک کے عذاب سے بچانے والا ہے، وہی مال داروں کے ہاتھ سے اسے خواری اور ذلت سے بچاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فقیر کی روزی بندوں کے ہاتھ سے بند کر دیتا ہے، تو اس کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے، کہ وہ بارگاہِ الٰہی کی طرف رجوع کرے، اگر ایسا ہو تو اسے چاہیے کہ دعائے سحری اور آہ وزاری سے درگاہ الٰہی میں توبہ کرے، تاکہ خدائے تعالیٰ اس سے حجاب کو دور کردے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ پھر کسی بندے کو اس فقیر پر مہربانی کرنے کے لیے حکم دے گا۔

لوگوں سے فقیر کا سلوک:- فقیر کے لیے ضروری ہے، کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی سے پیش آئے اور وہ فقیر سے جو کچھ چاہیں اس کے بارے میں ان سے اتفاق کیا جائے بہ شرطیکہ وہ کام خلاف شرع نہ ہو۔ گناہ کی باتوں میں نہیں بلکہ مباح باتوں میں ان سے موافقت کرے، لڑائی جھگڑے سے علیحدہ رہے اور اپنے بھائیوں کی مدد کرے بہ شرطیکہ یہ مدد بھی خلاف شرع نہ ہو، اگر کسی معاملے میں اس کے بھائی مخالفت کریں تو صبر کرے، اگر تکلیف پہنچائیں تب بھی صبر کرے دل کو کینہ سے صاف رکھے، ہر قسم کے فریب اور غیبت سے دور رہے، اپنے بھائی کے عیب کو ظاہر نہ کرے، بیمار بھائی کی بیمار پرسی کرے۔ اگر بیماری کے دوران اس کے پاس نہ جاسکے تو صحت یابی کے بعد مبارک باد کے لیے جائے، اگر خود بیمار ہو جائے

اور دوسرے اس کی عیادت کو نہ آئیں تو ان کی شکایت نہ کرے۔ اگر ایسے لوگ بیمار ہو جائیں تو ان سے بدلہ نہ لے بلکہ ان کی عیادت کو ضرور جائے، کسی سے عداوت نہ رکھے، ہر ایک سے اخلاق کے ساتھ پیش آئے، اگر اس پر کوئی ظلم کرے تو اسے معاف کر دے اگر کسی نے اس کے ساتھ برائی کی ہو تو اسے بھی معاف کر دے۔

اپنے نفس کو ملامت کرے، اپنی ملکیت کو اپنے بھائیوں کی ملکیت جانے اور ان کی اجازت کے بغیر اس کی ملکیت میں اپنا حق نہ جتائے۔ اپنی ہر حرکت اور سکون میں پرہیزگاری کو قائم رکھے، اگر اس کے مال سے اس کا کوئی بھائی فائدہ اٹھانا چاہے تو اسے بخوشی اجازت دے دے، اس کا سوال قبول کرلے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے اسے یہ توفیق دی ہے کہ اپنے بھائی سے سلوک کرے اپنے مال سے اس کی حاجت پوری کرے۔

جہاں تک ممکن ہو کسی سے کوئی چیز ادھار نہ لے، اگر کوئی شخص اس سے عارضی طور پر کوئی شے لے لے" تو اس سے واپس نہ مانگے، اس لیے کہ اس نے وہ چیز اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے لی ہے، اس سے وہ چیز واپس مانگنا مردی نہیں، جیسا کہ شرع میں ہدیہ وہبہ دے کر واپس لینا واجب نہیں، اگر اس پر قادر نہ ہو تو پھر عاریت دینے میں جلدی کرے، اگر کوئی شخص ہر روز طلب کرے تو پھر اسے طلب کرنے سے منع نہ کرے، اس لیے کہ وہ اپنے حال سے خبردار نہیں ہے۔ شاید اسے اس کے مال سے محروم کر دیا جائے، کیوں کہ وہ تو امین ہے، اسے نہ اس چیز پر کوئی اختیار ہے نہ وہ اس کا مالک ہے، جو کسی چیز کا مالک ہوتا ہے وہ چیز اس کی ملکیت ہوتی ہے۔ انسان خدا کا بندہ ہے جس کے ہاتھ میں اس کی لگام ہے، یعنی جو چیزیں انسان کے قبضہ میں ہیں وہ دراصل خدا ہی کی ملکیت ہیں اور تمام انسان خدائے تعالیٰ ہی کے بندے ہیں، اس کی دنیا میں سب کا درجہ برابر ہے۔ مگر جو چیزیں کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہوں ان کے بارے میں وہ شرع کی حدود میں رہے اور شرع کے مطابق ان پر عمل کرے تاکہ زنادقہ گروہ میں شامل نہ ہو جائے۔

فقیر کو چاہیے کہ باقہ کشی کی حالت میں دوسروں پر ظاہر نہ کرے، تاکہ ان کے دلوں کو یہ بات سن کر تکلیف نہ پہنچے، اسی طرح اپنے رنج و غم سے بھی دوسروں کو آگاہ نہ کرے تاکہ انھیں بھی تشویش نہ ہو، اور ان کے آرام و راحت میں خلل واقع نہ ہو۔ اگر دوسرے بھائیوں کو غم و الم کی حالت میں دیکھے تو ان کی اندرونی حالت کا ان پر اظہار نہ کرے، جس چیز سے وہ کراہت کریں یہ اسے استعمال نہ کرے، نہ ہی ان کی مخالفت کرے۔

آدابِ حسن عشرت میں فقیر کو لازم ہے کہ اگر اس کے دل میں وحشت پیدا ہو، تو حسنِ خلق کے متعلق گفتگو کرے، اپنے دل سے وحشت دور کرنے کی طرف دھیان دے تاکہ وہ دور ہو جائے۔

فقیر کو ہر ایک کے ساتھ اس طرح معاشرت اختیار کرنی چاہیے، کہ اسے حدود موافقت سے باہر آنے کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے، بلکہ ان امور میں فقیر ان کو مشورہ دے، بشرطیکہ وہ خلافِ شرع نہ ہوں۔ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ ہم پیغمبروں کا گروہ حکم کیا گیا ہے کہ عقل کے اندازہ کے مطابق ان سے گفتگو کریں۔

فقیر کے لیے یہ بھی ضروری ہے، کہ جو لوگ شفقت میں اس سے کم ہوں اور بزرگی میں اس سے بڑھے ہوئے ہوں، فضل و احسان اور ایثار میں اس کا ہم پلہ ہوں، ان سب کے ساتھ حسن معاشرت سے اپنی زندگی گزار دے۔

فقیر اور اس کا کھانا پینا

کھانے پینے کے آداب ۱- فقیر کے آداب میں یہ بھی ہے کہ حرص کے غلبہ اور غفلت سے نہ کھائے، بلکہ کھاتے وقت دل میں اللہ تعالےٰ کو یاد کرے اور دل کو کبھی بھی یاد الٰہی سے خالی نہ رکھے، اپنے سے زیادہ مرتبہ والے شخص کے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے، نہ ہی کسی غیر کو کھانے میں شریک ہونے کے لیے کہے۔ نہ ہی کسی کی خاطر تواضع کے لیے اپنے سامنے سے شے اٹھا کر دوسرے کے سامنے رکھے۔ ایسی کوئی حرکت نہ کرے، یہ کام صرف صاحبِ دعوت ہی کر سکتا ہے اور ایسا کرنا خدمت کے مترادف ہے۔

کھانے کے مالک کو اپنے ساتھ کھانے پر مجبور نہ کرے، جس جگہ صاحبِ طعام بٹھائے وہیں بیٹھ کر کھانا چاہیے۔ جب تک دوسرا ساتھی کھانا کھا رہا ہو، اپنا ہاتھ کھانے سے نہ کھینچے تاکہ اس کا ساتھی شرمندہ نہ ہو۔ جب تک کھانا کھا رہا ہو اس کے سامنے سے کھانا نہ اٹھانا چاہیے۔ جب اچھی طرح سیر ہو کر کھالے تو مزید کھانے کے لیے اصرار کرے پھر کھانا اٹھائے۔ کسی صورت میں بھی شریعت کے خلاف نہ کرے۔ ایک ہی دسترخوان پر دو آدمی ہوں تو یہ لازم نہیں کہ وہ ایک دوسرے کو لقمہ دیں۔ جب پانی سامنے لایا جائے تو خواہ وہ ایک قطرہ ہی ہو اُسے پینے سے انکار نہ کرے، اگر دعوت کرنے والا خدمت گزاری کے لیے کھڑا ہو تو اسے اس کام سے منع نہ کرے، اگر مہمان کے ہاتھ دھلائے تب بھی اُسے منع نہ کرے مگر مناسب یہ ہے کہ امراء کے ساتھ کھانا کھاتے وقت امتیاز قائم رکھا جائے۔ فقراء کے ساتھ ایثار کلام اور اپنے بھائیوں کے ساتھ خندہ پیشانی سے، مگر اس وقت تک دل میں کھانے کا خیال تک نہ لائے۔ جب تک کھانا سامنے نہ آجائے، نہ ہی اپنے نفس کو کسی کھانے کے شوق میں مبتلا کرے اس لیے کہ شاید وہ کھانا اس کی قسمت میں نہ ہو، اور جب وہ کھانا اسے نہ ملے گا، تو وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے حجاب میں ہو جائے گا، اور شوق کی بنا پر وہ طاقتِ الٰہی سے محروم رہ جائے گا۔ لہٰذا اپنے حال کو خاص نگاہ میں رکھنا چاہیے، تاکہ دل میں اس طرح کی آرزو پیدا ہی نہ ہو اور وہ حضرت سلیمانؑ کی طرح اپنے وقت کا بادشاہ بنا رہے، اگر قسمت میں ہوگا تو وہ کھانا ضرور اس کے سامنے حاضر کیا جائے گا۔

جب کھانا سامنے آجائے، تو پھر شوق سے کھایا جائے، رازق مطلق کا شکر ادا کیا جائے، کھانے کی طرف قصداً رجوع کرے اور کھانے میں دل کو نہ لگائے، اور نہ ہی کھانے کے بارے میں گفتگو کرے بلکہ کھاتے وقت یہ خیال کرے، کہ وہ بیمار ہے، اور حکیم نے اسے کھانے پینے کے بارے میں اس کی خواہشات سے باز رہنے کی ہدایت کی ہے۔ جب تک وہ تندرست نہ ہو جائے۔ اس کی خواہش اور امید ہی اس کا مرض ہے اور اللہ تعالےٰ اس کا طبیب اور معالج ہے۔

جب اللہ تعالےٰ کسی ذریعہ سے اس کے پاس کھانے پینے کی چیزیں بھیجے تو سمجھے کہ یہ میری صحت کے لیے دوا کی چیزیں ہیں اسی طرح فقیر اپنے دل کی خواہشات کو اپنے نفس سے دور کرنے کی کوشش کرے، اللہ تعالےٰ کی اطاعت سے آرام کرنے میں اپنی حرکات و سکنات کو وقف کر دے۔

دیگر آدابِ فقراء- فقیر کے جملہ آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اپنی اشیاء مثلاً کپڑے، جانماز، کوزہ یا ایسی ہی اور چیزیں اپنے ساتھیوں کو دینے

سے انکار نہ کرے، اس کے دوستوں میں سے کوئی اس کی جائے نماز بچھائے تو خفا نہ ہو، مگر خود دوسروں کی جائے نماز پر قدم نہ رکھے، نہ ہی کسی اپنے سے زیادہ بزرگ شخص کے سجادہ پر اپنا سجادہ بچھائے۔ اگر کوئی اس سے ہاتھ دبانے کے لیے کہے تو انکار نہ کرے، مگر خود کسی دوسرے سے ہاتھ نہ دبوائے، نہ ہی فقیروں سے خدمت لے۔ اگر کوئی شخص اس کا پاؤں دبانا چاہے تو اسے روک دے۔ حمام میں جائے تو وہاں سے غلام سے خدمت نہ لے، اگر کوئی فقیر اس کے خرقہ، جاء نماز، یا کسی اور شے کی طرف نظر کرے تو وہ چیز اُسے پیش کر دے، اور اسے استعمال کرنے کے بارے میں دوسرے کو اپنے سے زیادہ بہتر جانے۔

کھانے کے میزبان کو انتظار میں نہ رکھے، بلکہ کسی طرح اُس کے دل آزردہ نہ کرے، کھانے کے لیے خود میزبان کا انتظار کرے، انتظار بُری بلا ہے۔

جب کسی فقیر کو کھانے پر بلائے تو اسے انتظار میں نہ ڈالے، کیوں کہ انتظار بھی خواری ہے، جو چیز ممکن نہ ہو اس کے لیے کوشش نہ کرے، اگر کھانا تھوڑا ہو تو خود مہمان کے ساتھ نہ کھائے جب کھانا بچ جائے تو خود کھائے۔

فقیر کی دعوت میں حتی المقدور عمدہ، نفیس اور پاکیزہ کھانا ہونا چاہیے، بلکہ ان کی خواہش کے مطابق دعوت کرنی چاہیے۔ اگر فقیر دوسرے ساتھیوں کی معیت میں ہو تو ان سے الگ ہو کر کوئی شے نہ کھائے، ہر چیز ان کے ساتھ مل کر کھائے۔

اگر فقیر کسی جماعت کے ساتھ ہے، اور بیمار ہو گیا ہے، اسے دوا کی ضرورت ہے تو علاج کے لیے سب سے اجازت حاصل کرے۔ جب کسی ایسے مدرسہ یا سرائے میں مقیم ہو جہاں خادم یا شیخ کے حکم کا پابند رہے، اس سے اجازت طلب کرے، اس کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہ کرے۔

جب کسی قوم میں شامل ہو تو جس پر وہ قوم قائم ہے، اس پر فقیر کو بھی قائم رہنا چاہیے، ہر طرح ان کی موافقت کرنی چاہیے۔ مناسب یہ ہے کہ وظیفہ پڑھے۔ قرآن مجید کی تلاوت اس طرح کرے کہ ان کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرے بلکہ اپنے اوراد و وظائف ان سے چھپائے یا باطنی خیال سے انھیں ادا کرے۔ اگر وہ فقیر خاصانِ حق میں سے ہے، یعنی خدا کے رازوں میں سے ہے تو پھر آواز بلند کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں، کیوں کہ اس کے سارے کام مشیت الٰہی کے مطابق ہیں اسے منع کرنا یا اسے اجازت دینا صرف اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔ خدا اس کے لیے جماعت کے دل مسخر کرتا ہے، اور ان کے دلوں کو درست کرتا ہے، اس لیے اس کے لیے لازم ہے کہ دوسرے فقراء کے اجتماع میں اپنی آواز ان پر بلند نہ کرے، نہ ہی دوسرے فقرا کے ساتھ کانا پھوسی کرے، دنیاوی گفتگو یا کھانے کا چرچا نہ کرے۔ فقراء کے مجمع میں کوئی چیز نہ لکھے بلکہ لکھے ہوئے پر عمل کرنا ضروری ہے، صرف اپنے حال اور دل کی حفاظت کرے، اس پر غور و فکر کرے، فقراء کے سامنے زیادہ نفل نہ پڑھے۔ جب وہ روزہ رکھیں تو فقیر بھی ان کا ساتھ دے اور وہ انتظار کریں تو فقیر بھی ان کے ساتھ منتظر رہے۔ روزہ رکھنے میں ان سے علیحدگی اختیار نہ کرے، جماعت کے لوگ بیدار ہوں تو یہ بھی بیدار رہے، ہاں اگر نیند کا غلبہ زیادہ ہو تو علیحدہ جا کر سو جائے، مگر صرف اسی قدر سوئے جس سے نیند کا غلبہ کم ہو جائے۔

فقیروں کی طلب سے زیادہ طلب کرنا بھی اس کے لیے مناسب نہیں۔ اگر فقراء اس سے کچھ طلب کریں تو خواہ وہ چیز تھوڑی

ہی ہو، دینے سے انکار نہ کرے، نہ ہی انھیں انتظار میں ڈالے۔ اگر فقیر کچھ پوچھے تو جواب میں جلدی نہ کرے نہ ہی دوسرے کی بات کاٹے، بلکہ جو کچھ اس کے دل میں ہے وہ کہہ دینے کی اسے مہلت دینی چاہیے۔ جب وہ اپنی ساری بات بیان کر چکے تو چاہیے کہ اس پر غور کیا جائے۔ اگر وہ قرین مصلحت ہو تو اس کی موافقت کرے، اور سکون کے ساتھ اس کے بارے میں بات کرے اور نہایت نرمی سے اسے سمجھائے، سختی اور درشتی سے گفتگو نہ کرے۔

آداب میں یہ بھی شامل ہے کہ کھانے کے وقت نہ اس کی تعریف کی جائے اور نہ اس کے خلاف کچھ کہا جائے۔

اہل وعیال کے متعلق:- فقیر کو اپنے اہل وعیال کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آنا چاہیے۔ احکام شرع کے مطابق ان کے کھانے پینے کا بندوبست کرے، اگر ان کے لیے ایک دن کی روزی میسر ہو جائے تو دوسرے دن کی فکر نہ کرے، ہاں اگر زیادہ روزی میسر آجائے تو بھی عیب نہیں کہ دوسرے دن کے لیے رکھ چھوڑے، مگر اپنے لیے نہیں بلکہ اہل وعیال کے لیے رکھے اور ان کی مرضی کے مطابق کھانا کھائے۔ ان سے اپنے نفس کی پیروی نہ کرائے بلکہ اپنے اہل وعیال کا خود خادم یا وکیل بنے۔ ان کی خدمت کرتے وقت احکام الٰہی کو نظر میں رکھے۔ عیال کی خدمت کو مقدم سمجھے۔

اگر اس کے پاس سردیوں کے لیے بچھونا اور اوڑھنا ہو اور گرمیوں میں وہ روزمرہ کا محتاج ہو تو سردیوں کا سامان فروخت کر کے اپنی ضرورت پوری کرے۔ اگر اتنا مال ہو کہ دوسرے دن کا گزارا ہو سکے، تو مزدوری نہ کرے، اگر عیال کے لیے دوسرے دن کا خرچ نہ ہو، تو کوئی کام کر کے، ان کی پرورش کرے، اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ طریقت میں کفایت پر رہنے کے لیے حکم دیا گیا ہے اور اسی پر قائم رہنا ہی واجب ہے۔

کل کی فکر آج نہ کرو بلکہ کل ہی کرو، اگر فقیر میں بھوک پیاس پر صبر کرنے کی قوت ہے، تو اپنے اہل وعیال کی بھوک پیاس کا احساس کرے، خود توکل کرے، مگر اہل وعیال کو توکل پر نہ چھوڑے۔ یہ خیال رکھے کہ انھیں حلال روزی اور رزق کھلائے، تاکہ ان کی طاعت وعبادت وصلاحیت بارآور ہو۔ حرام کسب سے انھیں روزی نہ کھلائے، یہ گناہ ہے، نیک کام کرے، صدق اور باطنی صفائی کے لیے کوشاں رہے تاکہ خدائے تعالیٰ اس کے اور اس کے اہل وعیال کے کاروبار میں برکت دے اور اپنی عبادت کی توفیق عطا کرے۔

جس نے اپنے اور اللہ کے درمیان نیک کام کیے، اللہ تعالیٰ اور اس کے اہل وعیال کے درمیان نیک تعلق ہوگا۔

فقیر کے پاس مہمان آئے تو اسے وہی کھلائے جو اپنے اہل وعیال کو کھلانا چاہتا ہے۔ اگر خرچ کے لیے وافر پیسے ہوں تو دعوت اچھی طرح کرے تاکہ سب لوگ خوب سیر ہو کر کھائیں، اگر اس کے گھر والے فاقہ سے ہوں اور مہمان بھی آجائے، تو فاقہ زدوں پر مہمان کو فوقیت دے۔ مہمان سے بچا کھانا بچ جائے وہ تبرکاً اپنے اہل وعیال کو کھلائے، اس کا انجام بہتر ہے۔ خدا تعالیٰ ان کے رزق میں فراخی کرے گا اور برکت عطا فرمائے گا، کیوں کہ مہمان اپنا رزق ساتھ لے کر آتا ہے اور اہل خانہ کے گناہ ساتھ لے جاتا ہے۔

وہ عیال دار ہو اور اپنے عیال کو کھانا کھلانے کی توفیق نہ رکھتا ہو تو اس کے لیے مناسب نہیں کہ عیال کو بھوکا رکھے اور خود جا کر پیٹ بھرے۔ طریقت وشریعت میں یہ امر ناجائز ہے، چاہیے کہ ایسی دعوت سے باز رہے۔ صبر اور شکر کے ساتھ اپنے اہل وعیال کے شریک حال رہے۔

اگر دعوت دینے والا سمجھ دار ہو، اور جانتا ہو کہ فقیر کے اہل وعیال بھی ہیں تو اسے چاہیے کہ اہل وعیال سمیت اسے دعوت دے اور عیال کے فکر سے اپنے مہمان کا دل خالی کر دے۔ اس سے کہہ دے کہ اپنے عیال کے لیے بھی حسب ضرورت کھانا ساتھ لے جاؤ۔

فقیر کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ اپنے اہل وعیال کو علم ظاہری اور علم شریعت کی تعلیم دے، انھیں علم کی مخالفت پر دلیر نہ ہونے دے۔ اس کے لیے یہ منع ہے کہ اپنی اولاد کو بازار میں حرفت سیکھنے کے لیے بھیجے، بلکہ انھیں علم دین سکھائے، طلب دنیا سے دور رہنے کی تلقین کرے، مگر ایسا نہ کرے کہ انھیں دنیا سے بالکل ہی نفرت دلائے، کہ محتاج ہو جائیں، ان کے ہاتھ سے صبر جاتا رہے اور رسوا ہوں، لوگوں کی دریوزہ کرنے پر مجبور رہو جائیں۔

اسے چاہیے کہ خود اپنے عیال کو کسب معاش مہیا کرے، اس قدر کہ لوگوں کے محتاج نہ رہیں، اس طرح کسب میں لگ جانا دوسرے تمام کاموں سے بہتر ہے تاکہ حدود شرع کی نگہداشت ہو سکے۔

فقیر کو چاہیے کہ اپنی اولاد کو حقوق والدین سے آگاہ کرے، عاق ہونے کی بدنامی سے انھیں خبردار کرے۔ انھیں حقوق اللہ کی پابندی کی ہدایت کرے، فضیلت وطاعت اور صبر کے فائدے بتائے جیسا کہ نکاح کے آداب کے ضمن میں بیان ہو چکا ہے۔

آداب سفر: آداب کے ضمن میں سفر کے آداب پہلے بھی بیان ہو چکے ہیں، فقیر کو ہمیشہ برائی کے ویرانے سے اچھی صفت کے شہر کی طرف سفر کرنا چاہیے، لازم ہے، کہ وہ ہوا وہوس کے تاریک گوشہ سے نکل کر اپنی پرہیزگاری کی درستی کے لیے رضائے الٰہی کی طرف سفر کرے۔

جب کسی شہر سے سفر کرنے لگے تو پہلے اپنے دشمنوں کو راضی کرے، والدین یا جن کے وہ تابع فرمان ہو، ان کی اجازت حاصل کرے، اس لیے کہ ان کا اس پر حق ہے۔ جس طرح چچا، خالو، دادا، دادی وغیرہ کا۔ جب یہ سب لوگ اس کے سفر پر رضامند ہوں تب سفر کے لیے روانہ ہو۔

سفر کے وقت پہلے اللہ کا نام لے کر روانہ ہو۔ اگر خطرہ ہو کہ جانے کے بعد اس کے اہل وعیال کا کوئی پرسان حال نہ ہوگا اور وہ ہلاک ہو جائیں گے تو پھر سفر کرنا مطلق جائز نہیں۔ ان کے لیے خرچ اور رزق کا بندوبست کر کے جا سکتا ہے، یا انھیں ساتھ لے جائے۔

آں حضرتؐ نے فرمایا کہ انسانی گناہوں میں صرف یہی کافی ہے، کہ جسے وہ رزق پہنچاتا ہے، اس کا حق ضائع کر دے۔

فقیر کے لیے لازم شرط یہ ہے کہ سفر میں اپنا دل ساتھ رکھے، باقی تعلقات ترک کر دے۔ پس وپیش کے حال سے اپنا دل خالی کر دے، جہاں بھی جائے اپنا دل ساتھ رکھے۔ سب چیزوں کے خیال سے فارغ ہو جائے جیسا کہ ابراہیم بن ادہم نے فرمایا کہ میں ایک دفعہ ابراہیمؒ بن شیبہ کے ہمراہ جنگل کو گیا، انھوں نے فرمایا جن چیزوں سے تم تعلق رکھتے ہو انھیں دل سے نکال دو۔ میں نے سب چیزیں نکال دیں۔ مگر ایک دینار نہ نکالا۔ تو آپ نے فرمایا جو چیز تمھارے دل میں ہے اس پر میرے دل کو مشغول نہ کرو، چنانچہ میں نے دینار نکال کر پھینک دیا، تب آپ نے فرمایا۔ اب دیکھ لو کہ علائق میں سے کوئی اور چیز تو تمھارے پاس نہیں؟ مجھے یاد آیا کہ جوتی کا ایک تسمہ میرے پاس ہے، میں نے وہ بھی پھینک دیا۔

میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں، کہ راستہ میں ہمیں جوتی کے تسمہ کی بھی ضرورت نہ رہی بلکہ ہر چیز کو موجود پایا[1]

یہ اس شخص کی کیفیت ہے، جو صدق دل سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کرے۔ مناسب یہی ہے کہ جس طرح وہ حالتِ قیام میں وظیفہ کرتا ہے، اسی طرح سفر میں بھی وظیفہ کرے۔ کوتاہی اور غفلت نہ کرے تاکہ سفر اس کے حال میں زیادتی کا باعث بن سکے۔ سفر کی حالت میں فقیر کے مزاج اور اعمال میں کوئی فرق نہ آنا چاہیئے۔ یعنی کمی کی اجازت ضعیف لوگوں یا عام آدمیوں کے لیے ہے۔ خاصانِ حق اور تندرست و توانا لوگوں کے لیے وظائف میں کمی کی اجازت نہیں، ان کی ہمت میں کمی نہ آنی چاہیئے۔ توفیق الٰہی ان کے شامل حال رہنی چاہیئے۔ ان پر خدا کی رحمت ہمیشہ نازل ہوتی رہتی ہے۔ اللہ کی طرف سے ایک پاسبان ان کی پاسبانی کے لیے مقرر رہتا ہے، ان کا مطلوب ہر وقت ان کی بغل میں ہوتا ہے، وہ ہر لحظہ اپنے دل میں اپنے محبوب کا عشق رکھتے ہیں۔ یہ لوگ دل و جان سے اس قدر مشغول ہوتے ہیں کہ انھیں دنیا کی مطلق پروا نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے برابر ان کو مدد ملتی رہتی ہے ..... سفر ان کی قوت میں اضافہ کرتا ہے۔ وہی کام ان کے لیے نیک اور ان کے لائق ہے جس میں وہ مشغول ہوتے ہیں۔ ارباب خلائق سے جو کہ صنم ہیں اور صلیب نصاریٰ و شیطان کے حربہ سے ان کا حربہ سخت تر ہے۔ سفر میں انھیں دور رہنے کی خوش نصیبی حاصل ہوتی ہے۔

فقیر کے لیے لازم ہے" کہ اپنے دل کی رعایت کرے، غفلت سے نہ نکل کھڑا ہو، سفر میں اس کی کوشش ہمیشہ یہی ہو کہ محبوب کی محبت دل سے نہ جانے پائے۔ فقیر کو دنیوی اغراض کے لیے سفر کرنا منع ہے۔ اس کا سفر اطاعتِ الٰہی کے ارادہ سے ہونا چاہیئے۔ یعنی حج کے لیے یا شیخ سے فیوض حاصل کرنے کے لیے یا متبرک مقامات کی زیارت کے لیے۔ جس جگہ اس کے دل کو اطمینان حاصل ہو جائے۔ وہاں مستقل طور پر سکونت اختیار کرلے اور جب تک الہامی صورت میں یا اللہ کی طرف سے وہ جگہ چھوڑنے کا حکم نہ ہو وہیں رہے۔ چھوڑنے کا حکم نہ ملے تو چھوڑ دے۔ ایسے لوگ مسئولین ہیں یعنی قضا و قدر کے تصرّف میں ہوتے ہیں، ہوا و ہوس اور امیدوں سے دور ہوتے ہیں، خدا کی راہ میں فنا ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے مختار و محبوب ہوتے ہیں۔

اگر کسی مقام پر فقیر کو لوگوں میں کوئی مرتبہ یا قبولیت حاصل ہو تو وہ جگہ چھوڑ دے، اور اپنے نفس کو تشویش کے دریا میں غوطہ دے، تاکہ ایسا نہ ہو لوگوں میں قبولیت کی وجہ سے وہ بارگاہ الٰہی سے پردہ میں چھپ جائے۔ صرف لوگوں کی حضوری ہی اس کے مقدر میں رہ جائے۔ جب تک اس کا دل خواہشات اور آرزوؤں میں لگا رہے یہ قبولیت اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی، کیونکہ فقیر کے پاس سے ہوا و ہوس کا گزر ہو ہی نہیں سکتا، نہ ہی لوگوں کا اس کے قریب آنے سے کچھ مطلب ہے۔ لوگوں میں قبولیت کا اس پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ فقیر کے دل سے لوگوں کا خیال ہی نکل چکا ہوتا ہے، وہ صرف نگہبان کی مانند ہوتا ہے۔ صرف اپنے دل کو قابو میں رکھتا ہے، تاکہ لوگ اس کی طرف رجوع نہ کریں اور شرک خفی پیدا ہو کر خالص توحید کو پراگندہ نہ کردے۔

فقیر کے لیے لازم ہے" کہ سفر میں دوستوں سے اچھا سلوک کرے، ان سے کسی بات میں جھگڑا نہ کرے، ہمیشہ دوستوں کی خدمت کرے۔ مگر کسی دوست سے اپنی خدمت کرانے سے پرہیز کرے۔ سفر میں ہمیشہ باطہارت رہے، اگر پانی میسّر نہ ہو تو تیمّم کرے، جس طرح اس کے لیے باطن میں پاک رہنا مستحب ہے، اسی طرح سفر میں طہارت سے رہنا چاہیئے۔

---

[1] یعنی جس چیز کی بھی راستہ میں ضرورت پڑی وہ ہمیں کسی نہ کسی طرح مل گئی۔

وضو مومن کا ہتھیار ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ وضو کے باعث مومن کو شیاطین اور موذی چیزوں سے امان ملتی ہے۔ نوجوان خوب صورت لڑکوں کی صحبت سے بھی بچنا چاہیے۔ سفر میں ان سے خاص طور پر بچنا چاہیے کیوں کہ وہ شیطان کے دوست ہوتے ہیں ان کے قرب سے بدی، فتنہ، ہوا و ہوس، تہمت وغیرہ پیدا ہوتی ہے۔ شیخ، عالم، ابدال، پیغمبر وغیرہ کے ساتھ رہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کی پیروی کی جاتی ہے، ایسے لوگوں کے ساتھ رہے جو خدا کے منظور نظر ہیں، امام اور رہنما ہیں، نیکی کی تعلیم دیتے اور اللہ کے عذاب سے ڈراتے ہیں، لوگوں کو آداب سکھاتے ہیں تو پھر اُسے کوئی خوف نہیں۔ جوانانِ امرد یا پیران دخوردہ سال میں سے جس سے چاہے صحبت رکھے۔

اگر کسی شہر میں پہنچے اور پتہ چلے کہ یہاں کوئی شخص رہتا ہے، تو پہلے اس کی خدمت میں جا کر آداب بجا لائے، آستانہ بوسی کرے، ان کی خدمت میں جا کر بڑی عزت سے کھڑا ہو، تاکہ فوائد سے محروم نہ رہے۔ اگر فتوح حاصل ہو تو دوستوں سے الگ رہ کر اکیلے فائدہ نہ اٹھائے، اگر کسی عذر کے باعث اس کے دوستوں میں سے کوئی وہاں ٹھہر جائے تو اس کا ساتھ دے، کیوں کہ خدا تعالیٰ اسے ثواب عطا فرمائے گا۔

باب ۳۸

فقیروں کا راگ رنگ ۔ مجاہدہ

کمالِ مجاہدہ — اہلِ مجاہدہ و محاسبہ

فقیروں کا راگ رنگ

راگ رنگ اور رقص کو یادِ الٰہی میں مصروف رکھے۔ اس سے غافل نہ ہو۔ اگر اس کے کان کچھ سننا ہی چاہیں، تو قرآن کریم کو سنے اور سمجھے جو خدا نے اس پر وارد کیا ہے، اس کی طرف راغب ہو یعنی عبادتِ الٰہی سے باز رہنے میں خوف اور عتاب محسوس کرے، نہایت چستی اور ہوشیاری سے اللہ کے حضور رجوع کرے، اگر قاری سماع میں اس کی زبان بول رہا ہو تو سننے والا یہی تصوّر کرے کہ اللہ تعالےٰ قاری سے خطاب کر رہا ہے، اور اس کا دل جو چاہے، کرے بشرطیکہ وہ امر اللہ تعالےٰ کی عبادت ادب اور تعریف کے مطابق ہو۔

مختصر یہ کہ طریقت میں عبادت سلوک ہے، اور حقیقت میں مکاشفہ ہے، آدابِ شریعت کے خلاف قدم رکھنا ناجائز ہے۔

جب مشائخ سماع سُن رہے ہوں تو ہر فقیر کو چاہیے کہ حتی الامکان شیخ کی بزرگی نگاہ میں رکھے، اگر اس پر کسی امر کا غلبہ ہو تو غلبہ کے اندازے سے اس حرکت کو مسلم رکھے۔ غلبہ دور ہو جائے تو پھر اسے شیخ کی بزرگی نگاہ میں رکھنی چاہیے۔

فقیر کو یہ مناسب نہیں کہ وہ پڑھنے والے کو قرآن کی بجائے غزلیات پڑھنے کی ہدایت کرے، جیسا کہ آج کل کے لوگوں کی عادت ہے۔ اگر یہ لوگ اپنے تجرد و تصرّف میں سچے ہوتے تو قرآن پاک کے بغیر ان کے دل جنبش نہ کرتے، کیوں کہ محبوب کلام یہی ہے۔ اس میں محبوب حقیقی کی صفت بیان ہوئی ہے۔ اس کتاب پاک میں پہلے اور پچھلے اولیائے کرام کا ذکر ہے، اس میں محب، محبوب، مرید مراد، عتاب، ملامت و محبت کے دعویداروں کے علاوہ دوسری نعمتوں کے اذکار موجود ہیں، لیکن جب فقیر کی سچائی اور اس کے خلوص میں خلل ہو، اس کا دعوےٰ جھوٹا ہے۔ رسم عبادت عاشقانہ پر حق تعالےٰ کے عشق کے بغیر باطنی و راستی معرفت، کشف حقائق و علوم غریبہ اور بے آگاہی اسرار و قربت حق دانس کے غلط ثابت ہو اور وہ سماع حقیقی و حدیث و کلام کے سننے سے جو عالموں خاصوں، ابدالوں، اولیاء اور بزرگوں کے لیے سنت ہے۔ محروم ہو تو اس کا دل ان تمام باتوں سے خالی ہو جاتا ہے وہ مطرب کے اشعار اور ان کی غزلیں سننے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

یہ غزلیں عاشقانِ مجازی کی خواہشاتِ نفسانی کو بڑھاتی ہیں، مگر عاشقانِ حق کی آتشِ شوق پر یہ غزلیں سننے سے پانی پڑ جاتا ہے۔

حاصل یہ کہ فقیر اللہ، فقیر خلق یعنی فقیر دنیا اور فقیر عقبےٰ کو جس کے دل میں ان باتوں کی گنجائش نہ ہو لازم ہے کہ قاری قوال سے قرأت اور شعر پڑھنے کی دوبارہ فرمائش نہ کرے بلکہ یہ بات خدا کے سپرد کر دے، کیوں کہ اگر سامع فقیر سچا ہوگا اور قاری کے تکرار میں اس کی مصلحت و علاج تصور ہوگی تو پھر اللہ تعالےٰ اگر چاہے گا تو ان فقراء میں سے کسی کو اس فرمائش کے لیے اپنا نائب مقرر فرما دے گا یا خود اس قوال کے دل میں ڈال دے گا، کہ وہ شعر دوبارہ پڑھے، مگر فقیر کو یہ نہیں چاہیے کہ سماع کی حالت میں دوسروں سے مدد طلب کرے۔ اگر کوئی فقیر حرکت میں مدد طلب کرے تو اسے مدد دی جائے اور یہ کیفیت حال کی سستی پر دلالت کرتی ہے۔

جب فقیر کسی آیت یا شعر کو سن لے اور اسے حال آجائے تو مزاحمت نہ کی جائے، اگر کوئی مزاحمت کرے تو اس کی مزاحمت کو تسلیم کر لینا بہتر ہے۔ جب کسی آیت یا شعر پر فقیر کو جنبش ہو تو دوسروں کو چاہیے کہ اس کا وقت اس کے سپرد کر دیں اور جو لوگ مجلس میں حاضر ہوں انھیں اگر معلوم ہو جائے کہ اس کا حال بنا دٹی ہے تو اس کے عیب کو ڈھانپ دیں، اور مصلحت وقت کے مطابق اسے اس بات سے آگاہ کرنا مناسب ہو تو نرمی اور دلی قوت سے آگاہ کریں زبان سے منع نہ کریں۔

فقیر کے حال میں قصور دریافت کرنے اور دلی قوت سے اسے آگاہ کرنے کے لیے ان صفات کا ہونا ضروری ہے۔

بیداردلی، قوتِ دل، باطنی صفائی، باریک بینی کا علم، دوسرے کے بھید سے واقف ہونے کیلئے قوت ماسکہ کا ہونا، اچھی اور سخت نگہداشت، درست آداب۔

جب فقیر سماع کی حالت میں خرقہ سے باہر آئے، یا کوئی چیز بدن سے جدا کرے، تو یہ امر دو حال سے خالی نہیں ہوتا، یا تو وہ خرقہ قاری کو انعام دے گا یا اس حالت میں وہ خرقہ اسی قاری کا حق ہوگا یا مجلس میں ہی پھینک دے گا۔ اگر پھینک دے تو اس سے پوچھنا چاہیے کہ خرقہ پھینکنے سے اس کی کیا غرض ہے؟ اگر جواب دے کہ میں نے اسے فقیر کے حکم کے مطابق پھینکا ہے تو اس سے اس کی مراد یہ ہوتی ہے، کہ فقیروں سے سلوک کیا جائے۔ پس وہ حکم فتوح فقیروں کا حق ہوتا ہے، فقیر خود فیصلہ کریں کہ وہ کسے دینا چاہیے۔ اگر کہے کہ میں نے شیخ کی موافقت کے لیے پھینکا ہے کیوں کہ انھوں نے بھی اپنا خرقہ جسم سے علیحدہ کیا ہے تو یہ اس کے اعتقاد کی سستی ہوگی اور اس کا کام رقیق ہوگا، کیوں کہ خرقہ سے باہر آنے کے لیے پیر کی موافقت مناسب نہیں۔ اگر کوئی اپنے پیر کی حالت سے موافقت نامہ رکھتا ہے، یعنی جیسا اس کے پیر کا حال ہے ایسا ہی اس کا بھی ہو تو اسے موافقت کرنی مناسب نہیں ہے۔

مگر اس پر یقین نہیں کیا جا سکتا، کہ ایک ہی حال میں دو آدمی متفق ہوں بلکہ یہ امر یقین سے بہت دور ہے۔

اگر ان فقراء میں ہمیشہ سے یہ رسم جاری ہے، اور اب بھی فقیر کی موافقت پر وہ خرقہ سے باہر آیا ہے، تو اس کے لیے کوئی خاص دلیل نہیں ہے، اس نے یہ کام اپنے اعتقاد کی کمزوری کے باعث کیا ہے۔

یہ حکم شریعت کے مطابق نہیں، بلکہ محض عادت اور رسم ہے۔ طریقت و حقیقت کے رُو سے بھی یہ درست نہیں، اگر صاحبِ خرقہ یہ کہے کہ میں نے حاضرین کی موافقت کے طور پر یہ کام کیا ہے، تو پھر یہ اول الذکر فقیر سے بھی زیادہ کمزور اعتقاد کا مالک ہے، کیوں کہ ایسی حالت میں کسی کی شرکت مناسب نہیں، ہاں اگر اتفاقاً یہ حالت بن جائے تو کچھ حرج نہیں، مگر ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کہ ساری

قوم ایک ہی حال میں مبتلا ہو جائے۔ یہ بات صرف اسی صورت میں ممکن ہے، کہ ساری قوم ایک ہی مشرب اور ایک ہی حال کی حامل ہو۔

یہ خرقہ خاص موافقت سے ڈالا جاتا ہے، اس لیے اس کے بارے میں قوم سے اجازت لینی چاہیے، قوم جس کے لیے حکم دے اسے خرقہ دیا جائے۔ اگر خرقہ ڈالتے وقت فقراء کی نیت کچھ نہ تھی تو پھر اس خرقہ کے لیے فقیر سے حکم لیا جائے، اور وہ کہے کہ تمھارے اختیار میں ہے جسے چاہتے ہو دے دو۔ اگر پیر مجلس میں موجود ہو تو پھر یہ خرقہ کسی کو نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ صاحب خرقہ کا کوئی ارادہ تحقیق نہیں ہوا۔ مگر اس امر کی طریقت میں کوئی دلیل نہیں کہ اگر فقیر کہے کہ مجھے سماع کے وقت ارادے کے بغیر اللہ کی طرف سے خرقہ ڈالنے کا حکم ہوا ہے، کہ میں قصد کے بغیر خرقہ ڈال دوں اور کسے عطا کیا جائے۔ طریقت میں صرف یہی ایک دلیل ہو سکتی ہے، کہ جس بادشاہ نے اسے خلعت عطا کی اسی کے حکم سے اسے خلعت سے باہر ہونا پڑا، وہی اسے دوسرا خلعت دے گا۔ فقیر جب خلعت سے باہر آتا ہے، تو وہ نورانی خلعت پہن لیتا ہے، جو بارگاہ الٰہی سے اسے بخشا جاتا ہے۔ اس کے خدا کے الطاف اور اس کی رحمت نازل ہوتی ہے، اس لیے اگر پیر موجود ہو تو اس کا خرقہ اسے پہنچتا ہے، وہ لے لے اگر وہ نہ ہو تو ان فقیروں کو لینا روا ہے جو مجلس میں حاضر ہوں، اور گانے یا پڑھنے والے جسے چاہیں دے دیں۔

بعض کا کہنا ہے، کہ اس خرقہ پر درویش ہی کا حکم ہے، وہ اسے لینے کے لیے دوسروں سے زیادہ حق دار ہے۔ مجلس میں حاضر ہونے والے اہلِ دنیا میں سے اکثر کا یہی طریقہ ہے کہ خرقہ کو خرید لیتے ہیں۔ پھر خرقہ کے مالک ہی کو لوٹا دیتے ہیں۔ یہ اسے طریقت میں پسند نہیں کرتے۔

اگر خرقہ خریدنے والا کوئی جواں مرد اور صاحب ہمت شخص ہے، فقیر دوست ہے، اور فقیروں کے ساتھ نیکی کرنا اس کی عادت ہے تو اسے خرید کر واپس کر دینا جائز ہے۔ اصل میں یہ طریق ایک طرح کا سوال ہے جس میں عوض طلب کیا جاتا ہے اس میں شک نہیں کہ یہ فعل بُرا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب فقیر اپنے خرقہ سے باہر آتا ہے تو وہ حال کے وقت یہ ظاہر کرتا ہے کہ میرے نفس میں سچائی ہے اور اسے تعلقات سے بے نیازی ہے۔ اگر پھر وہ خرقہ پہن لے تو اپنے نفس کو نصیحت کرتا ہے۔ اسے دروغ گو قرار دیتا ہے، ایسا کرنا پسندیدہ کام ہے۔ اسے یہ لائق نہیں کہ جس خرقہ سے وہ باہر آیا ہے اور اسے اتار کر پھینک دیا ہے وہ دوبارہ قبول کرلے۔ اگر اس خرقہ کے لیے پیر اشارہ کرے اور اسے دوبارہ پہننے کی اجازت دے تو وہ بے کھٹکے اس کا حکم بجا لائے۔ جب پیر چلا جائے تو پھر اسے اپنے بدن سے اتار کر کسی اور فقیر کو بخش دے۔ اگر جماعت میں ہو تو ان میں سادات کا خیال رکھے۔ پیر بھی جماعت میں موجود ہو اور وہ اس خرقہ کو حاضرین میں سے کسی ایک کے لیے مخصوص کرے تو اس کا حکم جائز ہوگا جسے چاہے خرقہ دلوا دے۔

اگر کوئی فقیر اپنے خرقہ سے باہر آئے تو پھر اسے واپس دے مگر اس کی یہ عادت ہے، کہ جس خرقہ سے وہ باہر آئے اسے دوبارہ نہیں پہنتا۔ دوسرے فقیروں نے اپنا خرقہ واپس لے لیا، اس کے پیر صاحب موجود اور خاموش ہوں تو اسے اپنا خرقہ واپس نہیں لینا چاہیے۔ اپنی عادت پر پختہ رہے۔ دوسرے فقراء کی پیروی سے اپنی عادت نہ توڑے۔ مگر پیر موجود نہ ہو تو پھر جماعت کی موافقت

کرے، اپنا خرقہ واپس لے لے، تاکہ اس کی قوم کے درویش شرمندہ نہ ہوں اور اس فقیر پر انھیں غصہ نہ آئے۔

خرقہ واپس لینے پر، اسے پھر مجلس کے فقراء کو عطا کر دے۔ بہتر یہ ہے، کہ اُسے عطا کرے، جو اس مجلس میں نہ ہو۔ فقیروں کے آخری حالات یہ ہیں جو اختصار سے بیان کیے گئے جو باتیں سقایات اور جوتا پہننے سے تعلق رکھتی ہیں ان کی رقم کا اجرا نئے طریق پر ہوا ہے انھیں میل جول اور غیر دا شارہ سے حاصل کیا جائے، جہاں انھیں بیان کیا گیا مگر ان میں اکثر کو آدابِ شرع کے تحت بیان کر دیا گیا ہے۔ اب پھر انھیں بیان کیا جاتا ہے۔ مجاہدہ، توکل، تحوّی سیرت، شکر، صبر، رضا، صدق، یہ ساتوں چیزیں جن کا ذکر کیا گیا ہے۔ طریقت کا اصل اور بنیاد ہیں۔ انھیں توجہ سے پڑھیں اور دل میں جگہ دیں۔

مجاہدۂ نفس

ریاضت و مجاہدۂ نفس:- اس بات میں تمام اصولوں کا بیان در اصل اللہ کا حکم ہے فرمایا "جن لوگوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم انھیں اپنے قرب کی راہیں دکھاتے ہیں"

مختلف روایات:- ابو نصر نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کی ہے "کہ رسولِ خداؐ سے پوچھا گیا کہ افضل ترین جہاد کیا ہے؟ فرمایا۔ جابر امیر ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا۔ یہ سن کر ابو سعید رو پڑے، ابو علی آفاق فرماتے ہیں جس نے اپنا ظاہری مجاہدہ مشقت سے آراستہ کیا، خدا تعالےٰ اس کا باطن مشاہدہ و مکاشفہ سے مزین کرتا ہے۔ یعنی جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں کوشش کی ہم انھیں اپنے اصول کی راہیں دکھاتے ہیں۔

جو شخص ابتدا میں ریاضت اور مشقت نہیں کرتا، اس نے گویا طریقت کی بُو بھی نہیں سونگھی۔ ابو عثمان فرماتے ہیں اگر کوئی یہ گمان کرے کہ مجاہدہ کے بغیر اُسے کشف یا طریقت حاصل ہو جائے تو یہ محال ہے، وہ غلطی پر ہے۔ ابو علی دقاق فرماتے ہیں جسے ابتدا میں کھڑا ہونے کی عادت نہ ہو، اسے آخر میں بیٹھنا میسّر نہ ہوگا۔ فرمایا فقیروں کا قول ہے کہ ظاہری جنبش باطنی برکت کا باعث ہے اس سے دل کو قیام حاصل ہوتا ہے۔

حضرت حسن بن علیؓ فرماتے ہیں۔ ابو یزیدؒ نے فرمایا۔ میں اپنے نفس کے لیے بارہ سال تک آہن گر بنا اور پانچ سال تک دل کے آئینہ کو زنگ سے صاف کرتا رہا۔ ایک سال میں نے دل کے آئینے کا مشاہدہ کیا، تو اچانک اپنے باطن میں زنگار دیکھا پھر بارہ سال اسے کاٹنے میں لگا رہا، مگر دیکھا تو وہ باقی تھا، پھر میں پانچ سال تک اسے کاٹنے میں لگا رہا۔ سوچا کہ اسے کیسے کاٹوں۔ آخر مجھے کشف ہوا۔ میں نے خلق اللہ کی طرف دیکھا، تو اسے مردہ پایا۔ خلق اللہ پر جنازہ کی چار تکبیریں کہیں۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں "کہ میں نے سُنا ہے سری سقطی فرماتے ہیں" کہ اے نوجوانوں کے گروہ! مزید کوشش کرو قبل اس کے کہ میرے مقام تک پہنچو۔ تم سست ہو جاؤ گے، عبادت میں کوتاہی کرو گے جیسا کہ میں کوتاہی کرتا رہا۔ حالانکہ سری سقطیؒ اس وقت جوانوں سے بڑھ کر عابد رہے۔ جوان ان کے باطن میں برابری نہ کر سکتے تھے۔

سلوک کی بنیاد:- حسن قزازؒ فرماتے ہیں کہ سلوک کی بنیاد تین چیزوں میں ہے، جب فاقہ کی نوبت آئے تو کھائے، جب نیند کا زبردست غلبہ ہو تو سو جائے، اور ضرورت کے سوا کچھ نہ بولے۔

ابراہیم ادھمؒ فرماتے ہیں" کوئی شخص نیکوکاروں کے درجہ تک نہ پہنچے گا، جب تک چھ چیزیں اختیار نہ کرے
اوّل یہ کہ اپنے اوپر نعمت کا دروازہ بند کرے، سختی کا دروازہ کھول لے۔
دوم یہ کہ عزت کا دروازہ اپنے لیے بند کرکے خواری وذلت کا دروازہ کھول لے۔
سوم یہ کہ راحت کا دروازہ اپنے اوپر بند کرکے کوشش کا دروازہ کھول دے۔
چہارم، خواب کا دروازہ بند کرکے بیداری کا دروازہ کھول دے۔
پنجم، امیری کا دروازہ بند کرکے غریبی کا کھول دے۔
ششم، حرص کا دروازہ بند کرکے موت کا دروازہ کھول لے۔

ابوعمر بن جنید کا ارشاد:۔ ابوعمر بن جنید نے فرمایا۔ وہ شخص جس کے لیے اس کا سالن بزرگ ہے، اس کا دین اس کے لیے خوار ہے۔

ابوعمر بن جنیدؒ کا ارشاد:۔ ابوعلی رودباری فرماتے ہیں" جب صوفی پانچ دن کے بعد کہے کہ" میں بھوکا ہوں تو اسے بازار میں جانا لازم ہے پھر اسے مزدوری کرنے کا حکم دیا جائے۔

ذوالنون مصریؒ کا ارشاد:۔ ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کسی کو اس شخص سے زیادہ سربلندی اور خوش قسمتی عنایت نہیں کرتا، جسے وہ خواری کی طرف بھیجتا ہے، اور اس بندے سے زیادہ خوار کسی کو نہیں بناتا جو اپنے نفس کو خواری سے بچانے کی کوشش کرے۔

دیگر ارشادات:۔ ابراہیم خواص فرماتے ہیں" میں نے اس چیز کو زیر کیا ہے جس سے مجھے خوف معلوم ہوا۔ محمد بن فضل کا ارشاد ہے کہ نفس کی امیدوں سے نجات پانا آسایش ہے۔ منصور بن عبداللہ فرماتے ہیں، میں نے ابوعلی رودباری سے سنا ہے کہ تین چیزوں کے باعث آفت آتی ہے، سقم طبیعت، عادت کا پڑجانا، فساد صحبت۔ میں نے عرض کیا سقم طبیعت کیا ہے؟ فرمایا حرام کھانا۔ میں نے پوچھا عادت کا پڑجانا کیا ہے؟ فرمایا دیدہ دانستہ حرام اور غیبت سے فائدہ اٹھانا۔ میں نے پوچھا فساد صحبت کیا ہے؟ فرمایا نفس امارہ کی خواہش کی پیروی کرنا۔

نصرآبادی فرماتے ہیں کہ تمھارا نفس تمھارے لیے قید خانہ ہے۔ جب اس سے نکل جاؤ تب راحت ابدی حاصل ہوگی۔

ابوالحسن وراق فرماتے ہیں" مسجد ابی عثمان میں سب سے بڑا حکم ہمیں یہ ملا کرتا تھا، کہ جو چیز فتوح کے طور پر ہمیں ملے، دوسرے کو دینا پسند کریں۔ اور جو شخص ہمارے ساتھ برا پیش آتا ہم اپنے نفس کے لیے اس سے بدلہ نہ لیتے، بلکہ اس کے پاس عذر کرتے اور تواضع سے پیش آتے۔ جب کوئی شخص ہمارے دلوں میں حقیر معلوم ہوتا تو ہم اس کی خدمت میں کھڑے ہوجاتے۔

مجاہدہ کے نشانات:۔ پس عام لوگوں کا مجاہدہ یہ ہے کہ ظاہری اعمال کو پورا کریں، اور خواص کا مجاہدہ یہ ہے کہ بری باتوں سے اپنے آپ کو بچائیں۔

تفصیل:۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ رنج اور تکلیف، بھوک اور پیاس برداشت کرنا آسان ہوجاتا ہے، مگر بری عادتیں جو پڑگئی ہوں ان کا علاج نہایت مشکل ہوجاتا ہے۔ اگر لوگوں کی تعریف اور مدح اور ذکر نیک اچھا معلوم ہوتا ہے تو یہ بھی نفس کی آفتوں میں سے ایک آفت ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی عبادت کے بڑے بڑے بوجھ اٹھاتا ہے، تاکہ لوگ اسے اچھا کہیں،

وہ اپنی تعریف سنے ۔ ایسے شخص پر نفاق کا غلبہ ہوتا ہے ۔ اس بدعادت کی علامت یہ ہے کہ جب لوگ اس کی تعریف کرنا ترک کر دیں تو اس کا نفس عبادت کی طرف سے سست پڑ جاتا ہے اور اس کے نفس کی عادتیں، شرک خفی اور کاذب دعویٰ معلوم نہیں ہو سکتے ۔ ان کا پتہ اس وقت لگتا ہے، جب ان کے امتحان کا موقعہ آتا ہے، کیوں کہ وہ ڈرنے والوں کی طرح خوف اس وقت کرتا ہے جب وہ خوف میں گرفتار ہو جاتا ہے ۔ اللہ تعالےٰ سے خوف کے مقام میں جس طرح خوف کرنا چاہیے، اس طرح خوف نہیں کرتا ۔

جب تک وہ اپنے نفس کا محتاج ہوتا ہے، اس وقت اس کا نفس خوف سے بالکل امن میں ہوتا ہے اور جس قدر دعوے ہوتے ہیں ان سب کو بھول جاتا ہے ۔ نیک لوگوں کا قول ہے کہ پرہیزگار شخص کی جب تک آزمایش نہ ہو وہ اپنے نفس کا محتاج رہتا ہے اور اس سے پرہیزگاری کی شرطیں چاہتا ہے، اگر ایسا ہو گا تو اپنے آپ کو لوگوں میں بزرگ دکھانے والا ہو گا ۔ نفس کو اپنے کام پر مغرور پائے گا ۔ انسان جب کسی غرض کا محتاج ہوتا ہے ۔ اس وقت اس سے صدق نفی نہیں ہو سکتی ۔ اگر تم اس وقت اس سے صدق نفی کی درخواست کرو تو وہ اس میں جھوٹا ثابت ہو گا ۔

نفس پرہیزگاری کا مدعی بھی ہوتا ہے، مگر یہ دعوے اس وقت تک ہوتا ہے، جب تک اس کی آزمائش نہ ہو ۔ نفس کو متواضع ہونے کا دعوےٰ بھی ہوتا ہے اور اس دعوے کی حقیقت کا پتہ غیظ و غضب کے وقت چل جاتا ہے، تمنا، غرور اور حق کے طور پر سخاوت، ایثار، دل کی تونگری، جوانمردی، خیر و خیرات اور دوسرے اچھے صفات جو خدا کے ولیوں، ابدالوں اور شریف لوگوں میں موجود ہوتے ہیں، ان کا دعوےٰ بھی رکھتا ہے، لیکن جب نفس میں ان خصلتوں کو تلاش کرو گے، اسے آزماؤ گے، تو ان خصلتوں کا نام و نشان بھی نہ پاؤ گے ۔ وہ محض دھوکے کی ایک ٹٹی ہو گی بالکل اسی طرح جس طرح آدمی جنگل میں پیاس سے مغلوب ہو جائے تو دور سے دیکھ کر یہ سمجھتا ہے، کہ پانی کا کوئی نیا چشمہ ہو گا ۔ جب پانی پینے کے شوق میں قریب ہو جاتا ہے تو وہاں پانی کا نشان تک نہیں پاتا ۔ اگر صدق دل، اخلاص کی درستی اور سچائی ہوتی تو لوگوں کو دکھانے کے لیے وہ نیک عمل نہ کرتا، نہ ہی ظاہری زیبائش سے آپ کو آراستہ کرتا، کیوں کہ اس کے نفع و نقصان کے مالک لوگ نہیں ۔ اگر اس کے نفس میں مذکورہ بالا صفتیں ہوتیں تو امتحان کے وقت وہ اپنے اس دعوے میں سچا اور ثابت قدم ہوتا، نفس کی ساری باتیں اس کے (ظاہرا) اعمال کے مطابق ہوتیں ۔

ابو حفص فرماتے ہیں، کہ تمہارا نفس ایک تاریک خانہ ہے ۔ اس کا باطن اس کا چراغ ہے ۔ اس کا اخلاص اور توفیق اس چراغ کا نور ہیں، جس آدمی کے دل میں توفیق الٰہی نہ ہو اس کے دل میں اندھیرے کے سوا کچھ نہیں ہوتا ۔

ابو حفصؒ کا ارشاد:۔

ابو عثمان فرماتے ہیں، کہ جب تک آدمی دوسری چیزوں کو اپنے نفس سے اچھا نہ جانے، وہ اپنے نفس کے عیبوں کو نہیں جان سکتا ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ گناہ کفر کے قاصد ہیں ۔

ابو عثمانؒ کا ارشاد:۔

ابو سلیمان کا ارشاد:۔ ابو سلیمان فرماتے ہیں، کہ میرے خیال میں نفس کی کوئی بھی نیک بات نہیں، جسے میں شمار کر سکوں ۔

سری سقطیؒ کا ارشاد:۔ سری سقطیؒ فرماتے ہیں، کہ ان لوگوں کی ہمسائیگی سے دور رہنا چاہیے ۔ مال دار، بازار میں قرأت پڑھنے والے دولت مند عالم سے ۔

ذوالنون مصریؒ کا ارشاد:۔ ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں، کہ مخلوق میں چھ چیزیں فساد ڈالتی ہیں ۔ پہلی یہ کہ آخرت کے عمل میں نیت کی سستی

دوسری یہ کہ لوگوں کے جسم ان کی آرزوؤں اور خواہشوں کے گرویدہ ہوجائیں۔ تیسری یہ کہ موت کے قریب ان کی امیدیں لمبی ہوں، چوتھی یہ کہ اللہ کی رضامندی پر مخلوق کی رضامندی کو ترجیح دیں۔ پانچویں یہ کہ نفس امارہ کی ہوا وہوس کی پیروی کریں۔ آنحضرتؐ کی سنت سے منہ پھیر لیں۔ چھٹی یہ کہ اگلے بزرگوں سے جو لغزشیں ہوئی ہیں انھیں اپنے نفس کے لیے حجت بنالیں اور ان کی پوشیدہ صفات کو نظرانداز کریں۔

مجاہدہ کی اصل:۔ مجاہدہ کی اصل یہ ہے کہ اپنی خواہشات کی مخالفت کی جائے، جن چیزوں سے محبت ہو، ان سے الگ رہے۔ دنیا کی جن چیزوں کی طرف اس کا میلان ہو، ان سے نفرت کرے۔ عام دقتوں میں اگر معلوم کرے کہ نفس شہوتوں کی طرف چلا گیا ہے تو اسے پرہیزگاری اور خوفِ خدا کی لگام دے، اور جب دیکھے کہ نفس سرکشی کرتا ہے۔ تمام عبادت اور حکم الٰہی کی موافقت سے گڑبڑ کرتا ہے تو خوف کا چابک پکڑ کر اپنے نفس کو اس سے راستی کی طرف ہانکے، ہوا وہوس اور نفسانی خواہشوں کی طرف سے اس کا منہ پھیر دے۔

کمالِ مجاہدہ

کمالِ مجاہدہ اور اتمامِ مراقبہ:۔ مجاہدہ کا کمال اور اتمام مراقبہ وہ ہے، جس کی طرف آں حضرت صلعم نے رہنمائی فرمائی ہے۔ جبرئیلؑ نے ایک مرتبہ آں حضرتؐ سے پوچھا احسان کیا ہے؟ فرمایا احسان یہ ہے کہ تم خدا کی عبادت اس طرح کرو، گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر بظاہر وہ تمھیں دکھائی نہیں دیتا تو اس پر یقین کرو کہ وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔

مراقبہ یہ ہے کہ بندہ کو یہ علم ہو کہ میرا پروردگار میرے حال سے واقف ہے۔ مراقبہ ہر نیکی کا اصل ہے۔ آدمی اس مرتبہ پر اس وقت پہنچتا ہے، جب وہ سیدھا راستہ اختیار کرتے وقت اپنے حال کی اصلاح اور اپنے نفس کا محاسبہ کرے، اپنے اور اپنے رب کے درمیان اپنے دل کی اچھی طرح نگہبانی کرے، اللہ کی راہ میں جو سانسیں نکلیں ان کا نگہبان رہے۔ اس پر یقین کرے کہ خدا میرا نگہبان ہے، میرے دل کے قریب ہے، میرے تمام احوال جانتا ہے۔ سب احوال کو دیکھتا بھالتا ہے، میری تمام باتوں سنتا ہے۔

بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ مجاہدہ چار چیزوں سے مکمل ہوتا ہے: اول یہ کہ "خدائے تعالےٰ کو پہچانے۔ دوسرے یہ کہ ابلیس کو جو اللہ کا دشمن ہے اچھی طرح جانے، تیسرے یہ کہ "اس بات کو دھیان میں رکھے کہ میرا نفس اکثر مجھے برے کاموں کی طرف ہی رغبت دلائے گا، چوتھے یہ کہ جو عمل بھی کرے وہ خاص اللہ کے لیے کرے۔

اگر کوئی شخص ان چاروں چیزوں کو سمجھے بغیر ساری عمر بھی عبادت کرتا رہے، تو اس کی عبادت فائدہ مند نہ ہوگی، وہ جاہل ہی رہے گا، دوزخ کی آگ میں جائے گا۔

معرفتِ الٰہی:۔ معرفتِ الٰہی یہ ہے کہ آدمی اپنے دل کو اللہ کے حضور میں حاضر وقائم رکھے، اور یہ یقین کرلے، کہ اللہ تعالےٰ حاضر وناظر اور اس کے حال سے واقف ہے، اس کا پاسبان اور مددگار ہے، اس سے قوت ملتی ہے، اس کے ملک میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں، وہ اپنے دعوؤں میں سچا ہے، جن باتوں کا مدعی ہے وہ باتیں ہم تک پہنچانے والا ہے، اس سے

جو کچھ طلب کیا جائے اسے دینے سے وہ تونگر ہے، وہ اپنا وعدہ وفا کرتا ہے، اس کے سارے وعدے سچے ہیں، وہ سب وعدے وفا کرے گا۔ اس کے نزدیک ایک مقام ہے جہاں سب لوگوں کی بازگشت ہوگی، وہ مصدرِ فیوض و منبعِ تصرفات ہے جسے چاہے گا ثواب دے گا اور جسے چاہے گا عذاب میں مبتلا کرے گا، اس کی ذات جیسی کوئی چیز نہیں۔ بندوں کے لیے اس کی رحمت اور دوستی کافی ہے، وہ سننے والا جاننے والا ہے، روزانہ ایک شان میں ہے، کوئی کام اسے دوسرے کام سے غافل نہیں کر سکتا، وہ پوشیدہ چیزوں کو اور جو کچھ ان چیزوں کے اوپر ہے سب کو جاننے والا ہے۔ دل کے راز، خطرات، وسوسے، ارادے خواہشات، حرکتیں، پلک کے جھپکنے، اشارہ چشم، باریک اور اس کے اوپر اور نیچے جو کچھ ہے سب سے واقف ہے، رطب و یابس جو کچھ ہو چکا ہے اور ہونے والا ہے سب سے آگاہ ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ عزیز ہے، حکیم ہے، اللہ تعالیٰ کی معرفت کے باب میں ہم اس کے بارے میں بہت کچھ بیان کر چکے ہیں۔

جب کوئی شخص پورے علم سے اس معرفت کو لازم پکڑ لیتا ہے، تو یہ اس کے ہر عضو اور جسم کی ہر رگ اور پٹھے، ہر بال اور پوست میں سرایت کر جاتی ہے۔ اسی طرح اس بات پر بھی یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر قائم ہے، میرے تمام احوال کو جانتا ہے، میری تمام چیزوں کو اس کا علم احاطہ کرتا ہے، کوئی بات اس سے چھپی ہوئی نہیں۔ خدا نے اسے پیدا کیا، سب سے اچھی اور عمدہ خلقت بنائی، اچھی صورت دی۔ جب آدمی کے دل میں اس امر کا یقین ہو جائے، ان امور میں اس کی نیت صحیح ہو، عقل اسے اچھی طرح سمجھ لے، تو اس وقت وہ اپنے نفس کا محاسبہ کر لیتا ہے۔ اسے معرفت سے کامل حصہ مل جاتا ہے۔ اس پر خدا کی محبت قائم ہو جاتی ہے، خدا کی طرف سے اسے بڑا مرتبہ مل جاتا ہے۔ ان تمام باتوں میں خوف الٰہی اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اس کا دل اور بدن سب گناہوں سے بچا رہتا ہے۔

جب تک سالک تمام مشاغل ترک نہ کر دے، یہ مرتبہ حاصل نہیں کر سکتا۔ پس آدمی کو چاہیے کہ وہی شغل اختیار کرے جو اسے ان امور کی طرف راستہ دکھائیں۔ ایسا شخص ہمیشہ اللہ سے ڈرتا ہے، خوفِ الٰہی سے الگ نہیں ہوتا، وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے قہر سے ڈرتا رہتا ہے، وہ جانتا ہے کہ مجھ پر ایک قادر اور توانا ہستی موجود ہے، وہ اپنے سابقہ اور آئندہ گناہوں سے ڈرتا رہتا ہے، شرم کے سبب سے بھی خوف زدہ رہتا ہے، کیوں کہ اسے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ خدا میرے قریب ہے اور میرے حال کو دیکھ رہا ہے، اس کے دل میں خواہش، قصد اور خطرہ پیدا ہوتا ہے، اس کا دل محبت الٰہی سے بھرا رہتا ہے۔

انسان اور شیطان:- پس جو اپنے اللہ کی مرضی کے مطابق کام کرتا ہے، اور اس پر قائم رہتا ہے وہی عقل مند ہے۔ وہ خدا کے معاملہ میں تمام مکروہ باتوں سے پرہیز کرتا ہے۔ اس کے دل میں جو خطرہ آتا ہے، چشم کا اشارہ ہوتا ہے، وسوسہ اور خواہش پیدا ہوتی ہے۔ ظاہری یا باطنی کوئی حرکت ہوتی ہے، ان سب کا اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے۔

یہ ان علماء کا مقام ہے جو حق کے ساتھ باقی ہوتے ہیں۔ اپنے آپ سے خالی اور خوف کرنے والے ہوتے ہیں، پرہیزگار عارف اور شبہات کے ترک کرنے والے اور شیطان سے بچنے والے ہوتے ہیں جو خدا کا دشمن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس (شیطان) سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے اور مجاہدہ کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ ظاہری و باطنی اطاعت اور گناہوں سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ اس نے

اپنے بندوں کو خبردار کر دیا ہے کہ شیطان نے نافرمانی کر کے خدا سے دشمنی کی ہے۔ اس کے بندہ کو جو پیغمبر اور زمین کے خلیفہ تھے، یعنی آدم علیہ السلام۔ ان کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور آدم کی اولاد کو ضرر پہنچایا۔

شیطان کی خصلتیں:- آدمی سو جاتا ہے" مگر شیطان نہیں سوتا، جب تک آدمی غافل نہ ہو جائے، شیطان بھی اس سے غفلت نہیں کرتا۔ خواب یا بیداری میں آدمی جب تک بہو نہیں کرتا، شیطان بھی اپنے کام سے نہیں چوکتا۔ غرض یہ بدبخت خوب ہاتھ دھو کر انسان کے پیچھے پڑا ہے اور ہمیشہ انسان کو ہلاک کرنے کی تدبیر میں لگا رہتا ہے۔ مکر، فریب، حیلہ بازی وغیرہ سے جیسے بھی ہو کام نکالتا ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ چاہتا ہے کہ خدا کے بزرگ لوگ اپنی عبادت پر مغرور ہو جائیں، عقل مند اس کے دام فریب میں پھنس کر خدا سے غافل ہو جائیں، غریب آدمی کو گناہ، مکر یا غرور میں گرفتار کر کے بھی اس کا کلیجہ ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ اس کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اسے دوزخ میں لے جاؤں، اور اپنا ساتھی بنالوں، جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے"

اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ۔	شیطان اپنے گروہ کو بلاتا ہے، تاکہ وہ لوگ دوزخ میں ان کے ساتھی بنیں۔

آدمی کا فرض:- پس جب انسان کو شیطان کی یہ خصلتیں معلوم ہو جائیں، تو اسے چاہیئے، کہ حق و باطل میں تمیز کرے، شیطان کے مکر سے ہوشیار رہے، ذرا بھی غفلت نہ کرے، ہمیشہ اس سے جنگ و جدل رکھے۔ ظاہر اور باطن میں شیطان کے ساتھ جنگ کرنے میں کوئی کمی باقی نہ چھوڑے، جس طرف وہ رغبت دلائے، اس طرف سے خوب کوشش کے ساتھ انحراف کرے، اور درگاہ الٰہی میں التجا و زاری کرے" کہ میں شیطان پر غالب آجاؤں، اپنے ہر کام میں ہر وقت اللہ تعالیٰ سے مدد چاہے، تاکہ اس مضبوط دشمن پر اللہ کے فضل سے اسے فتح یابی نصیب ہو، اپنی فقیری، بے نوائی اور محتاجی کا اللہ کے حضور اظہار کرے اور اس سے مدد مانگے کیوں کہ سوائے اللہ کی مدد کے جو بے کسوں کا مددگار اور دونوں جہان کا بادشاہ ہے، کسی کو ایسے زبردست دشمن سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں، اس لیے اس بادشاہِ مطلق کی درگاہ میں فریاد کرنی ضروری ہے، جہاں تک ہو سکے بڑی عاجزی سے گریہ و زاری کرے، دعا مانگے کہ اے اللہ! ابلیس پر مجھے فتح دے۔ رات ہو خواہ دن، خلوت ہو خواہ جلوت ہر حال میں اور ظاہر و باطن میں اللہ کی درگاہ میں ذلیل و خوار بن کر کوشش کرے" تاکہ خدا کے نزدیک اس کی کوشش حقیر اور ناچیز سمجھی جائے۔

غرض شیطان مردود خدا اور اس کے بندوں کا دشمن ہے، مخلوق میں وہ پہلا ہے جس نے اللہ کی نافرمانی کی، اس کی مخلوق کے مرنے والوں میں وہ پہلا ہے" جس نے نافرمانی کی اور مر گیا۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ خدا فرماتا ہے" میری مخلوق میں جو شخص پہلے مرا وہ ابلیس ہے۔

ابلیس وہ شخص ہے" جس نے خدا کے دوستوں، اس کے پیغمبروں، صدیقوں اور خدا کے برگزیدہ لوگوں سے دشمنی کی پس آدمی کو چاہیے کہ شیطان کے ساتھ جنگ و جدل کرنے کو بڑا جہاد جانے اور یقین رکھے کہ میں ہر وقت اللہ کے قریب ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی درگاہ کی قربت کی بزرگی بیان نہیں کی جا سکتی۔ پس انسان کو چاہیے کہ اپنے ارادہ میں ثابت قدم رہے، خوب

کوشش کرتا رہے، مایوس نہ ہو جو شخص مایوس اور عاجز ہو جاتا ہے وہ خدا کی نافرمانی کرتا ہے۔ اسے دوزخ نصیب ہوتی ہے اس پر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے اور شیطان کی جو خدا کا دشمن ہے امید بندھ جاتی ہے، وہ اس بندہ پر قبضہ پالیتا ہے۔

شیطان کی خواہش اور اس کی علت غائی یہ ہے کہ بندہ کو درگاہِ الٰہی سے مردود کرادے، چنانچہ وہ بندہ کو طرح طرح کے بے ہودہ وسوسوں میں گرفتار کر دیتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالےٰ کو اس بندہ پر غصہ آجاتا ہے۔ اور اسے اس کے نفس کے اختیار میں چھوڑ دیتا ہے جس سے وہ شخص ہلاکت میں پڑ جاتا ہے۔ شیطان کی دوستی میں دوزخ میں جاگرتا ہے۔

اے ایمان والو! تم اس پر بھی ایمان لاؤ کہ شیطان لعین بڑا کم بخت ہے بڑا غریر ہے، اس سے بڑا دشمن کوئی نہیں، اس موذی سے ہمیشہ ڈرتے رہو، کیوں کہ اس بارے میں دو باتوں میں سے ایک ضرور ہو کر رہتی ہے، یا تو آدمی اس زبردست دشمن کے قبضہ میں آکر ہلاک ہو جاتا ہے یا خدا کی رحمت اور اس کا کرم اس کی دستگیری کرتا ہے اور وہ اسے شیطان کے مکر و فریب سے چھڑا لیتا ہے۔

دعا مانگو! کہ میں خدائے کریم و رحیم کے ہاں شیطان کی بدی سے پناہ مانگتا ہوں، ہم میں اس سے نجات پانے کی طاقت نہیں۔ اگر ہے تو اللہ ہی کی طاقت اور قدرت سے ہے۔ اے اللہ! ہر مسلمان کو اس شیطان کی بدی سے اس کے لشکر سے۔ محفوظ رکھ

سرکش نفس ا۔ سرکش نفس کی پہچان یہ ہے کہ یہ زیادہ تر آدمی کو برائی کی طرف مائل کرتا ہے۔ اس کی طرف ہرگز مائل نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ اسے اس مقام پر رہنے دیں جو اللہ تعالےٰ نے اس کے لیے مقرر کر دیا ہے۔ اس کی وہی صفت بیان کرنی چاہیے جو خدا نے بیان فرمائی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے ارشاد کے مطابق اس پر قابو رکھو۔ کیوں کہ یہ آدمی کا شیطان لعین سے بھی زیادہ دشمن ہے۔ شیطان کو نفس کے بغیر بندے پر قابو پانا مشکل ہے۔ چنانچہ شیطان پہلے گوناگوں خواہشات سے نفس کو اپنی طرف راغب کرتا ہے۔ یہ دونوں خونخوار درندے یعنی نفس اور شیطان، بچارے بندے کو اپنے دام میں پھنساتے ہیں۔ اس لیے انسان کو پہلے یہ چاہیئے کہ اپنی نفسانی خواہش کو دھیان میں رکھے کہ یہ خواہش کیسی ہے، یہ کس طرح پیدا ہوئی، اگر یہ خواہش کمزور ہے یعنی اس میں طمع زیادہ ہے تو یہ باطل خواہش ہے۔ ایسا (حریص) شخص صرف حرص کی آرزو کا بندہ ہے، وہ اپنی آرزوؤں سے ڈرنے کی بجائے انھیں اس کا باعث جانتا ہے، اس کی سچائی بھی دروغ ہے اس کا دعویٰ باطل ہے۔ اس کے پاس فریب کے سوا کچھ نہیں۔ اس کا کوئی کام تعریف کے قابل نہیں۔ وہ دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

پس انسان کو ظاہری دنیا پر مغرور نہ ہونا چاہیے۔ نفس اسے جس چیز کی امید دلائے، اُسے جھوٹ جانے، اگر نفس کی زنجیر کھول دی جائے تو وہ ضرور اسے بدی کی طرف لے جائے گا اور آدمی کے قابو سے باہر ہو جائے گا۔ اگر آدمی نفس کی خواہش پر عمل کرے گا تو ضرور ہلاک ہوگا۔ اگر اپنے نفس کے محاسبہ سے غافل ہوگا تو مغرور ہو جائے گا، اس کی مخالفت سے عاجز ہوگا تو غرق ہوگا۔ اگر نفس امارہ کی خواہشوں پر عمل کیا تو دوزخ میں جائے گا اور اس میں گر پڑے گا۔ نفس کا رخ کبھی نیکی کی طرف نہیں ہوتا۔ یہ تمام بلاؤں کا سردار ہے گویا یہ خصلت کا خزانہ، رسوائی اور ابلیس کا گنجینہ ہے، اس کی برائی کو اللہ کے سوا اور کوئی نہیں پہچان سکتا۔

محاسبۂ نفس ا۔ مذکورہ بالا صفات نفس کے بارے میں بیان کی گئی ہیں، سبب یہ خدا کا خوف ظاہر کرے، تو جان لو کہ یہ مومن ہے،

اور جب سچائی کا دعویٰ کرے تو جھوٹا ہے۔ جب یہ عمل میں خلوص کا اظہار کرے تو سمجھ لو کہ یہ اس کی مکاری اور تکبر ہے، کیوں کہ ظہورِ حقائق کے وقت اس کا جھوٹ سچ ظاہر ہو جاتا ہے۔ آزمائش کے وقت معاملہ کھل جاتا ہے جو اس کی طرف مائل ہو جان لو کہ اس پر بہت بڑی بلائیں نازل ہوں گی، اس لیے چاہیے کہ آدمی ہر وقت اپنے نفس کے حساب کی پڑتال کرتا رہے، ایسا نہ ہو کہ خاص اپنے ہی مطلب کی شے حاصل کرے، اس لیے کامل نگرانی کی ضرورت ہے۔

چاہیے کہ نفس کے ہر باب اور ہر خواہش کی مخالفت کرے، ہر وقت مجاہدہ کے لیے تیار رہے (یہی خیال کرے کہ) اس کا کوئی دعویٰ سچا نہیں۔ اس کی کوشش ہلاکت سے خالی نہیں۔

نفس کی تعریف بیان نہیں ہو سکتی، کیوں کہ یہ شیطان کا گنجینہ اور اس کی آرام گاہ ہے، شیطان کی کارگاہ اور اس کے حکومت کرنے کا مقام ہے۔ نفس اس کا ہمدم اور دوست ہے۔ اے انسان! جب تو نے نفس کو پہچان لیا، تو پھر وہ نفس جو شیطان کا تابع ہے بندے کے سامنے ذلیل و خوار ہو گا۔ بندے نے خدا کی مدد سے اس پر قدرت حاصل کی، تو جب بندہ میں یہ تین طرح کی خصلتیں یکجا ہو جائیں، تو اسے چاہیے کہ اس پر قابو پانے کے لیے خدا سے مدد چاہے، نفس سے غافل نہ ہو، اس کے حکم کی تعمیل نہ کرے۔ جب مخالف نفس پر قابو پالے تو یہ اس قادرِ قیوم کی امداد ہو گی تب ہی بندہ اپنے نفس پر قادر ہو گا۔ اب اس بندہ پر لازم ہے کہ اللہ تعالےٰ وحدہٗ لاشریک کی راہ میں قصد کو مقدم رکھے۔ اس قصد میں خدا کے سوا اور کسی کا خیال نہ ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر وہ شخص نیکی کی توفیق حاصل کر سکے گا، خدا اسے اس نفس ہی کے سپرد کر دے گا، اس لیے بندہ کے لیے ضروری ہے کہ اپنے کام اور اپنی طلب میں اللہ تعالےٰ کی رضامندی کو مقدم رکھے، خدا کے فرمائے ہوئے اوامر و نواہی کی پیروی کرے۔ ان جملہ امور میں خدا کے سوا اور کسی کا دخل نہ جانے۔ ایسا کرے گا تو اس کے ہر کام میں توفیق الٰہی شامل ہو گی۔ وہ خدا کا دوست سمجھا جائے گا، ساری برائیاں دور ہو جائیں گی، اسے اولیا، اصفیا اور علما کا اعلیٰ درجہ نصیب ہو گا۔

خدا کے لیے جو عمل کیا جاتا ہے، اس کی پہچان یہ ہے کہ بندہ خدا کے فرمائے ہوئے اوامر و نواہی کو پہچان لے، یہ جان لے کہ خدا نے جن کاموں کی اجازت دی ہے وہی اطاعت الٰہی میں شامل ہیں اور جن سے منع فرمایا ہے، وہ گناہ کے کام ہیں نہ کیے جائیں۔ اوامر و نواہی کی خلوص دل سے تعمیل کرے۔ قرآن اور سنتِ نبویؐ کے مطابق ان پر عمل کرے۔ یہ کام کرتے وقت اس کے دل میں خدا کے سوا اور کوئی چیز نہ ہو۔ ان لوگوں کا شیوہ اختیار نہ کرے، جو ظاہری گناہ تو چھوڑ دیتے ہیں، اور باطنی گناہ جو اصلی گناہ ہیں، ان پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ ظاہری گناہ چھوڑنے پر خدا نے ثوابِ آخرت کا وعدہ نہیں فرمایا، نہ ہی وہ اس بات کا ضامن ہے کہ آدمی فاسد نیت سے ظاہری عبادت کرے گا تو اس کی یہ طاعت اسے عذاب الٰہی سے بچا لے گی۔ بلکہ وہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہو گا اور دنیا و آخرت کی لذت سے محروم رہے گا۔

بندہ کو چاہیے کہ صدق دل سے عبادت کو طلب و ارادت سے آراستہ کرے۔ اخلاص اور پرہیزگاری سے اپنی نیت کو درست کرے، اپنے ارادہ کو محاسبہ سے نگاہ میں رکھے۔ یہ کوشش نیک نیتی سے ہو، جس کا قصد اخلاص ہو، اس کا کلام توحید میں اور عمل و حال اس کا ارادہ طاعت و معصیت سے باز رہنے کے لیے، یہاں تک کہ نیت کی معرفت اس کے عمل کی معرفت ثابت ہو۔

شیطان کا فریب:- بندہ کو چاہیے کہ شیطان کی گرفت سے محفوظ رہے، غفلت کے باعث اس کی گرفت میں نہ آئے اور اس کے دامِ فریب میں نہ پھنسے، کیوں کہ شیطان کے پاس میٹھی چھریاں ہیں، جو آدمی کو اچھی لگتی ہیں۔ آدمی ان چھریوں کی مٹھاس کا مزا لے رہا ہوتا ہے مگر وہ دشمنِ انسان اپنی چھریاں آدمی کے کلیجہ میں چبھوتا رہتا ہے، اسے نئی نئی چیزیں خوش آیند دکھائی دیتی ہیں، نادان انسان انھیں نور اور نعمتیں تصور کرتا ہے" مگر یہ چیزیں آدمی کو شک میں ڈالنے کے لیے، سینکڑوں دروازے کھول دیتی ہیں، چنانچہ تھوڑی سی غلطی سے انسان کے تمام اعمال غارت ہو جائے ہیں، لہٰذا اس موذی شیطان کے فریب سے ڈرنا چاہیے، اپنے آپ کو ان سے بچاؤ۔

بہتر یہ ہے کہ قرآن کریم کا ورد کیا جائے، عبادت اور اطاعت میں عجز و انکسار اور خوفِ خدا ملحوظ رکھا جائے جس طرح چور چوری کے وقت اپنے کردار سے خوف زدہ رہتا ہے، دل میں کوئی خیال آئے تو سوچے سمجھے بغیر جلدی سے اس پر عمل نہ کرے۔ اپنے نفس کے ساتھ نرمی سے پیش آئے، اوامر و نواہی پر عمل کرے، فقہا اور عالم باخدا کے ساتھ مجلس رکھے، تاکہ وہ خدا کے راستے کی طرف رہنمائی کریں، دردِ دل کی دوا بتائیں (ان باتوں کا بیان توبہ کے باب میں کیا جا چکا ہے)

بندے کو نمازوں، روزوں اور نفلوں پر زیادہ مغرور نہ ہونا چاہیے، اگر ان اعمال کی زیادتی پر فخر کرے، تو وہ اپنا اور خدا کا دشمن ہے، عبادت پر مغرور نہیں ہونا چاہیے، کیوں کہ اس صورت میں خدائے تعالیٰ اسے زیادہ عقل و دانش عطا فرماتا ہے، اسے چاہیے کہ ظاہری اور باطنی اعمال پر غور کرے، اگر اس کے اعمال خالص اللہ کے لیے ہیں تو وہ انھیں قبول فرمائے گا اور ان کا اجر دے گا اور اگر وہ ان اعمال میں کسی اور کو شریک کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ان اعمال کو رد کر دیتا ہے۔

بندے کا عمل قبول ہوا یا نہیں؟ اسے شناخت کرنے میں کوئی دشواری نہیں، اگر اس کا عمل نیک ہے، تو اس کی تمام خصلتیں بھی نیک ہوں گی اور عقلِ سلیم سے یہ کام کرے گا۔ خدا کے برگزیدہ لوگوں سے اس کی شناسائی ہوگی، ایسے لوگوں سے جو اللہ تعالیٰ کی طرف ہی رجوع رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی سے کلام کرتے ہیں، ان کے دل میں خدا کے سوا اور کسی کے لیے جگہ نہیں ہوتی وہ اصل میں فنا فی اللہ ہوتے ہیں، جو لوگ اپنے نفس اور دین پر تہمت لگاتے ہیں انھیں معرفتِ الٰہی حاصل نہیں ہو سکتی۔ عقل و دانش رکھنے کے باوجود وہ ابلیس پر تہمت لگاتے ہیں کہ اس کے مکر و فریب سے نجات حاصل ہو۔

اہلِ مجاہدہ و محاسبہ

اہلِ مجاہدہ کی تشریح:- اہلِ مجاہدہ، اہلِ محاسبہ اور اہلِ قصد کی "دس خصلتیں جو انھوں نے اپنے نفس پر آزمائی ہیں، اگر وہ راہِ حق میں ثابت قدم رہے تو انھوں نے قصد کا مقام حاصل کر لیا اور بزرگی کے مقام پر پہنچ گئے۔

پہلی خصلت:- خصلتیں یہ ہیں کہ دانستہ یا نادانستہ خدا کی جھوٹی یا سچی قسم نہ کھائے، اگر وہ اس امر پر عامل رہا تو بارگاہِ عالی

لہ مراد یہ کہ اگر وہ اپنے اعمال لوگوں کو دکھانے کے لیے کرتا ہے، کیوں کہ لوگوں کو دکھانے کے لیے اعمال کرنا گویا لوگوں کو خدا کا شریک ٹھہرانے کے مترادف ہے۔

سے اس پر نور کا دروازہ کھل جاتا ہے اور دل میں اسے اس کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے، جو اس کے یقین میں ترقی کرتا جاتا ہے اور اس قدر بلند ہو جاتا ہے کہ اسے تصدیق و بینائی میں قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ اپنے بھائیوں اور ہمسایوں کی نظر میں بزرگی حاصل کر لیتا ہے۔ ہر شخص اس کا تابع ہو جاتا ہے، ہر دیکھنے اور پہچاننے والا اس سے ڈرتا ہے۔

دوسری خصلت:- دوسرے یہ کہ جھوٹ بولنے کی عادت ترک کر دے، اس لیے کہ جب وہ سچ بولنے کا عادی ہو جائے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کا سینہ کھول دے گا۔ اس کی عقل جلا پائے گی، وہ یوں محسوس کرے گا، کہ جھوٹ بولنا اُسے آتا ہی نہیں جھوٹ بولنے والے کو بھی روک دے، بلکہ اس سے ملنے میں عار سمجھے، اس کے حق میں دعا کرے، کہ اے اللہ جھوٹ بولنے سے بچانا کہ اسے ثواب حاصل ہو۔

تیسری خصلت:- تیسرے یہ کہ جس سے بھی وعدہ کرے، اسے پورا کرے، ہاں مجبوراً کسی وجہ سے ایفا نہ کر سکے، تو اور بات ہے۔ مگر قادر ہو تو وعدہ سے نہ پھرے۔ ایسا کرنے والا راست قدم اور مضبوط قلعہ کا مالک ہوتا ہے، یہی سیدھی راہ ہے۔ وعدہ خلافی دروغ گوئی کے برابر ہے۔ وعدہ وفا کرنے والے کے لیے سخاوت اور حیا کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے، دوست احباب اس کی قدر کرتے ہیں۔ بارگاہ الٰہی میں اسے بلند مرتبہ نصیب ہوتا ہے۔

چوتھی خصلت:- چوتھی خصلت یہ ہے کہ کسی کو بُرا نہ کہے، نہ کسی کو ایذا دے حتیٰ کہ چیونٹی کو بھی ایذا نہ پہنچائے۔ نیک اور راست گو لوگوں کا یہی عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نگہبانی کرتا ہے۔ اس کی عاقبت بخیر ہوتی ہے۔ ایسی نیکیوں کا ذخیرہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ خطروں سے بچاتا ہے، لوگوں کے آزار سے محفوظ رکھتا ہے۔ بندوں کو اس پر مہربان بنا دیتا ہے۔ اپنی طرف سے عطا کا سزاوار ٹھہراتا ہے۔

پانچویں خصلت:- پانچویں خصلت یہ ہے "کہ کسی کے لیے بددعا نہ کرے، اگر کسی نے اس پر ظلم کیا ہو تب بھی اس کے خلاف زبان نہ کھولے، نہ ہی اس سے بدلہ لے بلکہ اس کا محاسبہ اللہ کے سپرد کر دے، اپنے قول یا فعل سے اس کا بدلہ نہ لے۔ یہ خصلت بندہ کے درجہ کو بلند کرتی ہے۔ اس خصلت کے طفیل دنیا و آخرت میں بلند درجے نصیب ہوتے ہیں۔ ہر شخص کے دل میں خواہ وہ نزدیک ہو یا دُور، اس کی محبت بڑھ جاتی ہے۔ اس کی دعا قبولیت کا درجہ حاصل کر لیتی ہے، تمام مسلمانوں کے دل میں اس کی عزت بیٹھ جاتی ہے۔

چھٹی خصلت:- چھٹی خصلت یہ ہے کہ کسی اہل قبلہ کے متعلق شرک، کفر یا نفاق کی گواہی نہ دے، کیوں کہ اصل مہربانی یہی ہے۔ یہ بلندی درجات کا باعث ہے۔ آں حضرتؐ کا یہی مرتبہ ہے۔ یہ امر خدا کے علم میں دخل دینے سے بچاتا ہے اس کے باعث رضائے الٰہی اور رحمتِ بے حساب حاصل ہوتی ہے، یہی وہ دروازہ ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ بندے پر رحمت نازل کرتا ہے۔

ساتویں خصلت:- ساتویں خصلت یہ ہے کہ ظاہر و باطن میں گناہوں سے اپنی نظر کو بچائے، اپنے ہاتھ اور پاؤں کو ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ رکھے۔ یہ نگہداشت ایک بہت بڑا ذریعہ ہے جس سے اس کے دل اور اعضا میں نیک اعمال سرایت کر جاتے ہیں اور وہ انھیں دنیا و آخرت کے لیے جمع کرتا ہے۔

ہمیں خدا سے دعا کرنی چاہیئے کہ وہ ہمیں ان خصلتوں پر عمل کرنے توفیق دے، نفسانی خواہشات ہمارے دل سے نکال دے۔

آٹھویں خصلت:- آٹھویں خصلت یہ ہے کہ لوگوں میں سے کسی پر اپنا بوجھ نہ ڈالے، بلکہ لوگوں پر سے اپنا بوجھ اٹھالے، جس چیز کا محتاج ہو اس سے بے نیاز ہو جائے۔ عابدوں اور پرہیزگاروں کی عزت اور شرف اسی میں ہے۔ اس کے باعث وہ لوگوں سے نیک کام کرانے پر قادر ہوتے ہیں، اور برائی سے باز رکھتے ہیں۔ تمام لوگ ایسے عابد سے راستی کا برتاؤ کرتے ہیں ایسی خصلت کے حامل کو خدا تعالےٰ غنی کر دیتا ہے۔ اسے یقین اور توکل نصیب ہوتا ہے، نفسانی خواہش زور نہیں پکڑتی۔ سب لوگ اس کے ساتھ صدق گوئی سے پیش آتے ہیں۔ یہ صفت مومنوں اور پرہیزگاروں شرف ہے۔ اخلاص کے دروازہ کی طرف نزدیک ترین راستہ ہے۔

نویں خصلت:- نویں خصلت یہ ہے کہ آدمی کسی کے سامنے طمع کا ہاتھ نہ بڑھائے۔ لوگوں کے جاہ وحشم کو دیکھ کر اپنے نفس کی ہوا و ہوس کو تیز نہ ہونے دے، اس سے عزت اور تونگری نصیب ہوتی ہے۔ خالص تمنا حاصل ہوتی ہے، خالص غنا والا بڑے ملک کا سردار بنتا ہے۔ یہ صفت خدا کے دروازوں میں سے اعتماد کے دروازہ کی طرف ہے۔ اس صفت کے باعث پرہیزگاری میں کاملیت نصیب ہوتی ہے۔ یہ ان لوگوں کی امانت ہے جو دنیا سے قطع تعلق کر کے سچے دل سے اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

دسویں خصلت:- دسویں خصلت تواضع ہے، جس سے عابد کا مقام مضبوط ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اور لوگوں کے نزدیک اس کا درجہ کامل اور بلند ہو جاتا ہے، دنیا اور آخرت کے جن کاموں کی کوشش کرے ان پر قادر و توانا ہوتا ہے۔ یہ صفت ساری خصلتوں کی جڑ ہے بلکہ ساری عبادتوں کا ایک درخت ہے، شاخ دین۔ اس خصلت سے طفیل آدمی کو وہ مقام نصیب ہوتا ہے جو ہر حال یعنی خوشی وغم میں راضی بہ رضائے حق رکھتا ہے۔ یہ خصلت پرہیزگاری کا کمال ہے۔

تواضع کے معنی یہ ہیں کہ ہر آدمی کو ہر لحاظ سے اپنے سے بہتر سمجھا جائے، اور دل میں یہ خیال کیا جائے کہ یہ شخص خدا کے نزدیک مجھ سے بہتر اور برتر ہے، خواہ وہ اس سے کم تر ہو، وہ یہ سمجھے کہ اس نے خدا کی نافرمانی نہیں کی اور میں نے نافرمانی کی ہے، اس لیے بلاشبہ یہ مجھ سے بہتر ہے۔

اگر وہ شخص اس سے بڑا ہو تو یہ خیال کرے کہ اس نے عبادت واطاعتِ الٰہی کی ہے، اگر عالم ہو تو اس کے بارے میں یہ خیال کرے کہ اسے اللہ تعالےٰ نے روشنی عطا فرمائی ہے اور میں کور باطن ہوں، علم کی نعمت سے محروم ہوں۔ میرے افعال نادانستہ اور جاہلانہ ہیں اور اس شخص کے کام عاقلانہ اور عالمانہ ہیں۔ اگر وہ جاہل ہو تو یہ سمجھے کہ یہ شخص تو جہالت کے باعث نافرمانی کرتا ہے، مگر میں علم کے باوجود گناہ کرتا ہوں اور مجھے میرے انجام کا علم نہیں کہ کیا ہوگا

اگر وہ شخص کافر ہو تو خیال کرے کہ شاید یہ کبھی مسلمان ہو جائے اور اس کی عاقبت درست ہو جائے اور شاید دیکھنے والا (یعنی میں) کبھی کافر ہو جائے۔ پھر بہت برا ہوگا۔

دراصل یہ خصلت شفقت اور ترس کا دروازہ ہے، عاقبت کے لیے بہترین توشہ ہے اور آخر ان چیزوں کی ہے جن کا

اثر بندہ پر باقی رہتا ہے۔ ایسی خصلت رکھنے والے کو اللہ تعالیٰ بلاؤں سے محفوظ رکھتا ہے۔ وہ خدا کی مدد سے نصیحتوں کی منزلیں طے کرتا ہے خدا کے برگزیدہ دوستوں میں شامل ہو جاتا ہے۔

یہ خصلت رحمت کا دروازہ ہے۔ اگر راہ تکبر کو طے کر کے غرور کے رشتہ کو کاٹ دے اور جاہ وجلال کا خیال دل سے نکال دے تو یہی عابدوں اور زاہدوں کی انتہائے بزرگی ہے۔ عابدوں کی خاص علامت یہی ہے، اس سے بزرگ کوئی شے نہیں۔ مگر اس کے باوجود اپنی زبان کو عالموں کے ذکر سے روکے۔ یہ مرحلہ اس وقت تک طے نہیں ہوتا۔ جب تک یہ خصلت حاصل نہ ہو جائے۔ یعنی، کینہ، نافرمانی اور تکبر کو دل سے نکال دے۔ ظاہر و باطن اور ہر حال میں اس کی زبان یک طرفہ ہو۔ ظاہر و باطن میں اس کا قصد بھی ایک ہی ہو۔ کسی کو نصیحت کرنے والا نہ ہو۔ اگر لوگوں میں سے کسی کو کسی کی برائی کرتا سُنے۔ یا اس کے ساتھ خود بھی برائی کرنے میں شریک ہو یا کسی کی برائی سن کر اس کا دل خوش ہو تو یہ امر عابدوں اور زاہدوں کی سعادت کو ختم کر دیتا ہے۔ جن لوگوں کو خدا نے یہ توفیق دی ہے کہ وہ اپنی زبان کو نگاہ میں رکھتے ہیں اور اپنی رحمت سے خدا نے ان کے دل منوّر کر دیے ہیں، وہ ان بلاؤں سے بچتے ہیں۔

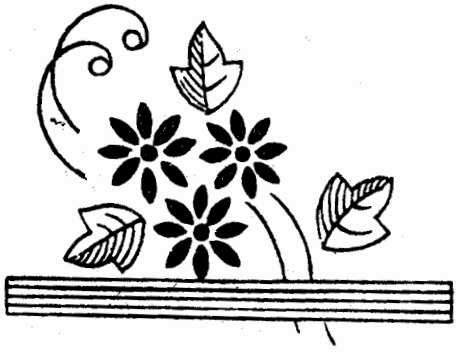

باب ۳۹

توکّل، حُسنِ خُلق، خدا کے ساتھ نیک خُوئی

شکر، صبر، رضا، سچائی۔

توکّل

توکل اور قرآن توکل کے بارے میں خدا کا کلام کافی ہے۔ خدا فرماتا ہے: "جس نے توکل کیا اللہ پر، اس کے لیے کافی ہے"۔ یہ بھی فرمایا کہ "تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔ اگر تم ایماندار ہو"۔

ایک روایت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ حج کے زمانے میں میری امت کے لوگ مجھے دکھائے گئے۔ میں نے دیکھا کہ ان سے زمین اور پہاڑ بھرے ہوئے ہیں۔ مجھے اپنی امت دیکھ کر تعجب ہوا۔ مجھ سے فرمایا گیا کہ تم خوش ہوئے! میں نے عرض کیا۔ میں خوش ہوا۔ پھر ارشاد ہوا کہ اس جماعت کے ساتھ ستر ہزار آدمی حساب کے بغیر بہشت میں داخل ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو داغ نہیں دیتے، نہ فال نکالتے ہیں، نہ افسوں پڑھتے ہیں۔ بلکہ صرف اللہ پر توکل کرتے ہیں۔

اس وقت عکاشہ محصن کا بیٹا اٹھا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لیے دعا کریں کہ میں بھی اس جماعت میں ہو جاؤں۔ آپ نے دعا فرمائی، کہ اے اللہ اسے بھی ان میں سے کر دے۔ پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ میرے لیے بھی دعا کریں۔ آپ نے جواب دیا اس کام میں عکاشہ تم پر سبقت لے گیا۔

توکل کی حقیقت توکل کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے سارے کام خدا کے سپرد کر دیے جائیں۔ یعنی خواہش اور تدبیر کی باریکیوں سے الگ ہو کر فراخ میدان میں احکامات و رضائے الٰہی میں سبک خرامی کی جائے۔ یعنی بندہ اپنے دل میں خیال کرے کہ تقدیر الٹ پلٹ نہیں ہو سکتی قسمت کا لکھا مٹ نہیں سکتا اور جو لکھا ہی نہیں گیا وہ رونما ہو ہی نہیں سکتا۔ اپنے دل کو ان باتوں سے تسکین دے۔ اور خدا کے وعدوں کا انتظار کرے وہ وعدے کا سچا، اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔

توکل کے تین درجے توکل کے تین درجے ہیں۔ توکل، تسلیم اور تفویض۔ متوکل شخص خدا کے وعدوں پر اپنے دل کی تسکین حاصل کرتا ہے۔ صاحب تسلیم خدا کے علم پر کفایت کرتا ہے اور صاحب تفویض اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہوتا ہے۔

درجوں کی تشریح کہا جاتا ہے کہ توکل آغاز ہے۔ تسلیم درمیانہ درجہ ہے اور تفویض سب سے اعلیٰ درجہ۔ توکل مومنوں کی صفت ہے۔ تسلیم اولیاء اللہ کی۔ اور تفویض صرف موحدوں کی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ توکل عوام کی صفت ہے تسلیم خاصوں کی صفت ہے۔ اور تفویض خاص الخاص لوگوں کی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ توکل پیغمبروں کی صفت ہے۔ تسلیم حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی اور تفویض خاص حضرت رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی صفت ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کا توکل حضرت ابراہیمؑ کو توکل اس وقت نصیب ہوا جب آپ کو آگ میں پھینکنے کا بندوبست کیا گیا۔ حضرت جبرئیلؑ نے آپؑ سے پوچھا کہ کوئی حاجت ہو تو بتائیں۔ آپ نے جواب دیا کہ میری کوئی حاجت نہیں یہ اس لیے فرمایا کہ آپ کے نفس مبارک میں خدا کے سوا اور کوئی دکھائی نہ دیتا تھا۔

ایک مثال سہل بن عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ توکل کا پہلا مقام یہ ہے کہ جس طرح مردے کو نہلانے والا مُردے کو جس طرف چاہے لٹاتا ہے مردہ خود کوئی حرکت نہیں کرتا۔ اسی طرح بندہ بھی اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دے۔ متوکل کا درجہ صرف اللہ تعالےٰ پر ہی نظر رکھتا ہے۔ اس سے نہ کوئی سوال کرتا اور نہ کچھ پوچھتا ہے۔ نہ وہ عنایت اور فضل الٰہی کو رد کر سکتا ہے نہ منع کرتا ہے۔

حمدونؒ کا ارشاد یہ بھی کہا گیا ہے کہ متوکل تقدیر الٰہی پر شاکر رہتا ہے۔ حمدونؒ کا کہنا ہے کہ توکل کا مطلب ہے خدا کی بخشش اور امید کی رسّی کو مضبوط پکڑنا۔

ابراہیم خواصؒ کا ارشاد ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں کہ توکل کی صفت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے خوف اور امید کو دل سے نکال دیا جائے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ توکل یہ ہے کہ آج کی زندگی کو بے فکری سے گزارے اور کل کی فکر نہ کرے۔

ابو علیؒ کا ارشاد ابو علیؒ فرماتے ہیں کہ توکل کے نگاہ رکھنے کے تین درجے ہیں: اول یہ کہ کچھ حاصل ہو تو خدا کا شکر ادا کرے۔ جب نہ ملے تو صبر کرے۔ ملنا یا نہ ملنا اس کی نظر میں برابر ہوں۔ تیسرے یہ کہ نہ ملنے پر بھی شکر کرے اور جانے کہ خدا کی اس میں مصلحت ہے۔

جعفرؒ کی روایت حضرت جعفرؒ نے ابراہیم خواص سے روایت کی ہے۔ کہ مکہ کے سفر میں مجھے ایک وحشی ملا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ تم جن ہو یا انسان؟ اس نے کہا۔ میں جن ہوں۔ میں نے پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ کہا مکہ کو۔ میں نے کہا۔ تمھارے پاس کوئی سواری اور توشہ تو ہے نہیں۔ اس نے جواب دیا۔ ہماری قوم میں ایسے لوگ ہیں جو صرف توکل پر سفر کرتے ہیں۔ میں نے توکل کا مطلب پوچھا، اس نے کہا۔ توکل کے معنی ہیں۔ خدا سے لینا۔

سہلؒ کا ارشاد سہلؒ نے فرمایا۔ توکل کا مطلب ہے۔ بندوں کو روزی دینے والے کی پہچان۔ پھر فرمایا۔ توکل اس وقت تک درست نہیں۔ جب تک آدمی یہ خیال نہ کرے۔ کہ اگر آسمان تانبے کی مانند اور زمین لوہے کی مانند ہو جائے نہ آسمان سے پانی برسے، نہ زمین سے کچھ پیدا ہو، تب بھی خدا مجھے بھول نہیں سکتا۔ زمین اور آسمان کے درمیان خدا ہی اس کی روزی کا ضامن ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ روزی حاصل کرنے کے لیے خدا کی نافرمانی نہ کی جائے۔

ایک بزرگ توکل کا مطلب یہ بتاتے ہیں کہ اپنے نفس کے لیے کسی سے مدد طلب نہ کرے، نہ ہی کسی غیر اللہ کو اپنا روزی رساں جانے۔ کارساز حقیقی کے سوا کسی کو کارساز نہ جانے۔

جنیدؒ بغدادی کا ارشاد جنیدؒ فرماتے ہیں کہ توکل یہ ہے کہ ہمہ تن اپنے رب کی عنایت و شفقت کی طرف توجہ رہے، دوسروں

پر بھروسا نہ کرے۔

نوری کا ارشاد نوری فرماتے ہیں کہ توکل یہ ہے۔ کہ اپنی تدبیر کو اللہ کی تدبیر میں فنا کر دے۔ اسی کو اپنا وکیل اور کارساز جانے جیسا کہ خدا فرماتا ہے "اللہ تعالیٰ بندے کی وکالت کے لیے کافی ہے۔ جیسے حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ کو اپنا دوست تصور فرمایا۔ یعنی جب جبریلؑ نے حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا کہ ان کی کوئی حاجت ہے تو انھوں نے اس کی پروا نہ کی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ سب طرف سے اپنے دل کو تسکین دینا، اپنے مالک حقیقی، خالق کون و مکاں پر بھروسا کرنا توکل ہے۔

بہلول دیوانہ کا ارشاد بہلول دیوانہ سے پوچھا گیا۔ کہ بندہ کب متوکل ہوتا ہے۔ تو انھوں نے جواب دیا۔ جب اس کا دل مخلوق کی طرف سے منزلوں دور اور خدا کے بالکل قریب ہو۔

حاتم اصم کا ارشاد حاتم اصم سے پوچھا گیا کہ آپ کو توکل کس طرح حاصل ہوا۔ فرمایا۔ چار خصلتوں کے باعث۔ اول یہ کہ میں نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ میری روزی اللہ کے سوا اور کسی کے ہاتھ میں نہیں۔ چنانچہ میں اس کی فکر نہیں کرتا اور میں جانتا ہوں کہ تیرے سوا اور کوئی میرا کام نہیں کرتا۔ لہذا میں اپنے کام میں مشغول ہوں۔ اور جانتا ہوں کہ اچانک ملک الموت آنے والا ہے۔ چنانچہ میں ہر لمحہ اس کا انتظار کرتا ہوں اور اپنا کام چستی سے سرانجام دے رہا ہوں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ہر حال میں اپنے رب کے سامنے ہوں۔ چنانچہ میں اس سے شرم کرتا ہوں۔

ابو موسیٰؒ کی روایت ابو موسےٰؒ سے روایت ہے کہ میں نے عبدالرحمٰن بن یحییٰ سے توکل کی کیفیت پوچھی تو فرمایا کہ اگر تم اژدھے کے منہ میں چلے جاؤ، تو بھی اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو۔

ابو موسےٰ کہتے ہیں کہ یہ سننے کے بعد میں نے بایزید بسطامیؒ سے جا کر توکل کی بابت پوچھا۔ انھوں نے فرمایا کیا عبدالرحمٰن کے جواب سے تمھاری تسلی نہیں ہوئی۔ کہ اب مجھ سے پوچھتے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ آپ اس کی حقیقت ظاہر فرمائیں۔ بایزید نے فرمایا۔ اگر تم پہلے ہی میرے پاس آجاتے، تو میں توکل کی حقیقت بیان کر دیتا۔ اب جا کر کسی اور جگہ سے یہ سوال دریافت کرو۔ اگر وہ سانپ جو عرش کے دروازہ پر حلقہ کیے ہوئے ہے، تم پر حملہ کر دے۔ تو تم اللہ کے سوا کسی کا خوف دل میں نہ لانا۔

ابو موسےٰ کہتے ہیں۔ وہاں سے رخصت ہو کر دبیل کی طرف گیا اور ایک سال تک وہاں رہا۔ پھر بایزید کی خدمت میں آیا۔ تو آپ نے فرمایا مرحبا! اب تو تم میری زیارت ہی کے لیے میرے پاس آئے ہو۔ میں ایک ماہ تک ان کی خدمت میں رہا۔ جب میرے دل میں کوئی فکر ہوتا تو شیخ اس کی اطلاع مجھے کر دیتے۔ میرے بتانے کے بغیر ہی شیخ مجھے بتا دیتے۔

بعد ازاں میں نے شیخ سے عرض کیا کہ میں آپ کی خدمت سے رخصت ہونا چاہتا ہوں۔ اور فائدے کا طالب ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ مخلوق کا فائدہ طلب کرنا فائدہ میں داخل نہیں۔ چنانچہ میں رخصت ہو گیا

ابن طاؤسؒ کی روایت ابن طاؤس نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی جنگل میں اونٹ پر سوار تھا، اس نے اونٹ کو بٹھایا اور نکیل پکڑ کر اپنا منہ آسمان کی طرف کر کے کہا۔ اے اللہ! جب تک میں لوٹ کر واپس نہ آؤں۔ یہ اونٹ اور اس پر لدا ہوا سامان تیرے سپرد ہے۔ یہ کہہ کر وہ مسجد حرام میں گیا۔ وہاں سے فارغ ہو کر آیا تو

دیکھا کہ اس کا سامان اور اونٹ چوری ہو گئے ہیں۔

اس نے دوبارہ آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا۔ اے اللہ میرا مال چوری ہو گیا اور تیری نگرانی میں چوری ہوا۔

ہم اسی طرح بیٹھے تھے کہ دیکھا کہ ایک اعرابی ابو قبیس کے پہاڑ سے اترا۔ الٹے ہاتھ سے اونٹ کی مہار کھینچ رہا تھا۔ اس کا دایاں ہاتھ کٹ چکا تھا جو اس کی گردن میں لٹک رہا تھا۔ وہ اس اعرابی کے پاس آیا۔ اور کہا اپنا اونٹ لے لو اور سارا سامان بھی دیکھ لو۔

میں نے اس شخص سے حال پوچھا تو اس نے کہا۔ ابو قبیس پہاڑ کے ایک سرے پر مجھے ایک شخص نظر آیا۔ جو گھوڑے پر سوار تھا۔ اس نے کہا اے چور۔ اپنا ہاتھ آگے بڑھا۔ میں نے ہاتھ بڑھایا تو اس نے میرا ہاتھ ایک پتھر پر رکھا۔ اور دوسرا پتھر اس پر دے مارا۔ میرا ہاتھ کٹ گیا۔ پھر اس نے میرا ہاتھ میرے گلے میں لٹکا دیا۔ اور کہا۔ پہاڑ کے نیچے جاؤ اور جس کا یہ اونٹ ہے اس کے حوالے کر دو۔

آنحضرتؐ کا ارشاد عمر بن خطابؓ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اگر تم خدائے تعالیٰ پر کامل توکل کرو تو وہ ہر حال میں تمہیں روزی دے گا۔ جس طرح پرندوں کو روزی دیتا ہے۔

محمد بن کعب نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ جو بزرگ بننا چاہے۔ جو غنی بننا چاہے، اسے چاہیئے کہ یہ سمجھ لے کہ جو چیز خدا کے قبضہ میں ہے وہ میرے ہاتھ کی چیز سے زیادہ مضبوط اور پائدار ہے۔

حضرت عمرؓ کی مثال حضرت عمرؓ مثال میں دو شعر فرماتے ہیں۔ جن کا مضمون یہ ہے۔ کہ اپنے اوپر احسان کر، اس لیے کہ سب چیزوں کا اندازہ خدا کے حکم سے ہے۔ جو چیز تمہیں نہیں پہنچی وہ نہیں ملے گی۔ اور جو پہنچنے والی ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

یحییٰؒ بن معاذ کا ارشاد یحییٰؒ بن معاذ سے پوچھا گیا۔ آدمی کیسے متوکل ہوتا ہے۔ فرمایا جب وہ خدا کی وکالت پر راضی ہو جائے۔

بشرؒ کا ارشاد بشرؒ فرماتے ہیں کہ بعض کہتے ہیں۔ ہم نے خدا پر توکل کیا۔ مگر وہ جھوٹ کہتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر وہ توکل کرتے تو خدا ان کے ساتھ وہی کرتا۔ جس پر وہ راضی ہوتے۔

ابو تراب بخشیؒ کا ارشاد ابو تراب بخشیؒ کا ارشاد ہے کہ اپنے آپ کو خدا کی بندگی میں مصروف کرنا اور دل کو خدا کی رزاقی پر صابر و شاکر کرنا اور اس پر کفایت کرنا توکل ہے۔ اگر تو شکر کرے۔ نہ ملے تب بھی صبر کرے۔

ذوالنونؒ کا ارشاد ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ تدبیر سے باز رہنا اور اپنی قوت کو اپاہج جاننا توکل ہے۔ ایک شخص کو جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ ارباب و اسباب سے قطع تعلق کرنا توکل ہے۔ سائل نے اس کی وضاحت چاہی، تو فرمایا کہ اپنے نفس کو خدا کی بزرگی میں مشغول کرنا۔ نفس سے عزور کو دور کرنا توکل ہے۔ پھر فرمایا۔ سب طرف سے تو قطع تعلق کرنا چاہیئے۔ لیکن ظاہری کوشش جو کسب حلال ہے، وہ دل کے توکل کو نقصان نہیں پہنچاتی۔ کیونکہ آدمی کے دل میں یہ مضبوط ارادہ ہوتا ہے کہ تقدیر الٰہی برحق ہے۔ دل ہی توکل کا مقام ہے۔ یہی انسان کی حقیقت ہے۔ جو کوئی کسب سے انکار کرتا ہے

وہ اصل میں سنت کا منکر ہے۔ جس نے توکل سے انکار کیا، اس نے ایمان سے انکار کیا۔ اگر کوئی شے ملنے میں دشواری پیش آئے، تو یہ تقدیر الٰہی ہے۔ اگر آسانی سے مل جائے تو یہ بھی مشیت الٰہی ہے۔ پس اس کا جسم ظاہر میں چیزوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر اس کا دل تقدیر الٰہی اور اللہ کے وعدہ پر صابر و شاکر ہوتا ہے۔

ایک حدیث انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص اونٹ پر سوار ہو کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں اونٹ چھوڑ دیتا ہوں اور توکل کرتا ہوں، آپ نے فرمایا اس کا زانو باندھ دے اور توکل کر۔

مختلف توجیہات یہ بھی کہا گیا ہے کہ متوکل شخص شیر خوار بچہ کی مانند ہے۔ کہ وہ کسی آنے والی چیز کو نہیں پہچانتا۔ مگر اپنی ماں کی چھاتیوں کو۔ اسی طرح متوکل سارے شبہات کو دل سے خارج کرتا۔ اور اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو اللہ کے دست قدرت میں ہے اس پر تکیہ کرنا اور جو لوگوں کے ہاتھ میں ہے اس سے ناامید رہنا توکل کہلاتا ہے۔ دل سے روزی کا فکر دور کرنا توکل ہے۔

حُسنِ خُلق

اچھا اخلاق حُسنِ خلق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ایک قول دلیل ہے۔ جو اللہ تعالےٰ نے آنحضرتؐ کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ یعنی "تیرا اخلاق بہت اچھا ہے"۔

روایت ہے کہ انس بن مالکؓ نے آنحضرتؐ سے دریافت فرمایا کہ مسلمانوں میں از روئے ایمان کون شخص برتر ہے۔ آپ نے فرمایا۔ مخلوق میں بہتر وہ ہے، جس کا اخلاق اچھا ہو۔ کیونکہ انسان کے لیے حُسن خلق بہترین خصلت ہے۔ اس سے آدمی کا ذاتی جوہر ظاہر ہوتا ہے۔ وہ اپنے نیک خلق میں پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اپنی پیدائش میں نامور ہیں۔

آنحضرتؐ کا اخلاق کہا گیا ہے کہ ہمارے پیغمبر آنحضرتؐ کو معجزات، کرامات اور بزرگی کے علاوہ حُسن خلق کے لیے مخصوص فرمایا گیا۔ جیسی تعریف آپ کے اخلاق کی بیان کی گئی، ایسی کسی اور کے اخلاق کی بیان نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "اے محمدؐ! تو اپنے ستودہ اخلاق کے باعث بزرگ ہے۔

کہا گیا ہے کہ آنحضرتؐ کے اخلاق حمیدہ کے باعث ان کی تعریف فرمائی گئی ہے۔ آپ نے خلق خدا کو دونوں جہاں کی نعمتوں سے نوازا اور خود ذات الٰہی پر اکتفا کیا۔

خلق بزرگ اسے کہتے ہیں کہ خدا کی معرفت میں اپنی طرف سے جنگ نہ کرے۔ اور خلق بزرگ کے معنی یہ ہیں کہ جب وہ خدا کے مشاہدہ میں مصروف ہو تو خلق خدا کی آواز کا اس پر کچھ اثر نہ ہو۔

ابوسعید خراز کا ارشاد ابوسعید خراز فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ کو سوائے خدا کے اور کسی شے سے کوئی سروکار نہ تھا۔

جنیدؒ کا ارشاد جنیدؒ فرماتے ہیں۔ میں نے حارث کو فرماتے سنا ہے کہ میں نے تین چیزوں کو تین چیزوں کے ساتھ مکمل کیا۔ خوروئی کو صیانت سے، خوش کلامی کو سچائی سے۔ اور امانت کی تکمیل کو ایفائے عہد سے۔

بزرگوں کا فرمان بزرگوں کا کہنا ہے کہ خوش خلق آدمی اپنے آپ کو ہیچ جانتا ہے اور دوسروں کو بزرگ سمجھتا ہے۔ فرمایا نیک خُو

کی علامت یہ ہے کہ دوسروں کو آزار نہیں دیتا، خود محنت اٹھاتا ہے۔

آنحضرتؐ کی نصیحت آنحضرتؐ نے فرمایا لوگو! تم اپنے مال سے دوسروں کو فائدہ نہیں پہنچاتے، چاہیئے کہ تم فراخ حوصلہ بنو، کشادہ دلی سے بخشش اور کرم کے دروازے کھول دو۔

خدا کے ساتھ نیک خوئی!

نیک خوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک خوئی یہ ہے کہ اس کے تمام احکام بسروچشم بجالائے جائیں، جن چیزوں سے منع فرمایا۔ ان سے باز رہیں۔ ہر حالت میں اپنا استحقاق قائم رکھنے کے لیے اس کی اطاعت و عبادت پر کمربستہ رہو، قضائے الٰہی سے جو کچھ مقدر ہو چکا ہے۔ اس پر صبر و شکر کرو۔ اس پر کوئی اعتراض نہ کرو۔ خدا کو وحدہٗ لاشریک جانو، کسی شک و شبہ کے بغیر اسے اپنے وعدہ کا سچا جانو۔

ذوالنون مصریؒ کا ارشاد ذوالنون مصریؒ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں بدترین کون ہے؟ فرمایا جس کا اخلاق بُرا ہو۔

حسن بصریؒ کا ارشاد حضرت حسن بصریؒ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ سے فرمایا۔ کہ اپنے کپڑوں کو پاک کرو۔ یعنی اپنا خلق اچھا بناؤ۔ اور فرمایا "میں نے اپنی ظاہر و باطن کی تمام نعمتیں تم پر ختم کر دیں" ظاہر سے مراد حُسن آفرینش اور باطن سے مراد نیک اخلاق ہے۔

ابراہیم ادہم کا واقعہ ابراہیم ادہم سے کسی نے پوچھا، کیا آپ دنیا میں کبھی خوش بھی ہوئے۔ فرمایا۔ دو دفعہ، ایک دفعہ اس وقت جب کہ میں بیٹھا تھا۔ ایک کتا آیا۔ اس نے ٹانگ اٹھا کر مجھ پر پیشاب کر دیا، دوسری مرتبہ میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے مجھے گھونسہ مارا۔

اویسؓ قرنی کا واقعہ اویسؓ قرنی کو لڑکے دیکھ کر ڈھیلے مارا کرتے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا۔ اگر تم ڈھیلے مار کر خوش ہوتے ہو تو چھوٹے چھوٹے ڈھیلے مارا کرو تاکہ میری ٹانگیں زخمی ہو کر ان سے خون جاری نہ ہو اور میں نماز پڑھ سکوں۔

احنفؒ بن قیس کا واقعہ احنف بن قیس کو ایک شخص نے گالیاں دیں اور پیچھے پیچھے ہو گیا۔ جب احنف اپنے قبیلہ کے قریب پہنچے تو کھڑے ہو گئے۔ اور اس سے کہا۔ جتنا مارنا ہے، مجھے مار لے اور اپنا دل ٹھنڈا کر لے، ایسا نہ ہو کہ میری قوم تمہیں دیکھ لے تو گالیوں کا جواب گالیوں سے دے۔

حاتم اصمؒ کا ارشاد حاتم اصم سے کہا گیا۔ کوئی شخص ہر کسی کی باتوں کو برداشت کر سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ سچ ہے۔ مگر نفس کی برداشت نہیں کر سکتا۔

حضرت علیؓ کا اخلاق روایت ہے کہ امیرالمؤمنین حضرت علیؓ نے اپنے غلام کو پکارا تو اس نے جواب نہ دیا۔ دوسری اور تیسری مرتبہ پکارا گیا۔ مگر پھر بھی نہ بولا۔ حضرت علیؓ نے اس کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ لیٹا ہوا ہے، آپ نے فرمایا اے غلام تو سنتا نہیں، اس نے جواب دیا۔ میں سنتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ پھر بولتا کیوں نہیں؟ اس نے جواب دیا، اس لیے کہ

آپ سے آزار پہنچنے کا مجھے خوف نہیں۔ اس لیے میں نے بولنے میں غفلت سے کام لیا۔ آپ نے فرمایا جاؤ تمھیں خدا کے صدقہ کے طور پر آزاد کر دیا گیا۔

کہا گیا ہے کہ نیک خلق یہ ہے کہ ظاہر میں لوگوں سے مل جل کر رہے۔ مگر دل میں ان سے علیحدہ رہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نیک خلق یہ ہے کہ لوگوں کے آزار کو برداشت کرے۔ حقوق العباد ادا کرے۔ کہا گیا ہے کہ انجیل میں ہے "اے میرے بندے، جب تمھیں غصہ آجائے تو مجھے یاد کرو۔ میں تمھیں یاد کروں گا"۔

مالک بن دینار کو ایک عورت نے ریاکار کہا۔ تو آپ نے فرمایا اے عورت تو نے میرا نام خوب پہچان کر رکھا۔ ارباب بصیرت میرے نام سے ناواقف رہے۔

لقمان نے اپنے فرزند سے کہا کہ تین آدمی ان تین چیزوں کے بغیر نہیں پہچانے جاتے، بردبار اور حلیم غصہ کے وقت۔ دلیر اور شجاع لڑائی کے وقت، اور بھائی حاجت کے وقت۔

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ میں ایسی صفت سے کبھی موصوف نہ کیا جاؤں، جو مجھ میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "یہ تو میں نے اپنی ذات ہی کے لیے کیا تو پھر تیرے لیے کیوں کروں"۔

شکر

شکر کی تشریح شکر کے بارے میں اللہ کا قول دلیل ہے کہ "اگر تم شکر کرو گے تو میں تمھاری نعمتوں میں زیادتی کروں گا"۔

حضرت عائشہؓ کا بیان عطار سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آنحضرتؐ سے جو مشاہدات آپ نے دیکھے، وہ مجھ سے بیان فرمائیں، آپ یہ سن کر رو پڑیں اور فرمایا حضورؐ کا کونسا حال تعجب خیز نہیں۔ فرمایا، ایک رات آنحضرتؐ میرے پاس تشریف لائے اور بستر پر میرے ساتھ آرام فرمانے لگے۔ آپؐ کا جسم مبارک میرے جسم سے مس ہوا۔ آپ نے فرمایا اے ابوبکرؓ کی لڑکی! مجھے عبادت کرنے کی اجازت دے۔ میں نے عرض کیا۔ اگرچہ میں آپ کی معیت کو پسند کرتی ہوں۔ مگر مجھے آپ کی یہ خواہش منظور ہے۔ اور اجازت دیتی ہوں۔ چنانچہ آپ اٹھے، مشکیزہ سے وضو کیا۔ اور بہت سا پانی گرایا۔ پھر نماز پڑھنے لگے۔ اور اس قدر روئے کہ آپ کے مبارک سینہ پر آنسو بہنے لگے، رکوع کیا تو پھر روئے، سجدہ کیا تو بھی روتے رہے، سجدہ سے سر اٹھایا تو اس وقت بھی رو رہے تھے، اسی حال میں تھے کہ بلالؓ تشریف لائے اور نماز کی اطلاع دی۔

میں نے آنحضرتؐ سے نماز میں رونے کا سبب پوچھا اور کہا کہ آپ کیوں روئے؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے، سب گناہ معاف فرما دیے ہیں"۔ آپ نے فرمایا کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ کہ میں کس طرح اس کا شکر بجا لاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ آیت نازل فرمائی "آسمان اور زمین کی پیدائش کے بیچ نشانیاں ہیں ....."۔

شکر کی حقیقت اہل تحقیق کے نزدیک شکر کی حقیقت یہ ہے کہ انعام کرنے والے کو عاجزی اور فروتنی سے قبول کرے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات متحدہ صفات کی تعریف بیان فرمائی کہ میں شکور ہوں۔

شکور کے معنی شکور کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو شکر ادا کرنے پر نیکی اور بدی کی جزا دیتا ہے بشکر کی جزا شکر ہی ہے جیسا کہ فرمایا: "بدی کا بدلہ بدی ہے"۔ شکر کے معنی یہ ہیں کہ نیکی کے ساتھ یاد کرنے والے کو نیکی کے ساتھ یاد کیا جائے۔

خدا اور بندہ کا شکر بندہ کا شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت اس کے احسان پر بجالائے۔ اور خدا کا شکر یہ ہے کہ وہ اپنے بندے کو اپنے احسان سے یاد کرے۔

بندہ کا احسان یہ ہے کہ اپنے خالق کی عبادت کرے۔ اور خدا کا احسان یہ ہے کہ اپنے بندے کو نعمت عطا کرے۔ بندے کا شکریہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا دل اور زبان سے اقرار کرے۔

شکر تین طرح کا ہے۔ زبان سے شکر ادا کرنا، نیازمندی کے ساتھ نعمت کا اعتراف کرنا۔ دوسرا شکر انسان کے جسم سے تعلق رکھتا ہے۔ وفائے عہد، عبودیت، خدمت گزاری اور دل سے شکر کرنے پر ثابت قدم رہے، بساط شہود کی حرمت کو نگاہ میں رکھے۔

فرمایا۔ آنکھوں کا شکر یہ ہے کہ اپنے دوست میں عیب دیکھے تو اسے چھپائے۔ کانوں کا شکر یہ ہے کہ کوئی عیب سنے تو اسے چھپائے غرض خدائے تعالیٰ کی جتنی نعمتیں ہیں۔ ان کی ناشکری نہ کرے۔

بزرگوں کا کہنا ہے کہ عام لوگوں کا ایک شکر یہ ہے کہ وہ قول اور گفتار میں سچے ہوں۔ خدا کے اوامر و نواہی بیان کریں۔

عابدوں کا ایک شکر یہ ہے کہ ان کے افعال اطاعت الٰہی کے مطابق ہوں۔ عارف باللہ لوگوں کا ایک شکر یہ ہے۔ کہ وہ اللہ کی راہ میں ثابت قدم رہیں۔ یعنی ہر حال میں اپنی اطاعت اور نیکی میں ترقی کرتے رہیں۔ جو طاعت اور عبادت وہ بجا لائیں، اسے توفیق اور تائید الٰہی سمجھیں۔ یہ لوگ گوشہ عزلت اختیار کرتے ہیں۔ فنا فی اللہ ہوتے ہیں، فروتنی، اپنے قصور، اور جہل کا اقرار کرتے ہیں۔ ہر حال میں نیازمند رہتے ہیں۔ یہ ساری باتیں شکر کہلاتی ہیں۔

ابوبکر وراق کہتے ہیں کہ نعمت کا شکر یہ ہے کہ بندہ احسان کو دیکھے اور اس کی حرکت کو نگاہ میں رکھے، بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ نعمت کا شکر یہ ہے کہ آدمی خدا کی نعمت کے بارے میں اپنے آپ کو طفیلی خیال کرے۔

ابوعثمان فرماتے ہیں شکر یہ ہے کہ شکر سے عجز کی معرفت ہو۔ یعنی وہ یہ جانے کہ میں اللہ کے شکر سے عاجز ہوں۔ فرمایا شکر پر شکر کرنا کامل شکر ہے۔ اور یہ اس طرح ہوتا ہے۔ کہ تو اپنے شکر کو خدا کی توفیق جانے۔ خدا کی یہ توفیق تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔

پس لازم ہے کہ خدا کے شکر پر شکر کرے۔ پھر اس کے شکر پر شکر کرے۔ یہاں تک کہ اس کی کوئی حد نہیں۔ پھر اپنی عاجزی کا اعتراف کرے۔

کہا گیا ہے کہ شکر نعمت اللہ تعالیٰ کی مرحمت پر نیازمندی سے منسوب کرنا شکر ہے۔

جنید فرماتے ہیں کہ شکر یہ ہے کہ اپنے آپ کو عطائے نعمت کا مستحق نہ جانے۔

کہا گیا ہے کہ شاکر وہ ہے۔ جو عطا شدہ نعمت پر شکر کرتا ہے۔ اور شکور وہ ہے جو اپنی گمشدہ نعمت پر شکر ادا کرے۔

لہ یہ بد خیال کریں کہ وہ اپنی ہمت اور محنت سے ایسا کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ اس طرح سوچنے سے تکبر پیدا ہوتا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ شاکر وہ ہے جو نعمت ملنے پر شکر ادا کرے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ شاکر وہ ہے جو عطا پر شکر ادا کرتا ہے۔ اور شکور وہ ہے جو بلا پر صبر کرتا ہے۔ شاکر وہ ہے کہ جب اسے کچھ ملے تو شکر ادا کرے۔ اور شکور وہ ہے کہ اگر دیر تک کچھ نہ ملے تو اس پر شکر ادا کرے۔

شبلی فرماتے ہیں کہ شکر یہ ہے کہ آدمی نعمت دینے والے کو دیکھے، نعمت کو نہ دیکھے۔ فرمایا شکر یہ ہے کہ جو نعمت میسر ہو اسے زوال پذیر ہونے یا اس کے ضائع ہونے سے اسے بچائے، جو مقصود ہو اسے تلاش کرے۔

عثمان فرماتے ہیں کہ عام لوگوں کا شکر کھانے پینے اور پہننے میں ہے اور خواص کا شکر نزول الہام یا معرفت ولی پر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "میرے شکر گزار بندے تھوڑے ہیں"۔

حضرت داؤد فرماتے ہیں: "اے پروردگار! میں کیوں کر تیرا شکر ادا کروں۔ جب کہ خود شکر ہی تیری نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ اس پر خدائے تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اے داؤد! البتہ اب تو نے شکر کیا ہے۔

حضرت ادریس کی دُعا بزرگوں نے فرمایا ہے۔ اگر تم کسی کے احسان کے عوض میں اس پر احسان نہ کر سکو تو زبان سے اس کا شکر ادا کرو۔ فرمایا۔ جب حضرت ادریسؑ کو اللہ تعالےٰ نے اپنی بخشش کی خوش خبری سنائی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے درازیٔ عمر کے لیے دعا مانگی۔ آپ سے اس درخواست کا سبب دریافت کیا گیا۔ تو فرمایا۔ میں نے یہ درخواست شکر ادا کرنے کے لیے کی ہے۔ پہلے اس لیے عمل کیا کرتا تھا کہ بخشش اور آمرزش حاصل ہو۔ اور اب تیرا شکر ادا کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے نے اپنے بازو پھیلا دیے اور ان پر آپ کو بٹھا کر آسمان پر لے گئے۔

ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک پیغمبر کا گزر ایک چھوٹے پتھر کے پاس سے ہوا۔ پتھر میں سے بہت سا پانی نکل رہا تھا۔ پیغمبر کو پتھر کی یہ حالت دیکھ کر تعجب ہوا۔ اس اثناء میں اللہ تعالےٰ نے پتھر کو بولنے کی طاقت عطا فرمائی۔ پیغمبر نے اس سے پوچھا۔ تیرا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا۔ جس وقت سے میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ کلام سنا ہے کہ "جس آگ کا ایندھن پتھر اور آدمی ہیں" اس وقت سے میں خوف اور ڈر کے مارے رو رہا ہوں۔

پیغمبر نے اس پتھر کے حق میں دعا فرمائی کہ اے اللہ! اس پتھر کو آگ سے نجات دے۔ تب اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی فرمایا کہ میں نے اسے نجات دی۔

ایک دن پھر اس پیغمبر کا گزر پتھر پر سے ہوا تو دیکھا کہ پتھر میں سے پہلے سے زیادہ پانی جاری ہے۔ آپ کو تعجب ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے دوبارہ پتھر کو بولنے کی قوت عطا فرمائی۔ تب پتھر نے عرض کیا کہ پہلے میں خوف اور غم سے ایسا تھا۔ مگر اب خوشی اور شکر کے باعث رو رہا ہوں۔

بزرگوں کا کہنا ہے کہ جو آدمی شاکر ہوتا ہے، اس کی نعمتیں ہمیشہ زیادہ ہوتی اور ترقی کرتی رہتی ہیں، کیونکہ وہ نعمتوں کو دیکھتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمھیں دوں گا۔

صابر شخص اللہ کی پناہ میں رہتا ہے۔ اس لیے خدا اسے بلا سے بچاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "جو لوگ صبر کرنے والے ہیں خدا ان کے ساتھ ہے"۔ اور فرمایا کہ حمد تو ہر سانس پر ہوتا ہے اور شکر اس کی نعمتوں پر ہوتا ہے۔

حمد کرنے والے

ایک صحیح روایت میں آیا ہے کہ حمد کرنے والے سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے کے لیے بلائے جائیں گے جو چیز ان لوگوں سے دور ہوگئی اس پر انھوں نے صبر کیا اور جو انھیں عطا ہوئی۔ اس پر انھوں نے شکر کیا۔

عبرت آموز واقعہ

ایک بزرگ ذکر کرتے ہیں کہ میں نے ایک بہت سن رسیدہ آدمی کو سفر میں دیکھا تو اس سے حال پوچھا اس نے جواب دیا۔ جوانی کے اوائل میں چچا کی لڑکی سے محبت ہوگئی۔ وہ بہت محبت اور پیار سے پیش آتی تھی۔ خدا کی مرضی سے اس کے ساتھ میرا نکاح ہوگیا۔ ہم بستر ہونے کی پہلی رات ہم نے ایک دوسرے سے کہا کہ خدا نے ہمیں وصل کی یہ دولت عطا کی ہے۔ اس کے شکرانہ میں ہم نماز پڑھیں۔ چنانچہ ہم تمام رات نماز ہی پڑھتے رہے۔ دوسری رات بھی ہم نے شکرانہ کی نماز پڑھنے میں گزار دی۔ آئندہ رات کو بھی ایسا ہی ہوا۔ یہاں تک کہ اسی طرح ستر سال گزر گئے، بلکہ اسی برس گزر گئے اور ہم رات اسی طرح شکرانہ میں ہی گزارتے رہے۔ اس کی عورت بھی ساتھ تھی۔ پوچھنے والے نے عورت سے پوچھا کہ اے بی بی! کیا یہ بات سچ ہے؟ اس نے جواب دیا، ہاں! بالکل سچ ہے۔

صبر

ارشاد الٰہی

صبر کے باب میں خدا تعالیٰ کا کلام کافی دلیل ہے۔ فرمایا "اے ایمان والو! صبر کرو اور صبر کراؤ اور ڈرو، شاید اس سے تمھیں رستگاری نصیب ہوجائے"۔ اور فرمایا "صبر کرو تم، نہیں ہے صبر مگر ساتھ مدد اللہ تعالیٰ کے"۔

چند احادیث

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ صدمہ پہنچنے پر صبر کرنا بہتر ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک شخص نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا سارا مال تلف ہوگیا ہے۔ اور میرے جسم کو بیماری نے لاغر کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر کسی بندہ کا مال ضائع نہ ہو، اسے کوئی بیماری یا رنج نہ پہنچے تو اس میں کوئی نیکی اور خوبی نہیں۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ جب کسی بندے کو دوست بناتا ہے تو اسے مصیبت میں ڈال دیتا ہے۔ پھر اسے صبر عطا کرتا ہے۔

روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جب کسی بندے کو اللہ کے ہاں سے کوئی درجہ ملنا ہوتا ہے تو وہ شخص اس درجے کو اپنے خاص عمل سے حاصل نہیں کرتا۔ بلکہ اس پر بیماری کی بلا نازل ہوتی ہے۔ تب وہ اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔

روایت ہے کہ جب آیت "جو بدی کرتا ہے تو اس کے موافق اسے جزا دی جاتی ہے"۔ نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! جب یہ آیت نازل ہوئی ہے تو اس کے بعد خلاصی کیونکر ہوگی؟ آپ نے فرمایا۔ اے ابوبکرؓ! خدا تمھیں بخشے۔ کیا تم بیمار نہیں ہوا کرتے۔ اور جب بیماری میں مبتلا ہوتے ہو تو کیا صبر نہیں کرتے، تمھیں غم والم لاحق نہیں ہوتا؟ یہ تمام اعمال بد کی پاداش میں ہیں۔ یعنی سارے گناہوں کا کفارہ ہے۔

تین طرح کا صبر

صبر تین طرح پر ہے۔ ایک تو خدا کے لیے ہے۔ اور وہ اس طرح کہ انسان خدا کے احکام بجالائے، جن کاموں سے منع کیا گیا ہے، ان سے باز رہے۔ دوسرا صبر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے۔ یعنی آدمی خدا کی تقدیر پر صابر و شاکر رہے۔ تیسرا صبر خدا کے اوپر ہوتا ہے۔ یعنی خدا نے روزی دینے، روزی کو کشادہ کرنے، مددگار ہونے، اور آخرت کا ثواب دینے کا وعدہ فرمایا ہے، اس پر صبر کے ساتھ انتظار کرے۔

صبر کی دو قسمیں

بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ صبر کی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ بندہ اپنے کام میں صبر کرے۔ دوسرے یہ کہ جو کام بندہ کا نہیں اس پر صبر کرے۔ کام پر صبر کرنا دو طرح کا ہے۔ ایک یہ کہ اس کام کے بارے میں خدا کے جو احکام ہیں، ان میں صبر کرے۔ دوسرے یہ کہ خدا کے جو موانع ہیں، ان میں صبر کرے۔

جو بندہ کا کام نہیں۔ اس میں صبر یہ ہے کہ بندہ پر جو رنج و مصیبت آتی ہے۔ وہ خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتی ہے۔ انسان اس میں صبر کرے۔ جیسے جسمانی مشقت، روحانی رنج اور بیماری وغیرہ۔

بزرگوں کا کہنا ہے کہ صبر کرنے والے تین طرح کے لوگ ہیں۔ ایک وہ ہیں جو وقت پر صبر کرتے ہیں، دوسرے وہ ہیں جو وقت کے بغیر صبر کرتے ہیں۔ تیسرے وہ ہیں جو سراپا صبر ہی صبر ہیں۔

شبلیؒ کا ارشاد

شبلی سے کسی نے سوال کیا کہ صابروں کے لیے سب سے سخت صبر کون سا ہے؟ فرمایا۔ خدا کے بیچ صبر کرنا۔ اس شخص نے کہا۔ ایسا نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ خدا کے واسطے صبر کرنا۔ اس نے کہا۔ یہ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا خدا کے ساتھ صبر کرنا۔ اس نے کہا۔ یہ بھی نہیں۔ تب شبلی نے پوچھا کہ تم ہی بتاؤ۔ اس نے کہا سب سے زیادہ صبر خدا سے صبر کرنا ہے۔ شبلیؒ نے یہ سُن کر زبردست نعرہ لگایا۔ قریب تھا کہ آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے۔ اس قول کے معنی تفصیلاً عوارف میں مذکور ہیں۔

جنیدؒ کا ارشاد

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ مسلمان کے لیے دنیا سے آخرت کا سفر کرنا بہت آسان ہے۔ مگر خدا کے مقابلہ میں مخلوق سے جدائی اختیار کرنا بہت مشکل ہے۔ اس سے بھی زیادہ سخت یہ ہے کہ خود بخود خدا کی طرف رغبت کرے۔ خدا کے ساتھ صبر کرنا بھی سخت مشکل ہے۔

جب جنیدؒ سے صبر کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو فرمایا کہ بغیر نفرت کے تھوڑا تھوڑا کڑوا گھونٹ پی جانا صبر ہے۔

حضرت علیؓ کا ارشاد

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا۔ صبر ایمان کے جسم کا سر ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ قول آنحضرتؐ کا ہے۔

ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ صبر کے معنی ہیں، مخالفت سے دور رہنا، غم و غصہ کو آرام کے ساتھ برداشت کرنا، اور میدان معیشت میں فقر و تنگی میں تونگری کا اظہار کرنا۔ کہا گیا ہے کہ صبر یہ ہے کہ انسان بلا کو اچھی طرح ادب کے ساتھ جھیلے اور فرمایا۔ صبر ایک تونگری ہے، جو بلا کی حالت میں شکوہ شکایت نہ کرنے سے ظاہر ہوتی ہے۔ فرمایا صبر یہ ہے، کہ انسان بلا وارد ہوتے وقت نیکی اور حسن صحبت کے ساتھ اسی طرح ثابت قدم رہے۔ جس طرح تندرستی کی حالت میں ہوتا ہے۔ فرمایا بندگی اور طاعت کا سب سے نیک اور اچھا اجر صبر ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی اجر نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے "جن لوگوں نے صبر کیا، ہم ضرور انھیں زیادہ نیک چیزوں کے ساتھ اجر دیں گے۔ جیسا کہ وہ کرتے تھے"۔ فرمایا "صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب پورا دیا جاتا ہے"۔

بزرگوں کا ارشاد ہے کہ صبر یہ ہے کہ انسان خدا کی راہ میں ثابت قدم رہے۔ اگر آزار اور بلا اس پر نازل ہو تو کشادہ پیشانی اور فراخ دلی سے اسے قبول کرے۔ فرمایا۔ احکام الٰہی پر ثابت قدم رہنا اور سنت نبویؐ کو مضبوطی سے قائم رکھنا صبر ہے۔

یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں کہ عاشقوں کا صبر زاہدوں سے زیادہ سخت ہے۔ تعجب ہے کہ وہ کس طرح صبر کرتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ شکوہ شکایت نہ کرنا صبر کہلاتا ہے اور صبر کے معنی یہ بیان کیے جاتے ہیں کہ اپنے پاک پروردگار سے مدد طلب کی جائے اس کی طرف پناہ لی جائے۔ اور کہا گیا ہے کہ صبر کی مشابہت خدائے تعالیٰ کے نام سے ہے۔ نعمت اور محنت کی حالت میں یکساں طور پر آرام خاطر سے صبر کرنا صبر کہلاتا ہے۔ بلا اور سختی کو آرام اور آسائش خیال کرنا صبر ہے۔

رضا

رضائے الٰہی رضا کے بارے میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ "اللہ راضی ہے مسلمانوں سے اور وہ راضی ہیں اس سے"۔ پھر فرمایا "میں مسلمانوں کو بشارت دیتا ہوں ساتھ اپنی رحمت اور رضامندی کے"۔

ایک روایت حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص خدائے تعالیٰ کے پروردگار ہونے پر راضی ہوا۔ اس نے ایمان کا مزا چکھ لیا۔

دوسری روایت روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا۔ کہ خیریت اسی میں ہے کہ تم ہر حال میں اللہ کی رضا پر راضی رہو۔ اگر خدا کی رضا پر راضی رہنے کی طاقت ہو تو بہتر ورنہ اس حال میں صبر کرو۔

اللہ تعالیٰ کے کلام "جب ان میں سے کسی کو خبر دی جاتی ہے کہ تمہارے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ تو غم کے مارے ان کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے ....." کی تفسیر میں ابو قتادہ فرماتے ہیں۔ یہ عرب کے مشرکین کا حال تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے بُرے کاموں کے متعلق انھیں خبر دی۔ پس مسلمان کو چاہیئے کہ خدا نے اس کے حق میں جو پسند فرمایا ہے اس پر راضی رہے۔ انسان کے نفس کی خواہش سے خدائے تعالیٰ کی تجویز اس کے حق میں ہر صورت سے بہتر ہوتی ہے۔

پس اے ابن آدم! جس امر کو تو مکروہ جانتا ہے۔ وہ تیرے لیے بہتر ہی ہوتا ہے۔ اس لیے تجھے واجب ہے کہ خدا سے ڈرے۔ اس کے حکم پر راضی اور خوش رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "قریب ہے کہ جس چیز کو تم اپنے حق میں مکروہ جانتے ہو وہ تمہارے لیے نیک ہو۔ اور جسے تم اپنے حق میں نیک سمجھتے ہو وہ تمہارے لیے بُری ہو۔ خدا ہی اس امر کو جانتا ہے۔ تم نہیں جانتے"۔ یعنی تمہارے دین و دنیا کی نیکی کو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ لوگوں کی نیکیوں کے دفتر برابر لپیٹ کر رکھے جا رہے ہیں اور حکم دیا گیا ہے کہ عبادت کریں، احکام بجا لائیں۔ بُرے کاموں سے باز رہیں۔ تقدیر الٰہی پر شاکر رہیں۔

آدمی کے کام کے انجام کا جو فائدہ یا ضرر ہے، اسے مجمل طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔ اس لیے بندہ کو چاہیئے کہ ہمیشہ خدا کی فرماں برداری اور اطاعت اختیار کرے۔ جو کچھ اس کی صفت میں لکھ دیا گیا ہے۔ اس پر خوش رہے۔ خدا کو کوئی الزام نہ دے۔ اور اس بات پر یقین رکھے کہ آدمی کو جو رنج اور مصیبت پہنچتی ہے۔ یہ اس کے مقدر میں ہوتی ہے اس کا باعث خواہشات نفسانی، خدا کی نافرمانی یا اس کی ناخوشی ہوتی ہے۔ جو شخص قضا پر راضی ہوتا ہے۔ اسے ہمیشہ راحت نصیب ہوتی ہے۔ جو ناراض ہوتا ہے، اس کی بدبختی اور رنج بڑھ جاتا ہے۔ دنیا میں جو کچھ اس کی تقدیر میں لکھا ہوتا ہے۔ وہ ضرور اسے ملتا ہے۔ جب کوئی شخص ہوا و ہوس نفسانی کی پیروی کرتا ہے۔ اور اس کا فرماں بردار ہوتا ہے تو وہ قضائے الٰہی

سے ناراض ہوجاتا ہے۔ نفسانی خواہش آدمی کو احکام الٰہی کے خلاف ترغیب دیتی ہے۔ اگر اس کے موافق کرے تو اس کا رنج اور اس کی تکلیف بڑھ جاتی ہے۔

راحت اور آرام اس میں ہے کہ آدمی اپنے نفس کی ہوا ہوس کے خلاف کرے۔ کیونکہ ایسا کرنے والا خدا کی قضا اور رضا سے موافقت رکھتا ہے۔ یہ دونوں باتیں ضرور پیش آتی ہیں۔ اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ جو شخص ہوا و ہوس کی پیروی کرے گا۔ اسے ضرور رنج والم کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ایسا کرنا خدا سے لڑنے کے مترادف ہے۔

جب ہوائے نفس کا غلبہ ہو تو یہ لڑائی ضرور ہوتی ہے اگر غلبہ نہ ہو تو نہیں ہوتی۔

رضا کے مختلف معنی

اہل علم اور اہل طریقت نے رضا کے معنوں میں اختلاف کیا ہے۔ یعنی کیا رضا حالات میں سے ہے۔ اور اس میں کسب کو کچھ دخل نہیں۔ یا مقامات سے ہے اور اس میں کسب کو دخل ہے۔ اہل عراق میں سے ایک کا کہنا ہے کہ رضا احوال میں سے ایک حال ہے۔ جس میں آدمی کے کسب کا کچھ دخل نہیں۔ بلکہ وہ نازل ہوتی ہے۔ اور تمام احوال کی طرح دل میں حلول کرتی ہے۔ احوال حلول کرنے کے بعد زائل ہوجاتے ہیں۔ پھر دوسرے وارد ہوتے ہیں۔

خراسانیوں کا قول

خراسانیوں کا قول ہے کہ رضا مقامات میں سے ایک مقام اور توکّل کا انجام ہے۔ جب توکل انتہا کی حد کو پہنچ جائے تو بندہ کسب کی طرف توجہ کرتا ہے۔

ان دونوں اقوال کی مطابقت کے لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ رضا کی ابتدا بندے کا کسب ہے۔ یعنی آدمی کسب سے رضا کو حاصل کرتا ہے۔ اور یہ مقامات میں سے ہے۔ اس کی نہایت احوال میں سے ایک حال ہے۔ جو کسب سے حاصل نہیں ہوتا۔

جو شخص رضا پر راضی ہوتا ہے۔ وہ تقدیر الٰہی پر اعتراض نہیں کرتا۔

ابو علی دقاق فرماتے ہیں، رضا یہ نہیں کہ آدمی خود بلا اور مصیبت کو تلاش کرے۔ بلکہ رضا یہ ہے کہ آدمی خدا کے حکم اور اس کی رضا میں کوئی اعتراض نہ کرے۔

شیخوں نے فرمایا ہے کہ قضا پر راضی ہونا درگاہ الٰہی کا ایک بڑا کشادہ دروازہ ہے اور وہ دنیا کی بہشت ہے۔ جو شخص رضا سے آراستہ ہو اس کے ساتھ خوبی اور خوشی سے پیش آتا ہے خدائے تعالیٰ اسے بزرگی کا بڑا درجہ عطا کرتا ہے۔

استاد اور شاگرد کا واقعہ

ایک شاگرد نے اپنے استاد سے پوچھا۔ کیا آدمی کو یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ اس کا خدا اس سے راضی ہے۔ استاد نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خدا کی رضامندی پوشیدہ ہے۔ ظاہر نہیں۔ شاگرد نے کہا۔ نہیں۔ بندہ کو یہ بات معلوم ہو سکتی ہے۔ استاد نے پوچھا کیونکر؟ شاگرد نے جواب دیا، جب بندہ اپنے دل میں متوجہ ہو اور اسے خدا سے راضی پائے۔ تو جان لے کہ خدا بھی اس سے راضی ہے۔ استاد نے کہا۔ تم نے بہت اچھا کہا۔ اے لڑکے۔ جب تک خدا بندہ سے راضی نہ ہو اس وقت تک بندہ کبھی راضی نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ "خدا ان سے راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہو گئے"۔

حضرت موسیٰؑ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ مجھے وہ عمل بتائیں کہ اس کے کرنے سے تو مجھ سے راضی ہو جائے۔ ارشاد ہوا۔ اے موسیٰؑ! تم اسے کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ حضرت موسیٰ یہ سن کر رو پڑے اور سجدے میں گر گئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی۔ کہ اے عمران کے بیٹے! میری خوشی اسی میں ہے کہ تو میرے حکم پر خوش رہے۔ فرمایا اگر کوئی یہ چاہے کہ مجھے تسلیم و رضا کا مقام مل جائے تو وہ خدا کی رضا کو خوشی سے قبول کرلے۔

رضا کی دو قسمیں بزرگ فرماتے ہیں کہ رضا کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو خدا کے ساتھ رضا کار ہونا۔ دوسرے خدا سے رضا۔ خدا کے ساتھ جو رضا ہے۔ وہ تدبیر کے وقت ہوتی ہے۔ اور خدا سے رضا اس طرح ہے کہ حق کو باطل سے الگ کرنے کا حکم دے۔

مختلف ارشادات بعض کہتے ہیں رضا یہ ہے کہ کسی کے دائیں طرف دوزخ رکھی جائے تو یہ نہ کہے کہ دوزخ کا اس رُخ پر ہونا اچھا نہیں۔ اگر بائیں طرف ہوتی تو اچھا تھا۔ فرمایا رضا یہ ہے کہ انسان اپنے دل سے کراہت نکال دے۔ یہاں تک کہ اس میں صرف خوشی اور سرور باقی رہے۔

رابعہ عدویہؒ کا ارشاد رابعہ عدویہؒ سے پوچھا گیا کہ آدمی کب قضا پر راضی ہوتا ہے۔ فرمایا اس وقت جب وہ مصیبت میں بھی اسی طرح خوش رہے۔ جیسے نعمت کے ملنے پر خوش ہوتا ہے۔

حضرت جنیدؒ کا ارشاد کہتے ہیں ایک دفعہ شبلی نے حضرت جنیدؒ کے سامنے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ پڑھا۔ جنیدؒ نے یہ سن کر فرمایا آپ کا سینہ تنگ ہے۔ اس لیے یہ قول آپ سے صادر ہوا۔ اور سینہ کی یہ تنگی اس لیے ہے کہ قضا پر رضا کو ترک کر دیا ہے۔

ابوسلیمان کا ارشاد ابوسلیمان فرماتے ہیں، رضا یہ ہے کہ خدا سے بہشت نہ مانگا جائے، اگر آگ سے جلنے کا خطرہ بھی ہو تو اس سے امن کی درخواست کی جائے۔

ذوالنونؒ مصری کا ارشاد ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ رضا کا ہونا تین علامتوں سے ظاہر ہوتا ہے: اول یہ کہ خدا کی قضا میں اپنا اختیار ثابت نہ کرے۔ دوم یہ کہ قضا کے بعد اس کی تلخی کو معلوم نہ کرے۔ سوم یہ کہ بلا کی حالت میں محبت کا جوش قائم رہے۔ فرمایا قضا یہ ہے کہ قضا کی سختی سے دل کو خوشنودی حاصل ہو۔

ابوعثمان سے آنحضرتؐ کے قول "قضا کے بعد میں تجھ سے تیری رضامندی چاہتا ہوں" کے معنی پوچھے گئے تو فرمایا قضا سے پہلے رضا ہے کہ اس پر قصد کرے، قضا کے بعد رضا یہ ہے کہ خدا کی رضا پر راضی ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ حسینؓ ابن علیؓ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ ابوذر فرماتے ہیں۔ میں امیری کی نسبت فقیری کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔ تندرستی کی نسبت بیماری کو مرغوب رکھتا ہوں۔ زندگی کی نسبت موت کو اچھا جانتا ہوں۔ حضرت امام حسینؓ نے فرمایا۔ خدائے تعالیٰ ابوذر پر رحمت کرے۔ مگر جو شخص اللہ تعالیٰ کے حسن اختیار پر اعتماد کرتا ہے اور جس شے کو خدا نے اس کے لیے مقدر کر دیا ہے، اس کی خواہش کرتا ہے، اس کے سوا دوسری چیز کو نہیں چاہتا۔ وہ سب سے نیک آدمی ہے۔

فضیل بن عیاضؒ نے بشر حافیؒ سے فرمایا کہ دنیا میں رضا زہد سے افضل ہے۔ کیونکہ جو رضا پر راضی ہوتا ہے۔ وہ یہ

نہیں چاہتا کہ میں اپنے مرتبہ سے اوپر جاؤں۔ فضیل کا یہ قول بالکل درست ہے، کیونکہ اس میں ہر حال پر رضا ہوتی ہے۔ رضا ہی میں خیر ہے

خدائے تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا۔ میں نے تمھیں اپنی ہم کلامی اور پیغمبر بنانے کے لیے سارے لوگوں سے برگزیدہ کر دیا۔ اس لیے جو چیز تمھیں دیتا ہوں وہ لے لو اور اپنی اس خلعت فاخرہ پر خوش ہو جاؤ اور شکر کرو۔

آنحضرتؐ کا ارشاد اسی طرح آنحضرتؐ نے فرمایا کہ دنیا کی زندگی کے لیے جو بیسیاں تمھیں دی گئی ہیں، ان کے سوا اوروں پر آنکھ نہ رکھو اور نہ للچاؤ۔ غرض اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو ادب سکھایا، اپنے حال کی نگہداشت کا حکم دیا اور بالمعنی بہ قناعت رہنے کا حکم دیا۔ فرمایا" جو تیرے لیے تیرے رب کا رزق ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے"۔ اور وہ یہ ہے: نبوت، صبر قناعت، علم دین کی ولایت، پیشوائی۔ اور جو چیزیں دی گئی ہیں وہی بہتر اور لائق ہیں۔

پس ساری نیکیاں حال کی نگہداشت اور رضا میں موجود ہیں، جو دوسری چیزیں ہیں وہ حال کے خلاف ہیں، ان کی طرف دھیان نہ دیا جائے۔ کیونکہ اپنے طور پر چیزوں کی طرف توجہ کرنے میں دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ یا تو وہ چیز نصیب میں ہوگی یا نہ ہوگی۔ کسی اور کی قسمت میں ہوگی۔ یا وہ کسی کے نصیب میں نہ ہوگی۔ خدا نے اس چیز کو صرف آزمایش کے لیے ہی پیدا کیا ہوگا۔ پس جو چیز نصیب میں ہے وہ ضرور ملے گی۔ چاہے اسے تلاش کیا جائے چاہے نہ کیا جائے۔ پس اس کی تلاش میں حرص اور لالچ نہ کیا جائے۔ عقل کے نزدیک بھی حرص اور لالچ ناپسندیدہ ہیں۔ اگر وہ چیز کسی اور کی قسمت میں ہے۔ تو اس کی تلاش کرنا ناحق رنج اور تردد کا باعث ہوگا۔ کیونکہ اس تک رسائی کسی طرح نہ ہو سکے گی۔ نہ ہی وہ چیز خود تمھارے پاس آسکے گی۔

اگر دوسری بات ہے، یعنی وہ چیز کسی کے بھی نصیب میں نہیں۔ صرف آزمایش ہی آزمایش ہے تو عقل مند آدمی کو اس کی طرف کبھی دھیان نہ دینا چاہیئے۔

مختلف مقولے ایک قوم کے لوگوں کا مقولہ ہے کہ قضا پر رضا یہ ہے کہ اگر کسی ایک چیز سے تمھاری دوستی ہو اور کسی دوسری چیز کو مکروہ جانتے ہو تو دونوں تمھارے نزدیک یکساں ہوں۔

بعض کہتے ہیں، رضا یہ ہے کہ قضا کی تلخی پر صبر کیا جائے، بعض کا کہنا ہے کہ رضا یہ ہے کہ خدا کے کاموں میں چون و چرا نہ کی جائے۔ احکام الٰہی کے آگے گردن جھکا دی جائے۔ بعض کہتے ہیں رضا یہ ہے کہ تدبیر میں نیک و بد کی تمیز نہ کی جائے۔ بعض بندگ اپنے اختیار کو ترک کر دینے کا نام رضا بتاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ جو لوگ اپنے دل سے اختیار کی جڑ کو بالکل ہی کاٹ کر پھینک دیتے ہیں، وہی اہل رضا ہیں۔

اس قسم کے لوگ نفس کی خواہشات کو دل میں نہیں آنے دیتے۔ نہ ہی خدا سے کسی شے کی درخواست کرتے ہیں، نزول حکم سے قبل خیال کو اپنے دل میں جگہ نہیں دیتے۔ جب خدا کا کوئی ایسا حکم وارد ہوتا ہے، جس کے بارے میں نہ انھیں کوئی خیال ہوتا ہے اور نہ اس کا انھیں انتظار ہوتا ہے تو بڑے ذوق و شوق سے اس کا استقبال کرتے ہیں، اسے خوشی خوشی قبول کرتے اور بجا لاتے ہیں۔

ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ خدا کے ایسے بندے بھی ہیں کہ اگر ان پر آزمایش کے طور پر کوئی حکم وارد ہو تو اسے بہت بڑی نعمت جانتے ہیں۔ عطائے عظمیٰ خیال کرتے ہیں۔ اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہیں اور عرش ہوتے ہیں۔ سرور کے بعد اپنی نعمتوں میں یہ بات دیکھیں کہ ان میں مشغول رہنا ان کے لیے نقصان دہ ہے۔ کیونکہ اس شغل میں منعم حقیقی کی طرف سے ان کا دل ہٹ کر دوسری جانب ہو جاتا ہے۔ جب ایسا ہو تو سمجھو کہ بلا وارد ہوئی۔ ان کے دل اصل مقام سے ہٹ گئے۔ اور وہ پستی میں گر گئے۔ حالانکہ دلوں کا مقام بہت بلند ہے۔ وہاں بلا کا کیا کام؟ وہاں بلا کا گزر نہیں ہو سکتا۔ خدا کے خزانے میں کوئی کمی نہیں۔ اس کی بخشش بیشمار ہے۔ وہ چاہے تو پل بھر میں گدا کو تخت پر بٹھا دے۔ اس کے نزدیک یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ نہ ہی اس میں کوئی تعجب ہے۔

قضا پر رضا کا سب سے کم درجہ یہ ہے کہ خدا کے سوا سب طرف سے اپنا رشتہ توڑ لے۔ جو شخص خدا کے سوا کسی اور سے طمع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی مذمت کرتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ یحییٰ بن کثیر کہتے ہیں۔ میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے، جو اپنے جیسی مخلوق سے کسی شے کی امید کرتا ہے وہ ملعون ہے۔

چند احادیث حدیث میں آیا ہے کہ خدا فرماتا ہے، مجھے اپنے جلال کی قسم، اپنی بزرگی اور عزت کی قسم، جو شخص میرے سوا کسی اور سے کوئی امید رکھے۔ میں اس کی امید منقطع کر دیتا ہوں۔ اور جن لوگوں سے وہ امید رکھتا ہے انھیں ذلیل کر دیتا ہوں اپنی قربت سے انھیں دور کر دیتا ہوں۔ انھیں اپنے وصل سے محروم رکھتا ہوں۔ کیا تم میرے سوا کسی دوسرے سے یہ امید رکھتے ہو کہ وہ سختی میں تمھاری فریاد رسی کرے؟ سب سختیاں میرے ہاتھ میں ہیں۔ میں ہی زندہ ہوں۔ اور میں ہی سب کی امیدیں پوری کرنے والا ہوں۔ تم میرے سوا غیر سے امید رکھتے ہو اور اپنے خیال کے مطابق حاجت براری کے لیے غیروں کے دروازے کھٹکھٹاتے ہو۔ حالانکہ ان کے دروازوں پر قفل لگے ہیں اور ان کی چابیاں میرے پاس ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ خدا فرماتا ہے، کوئی بندہ خلقت کو چھوڑ کر میرا دامن پکڑے تو میں اس کے دل کی نیت جانتا ہوں۔ اگر تمام آسمان اور زمین اور ان میں جس قدر مخلوق ہے، سب مل کر اسے رنج پہنچانا چاہیں تو بھی میں اس کی ان سے خلاصی کرا سکتا ہوں۔ اگر کوئی بندہ میرے سوائے دوسری مخلوق سے حاجت کی درخواست کرے تو میں آسمان سے اس کے اسباب منقطع کر دوں گا۔ اس کے پاؤں نیچے کی ساری زمین کو شور بنا دوں گا۔ پھر دنیا میں اس پر رنج و غم وارد کروں گا اور وہ اسی سے ہلاک ہو جائے گا۔

بعض اصحاب سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے، جو شخص لوگوں سے عزت کا طالب ہوتا ہے وہ ہلاک ہو جائے۔ آدمی اپنے جیسے کسی بندے پر تکیہ کرتا ہے تو وہ خوار و ذلیل ہو جاتا ہے۔ بنی آدم سے اس کا طمع، اس کی نمک خواری اور ذلت کے لیے کافی ہے۔ اسے دو چیزیں دی جاتی ہیں۔ دنیا میں اسے ذلت نصیب ہوتی ہے اور آخرت میں دیدار الٰہی سے محروم رہتا ہے۔ اس کے رزق میں بھی زیادتی نہیں ہوتی۔

مختلف فرمودات بعض علماء فرماتے ہیں جو لوگ مرید اور حق کے طالب ہیں اگر وہ طمع رکھتے ہوں تو یہ طمع سب سے بڑھ کر

ضرر دینے والی چیز ہے۔ یہی چیز ان کے دلوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچاتی ہے۔ ان کے دلوں کو خوار، ویران اور تاریک کر دیتی ہے، انھیں خدا سے دور رکھتی ہے، ان کے ارادوں کو پریشان کر دیتی ہے۔

طمع شرک ہے طمع کا ہونا شرک کا ہونا ہے اور تمھیں اس سے خبردار رہنا چاہیئے کہ جس نے طمع کیا اس نے گویا خدا کا شریک ٹھہرایا جو شخص اپنے جیسے لوگوں سے طمع رکھتا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ یہ لوگ اپنے نفع و نقصان کے مالک نہیں، وہ نہ دے سکتے ہیں نہ روک سکتے ہیں۔ جو شخص لوگوں سے طمع رکھتا ہے وہ حقیقی بادشاہ کی ملکیت میں دوسروں کو شریک کرتا ہے۔ پس جب تک کوئی شخص تمام چیزوں کو چیزوں کے پیدا کرنے والے کے متعلق نہ جانے۔ وہ پرہیزگار نہیں بن سکتا۔ اس لیے چاہیئے کہ آدمی خدا کے سوا کسی اور سے کبھی کچھ نہ مانگے۔

بزرگ فرماتے ہیں کہ طمع کی جڑ بھی ہے اور شاخیں بھی۔ غفلت کرنا طمع کی جڑ ہے اور لوگوں کو دکھانا اور سنانا اسی کی شاخیں ہیں یعنی ریاکاری کرنا، لوگوں کی نظروں میں زیب و آرایش کرنا ان کے نزدیک رتبہ اور عزت کی خواہش کرنا۔

حضرت عیسیٰؑ کا واقعہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں کو ہدایت کی تھی کہ طمع ہلاک کرنے والی اور بخیل بنانے والی چیز ہے۔ بزرگوں میں سے ایک بزرگ نے کہا ہے کہ ایک دن میں نے دنیا کی ایک شے کی خواہش کی یعنی اس کا طمع کیا۔ کہ ہاتف نے غیب سے آواز دی "مرید کو حرص نہیں کرنی چاہیئے۔ یہ اس کے حق میں اچھی نہیں۔ کیونکہ وہ جو کچھ خدا سے مانگتا ہے، خدا اسے دیتا ہے۔

خدا کے ایسے بزرگ دنیا میں موجود ہیں جو چیزوں کے مالکوں سے کوئی چیز نہیں مانگتے۔ نہ ان سے طمع کرتے ہیں۔ بلکہ طمع خود ان سے پوشیدہ اور دور رہتا ہے۔ جب وہ دل سے طمع کو نکال دیتے ہیں تو سب کچھ خود بخود ان کے پاس آجاتا ہے۔ انھیں اس کا علم ہوتا ہے کہ طمع ہر حال میں نقصان پہنچاتا ہے۔ اہلِ توکل اور عارف لوگوں کے درجوں میں یہ سب سے کم درجہ ہے۔

مرید کا طمع اگر کسی مرید کے دل میں طمع کو دخل ہو تو وہ خدا سے دور ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے جیسے آدمی سے طمع کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ خدا عالم اور دانا ہے، سب احوال جانتا ہے۔ اس کے باوجود طمع کرنے سے نہیں ڈرتا۔

سچائی

ارشادِ الٰہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور ان لوگوں سے صحبت رکھو، جو سچے ہیں"۔

حدیث عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جب کوئی شخص سچائی اختیار کرتا ہے۔ ہمیشہ سچ بولتا ہے اور سچائی سے محبت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے صدیقوں میں لکھ لیتا ہے۔ اور جو جھوٹ بولتا ہے۔ جھوٹ کو اپنا پیشہ بنا لیتا ہے اسے کاذبوں یعنی جھوٹوں کی فہرست میں لکھ لیا جاتا ہے۔

مختلف بیانات بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ پر وحی نازل فرمائی کہ اگر کوئی شخص اپنے دل میں مجھے صادق جانے تو میں اسے ظاہر میں لوگوں میں سچا کر دیتا ہوں

یاد رکھنا چاہیئے کہ کاموں کو انجام دینے کے لیے راستی ہی ستون ہے اور اسی سے کام کا بندوبست ہوتا ہے۔ یہ پیغمبری کا

دوسرا درجہ ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ جو لوگ راست باز ہیں۔ وہ پیغمبروں، صدیقوں، شہیدوں اور نیکو کاروں کے ساتھ ہوتے ہیں۔

لفظ صادق اور صدیق صادق کا لفظ صدق سے نکلا ہے۔ صدیق صدق سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ صدیق اسے کہتے ہیں، جس سے ہمیشہ سچائی ظاہر ہو۔ سچ بولنا اس کی عادت ہو۔ اس کا ظاہر اور باطن راستی سے آراستہ ہو۔ پس جو شخص قول کا سچا ہو وہ صادق ہوتا ہے۔ اور صدیق وہ ہے جو قول، فعل اور حال میں راستی رکھتا ہو۔

بزرگوں کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ اللہ میرے ساتھ ہو۔ تو وہ راستی اختیار کرے۔ کیوں کہ خدائے تعالےٰ راستبازوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

جنیدؒ کا ارشاد جنید فرماتے ہیں کہ سچا آدمی دن میں چالیس بار پھرتا ہے اور ریاکار چالیس برس تک ایک ہی حال پر رہتا ہے۔ فرمایا۔ خدائے تعالیٰ سچا ہے۔ اس کا کلام بھی سچا ہے۔ فرمایا صدق یہ ہے کہ خطرناک مقامات پر بھی سچ کہے اور ایسا کرنے سے ڈرے نہیں۔ فرمایا سچا کلمہ خود دل کی سچائی پر دلالت کرتا ہے فرمایا صدق کے اختیار کرنے سے آدمی زبان کے ذریعہ حرام سے رُک جاتا ہے۔ فرمایا پھر بولنا خدا کے لیے پورا عمل کرنا ہے۔

سہل بن عبداللہؒ کا ارشاد سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص شرع کے حکم میں اپنے یا کسی غیر کے لیے سستی اور غفلت کرے۔ تو وہ راستی کی بو بھی نہیں سونگھ سکتا۔

ابوسعید قرشیؒ کا ارشاد ابوسعید قرشی فرماتے ہیں۔ کہ صادق وہ ہے جو اپنی موت کے لیے تیار رہے۔ اور خواہ اس کا راز فاش بھی ہو جائے۔ وہ شرم نہ کرے۔ یعنی سب سے کھل جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اگر تم سچے ہو تو موت کی آرزو کرو۔" فرمایا صدق قصد سے توحید کی صحت ہے۔ فرمایا اصل صدق یہ ہے کہ جہاں جھوٹ بولنے سے چھٹکارا ہو سکے۔ وہاں بھی سچ ہی بولے۔ فرمایا صادق میں تین خصلتیں ہوتی ہیں، جن میں وہ خطا نہیں کرتا۔ اول یہ کہ اس کی عبادت میں شیرینی ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ مخلوق اس سے خوف کھاتی ہے۔ سوم یہ کہ اس کے کلام میں تمکنت ہوتی ہے۔

ذوالنون مصریؒ کا ارشاد ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں، راستی اور سچائی خدا کی تلوار ہے، جس سے وار کیا جاتا ہے۔ اور وہ رسی کو دو ٹکڑے کر دیتی ہے۔

سہل بن عبداللہؒ کا ارشاد سہل بن عبداللہ کا ارشاد ہے کہ صدیقوں کا اپنے نفس سے ہم کلام ہونا ان کا پہلا گناہ ہے۔

فتح موصلیؒ کا واقعہ لوگوں نے فتح موصلی سے صدق کی بابت پوچھا۔ آپ نے لوہاروں کی بھی میں جس میں آگ دہک رہی تھی۔ اپنا ہاتھ ڈال دیا۔ اور آگ کے انگاروں کی طرح دہکتا ہوا لوہا اس میں سے نکال لیا اور اتنی دیر تک اپنے ہاتھ میں رکھا کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا۔ فرمایا۔ صدق یہ ہے۔

حارث محاسبیؒ کا ارشاد حارث محاسبیؒ سے صدق کی علامت پوچھی گئی تو فرمایا صادق وہ ہے کہ اگر لوگوں میں اس کی عزت اور مرتبہ خاک میں مل جائے تو بھی کچھ پروا نہ کرے اور اپنے نیک اعمال کی لوگوں کو ذرا بھی خبر نہ ہونے دے۔ بلکہ

ظاہر ہونے کو بُرا جانے۔ اگر لوگوں کو اس کی برائی کا علم ہو تو وہ مطلق برا خیال نہ کرے۔ اگر وہ اپنی برائی کو محسوس کرے گا۔ تو اس سے یہ ظاہر ہوگا۔ کہ وہ لوگوں میں اپنی عزت کا طلب گار ہے اور رتبہ کم ہونے پر افسوس کرے گا۔ یہ بات صدیق لوگوں سے بعید ہے۔ کہ وہ لوگوں سے عزت اور مرتبہ کے طلب گار ہوں۔ اس میں ترقی چاہیں۔ صدیقوں کی یہ عادت نہیں ہوتی۔

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص دائمی فرض کو ادا نہ کرے تو اس کا کوئی فرض قبول نہیں کیا جاتا لوگوں نے پوچھا دائمی فرض کیا ہے؟ فرمایا سچائی۔ پھر فرمایا اگر کوئی شخص سچے دل سے اپنے رب کا طلب گار ہو تو اللہ تعالےٰ اس کے دل کو آئینہ کی طرح صاف کر دیتا ہے، اسے جلا بخشتا ہے۔

پس جو لوگ سچے دل سے اپنے پروردگار کے طلب گار ہوتے ہیں، ان کا دل صاف اور مجلّٰی ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے دل کے صاف شفاف آئینے میں دنیا اور آخرت کی ہر چیز کا مشاہدہ کر لیتے ہیں۔